فقیہ دوراں، امام زہد وورع، مناظر اسلام، نمونۂ اسلاف، مظہر مفتی اعظم
فخر المحدثین، سلطان الواعظین، تاج الفحول، مفتی اعظم نانپارہ، بلبل ہند
حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمۃ والرضوان
کے احوال ومعارف، مآثر ومفاخر کا دل آویز مرقع

معارف بلبل ہند

حسب فرمائش
محمود ملت شہزادہ بلبل ہند
حضرت علامہ مولانا محمد محمود رضا قادری صاحب
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ
نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

بسعی واہتمام
نبیرہ بلبل ہند قائد ملت
حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری صاحب
مہتمم اعلیٰ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم
نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

مرتب
مولانا نعیم الاسلام قادری
استاذ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

ناشر
المجمع الرجبی
جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم، بلبل ہند روڈ، محلّہ گھوسی ٹولہ، نانپارہ ضلع بہرائچ شریف
Pin code : 271865 Mob. 9919891840

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ!

نام کتاب : معارف بلبل ہند

حسب فرمائش : محمود ملت حضرت علامہ محمود رضا قادری صاحب قبلہ

بسعی واہتمام : حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری صاحب قبلہ

مرتب : مولانا نعیم الاسلام قادری

پروف ریڈنگ : حضرت مفتی غلام نبی نظامی صاحب استاذ مدرسہ عزیز العلوم
حضرت مولانا محمد اسلم فیضی صاحب استاذ مدرسہ عزیز العلوم
حضرت مولانا علیم اللہ علیمی صاحب استاذ مدرسہ عزیز العلوم

ناشر : **المجمع الرجبی**
مدرسہ عزیز العلوم، بلبل ہند روڈ محلّہ گھوسی ٹولہ، نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

سن طباعت : شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ/ اپریل ۲۰۲۰ء

تعداد طباعت : ۱۱۰۰

صفحات : ۸۸۰

قیمت : ۲۰۰/روپے

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ **المجمع الرجبی** مدرسہ عزیز العلوم بلبل ہند روڈ محلّہ گھوسی ٹولہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف یو پی
mob. 9919891840, 9125057192, 9808041051, 9595435313

☆ **الدائرۃ القادریہ** پریمی دوار کھر گاپور ضلع ٹیکم گڑھ ایم پی

☆ بزم برکات رجب ناسک مہاراشٹر

☆ جناب الحاج عبدالرزاق نوری صاحب خان ہزاری کلیان مہاراشٹر

☆ جناب الحاج محمد یونس رضوی صاحب (سکریٹری) ناسک مہاراشٹر

☆ جناب الحاج حافظ صوفی محمد منور قادری صاحب بیکن گنج کانپور یو پی

نذرانہ عقیدت

بارگاہ عالی جاہ
اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، کنز الکرامت، جبل الاستقامت
آیۃٌ من آیات اللہ معجزۃٌ من معجزات رسول اللہ حضرت علامہ الحاج الشاہ حافظ وقاری

امام احمد رضا خان

فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ
مجھ سگ ناکارہ در کو رجب اپنا کیا
میرے آقا میرے مرشد اعلیٰ حضرت واہ واہ

نعیم الاسلام قادری

شرف انتساب

حضور بلبل ہند کے جملہ اساتذہ کرام بالخصوص

سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری

علیہ الرحمۃ والرضوان

و

بدر الطریقہ حضرت علامہ عبدالعزیز محدث بجنوری

علیہ الرحمۃ والرضوان

کے نام

جن کی نگاہ کیمیا اثر نے

مفتی نانپارہ کو ذرے سے آفتاب بنا دیا

شاہ عبدالعزیز بجنوری
ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں
میرے ہادی ہیں مفتی اعظم
فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں
(مفتی نانپارہ)

نعیم الاسلام قادری

فہرست مشمولات

نقوش حیات

اساتذہ وشیوخ

علم وفن، فضل وکمال

تصنیف وتالیف

شعروسخن

دینی وعلمی، دعوتی وتبلیغی خدمات

اخلاق وکردار

یادیں، باتیں اور ملاقات ومشاہدات

روحانیت وتصرف وکرامات

تعزیت نامے

اخبار و رسائل کے آئینے میں

مشاہیر خلفا

مدرسہ عزیز العلوم

مناقب

عربی مضامین

ملت کے نام محمود ملت کا پیغام

از : محمود ملت شہزادہ حضور بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا محمود رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

وہ دن کتنے خوشگوار تھے، جب والد گرامی حضور بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ مظہر مفتی اعظم تاج الفحول حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی برکاتی عزیزی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند و حضور محدث بجنوری و شیخ سعد اللہ مکی علیہم الرحمۃ والرضوان ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، اس وقت روز بروز دین و مذہب کی ترویج و اشاعت، عوام اہل سنت کی اصلاح و ہدایت اور گوناں گوں دینی و تبلیغی سرگرمیوں کی بابرکت بہاریں دیکھنے کو ملتی تھیں۔ بلبل ہند کا پورا وجود اسلام و سنیت کے درد اور قوم و ملت کی فکر میں ڈوبا ہوا تھا، دین کے خارجی و داخلی دشمنوں سے دین و مذہب کو جو نقصان پہنچ رہا تھا، اس سے آپ بے قرار رہتے اور حتی المقدور ان کی سرکوبی کے لیے کوشاں تھے۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ اعدائے دین کی ریشہ دوانیوں کا دنداں شکن جواب دینا آپ کا مشغلہ حیات تھا۔ وہ دین جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ ملا، صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین، ، علما و مشائخ، فقہا و محدثین اور جملہ بزرگان دین خصوصا امام اعظم، غوث اعظم، خواجہ اعظم اور اعلیٰ حضرت و مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جس کی حفاظت و صیانت میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں، انھیں کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی اس دین کے لیے اپنی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا۔ شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، دیہات دیہات کا آپ نے تبلیغی دورہ کر کے مسلمانان اہل سنت کے ایمان و عقیدے کی حفاظت اور ان کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کے غیر معمولی کارنامے انجام دیے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق زندگی گزارنے کا سبق پڑھایا۔ آپ کی ان خدمات کو دنیا خراج پیش کرتی رہے گی۔

حضرت والد گرامی سے قرب رکھنے والے جانتے ہیں، کہ لاکھوں لوگ ان کے حلقہ ارادت میں آئے، ان مریدین میں امیر غریب ہر طبقے کے لوگ شامل ہوئے، اگر آپ چاہتے، تو مریدین سے نذرانے وصول کر کے دولت کا انبار اکٹھا کر لیتے اور آپ کی اولاد کئی پشتوں تک داد عیش دیتی، مگر طلب دنیا آپ کا مقصود نہ تھا، اسی لیے دنیا کی دولت کو ہمیشہ اپنی ٹھوکر پر رکھا اور خالصتاً لوجہ اللہ خدمت دین کو اپنا شعار بنایا۔ علم دین اور تعلیمات مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے ایک دینی قلعہ ''جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم'' قائم کیا، تو اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے نہ کبھی آپ نے سفیر رکھا اور نہ ساہوکاروں کے سامنے دست سوال بڑھانے کی ذلت کا سامنا کیا اور نہ کسی سے اس کی ضرورتیں بیان کر کے امداد و تعاون چاہا، جس نے خود دیا، اسے قبول کیا اور اسی سے مدرسے کی ضرورتیں پوری

کیں، یہی وجہ ہے، کہ بسا اوقات آپ کو اپنی جیب خاص سے مدرسہ کے مطبخ اور مدرسین کی تنخواہ کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اس دور میں ایسی خودداری کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔

حضور والد گرامی اپنے معمول کے مطابق زندگی کا سفر طے کر رہے تھے، کہ ۳ر ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ یکم اپریل ۱۹۹۸ء کا دن ہمارے لیے غم واندوہ کا پیغام لے کر آیا اور اس دن ۱۱ر بج کر ۵۵ر منٹ پر ہمارے سروں سے آپ کا سایہ رخصت ہوگیا۔ اس سانحہ سے پوری دنیائے سنیت سوگوار ہوئی، مگر ایک مشفق باپ کی رحلت پر ایک بیٹے کا کیا حال زار ہوا ہوگا، اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کے ساتھ یہ حادثہ پیش آتا ہے۔ اس غم انگیز واقعے سے فقیر کے اعضا سُن اور قویٰ مضمحل ہو گئے، پھر یہ سوچ کر کہ قانون قدرت کے مطابق ہر ذی روح کو یہ دن دیکھنا ہی ہے، خود پر قابو پایا، ہمت کر کے والد محترم کے مشن کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری کا بھاری بھرکم بوجھ اپنے ناتواں کندھے پر اٹھایا اور اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم اور بلبل ہند علیہم الرحمہ کے فیض وکرم کے سہارے میدان عمل میں قدم رکھا۔

والد گرامی کے مریدین ومحبین کی اصلاح وہدایت کے ساتھ بہت سی دینی، علمی، دعوتی وتبلیغی ذمہ داریاں سر آئیں، انھیں میں ایک بہت اہم ذمہ داری جو ہم سب کے فرض وقرض کی حیثیت سے اپنی انجام پذیری کا تقاضا کرتی تھی، حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے احوال وآثار، معارف ومفاخر سے دنیا کو روشناس کرانا تھا، چناں چہ اس کے لیے ہندوستان بھر کے علما ومشائخ اور قلم کاروں سے رابطہ کر کے ان کی تحریریں حاصل کی گئیں۔ والد محترم کے وصال کے بعد دو تین سال کے اندر یہ کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا، مگر حالات کی نامساعدت کے سبب کچھ موانع درپیش رہے، جس کی بنا پر اب تک اس کی اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ اور اس دوران ایسے حالات پیش آئے، کہ ”معارف بلبل ہند“ کے لیے جمع شدہ مضامین وتاثرات کی حفاظت میں غفلت ہوئی اور وہ بھی انتشار کا شکار ہوئے، مگر میرے ولد سعید ورشید نبیرہ بلبل ہند عزیزم مولانا قاری محمد حسین رضا قادری سلمہ مبارک باد کے مستحق ہیں، کہ انھوں نے اس منتشر مواد کو اکٹھا کیا اور مزید علما کی تحریریں حاصل کر کے اب جب کہ امسال ۳،۴ر اپریل ۲۰۲۰ء کو ۲۳ر واں سالانہ عرس بلبل ہند منعقد ہو رہا ہے، بڑی آب وتاب کے ساتھ ”معارف بلبل ہند“ کو منظر عام پر لا رہے ہیں۔ مجھے دلی خوشی ہے، کہ میں نے جو خواب دیکھا تھا وہ میرے جانشین کے ذریعہ شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

ناچیز جملہ قلم کاروں کا مشکور ہے اور قارئین اور والد گرامی کے مریدین ومتعلقین کو تلقین کرتا ہے، کہ اس عظیم وضخیم کتاب کے ذریعہ بلبل ہند کی حیات وکمالات سے آگاہی حاصل کریں، تو ساتھ ہی حضور بلبل ہند کے طریقہ زندگی سے سبق بھی حاصل کریں اور جس دین ومذہب کے لیے انھوں نے اپنی زندگی وقف کی، اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کریں اور مسلک اعلیٰ حضرت جس کی تعلیم حضور بلبل ہند کا حاصل حیات ہے، اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔ اللہ ہم سب کو خیر کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر ابوالحسین محمد محمود رضا قادری غفرلہ

عرض ناشر

نبیرہ بلبل ہند قائد ملت حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری صاحب قبلہ

مہتمم اعلیٰ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

حضور دادا جان بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمہ بانی جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کی عظیم علمی وروحانی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کے مسلک ومذہب کے ناشرین میں آپ کا نام زریں حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔شہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کے اکابر خلفا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے منظور نظر اور چہیتے تھے،سرکار مفتی اعظم کی آپ پر بڑی شفقتیں تھیں،مفتی اعظم ہند ہی کی نگاہ کرم نے آپ کو بے کراں فضل وکمال کی دولت سے سرفراز فرما کر عزت وعظمت کے ثریا تک پہنچایا۔ایک دور وہ تھا،جب پوری دنیائے سنیت میں آپ کے علم وفن اور خطابت ووعظ کا چرچا زبانوں پر جاری تھا،جس کے اثرات آج بھی بہت حد تک محسوس کیے جاتے ہیں،جن لوگوں نے بلبل ہند کو دیکھا،وہ آج بھی آپ کی عظمتوں کے معترف ہیں۔مگر یہ ہماری کم نصیبی ہے،کہ اب تک اس عظیم وجلیل پیشوا اور آفاقی شخصیت کے احوال وکمالات سے متعلق کوئی کتاب منظر عام پر نہ آسکی تھی،جس کی وجہ سے نئی نسل کے علما حضرت بلبل ہند کی شخصیت اور خدمات سے کما حقہ واقف نہ تھے۔زندہ قوموں کا شعار ہے،کہ محسنین کو فراموش نہیں کرتیں،تو اس محسن اہل سنت کو فراموش کر دینا یقیناً ہمارے جذبات واحساسات کے مردہ ہو جانے کی علامت بن جاتا،اس لیے ضرورت تھی،کہ اس محسن کے احوال ومعارف پر مشتمل کوئی عظیم وضخیم کتاب منظر عام پر آئے،تاکہ مسلمانان اہل سنت اپنی جماعت کی اس بزرگ ترین ہستی کو پہچان سکیں اور ان کی حیات طیبہ کے تابندہ نقوش سے کچھ سبق حاصل کریں۔

والد گرامی محمود ملت حضرت علامہ محمود رضا قادری مدظلہ العالی نے دادا جان کے وصال کے بعد آپ کی نیابت وجانشینی کا خوب حق ادا کیا۔خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ اور مدرسہ عزیز العلوم کے اہتمام وانصرام اور مریدین ومتعلقین کی اصلاح وہدایت کے فرائض بطریق احسن انجام دیے۔آپ نے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی کتابوں کی اشاعت وطباعت کے لیے''**المجمع الرجبی**'' قائم کیا اور چند تصانیف بلبل ہند کو منظر عام پر لانے کی کامیابی بھی حاصل کی۔آپ کی دلی تمنا تھی،کہ **المجمع الرجبی** سے''معارف بلبل ہند''نام کی ایک ضخیم کتاب شائع ہو،اس کے

لیے ہندوستان بھر کے علمائے کرام، مشائخ عظام اور نامور قلم کاروں سے رابطے کیے، ان کے مضامین حاصل کیے، مگر حالات نے اس کی اشاعت کی اجازت نہ دی، تو اب تک بیس سالوں سے اس کتاب کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ اب جب حالات سازگار ہیں یا یوں کہہ لیجیے کہ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ارشاد ''اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے'' کے مطابق یہ بیش قیمت دستاویز منظر عام پر آرہی ہے۔

ہم جملہ علما و مشائخ، قلم کاروں اور شاعروں کے احسان مند و شکر گزار ہیں، کہ انھوں نے اپنی قیمتی تحریروں کے ذریعہ اپنے اس عظیم محسن کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور دعا گو ہیں، کہ مولائے قدیر انھیں عظیم و جزیل جزا سے سرفراز فرمائے۔

ہم اپنے مدرسہ کے اساتذہ کرام حضرت مفتی غلام نبی نظامی صاحب، حضرت مولانا محمد اسلم فیضی صاحب، حضرت مولانا علیم اللہ علیمی صاحب اور حضرت مولانا نعیم الاسلام قادری صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے کتاب کی ترتیب، پروف ریڈنگ اور اس سے متعلق دیگر امور کو پوری دل چسپی کے ساتھ انجام دیا، مولائے قدیر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی ان خدمات کو قبول فرما کر ماجور کرے۔

کتاب تو مرتب ہو کر تکمیل کو پہنچ گئی، اب اس کی طباعت و اشاعت کا دشوار ترین مرحلہ سامنے آیا، مگر یہ دشواری بھی ہمارے محبین و مخلصین جناب الحاج عبد الرزاق نوری خان ہزاری صاحب (کلیان) جناب محمد اسرائیل قادری صاحب نگاہ کرم بلبل ہند بس سروس (راج نگر) جناب محمد انتخاب قادری صاحب، جناب سید محمد مظہر قادری صاحب، جناب عارفین قادری صاحب، جناب محمد شاہد قادری صاحب، جناب صوفی محمد شکیل قادری صاحب، جناب محمد جاوید قادری صاحب (ممبئ) جناب حیات بھائی قادری صاحب، جناب محمد رفیق قادری صاحب (کالپی شریف) جناب الحاج سلیم احمد قادری صاحب (جھانسی) جناب ڈاکٹر عتیق احمد صاحب (گرسہائے گنج) کے عطیات سے دور ہوگئی، ان حضرات نے اپنے مالی تعاون و امداد کے ذریعہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ اپنی سچی عقیدت و ارادت اور دلی لگاؤ کا ثبوت پیش کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ان کو دین و دنیا کی بھلائی عطا فرمائے، ان کے مرحومین کو ثواب عطا فر کر ان کی مغفرت فرمائے، ان حضرات کے کاروبار میں خیر و برکت نازل فرمائے اور ان کی ہر نیک اور جائز تمنا پوری کرے اور دونوں جہان کی کامیابی بخشے۔ آمین

بجاہ حبیبه الکریم سیدالانبیاء والمرسلین علیه و آله افضل الصلوة و اکرم التسلیم

محمد حسین رضا قادری

خادم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ھ/ یکم فروری ۲۰۲۰ء

پیش لفظ

حضور بلبل ہند مفتی اعظم ناناپارہ حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی عظیم وجلیل شخصیت ارباب علم ودانش کے نزدیک محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی دینی، علمی، دعوتی وتبلیغی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے ان ناشرین میں سے ایک ہیں، جنھوں نے تن من دھن کی بازی لگا کر اس کی اشاعت کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہماری جماعت میں عام دستور ہے، کہ جب تک شخصیات دنیا میں موجود ہوتی ہیں، لوگ ان پر لکھنے یا انھیں متعارف کرانے کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں، مگر وصال کے بعد کچھ حرکت پیدا ہوتی ہے اور کوئی کتاب یا نمبر شائع ہوجاتا ہے۔ مگر افسوس کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے وصال کو آج ۲۲؍سال کا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد بھی اب تک اس عبقری شخصیت کی سوانح حیات منظر عام پر نہ آئی تھی۔ اس سلسلے میں ہم کسی کو قصوروار نہیں ٹھہرائیں گے، اس لیے کہ آپ کے جانشین وقائم مقام محمود ملت شہزادہ بلبل ہند علیہ الرحمہ نے انتھک کوشش کی اور تقریباً ڈھائی سو علمائے کرام کے مضامین اکٹھا کیے، کتابت کروائی، کتاب قریب الطبع تھی، پھر بعض وجوہات مانع ہوئے اور اب تک اس کی اشاعت معرض التوا میں رہی۔ تاخیر ہوئی مگر ع ''ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا''

عربی کا مقولہ ہے ''کل امر مرھون باوقاتھا'' ہر کام کا ایک وقت ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے نبیرہ بلبل ہند قائد ملت حضرت مولانا حافظ وقاری محمد حسین رضا قادری مدظلہ العالی مہتمم اعلیٰ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم ناناپارہ کے ہاتھوں اس عظیم کام کی تکمیل مقدر فرمائی تھی۔ خیر دیر آید درست آید۔ حضرت موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دینی جذبہ اور دینی خدمات انجام دینے کا خوب حوصلہ بخشا ہے، نوعمری میں جب کہ ذمہ داریوں کا احساس لوگوں کو کم ہوتا ہے، محمود ملت نے آپ کو مدرسہ عزیز العلوم کے اہتمام وانصرام کی اہم ترین ذمہ داری سونپی اور آپ نے اسے بحسن وخوبی انجام دیا، آج مدرسہ عزیز العلوم کا بلند تعلیمی معیار اور تعمیری ترقی آپ کے حسن کارکردگی پر شاہد عدل ہے۔ آپ کی کوششوں سے اس کتاب کا منظر عام پر آنا علم وعلما کے ساتھ آپ کے خلوص کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حوصلوں کو مزید بلند فرمائے اور جملہ تعلیمی وتعمیری منصوبوں کی تکمیل کے اسباب مہیا کرے۔ آمین

اس عظیم وجلیل اور ضخیم کتاب کو منظر عام پر لانے میں نبیرۂ بلبل ہند حضرت مفتی محمد خالد رضا قادری صاحب کی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ بیس سال پہلے لکھے ہوئے مضامین کے اوراق پراگندہ صورت میں مختلف جگہوں پر منتشر تھے، آپ نے ناناپارہ حضرت بلبل ہند کی لائبریری سے کھر گاپور پریمی دوار تک کے تمام پرانے کاغذات کو کھنگال کر انھیں حاصل کیا اور پھر بکھرے ہوئے اوراق کو دیدہ ریزی کے ساتھ پڑھ کر مضامین کی فائلیں تیار کر کے

محفوظ کیں، اگر ان کی یہ محنتیں نہ ہوتیں، تو شاید ہمیں اب تک اس عظیم دستاویز کا دیدار نصیب نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر جزیل عطا فرمائے اور بلبل ہند کے فیضان علم وعمل سے مالا مال کرے۔ آمین

کتاب کی پروف ریڈنگ میں ہمارے جامعہ کے مخلص اساتذہ حضرت مفتی غلام نبی نظامی، حضرت مولانا محمد اسلم فیضی، حضرت مولانا علیم اللہ علیمی صاحبان مدظلہم العالی نے میرا بھرپور تعاون کیا، مولا تعالیٰ انھیں اجر دے اور جامعہ کے متعلمین مولوی خوشبوالدین، مولوی اویس رضا، مولوی محمد اسلم، مولوی عبدالمصطفیٰ، مولوی محمد اشفاق سلمہم نے بھی وقتاً فوقتاً پروف ریڈنگ میں ہاتھ بٹایا ہے، مولا تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

اکثر مضامین وصال کے دو تین سال بعد کے تحریر کردہ ہیں، ہاں تقریباً دو درجن نئے مضامین شامل اشاعت ہیں۔ پرانے مضامین میں مندرج تاریخ وسال کا اعتبار اسی تناظر میں کیا جائے۔ قلم کاروں کے پتے میں بھی اس کا لحاظ پایا جائے گا، ہاں جن لوگوں کا موجودہ پتہ ہمارے علم میں رہا، ہم نے اسے ضرور درج کر دیا ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے سوانح نگار حضرت مفتی ابوالکلام فیضی المصباحی سابق صدر المدرسین مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ نے آپ کے خطاب ''بلبل ہند'' کے تعلق سے لکھا کہ مدینہ منورہ میں خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے'' **یاعندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی** '' کہہ کر اس خطاب سے سرفراز فرمایا اور یہی حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے مریدین ومتعلقین میں مشہور بھی ہے۔ مفتی ابوالکلام فیضی صاحب کا یہ سوانحی مضمون ہی وہ اصل دستاویز ہے، جس کی بنیاد پر تقریباً تمام قلم کاروں نے اپنے مضامین تیار کیے ہیں، اس لیے سب نے خطاب ''بلبل ہند'' کے تعلق سے یہی بات ذکر کی ہے۔ مفتی ابوالکلام فیضی صاحب کا یہ تفصیلی مضمون بیس سال قبل کا ہے، مگر حال ہی میں حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تقریر کی ایک آڈیو کلیپ دستیاب ہوئی ہے، جس میں حضور بلبل ہند نے بیان کیا ہے، کہ مدینہ منورہ میں علامہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کی محفل میں آپ نے نعت پڑھی، تو عرب کے کسی حنفی عالم نے آپ کو ''**یابلبل الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی**'' سے خطاب کیا۔

کتاب کی ترتیب اور پروف ریڈنگ میں ہم نے اور ہمارے رفقائے کار نے حتی الامکان اغلاط سے بچنے کی کوشش کی ہے، مگر بتقاضائے بشری ممکن ہے، کہ کچھ خامیاں اور غلطیاں در آئی ہوں، قارئین کو جہاں غلطیاں نظر آئیں، تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے بغرض اصلاح ہمیں مطلع کریں۔ ان شاءاللہ۔ آئندہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

نعیم الاسلام قادری

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ھ/ ۱۱/ فروری ۲۰۲۰ء

پیغامات وتاثرات

بلبل ہند : ممتاز ومنفرد شخصیت

از : حضرت علامہ صابر القادری نسیم بستوی علیہ الرحمہ
سابق صدر مدرسہ انوار العلوم سکندر پور بستی

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ مفتی اعظم نانپارہ بانی مدرسہ عزیز العلوم ہماری جماعت کے ان اکابر علما میں تھے، جو اپنے فضل وکمال اور دینی وروحانی خدمات کی بنا پر اپنے تمام معاصرین میں ممتاز ومنفرد رہے، کم وبیش نصف صدی تک اپنے مسلک ومذہب کے ایثار پسند، اخلاص مند نیز سرگرم مجاہد تھے، اپنی تحریر وتقریر ودیگر ذرائع سے اسلام وسنت کا پرچم ہر حال میں بلند کرتے رہے، صرف اپنے صوبہ اتر پردیش ہی نہیں، بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں مسلک اعلیٰ حضرت کی زبردست ترویج واشاعت فرمائی، جس کے واضح نشانات آج بھی موجود ہیں۔ مفتی اعظم نانپارہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر سنی جمیعۃ العلماء اتر پردیش کے عہدۂ صدارت پر فائز رہے اور اس کے ساتھ ہی آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے کامیاب مبلغ بھی تھے۔ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ اور خانقاہ قادریہ آپ کی علمی وروحانی یادگاریں ہیں، جو اس وقت ان کے شہزادے خلیفہ وجانشین حضرت مولانا محمود رضا قادری کی نظامت ونگرانی میں بحسن وخوبی جاری وساری ہے، ان کی جدوجہد، سعی وکوشش سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ حضرت مفتی اعظم نانپارہ کے دینی وعلمی اخلاص کا یہ ثمرہ ہے، جس کے سالانہ دستار بندی کے روح پرور مناظر اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کررہے ہیں، ملک کے گوشے گوشے سے تشریف لانے والے عقیدت مندوں کا ہجوم وازدحام اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے کہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ ہندوستان کے اطراف وجوانب میں بے حد مقبول ومشہور تھے اور ہر جگہ آپ کے علم وفضل کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔

معطر ہے اسی کوچے کی صورت میرا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

حضرت مفتی اعظم نانپارہ ایک سحر طراز وشیریں بیان مقرر وخطیب، تجربہ کار وماہر تعلیم استاذ ومدرس وصاحب بصیرت فقیہ ومفتی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خوش فکر وخوش گلو شاعر بھی تھے، زیادہ تر نعت ومنقبت، فکر سخن فرمایا کرتے تھے۔ ریاض عقیدت ومناقب مسعود غازی کتابی شکل میں آپ کا مجموعہ کلام چھپ چکا ہے اور رضوان قدیر اور بہت سے

کلام نعتیہ ومناقب عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے والے ہیں، کوشش کی جارہی ہے کہ مستقبل قریب میں اہل ذوق وارباب عقیدت کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں۔ نعت ومناقب ودیگر کلام منظوم کے علاوہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی تصنیف کردہ فاتحہ ونذر ونیاز کا ثبوت اردو وہندی اور دوسری کتابیں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔

شاہزادہ بلبل ہند حضرت مولانا محمود رضا قادری سجادہ نشین خانقاہ قادریہ رجبیہ وناظم اعلیٰ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ نے اپنی کوشش سے حضرت مفتی اعظم نانپارہ کے حالات زندگی نہایت تفصیل کے ساتھ کم وبیش ایک ہزار صفحات مکمل کرادیے ہیں، ان کے خبر دینے کے مطابق سب کی کتابت بھی پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے، حضرت مولانا محمود رضا قادری کا یہ علمی کارنامہ بلاشبہ قابل قدر ہے اور یہ تاریخی وسوانحی ذخیرہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی عظیم شخصیت پر کچھ تحریر کرنے کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا اور تاریخ نگار اس کی روشنی میں اظہار خیال کرسکے گا۔
حضرت مفتی اعظم نانپارہ محاسن اخلاق کے پیکر تھے اور اپنے کردار وگفتار میں دیکھنے والوں کے لیے بے پناہ کشش رکھتے تھے، جس سے ملتے اس سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ حضرت مفتی صاحب کے قریبی احباب اور مریدین ومتوسلین کا بیان ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں جو شخص حاضر ہوکر گفتگو کرتا دوبارہ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور شرف ہم کلامی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ حضرت مفتی صاحب کے اخلاق وعادات میں مہمان نوازی بہت مشہور تھی، یہاں تک کہ علما ومشائخ میں آپ کی مہمان نوازی ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکی تھی، جو شخص آپ کے پاس جاتا، وہ خوش ہوکر واپس ہوتا اور اس کو آپ کی ذات سے بے پناہ عقیدت ومحبت ہوجاتی، اس کے تفصیلی واقعات اسی معارف بلبل ہند کے دیگر مضامین میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس مختصر مضمون میں ظاہر ہے صرف اجمالی جائزہ ہی پیش کیا جاسکتا ہے۔

آپ کے جانشین وخلیفہ محمود ملت جو اپنی صورت وسیرت سے آپ کے پرتو دکھائی دیتے ہیں اور بہت حد تک حضرت مفتی صاحب کی روش اختیار کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور سنجیدہ ومتین انداز کردار وگفتار رکھتے ہیں، ان کی ذات گرامی سے حضرت مفتی صاحب کے مریدین ومعتقدین کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں، جنھیں وہ ضرور پوری کریں گے اور مدرسہ عزیز العلوم اور خانقاہ قادریہ رجبیہ کی تمام شاندار اور تاریخی روایات کو قائم وبرقرار رکھیں گے۔

محمود ملت کی جدوجہد سے اندازہ لگتا ہے کہ علمی وروحانی یادگاروں میں مزید وسعت پیدا کریں گے، بارگاہ رب العلمین میں میری پرخلوص دعا ہے کہ اپنے شیخ طریقت مفتی اعظم نانپارہ کے نقش قدم پر چل کر ان کے نام کو زندہ وتابندہ کرتے رہیں۔ آمین ثم آمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

نسیم بستوی

۱۶/۱۰/اکتوبر ۲۰۰۲ء

بلبل ہند : جامع کمالات صوری ومعنوی

از : حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ
مفتی مرکزی دارالافتا سوداگران بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

امابعد! حضرت علامہ مفتی بلبل ہند مولانا مولوی رجب علی صاحب نوراللہ مرقدہ جامع کمالات صوری ومعنوی تھےاوراسلام وسنیت کا بے پناہ دردرکھتے تھے۔اشاعت دین وسنیت کے لیےکوشاں رہتے،امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا طریقہ مرضیہ تھا۔زہدوتقوی کے پیکر تھے۔مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ترویج واشاعت کے لیے ہر جگہ کوشاں رہتے تھے۔فجزاہ اللہ خیر الجزاء ۔عربی ادب اورفقہی معلومات پر دسترس حاصل تھی۔نعت خوانی میں آپ کوکمال حاصل تھااور ہرمجلس میں کامیاب رہتے تھے۔بہرحال آپ جامع معقول ومنقول ،واقف اسرار شریعت وطریقت تھے۔فقط

قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

حق گوئی و بے باکی جن کا آئین تھا

از : حضرت مولانا سید محبوب اشرف اشرفی الجیلانی
کچھوچھہ شریف

مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ سے میرے بہت قریبی تعلقات تھے۔ بزرگان دین کی محبت وعقیدت نیز علمی کارنامے میں ایک مقام حاصل تھا، حق گوئی و بے باکی اور بدمذہبوں پر تشدد ان کا آئین تھا۔ مفتی رجب علی صاحب نے اپنی پوری زندگی خدمت دین حق وخدمت خلق کے لیے صرف کردی، یہاں تک کہ زندگی میں بچوں اور گھر والوں سے بے نیاز ہوکر دین کی اشاعت کے لیے کئی کئی ماہ باہر سفر کرتے رہے اور قوم مسلم پر بڑا احسان کیا۔ قوم کو عظیم درسگاہ عزیز العلوم دیا، قوم وملت کو چاہیے کہ جس باغ کو مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے خون سے سینچا ہے، اس کو قائم ودائم رکھے اور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین

مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اس شعر کے مصداق تھے ؂

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

العبد المذنب
سید محبوب اشرف
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد (امبیڈکرنگر)

بلبل ہند جامع محاسن وکمالات

از : شہزادہ حضور حافظ ملت، عزیز ملت
حضرت علامہ عبدالحفیظ عزیزی صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

اسلاف کی یاد تازہ رکھنا اوران کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے رہنا زندہ قوموں کا طریقہ ہے، ان کے نقوش حیات کا مطالعہ کرنے سے جینے کا سلیقہ ملتا ہے اور انھیں عملی طور پر برتنے سے زندگی کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اہل تعلق اپنے بزرگوں کی حیات وخدمات اور اوصاف وکمالات کو قید تحریر میں لاکر قوم کے سامنے پیش کریں، تاکہ وہ طالبان حق کے لیے ہدایت کا سامان اور رہ نما سنگ میل بن سکے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ بلبل ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمہ کے نبیرہ مولانا قاری محمد حسین رضا قادری زید مجدہ اپنے جد کریم کے احوال ومعارف اور خدمات پر ''معارف بلبل ہند'' کے نام سے ایک مجموعہ مقالات شائع کرنے جارہے ہیں، جو ہم سب کی طرف سے عموماً اور وابستگان بلبل ہند کی طرف سے خصوصاً تحسین وتبریک کے مستحق ہیں ۔ رب کریم انھیں اس میں کامیابی عطا فرمائے اور ان کی یہ خدمت قبول فرمائے۔آمین

حضرت بلبل ہند کی شخصیت گوناگوں خوبیوں کی جامع تھی، وہ ایک بلند پایہ عالم دین، بہترین مفتی، پرگو شاعر، فصیح اللسان خطیب، اچھے قلم کار، شان دار منتظم اور مخلص مرشد طریقت تھے۔آواز ایسی پر درد اور پر کشش تھی کہ جب نعت شریف پڑھتے تو مجمع کیف وسرور سے جھومنے لگتا، تقریر کرتے تو غایت تاثیر سے سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ۔تقریریں، کھوکھلی، لفاظی کے بجائے مقصدیت سے پر ہوتیں، جن میں اصلاح عقائد کے ساتھ اصلاح اعمال پر بھی زور ہوتا۔

تقوی وپرہیز گاری اور اخلاص وللّٰہیت بھی ان کے امتیازی اوصاف تھے، خود حکم شریعت پر عمل کرتے اور اہل تعلق کو بھی اس پر عمل کرتے دیکھنا پسند کرتے۔

تقریر کے ساتھ تصنیف وتالیف سے بھی آپ نے اپنا رشتہ استوار رکھا اور مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں

تحریر فرمائیں، جن میں کچھ طبع ہو چکی ہیں اور زیادہ تر غیر مطبوع ہیں، اہل تعلق کو ان کی طباعت کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

دینی تعلیم کی نشر و اشاعت اور قوم کے نونہالوں کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لیے آپ نے اپنے وطن قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ میں مدرسہ عزیز العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا اور پھر پوری زندگی اس کے استحکام اور ترقی کے لیے کوشاں رہے، اس ادارے کے آگے بڑھنے میں آپ کے حسن انتظام، اور تدبر و بصیرت کے ساتھ آپ کا اخلاص بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ اور ان کی علمی یادگار جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور یہاں کے اکابر علما سے بھی آپ کا گہرا تعلق تھا۔ جامعہ کی دینی، علمی، فکری اور مسلکی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی مدح و ستائش کرتے۔

ایسی عظیم شخصیت کی حیات و خدمات پر مقالات کا مجموعہ شائع کر کے مولانا محمد حسین رضا قادری ایک عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ رب کریم اسے مقبول انام بنائے اور انھیں مزید دینی و علمی خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم

عبدالحفیظ **عفی عنہ**
سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
۲؍صفر ۱۴۴۱ھ ۲؍اکتوبر ۲۰۱۹ء چہار شنبہ

بے مثال خطیب ومقرر

از : حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی
شاہی امام مسجد فتحپوری چاندنی چوک دہلی

یہ خبر صرف میرے لیے نہیں بلکہ سب ہی جماعت اہل سنت کے لیے ایک عظیم الشان خوش خبری ہے کہ امام الاتقیا بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کی حیات اور خدمات پر عظیم الشان ''معارف بلبل ہند'' کی تیاری ہورہی ہے اور یہ دل کش مرقع تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہوگا۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں حضرت کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد ہے، اگر سب ہی اپنا تاثر اور مضامین قلم بند کریں گے، تو ایک ہزار کیا پچیس تیس ہزار صفحات بھی کم رہیں گے۔

میں نے بچپن میں حضرت بلبل ہند کو دیکھا تھا اور بعد میں مسجد فتحپوری میں ان کا آنا منقطع ہوگیا تھا۔ چوں کہ وہ بے مثال خطیب ومقرر تھے، ان کی دل کش آواز اور ان کا ترنم آج بھی میری یادداشت میں موجود ہے۔ احقر کے جد امجد شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) اور احقر کے والد ماجد محبوب الاصفیا تاج المشائخ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان جلسے میں تو آپ کی تشریف آوری یقینی تھی۔ آپ کا خطاب شب میں بھی ہوتا تھا اور صبح بھی۔ اکثر آپ کا خطاب بعد ظہر قبل عصر بھی ہوتا تھا، جب مسجد فتحپوری میں ہر طرف سے عید میلاد النبی کا جلوس جمع ہوجایا کرتا تھا، بلکہ جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا صلوۃ وسلام اور ترنم کے ساتھ نعت شریف کچھ انوکھا کیف پیدا کرتی تھی۔ اپنے بزرگوں کے پاس یہ ناچیز حاضر رہتا تھا اور سب ہی علمائے کرام اور فضلائے اہل سنت کے دیدار سے مشرف ہوتا تھا۔ یہ نمبر ضرور شائع ہو اور بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہو، آج ہماری جماعت کو اپنے اکابر کے دینی کارناموں اور ان کی خدمات کو شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

والسلام
محمد مکرم احمد غفرلہ

بلبل ہند : مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسبان

از : عالم حقانی حضرت مولانا سید کوثر ربانی صاحب
جبل پور ایم۔ پی

میرے بزرگو عزیز بھائیو! ہم لوگوں نے اسلاف کا دور دیکھا ہے، ہم نے ان بزرگوں کی زیارت کی ہے، جن کی زیارت کو میں سمجھتا ہوں، کہ ولی بننے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اور آپ کو پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔ حضور مفتیِ اعظم ناںپارہ کے متعلق جیسا کہ حضرت (بلبل ہند) نے بیان فرمایا، کہ طرح طرح کے سوالات اور باتیں کی جارہی ہیں، انتہائی کم ظرفی کی بات ہے، یہ انتہائی جہالت کی چیزیں ہیں، حضرت کے دل میں دین وسنیت کا وہ جذبہ ہے، جس کو بتانے کی ضرورت نہیں، اصل چیز یہ کہ ملمع اور حقیقت میں یہی فرق ہوتا ہے کہ لوگ پیتل کی انگوٹھی پر سونے کا پانی چڑھا کر اور نقلی چاندی کی موٹی موٹی چین بنوا کر اس پر سونے کا پانی چڑھا کر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم بہت دولت مند ہیں، ان (بلبل ہند) کی زندگی آپ دیکھیے پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت پر تمام کردی اور اپنی زندگی کو انھوں نے مسلک اعلیٰ حضرت ہی بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر آپ حضرت بلبل ہند مظہر سرکار مفتی اعظم ہند سیدی مفتی رجب علی قادری کو دیکھیں، تو یہ شخصیت نہیں، بلکہ مشن بن چکا ہے، اب آپ شخصیت نہیں رہے، بلکہ آپ مشن ہو چکے ہیں اور اس مشن کا نام ہے، مسلک اعلیٰ حضرت اور ایسی ہی میرے بزرگوں کی تاریخ ہے۔ ایک کانفرنس تھی اور وہ میری صدارت میں تھی، اس میں علمائے کرام تھے، سب یہی کہہ رہے تھے کہ آج اسلاف کی نشانیاں نہیں رہیں، میں نے کہا، بھائی! آپ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل ہی نہیں رہے ہیں، کوئی مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا ایسا جانشین بن کر سامنے آجائے، جنھیں دیکھنے سے مجاہد ملت کی یاد تازہ ہوجائے، میں یقین کے ساتھ کہوں گا کہ اس طرح عملی طور پر ہمارے بزرگ کی نشانی ہمارے سامنے ہوگی۔ ابھی دیکھیے حضرت (بلبل ہند) صاحب اس عمر میں بھی آکر یہاں بیٹھے تو زبان سے کیا نکلا، کہ ظاہر وباطن دونوں میں بزرگ دکھائی دیتے ہیں۔ بولیے یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ نہیں پڑی؟ آپ اسلاف کا نمونہ بنیے بزرگوں کا نمونہ بن جایئے، آپ اسلاف اور بزرگوں کا نمونہ بن جائیں گے، تو پھر آپ کو دکھانا نہیں پڑے گا، ان شاء اللہ آپ جہاں قدم رکھیں گے، وہیں محفلیں آباد ہوجائیں گی، وہیں سب کچھ ملے گا، وہیں سارے اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل ہوں گے۔ مولیٰ تعالیٰ عزیز وحمید حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب کو سلامت رکھے اور ان کو اپنے والد کا سچا جانشین بنائے اور حضور مفتی اعظم ناںپارہ جن کے علم وفضل وکمال کا سورج آج نصف النہار پر ہے ان کا سایۂ کرم مدت دراز تک دراز فرمائے۔ آمین (ماخوذ وملخص از خطاب)

بلبل ہند : عزیمتوں کے مسافر

از : مفکر اسلام خطیب اعظم عصر
حضرت علامہ محمد قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی
جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے یہ جان کر بے پایاں مسرت ہوئی کہ علماے ملت اسلامیہ مفتی نانپارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی حیات اور خدمات کے حوالے سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتے ہیں، یقیناً یہ ایک بہت خوش آئند اور ضروری اقدام ہے۔ حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کے ایک عظیم عالم دین اور عقیدۂ اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے باوقار مبلغ تھے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی تبلیغ دین متین کے لیے وقف کر دی تھی۔ ملک کے طول وعرض میں ان کے بہت خوب صورت اور مدلل انداز خطاب کی دھوم مچی ہوئی تھی، وہ اپنے خطاب کو قرآن وحدیث کے دلائل سے آراستہ فرماتے تھے اور اپنے سامعین کو مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ہندوستان کے بہت سے شہروں کی سنیت ان کے خطابات کی مرہون منت ہے۔ وہ انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے، گھریلو زندگی اور عوامی مجلس میں ان کی احتیاطیں یکساں تھیں۔ بلاشبہ وہ عزیمتوں کے مسافر تھے۔

میں نے ان کی قائم کردہ درسگاہ عزیز العلوم نانپارہ میں ۱۹۶۳ء میں چھ ماہ تک تدریس کے فرائض انجام دیے ہیں اور نانپارہ کے دوران قیام میں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے اور فیض یاب ہوا۔ وہ صرف خطیب ہی نہیں بلکہ ایک قابل قدر مدرس تھے، مجھے یاد ہے کہ میں ایک روز مختصر المعانی پڑھا رہا تھا اور مولانا کسی سفر سے واپس آئے تھے، مدرسہ میں داخل ہوتے ہی مجھ سے کہا، کہ آج مختصر المعانی کا سبق میں پڑھاؤں گا، میں نے اس سبق کے لیے بھرپور مطالعہ کیا تھا، مگر جب انھوں نے پڑھانا شروع کیا، تو مجھے بے پناہ حیرت ہوئی، ظاہر ہے، وہ سفر سے واپس آئے تھے، مطالعے کا موقع انھیں کہاں ملا ہوگا، مگر یقین جانیے میں ان کے سامنے خود کو طفل مکتب محسوس کر رہا تھا۔ کاش انھیں پڑھانے کا موقع ملا ہوتا، تو ملک کے طول وعرض میں ان کے تلامذہ کی شکل میں سیکڑوں علما موجود ہوتے، وہ خود پڑھا تو نہ سکے، مگر مدرسہ عزیز العلوم کو قائم فرما کر اپنی تدریسی تشنگی بجھانے کی محسوس کوشش فرمائی۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء

مولانا کی حیات میں ان کے علاقے میں بدعقیدہ جماعتوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا، میں نے ان کے ساتھ بہت سے جلسوں میں شرکت کی اور بہت سے اکابر علما اور مشائخ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، انھیں کی معیت

میں مجھے کالپی شریف وغیرہ میں اپنے مخادیم سلسلہ کے مزارات پر حاضری کا موقع میسر آیا اور میں نے ان سے ان بارگاہوں میں نیازمندانہ حاضری کا سلیقہ حاصل کیا۔

انھیں کی موجودگی میں مجھے سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، انھیں امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان سے بے پایاں عقیدت تھی، انھوں نے اپنی نشستگاہ کی سامنے والی دیوار پر یہ مصرع لکھ رکھا تھا ''کاشانۂ رضا است ہمیں خس کدہ رجب''

اگر ان کے صاحب زادے نے اس قیمتی انتساب کو منتقل نہ کیا ہو تو ۵۵/سال کے بعد اب بھی موجود ہوگا۔

انھیں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام پڑھنے کا جو ملکہ حاصل ہوا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا، ان کے کلام رضا کے پڑھنے میں جس قدر شیفتگی اخلاص اور سوز دروں کی کیفیت پائی جاتی تھی، وہ صرف انھیں کا حصہ تھا، لوگ ان کے ترنم کی سحر آفرینی میں کھو جایا کرتے تھے، اس لیے لوگ انھیں بلبل ہند کہتے تھے۔ وہ نعت شریف پڑھتے وقت صرف آقائے دوعالم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی نہیں بلکہ ضمائر پر بھی درود شریف پڑھا کرتے تھے مثلاً ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا　　صلی اللہ علیک وسلم
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا　　صلی اللہ علیک وسلم

وہ نعت شریف میں درود شریف کو اس قدر خوش اسلوبی سے ضم فرماتے کہ وہ بھی شعر کا ایک جز محسوس ہوتا تھا۔

وہ ہر وقت کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے، دلائل الخیرات شریف از بر تھی، اس کے علاوہ بھی بوقت ضرورت موقع اور محل کے اعتبار سے برجستہ درود شریف تشکیل دے لیا کرتے تھے۔

وہ ایک انتہائی ایثار پیشہ عالم دین تھے، بعض وقت وہ اساتذہ کی تنخواہ اپنی ذاتی آمدنی سے ادا کر دیا کرتے تھے، میرے اور حضرت مولانا زین الدین صاحب کے لیے وہ کھانا اپنے گھر سے بھجوایا کرتے تھے۔

اپنی حیات مبارکہ کے آخری ماہ وسال انھوں نے زیادہ تر شہر ناسک میں گزارے، شہر ناسک کی نکھری ہوئی سنیت خاندان خطیب ناسک اور حضرت مفتی نانپارہ کی بے لوث خدمات کی گواہ ہے۔ خدائے قدیر ان کے صاحب زادے کو اخلاص کے ساتھ ان کے کام کو جاری رکھنے اور ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاکسار محمد قمرالزماں اعظمی

جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ

۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

فکرامام احمد رضا کے سچے مبلغ

از : مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلاف کرام کے پاکیزہ کردار و عمل کے نقوش جاودانی بعد کی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں، انھیں مقدس ہستیوں کے نشان قدم کی پیروی فلاح دارین کی ضمانت ہوا کرتی ہے، اسی لیے کہا گیا ہے ’نام نیک رفتگاں ضائع مکن‘ ماضی قریب کی انھیں باعظمت شخصیتوں میں حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بلند قامت شخصیت بھی تھی، جن کا علم و فضل، زہد و تقوی مثالی تھا۔ وہ بیک وقت متبحر عالم دین، بلند پایہ فقیہ، شیریں گفتار خطیب، عظیم مرشد کامل، نکتہ سنج شاعر، بالغ نظر مصلح، عزیمت مآب داعی حق، فکر امام احمد رضا کے سچے مبلغ، اقلیم قرطاس و قلم کے تاجدار، اخلاق و کردار میں منفرد، دین و شریعت کے امین و پاسبان تھے۔

راقم السطور نے زمانہ طالب علمی میں عرس امجدی کے موقع پر حضرت کی زیارت کی، کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے، خطبہ مسنونہ کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی بے نظیر نعت پاک ؎

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا　　جگ راج کو تاج ترے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

ایسے دل نواز ترنم اور والہانہ انداز میں پڑھی کہ پورا مجمع سرمستی اور کیف و سرور کے عالم میں جھومنے لگا۔ عاشقان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لبوں پر سبحان اللہ، ماشاءاللہ کا ورد جاری ہوگیا۔ ناچیز نے اس سے قبل امام احمد رضا خان کی نعت کو جذب و سرشاری کی کیفیت میں ڈوب کر ایسی خوش الحانی کے ساتھ کسی کو پڑھتے نہیں سنا تھا۔ بلا ریب وہ طوطیِ ہند تھے، جن کی نغمہ سرائی کا انداز ہی نرالا اور منفرد تھا، درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہر ہر لفظ سامعین کے دلوں میں عشق رسول کی چنگاری کو ہوا دے رہا تھا۔

انتہائی مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ اس نابغہ روزگار ذات والا صفات کی حیات و خدمات پر وقیع نمبر شائع کر رہا ہے، جس سے حیات و کردار اور علمی و ادبی خدمات کے تمام گوشے روشنی میں آجائیں گے اور ان کے تابندہ نقوش نوجوان علما و فضلا کے لیے کارگاہ علم و عمل میں رہنما ثابت ہوں گے۔

محمد عاصم اعظمی
۱۰؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

قابل تقلید شخصیت

از : ادیب اریب محقق لبیب
حضرت علامہ رضوان احمد نوری شریفی صاحب
سابق شیخ الادب جامعہ شمس العلوم و بانی الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی

اس خاکدان گیتی پر نہ جانے کتنی عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے علم و عمل کے ذریعہ اسلام و سنیت کی ترویج واشاعت میں اپنی پوری زندگی وقف کردی اور اپنے علم و عمل سے جہالت کی تاریکیوں کو دور کیا، علم کا اجالا پھیلایا اور تبلیغ وارشاد سے تاریک دلوں کو منور کیا اور ویران دلوں کو آباد کیا۔ ایسے وہی لوگ ہوتے ہیں، جن کا دل خشیت الٰہی سے مملو ہوتا ہے اور جن کے رونگٹے خشیت الٰہی سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جینا مرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے، وہ اپنے دنیاوی سفر کے مراحل کو اس حدیث "**کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور** "(تم دنیا میں اس طرح رہو، کہ گویا مسافر یا راہ گیر ہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو) کی روشنی میں طے کرتے ہیں۔ اسی لیے جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں، تو ان کی حیات مبارکہ کے تمام گوشے اور نقوش جو گم گشتگان راہ کے لیے رہنما ہوتے ہیں، محفوظ کر لیے جاتے ہیں، تاکہ لوگ نسلا بعد نسل استفادہ کرتے رہیں۔ انھیں عبقری شخصیتوں میں طوطی ہند مظہر حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی بھی ہے، جو محتاج تعارف نہیں۔ آپ گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ کی تعلیم وتربیت ایسے اساتذہ کرام کے زیر سایہ ہوئی ہے، جو علوم وفنون کے کوہ گراں، عفت و پارسائی کے مجسمہ اور اخلاق حسنہ کے پیکر تھے۔ آپ کی سادہ لوح زندگی انھیں اساطین امت اور علمائے ربانیین کا نمونہ تھی، اسی لیے آپ پر آپ کے اساتذہ کرام بالخصوص شہزادہ اعلیٰ حضرت میرے مرشد برحق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اعتماد کرتے تھے اور اکثر سفر میں رفیق سفر بھی بناتے تھے۔

آپ جلیل القدر عالم ربانی ہونے کے ساتھ بہترین خطیب، عمدہ فی البدیہہ شاعر اور اچھے قلم کار اور مصنف بھی تھے۔ بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو بیک وقت بہترین مدرس، باکمال خطیب، شاندار مصنف اور فی البدیہہ شاعر ہوں۔ آپ کو اردو کے علاوہ عربی فارسی اور ہندی میں بھی درک حاصل تھا، بلا تکلف مذکورہ زبانوں میں اشعار کہا کرتے تھے اور جس موضوع پر قلم اٹھاتے، اس کا حق ادا کردیتے، عربی زبان میں شعر گوئی اور کسی موضوع پر قلم

برادشتہ لکھنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کو عربی زبان میں بھی کافی دسترس حاصل تھی۔

قابل مبارک باد ہیں اراکین مدرسہ عزیز العلوم وعزیزم مولانا نعیم الاسلام قادری زیدہ مجدہ جنھوں نے حضور مفتی اعظم نانپارہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ''معارف بلبل ہند'' کے نام سے ایک ضخیم نمبر نکالنے کا ارادہ کیا ہے، جو انتہائی نفع بخش اقدام ہے، اس لیے کہ اللہ والوں کی سوانح میں واقعات وخدمات اور کرامتوں کا ذکر ہوتا ہے، جس میں اہل ارادت کے لیے رہنمائی اور آخرت کی طرف رغبت کا سامان ہوتا ہے، جس کی وجہ سے سوانح کا مطالعہ کرنے والا یا سننے والا بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ولایت کے منصب جلیل پر فائز ہوسکتا ہے۔ بہت سے بزرگان دین کی زندگی میں اولیاے کرام کی حکایات وکرامات سے انقلاب پیدا ہوا اور وہ بھی ولی کامل ہوگئے۔ چناں چہ عالم ربانی حضرت علامہ عبداللہ بن سعد یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''روض الریاحین فی حکایات الصالحین'' میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، کہ امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا، کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے واقعات وحکایات سے مریدین کو کیا فائدہ پہنچتا ہے، تو فرمایا: ''**الحکایات جند من جنود اللہ تعالیٰ تقوی بھا قلوب المریدین** ''(بزرگان دین کے واقعات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، جن سے اہل ارادت کے دلوں کو قوت حاصل ہوتی ہے) سائل نے عرض کیا، حضور آپ کے اس قول کی کوئی دلیل بھی ہے، آپ نے دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: **کلا نقص علیک من ابناء الرسل ماثبت به فوادک** ''اور رسولوں کی خبروں میں سے سب باتیں ہم آپ پر بیان فرماتے ہیں، جن سے آپ کے دل کو ثابت قدمی بخشیں۔

الغرض اللہ والوں کے واقعات اور ان کی سوانح سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے، اخلاص کی دولت ہاتھ آتی ہے، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان بڑھ جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ معارف بلبل ہند سے قارئین کو نفع پہنچائے اور ہم سب کو بھی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

خاکپائے اولیا واولاد رسول
رضوان احمد نوری شریفی
خادم الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو یوپی
۱۲؍جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ھ/ ۶؍فروری ۲۰۲۰ء
موبائل نمبر 9839178545

بلبل ہند : ایک عظیم انسان

از : مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کراچی، پاکستان

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ بوئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین گلدستہ تھے، جس کا اندازہ ان کے نعتیہ کلام ''ریاض عقیدت'' سے ہوتا ہے۔ ان کے اشعار میں امام عاشقاں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بحر میں ہی نہیں، بلکہ وہی چاشنی اور کسک بھی معلوم و محسوس ہوتی ہے۔ وہ شاعر شیریں بیان اور مقرر شعلہ بیان تھے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے منظور نظر اور مشائخ رضویہ کے محبوب تھے، حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کا بلبل ہند کا خطاب عطا کرنا بڑا معنی خیز ہے۔ ایسے عظیم انسان نایاب و کمیاب ہیں۔ ان کی ذات پر کیا مقالہ تحریر کیا جائے اور کس کس عنوان پر مقالے لکھے جائیں۔!

''معارف بلبل ہند'' کی اشاعت لائق تحسین ہے، اس اقدام پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اقبال احمد اختر القادری

۲۰۰۳/۵/۱۱ء

اللہ کی برہان

از: شہزادہ حضور شارح بخاری مولانا ڈاکٹر محبّ الحق قادری
گوشہ برکات، برکات نگر، کریم الدین پور، گھوسی، مئو، یوپی

حضرت بلبل ہند مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت بڑی پر بہار، پر وقار، گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھی، مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت، تبلیغ وارشاد کے لیے اطراف وجوانب میں سرگرداں رہتے، مگر علما وخواص میں اس حیثیت سے ممتاز تھے کہ کلام اعلیٰ حضرت ان سے اچھا پڑھنے والا اس دور میں نہیں دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔ آواز تو سب کو ملتی ہے، مگر آواز کے ساتھ ساتھ سوز وگداز، کیف وسرمستی سب کو میسر نہیں ہوتی، اس لیے انھیں دیگر القاب وآداب کے ساتھ بلبل ہند کہا جاتا تھا۔

۱۹۶۶ء میں مدرسہ اشرفیہ خوش آمد پورہ مالیگاؤں میں میں زیر تعلیم تھا، انہی ایام میں ابا حضور شارح حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ بمبئی بحیثیت مقرر محرم کی مجالس میں مدعو تھے، مجھے خط لکھا، کہ گھومنا چاہتے ہو تو تم بمبئی آجاؤ، پندرہ سال کی گھوکٹر عمر میں عروس البلاد بمبئی میں گھومنے کا موقع مل جائے، تو کتنی خوشی ہوگی، کوئی اس عمر میں جاکر اندازہ لگائے۔ میں نے جواب دیا، کہ ضرور حاضر ہوں گا اور میں بمبئی پہنچ گیا، مدن پورہ کے قریب آگنی پاڑہ عرب مسجد میں ابا حضور کا قیام تھا، تبلیغی سنی جمیعۃ العلما کا مرکزی دفتر بھی وہیں تھا، جس میں علما کا ہجوم رہتا اور علما سے ملاقات ہوتی۔

مدن پورہ کی مسجد میں ۸ رمحرم کو شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی علیہ الرحمہ کے عرس کی تقریبات میں شرکت کے لیے ابا حضور کے پاس گیا، وہاں بہت سارے علمائے کرام تشریف لائے تھے، تلاوت قرآن ونعت خوانی کے سلسلے میں بلبل ہند مفتی رجب صاحب قبلہ کے نام کا ناظم مجلس نے اعلان کیا، پتلا دبلا مجسمہ، چہکتی صورت میں آپ نے درود شریف پڑھنے کے بعد کلام الامام امام الکلام کی وہ نعت جو رئیس نانپارہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی ۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھ کیا رہے تھے، جادو برسا رہے تھے۔ پورا مجمع کیا عوام، کیا خواص سب مست ہوکر جھوم رہے تھے۔ واہ واہ سبحان اللہ کی صدائیں پڑھنے والے پر کیا کیف وسرور اور عشق وسرمستی تھی وہی جانے۔

رقص پروانہ تو ہم میں سے سبھی نے دیکھا
اس پہ کیا بیت گئی کس نے یہ جانا ہوگا

بلبل ہند سے یہ میرا پہلا تعارف تھا، اس عمر میں کلام کی فصاحت و بلاغت سمجھ سے بالاتر تھی، مگر انداز اتنا مترنم و پرنور تھا، کہ قلب و دماغ میں اثر کرتا گیا اور میں لطف اندوز ہوگیا۔ اس دن سے آج تک ان کی رس بھری آوازیں دل کو مسحور کرتی ہیں۔

۱۹۶۸ء میں ابا حضور کے پاس جامعہ انوار القرآن بلرام پور میں پڑھنے گیا، تو وہاں بارہا ملاقات ہوتی رہی، تقریر میں پند و نصیحت سادہ اور دل پذیر انداز کی ہوتی، مگر عوام و خواص کی پہلی پسند تھی، کہ حضرت اعلیٰ حضرت کا کلام ضرور پڑھیں اور حضرت پڑھتے اور خوب پڑھتے کہ پورا مجمع جھوم جاتا اور فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر سے گونج اٹھتی۔

خدمت کا بھی موقع ملا، جب میں خدمت کے لیے آگے بڑھتا، تو منع فرماتے، کہ بابو میاں! رہنے دیجیے، بہت بڑی عظیم شخصیت کے آپ شاہزادے ہیں۔ میں نے دیکھا، کہ طہارت و پاکیزگی میں بڑی نزاکت و نظافت تھی، بلکہ مبالغہ کی حد تک طہارت کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا پاکیزہ لباس تھا، ویسی ہی پاکیزہ طبیعت بھی تھی۔

ایک بار ابا حضور کے ساتھ میں نانپارہ دولت کدے پر حاضر ہوا، وہاں عقیدت مندوں اور جاں نثاروں کا ہجوم تھا، جیسے ہی ہم لوگ پہنچے، ان کو خبر لگی، استقبال کے لیے باہر تشریف لائے، ابا حضور سے مصافحہ و معانقہ کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے، ارے بابو میاں! آپ بھی آگئے، ماشاء اللہ! بہت خوب بہت خوب گلے سے لگایا اور میرا ہاتھ تھامے ہوئے، نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ اندر قیام گاہ میں لائے، پر تکلف ناشتہ وغیرہ سے ضیافت فرمائی۔ واپسی کے وقت ایک رومال مٹھائی کا پیکٹ اور کچھ نذرانہ بطور خاص میرے نہیں نہیں کرنے کے باوجود پیش فرمایا اور فرمایا، کہ بابو میاں! حقیر تحفہ قبول کر لیجیے، آپ نہیں جانتے کہ حضرت مجھ پر کتنا کرم فرماتے ہیں، اور مجھ سے کتنا گہرا تعلق خاطر ہے۔

یہ تعلق کسی جلب منفعت کے لیے نہ تھا، بلکہ صرف اور صرف دین کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے جہد مسلسل کی بنا پر تھا۔ مدرسہ عزیز العلوم کے لیے جب بھی لائق فائق مدرس کی ضرورت پڑتی، ابا حضور کو خط لکھتے اور آپ کسی نہ کسی کو ضرور بھیج دیتے۔ تعلق خاطر کی بنا پر کچھ بھولی بسری یادیں دماغ میں لپٹی رہ گئی تھیں، بطور نذرانہ خلوص حاضر کر دیا اور اتنی سی بات کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

حضرت مفتی صاحب کی خدمات پر ان کے صاحب زادے مولانا محمود صاحب مدظلہ نے مجلّہ شائع کر کے عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، مبارک باد کے مستحق ہیں۔

محبّ الحق قادری
کوشہ برکات کریم الدین پور گھوسی مئو

بلبل ہند : ایک باوقار شخصیت

از : حضرت مفتی بدر عالم مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان ماضی قریب کے جید علماے کرام میں ایک باوقار شخصیت کے حامل تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے انھوں نے گراں مایہ خدمات انجام دیں۔ ایک عرصہ دراز تک اپنی علمی وفکری تقریروں سے مسلک اہل سنت و جماعت کی پاسبانی فرماتے رہے اور اہل سنت و جماعت کے مقتدر علما و مشائخ میں ان کا شمار ہوتا رہا۔ ان کی سادگی، تواضع، انکساری ضرب المثل ہے۔

خادم کو پہلی مرتبہ شرف ملاقات اس وقت حاصل ہوا، جب بمبئی کی بڑی مسجد مدنپورہ میں عرس حشمتی ہو رہا تھا، تقریریں ہو رہی تھیں، محرم کا مہینہ تھا، مجمع میں علما کی کثرت تھی، میں بھی حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ شریک اجلاس تھا، لیکن عوام کے ساتھ سامعین میں بیٹھا تھا، کہ اچانک میری نگاہ اپنے بغل میں ایک بزرگ صورت نحیف الجثہ انسان پر پڑی، میں غور سے انھیں دیکھنے لگا، پھر بزرگ موصوف نے پوچھا، آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا، میں مبارک پور سے حاضر آیا، فوراً پھر دوسرا سوال کیا، حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب کے ساتھ آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہاں! پوچھا، حضرت خیریت سے ہیں؟ میں نے عرض کیا، جی! میں نے پھر پلٹ کر پوچھا، آپ کا تعارف؟ فرمایا، مجھے رجب علی نانپاروی کہتے ہیں۔ میں سکتے میں پڑ گیا، کہ اتنا بڑا عالم عظیم شہرت کا حامل اور اتنی سادگی، یہ تواضع وانکساری کہ عوام کے درمیان سامعین کے بیچ دھیرے سے آکر بیٹھ گیا۔ میں بے پناہ متاثر ہوا، پھر اس کے بعد شرف زیارت سے محرومی رہی اور جلد ہی یہ جانکاہ خبر ملی کہ حضرت مفتی نانپارہ اپنے رب سے جا ملے۔

ع　　ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

نیازمند
بدر عالم المصباحی
خادم الافتا والتدریس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

بلبل ہند : پیکر علم و عمل

از : حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آج کے دور میں اگر فکر و فن اور علم و دانش کی کیفیت اور ان کے ارباب وحاملین کا منصفانہ اور غائرانہ تجزیہ کیا جائے، تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ ارباب علم اور اصحاب فکر کی تعداد تو بڑھ رہی ہے، بہت سے وہ علاقے جو علمی اعتبار سے ویران سمجھتے جاتے تھے، بڑی تیزی سے اب آباد ہو رہے ہیں، بہت سے وہ اقطار و امصار جو جہالت کی تاریکی سے ظلمت کدہ بنے ہوئے تھے، اب ارباب علم و فن کی قندیلوں سے کافی حد تک جگمگا اٹھے ہیں، لیکن اس اعتراف کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ مرور ایام سے علم و فن کی کیفیتیں گھٹتی جا رہی ہیں، مختصر لفظوں میں یوں کہیے کہ میدان علم میں کمیت بڑھ رہی ہے اور کیفیت گھٹ رہی ہے، بظاہر ارباب علم کی تعداد میں تو اضافہ ہو رہا ہے، لیکن علمی گہرائی اور فکری گیرائی اور تدبر و تفکر کے سمندر میں غواصی کرنے والوں کی تعداد میں افسوس ناک حد تک کمی واقع ہوئی ہے، جو جا رہا ہے ''جائے استاد خالی است'' کا مصداق بن کر جا رہا ہے، جانے والے کی جگہ سنبھال کر اس کی نیابت کے فرائض کما حقہ انجام دینے والا نہیں ملتا۔

انھیں عظیم شخصیتوں میں بلبل ہند پیکر علم و عمل علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ بھی ہیں، جو اہل سنت و جماعت کے ان علما میں شمار ہوتے تھے، جنھیں بجا طور پر پیکر علم و عمل قرار دیا جاتا ہے اور جن کی مبارک زندگی سے جماعت اہل سنت کو خاص فائدہ پہنچا ہے۔ وہ بہترین عالم و مفتی اور عمدہ نعت گو شاعر، ممبر خطابت کے عظیم خطیب اور مسلک اہل سنت کے ترجمان تھے۔ ان کے استاذ گرامی محدث عبدالعزیز بجنوری قدس سرہ نے انھیں علم و فن کا ایسا جام پلا یا دیا تھا، جس سے وہ پوری زندگی کیف و مستی میں ڈوبے رہے اور پھر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں گیارہ سال تک اکتساب فیض نے انھیں شریعت و طریقت دونوں سے حظ وافر حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا، علم دین کی اشاعت کے لیے انھوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا، جو آج مدرسہ عزیز العلوم کے نام سے نانپارہ میں طالبان علوم دینیہ کی پیاس بجھا رہا ہے۔

فقیر راقم الحروف کو ان کی ملاقات و زیارت کا شرف تو حاصل نہ ہوا، لیکن جو کچھ میں نے ان کے متعلق سنا ہے

،انھیں الفاظ کے قالب میں ڈھالنا آسان بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں گونا گوں خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔

ان کے نعتیہ اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، ان کی وہ نعت جو میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں کسی خوش گلو نعت خواں سے سنی تھی، آج بھی اس کا مطلع میرے حافظۂ ذہن میں محفوظ ہے اور وہ یہ ہے۔

مدینے کے راہی مدینہ پہنچ کر مدینے سے آنے کی کوشش نہ کرنا
وہ جنت کا پر کیف گلزار پا کر کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا

نعت کے اس مطلع میں سفر حج پر جانے والے اور مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والوں کے لیے کیسی ترغیب وتشویق ہے، کیسا سوز وساز ہے اور لفظ لفظ سے عشق ومحبت کی جو خوشبو ٹپک رہی ہے، وہ اہل دل سے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش برسائے۔

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

بلبل ہند : ارباب علم ومعرفت کی نظر میں

از : مولانانورالدین قادری
نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

امام المتقین تاج المفتیین سندالفقہاء والمحدثین اعلم العلماء الکاملین حضرت بلبل ہندمظہر مفتی اعظم علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان وقت کے اجلہ علما ومشائخ میں جس قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے، وہ محتاج بیان نہیں ہے۔آپ اپنے دورطالب علمی ہی سے اکابراوراساتذہ کرام کے مقبول بارگاہ تھے۔آپ کے بلند پایہ علمی وفقہی،تدریسی وتصنیفی اورتبلیغی خدمات کا زبانی وتحریری اعتراف قوم وملت کی ان جلیل القدرشخصیتوں نے کیا ہے،جن کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہواایک ایک جملہ اورنوک قلم سے لکھا ہواایک ایک حرف اپنی جگہ معتبر ومعتمد دلیل وسند کا درجہ رکھتا ہے،کسی کے بارے میں اس کے معاصر کے تاثراور رائے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

جس طرح ایک استاذ کے سامنے شاگرد کی زندگی اس کی لیاقت اس کی صلاحیت اس کی استعداداس کی ذہانت وفطانت بالکل عیاں ہوتی ہے،جس سے استاذ شاگرد کی حقیقت کو پہچانتا ہے،اسی طرح ایک معاصر کے سامنے دوسرے کی زندگی ایک کھلی کتاب ہوتی ہے،جس سے وہ اس کے عیوب ومحاسن اوراس کے فضائل وکمالات سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حضور بلبل ہند قدس سرہ کے عظیم المرتبت اکابرین ومعاصرین اورارباب عقیدت ومحبت کے آراان کے اقوال ان کے گراں قدرتاثرات اوران کی تحریروں کے اقتباس پیش کررہے ہیں،جنھیں اکابر اہل سنت اورآپ کے معاصرین نے مختلف مواقع پرپیش کرکے اپنے دلی جذبات واحساسات کا برملا اظہارفرمایا، جس سے ہرذی شعوراورباہوش انسان بآسانی اندازہ لگاسکتا ہےاورآپ کی پروقارشخصیت کو پرکھ سکتا ہے کہ آپ اپنے عہد کے کتنے مایہ نازدینی وروحانی پیشوااورہند میں اسلام کے بے مثل داعی اوربےلوث مبلغ ومصلح تھے؟

سیدالعلما حضرت علامہ سیدآل مصطفیٰ قادری برکاتی علیہ الرحمہ(مارہرہ شریف)

حضرت مولانارجب علی صاحب لائق صدستائش ہیں کہ انھوں نے محض توکلاً علی اللہ اس مبارک دارالعلوم کا ذمہ اپنے اوپراٹھایا،فقیردعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدازجلداس دارالعلوم عزیزیہ(مدرسہ عزیز العلوم)کوترقی مزید عطا فرماکرایک عظیم الشان ادارہ دینیہ میں تبدیل فرمادے۔

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (بریلی شریف)

ایک دیہات میں آپ حضرت مفتی اعظم کے ہمراہ تھے، وہیں پر آپ نے حضرت مفتی اعظم کو برجستہ فارسی کے کچھ اشعار سنائے، حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا:

''ماشاءاللہ مولانا آپ فارسی ہی میں نہیں بلکہ عربی اردو میں بھی یکساں کہتے ہیں۔''

محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ (کچھوچھہ شریف)

مولانا رجب علی صاحب بانی مدرسہ عزیز العلوم (کاش اس کا نام جامع عزیزی ہوتا) کے مکان پر حاضر ہوتے ہی اس ہنستی ہوئی زمین اور اس کی پختہ حدبندی دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ بانی ادارہ کے عزائم میں پوری پختگی ہے دین کی ٹھوس خدمت اور علم و تعلیم سے والہانہ تعلق ادارہ و بانی ادارہ کے مستقبل شاندار ہونے کی ضمانت ہے۔

برہان ملت حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق علیہ الرحمہ (جبل پور)

محبی المحترم مولانا مفتی رجب علی صاحب اعزہ ربہ وشفاہ ودام فیضہ۔ سلام ودعائے رحمت وعافیت

رب العزت تبارک وتعالیٰ آپ کی والدہ محترمہ کو شفائے تام عطا فرمائے اور ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے، فقیر کی جانب سے سلام ودعائے صحت وعافیت پیش فرمائیں اور فقیر (برہان الحق) کے لیے بھی صحت وعافیت وسلامتی ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر کی دعا فرماتے رہیں، عرس قدس بفضلہٖ تعالیٰ پوری شان وشوکت کے ساتھ ضیا افروز ہوا آپ کا انتظار رہا۔

حضور مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ (اڑیسہ)

جبل پور عرس سلامی و برہانی میں آپ تشریف لے گئے تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلبل ہند بھی تھے، لوگ آپ دونوں حضرات کو نعرہ تکبیر ورسالت کی صداؤں میں پرجوش استقبال کرتے ہوئے منبر پر لیے جارہے تھے، زائرین عرس کی سخت بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بے خبری میں حضرت مجاہد ملت پیچھے چھوٹ گئے، حضرت بلبل ہند نے کچھ دور آگے جانے کے بعد پیچھے گھوم کر دیکھا، تو مجاہد ملت ندارد فوراً آپ گھبرائے اور مجمع کو چیرتے ہوئے پیچھے آکر تلاش کرنا شروع کردیا، اچانک آپ کی نگاہ ایک گوشہ میں پڑی دیکھا، کہ حضرت مجاہد ملت ایک کنارے بیٹھے پان دان سے پان نکال کر کھانے جارہے ہیں، آپ نے عرض کیا، حضور گستاخی معاف ہو، میں جان نہ سکا، کہ آپ پیچھے

رہ گئے تھے،سرکارمجاہدملت نےفرمایا:

''مولانا! آپ آگے چلیں،آپ ہماری جماعت کے اکابرعلما میں ہیں۔''

شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد حشمت علی خاں علیہ الرحمہ (پیلی بھیت)

حضرت بلبل ہند کی پردرد و پرسوز دلکش آواز اور کلام اعلیٰ حضرت کو پڑھنے کے انداز سے متاثر ہوکر آپ نے ارشادفرمایا:

''مولانا رجب علی بلبل باغ رضا ہیں۔''

قطب مدینہ حضرت علامہ مفتی ضیاءالدین احمد مہاجر مدنی علیہ الرحمہ (مدینہ شریف)

پہلے حج کے دوران جب آپ قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ دولت پر حاضر ہوئے،تو حضرت نے فرمایا،کہ مولوی رجب علی صاحب !اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کا کلام سنائیں،چناں چہ اسی وقت آپ نے اعلیٰ حضرت کی مشہور نعت مبارک ''لم یات نظیرک فی نظر'' پڑھا،بعد اختتام بھرے مجمع میں آپ کو:''**یا عندلیب الھند تغنی بالوادی فی مدح النبی الھادی**'' کے خطاب سے نوازا اور بہت سی دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔

امام معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ

بانی جامعہ عزیز العلوم جناب مولانا رجب علی صاحب کی ہمت اور ان کا عزم قابل حیرت ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس اس مبارک خدمت کو قبول فرمائے۔

حافظ ملت حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ (مبارک پور)

حضرت مولانا رجب علی صاحب بانی عزیز العلوم کی دین پروری اور بلند ہمتی ہے کہ ایک اہم کارنامہ انجام دے رہے ہیں،اس دینی ادارہ کی خدمات کے پیش نظر میں اپیل کرتا ہوں متدین حضرات سے اور مسلمانان اہل سنت کو پوری توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس کی مالی امداد واعانت کریں۔

سرکارکلاں حضرت علامہ سید محمد مختار اشرف علیہ الرحمہ (کچھوچھہ شریف)

عزیز مکرم مولانا رجب علی صاحب قادری رضوی کے پرخلوص جذبات نے مجبور کردیا کہ مدرسہ مسعودالعلوم

(بہرائچ شریف) کے جلسہ سالانہ کے ختم ہونے پر نانپارہ پہنچوں، یہاں آنے کا پہلا اتفاق، مدرسہ کا حسن انتظام دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی، طلبہ بھی کافی ہیں، مطبخ کا بھی انتظام ہے، تعلیمی حالات مجموعی طور پر بہتر اور قابل اطمینان ہیں، یہ سب مولانا رجب علی صاحب قادری کے ایثار وقربانی کے نتائج ہیں۔

مصباح ملت حضرت علامہ سید مصباح الحسن علیہ الرحمہ (پھپھوند شریف)

ایک مناظرہ میں آپ کامیابی کی دولت سے ہم کنار ہوکر جب مصباح ملت کی بارگاہ میں پہنچے تو حضرت نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مجمع عام میں فرمایا: ''ھـذا ابـنـی'' یہ (رجب علی) میرا روحانی بیٹا ہے۔ جو میرا ہے وہ رجب علی کا ہے اور جو رجب علی کا ہے وہ میرا ہے۔

مفسر اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمہ (بریلی شریف)

حضرت مفسر اعظم نے آپ کی نورانی صورت اور پاکیزہ سیرت اور ولایت وبزرگی دیکھنے کے بعد فی البدیہہ ارشاد فرمایا: ''مولوی رجب علی ولی ہیں۔''

رئیس المترجمین حضرت علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی علیہ الرحمہ

عزیز القدر مولانا مولوی رجب علی صاحب سلمہ!

یوں تو بریلی میں بہت سے حضرات سے روابط تھے، مگر یقین کریں میں ۵/شخصیتوں کو نہ بھلا سکا (۱) مولانا ابرارحسن صدیقی تلہری (نوراللہ مرقدہ) (۲) حافظ انعام اللہ بریلوی (۳) مولانا رجب علی سلمہ (۴) مولانا ابراہیم خوشتر جبل پوری (۵)..............................

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ (الہ آباد)

ساحرالبیان مقرر گراں قدر حافظ حدیث علامہ مولانا الحاج محمد رجب علی صاحب مفتی نانپارہ دنیائے سنیت کی ایک عظیم شخصیت ہیں مولانا عالم باعمل ہونے کے علاوہ زہد وتقوی میں خود اپنی مثال آپ ہیں، جس سے قصبات وشہر سبھی متاثر ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (گھوسی)

تاج الفحول بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت مولانا رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمہ عمر میں مجھ سے کم تھے علم

میں مجھ سے بڑے تھے۔

ریحان ملت حضرت علامہ شاہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ (بریلی شریف)

میں حضرت مولانا مولوی رجب علی صاحب کو ایک ایسا انسان سمجھتا ہوں جو مجسم ایثار ہے جو زہد واتقا کا پیکر ہے جو سراپا خلوص ومحبت ہے۔

مجاہد دوراں حضرت علامہ شاہ مظفر حسین علیہ الرحمہ (کچھوچھہ شریف)

یہ حقیقت ہے کہ مولانا رجب علی صاحب کا مدرسہ کے عروج وارتقا کے متعلق جو خیال ہے اگر صرف اہل نانپارہ مولانا موصوف کا ہر حیثیت سے تعاون کردیں تو یہ مدرسہ دین وسنیت کی ایک بہت بڑی درسگاہ ہوسکتی ہے مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کے اس عزم کو پورا فرمائے۔

عظیم ملت حضرت علامہ شاہ سید عظیم الدین محمود نوراللہ علیہ الرحمہ (بڑودہ گجرات)

محترم ومکرم بلبل ہند حضرت علامہ مفتی نانپارہ فخر اہل سنت حضرت رجب علی صاحب بعد دعا وسلام۔ دعوت نامہ ملا۔ غریب سید کو یاد فرمایا، بڑی خوشی ہوئی، شکریہ! غریب سید کو ہمیشہ یاد رکھیں اگر جلسہ میں علماے اہل سنت شرکت فرمائیں تو فقیر کا سلام عرض کریں۔

مشاہد ملت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں علیہ الرحمہ (پیلی بھیت)

مولائے قدیر یومًا فیومًا اس ادارہ (عزیز العلوم) کو ارتقا وعروج کی اعلیٰ منازل پر پہنچائے، آمین اور یہ گلشن اسلام وسنیت ہمشیہ صدا بہار رہے اور اس کے فیوض وبرکات سے اہل سنت تا قیام قیامت فیضیاب ہوتے رہیں اور اس کے پرخلوص بانی وروح رواں حضرت مولانا مفتی الحاج محمد رجب علی صاحب قبلہ لازالت شموس افضالہم البازغہ کو اجر جزیل عطا فرمائے اوران کی خدمات کو قبول فرمائے۔ حضرت ممدوح کو خدمت اسلام وسنیت کے کثیر سے کثیر مواقع مرحمت فرمائے اور حضرت ممدوح کی عمر میں علم وفضل وکمال میں برکت وخیر کثیر عطا فرمائے۔

شیخ الحدیث علامہ ثناءاللہ محدث مئوی (مئوناتھ بھنجن)

اس مدرسہ میں مختلف درجات ہیں، چار مدرسین کام کررہے ہیں، طلبہ کثیر تعداد میں مقامی وغیر مقامی تحصیل

علم دین میں مصروف ہیں، طلبہ کا ہجوم تعلیم کی خوبی پر شاہد عدل ہے، علم دین وتبلیغ سنیت کا ایک بہت بڑا کام ہورہا ہے درحقیقت یہ سب کام الحاج مولانا رجب علی صاحب رضوی قادری مفتی نانپارہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس مدرسہ کو قائم فرمایا۔

سحبان الہند حضرت علامہ ابوالوفا فصیحی غازی پوری علیہ الرحمہ

اس خوش بختی پر خوش ہوں کہ اساطین امت اور بزرگان ملت کے نقش قدم کی سعادت حاصل ہورہی ہے حضرت مولانا رجب علی صاحب کی محنت وکاوش اور باصلاحیت افراد کا تعاون ان شاءاللہ کامیابیوں کے سدابہار چمن میں مدرسہ عزیز العلوم کو پہنچا کر رہے گا۔

شہزادہ شیخ العلما حضرت علامہ شاہ غلام ربانی فائق اعظمی علیہ الرحمہ (گھوسی)

مخلص بے اشتباہ عالی مرتبت حضرت مولانا المحترم ذوالمجد والحشم زیدت افضالکم ۔تحیۃ سلام مسنون

حضور والا کا کرم نامہ موصول ہوا، جشن دستار بندی میں احقر کو حضور نے یاد فرمایا ہے، اس یادفرمائی اور ذرہ نوازی کا بے حساب شکریہ، اگر ایک روز کا بھی موقع میسر آتا تو آپ کے اجلاس میں سر کے بل حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتا، میں اپنے بزرگوں کے حکم کی تعمیل اور انجام دہی کو اپنی سعادت تصور کرتا ہوں۔

محترم عالی جناب عبدالحمید خاں یوسف زئی حمید حافظی بریلوی صاحب قبلہ

حضرت مولانا مولوی شاہ الحاج محمد رجب علی صاحب قادری رضوی عزیزی نانپاروی مدظلہ العالی کی ہستی محتاج تعارف نہیں، ریاض عقیدت آپ ہی کے افکار پاکیزہ اور جذبات مطہرہ کا آئینہ ہے، آپ کا حسن اخلاق اس درجہ وسیع ہے کہ اہل بریلی کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے، ہر دل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ جہاں جہاں دوران تعلیم آپ مقیم رہے وہاں اب تک آپ کے قیام کا ارمان ہے، دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے فارغ التحصیل مستند عالم وفاضل ہیں واعظ ایسے ہیں کہ جس کو دیکھو آپ کا متمنی ودلدادہ ہے، نعت کے میدان میں آپ کی شاعری ممتاز وکیف افزا ہے اور قلوب مومنین ومحبان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساغر بادۂ ایمان ہے۔

محترم جناب سلیم پیلی بھیتی صاحب قبلہ

ہر شے اپنے منسوب الیہ کے معیار سے جانچی جاتی ہے اس لیے منسوب الیہ (مولانا رجب علی) کے متعلق تو

اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دبستان علم وعمل میں شرف تلمذ پائے ہوئے ہیں لہذا وہ شخص جس کے تخیلات نے اس دبستان میں پرورش پائے ہوں کیسا خصوصی نعت گو ہوگا اور نعت شریف کتنی کیف افزا ہوگی۔

محترم عالی مرتبت جناب رفیق احمد صاحب قبلہ

مجھے دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اس پرآشوب اور الحاد و بے دینی کے دور میں کچھ ایسے اہل درد اور مخلص حضرات ہیں جو اپنے تن من دھن کو قربان کر کے اسلام کی تبلیغ و ترقی اور اس کی بقا کے لیے رات دن کوشاں وسرگرداں رہتے ہیں مولانا رجب علی موصوف ایسے ہی مجاہدین کی جماعت کے ایک قابل مبارک باد فرد ہیں۔

حضرت مولانا سید شاہ اسرار احمد صاحب قبلہ (راجستھان)

نانپارہ جیسی سنگلاخ زمین پر فخر اہل سنت بلبل ہند حضرت علامہ رجب علی صاحب قادری رضوی کی تنہا کوشش وکاوش ہے ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد پڑی یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض ہے اور مولانا موصوف کی کرامت ہے۔

حضرت مولانا محمد صادق القادری صاحب قبلہ (ایڈیٹر ریاض عقیدت، کوچ)

میں حضرت بابرکت طوطیٔ ہند مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ کی معیت میں نانپارہ مدرسہ عزیز العلوم حاضر ہوا، بچوں کی علمی استعداد اور اساتذہ کی بہترین کاوش ومحنت مدرسہ ہذا کے حسن انتظام کو اپنے ذہن وتصور سے بھی بالاتر پایا مولیٰ تبارک وتعالیٰ مہتمم عزیز العلوم حضرت مفتی محمد رجب علی صاحب کے سایۂ عاطفت کو صحت وسلامتی کے ساتھ قوم کے سروں پر قائم ودائم رکھے۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی صاحب قبلہ (لندن)

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ کو بمبئی عظمیٰ میں مفکر اسلام نے شہید اعظم ومفتی اعظم کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت بلبل ہند کے متعلق جو اظہار خیال فرمایا وہ نذر قارئین ہے:

”ابھی آپ مخدوم اہل سنت حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب مفتی نانپارہ سے ایک بڑا ہی پرمغز معلومات افزا اور حقائق سے لبریز خطاب سماعت فرما رہے تھے، یہ ہمارے بزرگ ہیں، کہ جن کی زیارت کو میں اپنے لیے وجہ

سعادت سمجھتا ہوں، حضور مفتی اعظم کے تعلق سے بڑا احسان ہے ان کا میری زندگی پر سرکار مفتی اعظم کے ہاتھوں میں میرا ہاتھ لے جانے والے حضرت علامہ مفتی نانپارہ ہیں یہ وہ احسان ہے جسے میں صبح قیامت تک نہیں بھول سکتا، انھیں کی ترغیب تھی، انھیں کا حکم تھا کہ میں جب ندوہ سے فارغ ہوکر آیا تو میں نے سرکار مفتی اعظم کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔ (ذکر حضور مفتی اعظم ہند ص ۸، ۹ مرتبہ مفتی محمد اشرف رضا ممبئی)

عالم ربانی حضرت علامہ مفتی تجمل ہدی قادری صاحب قبلہ (گیا بہار)

حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ بانی جامعہ ہذا کی ذات گرامی جامع صد محاسن ہے ایک ایک رگ وپے میں جوش اسلام، ہمدردی ملت، جذبہ اخلاص وللّٰہیت پیوست ہے۔ جامعہ ہذا کا وجود انھیں کے مخلصانہ جذبات دینیہ کا عکاس ہے، قدرت نے انھیں حد درجہ خدمت دین کا جذبہ اور اشاعت اسلام کا ولولہ فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد کلیم اشرف اشرفی (جائس شریف)

یہ جامعہ بانی ادارہ حضرت علامہ مفتی صاحب دامت فیوضہم کے عزائم مجاہدانہ اور جذبات مخلصانہ کا آئینہ دار ہے، جامعہ کا ہر ہر گوشہ حضرت مفتی صاحب کے احساس جمال اور عزم کمال کا غماز ہے۔

نقوش حیات

بلبل کی کہانی بلبل کی زبانی

از : حضور بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ
علیہ الرحمۃ والرضوان

یوم عرفہ
بعد صلوۃ العصر
۹؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مبارکہ

۷۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد
سبحٰن اللہ وبحمدہ سبحٰن اللہ العظیم اللھم صل علی سیدنا و شفیعنا وشافعنا ومولینا محمد رسول اللہ والہ الطیبین واصحابہ الطاھرین وخلفائہ الافضلین واولیائہ وشھدائہ الکرام ومشائخی العظام وامتہ الی یوم القیام وبارک وسلم
یا اللہ یا رحمٰن یارحیم دل مارا کن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین
لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین

یااللہ! میں تیرا گنہ گار بندہ تیرے دربار میں حضور پرنور سرورعالم سرکار تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ الکرام وبارک وسلم کے پیارے دامن کا پیارا وسیلہ لے کر اپنے تمام گناہوں، اپنی جملہ خطاؤں سے توبہ کرتا ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یااللہ! اپنے رحم وکرم سے حضور اکرم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں میری توبہ قبول فرما۔

جملہ علمائے اہل سنت و بزرگان ملت خانوادہ عالیہ برکاتیہ رضویہ کے مخدومین کرام و جملہ اہل سنت و جماعت کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ بعد اہداء التسلیم المسنون معروض کہ **فقیر سراپا تقصیر محمد رجب علی قادری ولد شیخ نبی بخش قادری رضوی نوری ولد شیخ علی بخش قادری ولد روشن علی مرحومین** ولد (شیخ پلو مرحوم کشوری وہذا ماسمعت من اخت جدی المرحوم) گزارش نگار ہے، کہ میری پیدائش ماہ رجب کی ۲۸؍تاریخ کو یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو

نانپارہ میں ہوئی۔ والد مرحوم نے میرا نام رجب علی رکھا، احقر نے نام پر محمد کا اضافہ کیا، نسبت بارگاہ جیلاں کے سبب اب میرا پورا معروف نام **محمد رجب علی قادری** ہے۔ عہد طفلی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ غوثیہ نانپارہ میں مولوی سردار خاں جرولی، ماسٹر عبدالواجد نانپاروی، سید نورالحسن صاحب نانپاروی، سید محمد حسن صاحب نانپاروی، مولوی سردار خاں ملنگ پوروی، سید ضیاء الحسن صاحب سے ہوئی، مولوی ریاست علی مرحوم بارہ بنکوی نے بازار کی مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم دی، یاد نہیں کہ موصوف مرحوم سے کتنا پڑھا، پھر مخدوم گرامی حافظ سید محمد عابد علی چشتی نانپاروی نے قرآن پاک کے تقریبا چودہ پارہ حفظ کرائے، حضرت حافظ صاحب کی قبر قبرستان پیپا شاہ میں سادات کرام کے قبہ جات کے بیچ میں زیر درخت املی ہے، افسوس کہ سادات کرام کے قبوں کو ظالموں نے توڑ ڈالا اور اس قبرستان کی وہ بے حرمتی اہل ضلال نے کی، کہ الاماں الاماں! قبرستان کی بے حرمتی کرنے والوں پر مزارات کو توڑ پھوڑ کر ان پر رہائشی مکانات بنانے والوں پر جو دردناک عذاب ہوگا اور ان ظالموں کا یہ فعل قبیح مدفونین اہل ایمان کی ایذارسانی کا کس طرح سبب ہوگا، احادیث کریمہ سے معلوم کریں۔

میرے والد ماجد اور دادا صاحب کا پیشہ قلعی گری تھا، اس وقت جو بھی ملتا، حوائج خانگی میں صرف ہو جاتا، اسی دور میں میرے والد صاحب نے تین روپیہ سید ضیاء الحسن مرحوم کی خدمت میں پیش کر کے ایک قرآن پاک حاصل کیا اور مجھے پڑھنے کو دیا۔ الحمد للہ وہ کلام پاک اب بھی میرے گھر کے پرانے بکس میں موجود ہے۔ چار سال میری تعلیم پرائمری اسکول میں ہوئی، تین برس مڈل اسکول میں گئے، دوسری زبان انگریزی تھی، مڈل پاس کرنے کے بعد مجھے بھی ابا جان مرحوم نے قلعی گری کی دکان پر بٹھایا اور کام سکھانا شروع کر دیا، پھر یہ وقت سعید آیا، کہ حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب قبلہ اشرفی آنولوی علیہ الرحمہ نے مجھے جمن صاحبہ مرحومہ کی مسجد میں فارسی کی ابتدا کرائی، پھر تدریجاً گلستاں، میزان و منشعب، پنج گنج نحومیر، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب، تفسیر جلالین، سراجی کے چند اسباق پڑھائے۔ استاذ محترم موصوف نانپارہ میں زیر اہتمام انجمن حنفیہ سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تھے، چھوٹی رانی عظیم النساء بیگم مرحومہ نے مولانا صاحب کو دینیات کی تعلیم کے لیے اپنے ذاتی مصارف سے روک لیا تھا، انجمن حنفیہ کا مدرسہ مختلف جگہوں پر تھا، ایک حاجی ضیاء اللہ صاحب مرحوم کے مکان پر اور مسجد کلام باغ میں بھی انجمن حنفیہ کی طرف سے تعلیم کا سلسلہ رہا۔ کبھی مسجد بز قصابان نانپارہ میں بھی حضرت نے تعلیم دی۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت مولانا صاحب مجھے اور میرے دو ساتھیوں مولوی سید محمد ذکی صاحب، مولوی محمد سلیمان صاحب کو بریلی شریف لے گئے اور میرے ایک ساتھی مولوی سید اعجاز رسول صاحب قیصر میاں کانپور جامع العلوم میں اپنے کسی عزیز کے مشورہ سے پڑھنے گئے، وہاں مکمل کر کے وہ جھوائی ٹولہ طبیہ کالج میں داخل ہوئے اور ایک قابل طبیب ہو کر نکلے اور نانپارہ میں اپنے بزرگوں کے مطب کو سنبھالا۔ افسوس کہ میرے یہ دونوں ساتھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور تیسرے ساتھی

مولوی سید محمد ذکی صاحب کا اب تک کچھ پتہ نہیں۔

۱۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مبارکہ

۸۶ء

بفضلہٖ تعالیٰ جب بریلی شریف ہم سب حاضر ہوئے، تو اپنا سامان ہم لوگوں نے سیدی حضرت مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ کی بیٹھک کے سامنے لنٹر پر رکھا۔ حضرت بریلی شریف میں نہ تھے، بلکہ گاؤں تشریف فرما تھے، پھر میرے استاذ مولانا عبدالحمید صاحب قبلہ، سیدی حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقی ہوئے، کیا گفتگو ہوئی، مجھے خبر نہیں، بالآخر مجھے اور ساتھیوں کو دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ نے متعدد بار اپنے مسکراتے ہوئے لبوں سے مجھے دیکھ کر اوروں کے سامنے فرمایا'' آپ کو دیکھیے آئے تھے میرے یہاں، بھائی صاحب نے اچک لیا'' ان الفاظ کو جب بھی میں سنتا میرے دل میں حضرت سے عقیدت میں بہت اضافہ ہوجاتا تھا۔

اس وقت منظر اسلام میں علامہ عبدالمجید صاحب آنولوی والد ماجد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب آنولوی مفتی آگرہ درس حدیث شریف دیتے تھے، پھر بعد میں حضرت مولانا علامہ نورالحسین صاحب مجددی درس حدیث پر مقرر ہوئے، حضرت کے بعد میرے استاذ محترم مرشد مکرم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ رضوی محدث بجنوری خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درس احادیث کریمہ کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر عمر شریف تک منظر اسلام ہی میں رہے۔ میں نانپارہ میں درسی کتابیں غیر مترتب پڑھ کر آیا تھا، مگر منظر اسلام میں حضرت مولانا تقدس علی صاحب، حضرت علامہ نواب مرزا صاحب بریلوی، حضرت مولانا احسان علی صاحب بہاری، حضرت مولانا ابرار حسن صاحب تلہری، مولانا عبدالغفور صاحب بنگالی، حضرت علامہ ظفرالدین صاحب بہاری، حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب بجنوری، حضرت علامہ مولانا سردار علی خاں صاحب عزو میاں بریلوی (اور حضرت علامہ ومولانا شمس بریلوی صاحب قبلہ) سے درسیات کی کتابیں بحمدہ تعالیٰ پڑھیں۔ الفخری، مؤطا امام محمد، مسلم شریف، حضرت ملک العلما سے پڑھیں، بقیہ کتب حدیث، تفسیر، بیضاوی، مثنوی معنوی، المتنبی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بجنوری سے پڑھیں۔ حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ سے بخاری شریف کی تین حدیثیں پڑھیں۔

بریلی شریف میں دستار بندی کے بعد میں نانپارہ آیا اور یہاں اہل سنت کی انجمن حنفیہ میں مولوی حاجی رحیم بخش وحاجی ضیاء اللہ صاحبان کے مشورہ سے میر التقر رطلبہ کے پڑھانے کے لیے ۲۵؍روپے مشاہرہ پر ہوا، بعد مدت ۵؍کا اور اضافہ ہوا۔ ایک مدت تک پڑھانے کے بعد حالات میں کچھ ناسازگاری ہوئی، تو بیسل پور گیا اور وہاں میرے محبّ خاص میرے عزیز ساتھی مولوی حکیم فیضان علی صاحب نے میر التقر رتکیہ کی مسجد میں امامت اور بچوں کو

پڑھانے کے لیے کیا، بیسل پور میں کچھ لوگوں کی بے جا کاوشوں کے سبب میں زیادہ دن نہ رہ سکا، وہیں سوکھا خاں مرحوم کے مکان پر محفل میلاد شریف کے بعد مجھے جاڑا لگا اور میں علیل ہوا، ایسا بیمار ہوا کہ مجھے پیلی بھیت لایا گیا، بعدہ بریلی شریف کے بڑے ہسپتال میں مجھے داخل کیا گیا، حالت بہت زار تھی، ایک دن سرکار میرے آقا مفتی اعظم ہند ہسپتال میں آئے اور اپنی انگلی سے سینہ پر کچھ عمل کیا، پڑھ کر دم کیا، میں شفایاب ہوا، میری بیماری کا حال سن کر میرے والد صاحب شیخ نبی بخش قادری نوری ناناپارہ سے آ گئے تھے، پھر میں نے بیسل پور میں اپنا استعفا بھیج دیا اور میں گھر آ گیا، کچھ دنوں کے بعد مجھے ناناپارہ میں ایک شدید مرض لاحق ہوا، میں کانپور گیا اور اپنے بزرگ ومہربان مولوی عبدالحنان صاحب رضوی کے مکان پر مقیم ہوا، موصوف کے مکان پر مدت دراز سے میرا قیام ہوتا رہا، وہاں حصہ زیریں میں ایک پھوڑا نکلا، جس کا آپریشن غلط ہوا، طبیعت اور زیادہ خراب ہوئی، کانپور کے مشہور معالج ڈاکٹر اسلم صاحب نے میرا علاج کیا، میں نے اس وقت یہ نیت کی تھی کہ میں اچھا ہو جاؤں تو ناناپارہ میں مدرسہ قائم کروں گا ، مولانا نسیم القادری بستوی کو مضمون قیام مدرسہ عزیز العلوم کا دیا، وہ چھپوالائے اور میں نے گھر آ کر اپنے مکان کی جانب قبلہ حصہ میں عزیز العلوم کو بتاریخ ۴ رجنوری ۱۹۵۸ء قائم کر دیا۔

ایسا یاد پڑتا ہے کہ بیسل پور جانے سے پہلے مولوی عبدالحنان صاحب مرحوم اور مخلصین محلّہ بانس منڈی مجھے قاضی شہر کی جگہ مسجد بانس منڈی میں امامت کے لیے لائے، کچھ مدت تک میں نے وہاں امامت کی، بعد میں کچھ مسائل کے خلاف لوگوں نے تحریک عمل کی اور پولیس کا تعاون لے کر محلّہ کے دیگر افراد نے مسجد سے مجھے ہٹا دیا، تو حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کی خدمت کے لیے مجھے بلا لیا اور حضرت شوکت صاحب کے ساتھ کر دیا، جو مجھ پر بڑے مہربان تھے، اب وہ کراچی میں ہیں، حضرت نے جس کمال شفقت سے مجھے رکھا، میں حضرت کی کرم فرمائیوں کو بتمامہا بیان نہیں کر سکتا، اس وقت سے وصال مبارک سے قبل تک حضرت نے مجھے اپنے سایۂ دامن میں رکھا، سفر وحضر میں اپنے ساتھ لیا، اکثر مقامات پر امامت کے لیے مجھے بڑھایا، یوپی، سی پی ، گجرات، کاٹھیاواڑ میں حضرت نے میرا تعارف اپنے کلمات طیبہ سے کرایا۔ آہ! حضرت جب ہم سب سے رخصت ہو گئے۔ فیض رضوی نوری کا چمن آج بھی سجا ہے، مگر اب وہ نہیں کہ جنھیں دیکھ کر دلوں کو سکون روحوں کو قرار آ جاتا تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد علامہ ریحان رضا صاحب علیہ الرحمہ نے مجھ پر بڑی ہی کرم فرمائی کی، افسوس کہ وہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے نہ رہے۔ حضرت جیلانی میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان زمانہ طالب علمی سے آخر عمر تک احقر پر مہربان اور کرم فرما رہے۔ میرے متعلق مدرسہ کی معائنہ بک میں ایک معائنہ میں میرے لیے جو لکھا یہ ان کا شاہکار قلم ہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ناناپارہ ایک بار تشریف لائے، جب ناناپارہ اسٹیٹ میں منیجر علی حسن خاں بریلوی ریاست کے منصب پر تھے اور حضور سیدی مفتی اعظم صاحب قبلہ نے متعدد بار میرے غریب

خانہ کونوازا، جب کہ میرا گھر خس پوش تھا، نہ بجلی تھی، نہ مکان پختہ تھا، حضرت نے دعا دی تو مدرسہ بن گیا، غریب خانہ ازسرنو بن گیا، جب مکان مکمل ہوگیا، روشنی کا پورانظم ہوگیا، تو میرے حضرت نانپارہ تشریف نہ لائے، بلکہ ٹیکم گڑھ کو نوازا، اسی علالت اور ضعف کی کیفیت میں میرے محبّ حاجی اکرام احمد صاحب رضوی نوری حضرت کو اپنے گھر جبل پور سے لے ہی آئے اور حضرت کے کرم خاص سے مدھیہ پردیش کے ہزاروں افراد داخل سلسلہ ہوئے، حاجی صاحب موصوف کا وہ کمرہ جس میں حضرت قیام فرما ہوئے اب میری وہی قیام گاہ ہے، میرا حاجی صاحب کے گھر سے تعلق ہے گھریلو نہیں۔

اس فقیر کی دوشادیاں ہوئیں، پہلی زوجہ سے صرف ایک بچی نفیسہ طاہرہ ہوئی، جو انتقال کرگئی اور اہلیہ بھی رخصت ہوگئیں۔ علیہما الرحمۃ والرضوان

دوسری منکوحہ سے ماشاء اللہ تین لڑکے ہوئے، محمد اشرف رضا مرحوم، محمد محمود رضا قادری، محمد محبوب رضا۔ اشرف میاں، محبوب میاں رخصت ہوگئے۔ علیہما الرحمۃ والرضوان

نورنظر مولوی محمد محمود رضا قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ رب العزت بطفیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و بارک وسلم دین ودنیا وآخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ان کو دین ومذہب اور مسلک اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومدرسہ عزیز العلوم کا سچا خادم بنائے۔

ان کی شادی بھی بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی نانپارہ میں ہوگئی ہے۔ اللہ رب العزت بطفیل حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیر اولاد صالحین بخشے۔

اس فقیر کو شرف بیعت حضور سیدی واستاذی حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث بجنوری خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حاصل ہے۔ حضرت محدث صاحب قبلہ کے وصال کے بعد ایک مدت دراز گزری، تو حضور امام العلما سند الفقہا تاج المحققین سیدی سرکار مفتی اعظم صاحب نوراللہ مرقدہ سے یہ بندہ طالب فیض ہوا اور بخاری شریف کی چند احادیث طیبہ بھی حضرت سے فقیر نے پڑھیں۔

الحمد للہ بطفیل حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم ہر دو بزرگوں سیدی حضرت محدث بجنوری اور سیدی حضرت مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے فقیر کو اجازت وخلافت کی نعمت حاصل ہے۔

بلبل ہند کی حیات وکمالات کا سرسری جائزہ

از : رئیس المحدثین حضرت علامہ
مفتی سید محمد عارف رضوی نانپاروی صاحب قبلہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

بقیۃ السلف حجۃ الخلف بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا آبائی وطن شہر نانپارہ ہے۔ اسی شہر میں آپ کی ولادت ۲۸ر رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ہوئی۔

تعلیم

پرائمری اور مڈل کی تعلیم اپنے وطن مالوف نانپارہ ہی میں حاصل کی۔

نانپارہ میں ایک عالم برحق کی آمد اور آپ کی دینی تعلیم کی ابتدا

عالم ربانی حضرت علامہ مولانا عبدالحمید صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان ساکن آنولا ضلع بریلی شریف، حضور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقدس آستانہ کی زیارت کے لیے بہرائچ شریف کے قصد سے آئے، مگر بہرائچ شریف کسی وجہ سے اتر نہ سکے اور اگلے اسٹاپ نانپارہ پہنچ گئے۔ رات ہوچکی تھی، کسی جگہ قیام کی تلاش میں ایک مسجد میں پہنچے، وہاں کے نمازیوں کو اپنی سرگزشت سنائی اور یہ بھی بتایا کہ میں بریلی شریف کا رہنے والا ہوں۔ بس یہی آخری جملہ ان نمازیوں پر برق غضب بن گیا، انھوں نے میزبانی سے انکار کردیا، لیکن یہ بتادیا، کہ فلاں مسجد میں چلے جایئے، وہاں بکثرت بریلوی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلے گئے اور اہل سنت وجماعت کی مسجد میں پہنچ گئے۔ اس جگہ کے لوگوں نے حضرت کا پرجوش خیر مقدم کیا اور قیام وطعام کا انتظام کردیا۔

پھر نانپارہ کے معزز لوگوں کی ایک نشست ہوئی، جس میں عالی مرتبت جناب حاجی ضیاء اللہ صاحب مرحوم، محترم جناب حاجی رحیم بخش صاحب مرحوم، محترم جناب حاجی محمد سعید صاحب مرحوم، محترم جناب حافظ عبدالغفار خاں صاحب مرحوم، منیجر بینک عالی جناب مولانا قاضی نثار الحق صاحب مرحوم وغیرہم شامل تھے۔ گفتگو کا موضوع یہ

تھا، کہ کیوں نہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنیت کے استحکام وفروغ کے لیے یہیں روک لیا جائے ۔ یہ بات متفقہ طور پر منظور بھی ہوگئی۔لیکن مسئلہ مولانا کی تنخواہ کا تھا، جسے بڑی رانی صاحبہ نے بخوشی منظور فرمالیا اور اس طرح نانپارہ میں ایک سنی عالم کا قیام منصۂ شہود پر رونق افروز ہوگیا۔اہل نانپارہ دانشوروں کی اس سعی پر بہت مشکور ومسرور ہوئے۔پھر حضرت سے درخواست کی گئی، جسے انھوں نے قبول فرمالیا۔

آپ ایک پختہ کار صاحب علم وعمل اور فائق مدرس تھے۔آپ کے قیام کے بعد نانپارہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اہل ذوق حضرات اپنے بچوں کو پڑھنے کے لیے بھیجنے لگے۔

حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی مذہبی دل چسپی اور بہترین صلاحیت کا شہرہ نانپارہ میں ہو چکا تھا،لہذا معاونین اہل سنت کو خیال ہوا، کہ یہ بچہ اگر عالم دین بن جائے ،تو بڑا ہونہار ہوگا ،لہذا آپ کے والد ماجد مستطاب نبی بخش صاحب سے درخواست کی گئی اور انھوں نے بخوشی قبول فرمالیا، اس طرح حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی دینی تعلیم کا انتظام ان کے وطن میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔

آپ نے اپنے رفقاے درس حضرت مولانا سلیمان صاحب مرحوم ساکن نانپارہ محلّہ حسن گنج، حاذق الاطبا عالی مرتبت جناب سید اعجاز رسول عرف حکیم قیصر صاحب مرحوم کے ساتھ محنت شاقہ اور جانفشانی کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کی سرپرستی میں متوسطات کی تکمیل فرمائی ۔ نانپارہ میں دوران تعلیم ہی آپ کی شہرت تقریر ونعت ومنقبت کے ذریعہ ہو چکی تھی۔ اہل نانپارہ آپ پر فدا تھے۔اللہ تعالیٰ نے جولحن داؤدی آپ کو عطا فرمائی تھی، اس میں اتنی کشش تھی، کہ بڑے سے بڑا سخت دل انسان بھی موم ہوجاتا تھا۔

علم وفضل کی راجدھانی شہر بریلی میں آمد

اس طرح علم وفضل کے اس قافلہ کو بریلی شریف میں حاضر ہوکر حصول تعلیم کی سعادت میسر ہوگئی۔اس وقت بریلی شریف علم وفضل کے آفتاب وماہتاب کی روشنی سے منور تھا۔حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے اس زمانے کی زیادہ دوری نہ تھی، خود شاہزادگان اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ شاہ الحاج مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اور سرکار مرشد کریم گنج کرامات فخر المتقین مفتی اعظم ہند علامہ شاہ الحاج مولانا وماوانا وملجانا مصطفیٰ رضا خان صاحب نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی شریف میں مسند ارشاد وتدریس پر رونق افروز تھے۔خلفاے اعلیٰ حضرت کی بھی کمی نہ تھی ۔سیدنا ملک العلما علامہ سید ظفر الدین بہاری،سیدی استاذی صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علامہ شاہ مولانا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی وحضور صدر الافاضل فخر الاماثل مفسر قرآن بنام خزائن العرفان علامہ سید شاہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی، محدث بے مثال ماہر علوم وعرفان ، فائق الاقران

،استاذ الاساتذہ علامہ شاہ مولانا عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے جلیل القدر عظیم المرتبت خلفائے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ومحبوب اساتذہ کرام، نجوم ہدایت کے مہدین باکمال کا گہوارہ تھا، الحمدللہ نانپارہ کے اس نونہال کو گہوارۂ روحانیت وشریعت کی آغوش تربیت میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوگئی۔

آپ کو اس دور میں جن اساتذہ کرام سے شرف تلمذ ملا، کم ایسے لوگ ہوں گے، جن کو ایسے اساتذہ سے استفادہ کی سعادت ملتی ہے۔آپ کے اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں:

(۱) سیدنا حجۃ الاسلام مولانا الشاہ الحاج حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ شہزادہ اکبر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ

(۲) سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمہ شہزادہ اصغر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ

(۳) تلمیذ رشید وخلیفہ ارشد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ، ملک العلما حضرت علامہ شاہ سید ظفر الدین رضوی بہاری علیہ الرحمہ

(۴) محدث بجنوری خلیفہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فخر المحدثین رئیس المتکلمین حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز خاں صاحب علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

(۵) استاذ العلما فاضل اجل مفتی بے بدل حضرت علامہ شاہ تقدس علی خاں صاحب خلیفہ حضور حجۃ الاسلام علیہما الرحمۃ والرضوان

(۶) استاذی واستاذ العلما حافظ احادیث کثیرہ خلیفہ ومرید حضور حجۃ الاسلام علامہ شاہ مولانا احسان علی صاحب حامدی رضوی بہاری محدث بہار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۷) علامہ وقت شارح مثنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ استاذ العلما ماہر درسیات مولانا شمس الحسن شمسؔ پیلی بھیتی ثم بریلوی علیہ الرحمہ

(۸) حضرت مولانا ومقتدانا علامہ نواب مرزا صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۹) ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ شیخ المعقولات والمنقولات علامہ شاہ مولانا عبدالغفور صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) اول الذکر حضرت مولانا عبدالحمید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

غور فرمایئے یہ روحانیت کے شمس وقمر، علم وفضل کے آفتاب وماہتاب اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے آسمان پر درخشندہ ستارے ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا ’’**ھم قوم لا یشقی جلوسھم** ‘‘یہ وہ ہیں جن کے پاس بیٹھنے

والا محروم نہیں رہتا ہے۔ان کی بزم باصفائے کمالات وکرامات وعلم وحکمت میں ایک دن حاضر رہنے والے انسان کی شخصیت عروج کو پہنچ جاتی ہے، چہ جائیکہ ان کے آگے مسلسل سات سال تک زانوے ادب تہہ کرنے والا، ان سے اکتساب فیض میں کوشاں رہنے والا اخاذ محنتی متبع شریعت اس مدت میں بتوفیق ربی جن مراتب علیا پر فائز ہو جائے کم ہے۔

علاوہ ازیں خلیفہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید المحدثین رئیس المتکلمین حضرت شاہ عبدالعزیز خاں صاحب محدث بجنوری سے اکتساب فیض اور آداب واحکام، علوم ومعارف کی تحصیل مزید ہے۔

آپ کا دور تعلیمی دارالعلوم منظر اسلام کا بڑا سنہرا دور تھا۔حضور حجۃ الاسلام کی سرپرستی میں اس دارالعلوم سے اجلہ اکابر اہل سنت فارغ التحصیل ہوئے اور الحمد للہ آج بھی یہ مقدس ادارہ جماعت اہل سنت کی آبرو ہے، فخر المدارس ہے، علم وحکمت کا گہوارہ ہے۔کیوں نہ ہو کہ اس کو نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ سبحان رضا خاں صاحب سبحانی میاں دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی حاصل ہے۔حضرت موصوف بہت ہی باکمال، نہایت دانش مند، بڑے عابد وزاہد اور کم سخن ہیں۔زہد کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کو کم پسند فرماتے ہیں اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ ؎

یادگار اعلیٰ حضرت منظر اسلام ہے
جیسا اس کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک ومسعود ادارہ منظر اسلام کو ہمیشہ باقی رکھے اور مزید کامیابیاں عطا فرماتا رہے۔
یہ راقم الحروف **سید محمد عاف رضوی** بھی اسی محترم مخزن علم کا ریزہ خوار ہے اور یہ کہ حضور مفتی نانپارہ کے اساتذہ میں شیخ المحدثین، محدث بہار علامہ شاہ مولانا احسان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ رکھتا ہے۔فالحمد للہ رب العالمین

الحاصل تقریباً چھ سال کی سعی پیہم کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سند فضیلت جیسی نعمت بے بہا سے نوازا اور حضور حجۃ الاسلام حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ اور جملہ اساتذہ کرام ودیگر علمائے اہل سنت کے ہاتھوں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

نانپارہ واپسی

سند ودستار فضیلت حاصل فرما کر ہزاروں مسرتوں اور سعادتوں کے ساتھ آپ اپنے وطن نانپارہ تشریف لائے تو سارا شہر مسرت وشادمانی کا پیکر بن گیا۔عوام وخواص نے پورے اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کا شاندار استقبال کیا۔

تدریسی صلاحیت وخدمت

آپ کی بہترین تدریسی صلاحیت دیکھ کر اہل علم حضرات نے آپ کو تدریسی منصب پیش کیا، جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا، اس طرح آپ مسند تدریس پر فائز المرام ہو گئے، یہ سلسلہ کئی برسوں رہا۔

نعت خوانی

نعت خوانی میں آپ کے زمانے میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، نہ آج ہے۔ جس محفل میں آپ نعت مبارک پڑھتے، تو پورے مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا اور قلوب وجد میں جھوم اٹھتے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کہی ہوئی نعتیں آپ کو بہت مرغوب تھیں، آپ اعلیٰ حضرت ہی کا نعتیہ کلام پڑھتے، حق تو یہ ہے کہ یہ انھیں کا حصہ تھا۔ آواز میں ایسا سوز وگداز اور داؤدی لحن کہ آج بھی ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

تقریر کا ملکہ

تقریر کی خوبی یہ تھی کہ پہلے سے تقریر کے لیے کوئی تیاری نہ فرماتے، بلکہ برجستہ تقریر میں علم وحکمت کے ایسے پھول برساتے کہ اہل علم پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ نہایت مدلل اور دلیل سے بھری ہوئی اردو ادب میں عربی الفاظ نیز احادیث وقرآنی آیات کی شمولیت اہل علم ودانش کے لیے نایاب تحفہ تھا اور مرقع ادب ہوتا۔ اس طرح وعظ وتقریر کی صلاحیت میں بڑے بڑے خطبا بھی آپ سے ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکتے تھے۔

جس تقریر میں اعلیٰ حضرت کا کلام ''لم یات نظیرک فی نظر'' شامل ہوتا، اس کا سماں ہی عجیب ہوتا۔ عوام تو عوام خواص پر بھی وجد طاری ہو جاتا، دراصل آپ کی تقریر خواص ہی کے لیے زیادہ مفید ہوتی تھی۔

شعروشاعری

آپ کو فن شاعری میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی، جس سے دوسرے شعرا خالی تھے، آپ کی شاعری میں عربیت، اردو ادب کے جامے میں اس طرح شامل ہوتی کہ سننے والے اچھے اچھے شعرا وعلما داد تحسین کی بارش برسانے لگتے۔ ایک بار بریلی شریف میں عرس حامدی کے موقع پر سیدنا حجۃ الاسلام کی شان میں منقبت کہی، جس کا مطلع دیکھیے کتنا خوبصورت اور نادر ونایاب ہے ۔

ہے　ارشاد　فخر　اماجد

حامد منی انا من حامد

اسی طرح حضور تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں صاحب از ہری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مصر سے تعلیم حاصل فرما کر واپس تشریف لائے تو محلّہ خواجہ قطب میں آپ کے بارے میں تہنیت نامہ میں یہ بڑا خوبصورت شعر فرمایا۔

اختر برج سعادت تیری طلعت کی قسم
کس قدر ہے دل نشیں چہرے کا تیرے بانکپن

مطلع یہ ہے ۔

مرحبا آئی ریاض دہر میں فصل سمن
لہلہاتے ہیں گلستاں مسکراتے ہیں چمن

ان اشعار میں شعری محاسن علمائے کرام اور شعرائے ارباب عروض پر مخفی نہیں ہیں، لیکن علمائے اولوالعزم و علم کے ناپیدا کنار ارباب خلوص کا مطمح نظر نہ شاعری نہ شعر گوئی ہوتی ہے، نہ دیگر امور۔ ان کی غرض صرف اور صرف عوام کے عقائد واعمال کی اصلاح ہوتی ہے، یہی علمائے اعلام کا نصب العین اور فرض منصبی ہے، اس اہم فریضہ کو ادا کرنے کے لیے بہت سی چیزیں ضروری ہیں، مثلاً:

تبلیغ وارشاد کے لیے کما حقہ علم کا ہونا۔

الفاظ دل نشیں ہو۔

بولنے والا جامع شریعت ہو وغیرہ وغیرہ

وہ تمام صفات جن کی ضرورت ہدایت وارشاد کی راہ میں ہوتی ہے، حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حسن اخلاق کی حدیث میں بڑی اہمیت آئی ہے۔ یہ خوبی آپ میں ایسی تھی کہ دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے، تھوڑے دن میں آپ کی صحبت میں رہنے والا ہمیشہ آپ سے محبت رکھتا اور آپ کا شیدائی بن جاتا۔

''**من لم یرحم علیٰ صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا**'' پر پورے طور پر کاربند تھے۔ عجز وانکساری کی کیفیت یہ تھی کہ چھوٹوں کے سامنے بھی اپنی علمی عبقریت ظاہر نہ فرماتے، بلکہ اکثر فرماتے کہ میں ہیچ مداں ہوں۔

خشیت الٰہی

خشیت کا عالم یہ تھا، کہ معمولی لغزش پر فوراً توبہ کرتے، کبھی مخاطب سے فرماتے، کہ آپ کو گواہ کر کے توبہ

کرتا ہوں اور کلمہ شریف پڑھتے۔ کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے، مگر اخلاق واحتیاط کے دائرے سے باہر نہ ہوتے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا محبوب طریقہ کار تھا، اس معاملہ میں کسی کی رعایت نہ فرماتے، جو حکم شرع ہوتا، برملا اس سے آگاہ فرمادیتے۔

طہارت

''**الطهارة شطر الایمان**'' پر ایسے عامل تھے، کہ ذرا سا بھی مشکوک چھینٹ کا اندیشہ ہوتا، تو کپڑے دھلوا لیتے یہ اور اس جیسے صفات کمال جیسے مہمان نوازی غربا پروری، اہل اسلام سے ہمدردی ومحبت، غیرت وخودداری، مستقل مزاجی، شریعت مطہرہ کی پابندی، تقوی، طہارت اور اولوالعزمی کا یہ عالم کہ اکثر فرماتے

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

یہ توکل کا اہم مرتبہ ہے اور آپ اس پر کار فرما تھے اور واقعی آپ کا کوئی کام نہ رکتا تھا، اسی موضوع پر مولانا نعیم الاسلام صاحب کا تعارفی مقالہ دراصل ایک مستقل مقالہ ہے، مجھے بہت پسند آیا۔ راقم السطور اب عمر کے اس حصہ میں ہے، جس میں لکھنے کے کام دشواری سے ہوتے ہیں، لیکن حضرت کے مجھ پر بھی بڑے بڑے احسانات اور معاصرت ومواطنت کا تقاضا تھا کہ کچھ لکھا جائے، لہذا جو ہوسکا لکھ دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے لکھنے پر مطمئن وسیر نہیں ہوں۔ ابھی آپ کی زندگی کے بہت گوشے تشنہ تحریر ہیں جو خود میرے مشاہدہ میں ہیں۔

بلبل ہند کا تفصیلی سوانحی خاکہ

از : مفتی ابوالکلام فیضی المصباحی (ڈبل ایم۔اے)
سابق صدرالمدرسین مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

دور تک پھیلی ہوئی ہے اس گل تر کی شمیم
جس کی خوشبو سے معطر کوچہ و بازار ہے

امام الواعظین، فخر المحدثین، بلبل ہند، عاشق حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ رضوی مفتیٔ اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بڑی محترم اور قدآور تھی۔ ایک مستند عالم دین، بلند پایہ فقیہ، لاجواب منتظم، خوش گوشاعر، حق گو، حق شناس، علم وعمل کے پیکر کی حیثیت سے ان کی عام شناخت تھی۔ آپ کی حیات مبارکہ کا تفصیلی خاکہ اس طرح ہے:

اسم گرامی و تخلص

پیدائشی نام رجب علی، بعد میں آپ نے اسم رسالت سے حصول برکت کے لیے نام کے ساتھ ''محمد'' کا اضافہ کیا اور سرکار غوثیت مآب سے نسبت کرتے ہوئے نام کے آخر میں ''قادری'' بھی لگایا، اس طرح پورا اسم گرامی ''محمد رجب علی قادری'' قرار پایا۔

آپ کا تخلص رجبؔ تھا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت شمالی ہند میں نیپال سے متصل قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں (۲۸ر رجب المرجب ۱۳۴۳ھ) یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ہوئی۔

القابات

امام الواعظین، فخر المحدثین، عاشق حضور مفتیٔ اعظم ہند، بلبل ہند، مفتیٔ اعظم نانپارہ، سے بالخصوص پہچانے جاتے ہیں۔

حسب ونسبت

آپ مبلغاً شیخ اور مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری، رضوی، عزیزی، مسکناً بہرائچی، نانپاروی تھے۔

خاندانی حالات

آپ کا خاندان غریب ضرور تھا، مگر غریب پروری میں مشہور تھا۔آپ کے والد ماجد عالی جناب نبی بخش صاحب مرحوم نہایت شریف النفس متقی و پرہیزگار، صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔قلعی کے پیشہ سے منسلک تھے، مزدوری کے اعتبار سے آمدنی کم تھی، پھر بھی وسیع الظرفی، مہمان نوازی ان کی زندگی کا اہم حصہ تھا۔مشکلات سے پنجہ آزمائی کرنے والا، ادیان باطلہ سے کسی طرح کا سمجھوتہ نہ کرنے والا، حق کا ساتھ دینے والا، صبر ورضا کا پیکر، جس نے اپنے وجود مسعود سے ایک ایسے گوہر تابش کو جنم دیا، جو تقویٰ وطہارت کا جامع، شریعت وطریقت کا سنگم، علمی وعملی میدان کا شہسوار شیر رضا تھا۔ رب قدیر ان کی تربت خاکی پر رحمت ونور کی موسلا دھار بارش فرمائے۔آمین

خاندانی شجرہ

مولانا مفتی محمد رجب علی بن صوفی نبی بخش بن علی بخش بن جناب روشن علی

بلبل ہند کی دو بہنیں تھیں: انوری بیگم مرحومہ، اصغری بیگم

زوجۂ اول : ممتازہ بیگم مرحومہ

زوجہ ثانیہ : رجن خاتون عرف استانی جی بقید حیات ہیں۔

اولاد : نفیسہ طاہرہ مرحومہ، محمد اشرف رضا مرحوم، محمد محمود رضا بقید حیات ہیں۔محبوب رضا مرحوم۔

حلیہ مبارک

سانولہ رنگ، دبلا پتلا بدن، میانہ قد، بال سنت کے مطابق، پٹہ دار، کشادہ پیشانی، ابرو کشیدہ، آواز شیریں ولطیف، دندان مبارک موتی کی طرح صاف چمک دار، سر پہ عالمانہ عمامہ، ہاتھ میں چھڑی، کاندھے پر گمچھا، لمبا کرتا، علی گڑھی پائجامہ، خوش وضع چمڑے کا ناگرا جوتا، آنکھوں سے جلال، بدن سے شان ولایت اور فضل وکمال ظاہر تھا۔

عمر شریف

آپ کی عمر شریف تقریباً ۷۵/سال کی رہی ہوگی۔

رسم تسمیہ خوانی

جب آپ کی عمر شریف چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی، تو اسلاف کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے خوش گوار ماحول میں رسم تسمیہ خوانی کرائی گئی، جس کی وجہ سے پورا ماحول مشک بار وضوفشاں ہوگیا۔ رحمت یزدانی کا قافلہ شریک زندگی ہوا اور تعلیم کا سلسلہ آب وتاب سے شروع ہوگیا۔

ابتدائی تعلیم

قاعدۂ بغدادی سے لے کر قرآن پاک کی مکمل تعلیم نانپارہ کے مکتب میں حاصل کی۔ ابتدائی اساتذۂ کرام جنھوں نے علم وحکمت کے جواہر پارے سے آپ کو نوازا، ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) مولوی سردار احمد خاں صاحب مرحوم
(۲) مولوی سید ضیاء الحسن صاحب مرحوم
(۳) ماسٹر سید نور الحسن صاحب مرحوم
(۴) مولوی ریاست علی صاحب بارہ بنکوی

پھر آپ نے نانپارہ ہی میں پرائمری اسکول میں داخلہ لیا اور درجۂ چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ بعدۂ آپ کے والد ماجد نبی بخش صاحب مرحوم ومغفور نے اردو مڈل اسکول میں داخل فرما دیا۔ آپ نے وہاں تین سال تک تعلیم حاصل کی اور وہاں سے اردو دینیات کے علاوہ ہندی وانگلش کی خاصی معلومات حاصل کی۔ اس وقت آپ کی تحریر اتنی اچھی وجاذب نظر تھی کہ آپ کے اساتذۂ کرام برملا فرماتے تھے "بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی"

حفظ قرآن پاک

آپ کا حافظہ اتنا مضبوط وقوی تھا کہ جو بھی یاد کرتے اسے گوشۂ ذہن میں محفوظ کر لیتے تھے، اپنی رغبت ومیلان طبیعت کی بنا پر حافظ محمد عابد صاحب چشتی مرحوم سے تقریباً چودہ پارے حفظ کر لیے۔ پھر بعض مخلصین کے مشورے سے آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ نے عربی وفارسی کی تعلیم شروع کرادی، جس کی وجہ سے حفظ قرآن پاک

مکمل نہ ہو سکا۔

متوسطات کی تعلیم

چودہ پارے حفظ کر لینے کے بعد حضرت مولانا حافظ وقاری مفتی عبدالحمید صاحب قبلہ اشرفی آنولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔اس وقت آپ کے خصوصی ساتھی مولوی حکیم سید اعجاز رسول صاحب قیصر نانپاروی،مولانا محمد سلیمان صاحب نانپاروی اور مولوی سید محمد ذکی صاحب نانپاروی علیہم الرحمہ شریک درس تھے۔

حکیم قیصر صاحب نے ابتدائی کتابوں میں شرکت کے بعد کانپور کے مدرسہ میں داخلہ لیا، پھر وہ لکھنؤ تکمیل الطب سے متعلق ہوئے، وہاں پانچ سال تک کورس پورا کر کے نانپارہ میں مطب کی زینت رہے۔

آپ کے دونوں ہم سبق ساتھیوں نے میزان ومنشعب سے لے کر شرح وقایہ،شرح تہذیب،شرح جامی، ہدایہ،تفسیر جلالین شریف، سراجی اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں حضرت مفتی عبدالحمید صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

بریلی شریف میں داخلہ

جس وقت حصول علم کی غرض سے آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف پہنچے، اس وقت امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادگان مظہر اعلیٰ حضرت حضور سیدی حجۃ الاسلام مولانا شاہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ اور شبیہ غوث اعظم حضور سیدی ومرشدی الحاج الشاہ مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور بہت سے اکابر علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا بابرکت دور تھا۔آپ نے تقریباً سات سال تک بریلی شریف میں رہ کر اپنے مشفق اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور ان حضرات کے فیوض سے شادکام ہوئے، آپ اپنے تمام اساتذۂ کرام میں سب سے زیادہ قریب خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بجنوری سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف سے رہے اور حضرت بھی غایت درجہ آپ پر شفیق تھے۔

فراغت

چناں چہ ۱۹۴۶ء میں منظر اسلام بریلی شریف سے آپ کو دستار فضیلت وسند فراغت حاصل ہوئی، اکابر اہل سنت کے علاوہ شبیہ غوث الاعظم حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا

اورخلعت فاخرہ سے بھی نوازا۔ جن دنوں آپ بریلی شریف میں مقیم تھے، حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بہت قریب تھے، سرکار علیہ الرحمہ کو جہاں کہیں جانا ہوتا تھا، آپ ہی کو اپنے ہمراہ لے جاتے، سرکار علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت نے آپ کو ممتاز شخصیت کا حامل بنادیا تھا۔

ملازمت

بریلی شریف سے فیض یاب ہوکر نانپارہ آئے اور انجمن حنفیہ نانپارہ میں ملازمت اختیار کرلی، کچھ مدت تک انجمن حنفیہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، پھر عروس البلاد ممبئ مسجد مصطفیٰ بازار وکٹوریہ روڈ میں امام کی حیثیت سے آپ کو بلایا گیا، آپ وہاں تشریف لے گئے اور فریضۂ امامت حسن اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ عوام وخواص کے مابین آپ کی خطابت کا شہرہ خوب تھا، جو مقتدی ایک بار آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرلیتا، اس کی خواہش ہوتی، کہ میں برابر آپ ہی کی اقتدا میں نماز ادا کروں۔ مگر وہاں کی آب وہوا آپ کو راس نہ آئی، جلد ہی ممبئ سے واپس آگئے۔

جماعت رضائے مصطفیٰ سے وابستگی

ممبئ سے واپسی کے بعد شبیہ غوث الاعظم حضور سیدی ومرشدی مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے آپ کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف سے وابستہ فرمادیا اور اس کی تمام تر خدمات سپرد فرمائیں اور دعاؤں سے بھی نوازا۔ پھر کیا تھا، شبیہ غوث الاعظم کا حکم پاکر آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کا کام زور وشور سے شروع کردیا، نتیجتاً اس تحریک سے لوگوں کو خوب خوب فائدہ ہونے لگا اور اس تحریک سے کثیر لوگ وابستہ ہوگئے۔ آج بھی یہ جماعت اپنے اشاعتی پروگراموں کو لے کر منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔

امامت وتدریس کے فرائض

بعد ازاں اپنے تعلیمی ساتھی ڈاکٹر فیضان علی صاحب رضوی بیسل پوری کی محبت واصرار پر تکیہ کی مسجد بیسل پور (ضلع پیلی بھیت) کی امامت اور مدرسہ رضویہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا اور کچھ مدت تک آپ نے بیسل پور قیام فرمایا۔ بعدۂ مولوی عبدالحنان صاحب رضوی پیلی بھیتی کی فرمائش پر بانس منڈی کانپور کی مسجد میں فرائض امامت سنبھالے اور کچھ ہی دنوں تک خدمت انجام دیا، کانپور کی مسجد سے علاحدگی کے بعد بیسل پور جانا ہوا تھا، اسی دوران بیمار پڑے اور کافی نقاہت پذیر ہوگئے تھے، آپ کے والد ماجد مرحوم ومغفور آپ کی بیماری کی خبر سن کر پیلی بھیت آپ کو لینے کے لیے تشریف لے گئے، مگر بڑھتی ہوئی علالت کے پیش نظر بریلی شریف کے ہاسپٹل میں داخل

کر دیے گئے، ماہر ڈاکٹروں کی زیر نگرانی علاج ہوتا رہا۔

ایک دن سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ ہاسپٹل تشریف لائے اور آپ کے حق میں دعا فرمائی، دم کیا، دست کرم سے ایسا نوازا، کہ آپ شفایاب ہو گئے، کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ۔

جب بھی دعا کے واسطے اٹھا ہے ان کا ہاتھ
دیکھے ہیں نامرادوں نے تاثیر کے قدم

شفایاب ہو کر نانپارہ چلے آئے اور چند روز کے بعد پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا اور حق رفاقت ادا کرتا رہا، علاج کی غرض سے کانپور تشریف لائے اور مدت مدیدہ کے بعد شفایاب بھی ہوئے، اسی دوران علالت بانس منڈی میں آپ نے دعا کی تھی:

''الٰہی! مجھ کو شفا عطا فرما دے تو تیرے کرم پر بھروسہ کر کے بطفیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الکرام وبارک وسلم نانپارہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کروں گا۔''

یہ دعا ایسی تھی، کہ باب اجابت سے ٹکرائی اور مقبول ومسعود ہو گئی۔ میرے شفیق استاذ گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ حکیم محمد امین الدین صاحب حامدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

تاثیر ہر مرض کی دوا اور دعا میں ہے
لیکن شفا مریض کی دست خدا میں ہے

مدرسہ عزیز العلوم کا قیام

دین متین کے تحفظ وبقا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے شمالی ہند میں نیپال سے متصل قصبہ نانپارہ میں اپنے پیرومرشد خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہ الرحمہ کی یاد میں ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی، مدرسہ عزیز العلوم کے قیام نے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کر دیا، ہر چہار جانب سے دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کھل کر سامنے آ گئے اور اس بطل عظیم شیر رضا کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لیے اسکیم تیار کرنے لگے، یہاں تک کہ قتل کا منصوبہ تیار ہو گیا، مگر خدائے حافظ وناصر نے ایسی فتح ونصرت عطا فرمائی، کہ اعدا کو دین ودنیا سے ہاتھ دھونا پڑا، مسلک اعلیٰ حضرت کا منفرد بے باک حق پسند حق گو نقیب بہانگ دہل اعلان کرتا جا رہا تھا ۔

ہے فضل رب چراغ عزیز العلوم پر
اے حاسدو! یہ تم سے بجھایا نہ جائے گا

وہ نقش جس پہ ہو کرم خاص مصطفیٰ
اعدائے بے خرد سے مٹایا نہ جائے گا

جلووں کا ہرطرف تو یہاں پر ہجوم ہے
ذکر رسول پاک مکرم کی دھوم ہے
دست کرم مفتی اعظم کی چھاؤں میں
گنجینۂ علوم عزیز العلوم ہے

اس مبارک ومسعود کام میں آپ کے ساتھ آپ کے والد ماجد صاحب مرحوم ومغفور بھی جڑ گئے، مدرسین اور طلبہ کے طعام اور دوسری ضرورتوں کے نظم میں آخری عمر شریف تک مصروف رہے۔علیہ الرحمۃ والرضوان

بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی مدرسہ عزیز العلوم بڑی سرعت وتیزی وخیر وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے اور دن بدن شاہراہ ترقی پر گامزن ہے، اس وقت جملہ مدرسین وملازمین کی تعداد ۴۰؍ ہے اور تقریباً تین سو بیرونی طلبہ کے لیے قیام وطعام کا نظم مدرسہ سے ہوتا ہے، مقامی اور قرب جوار کے بچے سیکڑوں کی تعداد میں رہتے ہیں اور علم دین سے اپنے قلوب واذہان کو منور ومجلّٰی کر رہے ہیں۔

عقد مسنون

آپ کی پہلی شادی جبلی گنج نانپارہ میں جناب فضل صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر ممتازہ بیگم سے ہوئی، جن سے صرف ایک صاحب زادی نفیسہ طاہرہ ہوئی، جو انتقال کرگئی اور آپ کی اہلیہ بھی رخصت ہوگئیں۔علیہما الرحمۃ والرضوان۔ بعدہٗ آپ نے دوسری شادی نانپارہ ہی میں جناب امامی صاحب کی شہزادی رجن خاتون سے کی، جنھیں آج استانی جی صاحبہ کے نام سے جانتے ہیں۔دوسری منکوحہ سے ماشاءاللہ تین صاحب زادگان پیدا ہوئے: (۱) محمد اشرف رضا (۲) محمد محمود رضا (۳) محمد محبوب رضا۔

اشرف میاں اور محبوب میاں رخصت ہوگئے۔علیہما الرحمۃ والرضوان۔ حضرت مولانا محمد محمود رضا قادری صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ بقید حیات ہیں، جو خدمت دین وابلاغ شرع متین میں روز وشب مصروف ہیں۔ اللہ رب العزت بطفیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم دنیا وآخرت کی نعمت سے مالا مال فرمائے اور انھیں دین ومذہب، مسلک اعلیٰ حضرت اور مدرسہ عزیز العلوم کا سچا خادم بنائے۔آمین

شان ولایت

یہ مثل مشہور ہے کہ ''ولی را ولی می شناسد'' ولی کو ولی ہی پہنچانتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی معرفت آسان ہے کہ اس کا کوئی ثانی نہیں اور ولی کی شناخت و معرفت مشکل و دشوار ہے کہ اس کا ثانی موجود ہے۔ ایک مرتبہ شہزادۂ حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ بریلی شریف یوپی نے اپنے ایک مخصوص خط میں تحریر فرمایا، کہ مولوی رجب علی زندہ ولی ہیں۔ بلاشبہ جن لوگوں نے آپ کو دیکھا بعینہٖ زندہ ولی پایا۔

بیعت وخلافت

نابغۂ روزگار تاج العلما خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف سے شرف بیعت حاصل تھا، حضرت محدث صاحب قبلہ کے وصال کے بعد ایک مدت دراز گزارنے کے بعد امام العلما سند الفقہا تاج المحققین سیدی مرشدی سرکار مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ سے آپ طالب فیض ہوئے اور بخاری شریف کی چند احادیث مبارکہ بھی حضرت سے پڑھیں۔ الحمدللہ بطفیل حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم ان دونوں بزرگوں سیدی حضرت محدث بجنوری اور سیدی حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما سے آپ کو اجازت وخلافت کی نعمت حاصل تھی۔ دونوں بزرگوں نے آپ کو بہت دیا اور خوب نوازا۔

تعداد مریدین

آپ شریعت مطہرہ کے اس طرح پابند تھے، کہ جو کوئی آپ کو دیکھ لیتا، آپ کا ہو کر رہ جاتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضور سیدی مرشدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اس قدر نوازا اور اتنا نوازا کہ حضرت کے وصال کے بعد جتنی مقبولیت وشہرت آپ کی ہوئی اور کسی کی نہ ہوئی۔ آپ کو دیکھ کر حضور مفتیٔ اعظم ہند کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

آپ کے مریدین کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ ہے، جو مدھیہ پردیش، ناسک، مہاراشٹر، کانپور، ٹیکم گڑھ، جھانسی، کھرگاپور، جتارہ کوڑے بھار، سلطانپور، ہالینڈ، عراق وغیرہ مقامات میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام آپ کی دعاؤں سے کر رہے ہیں۔

خلفا

آپ کے خلفا ایسا نہیں کہ بقول استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی ''اب خلافت نہیں بلکہ خالی آفت دی جاتی ہے''۔آپ نے برسوں پرکھا اور جب مطابق شریعت پایا اور مناسب سمجھا،تو خلافت واجازت کی نعمت بیش بہا سے مشرف فرمایا۔آپ کے چند معروف ومشہور خلفا کے اسمائے گرامی مسطور ہیں:

(۱) جامع معقولات ومنقولات محقق عصر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی

(۲) قاری خوش الحان حضرت قاری اللہ دتہ صاحب امام گلابی مسجد کراچی پاکستان

(۳) مصلح قوم وملت حضرت علامہ مفتی محمد شمس الدین صاحب قبلہ پرنسپل مدرسہ مسعودالعلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

(۴) خطیب براہین ودلائل حضرت علامہ سید چراغ الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ناسک

(۵) فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی امان الرب صاحب صدر شعبہ افتا دارالعلوم مینائیہ گونڈہ

(۶) شہزادۂ بلبل ہند حضرت مولانا محمد محمود رضا قادری صاحب سجادہ ومہتمم مدرسہ عزیزالعلوم نانپارہ

(۷) مجمع حسنات حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب مدرس دارالعلوم اہل سنت ناسک

(۸) ماہر علم وفن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب استاذ مدرسہ مسعودالعلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ

(۹) خطیب اہل سنت حضرت مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ سلطان پوری

(۱۰) عمیم الاکرام سید عرفان علی صاحب خادم درگاہ اجمیر معلیٰ شریف

(۱۱) محترم ومکرم صوفی ذوالفقار حسین صاحب

(۱۲) عظیم المرتبت الحاج الشاہ مولوی خالد برکت صاحب ممبئی

(۱۳) عمید قوم وملت عالی جناب الحاج چودھری عبدالقادر صاحب ممبئی

(۱۴) مصدر حسن اخلاق عالی جناب الحاج صوفی محمد طیب صاحب قادری کانپور

(۱۵) پیکر خلوص ووفا حافظ محمد منور علی صاحب کانپور

(۱۶) ناصر ملت جناب حافظ عزیز رضا صاحب نانپارہ بہرائچ شریف

حضرت کے خلفا جن کا نام صاحب سجادہ حضرت مولانا محمود رضا صاحب قبلہ سے معلوم ہوسکا،اسے درج کردیا گیا۔اس کے علاوہ اگر اور حضرات ہوں،جنھیں قارئین حضرات جانتے ہوں،ان کا نام مکمل پتہ لکھ کر صاحب

سجادہ کے پاس بھیج دیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے۔

منکسر المزاجی

آپ حد درجہ منکسر المزاج تھے، تواضع وانکساری ان کی عام سرشت تھی۔ کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ علامہ، مولانا، مفتی خلیفہ فلاں وغیرہ تحریر نہ فرمایا، بلکہ معلومات کے لیے صرف اپنے نام ہی پر اکتفا فرمایا۔

زہد وتقوی

آپ کا زہد وتقوی بہت مشہور تھا۔ آپ اپنا کپڑا خود دھلتے، مدرسہ کا کوئی سامان اپنے مصرف میں ہرگز نہ لاتے، حتی کہ توشۂ مبارکہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مدرسہ کے نل سے جو پانی لیتے، پہلے اس کی رسید بنوا لیتے۔

توشۂ مبارکہ بنانے میں اس قدر اہتمام فرماتے، کہ پہلے لکڑی دھلواتے اور اسے خشک کراتے، باوضو ہو کر توشۂ مبارکہ بنواتے اور اس کے قریب کسی کو جانے نہیں دیتے۔ امانت داری کا عالم یہ تھا، کہ آپ کی ساری رقوم پر حالات قلم بند ہوتے۔ ایک بار ایک گڈی پر ذاتی ہے یا مدرسہ کی یا کسی اور کی لکھنا بھول گئے، تو ایک زمانہ تک وہ رقم یوں ہی پڑی رہی، بعد میں غربا میں اس رقم کو تقسیم فرما دیا۔ خانۂ کعبہ، مدینہ شریف، بغداد شریف کی طرف کبھی پاؤں نہ پھیلایا اور نہ ان کی طرف کبھی تھوکا۔

ایک مرتبہ بس سے سفر فرما رہے تھے، جس سیٹ پر بیٹھے تھے، اس کا رخ سمت کعبہ ہو سکتا تھا، خیال آنے پر سیٹ بدل دیا اور دوسری خستہ حال سیٹ پر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا، کہ اس سیٹ کا رخ جانب قبلہ ہو جاتا، اس لیے دوسری سیٹ اختیار کر لی کہ عالم بے خیالی میں اس طرف تھوک نہ دیں اور پاؤں بھی نہ ہو جائے۔

سبحان اللہ جس کے تقوی کا یہ عالم ہو، تو وہ دیگر امور شرعیہ وضروریہ میں کتنا پابند رہا ہوگا، اس کا اندازہ خاصان خدا ہی لگا سکتے ہیں۔

بالعموم خلوت میں اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، کبھی کبھی ذکر کرتے کرتے اچانک رونے لگتے، ہچکیاں بندھ جاتیں۔ شاید عارف کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے۔

رشد وہدایت

آپ نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے رشد وہدایت کے وہ سارے کارہائے گراں قدر انجام دیے، جو آپ کے لیے مقدر تھے، مثلاً امامت وتدریس، وعظ وتقریر، بیعت وارشاد، تصنیف وتالیف، افتا وقضا، مناظرہ

ومباحثہ۔غرضیکہ شعبۂ حیات کا ہر کام صرف اور صرف خوشنودی الٰہی کے لیے کیا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے:''جس طرح **ختم اللہ علی قلوبھم** ضروری ہے اسی طرح ان صلح کلیوں سے بھی دور ونفور رہنا اعظم ضروریات سے ہے۔دشمنان خدا اور سول سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہ رہے،مسلک و مذہب کو جتنا کھلے وہابیوں سے نقصان نہیں پہنچتا،اس سے کہیں زیادہ صلح کلیوں سے نقصان پہنچتا ہے۔''

باطل قوتوں کے مقابل آپ ہر وقت سینہ سپر رہے۔ہند ہی میں نہیں،دوران حج سعودی حکومت کو بھی اپنا جلال حق دکھا کر احقاق حق اور ابطال باطل فرمایا۔

خانقاہ حسینیہ

لوگوں کی فیض رسانی کے لیے آپ کی ایک خانقاہ بنام''خانقاہ حسینیہ''تھی،اس خانقاہ کو آپ نے شہنشاہ ناسک رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا تھا۔آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:''ہمیں بہت کچھ شہنشاہ ناسک سے ملا ہے،شہنشاہ ناسک کا مزار سات پہاڑیوں کے اوپر آج بھی ناسک میں مرجع عوام وخواص ہے،آپ کا مرید شہنشاہ ہند شاہ جہاں تھا،اس نے آپ سے بہت فیض وکمالات حاصل کیا۔''خانقاہ حسینیہ''آج بھی''رضوی منزل''کے دائیں جانب مرجع خلائق وذریعہ نفع مسلمین ہے۔

جلالی کیفیت

آپ پر عموماً جلالی کیفیت طاری رہتی تھی۔دراصل بات یہ ہے،کہ بریلی شریف میں ایک مجذوب صفت جلالی بابا حضرت ذرہ شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان رہا کرتے تھے،جن کا نام سن کر ہی سارا محلّہ کانپ اٹھتا تھا۔ایک بار اچانک آپ کی مسجد میں تشریف لے کر آئے اور آپ کو اس زور سے دبوچا کہ آپ کی حالت غیر ہوگئی۔جلال میں آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں،آپ پر غشی طاری ہوگئی۔کچھ دیر بعد اٹھا کر بٹھایا اور اپنی ٹوپی پہنادی،جبھی سے آپ پر بھی جلالی کیفیت طاری ہونے لگی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مناظرہ

میدان مناظرہ میں آپ اسلام کے بطل جلیل اور متکلم بے عدیل اور مجاہد اعظم ناپارہ کی حیثیت سے متعارف

تھے۔ آپ نے متعدد مناظرہ کر کے ادیان باطلہ کو شکست فاش دی اور قل جاء الحق وزہق الباطل کا مظہر اتم بن کر دین حق وصداقت کا پرچم بلند فرمایا۔ کوئی بد دین آپ سے مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوتا، جب معلوم ہو جاتا، کہ مولانا رجب علی صاحب مناظر کی حیثیت سے مدعو ہیں، تو وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ حاضر جوابی، استحضار مسائل، بات بات پر وہابیہ کی گرفت غرضیکہ علم مناظرہ کے جملہ اوصاف کے آپ جامع تھے۔

[**عبدالحکیم بن عبدالشکور کاکوروی کا فرار:** مورخہ ۱۷/نومبر ۲۰۱۹ء/ ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ۔ حضرت علامہ مولانا عبدالقادر قادری کنتوری صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم حنفیہ قلابہ ممبئی نے نبیرۂ بلبل ہند قائد ملت حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی غلام نبی نظامی صاحب اور راقم الحروف نعیم الاسلام قادری سے بیان کیا، کہ آزادی ہند ۱۹۴۷ء سے پہلے جب کہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا، ہمارے قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی کے قریبی گاؤں مکرامئونز درام نگر ضلع بارہ بنکی میں ایک پروگرام ہوا۔ مکرامئو میں سنی بریلوی اور دیوبندی وہابی دونوں گروپ کے لوگ تھے۔ وہابیوں نے عبدالشکور کاکوروی کے لڑکے عبدالحکیم کاکوروی کو تقریر کے لیے بلایا اور سنیوں نے بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کو مدعو کیا۔ کنتور کے کچھ لوگ کانپور میں رہتے تھے اور حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ بھی بانس منڈی کانپور میں خدمت دین انجام دیتے تھے، اس لیے لوگ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ سے مانوس اور ان کی تقریروں کے مشتاق تھے۔ عبدالحکیم کاکوروی کو جب معلوم ہوا، کہ بلبل ہند بھی تشریف لائے ہیں اور ان کی بھی تقریر ہوگی، تو اس نے لوگوں کو بھڑکایا، کہ یہ جہاں تقریر کرتے ہیں، لوگوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے، اس لیے ان کی تقریر نہیں ہونی چاہیے۔ عبدالحکیم کاکوروی کے اس پروپیگنڈہ پر مکرامئو کے لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ بلبل ہند کی تقریر نہیں ہوگی۔ کنتور کے شیدایان بلبل ہند کو پتہ چلا، تو ان لوگوں نے مکرامئو والوں کو مجبور کیا، کہ بلبل ہند کا خطاب ضرور ہوگا، ورنہ ہم کنتور سے اور لوگوں کو بلائیں گے اور پورا گاؤں جلا کر راکھ کر دیں گے۔ مکرامئو والے ناچار حضرت بلبل ہند کی تقریر کرانے پر راضی ہو گئے۔ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کو چاہنے والے حضرت کی قیام گاہ پر پہنچے، جن میں ناچیز بھی شامل تھا۔ رات ۹/بجے سے ۱۰/بجے تک ایک گھنٹہ عبدالحکیم کاکوروی کی تقریر ہوئی۔ بیسوں لوگ جو حضرت بلبل ہند کی قیام گاہ پر پہنچے تھے، حضرت کو جلوس کی شکل میں پروگرام میں لائے۔ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی غیرت ایمانی پر قربان کہ آپ اسٹیج پر نہ چڑھے اور آپ نے فرمایا، اس اسٹیج پر گستاخ رسول اور ناپاک شخص چڑھ چکا ہے، اس لیے ہم اس پر نہ چڑھیں گے اور آپ نے اسٹیج کے قریب زمین پر کھڑے ہو کر ۱۰/بجے سے ۲/بجے رات تک مسلسل ۴/گھنٹے تقریر کی اور عبدالحکیم کا رد بلیغ فرمایا۔ اس نے اہل سنت وجماعت کے خلاف جو باتیں بھی ذکر کیں، ایک ایک کر کے ان سب کا قرآن وحدیث کی روشنی میں دنداں شکن جواب دیا اور اس کے جملہ ہفوات کو باطل ثابت کر دیا۔ لوگ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تقریر سے متاثر ہوئے اور ان پر آشکارا ہو گیا، کہ سنی بریلوی

مسلک ہی حق ہے، اس لیے لوگوں نے طے کیا، کہ عبدالحکیم کا کوروی اور بلبل ہند کے درمیان مناظرہ ہونا چاہیے، تاکہ حق و باطل کا امتیاز ہو سکے۔ بلبل ہند کی تقریر ختم ہوئی اور لوگ جلوس کی شکل میں آپ کو قیام گاہ پر لائے۔ کچھ لوگ مناظرہ کی پیش کش کے لیے عبدالحکیم کے پاس گئے، تو پتہ چلا، کہ اسے معلوم ہو گیا تھا، کہ لوگ مناظرہ کروانا چاہتے ہیں اس لیے وہ فرار ہو چکا ہے۔ نعیم الاسلام قادری]

فتوی نویسی

فتوی نویسی وحدیث گوئی وعلم فقہ وتصوف پر ان کی اچھی نظر تھی۔ عربی زبان میں بے تکلف کلام فرماتے کہ لوگ عش عش کرنے لگتے۔ آپ باضابطہ کسی دارالافتا کی زینت نہ تھے، پھر بھی سفر وحضر میں درپیش آنے والے مسائل کا جواب اتنا مبسوط ومدلل تحریر فرماتے، کہ ایک اچھا خاصہ رسالہ تیار ہو جاتا، انہیں میں سے ایک رسالہ ’’اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب‘‘ ہے جو ایک ایمان افروز اور باطل شکن فتوی ہے، اس رسالہ کا نام مختصر بھی ہو سکتا تھا، لیکن عاشق رسول حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ وحضرت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے سلسلہ علم وادب کو مربوط رکھنے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ جس طرح اعلیٰ حضرت کی تصانیف کے نام پڑھ کر پوری کتاب کا موضوع واضح ہو جاتا ہے، اسی طرح آپ کی تصنیفات سے بھی ظاہر ہے۔ آپ کا فتوی ایک نقش معتبر ہے، فقہی قواعد کا لحاظ، آداب افتا کے اصول ورعایت اور زبان وادب میں مہارت ولیاقت کی عظیم خوبیوں کا اشارہ ملتا ہے۔ افسوس کہ آپ کے جملہ فتاوی محفوظ نہ رہ سکے۔

تصانیف

آپ کی اکثر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں، جن میں ’’ریاض عقیدت‘‘، ’’رضوان قدیر‘‘ نعتوں کا گلدستہ شائع ہو کر عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ ’’ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ‘‘، ’’اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب‘‘ بھی مطبوع ہیں۔

آپ کی کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۵؍ ہوگی، جسے وقتاً فوقتاً شائع کیا جائے گا۔

خصوصیات

آپ کی خصوصیات کو حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے زریں حروف سے قلمبند فرمایا ہے، جسے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے:

’’آپ سادات کا بڑا احترام فرماتے، بزرگان دین کی محبت تو ان کے دل میں جیسے کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔ حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا شاہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس کے روز بڑے اہتمام کے ساتھ مجلس فاتحہ منعقد کرتے۔

شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمہ اور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اعراس میں پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے۔ آپ مسلک اہل سنت کے سچے نقیب وخطیب تھے۔ سیدی ومرشدی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بڑے شیدائی تھے، سرکار کا بڑا اکرام فرماتے اور حضرت علیہ الرحمہ بھی آپ کا بڑا خیال فرماتے۔

مہمان نوازی تو جیسے آپ کی فطرت ثانیہ تھی، اس کا اعتراف ہر اس شخص کو ہوتا جو زندگی میں کبھی ان کا مہمان بنا ہو۔ سیدی ومرشدی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے لیے نیا بستر، نیا مسند، نیا برتن اور مخصوص قسم کا حقہ شریف ہر وقت محفوظ رکھتے۔ ایک بار سرکار علیہ الرحمہ کے لیے ایسا عظیم الشان اہتمام فرمایا، کہ سبحان اللہ نفیس دسترخوان پر چالیس قسم کے برتن میں چالیس قسم کے ماکولات جمع فرمادیے، پھر بھی سکون قلبی نہ ہوا وقت روانگی قدموں پر سر ڈال دیا اور پرنم ہو کر عرض کیا، سرکار! ذرہ نوازی کا شکریہ! افسوس کہ آپ کا یہ غلام شایان شان خدمت نہ کرسکا۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قل شریف میں شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں پڑھتا تھا۔ طلبہ پر آپ بڑے مہربان تھے، یعنی ان طلبہ پر جو ذہین، محنتی، پابند شرع ہوں اور نہ شریروں بالخصوص تعلیم سے جی چرانے والوں کے لیے وہ مخصوص وضع کا کوڑا رکھے ہوئے تھے، جسے کبھی کبھی استعمال کرتے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

تاہم ان کی تادیب ’’جور استاذ بہ زلطف پدر‘‘ کا نمونہ تھی۔ آپ کا اردو، عربی، انگریزی رسم الخط بہت عمدہ تھا، کارڈ اور انتر دیشی پر اسم جلالت اور اسم رسالت لکھنے سے احتیاط فرماتے۔

طبیعت میں مزاح بھی تھا، کبھی کبھی مزاحیہ جملے بھی بولتے۔ آپ شریعت اسلامیہ کے بہت پابند تھے، ہر وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑوس کی مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔ خلق خدا کی ایذا رسانی سے گریز فرماتے، اگر آپ کو یہ احساس ہو جاتا، کہ میرے کسی قول وفعل سے کسی بندۂ مسلم کو ایذا پہنچی ہے، تو بلا تاخیر فوراً مجمع عام میں بھی معافی مانگ لیتے۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ پہلے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، ماں کے ساتھ حسن سلوک کا آپ مثالی پیکر تھے۔ ہر دم ان کی رضا جوئی دل دہی میں لگے رہتے۔ امید کیا جاتا ہے کہ شاید ہی ان کی والدہ ماجدہ کبھی ان پر ناراض ہوئی ہوں۔ آپ صحیح معنوں میں باراً بوالدتہ کے مظہر تھے۔

ماہر علم وفن مخدوم گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد قمر الحسن قمر بستوی صاحب امریکہ نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا، کہ ’’حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ والدہ ماجدہ مسماۃ رسولاً بی بی صاحبہ کی اطاعت شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ چھوٹا سے چھوٹا اور بڑا سے بڑا کام والدہ ماجدہ کی اجازت ہی پر عملی جامہ پہنتا اور والدہ جس امر میں ہاں کہہ دیتیں وہ ہاں ہوتا اور جس امر میں نہ کہہ دیتیں وہ نا ہوتا، اب اس میں اپنی رائے کا کوئی دخل نہ رہتا۔ ایک مرتبہ گجرات کے دورہ پر نکلے اور گھر سے والدہ ماجدہ سے اجازت لینا بھول گئے، جب کانپور پہنچے، تو یاد آیا۔ اب سفر ملتوی کر دیا اور حد درجہ نادم و پشیماں گھر واپس لوٹے، والدہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور بلک بلک کر کسی طفل نو خیز کی طرح معافی مانگنے لگے اور جب تک والدہ راضی نہ ہو گئیں، اس وقت تک وہ ان کو راضی کرتے رہے۔

یہ وہ واقعات ہیں، جو عصر حاضر کے عوام و خواص کے لیے بھی مینارہ نور ہیں، جن کو اپنا کر جہاں رب کریم کی خوشنودی حاصل ہوگی، وہیں تاریخ کا ایک محفوظ ورق بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اسلاف کے بعد کی روایات و اخلاق و عادات میں یہ واقعات تو ہمیں نظر آتے ہیں، مگر اس دور میں اخلاقی قدروں کا قحط ہے۔

ایسی مثالیں آب زر سے لکھی جانے کے لائق ہیں، آپ کی زندگی اسلاف کا ایک جامع اور صاف وشفاف آئینہ تھی، جس میں اسلاف کبار کا تابندہ جمالیاتی نقش دیکھا جا سکتا تھا۔

حج بیت اللہ

بے سروسامانی وقلیل آمدنی میں بھی تین مرتبہ فریضۂ حج وزیارت سے آپ مشرف ہوئے، پہلا حج برٹش گورنمنٹ کے زمانے میں ۱۹۴۷ء میں ادا فرمایا اور دوسرا حج پیر طریقت حضرت سید شاہ مصباح الحسن صاحب پھپھوندوی علیہ الرحمہ کے ساتھ ۱۹۴۹ء میں ادا فرمایا۔ تیسرا حج الحاج غفور بخش کے ساتھ ۱۹۵۵ء میں ادا فرمایا۔ ادائیگی حج کے بعد مدینہ منورہ میں زیادہ قیام ہوتا کہ یہی جان حج ہے، اسی لیے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی مرتبت میں حاضری کے بعد قطب مدینہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے اور انوار و برکات سے مستفیض ہوتے۔

چوتھے حج کے لیے ۱۹۹۷ء میں عازم سفر ہوئے اور ممبئی جا کر زیادہ علیل ہو گئے، ڈاکٹروں نے مشورہ دیا، کہ

امسال آپ حج بیت اللہ کو نہ جائیں ، جب روبہ صحت ہو جائیں تو ضرور جائیں چوں کہ آپ نے ایک وصیت قبل وصال تحریر کرائی تھی ، جس کا ایک جز اس طرح سے ہے:

''مدت سے دربار عالی میں مرنے کی آرزو تھی ، سو پوری نہ ہوسکی ، دربار عالی کا ملتجی ہوں ۔''

اسی وجہ سے اس عالم میں بھی حج بیت اللہ جانے کو تیار تھے ، جب تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری نے آپ کی علالت ونقاہت کو دیکھ کر جانے سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ

''آپ کے ذمہ سے فرض ادا ہو ہی گیا ہے ، اللہ کا کرم ہوا تو آئندہ سال ہم دونوں حج بیت اللہ کو چلیں گے ۔''

آپ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے حد احترام فرماتے تھے ، اسی وجہ سے علامہ ازہری صاحب قبلہ کی بات سے اتفاق فرمایا اور سفر کا ارادہ ملتوی فرما دیا اور پھر علالت کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ یہ مراد وخواہش پوری نہ ہوسکی ۔

بلبل ہند کا خطاب

پہلے حج کے دوران جب قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے کاشانۂ دولت پر حاضر ہوئے ، تو حضرت نے فرمایا ، کہ ''مولوی محمد رجب علی صاحب ! اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا کلام سنائیں''

چنانچہ اسی وقت آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ نعت شریف ''لم یات نظیرک'' پڑھنا شروع کیا ، آپ پڑھتے جارہے تھے اور سامعین کیف وسرور میں جھومتے جاتے تھے ، بعد اختتام حضرت قطب مدینہ نے آپ کو ''بلبل ہند'' کے خطاب سے نوازا اور برجستہ فرمایا ''**یا طوطی الھند تغنی بالوادی فی مدح النبی الھادی**'' اس وقت سے آپ ''بلبل ہند'' مشہور ہو گئے ۔ آپ کی آواز نہایت لطیف ، پرکشش ودل فریب تھی ، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام اکثر گنگنایا کرتے تھے ۔ ارباب حل وعقد کی رائے ہے کہ آپ کو کلام اعلیٰ حضرت پڑھنے کا ملکہ حاصل تھا ۔

نوازش مفتئ اعظم ہند

قابل رشک بات یہ ہے کہ آپ پر مرشدنا الکریم حضور مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خاص نظر عنایت تھی ، اس کا ثبوت ہمیں ممبئ کے ایک واقعہ سے ملتا ہے ، جسے جناب الحاج محمد طیب صاحب کانپوری نے راقم الحروف کو بتایا ۔ واقعہ یوں ہے کہ حضور سیدی مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کسی عقیدت کیش نے دعوت دی اور حضرت نے اسے قبول بھی

فرمالیا، مرید کی دل جوئی کے پیش نظر حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے ہمراہ آپ داعی کے گھر تشریف لے گئے، حضرت کو پہنچا کر اپنی قیام گاہ واپس آ گئے۔ دسترخوان چن دیا گیا اور مہمان حضرات کھانے پر بیٹھ گئے، وہ سماں کیسا پر کیف اور روح پرور رہا ہوگا، جس دعوت میں تاجدار اہل سنت شبیہ غوث الاعظم حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ بہ نفس نفیس موجود ہوں، یقیناً مدعوئین حضرات اپنی اپنی قسمت پر رشک کر رہے ہوں گے۔ اچانک حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ ''مولوی محمد رجب علی کہاں ہیں؟'' داعی نے جواب دیا، حضور وہ چلے گئے، حضرت نے فرمایا، کہ ''انہوں نے ٹھیک کیا وہ طفیلی نہیں ہیں'' مگر انھیں بلاؤ، اگر وہ کھائیں گے، تو میں کھاؤں گا۔ یہ جملے تاجدار اہل سنت کے تھے، ظاہر ہے کہ اس ارشاد پر کس کو لب کشائی کی جرأت ہوسکتی تھی؟ داعی فوراً آپ کی قیام گاہ پر پہنچا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا، کہ اگر آپ دعوت میں نہیں جائیں گے، تو تاجدار اہل سنت سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کھانا تناول نہیں فرمائیں گے۔ حضرت آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ جملہ سن کر آپ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، ہائے یہ کیا غضب ہوگیا، کہ تاجدار اہل سنت میرا انتظار فرمارہے ہیں، داعی کے ہمراہ جب اس کے گھر پہنچے، تو تاجدار اہل سنت شبیہ غوث الاعظم سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے انہیں قریب بٹھایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ماحضر پیش فرمایا۔

اس واقعہ سے حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا غایت کرم فرمانا ظاہر ہوتا ہے اور آپ کا بلا اجازت اس دعوت میں شریک نہ ہونا، احکام شرع کے راز کو کھولتا ہے، کہ بلا اجازت کسی کے دسترخوان پر کھانا نہ کھاؤ، اپنے دینی رہنما کو داعی کے گھر عزت واحترام سے پہنچا کر واپس آجاؤ، ہاں اگر داعی اجازت دے دے، تو کوئی بات نہیں ہے، جب کہ بہتیرے لوگ جذبۂ عقیدت اور ولولۂ شوق میں یہ کام کر گزرتے ہیں، مگر آپ نے اس عالم میں بھی دین متین کی پاسداری کی اور خلاف شرع عمل نہ کیا۔

نعتیہ شاعری

آپ کی نعتیہ شاعری سے متاثر ہو کر مولانا قاری ابوالحسن صاحب احسنؔ بہرائچی نے اپنے احساسات کا اظہار ان جملوں میں کیا ہے:

''آپ متعدد اوصاف کے حامل تھے، آپ کے صفات حمیدہ میں مدح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کا وصف سب سے زیادہ نمایاں اور ہر وصف پر غالب تھا، آپ نے اپنی حیات ثنائے رسول وتوصیف نبی مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ مدح رسول کے دونوں طریقے نظم ونثر کے بیک وقت بادشاہ تھے، گویا جہاں آپ ایک باکمال ادیب ونثر نگار تھے، وہیں شاعر باقتدار بھی تھے۔''

یوں تو شاعری کی چند صنفیں ہیں۔حمد،نعت،منقبت،مثنوی،غزل،قصیدہ،مستزاد،رباعیات،قطعات مگر آپ نے اپنی شاعری کا محور ومرکز زیادہ تر صنف نعت کو بنایا ہے۔جو تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ مستعمل ومقبول ہے۔

نعت کا لغوی معنی تعریف وتوصیف ہے اور فن شاعری میں حضور جان جاں،خلاصۂ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے اوصاف وکمالات اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بیان کرنا۔انواع سخن میں نعت گوئی انتہائی مشکل ترین ودشوار تر ہے،اگر کہا جائے،کہ نعت نگاری تلوار کی دھار پر یا وادی پر خار میں چلنے کے مترادف ہے تو بجا ہوگا۔

کیوں کہ زور قلم ، جولانی طبع ، جوش بیان کے باعث گام گام پر اعتدال کی حد سے مجاوزت کا امکان اور ہلاکت خیز خطرہ کا احتمال ہوتا ہے،اس لیے کہ جس مقدس اور محترم ذات کی باعظمت بارگاہ میں دانستہ وغیر دانستہ ادنیٰ سوئے ادبی بھی حبط اعمال کا سبب ہو،اس کی مدح وثنا میں لب کشائی بڑے ہوش وحواس کا کام ہے،نعت نگاروں پہ یہ حقیقت نہاں نہیں۔

خود امام شعر وادب،معلم عشق مصطفیٰ مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

’’حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے،جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں،اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے،اگر بڑھتا ہے،تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے،تو تنقیص ہوتی ہے،البتہ حمد آسان ہے،کہ اس میں راستہ صاف ہے،جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے،غرض ایک جانب اصلا حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے۔‘‘ (الملفوظ مطبوعہ کانپور ص ۱۴۵،۱۴۴)

اس کی ترجمانی عرفی شیرازی کے درج ذیل شعر سے ہوتی ہے ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہوشیار کہ ہردم تیغ است قدم را

نعتیہ شاعری مشکل ہونے کے ساتھ بڑی خیر وبرکت ، فیروز بختی وسعادت اخروی ، فتح وکامرانی ، خدا اور رسول کی خوشنودی کا باعث اور نتیجہ خیز ہے۔اس لیے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مقبولیت ، عروج ، ترقی کے اعتبار سے ہر صنف سخن پر فائق رہی۔خالص شعرا ہوں یا جلیل القدر ائمۂ علم وفن ، ارباب فکر وفضل ہوں یا مفسرین ومحدثین ہر ایک نے محبوب خاطر رکھا،ان میں اکثر نے نعت نگاری کو اپنی زندگی کا قابل فخر سرمایہ سمجھا۔

جن عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم

میں عقیدت ومحبت ، الفت وارادت کا پھول پیش کیا ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، اسی سلسلۃ الذہب میں عالم افضل فقیہ اجل شاعر بے بدل حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کی ذات گرامی بھی ہے۔

عاشق ذیشان حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کی تالیف ''ریاض عقیدت'' کے نعتیہ اشعار منہ بولتی تصویر ہیں کہ رب ذوالمنن نے جہاں انہیں قادرالکلام، عظیم پایہ سخنور اور بے مثال شاعر بنایا تھا، بادۂ حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے جام سے سرشار، قلب مضطر، دھڑکتے دل، مچلتے جذبات سے سرفراز فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے رب قدیر کے فضل وکرم سے آپ نے شہر بریلی شریف کا رخ کیا، جو عشق وعقیدت کا مرکز، محبت رسول کا لالہ زار ہے، جہاں آداب بارگاہ نبوی سکھائے جاتے ہیں، الفت رسالت کے گل وگلاب مہکتے ہیں، مدحت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین گلدستے سجائے جاتے ہیں، فضاؤں میں توصیف رسول کے سحر انگیز دل آویز نغمے گونجتے ہیں، جب اس چمن کی خوشبو آپ کے مشام جاں تک پہنچی، تو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دینے والی شخصیتوں نے نگاہوں سے آپ کے دل میں عشق ووارفتگی کی بجلیاں بھر دیں۔ پھر تو ہجر رسول وفراق حبیب مقبول کی بے قراری وبے تابی وبے کلی کا یہ عالم ہوا، کہ آپ کا حال منادی تھا ۔

جلاکر خرمن ہستی کو ان کی دید کر اے دل
تماشا آج بھی تو دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

فرماتے ہیں ۔

دکھادیجیے جمال روئے انور یارسول اللہ
چمک اٹھے مرا انجم مقدر یا رسول اللہ

رجب کو حضوری ہو طیبہ میں حاصل
دعا یہ کریں اہل الفت خدارا

رجب کی تمنا ہے اس سال یارب!
یہ آنکھیں ہوں اور رہ گزار مدینہ

آپ توسل کے قائل تھے، اسی لیے اشعار میں اپنے عقیدے کی ترجمانی یوں کرتے ہیں ۔

بریلی، کالپی، مارہرہ و بغداد سے ہوکر
میں طیبہ آؤں یوں زینہ بہ زینہ یارسول اللہ

اور ؎

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا
یہ راہ راہ وصل خدا ہے اسی لیے
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

انہوں نے عالم اسلام کے مسلمانوں کو بتایا، کہ اگر تم فتح وکامرانی چاہتے ہوتو درج ذیل نسخہ کو اپناؤ ؎

حضور سرور کونین کے غلام رہو
تو دو جہاں میں خوش انجام شادکام رہو
خدا کے بندے اگر ہو دلیر ہو کے رہو
ڈرو خدا سے تو پھر فائز المرام رہو
مٹادو شورش ابنائے دشت نجدیت
رہ ہدیٰ میں بصد ذوق تیز گام رہو

وہ ایسے پر جوش مبلغ اسلام تھے، جن کے انگ انگ میں جذبۂ اخلاص واصلاح وہمدردی وفیاضی کارفرما تھا۔ انہوں نے ہر موڑ پر امت کی رہنمائی کی اور ذلت وخواری، مصائب وآلام کے غار عمیق میں جانے سے بچالیا۔ مسلمانوں کے زوال اوراس کے علاج کے سلسلے میں برجستہ فرماتے ہیں ؎

روش اسلاف کی مسلم نے چھوڑی ہوگیا رسوا
جسے دیکھو مصیبت کا ہے اس کے لب پہ افسانہ

مگراس پرفتن وپرآشوب ومذہب کش دور میں ابن الوقت نے کہا تھا کہ اس رندمستانہ کے پاس کیا ہے، جو ہمیں عطا کرے گا۔ چناں چہ اپنے شاہانہ مزاج اورفیض سبحانی کا تذکرہ برمحل فرماتے ہیں ؎

تہی داماں فقیر قادری کا حال تو دیکھو
ہے خالی جیب اس کی دل مگر رکھتا ہے شاہانہ
خدا کے فضل سے مجھ پر کرم ہے غوث اعظم کا
ہو رشک اہل دولت پھر نہ کیوں حال فقیرانہ
یہ عالم جائے عبرت ہے رجبؔ آنکھیں ذرا کھولو
جہاں تھا قصر شاہانہ وہاں ہے رنگ ویرانہ

اور جو اہل ثروت اس خیال خام میں تھے، کہ اس تہی دستی و بے سروسامانی کے عالم میں عزیز العلوم کو فروغ ترقی کی راہ پر گامزن کر پائیں گے؟ انہیں اس شعر سے باخبر کر دیا۔

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ساری توجہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب علیہ التحیۃ والثنا کی جانب مبذول کر دی، جو معطی ہے، منعم ہے اور اس کے محبوب قاسم نعمت ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مصائب وآلام کا مقابلہ صبر وشکر سے کیا۔ ظاہری حالات سے سمجھوتا نہیں کیا اور نہ اہل ثروت کے آگے سپر ڈالا۔ چناں چہ ہر کام بحسن وخوبی انجام پاتا گیا۔

حالت کشف

(۱) فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا، کہ ایک بار کا واقعہ ہے، کہ حضرت مفتیٔ اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ بعد نماز فجر مدرسہ عزیز العلوم میں تشریف لائے، ان دنوں میں طالب علمی کے دور سے گزر رہا تھا، آپ کی پیشانی سے کچھ بے قراری کے آثار نمایاں تھے اور علمائے کرام سے فرمانے لگے کہ آپ لوگ دعا فرمائیں کہ خیریت رہے، خیریت کی اطلاع ملے، تو آپ لوگوں کو مٹھائی کھلاؤں گا۔ دوپہر کو خبر ملی، کہ حضرت سید العلما مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فوراً قرآن خوانی کرائی، پھر ایصال ثواب فرمایا، مٹھائی کا وعدہ ایک بزرگ کی فاتحہ کے تبرک کے طور پر پورا فرمایا، گویا آپ پر مارہرہ شریف کے کل حالات منکشف تھے، جو ایک ولی کامل کی علامت وپہچان بھی ہے۔

(۲) راقم الحروف سے عزیزی مولوی محمد شاہد رضا سلمہ کٹلیاوی نے بیان کیا، کہ ایک بار حضرت مفتیٔ اعظم ناناپارہ اوراد ووظائف میں مشغول تھے اور پاس میں حضرت مولانا محمود رضا قادری فرزند حضرت علیہ الرحمہ کھڑے تھے، جب آپ وظیفہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''مولوی محمد محمود رضا قادری! تم یہاں کھڑے ہو اور تاجدار اہل سنت سیدی مرشدی حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ باہر کھڑے ہیں، تمہیں اس کی فکر نہیں۔''

فوراً آپ حضرات اندر سے باہر تشریف لائے، تو تاجدار اہل سنت کو وہاں موجود پایا، دست بوسی کے بعد حضرت کو اندر لے گئے اور پر تکلف ضیافت کی۔

(۳) راقم الحروف سے مولانا معین الدین صاحب مدرس جامعہ ہذا نے بیان کیا، کہ ایک مرتبہ حضرت مفتیٔ

اعظم نانپارہ نے ناسک سے اجمیر معلیٰ شریف جانے سے قبل ارباب طریقت وعقیدت کیش حضرات سے فرمایا، کہ گاڑی صحیح ودرست کرالو۔لوگوں نے کہا، حضور گاڑی بالکل صحیح ودرست ہے، ابھی چند ہی روز قبل ہر طریقے سے فٹ کی گئی ہے، پھر آپ نے فرمایا، اگر پانی نہ ملا، تو پھر کیا کروگے؟ خیر تکلیف ہی سہی مل جائے گا۔

ناسک سے کچھ دور چل کر جب پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوا، اس وقت گاڑی کا پٹہ ٹوٹ گیا، لوگ گاڑی سے نیچے اتر آئے اور مرمت میں لگ گئے، آپ نے ایک درخت سے ٹیک لگایا اور وظیفہ میں مصروف ہو گئے، مولانا معین الدین صاحب کا بیان ہے کہ میں نے پہاڑی سے دور ایک آبادی دیکھی، وہاں گیا اور پانی لے کر حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا خیر رب قدیر نے میری بات رکھ لی۔

(۴) محمود ملت، شہزادۂ مفتیٔ اعظم نانپارہ حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب زیب سجادہ ومہتمم جامعہ ہذا نے عزیزم مولوی محمد نورالدین سلمہ کو اپنا آنکھوں دیکھا حال قلم بند کرایا، کہ والد ماجد فخر الاماثل، درویش کامل، امام الدلائل، بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری رضوی عزیزی نوری قدس سرہ العزیز کا دورۂ تبلیغ ورشد وہدایت آج سے تیس سال قبل ضلع ٹیکم گڑھ ایم پی کے علاقہ میں جاری تھا، بلدوگڑھ جو کھر گاپور ہی کے راستہ میں پڑتا ہے، وہاں ایک شخص جس کا نام عالم خاں تھا، علاقہ میں اپنی شرپسندی، شراب نوشی، آوارہ گردی میں کافی مشہور تھا، تمام طبقہ کے لوگوں پر اس کا خوف وہراس چھایا ہوا تھا، عالم خاں ایک ضدی ناکارہ آدمی تھا، اپنے سے بڑوں کا کہنا نہ ماننا، ناصح کی نصیحت قبول نہ کرنا، اپنی ضد فاسدہ وانظار کاسدہ پہ اڑا رہنا، رات دن گناہوں میں زندگی بسر کرنا اس کا شعار بن چکا تھا۔ حضور مفتیٔ اعظم نانپارہ کی خصوصیت جہاں اپنوں کو گلے لگا لینا تھی، وہیں ضدی اشخاص کو اپنا کر لینا، اپنی بات منوالینا ان کی زندگی کا آسان طریقہ رہا۔ حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ اپنے ایک مرید جناب اقبال بھائی صاحب کے دولت کدہ پر جلوہ افروز تھے، محمد حنیف اور ان کے والدین، مولانا شیر علی اور ان کے والد مکرم اور دیگر مریدین متعلقین محبین کا مجمع تھا، حضرت آرام فرمانے کے لیے چارپائی پر لیٹ گئے، ابھی چند منٹ گزرے ہی تھے، کہ محرم راز حقیقت جلوۂ قدرت مفتیٔ اعظم نانپارہ بستر خواب سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے، کہ اگر کوئی میرے سامنے زبان درازی کرے یا کوئی نالائقی اور شرپسندی کا اظہار کرے تو تم لوگ خاموش رہنا کوئی کچھ بولے گا نہیں۔ کسے معلوم تھا، کہ اس پاک باز بندے نے کشف کے ذریعہ کیا معلوم کر لیا۔

کتنے ایسے نفوس قدسیہ، جامع کمالات، مجمع حسنات، عظیم المرتبت اشخاص کو دنیا نے یاد رکھا اور تاریخ نے اپنے دامن میں جگہ دی، جنھوں نے گم گشتگان راہ منزل کی صحیح رہنمائی فرمائی اور نور توحید سے تیرہ وتاریک دلوں کو منور ومجلّٰی فرمایا اور عشق پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے سرشار کیا، مسلمانوں میں محبت رسول کی جوت جگائی، عظمت رسول سے آشنا کیا، دشمنان اسلام کے ناپاک ارادوں کو روند دیا اور ایوان باطل کو مسمار کر ڈالا۔ بلاشبہ حضور مفتیٔ اعظم نانپارہ

علیہ الرحمہ بھی انھیں افراد واشخاص میں فرد فرید تھے۔ آج ان کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا یہ فرمان سن کر لوگ پکار اٹھے کہ بلبل ہند مفتیٔ اعظم نانپارہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ غوث وخواجہ اور رضا و مصطفیٰ کے اس دیوانے سے کیا چھپا ہے۔ مفتیٔ اعظم نانپارہ اتنا فرما کر پھر اپنے بستر مبارک پر لیٹ گئے، ادھر عالم خاں شراب کے نشے میں بڑبڑاتا ہوا اپنی زبان سے گستاخانہ کلمات نکالتا ہوا حضرت کے پاس پہنچا۔ مفتیٔ اعظم نانپارہ کے دیوانے فوراً اٹھ کھڑے ہوگئے اور عالم خاں کو پکڑنا ہی چاہتے تھے، اس خوف سے کہ حضرت کی شان اقدس میں گستاخی نہ کرے، ادھر مفتیٔ اعظم نانپارہ اپنے بستر سے اٹھے اور عالم خاں کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمانے لگے:

''سن ذرا ہوش کر مرنے کے بعد تیری ایک نہ چلے گی، تیرے ناز اٹھانے والے تیرے کپڑے بھی اتار لیں گے، تیرے بیش قیمت لباس صندوق میں دھرے رہ جائیں گے، تیرے مال اور متاع اور خون پسینے کی کمائی اور جو تیرے پاس شراب خانے کی فیکٹری ہے، اس پر تیرے ورثہ قابض ہوجائیں گے، اپنے اشک بہارہے ہوں گے، بیگانے خوشیاں منارہے ہوں گے اور تجھے تیرے ناز اٹھانے والے اپنے کندھوں پر لاد کر چل دیں گے اور ایک ایسے ویرانے میں لے آئیں گے کہ تو کبھی بھی اس ہولناک اور دہشت ناک سناٹے میں نہیں آیا تھا اور نہ آسکتا تھا، بلکہ تصور ہی سے کانپ جایا کرتا تھا اب تجھے گڈھا کھود کر منوں مٹی تلے دفن کردیں گے، کوئی تیرے پاس ایک رات ٹھہرنے کے لیے تیار نہ ہوگا، خواہ تیرا چہیتا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، بھاگ کھڑا ہوگا، اب اس تنگ وتاریک قبر میں نہ جانے کتنے ہزار سال تیرا قیام ہوگا، اے عالم خاں! تو کب تک اس طرح بھٹکتا رہے گا؟ کیا اب بھی تیرے سنبھلنے کا وقت نہیں آیا؟ لوگ حیرت زدہ ہیں، ماجرا کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے، ابھی یہ انسان شراب کے نشے میں گالیاں دے رہا تھا، لوگوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا، مگر مفتیٔ اعظم نانپارہ پر نظر پڑتے ہی سارا کا سارا نشہ منٹوں سیکنڈوں میں غائب ہوگیا۔ ذرا دیکھیں کہ ہاتھ پکڑنے والا کون ہے؟ اپنے محبوب کا دیوانہ ہے، عاشق سرور انبیا ہے، فاضل بریلوی کا غلام وشیدائی ہے۔

کس کی مجال تھی کہ اس جلیل القدر شخصیت جو مظہر مفتیٔ اعظم ہے، فانی فی اللہ ہے، باقی باللہ ہے، اس سے نظریں ملاسکتا، یا چون وچرا کی کوئی صورت پیدا کرسکتا۔

مفتیٔ اعظم نانپارہ کے اتنا فرمانے سے اس کے بدن پر ایک لرزہ سا طاری ہوگیا اور ایک بے جل مچھلی کی طرح تڑپ کر عرض کرتا ہے کہ کیا کروں حضرت! فرمایا، بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جھٹ پٹ توبہ کرلو۔ وہ عرض کرتا ہے، حضور! توبہ ضرور کروں گا اور آپ ہی کے دست حق پرست پر کروں گا، مگر افسوس صد ہزار افسوس! حضور! میرا کاروبار شراب کا ہے، شراب کی فیکٹری ہے، جو حرام اور اشد حرام ہے، حساب وکتاب باقی

ہے، بچوں کا کیا ہوگا، گھر کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا، کہ عالم خاں! کیا رب تبارک وتعالیٰ جل شانہ کا فرمان عالی شان نہیں سنا ہے، اللہ ارشاد فرماتا ہے: ''**وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا**'' اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ رزاق اللہ ہے، رزق حلال میں اللہ نے بے شمار برکتیں رکھی ہیں، حرام شے کے استعمال سے نفس حرام چیز کا عادی ہو کر انسان، اللہ اور اس کے رسول سے دور ہو کر گمراہی کے عمیق گڑھے میں پہنچ کر گمراہ و بے دین ہو جاتا ہے۔

مفتیٔ اعظم نانپارہ کا اتنا کہنا تھا کہ عالم خاں پکار کر کہتا ہے، کہ سرکار تو اب دیر کس بات کی؟ شراب نوشی چھوڑ دی، دوکان اور مکان کو حرام روزی سے دور کیا، بس حضور آپ کی غلامی میں جینا مرنا اور رہنا چاہتا ہوں، سرکار! توبہ کرائیے۔ آپ نے اسے توبہ کرائی۔ وہ مفتیٔ اعظم نانپارہ سے مرید ہو گیا۔ سارے دوکان و مکان کی چونا قلعی کی۔ مفتیٔ اعظم نانپارہ کا قیام بلدوگڑھ کی سرزمین پر کئی دن تک رہا۔ ایک دن یہی عالم خاں حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کرنے لگا، حضور! میرے یہاں دعوت قبول فرمالیں۔ آپ نے دعوت اس شرط کے ساتھ قبول فرمائی، کہ عالم خاں! جو میں کہوں گا، وہی تم کھانے میں حاضر کرنا۔ آپ نے فرمایا، کہ صرف روٹی اور دال بنواؤ، اس کے علاوہ دسترخوان پر کچھ نہ رہے، حضرت کو خوب معلوم تھا، کہ عالم خان کھیتی بھی کرتا ہے، اس کے کھیت کا گندم و دال جو اس کی حلال کمائی کی ہے وہی کھایا جائے۔ اللہ اللہ کیا آپ کا تقوی تھا۔ کچھ دنوں بعد مفتیٔ اعظم نانپارہ کو معلوم ہوا، کہ عالم خاں جھانسی ہاسپٹل میں زیر علاج ہیں، اپنے غلام کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، ہاسپٹل پہنچنے پر دیکھا، کہ عالم خاں کے منہ سے خون جاری ہے، شراب نے اس کے پھیپھڑے کو کمزور کر دیا ہے، اعضا مفلوج ہو چکے ہیں۔ حضرت نے پانی منگوایا، دم کیا اور فرمایا، کہ عالم خاں تم کو اچھا ہونا ہی ہے، اگر اللہ ورسول نے چاہا، میں نے بارگاہ غوثیت مآب میں عرضی لگا دی ہے، شفا کی امید قوی ہے۔ تڑپ کر زار وقطار بلک بلک کر پرنم آنکھوں کے ساتھ کہتا ہے، سرکار! کرم کا منتظر ہوں، پھر اللہ کے فضل وکرم سے وہ صحت یاب ہو گیا۔ کئی سال کے بعد مرضی مولیٰ کہ قسمت نے وفا نہ کیا ۱۹۹۵ء میں اپنے پیر ومرشد حضور مفتیٔ اعظم نانپارہ کو آواز دی، آپ نے کشف کے ذریعہ معلوم کر ہی لیا، اس وقت آپ جناب الحاج محمد ابراہیم صاحب حشمتی کے مکان سے یہ کہہ کر اٹھے، میرا مرید، میرا مرید۔ لوگ حیرت زدہ ہیں، کہ آخر حضرت یہ کیوں فرما رہے ہیں۔ ادھر عالم خاں اپنے کھیت پر گیا، قضا آئی اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ اپنے سچے مرید کی تمنا کی آبرو رکھتے ہوئے، اچانک بغیر کسی پروگرام کے جھانسی ہوتے ہوئے بلدوگڑھ پہنچے اور اپنے مرید عالم خاں کی آرزو پوری کر دی اور قوم مسلم کو ان اشعار سے متنبہ فرمایا۔

تا کجا غفلت شعاری اے مسلماں ہوشیار
ہوشیار اے بے خبر ہندی مسلماں ہوشیار

وقت غفلت کا نہیں یہ وقت ہے کچھ کام کا
دیکھ تیری قوم میں اب کس قدر ہے انتشار

دست غیب

(۱) عزیزی مولوی محمد شاہد رضا کٹلیاوی نے راقم الحروف کو بتایا، کہ حضرت مفتئ اعظم نانپارہ کے پاس ایک شخص آیا، جسے کثیر رقم دینا تھا، آپ نے کسی طالب علم سے فرمایا، کہ جاؤ میرے قمیص میں روپیہ رکھا ہے، اسے لیتے آؤ۔ طالب علم آیا اور کہا، حضور قمیص کی جیب میں روپیہ بالکلیہ نہیں ہے۔ آپ نے جلال کے عالم میں فرمایا، روپیہ قمیص کے اندر ہی ہے۔ پھر اسی حالت میں کھڑے ہوئے اور اپنے اس قمیص سے کثیر رقم نکال کر سامنے والے شخص کو دے دیا۔ اس امر کی تصدیق مولانا معین الدین صاحب مدرس جامعہ ہذا نے بھی کی۔

(۲) میں (راقم الحروف) جن دنوں مدرسہ اسلامیہ روناہی فیض آباد زیر تعلیم تھا اور مخدوم مکرم حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اسلامیہ روناہی سے سیرابی علم کر رہا تھا، انہیں ایام میں ثقہ لوگوں سے سنا کہ ایک مرتبہ مدرسہ عزیز العلوم کے غلہ اسٹاک میں غلہ ختم ہو گیا، ناظم مطبخ نے اطلاع دی، کہ حضور طلبہ کا راشن ختم ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ ابھی ختم نہیں ہونا چاہیے۔ ناظم مطبخ نے کہا، حضور میں نے غلہ اسٹاک دیکھا ہے، وہاں غلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ بیٹھ جاؤ، پھر محو وظیفہ ہوئے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا، کہ اب جاؤ غلہ اسٹاک کھولو۔ جب ناظم مطبخ نے غلہ اسٹاک کا دروازہ کھولا، اس کی آنکھیں خیرہ اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، کیا دیکھتا ہے کہ غلہ اسٹاک پورا کا پورا غلہ سے بھرا ہوا ہے۔ اسی لیے تو کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

فقط اشارے میں تیری نجات ہو کے رہی
تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
جو شب کو کہہ دیا دن ہے تو دن نکل آیا
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

مستجاب الدعوات

(۱) رب قدیر کی عطا سے آپ مستجاب الدعوات تھے، جب دعا ومناجات میں ہوتے، تو آداب دعا کی رعایت ضرور کرتے اور رخ جان جاناں کی ہر ہر ادا کے توسل ووسیلہ سے طلب فرماتے۔ آپ کی دعا اتنی سحر انگیز وکیف آور ہوتی تھی، کہ لوگ تصورات کی دنیا میں کبھی بریلی شریف کبھی مارہرہ شریف کبھی کالپی شریف کبھی بغداد

شریف کبھی شہر کوچہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم میں اپنے آپ کو پاتے اور قلب وروح کو جلا بخشتے۔ آپ اپنے ایک مختصر خودنوشت سوانحی خاکہ ص ۷ پر رقم طراز ہیں:

''اللہ رب العزت بطفیل حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نور نظر مولوی محمد محمود رضا قادری سلمہ کو کثیر اولاد صالحین بخشے۔''

اس دعا کا یہ اثر ہے کہ مولانا محمد محمود رضا صاحب کی کل اولاد اس طور پر ہیں اور ابھی سلسلہ توالد وتناسل جاری ہے: (۱) جنید رضا قادری جو اللہ کو پیارے ہوگئے (۲) صفیہ نوری (۳) مولانا قاری محمد حسین رضا (۴) سرخرو رضا (۵) حافظ محمد عارف رضا (۶) ذکیہ نوری (۷) مفتی محمد خالد رضا (۸) گل فشاں نوری (۹۔ محمد شاہد رضا ۱۰۔ چشتیہ نوری)

اولاد مذکورہ کے اسما مفتیٔ اعظم نانپارہ نے قبل از ولادت ہی رکھ دیا تھا، کہ فلاں کے بعد فلاں ہوگا۔

مولانا معین الدین صاحب مدرس جامعہ ہذا کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اولاد نرینہ سے نوازا ہے، میرے گھر میں کوئی لڑکی اب تک تولد نہیں ہوئی ہے، آپ نے فرمایا، کہ جاؤ تمہارے گھر اس بار لڑکی ہی پیدا ہوگی۔ چناں چہ مدت مدیدہ کے بعد شخص مذکور نے آکر خوش خبری سنائی کہ حضور! میرے گلشن حیات میں ایک شہزادی جلوہ گر ہوئی ہے۔ آپ نے اس نوزائیدہ بچی کے حق میں دعا کی اور اس کا نام بھی رکھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے، جس کے شاہد الحاج محمد طیب صاحب کانپوری اور دیگر حضرات بھی ہیں۔ ''تم لوگوں نے ابھی ہم کو نہیں پہچانا ہے۔''

حقیقت تو یہ ہے کہ ان کو کسی نے نہیں پہچانا ہے۔ اب انھیں کھو جانے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ ہم نے ایک قیمتی جوہر کھو دیا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ع قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

تاریخی یادگاریں

آپ کے وہ نقوش جو آپ کے چلے جانے کے بعد بھی منارہ نور ہیں، جن سے لوگ آج بھی کثیر تعداد میں فیض پا رہے ہیں، وہ قدرے اس طرح ہیں:

(۱) جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

(۲) دارالعلوم اہل سنت شاہی مسجد گھاس بازار ناسک سٹی مہاراشٹر

(۳) الدائرۃ القادریہ پریمی دوار کھرگاپور ایم پی

پریمی دوار نام رکھنے کے سلسلے میں حضرت مفتیٔ اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا، کہ حضور یہ نام آپ نے کیوں رکھا، جب کہ یہ نام ہندی زبان میں معروف ہے۔ اس پر مفتی اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ نے فرمایا اور کیا ہی خوب ارشاد فرمایا، جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا، کہ خانقاہ برکاتیہ کے ایک عظیم بزرگ کا تخلص پریمی تھا، اسی تناسب سے میں نے اپنے گھر کا انتساب پریمی دوار سے کیا۔

قرب وصال

جب آپ زیادہ بیمار پڑے تو آپ کو اولا ناسک ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرایا گیا، بیماری کی حالت میں دوا کھانا ضروری تھا، پھر بھی آپ اس سے احتیاط فرماتے، لوگوں کا جب زیادہ اصرار بڑھا اور ہر بوڑھے، جوان، بچے کی آرزو ہوئی کہ حضور! آپ شفایابی کے لیے دوا استعمال کریں، تو آپ نے دوا کا استعمال شروع کیا۔ اس عالم میں محبین ومعتقدین ومریدین مایوس ہو چکے تھے، کہ اب حضور! ہمارے درمیان زیادہ دنوں کے مہمان نہیں رہے۔ یہ آواز آپ کے کانوں تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا، کہ تم سمجھتے ہو میں ابھی انتقال کر جاؤں گا، خدا کی قسم میں ابھی انتقال نہیں کروں گا۔ پھر آہستہ آہستہ روبہ صحت ہونے لگے۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا، کہ آپ کی حیات مبارکہ طویل ہے۔

پھر اچانک یکم اپریل ۱۹۹۸ء بدھ کا دن ملت اسلامیہ کے لیے انتہائی غم انگیز وجان سوز بن کر منصۂ شہود پر آیا، جس دن اسلام وسنیت کی ایک عظیم وبزرگ ترین شخصیت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی۔ علم وعمل کا روشن چراغ جو تقریباً نصف صدی سے زائد ملت کو اپنی عملی وایمانی تابانیوں سے روشن کرتا رہا، بجھ گیا۔ اس حادثہ پر ہم جتنا بھی افسوس کریں کم ہے۔ ۳رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ ۱۱ر بجکر ۵۵ر منٹ پر حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، عارف کامل، عالم باعمل، بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی عزیزی برکاتی مفتیٔ اعظم ناناپارہ ہاسپٹل میں ایک مدت تک بعارضۂ قلب علیل ہو کر زیر علاج تھے، وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سفر آخرت کا آنکھوں دیکھا حال

آپ کے وصال کی خبر کان پور میں جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پھیل گئی، لوگ کارڈیالوجی ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں سے آپ کا جسد خاکی بذریعہ کار قادری ہاؤس پریڈ جو حضرت کی مستقل قیام گاہ تھی، لایا گیا۔ ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے حضرت کے لاکھوں مریدین ومعتقدین ومسلمین کو اطلاع دینے کا سلسلہ جاری ہوا، جنھیں بذریعہ ٹیلی فون، ٹیلی گرام مطلع کیا گیا، کان پور شہر میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر کے وصال کی خبر پہنچائی گئی،

نتیجتاً قادری ہاؤس پریڈ میں عقیدت مندوں مریدوں کا ہزاروں ہزار مجمع شربت دیدار کے لیے امنڈ آیا۔ قادری ہاؤس میں حضرت کا جسد پاک ڈیڑھ بجے دن سے شام تک دیدار کے لیے رکھا گیا، لوگ جوق در جوق آتے اور اپنے محبوب دینی رہنما کا برستی آنکھوں اور رقت قلب کے ساتھ دیدار کرتے رہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مسلسل بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا رہا اور دعاؤں کے لیے سیکڑوں ہاتھ بھیگی آنکھوں کے ساتھ بلند ہوتے رہے۔ قادری ہاؤس میں خوش عقیدہ مسلمانوں کا اتنا عظیم مجمع نگاہوں نے پہلی بار دیکھا ،شہر کان پور کے معزز علمائے کرام ومدارس اہل سنت کے اساتذہ کرام بھی اپنے محبوب رہنما کے دیدار کے لیے حاضر ہوئے۔

شہزادہ بلبل ہند حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب اور حضرت کے بھانجے حافظ عزیز رضا صاحب بھی کانپور میں موجود تھے۔ رات تقریباً پونے آٹھ بجے آپ کا جسد پاک جب بذریعہ ڈی سی ایم نانپارہ کے لیے روانہ ہوا، وہ منظر بھی بڑا ہی رقت انگیز اور غم ناک تھا، ہر دل الم زدہ ہر آنکھ اشکبار تھی، ہزاروں مریدین ومعتقدین نے مضطرب دل اور برستی آنکھوں کے ساتھ حضرت کو الوداع کہا۔ حضرت کے فرزند ارجمند مولانا محمود رضا صاحب اور حضرت کے خصوصی اور چہیتے مرید الحاج محمد طیب صاحب قادری وحافظ محمد منور صاحب قادری ودیگر مریدین جسد پاک کے ساتھ روانہ ہوکر صبح ۵/ بجے کے قریب نانپارہ پہنچے۔ اہل نانپارہ حضرت کے جنازہ پاک کو دیکھ کر بے قرار ہوگئے، نانپارہ کی فضا سوگوار ہوگئی، چراغ تلے اندھیرا کی مثل بہت مشہور ہے اور اس کی صداقت نانپارہ میں بھی ظاہر ہوئی، جب نانپارہ والوں نے حضرت کے جنازہ کے نانپارہ پہنچنے کے بعد اس شمع علم وولایت کے لاکھوں پروانوں کا ہجوم دیکھا، تو اپنے تو اپنے بیگانے بھی کہہ اٹھے، افسوس اتنی عظیم شخصیت ہمارے بیچ رہی اور ہم لوگ اب تک اسے پہچان نہ سکے۔ بہت سے غیر مسلموں کو بھی غم زدہ اور اشکبار دیکھا گیا، انھوں نے اس سوگ میں اپنی دوکانوں کو بھی بند کر دیا۔

تین دن تک آپ کا جسم اطہر برف میں رہنے کے باوجود ٹھنڈا نہ ہوا اور جسم کی حالت جو قبل وصال تھی وہی بعد وصال بھی باقی رہی اور چہرے کی نورانیت میں اضافہ ہوا، بشاشت وحرارت ختم نہ ہوئی، غسل کے وقت شہزادہ بلبل ہند حضرت مولانا محمود رضا صاحب قادری اور حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ، مولانا قاری محمد امانت رسول صاحب، مولانا حسیب رضا صاحب قبلہ، مولانا مفتی امان الرب صاحب قبلہ، مولانا معین الدین صاحب کے علاوہ اور حضرات بھی موجود تھے۔ بیر علی سے آپ کو غسل دیا گیا۔ جنازہ تیار ہونے کے بعد سبھوں نے آخری دیدار کیا۔ جنازہ راجہ صاحب کی مسجد کی جانب چلا، ہر شخص اپنے محسن کو کاندھا دینے کے لیے بے قرار وبے تاب تھا۔ بعد نماز جمعہ سعادت انٹر کالج کے وسیع وعریض میدان میں آپ کے جانشین وخلیفہ حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب نے آپ کی

وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی، جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ اہل نانپارہ کی زبان پر اس وقت یہی تھا، اتنا بڑا مجمع آج تک نانپارہ میں کسی کی نماز جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔ علما و مشائخ کا کہنا تھا کہ مفتیٔ اعظم ہند کے جنازہ مبارکہ کے بعد نانپارہ میں بلبل ہند مفتیٔ اعظم نانپارہ کا جنازہ مبارکہ دیکھا گیا۔ نماز جنازہ کے بعد قبر مبارک تک جنازہ لانے میں طویل وقت صرف ہوا، تقریباً ۴ ربجے تدفین عمل میں آئی بعد تدفین قبر مبارک پر مٹی دینے کے لیے لاکھوں بے چین لوگوں کے عظیم مجمع کو سنبھالنا منتظمین کے بس سے باہر تھا۔ سانحۂ ارتحال کی خبر ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی نشر کی۔

تدفین میں یہ انتظام کیا گیا کہ بانس اور رسوں کو لگا کر مجمع کو روک کر تھوڑے تھوڑے لوگوں کو داخل کیا جاتا اور مٹی دے کر دوسرے راستہ سے باہر نکالا جاتا، یہ سلسلہ تقریبا دو ڈھائی گھنٹہ چلتا رہا، نماز مغرب سے کچھ دیر قبل بلبل ہند علیہ الرحمہ کو خدائے وحدہ لاشریک کے جوار رحمت میں سپرد کر کے غم ناک آنکھوں کے ساتھ لوگ رخصت ہوئے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

بشکریہ سواد اعظم کان پور
۱۸/اپریل ۱۹۹۸ء

عرس چہلم و رسم سجادگی

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان بانی مدرسہ عزیز العلوم کا عرس چہلم شریف مورخہ ۱۱/۱۲/مئی ۱۹۹۸ء کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ سرزمین نانپارہ پر منایا گیا۔ ملک و بیرون ملک سے ہزاروں سے بھی زیادہ عقیدت مندوں نے مزار پر انوار حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ پر آ کر خراج عقیدت کے حسین توڑے پیش کیے۔ اس ساعت سعید میں تاج الشریعہ رہبر شریعت و طریقت، فقیہ العصر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری (علیہ الرحمہ) نے اپنے دست اقدس سے شہزادۂ مفتی اعظم نانپارہ حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب قادری کی رسم سجادگی ادا فرمائی۔

عرس چہلم میں شرکت فرمانے والے علمائے کرام و مشائخ عظام میں

(۱) پیر طریقت حضرت محبوب مینا شاہ سجادہ نشین آستانہ مینائیہ گونڈہ

(۲) مخدوم مکرم حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ رونا ہی

(۳) حضرت مولانا قاری امانت رسول پیلی بھیت

(۴) حضرت علامہ مفتی الیاس صاحب نوری کانپوری
(۵) حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب بہرائچی
(۶) حضرت مولانا مفتی زماں صاحب اترولہ
(۷) حضرت مولانا شمس الہدی صاحب مبارک پور
(۸) حضرت مولانا شمیم نوری صاحب
(۹) حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب امرڈوبھا
(۱۰) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب ازہری

وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان جملہ علمائے کرام ومشائخ عظام نے حضرت تاج الشریعہ ازہری صاحب قبلہ دام فیوضہم کے ساتھ رسم دستار سجادگی میں شریک ہوکر حضرت کی دعا پر آمین کہا۔

بعدہ تاج الشریعہ کی موجودگی میں شہزادہ بلبل ہند حضرت مولانا محمود رضا صاحب قادری نے عہد و پیمان کیا اور اپنی بصیرت افروز تقریر میں مدرسہ عزیز العلوم کی ترقی اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لوگوں کو چلنے کی ترغیب دی جیسا کہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی پوری زندگی کا ماحصل رہا کہ ساری زندگی لوگوں کو بریلی شریف کا دروازہ دکھا کر لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست اور بزرگان دین کی سچی محبت عطا فرمائی۔

صاحب سجادہ کا تعارف اوران کی خدمات

واقف اسرار ہدی، منبع صدق وصفا، شہزادۂ بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد محمود رضا صاحب قادری صاحب سجادہ و مہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف اہل سنت و جماعت کے کہنہ مشق، تجربہ کار، صاحب علم وفضل خطیب ہیں۔ آپ کا پیدائشی نام محمد، عرفی نام محمود رضا صادق ہے۔ آپ کی کنیت ابوخالد ہے۔ آپ کی پیدائش غالبًا اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ہوئی اور ابتدائی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں مولانا حفاظ الدین صاحب بنگالی ،مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب، حافظ سجاد علی صاحب، ماسٹر پٹن صاحب سے حاصل کی۔ اسلاف کی روایت کے مطابق ۱۹۷۱ء میں شبیہ غوث الاعظم حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی رسم تسمیہ خوانی کرائی، جس میں وافر علمائے کرام موجود تھے۔

اس وقت ''رضوی منزل'' کھپڑ یل کا تھا، حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی والدہ ماجدہ نے حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے عریضہ پیش کیا، کہ حضور دعا فرمادیں، کہ یہ مکان پختہ بن جائے۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی اور چند ہی ماہ کے اندر رضوی منزل پختہ مکان کی شکل اختیار کرگیا۔ اسی موقع پر حضرت علیہ

الرحمہ نے وضو کے دوران جہاں کلی فرمایا تھا، وہاں امرود کا درخت نکل آیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم وتربیت مدرسہ عزیز العلوم ورضوی منزل میں ہوئی، جس کے محرک اعلیٰ آپ کے والد ماجد اور آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے مشفق اساتذہ کرام تھے، جن کی دعاؤں اور اپنی جدوجہد، محنت ولگن سے ۱۹۸۳ء میں دستار فضیلت وسند فراغت سے نوازے گئے۔

آپ کی دستار بندی میں ملک وملت کے نامور علما ومشائخ نے شرکت فرمائی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) قائد اہل سنت، مناظر اعظم ہند، فاتح یورپ وایشیا، رئیس القلم مخدوم گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ ارشدالقادری صاحب قبلہ بانی ومہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی

(۲) نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خاں صاحب قبلہ بریلی شریف

(۳) شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب قبلہ پیلی بھیت

(۴) فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵) خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی بانی ومہتمم دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

(۶) ماہر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب پٹنہ

ان جملہ علمائے کرام ومشائخ عظام نے آپ کو ایک ایک عدد جوڑے بھی پیش فرمائے، بلکہ حضرت ریحان ملت صاحب قبلہ نے اپنی اجازت وخلافت بھی عنایت فرمائی، اسی موقع آپ کو حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے بھی اپنی اجازت وخلافت مجمع عام میں عنایت فرمائی۔

بعدہ ۱۹۸۴ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بغرض حصول علم تشریف لے گئے، مگر بعض نامساعد حالات کی وجہ سے واپس آگئے اور ۱۹۸۵ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک مدرسہ عزیز العلوم میں عربی وفارسی کی تعلیم دیتے رہے۔

آپ کی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے نائب مہتمم وناظم تعلیمات مدرسہ عزیز العلوم کی حیثیت سے آپ کو نامزد فرمادیا اور اپنی غیر موجودگی تک آپ کو اپنا جانشین اور مدرسہ عزیز العلوم کا مہتمم بنادیا اور خلافت نامہ تحریراً بھی دے دیا، اس شرط پر کہ پابند شریعت رہیں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے جو مخالف ہیں، ان سے دور ونفور رہیں، خلافت واجازت کی یہی اہم شرط ہے، اگر شرط نہ رہے تو تمام امور مذکورہ سلب ہو جائیں گے۔

آپ کا عقد مسنون ۱۹۸۵ء میں بہرائچ شریف تحصیل نانپارہ کے جناب عبدالرؤف صاحب کی دختر نیک اختر رابعہ خاتون سے ہوا۔ عقد مسنون حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے پڑھایا، شرکائے بزم میں بالخصوص شہزادۂ شیر

بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب پیلی بھیت، حضرت علامہ الحاج مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ روناہی، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ موجود تھے۔ اس موقع پر ایک علمی مباحثہ حضرت مفتی محمد مشاہد رضا صاحب قبلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ کے درمیان ہوا۔ دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ قائم تھے، جب ہدایہ کتاب لائی گئی تو حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ مفتی محمد نظام الدین صحیح ودرست کہہ رہے ہیں۔

آپ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی دعاؤں سے کثیر الاولاد ہیں۔ ڈھائی ماہ کی عمر میں آپ کے والد ماجد نور اللہ مرقدہ نے اشرف العلما مخدوم المشائخ سرکار کلاں حضرت علامہ مختار اشرف صاحب قبلہ کی گود میں آپ کو دے دیا تھا۔ پھر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی غلامی میں شامل فرمالیا۔

بعد ازاں شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قبلہ، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب قبلہ (علیہما الرحمہ) نے بھی اپنی اجازت وخلافت سے نوازا۔

آپ کا تبلیغی دورہ ۱۹۸۰ء سے شروع ہوگیا تھا، پھر ۱۹۸۵ء میں عالم شباب پر پہنچا، بلکہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ دورہ کرنے میں عجب ہی سماں ہوتا تھا۔ ٹیکم گڑھ، کھر گاپور، جتارہ، بلدوگڑھ، کانپور، جھانسی، ممبئی، ناسک، کوڑے بھار، سلطان پور دورہ کے اہم مراکز تھے۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے بعد آپ کا دورہ مذکورہ جگہوں پر اکثر ہوا کرتا ہے، لوگ آج بھی آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہوجاتے ہیں۔

آپ مدرسہ عزیز العلوم کو عروج وارتقا کی منزل پر پہنچانے کے سلسلے میں کوشش بلیغ کررہے ہیں۔ اللہ آپ کو مدت دراز تک مدرسہ عزیز العلوم اور حضرت علیہ الرحمہ کے چھوڑے تمام نقوش کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور حاسدین کے حسد ومفسدین کے شر وفساد سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین

حضور بلبل ہند کی چند کرامتیں

کرامت معیار ولایت نہیں ہے، پھر بھی باعظمت صاحب کردار، ژرف نگاہ مرد کامل سے کرامت کا صدور ہوجائے، تو بعید بھی نہیں ہے، انھیں پاکباز ہستیوں میں سے ایک ذات باعظمت حق گو حق شناس حق نگر شرع مطہر کے پیکر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تھی، جن سے سیکڑوں کرامتوں کا صدور ہوا۔ درس عبرت ومشعل راہ کے لیے چند کرامتیں سپرد قرطاس کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت مولانا معین الدین صاحب مدرس جامعہ ہذا کا عینی بیان ہے کہ میں حضرت مفتی اعظم نانپارہ کے

غسل کے وقت موجود تھا، دوران غسل جب حضرت علیہ الرحمہ کے دہن مبارک میں روئی کا پھاہا دیتا، فوراً باہر نکل آتا تھا، اس وقت مولانا حسیب رضا صاحب قبلہ نے برجستہ فرمایا، کہ خان صاحب! آپ حضرت کے دہن مبارک میں پھاہا نہیں رکھتے، انھوں نے کہا، میں ہر طرح سے عاجز ہوں، جب پھاہا رکھتا ہوں، تو باہر نکل آتا ہے، جب پھاہا ہٹا کر حضرت علیہ الرحمہ کے دہن مبارک کو دیکھا گیا، تو وہاں حاضرین یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے، اس وقت آپ کی زبان مبارک حرکت میں تھی، لگتا تھا کہ آپ علیہ الرحمہ اللہ اللہ کا ورد فرما رہے ہیں۔

(۲) مولانا سیف الدین صاحب بھنگاوی کا بیان ہے کہ جس وقت مفتیٔ اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا جسد پاک صحن میں رکھا ہوا تھا، میں حضرت علیہ الرحمہ کے بائیں جانب تھا، کسی شخص نے مجھے پھول دیا، کہ حضرت کے جسم مبارک پہ ڈال دیں، مولانا موصوف کہتے ہیں کہ میں بائیں سے جوں ہی دائیں جانب آیا کہ حضرت کے جسم مبارک پر پھول پیش کردوں، مجھے ایسا محسوس ہوا، جیسے حضرت علیہ الرحمہ عالم جلال میں فرما رہے ہیں کہ چل دور ہو جا، ہٹ جا، ہٹ جا، اس کا اثر یہ ہوا، کہ میں نے جلدی سے پھول پیش کیا اور لڑکھڑاتے قدم، دھڑکتے دل، لرزتے ہاتھ، غم ناک و پرنم آنکھوں کے ساتھ واپس ہو گیا اور اس کی اطلاع مولانا حسیب رضا صاحب کو دی پھر اس کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کے قریب نہ گیا۔

(۳) مولانا مذکور نے یہ بھی بیان دیا کہ ایک بار حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کلیان وناسک کے سفر پر جارہے تھے، آپ کے ہمراہ مدرسہ کا ایک طالب علم صابر علی درگاہ پیر حنیف بھی شریک سفر تھا، حضرت جب گونڈہ پہنچے، تو وہاں سے ایک ڈاکو آپ کے پیچھے لگ گیا، حضرت کی اور اس طالب علم کی سیٹ بک تھی۔ گاڑی آئی اور دونوں حضرات گاڑی پر سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکو بھی اسی ڈبہ میں پہنچا اور طالب علم مذکور سے کہا، کہ تم سیٹ چھوڑ دو، اس طالب علم نے کہا کہ یہ ہماری برتھ ہے، جب دونوں کے درمیان بحث وتکرار حد سے زیادہ بڑھی اور ڈاکو نے کہا کہ ابھی سیٹ چھوڑتے ہو یا پھر چاقو سے تمہارا پیٹ پھاڑ دوں، اس جملہ کو سن کر حضرت نے اس طالب علم کو اپنے قریب کرلیا اور اس ڈاکو کو سیٹ پر بیٹھ جانے کو کہا، اس نے پوچھا، کہ اے لڑکا تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ تو کہاں جارہا ہے؟ تیرا مشغلہ کیا ہے؟ یہ سارے جملے سن کر طالب علم سہم گیا۔ پھر حضرت سے مخاطب ہوا، بابا! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اور کہاں جارہے ہیں؟ دوران گفتگو حضرت نے اپنی ڈوبچی سے پان نکالا اور پان لگانا شروع کردیا اور فرمایا کہ میں فقیر آدمی ہوں میرے کچھ مریدین ناسک وغیرہ میں رہتے ہیں، انہیں سے ملاقات کرنے جارہا ہوں۔ آپ اس سے بات کرتے جاتے اور وہ آپ کی پیشانی سے انوار وتجلیات کی کرنیں حاصل کرتا، اسی دوران وہ ڈاکو دوسری جانب متوجہ ہوا اور حضرت علیہ الرحمہ نے پان پر دم فرما دیا اور اس ڈاکو کو فرمایا کہ لیجیے اسے کھائیے۔

جوں ہی اس پان کو ڈاکو نے کھایا، اس کی حالت غیر ہوگئی اور وہ آپ کا شیدائی اور جانثار بن گیا، پھر کیا تھا،

جب کوئی اسٹیشن آتا، قسم قسم کی چیزیں خریدتا اور حضرت کو پیش کرتا۔ حضرت نے اس کے سامان کو کھانا پسند نہ فرمایا، بلکہ طالب علم مذکور کو وہ سارے سامان عطا کر دیتے اور وہ اسے کھالیتا، یہاں تک کہ جب وہ ڈاکو کلیان آیا، تو وہیں اتر گیا اور کہنے لگا، کہ حضور! آپ جیسا نیک و شریف و نمازی آدمی آج تک میں نے نہیں دیکھا، میں ڈاکو ہوں، میری جماعت دس افراد پر مشتمل ہے، اگر آپ نہ ہوتے تو اس طالب کو میں قتل کر دیتا، کہ مجھ سے الجھ گیا تھا اور مجھے برا بھلا کہا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے دل ہی دل میں اسے آواز دی ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(۴) اس روایت کو الحاج محمد طیب کانپوری اور الحاج انور خطیب صاحب ناسک اور بہت سے احباب کو بیان کرتے ہوئے سنا، کہ ایک بار حضرت مفتیٔ اعظم ناناپارہ زیادہ بیمار پڑے، انہیں ناسک کے مشہور ہاسپٹل میں داخل کرایا گیا، بعد شفایابی آپ نے ڈاکٹروں اور نرسوں کو رقم کثیر سے نوازا اور دعا بھی دی اور عازم سفر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا، کہ ''آپ لوگ ٹرین سے جھانسی چلیں، میرا انتظار نہ کریں، میں آپ حضرات سے ملاقات کرلوں گا''۔ جب کہ آپ کے ساتھ بہتیرے لوگوں کا ٹکٹ بک تھا، جس میں مذکورۃ الصدر حضرات بھی شامل تھے، چوں کہ پیر کا حکم تھا، اس لیے تمام لوگ اسٹیشن کی جانب چل پڑے، ٹرین آئی، مگر اب تک حضرت تشریف نہ لائے، تمام عقیدت کیش ٹرین پر سوار ہو گئے اور ٹرین چل پڑی، چار کلومیٹر ٹرین چلی اور چل کر رک گئی، مسافر پریشان تھے، کہ آخر گاڑی کیوں کھڑی ہو گئی، ڈرائیور نے انجن کا معائنہ کیا، انجن ہر طرح سے فٹ تھا، گارڈ حیران و پریشان تھا، کہ ماجرا کیا ہے؟

ادھر آپ اپنی کار سے چل کر اس جگہ پہنچے، جہاں ٹرین کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھی، حضرت علیہ الرحمہ کو دیکھ کر عقیدت کیشوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے، جلدی جلدی آپ کو ٹرین پر سوار کیا، جب آپ ٹرین پر سوار ہو گئے، تو ٹرین اپنی منزل کو روانہ ہو گئی۔

اس سفر میں بہت سے لوگوں نے حضرت علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور گوہر مراد کو پہنچے۔

(۵) حضرت مولانا حسیب رضا صاحب قبلہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کو بعد وصال بھی بہتیرے لوگوں نے مدرسہ و رضوی منزل کے قریب چہل قدمی اور وظیفہ و حصار کرتے ہوئے دیکھا۔

کہتے ہیں کہ میں ایک بار جناب محمد اکرم صاحب شوز مرچنٹ ناناپارہ کی دکان پر گیا، انہوں نے کہا، مولانا! اب آپ کے مدرسہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، مولانا موصوف نے کہا، وہ کیسے تو انہوں نے بیان کیا، کہ میں رات کو اپنی دکان بند کر کے گھر واپس جا رہا تھا، کہ ایک بزرگ کو مدرسہ عزیز العلوم کے مکتب کے چبوترے کے پاس کھڑا دیکھا، وہ شخص کرتا اور پائجامہ میں ملبوس، ہاتھ میں چھڑی اور صدری زیب تن کیے ہوئے تھے، وہاں اپنی چھڑی سے

کچھ حصار کے بعد نئے مکان کے پاس تشریف لائے، وہاں کھڑے رہے اور کچھ پڑھتے رہے اور اپنی چھڑی سے حصار بھی کرتے رہے، میں یہ منظر رجب بھائی قریشی کی گلی سے چھپ کر دیکھ رہا تھا اور اس تجسس میں تھا، کہ یہ کون ہیں؟ دل میں خیال آیا، کہ یہ مفتئ اعظم ناناپارہ تو نہیں ہیں، مگر دل کو تسلی دی، کہ آپ علیہ الرحمہ تو اپنے مرقد انور میں آرام فرما ہیں، میں نے اب دیکھا، کہ وہ صدر مدرسہ کے قریب آئے اور وہاں کھڑے ہوکر پڑھنا شروع کیا، اب میں نے اچھی طرح پہچان لیا، کہ یہ تو حضرت مفتئ اعظم ناناپارہ ہی ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ آپ وہاں سے فارغ ہوئے تو ''رضوی منزل'' کا حصار فرمایا، پھر اپنے جائے آرام اصل کی جانب بڑھے اور آستانہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر دائیں بائیں مشاہدہ کیا، اسی درمیان جناب محمد اکرم صاحب اور آپ علیہ الرحمہ سے نظریں چار ہوئیں، پھر وہیں سے آپ علیہ الرحمہ غائب ہوگئے، پھر جناب محمد اکرم صاحب نے بہت تلاش کیا، ہر چہار جانب دیکھا، مگر مایوسی وحسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، وہ اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے ؎

اب انہیں ڈھونڈو چراغ رخ زیبا لے کر

تقریبات عرس

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا سالانہ فاتحہ مخصوص طور پر ۳؍ذی الحجہ کو احاطہ مزار اقدس حضرت علیہ الرحمہ پر سادہ و پروقار طور پر منایا جاتا ہے۔ بعد نماز فجر مزار شریف پر قرآن خوانی ہوتی ہے، بعدہ نیاز توشہ مبارکہ حضرت غوث اعظم تاجدار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا ہے۔ پھر تلاوت قرآن کریم، نعت ومنقبت خوانی وعلماے اہل سنت کے نورانی بیانات ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ شہزادۂ بلبل ہند حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب قادری کی نگرانی میں غسل مبارک وچادر وگل پوشی ہوتی ہے۔ ۱۱؍بجکر ۵۵؍منٹ پر حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا قل شریف ہوتا ہے اور صاحب سجادہ شجرہ خوانی کرتے ہیں اور صلوۃ وسلام بحالت قیام ودعا خوانی پر مجلس پاک کا اختتام ہوتا ہے اور توشۂ مبارکہ کھا کر لوگ اپنے محسن کو خراج عقیدت پیش کرکے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوجاتے ہیں۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی حیات مبارکہ ہی میں ۹، ۱۰، شعبان المعظم کو مدرسہ ہذا کا سالانہ جلسہ منعقد کیا کرتے تھے، انھیں تاریخوں میں اب بھی مدرسہ عزیز العلوم کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے اور اسی تاریخ سے حضرت علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس سراپا قدس کو بھی جوڑ دیا گیا تاکہ دور دراز سے آنے والے مہمانوں کو دوبار زحمت کرنے کا موقع نہ پڑے۔

بلبل ہند کی حیات وخدمات کا اجمالی خاکہ

از : ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی
استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

گرامی قدر عالی مرتبت مولانا محمد محمود رضا قادری صاحب زیدت عنایتھم واخلاصھم کا گرامی نامہ موصول ہوا۔موصوف نے اپنے والد گرامی ''حضرت بلبل ہند'' کی حیات اور کارنامے پر مشتمل ایک تفصیلی مضمون قلم بند کرنے کی فرمائش کی ۔ یہ ان کی ذرہ نوازی ہے، کہ انھوں نے احقر کو یاد کیا۔حسب حکم ''بلبل ہند'' کی حیات وخدمات پر ایک مختصر مضمون صفحۂ قرطاس پر اتارنے کی کوشش کررہا ہوں۔

''بلبل ہند'' حضرت علامہ مولانا الحاج محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔خداوند قدوس نے آپ کو بہت سے اوصاف کا حامل بنایا تھا۔آپ ایک خوش الحان قاری ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ عالم دین تھے۔امامت وخطابت آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔میدان مناظرہ کے آپ ایک عمدہ شہسوار تھے۔افتا میں بھی آپ کو اچھا درک حاصل تھا۔مضمون نگاری اور شعروشاعری میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی اور سنیت کا فروغ آپ کے مشن کا ایک انوکھا باب تھا، اس کے ساتھ یا تحت جتنا کچھ لکھا جائے وہ کم ہے۔آپ کا زہد وتقوی بہت ہی مشہور تھا۔آپ کی پرہیز گاری اور تقوی شعاری کو دیکھ کر حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کا رشتہ ایک اعلیٰ خاندان کی لڑکی سے کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور آپ کا عندیہ معلوم کیا، آپ نے برجستہ اپنا نسب نامہ بیان کر دیا اور رشتہ قبول کرنے سے معذرت کرلی۔(بہ روایت ماسٹر شاہد رضا خاں) تذکرہ نگار نے لکھا ہے، کہ آپ اپنا کپڑا خود صاف کرتے تھے، مدرسہ کا کوئی سامان اپنے مصرف میں نہیں لاتے تھے۔توشہ مبارکہ کی نیاز کے لیے مدرسہ کے نل سے جو پانی استعمال میں لاتے تھے، پہلے اس کی قیمت دے کر رسید بنوالیتے تھے، اسی پیکر زہد وتقوی، ناشر سنیت، علم بردار مسلک اعلیٰ حضرت ''بلبل ہند'' کی ولادت باسعادت قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ہوئی۔جب آپ کی عمر شریف سخن آموزی کے حدود کو پار کرنے لگی، تو خاندانی طریقے کے مطابق رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔پھر باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ متوسطات کی تعلیم نانپارہ ہی میں ہوئی۔اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف حاضر ہوئے، یہاں پر آپ نے مسلسل سات سال تک بڑی محنت اور عرق ریزی سے تعلیم حاصل کی۔ماہر علم وفن نابغۂ روزگار شخصیات اور ممتاز علمائے کرام کی درسگاہوں سے علم وفن کی تشنگی دور کی۔جامعہ رضویہ منظر اسلام سے

فراغت اور دوران قیام کے حالات بیان کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام فیضی صاحب رقم طراز ہیں:''چناں چہ ۱۹۴۶ء میں منظر اسلام بریلی شریف سے آپ کو دستار فضیلت وسند فراغت حاصل ہوئی۔ اکابر اہل سنت کے علاوہ شبیہ غوث الاعظم حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا اور خلعت فاخرہ سے بھی نوازا۔ جن دنوں آپ بریلی شریف میں مقیم تھے، حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بہت قریب تھے، سرکار علیہ الرحمہ کو جہاں کہیں جانا ہوتا تھا، آپ ہی کو اپنے ہمراہ لے جاتے، سرکار علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت نے آپ کو ممتاز شخصیت کا حامل بنادیا تھا۔''

سرکار مفتی اعظم ہند کی ہمراہی کا ایک واقعہ جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے، جس سے آپ کی عظمت ورفعت کا اندازہ ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ آپ کے زہد وتقوی کا پہلو بھی واضح طور پر سامنے آتا ہے، اسے اختصار کے ساتھ پیش کررہا ہوں:

''حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو ممبئ کے کسی عقیدت کیش نے دعوت دی اور حضرت نے اسے قبول بھی فرمالیا، مرید کی دل جوئی کے پیش نظر حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے ہمراہ آپ داعی کے گھر تشریف لے گئے، حضرت کو پہنچا کر اپنی قیام گاہ واپس آگئے۔ دسترخوان چن دیا گیا اور مہمان حضرات کھانے پر بیٹھ گئے، وہ سماں کیسا پر کیف اور روح پرور رہا ہوگا، جس دعوت میں تاجدار اہل سنت شبیہ غوث الاعظم حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ بہ نفس نفیس موجود ہوں، یقیناً مدعوئین حضرات اپنی اپنی قسمت پر رشک کررہے ہوں گے۔ اچانک حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ'' مولوی محمد رجب علی کہاں ہیں؟'' داعی نے جواب دیا، حضور وہ چلے گئے، حضرت نے فرمایا، کہ''انہوں نے ٹھیک کیا وہ طفیلی نہیں ہیں'' مگر انھیں بلاؤ، اگر وہ کھائیں گے، تو میں کھاؤں گا۔ یہ جملے تاجدار اہل سنت کے تھے، ظاہر ہے کہ اس ارشاد پر کس کو لب کشائی کی جرأت ہوسکتی تھی؟ داعی فوراً آپ کی قیام گاہ پر پہنچا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا، کہ اگر آپ دعوت میں نہیں جائیں گے، تو تاجدار اہل سنت سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کھانا تناول نہیں فرمائیں گے۔ حضرت آپ کا شدت سے انتظار کررہے ہیں۔ یہ جملہ سن کر آپ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، ہائے یہ کیا غضب ہوگیا، کہ تاجدار اہل سنت میرا انتظار فرمارہے ہیں، داعی کے ہمراہ جب اس کے گھر پہنچے، تو تاجدار اہل سنت شبیہ غوث الاعظم سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے انہیں قریب بٹھایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ماحضر پیش فرمایا۔'' (سوانحی خاکہ غیر مطبوعہ)

یہ بات ناقابل تردید اور اظہر من الشّمس ہے کہ جس کسی کو بھی شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی صحبت اور ہم نشینی کا شرف حاصل ہوگیا، وہ ذرہ تھا، تو آفتاب ہوگیا، ادنیٰ تھا، تو اعلیٰ ہوگیا محتاج تھا، تو غنی ہوگیا۔ حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب قبلہ ایک مستند عالم دین تھے، آپ کو صرف نظر کرم اور فیضان کی ضرورت

تھی ، حضور مفتی اعظم ہند کی نظر عنایت آپ پر ہوگئی اور ان کا فیضان آپ پر جاری ہوگیا ،جبھی تو آپ عوام وخواص سب کی نظر میں مقبول ہوگئے اور امام الواعظین ،فخر المحد ثین ،بلبل ہند،مفتی اعظم نانپارہ جیسے خطابات والقابات سے نوازے گئے ۔

حصول تعلیم کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر درس وتدریس ،امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیا۔ ساتھ ہی ساتھ ''جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی'' کے بینر سے آپ نے دین اسلام کی اشاعت اور رشد وہدایت کا کام وسیع پیمانے پر کیا۔ آپ کی تقریر میں وہ جادو تھا، کہ تقریر سنتے ہی لوگ آپ کے گرویدہ ہوجاتے تھے اور تن من دھن سب کچھ نچھاور کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ آپ کی امامت وتدریس کا تذکرہ کرتے ہوئے سوانح نگار نے لکھا ہے'' اپنے تعلیمی ساتھی ڈاکٹر فیضان علی صاحب رضوی بیسل پوری کی محبت واصرار پر تکیہ مسجد بیسل پور کی امامت اور مدرسہ رضویہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا اور کچھ مدت تک آپ نے بیسل پور میں قیام فرمایا۔ بعدۂ مولوی عبدالمنان صاحب رضوی پیلی بھیتی کی فرمائش پر بانس منڈی کانپور کی مسجد میں فرائض امامت سنبھال لیے۔''اس طرح لوگوں کی فرمائش اور احباب کے اصرار پر آپ نے ملک کے طول وعرض میں جہاں کہیں بھی بہتر سمجھا ، اپنی امامت وخطابت ، درس وتدریس کے ذریعے دین متین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ سند فراغت کے بعد تقریباً بارہ سال تک آپ نے وطن عزیز سے دور رہ کر مذہب وملت کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا کام خلوص وللّٰہیت کے ساتھ انجام دیا اور پرچم حق کو ہر چہار جانب لہرا دیا، لیکن جب آپ نے اپنے قصبے میں بدمذہبیت کے جراثیم کو پنپتے اور باطل پرستوں کا زور پروان چڑھتے دیکھا، تو آپ نے عزم شبیری کا مظاہرہ کیا اور ایک قلعہ''مدرسہ عزیز العلوم'' قائم فرمایا۔ مولانا ابوالکلام فیضی صاحب رقم طراز ہیں:

''دین متین کے تحفظ وبقا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے شمالی ہند میں نیپال سے متصل قصبہ نانپارہ میں اپنے پیرومرشد خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہ الرحمہ کی یاد میں ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی ۔ مدرسہ عزیز العلوم کے قیام نے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کردیا، ہر چہار جانب سے دشمن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھل کر سامنے آگئے اور اس بطل عظیم شیر رضا کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لیے اسکیم تیار کرنے لگے۔''

قیام مدرسہ کے بعد جب سنیت کو فروغ حاصل ہونے لگا ، مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہونے لگی ، تو باطل پرستوں اور بدعقیدہ لوگوں نے آپ کو زک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ، حتیٰ کہ آپ کی جان کے دشمن ہوگئے ، لیکن آپ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی جنبش نہیں آئی اور نہ ہی کبھی آپ مرعوب ہوئے ، بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ دشمنان دین کا مقابلہ کرتے رہے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بدعقیدہ لوگوں سے آپ نے اکثر مباحثہ ومناظرہ کیا۔ جس کی روداد بہت طویل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق آپ کا طریقۂ کار ہمیشہ جاری رہا۔ بات بات پر بدعت کا فتویٰ صادر کرنے والے لوگ آپ کے طریقۂ کار کو دیکھ کر آپ سے الجھتے تھے اور بحث ومباحثہ کرنے لگتے تھے۔ نتیجتاً مناظرہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب فیضی صاحب رقم طراز ہیں:

''میدان مناظرہ میں آپ اسلام کے بطل جلیل اور متکلم بے عدیل اور مجاہد اعظم نانپارہ کی حیثیت سے متعارف تھے۔ آپ نے متعدد مناظرہ کر کے ادیان باطل کو شکست فاش دی اور ''قل جاء الحق'' کا مظہر اتم بن کر دین حق وصداقت کا پرچم بلند فرمایا۔''

مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے مختلف جہتوں سے دین کی خدمت کا فریضہ ادا کیا اور سیکڑوں گم گشتہ راہ کو راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ خدائے پاک آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

بلبل ہند : حیات وخدمات کے چند گوشے

از : حضرت مولانا حامد رضا محبوبی صاحب
استاذ المرکز الاسلامی دار الفکر بہرائچ شریف

برصغیر ہند وپاک میں اسلام کی ترویج واشاعت صوفیاے کرام وعلماے ربانیین کی مرہون منت ہے، جنھوں نے علم وعمل، رشد وہدایت سے ایک جہان کو منور کیا، ہزار ہا ہزار گم گشتگان راہ کو منزل مقصود تک پہنچایا، تشنگان علم ومعرفت کو اپنے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے شاد کام فرمایا۔ ماضی قریب میں ایسی ہی ایک دینی علمی شخصیت بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی نانپاروی کی گزری ہے، جنھوں نے پورے خلوص وللّٰہیت سے عقائد حقہ کی ترویج واشاعت، اہل سنت وجماعت کا تحفظ اور اصلاح معاشرہ کی خاطر اپنی پوری زندگی وقف فرمادی۔ جہد مسلسل وسعی پیہم سے ملک کے اکناف واطراف میں مدارس دینیہ کا جال بچھادیا، علم وادب کی قندیلیں روشن کیں، بگڑے ہوئے معاشرہ میں دینی ماحول کو فروغ دیا اور جس جانب بھی آپ نے رخ کیا، فرقہائے باطلہ کے تاروپود بکھیر دیے اور سنیت کو فروغ دے کر دین متین کی وہ خدمات انجام دیں، جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ کی نورانی تعلیمات، روحانی کشش اور اخلاقی عظمت نے لوگوں کو دامن اسلام سے وابستہ کیا، آپ کی علمی، دینی اصلاحی اور روحانی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ سطور میں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

حیات مستعار کا مختصر خاکہ

آپ کی حیات کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۱۹۲۳ء میں قصبہ نانپارہ میں ہوئی، چار سال چار مہینہ چار دن کی عمر میں اسلاف کی اتباع میں رسم تسمیہ خوانی ہوئی، قاعدہ بغدادی اور قرآن پاک کی تعلیم نانپارہ ہی کے ایک مکتب میں ہوئی۔ قرآن مقدس ناظرہ کی تکمیل کے بعد پرائمری اسکول میں درجہ چہارم تک تعلیم حاصل کی اور پھر مڈل اسکول میں اردو، دینیات، ہندی اور انگلش کی اچھی خاصی معلومات حاصل کیں، پھر آپ کے والد نے دینی رجحانات کی وجہ سے قرآن کریم کے حفظ کے لیے حافظ محمد عابد چشتی کی درسگاہ کا انتخاب کیا، آپ نے چودہ پارے حفظ کر لیے لیکن مخلصین ومحبین کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے درجات عربی وفارسی میں داخل کر دیا، پھر آپ نے مولانا عبدالحمید صاحب اشرفی آنولوی سے شرف تلمذ حاصل کیا، آپ نے میزان ومنشعب سے شرح وقایہ، شرح تہذیب، شرح جامی، ہدایہ، تفسیر جلالین شریف اور دیگر درسی کتابوں تک کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد حصول علم کی غرض سے

مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی پہنچے، آپ نے سات سال تک اپنے مشفق اساتذہ کرام کے زیر تربیت رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

یوں تو آپ تمام اساتذہ کے منظور نظر تھے، لیکن خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز بجنوری سابق شیخ الحدیث منظر اسلام آپ پر غایت درجہ شفیق ومہربان تھے، آپ کی فراغت ۱۹۴۶ء منظر اسلام بریلی شریف سے ہوئی۔ یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوئے۔

زہد و پارسائی

حضور بلبل ہند مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ معاملات میں بہت ہی محتاط تھے اور کیوں نہ ہو، آپ کی تربیت حضور مفتی اعظم ہند اور محدث جلیل علامہ عبدالعزیز بجنوری کے زیر سایہ ہوئی تھی آپ میکدہ رضا کے روحانی وعرفانی جام سے سرشار تھے، یہی وجہ تھی، کہ آپ کے رگ وپے میں خشیت الٰہی موجزن تھی۔ آپ زہد وورع کے پیکر، حسن سیرت اور بلندی کردار سے آراستہ تھے۔ نفس میں پاکیزگی کوٹ کوٹ کر سمائی ہوئی تھی، اتباع شریعت کا اس قدر پاس ولحاظ تھا، کہ اپنی گفتار وکردار، نشست وبرخاست، خورد ونوش اور وضع قطع ہر چیز میں شریعت کی پابندی کرتے۔ اصل تقوی اور پرہیزگاری یہی ہے کہ ایک بندہ مومن کھانے کے دسترخوان سے منبر ومحراب تک اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو۔ تقوی صرف نماز اور روزہ کی ادائیگی کا نام نہیں، بلکہ حسن معاشرت، خلوص وللّٰہیت، خشیت ربانی اور عشق رسول کے حقیقی سوز وگداز سے عبارت ہے۔ آپ کی بارگاہ کے حاضر باش علما وفضلا بیان فرماتے ہیں، کہ آپ پاکیزہ صفات اور نیک سیرت تھے۔ آپ کے زہد وتقوی کا اندازہ مفتی ابوالکلام فیضی مصباحی کی عبارت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''مدرسہ کا کوئی سامان اپنے مصرف میں ہرگز نہ لاتے، حتی کہ توشۂ مبارکہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مدرسہ کے نل سے جو پانی لیتے، پہلے اس کی رسید بنوا لیتے۔''

اور آگے کچھ سطور کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''امانت داری کا عالم یہ تھا، کہ آپ کی ساری رقوم پر حالات قلم بند ہوتے، ایک بار ایک گڈی پر ذاتی ہے یا مدرسہ کی یا کسی اور کی لکھنا بھول گئے، تو ایک زمانے تک وہ رقم یوں ہی پڑی رہی، بعد میں غربا میں اس رقم کو تقسیم فرما دیا، خانہ کعبہ، مدینہ شریف، بغداد شریف کی طرف کبھی پاؤں نہ پھیلایا اور نہ ان کی طرف کبھی تھوکا۔''

مذکورہ تحریر میں آپ کی امانت داری اور تقوی وپرہیزگاری کی سچی تصویر نظر آتی ہے۔ آپ کا یہ طرز عمل دور حاضر کے بانیان مدارس وذمہ داران مساجد ودیگر اعیان اہل سنت کے لیے درس عبرت ہے۔

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ تقوی انسانی زندگی کا سب سے قیمتی زیور ہے اور سب سے گراں قدر متاع ہے۔ آج ہر طرف انارکی پھیلی ہوئی ہے، غبن اور کرپشن فروغ پا رہے ہیں، پوری دنیا ابلیسی نظام حیات کے تار و پود بُننے میں لگی ہے،، بحر و بر، روئے زمین فساد و بگاڑ کے آہنی شکنجہ میں ہے، ایسے حالات میں تقوی کی اہمیت وافادیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں جب تقوی کی جوت نہ جگائی جائے گی، معاشرہ میں خدا ترسی کو جب تک فروغ نہیں دیا جائے گا، اس وقت تک ہمارا معاشرہ پاکیزہ نہ ہو سکے گا اور حقوق تلف ہوتے رہیں گے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ ایسے نازک حالات میں بھی زہد وورع جیسے پاکیزہ خصال سے متصف تھے، آپ کی ذات پر تقدس و پارسائی کی علامتیں ستاروں کی طرح بکھری نظر آتی تھیں، آپ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے بلکہ معاشرتی اور دینی زندگی کے ہر پہلو پر خوف خدا سے لرزاں اور محبت رسول میں سرشار نظر آتے تھے۔

شاعری

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے شعر وشاعری کو بھی اپنی جولان گاہ بنایا اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں نعتیہ اشعار کے تحفے پیش فرمائے، آپ کی تپش عشق جب بھڑک جاتی، تو سوز عشق الفاظ کے پیکر میں ڈھلتا چلا جاتا۔ آپ کا کلام بہت ہی سادہ، دلنشیں اور حب رسول سے لبریز ہے، جس میں فکر کی جولانیت، آیات واخبار کی تصویر کشی، پند وموعظت اور اسلاف کی محبت کے جلوے نظر آتے ہیں۔

بنیادی طور پر شعر وشاعری کا محرک عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جب قلب وسینہ میں عشق کی آگ سلگتی ہے، تو زبان وقلم سے نعت رسول وجود میں آتی ہے اور اس میں جس قدر گیرائی ہوتی ہے، نعتیں بھی اتنی ہی پر اثر ہوتی ہیں۔ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا دل بھی عشق مصطفیٰ کا مدینہ تھا، آپ عاشق صادق کے منصب جلیل پر فائز المرام تھے، آپ کی شاعری کا محور ومرکز قرآن مقدس (جو پوری دنیا کے لیے رشد وہدایت ہے) اور نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تھی۔ جب محبوب کائنات کی یاد آتی، جذبہ عشق ومحبت سے بے تاب ہو جاتے، سوزش عشق کی کرب انگیزیاں مضطرب کرتیں، نگاہیں جلوہ گاہ محبوب کی دید کی مشتاق ہوتیں، تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عاشقانہ ووالہانہ انداز میں یوں التجا فرماتے ؎

بلا لو اپنے روضہ پر خدارا یارسول اللہ
کرم کا اپنے پھر کردو اشارہ یارسول اللہ
تم اپنے بندگان در کو طیبہ میں بلاتے ہو
شہا میں بھی ہوں اک بندہ تمہارا یارسول اللہ

بلاشبہ عشق مصطفیٰ ہی ہر درد کی دوا ہے، جس نے بھی اپنے سینے میں عشق مصطفیٰ کی تڑپ رکھی، اس نے دنیا کی سب سے عزیز متاع متاع ایمان سے اپنے قلب وجگر کو شاد وآباد رکھا اور یہی دنیا کے ہر غم کا مداوا ہے، آپ فرماتے ہیں۔

ہزاروں زخم ہیں دل میں مگر ان کی محبت کا
فقط اک درد ہے میرے لیے آرام جاں ہوکر

جو یاد میں ان کی مرتا ہے مرتا ہی نہیں وہ جیتا ہے
قسمت کے دھنی کو ملتا ہے یہ عشق کا سودا کیا کہنا

الغرض! آپ کے مجموعہ کلام ریاض عقیدت کا ایک ایک حرف عشق رسالت کے والہانہ انداز کا غماز ہے اور آپ کے نعتیہ دیوان میں معجزات وکرامات اور آیات واحادیث کا انبار ہے اور عشق رسول ہر ہر سطر سے نمایاں ہے۔

دینی خدمات

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی ذات خدمت دین متین کے حوالے سے محتاج تعارف نہیں، آپ کے پہلو میں دین وملت کے تئیں ایک دھڑکتا ہوا دل تھا۔ ہمہ وقت آپ معاشرہ میں درآئی بدعات وخرافات کو دور کرنے کی فکر میں سرگرم رہتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام حیات کی ترویج وتنفیذ میں ہمہ وقت کوشاں رہتے۔ ہمیشہ یہ فکر دامن گیر ہوتی، کہ ملت اسلامیہ کے نونہالوں کو بارگاہ رب سے قریب کیا جائے، ویران دلوں میں عشق مصطفیٰ کی آگ لگائی جائے اور ملت کے نونہالوں کو علم وعمل کے زیور سے آراستہ کرکے میدان عمل میں اتارا جائے، چناں چہ آپ نے دینی خدمات اور تبلیغی ذرائع کی متعدد صورتیں اختیار فرمائیں۔

(۱) درس وتدریس : آپ نے فراغت کے بعد دو جگہوں پر تدریسی خدمات انجام دیں: (۱) انجمن حنفیہ مصباح العلوم نانپارہ (۲) مدرسہ رضویہ تکیہ مسجد بیسل پور پیلی بھیت۔ آپ شریعت وطریقت دونوں کے جید عالم تھے، خداداد ذہانت وفطانت کی بدولت مروجہ تمام علوم وفنون میں آپ کو مہارت حاصل تھی، قرآن وحدیث اور فقہی جزئیات پر گہری نظر تھی، علوم حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ میں مکمل دسترس رکھتے تھے، فن نحو وصرف اور منطق وبلاغت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی بارگاہ کے حاضر باش علما فرماتے ہیں، کہ علوم وفنون کی باریکیاں سمجھانے کا آپ کو ملکہ حاصل تھا، دوران درس تقریر اتنی سادہ اور آسان ہوتی، کہ غبی سے غبی طالب علم سمجھ جاتا۔

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں: ''میں ایک روز مختصر المعانی

پڑھا رہا تھا اور مولانا کسی سفر سے واپس آئے تھے، مدرسہ میں داخل ہوتے ہی مجھ سے کہا، کہ آج مختصر المعانی کا سبق میں پڑھاؤں گا، میں نے اس سبق کے لیے بھرپور مطالعہ کیا تھا، مگر جب انھوں نے پڑھانا شروع کیا، تو مجھے بے پناہ حیرت ہوئی، ظاہر ہے، وہ سفر سے واپس آئے تھے، مطالعے کا موقع انھیں کہاں ملا ہوگا، مگر یقین جانیے میں ان کے سامنے خود کو طفل مکتب محسوس کر رہا تھا۔ کاش! انھیں پڑھانے کا موقع ملا ہوتا، تو ملک کے طول وعرض میں ان کے تلامذہ کی شکل میں سیکڑوں علما موجود ہوتے، لیکن افسوس آپ کو تدریس کا وقت نہ مل سکا۔"

اور مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، مسئلہ لا ینحل کی عقدہ کشائی نہایت حسین انداز میں فرماتے تھے، بڑے سے بڑے فلسفیانہ ومنطقیانہ مباحث کو تمثیلی انداز اور آسان لفظوں میں پیش فرماتے، ذہانت وفطانت کا یہ عالم کہ درسیات کے مضامین مستحضر اور اس کی عبارتیں محفوظ تھیں۔ عربی وفارسی ادب میں منفرد المثال تھے۔"

(۲) تقریر : آپ اپنی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ ایک باکمال مقرر اور باکمال خطیب بھی تھے، ایک سنجیدہ اور پروقار خطیب کی حیثیت سے جو کچھ بیان کرتے سامعین کے دلوں میں اترتا چلا جاتا، آپ کی تقریر سے بے شمار لوگوں کو ہدایت کی دولت نصیب ہوئی، آپ نے برسر منبر مسلمانوں کے اندر عشق رسول علیہ التحیۃ والثنا کی شمع جلائی، احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔ تنہا اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک تنظیم اور ایک انجمن تھے۔ ملک کے گوشے گوشے میں خاص کر عروس البلاد ممبئی اور ناسک وغیرہ میں آپ کی خطابت کا شہرہ رہا۔ آپ کے زیر اثر علاقوں میں آج بھی آپ کے تبلیغی دورے کا اثر محسوس ہوتا ہے، اپنی تقاریر کے ذریعہ آپ نے عشق مصطفیٰ اور تصلب وسنیت کا ایسا جام پلایا، کہ بدعقیدہ جماعتیں سر نہ اٹھا سکیں۔

(۳) مدارس اسلامیہ کا قیام : مدارس اسلامیہ جو اشاعت دین کے اہم مراکز اور مستحکم قلعے ہیں، جہاں نونہالان اسلام کی وہ ٹیم تیار کی جاتی ہے، جو میدان علم وعمل میں نکل کر بھٹکے ہوئے لوگوں کو جادہ مستقیم پر گامزن کرتی ہے، لوگوں کے دلوں میں معرفت الٰہی اور عشق مصطفیٰ کی شمع روشن کرتی ہے، ان کے قلوب واذہان میں مخلوق خدا کے لیے خلوص وہمدردی، خصوصا مومنین کی خیر خواہی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ یوں تو آپ نے کثیر مدارس اسلامیہ کی سرپرستی فرمائی ہوگی، ہم ان اداروں کا ذکر کرتے ہیں، جن کے آپ بانی ہیں: (۱) جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف (۲) دار العلوم اہل سنت شاہی مسجد گھاس بازار ناسک سٹی (۳) الدائرۃ القادریہ پریمی دوار کھرگاپور ایم پی۔ موخر الذکر دونوں اداروں کا حال تو راقم کو معلوم نہیں، البتہ اول الذکر ادارہ نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ آج بھی اپنے مقصد کی طرف رواں دواں ہے، روز اول ہی سے مستند علما، حفاظ وقرا کی ایک بڑی فوج تیار کی ہے، جو ملک کے طول وعرض میں دین متین کی خدمت انجام دے رہی ہے۔

تحریر

حضرت بلبل ہند کو دیگر نمایاں خصوصیات کے ساتھ تحریر وانشا پردازی میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی، آپ اپنے مافی الضمیر کو بذریعہ قلم بحسن وخوبی ادا کرنے پر کامل دستگاہ رکھتے تھے، جب ضرورت محسوس ہوئی، آپ نے قوم وملت کی اصلاح کے لیے تحریر کا سہارا لیا، آپ کو قلم وقرطاس سے کافی شغف ودلچسپی تھی، آپ اس وقت کے رسائل وجرائد میں اپنی تحریر ارسال کرتے، میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ جب بھی اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا، آپ نے اعلائے کلمہ حق کے لیے اپنے اشہب قلم سے اس کے مکر وفریب کو واضح کر کے دنداں شکن جواب دیا۔ حمایت حق اور تصلب فی الدین کا جذبہ بے کراں آپ کے سینے میں تھا، یہی وجہ ہے کہ جب بھی فرقہائے باطلہ نے اپنی پرفریب تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر شب خون مارنے کی کوشش کی، تو آپ نے تقاریر وتحریر کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کی ہدایت ورہنمائی کا منصبی فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ ان کے مکر وفریب کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح فرمایا، چناں چہ آپ نے ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' اس وقت تحریر فرمائی جب وہابیوں نے ایصال ثواب کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا۔ اسی طرح آپ نے ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' نامی کتاب تحریر فرمائی، جب کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنے کو ناجائز کہا گیا اور آپ نے رافضیوں کے خلاف ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ''قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعۃ'' ہے۔ اول الذکر دونوں کتابیں معمولات اہل سنت کے اثبات میں ہیں اور موخر الذکر کتاب شیعوں کی مکمل تردید میں ہے۔ زبان وبیان شگفتہ اور انداز دل نشیں ہے۔ حجج قاطعہ، براہین ساطعہ سے منکرین میلاد وایصال ثواب کے مزعومات فاسدہ کے شیش محل کو آپ نے چکنا چور کر دیا، قرآن کریم کی آیتوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں اور عقلی دلائل اور اقوال علما وفقہا سے اپنی کتابوں کو مزین فرمایا، کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والا آپ کے تبحر علمی کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کے علاوہ اور کتب کی فہرست کچھ یوں ہے: کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات، حیات مسلم، بانگ صبح، انوار القدس، رضوان قدیر، ریاض عقیدت، رد البطلۃ، حاشیہ ہدیہ سعیدیہ۔

الحاصل! آپ درس وتدریس کے شہنشاہ، اقلیم سخن کے تاجور منفرد المثال صاحب طرز ادیب، متبحر عالم بلند پایہ خطیب دیدہ ور محقق ودقیق النظر فقیہ اور علم شریعت وطریقت کے حسین سنگم تھے۔

اساتذہ وشیوخ

بلبل ہند : بیعت وخلافت اورمرشدین اجازت

از : نبیرۂ حضور بلبل ہند

حضرت مولانا مفتی محمد خالدرضا قادری صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلي علی رسولہ الکریم

جب سے اللہ پاک نے کائنات کو وجود بخشا، تبھی سے اللہ پاک نے مخلوق میں ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی، چناں چہ جنت کو جہنم پر عرش کو آسمانوں پر بعض فرشتوں کو دیگر فرشتوں پر اور دوسری مخلوق پر بنی نوع انسان کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ''

پھر بنی آدم میں امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثناء کے وجود مسعود سے پہلے بنی اسرائیل کو تمام قوموں پر۔ ارشاد ہوا: ''انی فضلتکم علی العالمین''

مگر جب امت محمدیہ زیر سایۂ محمدی پروان چڑھی اور بنی اسرائیل نے سرکشی کی، تو یہ تمغۂ فضیلت اللہ پاک نے امت محمدیہ کو عطا فرمایا اور ارشاد ربانی ہوا: ''کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ''

یہی نہیں بلکہ بعض رسولوں کو بعض پر اور بعض اپنے مقربین کو دیگر بعض پر فضیلت بخشی اور ارشاد فرمایا: ''تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ'' اور فرمایا ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ''

ان تمام قرآنی شواہد سے ان کا بطلان روز روشن کی طرح واضح ہو گیا، جو ہر نبی وولی کو اپنے جیسا یا معاذ اللہ چمار وذرۂ ناچیز سے کم تر کہتے اور لکھتے ہیں، جب خلاق کائنات نے ان میں باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی، تو مفضول کو افضل کا محتاج بھی بنایا، انھیں بیچ کی کڑیوں کو نکال کر منزل مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرنے والے گمراہ وگمراہ گر کہلائے۔

انسان زندگی کے جس طبقہ اور شعبہ کو دیکھے، وہ دن رات یہی مشاہدہ کرے گا، کہ ہر ایک اپنے سے بڑے کا محتاج ہے، اگر آپ کو کسی طرح کا علم حاصل کرنا ہے، تو اس علم کے ماہر استاذ کی ضرورت ہے، ہنر سیکھنا ہے، تو اس ہنر کے بہترین کاریگر کی رہنمائی کی حاجت ہے۔ اسی طرح اللہ نے روح اور جسم پیدا فرمایا اور ان کی تربیت کے لیے اسباب بنائے جسم کی پرورش کے لیے والدین یا ان کے قائم مقام کسی مربی کا محتاج بنایا اور روح کی پرورش کے لیے اہل تقوی کی جماعت تیار فرمائی کہ جن کی تقلید کا پٹہ گلے میں ڈالنا سعادت مندی، جن کی جی حضوری نجات خروی

ہے۔مگر برا ہوان غیر مقلدین کا جنھوں نے اپنے گلے میں نہ اہل شرع کی تقلید کا قلادہ باندھا اور نہ ہی اہل تصوف کی بیعت کا پٹکا، بلکہ جمہور کے طرز سے ہٹ کر من شذ شذ فی النار کے مستحق ہوئے، اسی پر بس نہ کیا، بلکہ جمہور کے ہر عمل میں شرک و بدعت کا پہلو نکالنے لگے۔ کچھ دنوں پہلے ایک غیر مقلد مولوی فیض احمد کو کہتے ہوئے سنا، کہ پیری مریدی بدعت وگمراہی اور قرآن وسنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی، کہ خود کو قرآن وحدیث پر عامل بتانے والے نام نہادوں کو قرآن وحدیث کا اتنا واضح مسئلہ نظر نہ آیا، پھر شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھا اور مسکرا کے رہ گیا۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشم آفتاب راچہ گناہ

پھر یہ کہ یہ کور چشمے دور حاضر میں صم بکم عمی کے مصداق بھی ہیں، دراصل اہل سنت سے یہ دوری باطنی نفاق اور عناد کی وجہ سے ہے، اگر تعصب کا عینک اتار کر صاف دل سے امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی کو پڑھ لیں تو یقیناً انھیں بھی اعتراف حق کرنا پڑے گا۔

اب ہم اہل انصاف کے لیے مختصراً عرض کرتے ہیں، کہ بیعت کیا ہے اور کیا اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟

بیعت

بیعت کا لغوی معنی ہے بک جانا اور اصطلاح شرع وتصوف میں اس کی متعدد صورتیں ہیں، جس میں ایک یہ ہے کہ کسی پیر کامل کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے، آئندہ گناہوں سے بچتے ہوئے نیک اعمال کا ارادہ کرنے اور اسے اللہ عزوجل کی معرفت کا ذریعہ بنانے کا نام بیعت ہے۔ یہ سنت ہے۔آج کل کے عرف عام میں اسے پیری مریدی کہا جاتا ہے۔

بیعت کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔خدائے وحدہ لاشریک لہ ارشاد فرماتا ہے: ''یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ'' جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت مبارکہ کے تحت مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے، شریعت میں تقلید کرکے اور طریقت میں بیعت کرکے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو، اگر صالح امام نہ ہوگا، تو اس کا امام شیطان ہوگا، اس آیت میں تقلید بیعت مریدی سب کا ثبوت ہے۔(فتاوی عزیز العلوم غیر مطبوعہ)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ ’’بیعت بے شک سنت محبوبہ ہے، امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر رضی اللہ عنہ کی عوارف شریف سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی قول جمیل تک اس کی تصریح اور ائمہ واکابر کا اس پر عمل ہے اور رب العزت عزوجل فرماتا ہے: ’’اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ‘‘ (پ۲۶، الفتح:۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور فرماتا ہے: ’’لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ‘‘ (پ۲۶، الفتح:۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

امام اہل سنت آگے ان لوگوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ بیعت خاص جہاد کے ساتھ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اور بیعت کو خاص جہاد سمجھنا جہالت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (پ۲۸ الممتحنة: آیت ۱۲)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں، اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ ہی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (فتاوی رضویہ ج۲۶ ص۵۸۶)

ہر بات میں قرآن وحدیث کی رٹ لگانے والے غیر مقلدین ان آیات سے کیوں کر غافل ہیں، یقیناً صم بکم عمی کے مصداق ہیں، ایسوں کے لیے ہی مشائخ طریقت نے فرمایا ہے: ’’من لا شیخ له فشیخه الشیطان‘‘

ارشادات ائمہ دین وحاملان شرع متین کو باطل ونامعتبر جاننے والے غیر مقلدین یہی، سلسلہ بیعت توڑ کر گمراہ ہوئے، براہ راست خدا اور سول سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں، مگر نہ خدا ہی ملے گا، نہ وصال صنم ہی ہوگا۔ ’’وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ‘‘ اور عن قریب ظالم جان لیں گے، کیسا جھٹکا کھائیں گے۔ (۲۶ آیت ۲۲۷)

اب ان حقیقت علم سے ناواقف فقط ظاہر پر حکم لگانے والے اصحاب ظاہر کے لیے کچھ احادیث شریفہ نقل کروں کہ دیکھیں اور نصیحت پکڑیں اور اگر پھر بھی کان پر جوں نہ رینگے تو سنیں ’’فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وُقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ‘‘ اور سنیں جہنم بڑی گہری ہے ’’یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَھَنَّمَ ھَلِ امْتَلَئْتِ وَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ‘‘ (ق:۳۵)

ثبوت ازاحادیث کریمہ

(۱) عن عَبادۃ بن الصامت قال کنت فیمن حضر العقبۃ الاولیٰ وکنا اثنی عشر رجلا فبایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بیعۃ النساء وذالک قبل ان تفترض الحرب علی ان لا نشرک باللہ شیئا و لا نسرق ولا نزنی ولا نقتل اولادنا ولا ناتی ببھتان نفتریہ بین ایدینا وارجلنا و لا نعصیہ من معروف فان وفیتم فلکم الجنۃ وان غشیتم من ذالک شیئا فامر کم الی اللہ ان شاء عذبکم وان شاء غفرلکم.

(اخرجہ احمد بن حنبل فی مسندہ رقم الحدیث ۲۲۸۰۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے ہوں جوعقبہ اولیٰ میں حاضر تھے اورہم بارہ نفر تھے، ہم نے حضور علیہ السلام سے عورتوں کی بیعت کی طرح بیعت کی اور یہ معاملہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔ بیعت اس بات پر کی، کہ ہم اللہ پاک کے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گےاور چوری نہیں کریں گے، زنانہیں کریں گے، اپنی اولادکوقتل نہیں کریں گے، ایسا بہتان نہیں لگائیں گے، جو ہمارے ہاتھ اور پیروں کے درمیان ہےاورکسی بھلے کام میں نافرمانی نہیں کریں گےتو اگرتم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہےاور اگرتم نے اس میں سے کچھ کم کیا،تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہےعذاب دےاوراگر چاہے تمہیں بخش دے۔اھ

اس حدیث پاک میں جہاں بیعت کا ثبوت ہے، وہیں اس بات کی تردیدبھی کہ بیعت جہاد کےساتھ خاص ہےجیسا کہ امام اہل سنت نے فرمایاتھا، اور بیعت کوخاص جہاد سمجھنا جہالت ہے۔صاف عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ جہادکی فرضیت سےقبل کا ہے۔**(فسبحان اللہ رب العالمین)**

(۲)عن جریر بن عبداللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والنصح لکل مسلم.

(اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ کتاب الزکاۃ باب بیعۃ الامام الناس علی ایتاء الزکاۃ)

حضرت جریربن عبداللہ فرماتے ہیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز پڑھنے، زکاۃ دینے اور ہرمسلمان کے ساتھ خیرخواہی کرنے پر۔

(۳) عن عروۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ عن بیعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النساء قالت ما مس النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ امراۃ قط الا ان یاخذ علیھا فاذا اخذ علیھا

فاذا اخذ علیها فاعطته قال اذهبی فقد بایعتک.

(اخرجه ابو داؤد کتاب الخراج باب ماجاء فی البیعة رقم الحدیث ۲۹۴۱)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں سے بیعت کرنے کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی عورت کو ہاتھ نہ لگایا، بلکہ اس سے زبانی عہد لیتے اور جب وہ عہد کرلیتی تو فرماتے جاؤ، میں نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت سے بھی بیعت لی جاسکتی ہے، ان جاہل پیروں کے لیے نصیحت بھی ہے جو عورتوں کے جمگھٹے میں بے پردہ بیٹھے رہتے ہیں، کوئی کیسا ہی بزرگ ہو نامحرم عورت کو دیکھنے اور چھونے سے احتراز لازم ہے، بھلا حضور علیہ السلام سے بڑھ کر پیر اور بزرگ کون ہوسکتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے مستحق ہی نہیں، جامع شرائط پیر ہی نہیں، ایسے رہزن پیروں سے اپنا ایمان اور مال دونوں بچانا نہایت ضروری ہے۔

اب ذرا بیعت پر بخاری شریف کی بھی ایک حدیث سنیے جو انہیں بخار میں مبتلا کرے، کیوں کہ ان بے مہار اونٹوں میں وہ بھی ہیں جو آخر میں کہتے ہیں کہ کیا ان غیر معروف کتابوں کی حدیث سنا رہے ہیں، اگر آپ کے پاس بخاری کی کوئی روایت ہو تو سنائیے کہ **اصح الکتب بعد کتاب الباری هو صحیح البخاری**۔ حالاں کہ ان نفس پرستوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ محدثین نے بخاری شریف کو اصح الکتب کیوں فرمایا اور کیا اس سے دیگر کتب حدیث مجروح اور ان میں موجود احادیث موضوع ومردود ہیں؟ کیا بخاری شریف کی ساری حدیثیں غیر مجروح ہیں، ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ کثرت صحاح اور سختی شرائط کی بنیاد پر ایسا فرمایا۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے، لیجیے حدیث پڑھیے:

(۴) عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال کنا اذا بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی السمع والطاعة یقول لنا فیم استطعتم.

(اخرجه البخاری فی صحیحه کتاب الاحکام باب کیف یبائع الامام الناس رقم الحدیث ۷۲۰۲، احمد ۶۲۴۳، مسلم ۴۸۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے سننے اور حکم ماننے پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فرماتے تھے جہاں تک تم میں طاقت ہو۔

ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام صحابہ سے بیعت علی الاسلام بیعت استرشاد لیا کرتے تھے۔ لہذا ایسے لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی سنت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ ہوں، جنھیں حضور علیہ السلام نے اپنی وراثت و نیابت کے شرف سے مشرف فرمایا، ہو جس کے واضح ثبوت پر ان شاء

اللہ خلیفہ کے بیان میں حدیث شریف پیش کی جائے گی۔

بیعت وارادت پر اصفیا اس آیت مبارکہ سے بھی استدلال فرماتے ہیں:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. (پ ۶، المائدۃ: ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے:

واعلم ان الاية الكريمة صرحت بالامر بابتغاء الوسيلة ولا بد منها البتة فان الوصول الى الله تعالىٰ لا يحصل الا بالوسيلة وهى علماء الحقيقة ومشائخ الطريقة والعمل بالنفس يزيد فى وجودها واما العمل وفق اشارة المرشد ودلالة الانبياء والاولياء فيخلصها من الوجود ويرفع الحجاب ويوصل الطالب الى رب الارباب.اھ

جان لیجیے کہ آیت کریمہ تلاش وسیلہ کے حکم میں صریح ہے اور یقیناً یہ ضروری ہے کہ بے شک اللہ تک پہنچنا ممکن نہیں بغیر وسیلہ کے اور وہ وسیلہ علماء حقیقت ومشائخ طریقت ہیں۔

اور عمل بذات خود اپنے وجود میں بڑھتا ہے، جب کہ وہ عمل جو مرشد کے اشارہ کے موافق ہو انبیا وعلما کی رہنمائی کے مطابق ہو، تو وہ وجود میں خالص ہوتا ہے اور حجات اٹھا دیتا ہے، طالب کو پروردگار عالم کی جانب پہنچا دیتا ہے۔

یقیناً ایمان، اعمال صالحہ، فرائض وسنن کی عادت اور محرمات ومکروہات سے بچنا، یہ سب وصول الی اللہ کا ذریعہ ہیں، مگر اس پیر کامل مرشد برحق کے وسیلہ ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے، جس کے ہاتھ میں انسان اپنے گناہوں سے توبہ کر کے بیعت کرتا ہے، راہ حق پر گامزن رہنے کا عہد کرتا ہے اور وہ شیخ ومرشد اسے ہمیشہ نیکی کی تلقین کرتا ہے، اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، بلاشبہ وہ اللہ تک پہنچنے کا قوی ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت محدث بریلوی اس آیت کریمہ کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ پاک فرماتا ہے: **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.** اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں، بیان مذکور سے آیت کریمہ کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لیے تقوی شرط ہے تو

(۱) پہلے اس کا حکم فرمایا کہ **اتقوا اللہ** (اللہ سے ڈرو) اب کہ تقوی پر قائم ہو کر راہ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادتاً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے۔ لہذا

(۲) دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا ''وابتغوا الیه الوسیلة'' (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو) اس لیے کہ **الرفیق ثم الطریق** پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو۔

(۳) اب کہ سامان مہیا ہولیا اصل مقصود کا حکم دیا ''**جاهدوا فی سبیله**''۔ (اس کی راہ میں مجاہدہ کرو)

(۴) **لعلکم تفلحون** کہ فلاح احسان پاؤ۔'' (فتاوی رضویہ ج۲۱ص ۵۱۸)

سبحان اللہ کس طرح میرے امام نے مختصر سی تشریح میں تصوف کی ابتدا تا انتہا سمجھا دی۔ (**فاعتبروا یا اولی الالباب**)

ہوسکتا ہے کہ غیر مقلدین کو ہمارے امام کی بات ہضم نہ ہو، اسی لیے ان کے ممدوح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کروں کہ یہی قرآن کا حکم ہے ''**تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم**''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ '' آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے'' (بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ص)

اور اگر اب بھی سجھائی نہ دیتا ہو تو سنیے وہابیہ کی دونوں شاخوں کے امام آپ کے سرخیل اعظم جن کی باتیں دونوں کے یہاں عین ایمان ہوا کرتی ہیں، وہ میاں اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''اہل سلوک این آیت را اشارت سلوک می فہمند ووسیلۂ مرشد را می دانند پس تلاش بنا برفلاح حقیقی وفوز تحقیقی پیش او مجاہدہ ضروری است وسنۃ اللہ برہمیں منوال جاریست لہذا بدون مرشد راہ یابی نادراست۔'' (صراط مستقیم مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۵۰)

اہل سلوک اس آیت کو راہ سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں، اس بنا پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

اہل انصاف غور کریں کہ کیا اسماعیل دہلوی وہی بات نہیں کہہ رہے جو میرے امام نے رقم فرمائی، اپنے شیخ کی باتوں کو عین ایمان کہنے والے اب اس عین ایمان سے ایمان کیوں اٹھاتے ہیں کیوں پیری مریدی کرنے والے اہل سنت کو گالیاں دیتے ہیں خیر امید بھی کیا جب اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے اپنی بدزبانیوں کا نشانہ بنالیا، تو ہم کیا ہیں۔

اگر اب بھی اہل حق سے فقط عناداً سر تسلیم خم نہ کرتے ہو تو سنو ''**أليس فی جهنم مثوی للمتکبرین**''

فوائد بیعت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں سوال ہوا کہ مرید ہونا واجب ہے یا سنت نیز مرید کیوں ہوا کرتے ہیں مرشد کی کیوں ضرورت ہے اور اس سے کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں، تو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشادفرمایا:''مرید ہونا سنت ہے اوراس سے فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال مسلسل **صراط الذین انعمت علیھم** میں اس کی طرف ہدایت ہے یہاں تک فرمایا گیا ''**من لا شیخ له فشیخه الشیطان**''۔(جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے)صحت عقیدت کے ساتھ سلسلہ صحیحہ متصلہ میں اگر انتساب باقی رہاتو نظر والے تو اس کے برکات ابھی دیکھتے ہیں جنھیں نظر نہیں وہ نزع میں قبر میں حشر میں اس کے فوائد دیکھیں گے۔(فتاوی رضویہ ج۲۶ص۵۷۰)

کسی پیر کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہونے سے پیر کامل سے نسبت ہوجاتی ہے،جس کی وجہ سے انسان کا باطن سنورتا،گناہوں سے نفرت ہوتی اورنیکیوں سے محبت پیدا ہوتی ہے۔پیر کامل اپنے مریدین ومتعلقین سے کسی بھی وقت غافل نہیں رہتا،ہر مشکل میں اپنے مرید کے کام آتا ہے۔

چناں چہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ارشادفرماتے ہیں''میراہاتھ میرے مرید کے سر پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔''

اورفرماتے ہیں:''اگر میرامرید مشرق میں ہواور میں مغرب میں اوراس پر پردہ کھلے گا میں ڈھانک دوں گا۔''

اورفرماتے ہیں:''اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے میں ہاتھ پکڑلوں گا،اسی لیے حضور کو پیر دستگیر کہتے ہیں اور فرماتے ہیں،مجھے ایک دفتر دیا گیا حدنگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک اور مجھے فرمایا گیا ''**وھبتھم لک**''یہ سب میں نے تمہیں دے ڈالے۔''(بہجۃ الاسرار ص۹۹،۱۰۰،۱۰۲)

مرید کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس نیت سے مرید نہ ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سے جلد مالدار ہوجائے گا، بیماریوں سے محفوظ رہے گا وغیرہ وغیرہ یعنی کسی امور دنیوی کی خاطر مرید نہ ہو جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ انھیں اغرض سے مرید ہوتے ہیں کہ پیر صاحب سے دعا تعویذ پھونک جھاڑ کرائیں گے تو جلد مالدار ہوجائیں گے۔ بلکہ اخروی بھلائی کی خاطر مرید ہونا چاہیے کہ ان شاءاللہ اللہ والوں کے طفیل عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا،ایمان پر خاتمہ ہوگا،گناہوں کی مغفرت اورآخرت میں نجات ملے گی۔**اللھم اجعلنا منھم بحق مرشدنا الکریم . آمین**

خلافت

خلیفہ کالغوی معنی واصطلاحی مفہوم: خلیفہ کالغوی معنی جانشین،نائب،قائم مقام،ایسا بادشاہ وحاکم جس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو۔(فیروز اللغات ولغات کشوری)

حاشیۃ الجمل اورتقریباً سبھی تفاسیر میں اس طرح ہے:''**والخلیفة من یخلف غیرہ وینوب منابه فعیل بمعنی فاعل والتاء للمبالغة**''(حاشیۃ الجمل علی تفسیر الجلالین ج اص ۲۸،تجار الکتب جاملی محلہ بمبئی)

خلیفہ وہ ہے، جو اپنے غیر کا جانشین ہو اور اس کا قائم مقام ہو، فعیل کے وزن پر صفت مشبہ بمعنی فاعل ہے اور تاء اس میں مبالغہ کا ہے۔

عرفاً خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں، جو کسی عظیم ذات کی جانب سے مامور ہو کر اس کے مقصود و مطلوب کی خاطر دل وجان سے کوشش کرے، تدبیر امور کے ساتھ اس کے پیغامات واحکامات کا لوگوں میں نفاذ کرے، اس کے مشن کی تکمیل کے لیے ہر ممکن قدم اٹھائے اور اس کی مدد و معاونت کرے۔

سلسلۂ خلافت

خلافت کا یہ سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ خلیفہ اور نائب بنانے کی تاریخ بڑی پرانی ہے، بلکہ یہ سلسلہ جب سے اللہ رب العزت نے کائنات ہست و بود کو وجود بخشا تبھی سے مختلف صورتوں اور کئی دیگر کاموں میں علاحدہ علاحدہ تعبیروں کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ چناں چہ جب عالم معدوم تھا، سوائے اللہ پاک کے کوئی موجود نہ تھا اور اس پاک پروردگار نے چاہا کہ کائنات میری ذات وصفات کے جلووں سے متعارف ہو، میری خدائی کے جلوے دیکھے، میری عطا فرمودہ نعمتوں سے محظوظ ہو، پھر حمد وثنا کے ترانے گائے۔ میرے محبوب کے مقام و مرتبہ سے آشنا ہو۔ ان کی شان محبوبی کے ہر چہار سو ڈنکے بجیں، حق کو باطل کے مقابل پیدا کروں، پھر مخلوق انبیا، صدیقین، شہدا، صالحین کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر حق کو باطل سے الگ تھلگ کرے اور میری راہ اپنانے والوں کو انعامات کے تحفے ملیں، تو کائنات کی جان محمد علیہ السلام کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، انھیں کے نور سے کائنات کو عدم سے وجود بخش کر ان کے سر مبارک پر نیابت مطلقہ اور خلافت عامہ کا سہرا سجایا اور اپنا مخصوص بندہ اور خلق کا آقا بنا دیا۔

اس طرح اللہ پاک نے عالم ارواح میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا خلیفۂ مطلق بنایا۔ یہ مفہوم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجمانی ہے ''**لولاک لما خلقت الافلاک**'' حدیث پاک میں افلاک بول کر مکنونات مراد لیا گیا ہے ''**اسم الجزء علی الکل**'' کی قبیل سے۔ یعنی اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات ارضی وسماوی کو وجود نہ بخشا۔

خود ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا گیا ''**لولاک لما خلقتک**'' کہ اے آدم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ (حاکم وبیہقی)

تو آدم علیہ السلام کا وجود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر موقوف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا اے عیسی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اپنے امتیوں سے کہہ دینا کہ جو ان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے کہ اگر انھیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ آدم کو

بنا تا نہ جنت و دوزخ کو وجود بخشتا۔ (الفردہ ص ۶۷)

آپ کی نیابت مطلقہ وخلافت عامہ ہی کے سبب عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان لیا گیا۔ (القرآن)

جن میں حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک سبھی موجود تھے، تو بلا شبہ حضور علیہ السلام اللہ کے خلیفۂ اعظم ونائب مطلق ہیں۔ مگر جب یہی سلسلۂ خلافت عالم ارواح سے عالم اجساد کی طرف منتقل کرنا چاہا اور اللہ پاک نے زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہا تو اعلان فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفة" بے شک میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جس کی تفسیر میں مفسرین کیا فرماتے ہیں وہ آپ خود پڑھیں:

انی جاعل فی الارض خلیفة والمراد بالخلیفة هنا آدم علیه الصلوة والسلام والصحیح انه سمی خلیفة لانه خلیفة الله فی ارضه لاقامة حدوده وتنفیذ قضایاه. (تفسیر خازن وتفسیر بغوی ج ۱ ص ۳۸ مطبوعه دارالفکر بیروت)

کہ خلیفہ سے مراد یہاں آدم علیہ السلام ہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ آپ کا نام خلیفہ اس لیے رکھا گیا کہ وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ ہیں، اس کے حدود قائم کرنے کے لیے، اس کے فیصلے نافذ کرنے کے لیے۔

اور تقریباً سبھی تفاسیر میں اسی قسم کا مفہوم ہے وہ چاہے تفسیر رازی ہو یا بیضاوی، جلالین ہو یا روح البیان۔

عاشق رسول علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جلالین کے جملہ "**وهو آدم**" کے تحت فرماتے ہیں "**ای هو ابوالبشر والخلیفة الاول باعتبار عالم الاجساد واما باعتبار عالم الارواح فهو سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم**۔ (تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۸)

یعنی زمین میں خلیفہ بنانے کے اعتبار سے عالم اجساد کے پہلے خلیفہ حضرت آدم ابوالبشر ہیں، ورنہ تو عالم ارواح کے پہلے خلیفہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خلافت مطلقہ اور نیابت عامہ کا شرف صرف حضور علیہ السلام کو ہی حاصل ہے آپ کے علاوہ تمام انبیاے کرام فقط زمینی خلیفہ ہیں۔

قرآن عظیم میں ایک جگہ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے سلسلے میں فرمایا گیا "**یاداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق**" اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں اپنا نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر۔ (ص آیت ۲۶)

یہاں بھی حضرت داؤد علیہ السلام کو زمینی خلیفہ فرمایا گیا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف زمین ہی کے نہیں بلکہ اللہ کے خلیفۂ اعظم ومطلق ہیں اور تمام انبیا آپ ہی کے نائب ہیں۔ عالم طریقت وحقیقت شیخ اکبر محی الدین ابن

عربی فرماتے ہیں: ”پس انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام حضرت آدم سے لے کر آخری رسول تک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔“ اور فرماتے ہیں: حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک اور قیامت کے دن تک حضور علیہ السلام کی بادشاہی ہے اور آخرت میں بھی آپ تمام رسولوں پر مقدم ہوں گے اور قیامت کے دن آپ کی سرداری صحیح نص سے ثابت ہے۔ (فتوحات مکیہ باب دہم ج ا حصہ۲ ص ۴۵۸، ۴۵۹)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت **تجلی الیقین بان نبینا سیدالمرسلین** میں فرماتے ہیں: ”حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا قطعی، ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی ایقانی مسئلہ ہے۔ (تجلی الیقین ص ۴۵)

اسی رسالہ میں ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ رضوان خازن جنت نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش (کان) اقدس میں عرض کی: حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں، رعب ودبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے جو حضور کا چرچا سنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگر چہ حضور کو نہ دیکھا ہو یا خلیفۃ اللہ (اے اللہ کے خلیفہ)۔ (تجلی الیقین ص ۴۷)

ہمارے نبی اللہ پاک کے خلیفۂ اعظم ہیں، علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں ”**ھو خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی من یشاء**“

یعنی وہ اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان، سب ان کے ارادے کے زیر فرمان کردیے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

تبھی تو علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ؎

فانه شمس فضل هم کواکبها
یظهرن انوارها للناس فی الظلم

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضل کے سورج ہیں اور انبیا ستارے جو ستارے سورج سے ہی حاصل کردہ روشنی لوگوں کے لیے تاریکی میں ظاہر کرتے ہیں۔

میرے پیر ومرشد حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ اس کی شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”**فھو صلی اللہ علیه وسلم سلطانهم الاکبر ورئیسهم الافخر وجنسهم العالی الاظهر فھو صلی اللہ علیه وسلم علم الرسالة وتاج النبوة صلی اللہ علیه وسلم وشرف وکرم**“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیاے کرام کے سلطان اکبراور لائق فخر سرداراور نمایاں ترین جنس الاجناس ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم (جبل) رسالت اور تاج نبوت ہیں۔

قرآن کریم کا اسلوب دیکھیے کتنا معنی خیز ہے کلام الٰہی وکلام رسالت پناہی کس قدر حکمتوں سے لبریز ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تو فی الارض کی قید،اسی طرح جب حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تو فی الارض کی قید،مگر جب حضور کو فرمایا گیا تو مطلق فرمایا گیا **خلیفة الله (كما في الحديث السابق)** تا کہ آپ کی خلافت مطلقہ و نیابت عامہ کی طرف ذہن متبادر ہو۔ **سبحان الله رب العالمين**

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا، کائنات میں سب سے پہلے خلیفہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی ہی نیابت وقیادت میں عالم اجساد کے پہلے خلیفہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں، پھر جب زمین پر یہ سلسلہ شروع ہوا تو آپ کے بعد آپ کی ذریت شیث ونوح وتمام انبیا میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوگئی، جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں:

انی جاعل فی الارض خلیفه والمراد به آدم علیه السلام انه کان خلیفة الله فی ارضه و کذالک کل نبی استخلفهم الله فی عمارة الارض وسیاسة الناس وتکمیل نفوسهم وتنفیذ امره بینهم.

(تفسیر بیضاوی مع حاشیة العلوی ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعه امام احمد رضا اکیڈمی)

خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، بے شک وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ ہیں،اسی طرح ہر نبی کو اللہ پاک نے زمین پر خلیفہ بنایا زمین کو آباد کرنے لوگوں کے لیے تدبیر وانتظام کرنے کے واسطے ان کے نفسوں کو کامل کرنے کے لیے،خدائے وحدہ لاشریک لہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے (ترجمہ زیر غور ہے)

اور مفسر شہیر علامہ عبداللہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''**فی الارض خلیفة**'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

او خلیفة منی لان آدم خلیفة الله فی ارضه و کذالک کل نبی قال الله تعالیٰ ''یا داؤد انا جعلناک خلیفة الله فی الارض''.

(تفسیر نسفی ج ۱ ص ۴۰ مطبوعه تجار الکتب جاملی محله بمبئی)

یا خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے خلیفہ ہیں کیوں کہ آدم علیہ السلام زمین میں اللہ کے خلیفہ ہیں اور اسی طرح ہر نبی اللہ کا خلیفہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔

آیات ومفسرین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ ہر نبی زمین پر اصول جہاں بانی میں اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ تو یہ خلافت کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر شیث ونوح، ابراہیم وموسی سے ہوتا ہوا حضرت عیسیٰ پر ٹھہر گیا علیہم الصلوۃ والسلام۔

پھر وہ خلیفۂ مطلق اول واعظم آخر میں ظاہر ہوا اور یہیں سے انبیا کی تشریف آوری بند ہوگئی، مگر ربانی مقصود ومطلوب پاکیزہ مشن جو ہر دور میں خلفائے الٰہیہ کے ذریعہ پروان چڑھتا رہا وہ بند نہ ہوا، جس طرح ماضی میں انبیا کے رخصت فرمانے کے بعد ان کے مشن کا کام ان کے حوارین فرماتے تھے جو انبیاے کرام کے صحبت یافتہ ان کے سنوارے ہوئے ہوتے تھے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

فلما احس عیسی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ اٰمنا باللہ.　　　(سورہ آل عمران : ۹۲)

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا (یعنی یہودیوں کو دیکھا، کہ وہ اپنے کفر پر قائم ہیں) تو بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگا ہیں اللہ پر ایمان لائے۔

اس آیت کی تفسیر میں صدر الا فاضل نے تحریر فرمایا کہ حواری وہ مخلص ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے مددگار رتھے اور آپ پر اول ایمان لائے یہ بارہ اشخاص تھے۔

اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس صحابہ کی جماعت تیار فرمائی اور انھیں تمام خوبیوں سے بحسن وخوبی اور بوجہ کمال آراستہ ومزین فرمایا تا کہ یہ مقدس جماعت دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے کائنات کے چپے چپے میں کلمہ حق کا آوازہ بلند کرے مکمل جاں نثاری کے ساتھ اپنے نبی کے ہر فرمان پر قربان ہو اور ہر حکم پر پروانہ وار نثار ہونے کا جذبہ رکھے اور ہوا بھی یہی دنیا نے دیکھا تاریخ کے صفحات پر ان کی جاں نثاری کے قصے یوں لکھے گئے:

فقال أی قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد محمدا.(اخرجه البخاری فی صحیحه رقم الحدیث ۲۷۳۱.۳۲)

عروہ بن مسعود ثقفی نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی جاں نثاری دیکھ کر کہتے ہیں اے قوم قریش! میں بہت سے بادشاہوں کے پاس ہو کر آیا ہوں قیصر وکسری نجاشی کے دربار میں گیا، مگر کسی بادشاہ کے درباریوں کو نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ جب ان کے دل عشق خدا ورسول سے اس قدر صیقل ہو گئے تو انھیں بدلے میں پھر "**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**" کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا۔

انبیا کی سلسلہ بندی کے بعد امامت وخلافت کا تاج زریں انھیں اصحاب کے سر سجایا گیا اور انھوں نے بھی امور دینیہ کی تبلیغ وترسیل عقائد اسلامیہ کی ترویج واشاعت شریعت محمدیہ کی بالادستی کے قیام احکام الٰہیہ کے نفاذ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے پوری جانفشانی کے ساتھ جدوجہد کی۔ چناں چہ امت مسلمہ میں سب سے پہلے امامت

وخلافت کا سہرا افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابوبکر صدیق کو پہنایا گیا پھر عمر وعثمان ومولائے کائنات رضی اللہ عنہم کے سروں پر یکے بعد دیگرے یہ سہرا باندھا گیا۔ بعدہ نہج نبوت پر چلنے والی خلافت حسن مجتبیٰ پر ختم ہو جاتی ہے مگر یہ اختتام ظاہراً ہے باطناً تا قیام قیامت چلتی رہے گی جیسا کہ صاحب روح البیان فرماتے ہیں:

واعلم ان اللہ تعالیٰ یحفظ العالم بالخلیفة کما یحفظ الخزائن بالختم وھو القطب الذی لا یکون فی کل عصر الا واحدا فالبداء کان بآدم علیه السلام والختام یکون بعیسی علیه السلام.(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۹۳)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی حفاظت خلیفہ کے ذریعہ فرماتا ہے جس طرح خزانوں کی حفاظت تالوں کے ذریعہ کی جاتی ہے اور وہی خلیفہ قطب ہے جو ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اسی طرح کا مفہوم الملفوظ شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’’بغیر غوث کے آسمان وزمین قائم نہیں رہ سکتے۔‘‘ (الملفوظ ص ۷۶ امطبوعہ المکتبۃ المدینہ)

حضور علیہ السلام کے انھیں نائبین خلفائے راشدین کے ہاتھوں پر مسلمان بیعت کرتے، یہ بیعت بیعت جہاد، بیعت اطاعت امیر، بیعت طریقت سب ہی ہوتی کہ یہ شخصیات اتنی جامع الصفات تھیں کہ انھیں چھوڑ کر کہیں جانے کی ضرورت ہی نہ تھی ایک ہی ذات جہاں قائدانہ صلاحیت کی مالک تھی، وہیں مجاہدانہ صفات کی حامل بھی ایک ہی وقت میں عالم بھی ہوتے تو ساتھ ساتھ سچے صوفی بھی۔ تو ان کی بیعت ہر طرح کی بیعت کو شامل ہوتی، مگر جب حالات نے کروٹ بدلے، خلافت سلطنت میں تبدیل ہونے لگی، خلافت اسلامیہ کو سلطنت اسلامیہ اور خلیفۃ المسلمین کو سلطان اسلام کہا جانے لگا، دھیرے دھیرے سلطنت اسلامیہ بالکلیہ منہج نبوت سے ہٹ گئی، اب سلطنت اسلامیہ میں لفظ اسلامیہ اور سلطان اسلام میں لفظ اسلام فقط نام کے لیے رہ گیا، بیعت اور امیر کی اطاعت کا عہد و پیمان بھی فقط رسم بن کر رہ گیا، عرب کے اسلامی طور طریقے چھوڑ کر شاہی رسم ورواج غالب آ گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ آئے دن نئے نئے فتنے جنم لینے لگے، اسلامی سلطنت کہی جانے والی حکومت جس کا ہدف صرف اور صرف اسلام تھا، اس اسلام کی ترویج واشاعت میں کمزور نظر آنے لگی، تخت حکومت پر اہل ہوس کا قبضہ اور درباریوں میں علمائے سوء کی بیٹھک اسلامی تعلیم کو گرد آلود اور اس کے افکار ونظریات میں باطل کی آمیزش کرنے لگی تو ایسے میں اللہ رب العزت کے مخلص بندوں، بے لوث اہل دل اور صاحب نظر کی ایک جماعت پاکیزہ جذبے اور مقدس مقصد کے ساتھ دینی ومذہبی خدمات کے لیے آگے آئی، جس نے عالم اسلام میں ایک انقلاب بپا کر دیا اور عوام کے ذہن وفکر پر باطل افکار ونظریات کی جمی ہوئی تہوں کو صاف کیا، باطل پرستوں کی فتنہ انگیزیوں کے شعلوں کو فرو کر دیا، مخلوق کی توجہ دنیا داری سے ہٹا کر ایک خالق کی جانب مبذول کرائی اور انھیں ان کے حقیقی مقصود ’’ **وماخلقت الجن والانس الا**

لیعبدون'' کا درس دیا۔

جو جماعت چند ہی دنوں میں عوام وخواص میں مقبول اور ان کی آنکھ کا تارہ بن گئی اسی مقدس مشن کو تصوف اور ان کے حاملین کو صوفیا اور اس کے مرکز کو خانقاہ کہا گیا۔(اس مفہوم کو شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف شریف میں بیان فرمایا ہے **فمن شاء التفصیل فلیرجع هناک.**

(عوارف المعارف ص۲۰۴،۲۰۵ مترجم شمس بریلوی)

چنانچہ پہلے صوفی اور پہلی خانقاہ کے بارے میں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں یوں نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابوہاشم الصوفی بکنیت مشہور است شیخ بودہ بشام ودراصل کوفی است وباسفیان الثوری بالبصرہ احدی وستین مائۃ وسفیان ثوری گوید لولا ابوالہاشم الصوفی ماعرفت دقائق الریاء وہم وے گوید من ندانستم کہ صوفی چہ بودتا ابوالہاشم صوفی راندیدم وپیش از وے بزرگان بودا ندرون زہدوورع ومعاملات نیکودرطریق توکل وطریق محبت لیکن اول کسے کہ وی راصوفی خواندوی بودوپیش از وے کسے را بایں نام نخواندہ بود ہم چنیں اول خانقاہے کہ برائے صوفیاں بنا کردند آنست کہ برملہ شام کردند۔''

شیخ ابوالہاشم صوفی قدس سرہ اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں آپ مملکت شام کے مرشد وشیخ ہیں آپ کا مولد ووطن کوفہ ہے آپ شیخ سفیان ثوری کے ہم عصر ہیں حضرت سفیان ثوری کا ۱۶۱ھ میں بمقام بصرہ انتقال ہوا۔شیخ ابوالہاشم قدس سرہ کے سلسلہ میں انکا ارشاد ہے اگر ابوالہاشم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو ہم ریا کی باریکیوں کونہیں سمجھ سکتے تھے، حضرت سفیان ثوری یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے شیخ ابوالہاشم کونہیں دیکھا تھا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ صوفی کیسے ہوتے ہیں ہر چند کہ آپ سے پہلے بہت سے بزرگ گزرے ہیں جو زہد وتقوی ،توکل ومحبت اور معاملت میں باکمال اصحاب تھے،لیکن یہ انفرادیت اور وصف صرف آپ ہی کی ذات کے ساتھ مختص ہے کہ آپ کو صوفی کہا گیا،آپ سے پہلے کسی شخص کو اس نام سے نہیں پکارا گیا،جس طرح آپ سب سے پہلے صوفی کے لقب سے یاد کیے گئے اسی طرح سب سے پہلے صوفیوں کے لیے رملہ شام میں آپ ہی نے خانقاہ قائم کی۔اھ(نفحات الانس ص۱۷۷)

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پورے اقتباس سے پہلے صوفی اور پہلی خانقاہ نیز اس پہلی خانقاہ کی تاسیس کب ہوئی،وہ سفیان ثوری کے سن وفات ۱۶۱ھ سے معلوم ہوگیا۔

اس پہلی خانقاہ کی دینی خدمات اور یہاں تربیت یافتہ حضرات کے مذہبی جذبات کو دیکھتے ہوئے یہاں تلامذہ کی تعداد میں اضافہ ہوا،جن تلامذہ کو معرفت الٰہی کا جام پلا کر باطن کو آراستہ وپیراستہ کر کے مجاہدہ وریاضت کی دشوار ترین گھاٹیوں سے گزار کر نفس کشی کی بھٹی میں تپا کر کندن بنا دیا گیا۔پھر اسی مشن کو پھیلانے اور ربانی مقصود ومطلوب

کی ترویج واشاعت کے لیے اسے زیادہ مفید وموثر اور عام سے عام تر کرنے کے لیے ان کے سروں پر مشائخ کرام نے اپنی نیابت وخلافت کا سہرا سجایا اور یہیں سے خلفائے طریقت کا ایک سلسلۂ زریں قائم کیا، جس کا ایک سرا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا، تو دوسرا سرا متعدد واسطوں سے ہوتا ہوا ان خلفا تک پہنچتا۔ انھیں مشائخ کرام کے واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ نفوس قدسیہ کے باہمی رشتہ کے اتصال کا نام سلسلہ ہے اور اسی کو سلسلہ طریقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، صوفیا کے درمیان اتصال سلسلہ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے کہ محدثین کے مابین اتصال سند کی ہے، سلسلہ قادریہ سلسلہ چشتیہ سلسلہ نقشبندیہ سلسلہ سہروردیہ وغیرہ اسی عظیم مقصد کے لیے معرض وجود میں آئے، بعد میں انھیں خلفائے طریقت نے آفاق کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر اسی مقدس مشن کے فروغ کے لیے خانقاہیں قائم کیں، دیکھتے ہی دیکھتے خانقاہی نظام عروج وارتقا کی منزلیں طے کر گیا۔

یہاں ٹھہر کر ایک بات عرض کر دوں کہ صوفیا کے ہر عمل پر شرع شریف سے دلیل موجود ہے، وہ الگ بات ہے جن کی نگاہوں پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہو انہیں نظر نہ آئے ہوسکتا ہے یہ پوری گفتگو کسی علم سے کوسوں دور اصحاب ظاہر غیر مقلد نام نہاد اہل حدیث کے حلق سے نہ اترے۔ اس لیے سلسلہ طریقت میں جاری اجازت وخلافت پر ایک حدیث شریف نقل کر دوں:

حدثنی اسماعیل بن عبدالرحمن بن عطیة عن جدته ام عطیة قالت لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المدینة جمع بین نساء الانصار فی بیت ثم ارسل الینا عمر بن الخطاب فقام علی الباب فسلم علینا فرددنا علیه ثم قال انا رسول رسول اللہ صلی الله علیه وسلم الیکن قال فقلنا مرحبابرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وبرسول رسول اللہ فقال تبایعن علی ان لا تشرکن باللہ شیئا ولا تسرقن ولا تزنین قالت قلنا نعم.الخ(اخرجه الطبری فی تفسیره ج ۲۲ ص ۱۰۶)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع فرمایا، پھر ہمارے پاس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا کو بھیجا، انھوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ہمیں سلام کیا، ہم لوگوں نے جواب دیا، پھر فرمایا میں تم لوگوں کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں راوی کہتے ہیں تو ان عورتوں نے جواباً کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید اور آپ علیہ السلام کے فرستادہ قاصد کو بھی خوش آمدید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی چوری نہیں کرو گی۔ ام عطیہ کہتی ہیں ہم لوگوں نے کہا جی ٹھیک ہے۔ الخ

حدیث مذکور سے جہاں بیعت تقوی کا ثبوت ہوا وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ مجاز بیعت تقوی کرنا یعنی بیعت

لینے کے لیے کسی کو اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ و نائب کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنا نائب بنا کر عورتوں سے بیعت لی۔

چناں چہ اسی بنیاد پر میں نے عرض کیا تھا کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی سنت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے شرف سے مشرف ہوں، اہل خرد کے لیے یہی ایک حدیث کافی اور بے عقلوں کو تو دفتر بھی ناوافی۔

پھر یہ کہ نائب وخلیفہ کی بیعت اصل ہی کی بیعت ہے، غیر کی کہاں؟ خود کلام باری اس دعوے کی اصل ہے اللہ رب العزت فرماتا ہے: ''**ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم**'' (پ۲۶ رکوع۹)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ حضور علیہ السلام نے مقام حدیبیہ پر جن صحابہ کو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت فرمایا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بیعت کو اپنی بیعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا، اس سے صاف خلافت وجانشینی اور سلاسل کا ثبوت بھی ملتا ہے، یعنی جو جس کا خلیفہ ہو اس سے بیعت ہونا اصل ہی سے بیعت ہونا ہے، چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے خلیفۂ مطلق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کی بیعت کو اپنی بیعت اور حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمادیا یعنی جب کوئی شخص کسی متصل السلسلہ جامع شرائط پیر سے بیعت ہوتا ہے تو وہ صرف اس سے نہیں بلکہ پیر کے پیر سے اور پھر اس کے پیر سے یہاں تک کہ سلسلہ بہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوتا ہے اور بنص قرآنی حضور علیہ السلام کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت محدث بریلوی تجدید بیعت کے متعلق ایک جواب میں جنگ صفین کا واقعہ نقل فرماتے ہیں، جس میں نیابت وخلافت کا ثبوت بھی ہے۔ امام فرماتے ہیں ''جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خطاء اجتہادی سے رجوع فرما کر دست حق پرست پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پر تجدید بیعت چاہی، ظالم کے ہاتھ سے زخمی ہو چکے تھے، امیر المومنین علی تک وصول کی طاقت نہ تھی، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کا ایک سپاہی گزرا اسے بلا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی اور روح اقدس جوار رحمت الٰہی میں پہنچی، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حال سن کر فرمایا ''**ابی اللہ ان یدخل طلحۃ الجنۃ الا وبیعتی فی عنقہ**'' اللہ عزوجل نے طلحہ کا جنت میں جانا نہ مانا جب تک میری بیعت ان کی گردن میں نہ ہو۔ دیکھو امیر المومنین نے اس بیعت کو اپنی ہی بیعت قرار دیا نہ کہ لشکری کی اور حضرت طلحہ نے امیر المومنین ہی کو امیر المومنین اور مستحق بیعت سمجھا نہ کہ معاذ اللہ لشکری کو۔ (نقاء السلافہ فی البیعۃ والخلافۃ فتاوی رضویہ ج۲۱ ص۴۹۳)

اس پورے واقعے سے معلوم ہوا کہ نائب وخلیفہ سے بیعت ہونا جائز و برحق نیز نائب سے بیعت ہونا اصل ہی سے بیعت ہونا ہے جسے اصطلاح صوفیہ میں تجدید بیعت کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مشائخ جب مرید فرماتے ہیں تو

کہتے ہیں کہ کہو میں نے اپنا ہاتھ فلاح شیخ کے ہاتھ میں دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خانقاہ

پہلے کی خانقاہیں چوں کہ شریعت وطریقت کا حسین سنگم ہوتی تھیں، جہاں شریعت وطریقت کے دونوں سلسلے ایک ساتھ چلا کرتے تھے۔ ایک ہی شیخ سے علم وعمل کی ظاہری آراستگی کے ساتھ ذہن وقلب اور روح وباطن کی بھی تطہیر ہوتی، شیخ طریقت پہلے علوم ظاہرہ وفنون مفیدہ کے جوہر بھر دیتے پھر تصوف وسلوک اور معرفت وحقیقت کی وادیوں کی سیر کراتے، جس سے وہاں تربیت یافتہ کی شخصیت ایسی نکھرتی کہ وہ جو بولتے اسے خدائی بولی کہا جاتا، وہ جو کرتے اسے خدائی کام سے تعبیر کیا جاتا، بدحالوں پر نگاہ ڈال دیتے تو آسودہ حال کر دیتے، ان کی نگاہ کیمیا کے اثر سے ہزاروں بے دین دیندار بن جاتے، وہ طریقت کی نہر کو شریعت کے سمندر سے ایسے جوڑے رکھتے کہ ایک ہی وقت میں عالم شریعت بھی ہوتے اور پیر طریقت بھی۔

خانقاہ رضویہ

شریعت وطریقت کے اس عظیم سنگم کے ایک پیکر جمیل کا نام خانقاہ قادریہ برکاتیہ رضویہ بریلی شریف ہے، یہاں کے مشائخ کرام نے ہمیشہ شریعت وطریقت کے دونوں پہلوؤں کی لاج رکھی، اس خانقاہ کے شیوخ علم ظاہر کے کوہ گراں ہوتے تو علم باطن کے آخری درجہ پر۔ معرفت وحقیقت کے جام پلانے کے ساتھ اپنے مریدین ومتوسلین خلفا وتلامذہ کو علم ظاہر کے زیور سے آراستہ فرماتے علم کے ساتھ نور علم سے بھی روشن ومنور فرماتے، علم وعمل کے ساتھ ان کی شخصیت سازی کا فریضہ بھی انجام دیتے، خصوصیت کے ساتھ بیسویں اور اکیسویں صدی میں تو اس خانقاہ کے فیض کی ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ایک عالم سیراب ہو گیا۔ شریعت وطریقت کی ایسی شمع روشن ہوئی کہ جس کی روشنی سے پوری دنیاے سنیت جگمگا اٹھی کہ لوگ اس خانقاہ کو شریعت وطریقت حقیقت ومعرفت کا مرکز ومحور کہنے لگے۔

مفتی نانپارہ خانقاہ رضویہ میں

اس خانقاہ کے انھیں اختصاصات وامتیازات کی وجہ سے ایسی روحانی وعرفانی کشش تھی کہ ہر چہار جانب سے لوگ پروانہ وار نثار ہونے لگے، انھیں پروانوں اور دیوانوں میں ایک نام جد کریم بلبل ہند وبلبل باغ رضا مظہر مفتی اعظم ہند حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا ہے۔ ۱۹۴۰ء کو جد کریم علیہ الرحمہ اپنے استاذ گرامی حضرت مفتی عبد الحمید آنولوی اور اپنے دو ساتھی حضرت مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم وحضرت مولوی محمد سلیمان صاحب مرحوم

کی معیت میں بریلی شریف حضرت حجۃ الاسلام وحضرت مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر ہمیشہ کے لیے اسی در کے غلام ہو کر رہ گئے۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو علوم ومعرفت کے جام پلانے کے لیے اپنی درسگاہ منظر اسلام میں شامل فرمالیا، ادھر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی نگاہ ولایت سے جد کریم کی صفائی قلب پاکیزگی ذہن اور ظاہری وباطنی خوبیوں کو ملاحظہ فرما کر اپنے مخصوص شاگردوں میں شامل فرمالیا، ایک ہی نظر میں سرکار مفتی اعظم عالم نے آپ کو اپنے لیے منتخب فرمالیا۔

جس کا تذکرہ خود جد کریم اپنی ایک خودنوشت سوانح (جس کا نام میں نے بلبل کی کہانی بلبل کی زبانی رکھا ہے) میں فرماتے ہیں کہ ''حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ نے متعدد بار اپنے مسکراتے ہوئے لبوں سے مجھے دیکھ کر اوروں کے سامنے فرمایا، آپ کو دیکھیے! آئے تھے میرے یہاں، بھائی صاحب نے اچک لیا ان الفاظ کو جب بھی میں سنتا، میرے دل میں حضرت سے عقیدت میں بہت اضافہ ہو جاتا تھا۔''

قارئین کرام سرکار مفتی اعظم ہند کے ان الفاظ کو بار بار پڑھیے اور اندازہ لگایئے کہ کس قدر سرکار مفتی اعظم ہند کی نوازشیں عنایتیں جد کریم حضرت مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ پر تھیں۔ پھر ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۸۲ء تک جد کریم سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست کرم سے معرفت وحقیقت کے جام پیتے رہے، آپ کے فیضان نظر سے ہر روز علم و عرفان کے نئے زینہ پر قدم رکھتے رہے، جس کا تذکرہ خود اپنی ایک نظم میں جد کریم نے یوں فرمایا ہے ۔

خم رضوی سے بھر کے مرشد نے
وہ پلائی کہ دل ہے مست و مگن
یاخدا ان کی قبر پر برسے
ہر گھڑی تیری رحمتوں کی بھرن
جن کے بیٹے ہیں مفتی اعظم
جن کا دامن ہے مجھ پہ سایہ فگن
مے گسار در رضا ہے رجب
ہوشیار اے جنون اہل فتن

حضرت جد کریم علیہ الرحمہ اپنی خودنوشت سوانح میں لکھتے ہیں ''ایک مدت دراز گزری تو حضور امام العلما سند الفقہا تاج المحققین سیدی سرکار مفتی اعظم صاحب نوراللہ مرقدہ سے یہ بندہ طالب فیض ہوا اور بخاری شریف کی چند احادیث کریمہ بھی فقیر نے حضرت سے پڑھی۔'' جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ خانقاہ رضویہ شریعت وطریقت کا حسین سنگم ہے یہاں آنے والے کو پہلے علوم شریعت سے آراستہ کیا جاتا ہے پھر طریقت کی پرپیچ راہوں سے گزار کر

باطن کو صیقل اور جلا بخشی جاتی ہے۔

یہی کچھ جد کریم حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے ساتھ ہوا کہ پہلے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک آپ کو خانقاہ بریلی میں علوم ظاہری سے آراستہ وپیراستہ کیا گیا۔ جب علوم شریعت سے بالکلیہ فیضیاب ہوگئے، تو اب باطن پر نظر کرم کی گئی اور اوج کمال پر پہنچا دیا گیا۔ چناں چہ مفتی اعظم نے آپ کو باطنی کمالات عطا فرمانے کے بعد ۲۷ر ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ر اکتوبر ۱۹۵۹ء بمقام بیسل پور سلسلہ عالیہ بہیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت اور ساتھ ہی مجموعۂ اعمال ودیگر اوراد ووظائف اذکار واشغال کی اجازت عطا فرمائی۔

سرکار مفتی اعظم نے جو خلافت نامہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو عطا کیا تھا، اس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر مفتی اعظم کی کرم فرمائی تھی مفتی نانپارہ پر۔ آپ تحریر فرماتے ہیں؛

اما بعد فیا یھا الاخ فی الدین المتین والطریق المستبین ناصر السنۃ کاسر الفتنۃ مفتی الشرع المتین ذا الفضل الجلی مولینا المولوی محمد رجب علی سلمہ ربہ العلی الولی.

اے شریعت وطریقت میں میرے دینی بھائی سنت کے علم بردار فتنے کو توڑنے والے ختم کرنے والے شرع متین کے مفتی بزرگ مرتبہ والے ہمارے دوست مولوی محمد رجب علی سلمہ ربہ العلی الولی۔ (اللہ انھیں سلامت رکھے)

یہ تھی مفتی اعظم کی محبت اور کرم نوازی مفتی نانپارہ پر۔ ایک ولی کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ حرف بحرف صادق آئے یقیناً آپ ناصر سنت تھے، کہ جن کو زندگی کا لمحہ لمحہ شریعت وسنت کی پاسداری میں گزرا، کاسر فتنہ بھی تھے کہ باطل کی سرکوبی جن کا مشن تھا، آپ کی ہر تقریر رد بدمذہباں پر مشتمل ہوتی، آپ مفتی شرع متین بھی تھے کہ جن کے نوک قلم سے بے شمار فتاوے صادر ہوئے جن سے جو یان حق راہ یاب ہوئے اور باطل کے پرخچے اڑے۔

ذاالفضل الجلی۔ بلاشبہ وہ بزرگ مرتبہ والے تھے اور یہ سب سرکار مفتی اعظم عالم کی دعاؤں کا ثمرہ تھا۔

خلافت نامہ کے اخیر میں سرکار مفتی اعظم کے دعائیہ کلمات یہ ہیں:

تقبل اللہ دعاءک وجعلک وجعلنی من المقبولین .

اللہ پاک آپ کی دعائیں قبول کرے اور مجھے اور تم کو اپنے مقبول بندوں سے فرمالے۔

ایک مقبول بارگاہ ایزدی کی زبان سے نکلی ہوئی دعا کا صدقہ ہی ہے کہ ہر چہار جانب جد کریم حضرت مفتی نانپارہ کا چرچا وشہرہ ہے، عوام وخواص میں یکساں مقبول ہیں، ہر وہ شخص جو آپ سے ملاقی ہو تو پہلی ہی ملاقات میں آپ کا شیدائی ہوجاتا۔ آپ کے حاسدین کے لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

عاشق احمد رضا تابندہ تھا تابندہ ہے
سن لیں اعدا آج بھی مفتی رجب شاہ زندہ ہیں

حضرت مولانا مفتی مشتاق احمد عزیزی صاحب قبلہ بروایت مرحوم مولانا ہاشم رضا منظری پلوی فرماتے ہیں کہ سرکار مفتی اعظم نے اس کے علاوہ متعدد مقامات پر مختلف اسٹیجوں پر دوران خطابت نو مرتبہ اجازت وخلافت سے نوازا ہے گویا کہ ہر مرتبہ آپ کو پہلے سے بلند مقام پر فائز فرماتے۔ سرکار مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کے بعد آپ نے صد اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم لکھی جس میں اپنے مرشد اجازت کی نغمہ سنجی کے بعد ان انعامات واکرامات کا ذکر کیا جو آپ پر مفتی اعظم نے فرمائے۔ چند اشعار حاضر خدمت ہیں۔

کروں کیا جرأت عرض تمنا آپ سے لیکن
ملی ہے خادمانہ مجھ کو نسبت مفتی اعظم
وہ سن چالیس کا دور گزشتہ یاد آتا ہے
رجب حاضر ہوا جب باعقیدت مفتی اعظم
جمال حق نما دکھلا کے جب اپنا بنایا تھا
تھی تقدیر گدائے باب دولت مفتی اعظم
سفر ہو یا حضر نزد قدم محتاج کو رکھا
عطا کی کفش برداری کی خدمت مفتی اعظم
اڑیسہ ہو کہ ہو مہاراشٹر ہر ایک منزل میں
عطا کی آپ نے احقر کو عزت مفتی اعظم
شب وروز آپ کے نورانی قدموں کے اجالوں سے
کیا منگتے نے کسب نور و نکہت مفتی اعظم
سبھی گھر والے باہر والے ہیں اس بات کے شاہد
ملی ہے مجھ کو کیا حضرت سے نسبت مفتی اعظم

بزرگان دین اپنے مرید صادق کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے قبل وصال ہو یا بعد وصال ہر حالت میں ان کی دستگیری فرماتے کبھی عالم مثال میں بنفس نفیس آکر اور کبھی خوابوں میں تشریف لاکر ان کے بے چین دل کو چین کبیدہ خاطر کو تسکین بخشتے، چنانچہ اسی نظم میں مفتی نانپارہ اس نعمت کا چرچا یوں فرماتے ہیں۔

مگر آپ آ کے خوابوں میں مجھے تعلیم دیتے ہیں
تو مٹ جاتی ہے ساری دل کی کلفت مفتی اعظم
زہے تشریف ارزانی میرے خوابوں کی دنیا میں

کئی بار آپ نے دکھلائی صورت مفتی اعظم
جو باتیں آپ نے فرمائی سب پیوست ہیں دل میں
بس اب کیجیے دعائے استقامت مفتی اعظم
تصور میں جمال دل ربا کے لطف پاتا ہوں
رہے یہ لطف تا روز قیامت مفتی اعظم
ادا کر ہی نہیں سکتا میں اس کا شکریہ آقا
مجھے جو آپ نے بخشی ہے دولت مفتی اعظم

اس پوری نظم کو پڑھنے کے بعد کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں رہتی خود ہی واضح ہوجاتا ہے کہ خادم ومخدوم آقا وغلام مرشد وطالب کے مابین کتنے اٹوٹ محبتانہ رشتے تھے، جد کریم نے اپنے مرشد کے ہاتھوں ایسا جام استقامت پیا کہ آپ برملا فرمایا کرتے تھے،''میں بھی رضوی اور میرے گھر کی ایک ایک اینٹ رضوی ہے'' آپ نے اپنے آبائی مکان کا نام ہی رضوی منزل رکھا، جس کا اظہار اپنے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں ۔

کاشانۂ رضا است ہمیں خسکدہ رجب
واللہ اندریں است مرا فرح وصد طرب

۱۹۵۸ء میں جامعہ عزیز العلوم کے قیام سے پہلے آپ نے ادارہ ہذا کے لیے ایک دستور العمل تیار فرمایا، جس کے اغراض ومقاصد میں آپ لکھتے ہیں ''مذہب اہل سنت وجماعت کی تبلیغ واشاعت اور فرقہائے باطلہ کے رد وابطال نیز احکام شرع کے احیاء وترویج کے لیے ممکن وسائل کام میں لاتے رہنا۔''

کاپی کے اگلے صفحہ پر ایک عنوان قائم کرتے ہیں (غیر متبدل اصول) اور تحریر فرماتے ہیں ''سنی سے مراد ہروہ مسلمان ہے جو سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کا مسلک مانتا ہو حسام الحرمین فتاوی الحرمین الکوکبۃ الشہابیہ کو تسلیم کرتا ہو غیر مقلد وہابیوں، دیوبندی وہابیوں، رافضی قادیانیوں، نیچریوں، مودودیوں، تبلیغیوں وغیرہم بدمذہبوں سے اسلامی تعلقات ان سے میل جول دوستی ملاپ کو بحکم شریعت طاہرہ حرام سمجھتا ہوں۔''

اصول نمبر ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ''ادارہ ہذا کے لیے وہی حضرات ممبر رکن عہدہ دار منتخب ہوسکتے ہیں جو اعتقاداً خالص سنی ہوں اور عملا فاسق جلی نہ ہوں نیز وہابیوں دیوبندیوں رافضیوں وغیرہ بدمذہبوں سے میل جول نہ رکھتے ہوں۔''

غرضیکہ جد کریم کی اس قدر دین میں ثبات قدمی کیوں نہ ہو کہ مرشد اجازت سرکار مفتی اعظم عالم نے بھر بھر کر جو سنیت کا جام پلایا تھا۔

مفتی اعظم سے تعویذ کی اجازت

جس طرح بزرگان دین میں حدیث وفقہ وسلاسل طریقت کی اجازت وخلافت چلی آرہی ہے اسی طرح بعض مخصوص اوراد ووظائف کی اجازت بھی مروج ہے، جد کریم حضرت مفتی نانپارہ کو جہاں دیگر بزرگوں سے اوراد ووظائف، تعویذات کی اجازت حاصل ہے، وہیں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل ہے، جو سب پر بھاری ہے۔

خلافت نامہ کے الفاظ ہیں: ''**سالتنی اجازۃ السلسلۃ العالیۃ البھیۃ القادریۃ البرکاتیۃ الرضویۃ واجازۃ مجموعۃ الاعمال والاذکار والاشغال قد اجزتک بجمیعھا علی برکۃ اللہ ثم علی برکۃ رسولہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء الی یوم الجزاء**''

آپ نے ہم سے سلسلہ عالیہ بہیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور مجموعہ اعمال اذکار واشغال کی اجازت چاہی میں نے ان تمام کی آپ کو اجازت عطا کی، اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتوں کے سہارے۔

قرطاس خلافت پر نیچے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''مجموعہ کی نقل کرالیں کاشف الاستار شریف سے بھی تعویذات واعمال وغیرہا مجرب نسخے نقل کرلیں۔'' (فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ)

یہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے وسیلے سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کا سہارا ہی تھا کہ آپ کی دعائیں مستجاب اور تعویذات نہایت بااثر ہوتیں، جس کے مشاہدین آج بھی ہزاروں افراد ہیں۔

بیعت وارادت

حضرت جد کریم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی خودنوشت سوانح (بلبل کی کہانی بلبل کی زبانی) میں تحریر فرماتے ہیں ''بریلی شریف میں دستار بندی کے بعد میں نانپارہ آیا اور یہاں اہل سنت کی انجمن حنفیہ میں مولوی حاجی رحیم بخش وحاجی ضیاء اللہ صاحبان (مرحوم) کے مشورہ سے میرا تقرر طلبہ کے پڑھانے کے لیے ۲۵/روپے مشاہرہ پر ہوا، بعد مدت پانچ کا اضافہ ہوا، ایک مدت تک پڑھانے کے بعد بیسل پور گیا۔''

مفتی نانپارہ کی فراغت ۱۹۴۶ء میں ہوئی اور آپ کا تقرر ۱۹۴۷ء میں انجمن حنفیہ مدرسہ مصباح العلوم نانپارہ میں ہوا اور یہیں سے آپ نے شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۷/رمضان المبارک بروز پنج شنبہ ایک خط ارسال کیا، جس میں مرید ہونے کے سلسلے میں مشورہ طلب کیا، خط کا وہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''نیز یہ بھی تحریر فرمایئے مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے، میرا دل اب اس طرف بہت راغب ہے حضرت دعا فرمائیں مولی عزوجل مجھے پیر کامل عطا فرمائے اور ہدایت کامل نصیب فرمائے، حضرت کے مشورہ کا بھی امیدوار

ہوں، جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے۔ والسلام مع الاکرام

رجب علی غفرلہ مصباح العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف ۱۷/رمضان المبارک بروز شنبہ

(مولانا حشمت علی لکھنوی ایک تحقیقی مطالعہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ص ۳۲۶)

بقیہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت کی جانب سے جواب خط کیا ملا معلوم نہ ہوسکا، امید یہی ہے کہ حضرت کے مشورہ کے مطابق مرید ہوئے ہوں گے۔

بالآخر جد کریم نے روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اپنے شفیق استاذ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے مرید وخلیفہ شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف علامہ مفتی عبدالعزیز خاں محدث بجنوری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

۲۲/مارچ ۱۹۴۸ء کے ایک خط میں محدث صاحب نے مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو خوب پند ونصائح فرمائے۔ جسے پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر حضرت کی آپ پر شفقتیں تھیں۔ اس خط کا ابتدائیہ یوں ہے ”عزیز جان طالب عرفان گوہر یکتائے ارادت اختر برج سعادت جویائے محاسن انسانی مولوی محمد رجب علی سلمہ الولی العلی۔“ اس خط میں ایک جگہ آپ دعائیہ کلمات اس طرح ارشاد فرماتے ہیں ”ایزد بے ہمال آن نونہال چمن حسن اعتقاد را بر مدارج کمالات سنیہ ومعارف علیہ فائز گرداند“۔ خداوند لاشریک لہ چمن حسن اعتقاد کے اس نونہال ونوخیز کو بلند وبالا کمالات ومعرفت کے درجوں پر فائز فرمائے۔

اس خط میں حضرت کی اپنے مرید صادق پر غایت شفقت دیکھی جاسکتی ہے کہ اولا اپنی شفقت ومحبت کا اظہار فرماتے اور عمدہ القابات سے نوازتے ہیں پھر ڈھیر ساری دعائیں اور جواب خط میں تاخیر کی وجہ گناتے اخیر میں بے شمار نصیحتوں پر اختتام وسلام مسنون فرماتے۔

زمانہ طالب علمی ہی سے محدث علیہ الرحمہ آپ پر نہایت مہربان تھے، بریلی کی جامع مسجد محلّہ قلعہ جس میں آپ امامت فرماتے تھے، چند سال جد کریم کو اپنی معیت وصحبت میں رکھا۔ ظاہر ہے استاذ اپنے ہر شاگرد کی حیثیت سے بخوبی واقف ہوتا ہے، خاص کر اس سے جو چند سال اپنے استاذ کی معیت میں رہا ہو۔

حضرت محدث بجنوری علیہ الرحمہ نے آپ کو شب وروز علم وعرفان کے جام پلائے، جانچا پرکھا، شرافت نفسی وصفائے قلبی کو ملاحظہ فرمایا، تو مفتی نانپارہ کی عرض پر دامن ارادت سے وابستہ فرمالیا، پھر کچھ ہی دنوں میں مدارج کمالات پر فائز کرنے کے بعد ۱۵/ربیع الاول ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۶/جنوری ۱۹۴۸ء میں ہی آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ آپ پر آپ کے مرشد ارادت واجازت کی کس قدر شفقتیں تھیں، خط وقرطاس اجازت پڑھنے کے بعد اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ خلافت نامہ کے ساتھ جو خط ہے اس کی ابتدا اس طرح ہے:

''نہار بستان سعادت گل گلبن رشادت عزیز صمیم الاخلاص سمیر الفواد مولوی محمد رجب علی توجہ الکریم الوہاب نتیجان الکمال والعرفان''۔

آگے آداب وتحیت وآگاہی احوال کے بعد لکھتے ہیں:

''جس کام وتحریک میں دینی فائدہ متیقن ہو اس کو ضرور کرنا چاہیے بشرطیکہ کسی فرض وواجب سے مزاحم نہ ہو جواب دونوں استفساروں کے تحریر مرسلہ میں حسب ضرورت لکھ دیا گیا ہے۔ بیعت متعارف و بیعت اتباع شریعت مطہرہ دونوں مرادف ہیں، فی زماننا بیعت ارادت بشرائطہا جو مرشدین و مسترشدین میں ضروری ہیں، قریب قریب مفقود ہی معلوم ہوتی ہیں بالجملہ اس بیعت متعارف کو بیعت برکت لکھنا انسب ہے، سلاسل محبوبان خدا میں منسلک ہونا بڑی نعمت ہے اس پر اتباع شریعت طاہرہ موجب از دیاد مواہب ربانی وامید افزائے صعود مدارج حقانی ہے رب تبارک وتعالیٰ واہب معارف وعلوم عزیز سعید سلمہ المولیٰ الحمید کو اپنے خاص کرائم عنایات سے فائز المرام فرمائے۔''

شجرہ عالیہ قادریہ نقل کر کے روانہ کرتا ہوں اور اجازت نامہ بھی چند سطور عربی میں اس کے ہمراہ منسلک ہے، حسب مصلحت اس کو طبع کروانے کا اختیار ہے، اردو وفارسی میں بھی انشاء ربی سبحانہ وتعالیٰ مرسل ہوگا۔ اس بار معروف کو امر معروف ونہی عن المنکر کا مصداق سمجھنا چاہیے اور اس میں حتی الوسع سعی جمیل سے تقاعد وتوانی کو دخل نہ دینا چاہیے، والمولی سبحانہ وتعالیٰ ناصرک ومعینک ومفیضک بجاہ حبیبہ ورسولہ وآلہ واصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتھی

انسان مرشد کے ہاتھوں پر ہاتھ دے کر اپنے آپ کو اس لیے فروخت کرتا ہے کہ دنیا میں اس سے مذہبی رہنمائی حاصل کی جائے اور آخرت میں اس کے دامن میں پناہ لے کر جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھوں کوثر کا جام پیے، اس پورے خط کو پڑھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ ایک مرشد کس طرح اپنے مرید صادق کی قدم بقدم رہنمائی فرما رہا ہے۔

اور یہی پیر کامل پر زیب اور یہی اس کی پہچان ہے کہ ہر حال میں اپنے ارادت مند کی دستگیری فرمائے۔

دور حاضر کے طالب ومطلوب کی طرح نہیں کہ جن کی ارادت وخلافت ایسی سوکھی کہ طالب اپنی طلب میں غوطہ زن ہونے کے بعد بھی خشک ہی باہر نکلے۔

اب آیئے عربی سند خلافت پر بھی چند نظر ڈال لیتے ہیں۔ محدث صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد فقد سالنی الاخ الرشید ذو القلب المکین والدین المتین العالم العامل والفاضل الفاضل المولوی محمد رجب علی النانفاروی صانه المولیٰ المنان عن شرور الزمان واوصله الی مدارج العرفان وکمال الایمان اجازة اخذ البیعة لاتباع الشریعة والطریقة فی السلسلة العلیة العالیة الطیبة القادریة فقد اجزته بجمیع ما اجازنی الشیخ الابجل القدوة الاعظم لاهل السنة العلامة

المدقق صاحب البهاء والعرفان حضرة الشيخ احمد رضا خان قدس سره بالسر والاعلان.

حمد وصلوۃ کے بعد مجھ سے نیک بخت بھائی پختہ دل والے صاحب دین متین باعمل عالم فضل وکمال والے فاضل مولوی محمد رجب علی صاحب نے سلسلہ علیہ عالیہ طیبہ قادریہ میں اتباع شریعت وطریقت کے لیے بیعت کرنے کی اجازت چاہی مولی المنان انھیں شرورزمان سے محفوظ فرمائے اور انھیں عرفان وکمال ایمان کے درجوں پر فائز فرمائے۔ لہذا میں انھیں ان تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت دیتاہوں جو مجھے شیخ اجل قدوۂ اعظم اہل سنت جماعت علامہ مدقق صاحب البہاء والعرفان حضرت شیخ احمد رضا خاں قدس سرہ بالسر والاعلان نے عطا فرمائی۔

اورسند اجازت کے اخیر میں یوں دعا فرمائی:

وان يجعلني واياه من العالمين العاملين العارفين الكاملين ذوى العفو والعافية الباذلين جهدهم فى اقامة السنة برد مكائد المضلين وسد مفاسد الضالين اعاذ بالله واياه والمسلمين من شرورهم اجمعين وان يختم لنا بالحسنى الخ

اللہ العظیم مجھے اور انھیں عفو وعافیت والے باعمل علما اور کامل عارفوں سے بنادے، جنھوں نے بلند رتبہ سنت کے قیام اور گمراہ گروں کی چالبازیوں کو رد کرنے میں گمراہوں کے فساد بند کرنے میں اپنی کوششوں کو صرف کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انھیں اور مسلمانوں کو ان تمام کی فتنہ انگیزیوں سے پناہ میں رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

خط میں محدث صاحب نے عربی سند خلافت کے علاوہ اردو وفارسی میں بھی سند خلافت عطا فرمانے کا تذکرہ فرمایا تھا، ہمیں صرف فارسی کے دو خلافت نامے محدث صاحب کی تحریر میں ملے، جن دونوں کے مواد قدرے فرق کے ساتھ باہم ملتے جلتے ہیں، تلاش بسیار کے بعد اردو خلافت نامہ نہ مل سکا۔

ذیل میں ہم فارسی خلافت نامہ کے چند اقتباس نقل کرتے ہیں اور اختتام پر ہم انشا ربی سبحانہ وتعالیٰ مفتی نانپارہ کی تمام سندیں من وعن نقل کریں گے۔

فارسی سند خلافت کی ابتدا ان الفاظ میں ہے:''قرطاس اجازت درسلسلہ علیہ عالیہ مبارکہ طیبہ قادریہ رضویہ برائے عزیز دلی سعید ازلی مولوی محمد رجب علی نانپاروی سلمہ العلی الولی۔ بعدہ چند سطور میں خداوند کریم کی حمد وثنا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر صلوۃ وسلام کی ڈالیاں پیش کرتے ہیں اور پھر مقصود کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''امابعد برادر سعید وگوہر فرید عزیز صفی وسعادت ولیاقت ممتلی مولوی محمد رجب علی ابن شیخ نبی بخش نانپاروی سلمہ المولی الباری از فقیر حقیر ظلوم وجہول گوشہ نشین زاویہ خمول عاری عن التمیز عبدالعزیز ابن فاضل جلیل مولوی ظفریاب خاں بجنوری مرحوم غفرلہما الرحمٰن واسکنہما فی دارالجنان سنی حنفی قادری رضوی اجازت اخذ بیعت درسلسلہ عالیہ طیبہ مبارکہ قادریہ کہ بوساطت وارادت شیخ المشائخ قدوۃ العلماء زبدۃ العرفاء دافع جیوش مفسدین قامع بنیان

مرتدین مولانا الشاہ احمد رضا خاں سنی حنفی قادری علیہ رضوان الباری درسلسلہ حلقہ بگوشانش منسلک است درخواست نمود حسب استدعا ملتمس ارا اجازت نمودم پس عزیز موصوف مجاز مطلق است کہ برطبق طریق مسنون از بندگان حی وقیوم اخذ بیعت توبہ وثبات علی الدین القویم جاری دارند رب تبارک وتعالیٰ از برکات وثمرات آں تا قیام قیامت طالبان دین رابہرہ ورگرداند وماموں کہ روز دعاعفووعافیت وعرفان فقیررافراموش نسازند **حسبنا الله ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر والصلوۃ والسلام علی سید ی البشیر النذیر ۔**

کتبہ الفقیر الی اللہ العزیز عبدالعزیز القادری الرضوی غفرلہ

نیک بخت بھائی یکتا موتی (دریتیم) پیارے صوفی نیک بختی ولیاقت سے ممتلی (بھرپور) مولوی محمد رجب علی ابن شیخ بنی بخش نانپاروی سلمہ المولی الباری نے فقیر حقیر ظلوم وجہول گوشہ نشین گمنام خالی من التمیز عبدالعزیز ابن فاضل جلیل مولوی ظفریاب خاں بجنوری غفرلہما الرحمٰن واسکنہما فی دارالجنان سے سلسلہ علیہ عالیہ طیبہ مبارکہ قادریہ میں بیعت وخلافت کی اجازت چاہی جو (عبدالعزیز) شیخ المشائخ قدوۃ العلما زبدۃ العرفا دافع جیوش مفسدین قامع بنیان مرتدین مولانا شاہ احمد رضا خاں سنی حنفی قادری علیہ رضوان الباری کی وساطت وارادت سے ان کے حلقہ سلسلہ میں منسلک ہے۔طالب کی عرض کے مطابق ان کی درخواست کو میں نے قبول کیا،لہذا جناب عزیز موصوف مطلق خلیفہ ہیں کہ خدائے حی وقیوم کے بندوں سے بیعت وتوبہ اور دین متین پر ثابت قدم رہنے کا عہد وپیمان لیتے رہیں۔رب تبارک وتعالیٰ قیام قیامت تک طالبان دین کو اس کے برکات وثمرات سے بہرہ ورفرمائے امید ہے کہ ہرروز فقیر کو دعاےعفووعافیت وعرفان میں فراموش نہ کریں گے۔**حسبنا الله و نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر والصلوۃ والسلام علی سیدی البشیر النذیر** اس کو فقیر الی اللہ العزیز عبدالعزیز قادری رضوی غفرلہ نے لکھا۔

حضرت جد کریم نے ایک رسالہ بنام انوار طریقت لکھا تھا،جس میں تصوف کا مختصر بیان اور محدث صاحب کے مکتوبات کا ذکر تھا،افسوس کہ حضرت کے دیگر اثاثوں کے ساتھ یہ بھی حالات زمانہ کی نذر ہوگیا۔تلاش بسیار کے بعد ہاتھ نہ لگا،اگر وہ ہوتا تو کچھ اور لکھنے کی جسارت کرتا۔ **لعل الله یحدث بعد ذالک امرا**

حضرت شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ شریف کے نہایت بزرگ معتمد اور جید علما میں سے تھے،نجدی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر ہندوستان میں بمبئی کا رخ کیا اور ایک عرصہ تک یہاں حمیدیہ مسجد میں امامت فرمائی،آخری عمر میں مکہ شریف واپس تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔(سوانح شیر بیشہ اہل سنت مصنفہ علامہ محبوب علی خاں ص ۱۸۳)

جناب الحاج نور قادری صاحب جاملی محلّہ بمبئی جنھوں نے بہت سے بزرگان دین سے اکتساب فیض کیا،مفتی

نانپارہ علیہ الرحمہ کے بھی قریبی رہے، باشرع ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء تک ہم نے حمیدیہ مسجد میں حضرت کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

ایک بار نماز مغرب میں کسی وجہ سے جناب نور قادری صاحب نے لقمہ دیا، حضرت نے لقمہ قبول کیا اور تکمیل نماز کے بعد فرمایا، کہ جن صاحب نے لقمہ دیا ہے وہ نماز کے بعد ٹھہر جائیں گے، سنتوں کے بعد ملاقات ہوئی تو حضرت نے کچھ سوالات فرمائے، نور قادری صاحب نے جب جواب درست دیا، تو حضرت نے فرمایا، ٹھیک ہے آج سے مغرب کی نماز میں پہلی صف میں رہو گے۔ اس طرح حضرت اور نور قادری صاحب میں قربتیں بڑھ گئیں۔

یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر علمائے ہند سے گہرے رابطے تھے، اس کا انداز اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اپنے سفر حج کے دوران علمائے عرب وعجم کے استفا پر ایک فتوی تحریر فرمایا، جس میں نجدی حکومت کی جانب سے حجاج کرام پر لگائے گئے، جابراہ ٹیکس کے عدم جواز پر قرآن وسنت اور مذاہب اربعہ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہے، یہ تفصیلی فتوی ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا اور طرد الشیطان عن سبیل الرحمٰن کے نام سے موسوم ہوا۔

اس رسالے کو برائے پروف ریڈنگ اور اصل ونقل کے مقابلہ کے لیے حضرت مفتی اعظم ہند نے شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپا۔

ذیل میں ہم ماہنامہ سنی دنیا کا ایک مختصر اقتباس پیش کرتے ہیں:

''حج وزیارت کے بعد واپس براہ بمبئی ہوئی حمیدیہ مسجد پائی دھونی بمبئی میں اس وقت مکہ مکرمہ کے ایک جید وجلیل القدر عالم حضرت شیخ مولانا سعد اللہ مکی قدس سرہ امام وخطیب تھے، مفتی اعظم ہند نے رسالے کی نقل تیار کرنے کے لیے انھیں شیخ موصوف مکی کے حوالے کیا۔ (ماہنامہ سنی دنیا اسلاف واخلاف رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ جون ۲۰۱۷ء)

مندرجہ ذیل اقتباس سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کس قدر علما کے معتمد اور ان کے اکابر ہند سے کیسے تعلقات تھے کہ سرکار مفتی اعظم ہند ان کے پاس ٹھہرتے بھی ہیں اور اپنے رسالے کی پروف ریڈنگ کے لیے شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب فرماتے ہیں۔ (پروف ریڈنگ کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ مکتوبات مفتی اعظم سے یہی ظاہر ہوتا ہے)

علامہ حشمت علی کی کتاب الصوام الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ پر جہاں دیگر علمائے اعلام کے دستخط ہیں وہیں حضرت شیخ موصوف کے بھی ہیں:

''(۱۶۰) بے شک جن لوگوں کا ذکر استفتاء میں کیا گیا ہے ان لوگوں کے اقوال سے اہل اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ لہذا علمائے حرمین شریفین نے اور حضرت مجیب نے فتوی ہذا میں جو لکھا ہے بجا ہے ایسے لوگوں سے ملنا جلنا ہرگز

جائز نہیں جب تک وہ علی الاعلان توبہ نہ کریں۔ ابوالسعود محمد سعداللہ مکی خادم مسجد زکریا بمبئی (الصوارم الہندیہ ص ۱۵۲ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی)

جناب الحاج نور قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ سید العلما آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ کے حضرت سے دوستانہ مراسم تھے، جب آپ مکہ شریف پہنچے تو حضرت شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے دیکھا کہ بہت بیمار ہیں اس سفر سے واپسی کے بعد آپ دوبارہ مکہ شریف پہنچے، تو معلوم ہوا کہ حضرت انتقال فرما گئے۔ حضور سید العلما جنت المعلیٰ آپ کی قبر شریف پر فاتحہ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔

جناب نور قادری نے بیان کیا کہ یہ بات حضور سید العلماء نے بالمشافہہ ان سے بیان کیا ہے۔

مفتی مشتاق عزیزی صاحب قبلہ بروایت مولانا منصور علی علیہ الرحمہ بمبئی بیان فرماتے ہیں کہ آپ بد مذہبوں سے بہت نفرت فرماتے تھے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مصافحہ ملاتا تو دریافت فرماتے، سنی ہو یا بد مذہب اگر کوئی شخص انجانے میں مصافحہ کر کے چلا جاتا تو ناپسندیدگی میں اپنے دونوں ہاتھوں کو جھٹکتے کہ معلوم نہیں کون تھا، سنی یا بد مذہب۔ اور بد مذہبوں سے اتنی نفرت کیوں نہ ہو کہ انھوں نے حرمین طیبین اور حجاز مقدس پر نجدی حکومت کے مظالم دیکھے اور خود ان کے ظلم وستم کے شکار ہوئے اس لیے ہندوستان میں ان کے ہم خیالوں سے نفرت فرماتے۔ اگر مصافحہ ملانے والے کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی چین کڑا وغیرہ ہوتا تو بھی اس سے ہاتھ نہ ملاتے، جب تک کہ اس سے اتروا نہ لیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الغرض حضرت علامہ شیخ سعد اللہ مکی قدس سرہ سے بھی جد کریم حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔ والد گرامی بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عطا فرمودہ سند اجازت بھی تھی ۱۹۹۹ء میں حضرت کے دیگر آثار وتبرکات کے ساتھ رکھی ہوئی تھی مگر دیگر انھیں اثاثوں کے ساتھ یہ بھی حوادث زمانہ کی نذر ہوگئی، تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ مگر والد بزرگوار حضرت محمود ملت قبلہ اور مفتی مشتاق احمد صاحب کو جو خلافت نامہ حضرت مفتی نانپارہ نے عطا فرمایا، ان دونوں پر دیگر بزرگوں کے ساتھ حضرت شیخ سعد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اجازت وخلافت کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ دلائل الخیرات شریف کی اجازت مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفا وتعظیما کے خاندان رضوان سے ملی ہے۔

مشائخ عرب سے بھی بعض اجازتیں حاصل ہیں جس کی تفصیل کامل تحقیق کے بعد ان شاء اللہ کسی اور موقع سے بیان کی جائیں گی۔

مفتی نانپارہ اور سند روایت حدیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام نے اسلام اور پیغام اسلام کی حفاظت وپاسبانی اور اس کی تبلیغ

وترسیل کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور یہی نہیں بلکہ اپنے بعد والوں کو بھی اس مشن کے فروغ اور اس تحریک کو زندہ رکھنے اور ہر طرح کے باطل فتنوں کی آمیزش سے محفوظ رکھنے کے لیے تیار بھی کیا اور افراد سازی کا فریضہ بھی بحسن وخوبی انجام دیا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان ''بلغوا عنی ولو آیة'' کے پیش نظر آپ کے اقوال وافعال آپ کی ہر ہر ادا کو دنیا تک پہنچانے میں حتی المقدور طاقت وقوت صرف کردی۔ احادیث کریمہ کو روایت کرنے والے مخصوص صحابہ کرام نے اپنے کچھ مصاحبین تیار کیے جنھوں نے ان کی مرویات کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائی جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصاحب خاص حضرت علقمہ وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے مصاحب خاص حضرت امام مجاہد وامام ضحاک وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمر کے مصاحب خاص حضرت نافع وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان جیسی شخصیات نے صحابہ کرام کی نیابت میں آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو دنیا والوں تک پہنچانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

پھر یہ سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ آپ کے بعد تابعین اوران کے بعد تبع تابعین ومحدثین نے اپنے کاندھوں پر اس ذمہ داری کو اٹھایا اور اسناد واجازت مرویات کا دور شروع ہوا، جو آج تک جاری ہے، جس شخص کی سند جتنے کم واسطوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی اسے اتنی ہی زیادہ خوشی حاصل ہوتی اور مشائخ کرام ان سندوں سے برکت حاصل کرتے۔ چنانچہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی بیعت کے فوائد تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: 'اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لیے علمائے کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں یہاں تک رتن ہندی وغیرہ کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں۔ (نقاء السلافہ فتاوی رضویہ ج۲۱ص ۲۶۵)

خواجہ رتن ہندی وہ خوش نصیب شخص ہیں، جو حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا حال سن کر ہندوستان سے مدینہ منورہ گئے اور دولت ایمان سے مالا مال ہوکر شرف صحابیت کا تمغۂ لازوال پایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق میں حاضر ہوئے حدیث سنی پھر ہندوستان واپس آئے ان کی عمر سات سو سال ہوئی ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔

خواجہ رتن ہندی نے جو حدیث روایت کی علما نے اس کی سند کو بابرکت سمجھا اقشہری نے فرمایا، اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے اگر چہ اس کی صحت پر وثوق واعتماد نہیں۔ امام احمد رضا نے بھی یہی فرمایا ہے کہ علما رتن ہندی کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں اور یہ کہ جب خواجہ رتن ہندی کی سند کا یہ حال ہے تو اولیاے کرام کے سلاسل واسانید کا کیا کہنا۔ (خلاصہ نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ)

دور حاضر میں اپنے آپ کو نام نہاد اہل حدیث کہلانے والے غیر مقلدین بھی اسی طرح سے اپنی سندیں امام

بخاری تک ملاتے ہیں ان کے مزار مبارک پر جا کر سندیں پڑھ کر سناتے ہیں۔(کماوقع انفا من روساء ھولاء المردة علی مقبرة الامام البخاری)

اگرچہ اہل سنت سے ہر بات پر دلیل مانگنے والے اپنی اس بات پر دلیل نہ لاسکے،الحاصل یہ کہ سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد گرامی سرکار اعلیٰ حضرت سے اور دیگر مشائخ کرام سے جن واسطوں سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہوئی، ان تمام مرویات کو روایت کرنے کی اجازت ۱۵/ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳/جولائی ۱۹۶۵ء کو جد کریم حضرت مفتی نانپارہ کو عطا فرمائی ، بطور سند سند حدیث شریف سے چند جملے نقل کیے جاتے ہیں اور پوری سند ان شاء اللہ علاحدہ نقل کی جائے گی۔

فلما سالنی الاخ السعید الحمید الرشید مولینا المولوی رجب علی القادری الرضوی سلمہ المتوطن فی نانفارة من مضافات بھرائج بعد الفراغ من الدرس فی المدرسة العالیة لاھل السنة والجماعة مظھر الاسلام جعلھا اللہ تعالیٰ کاسمھا مظھر الاسلام وجعلہ المولی تعالیٰ مرجعا للخاص والعام ومنبع الفضل والفیض التام فاجزتہ علی برکة اللہ ثم علی برکة رسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاشتغال بالقرآن العظیم واحادیث النبی الکریم وبکل ما یجوز لی روایتہ وتمت لی درایتہ من شیوخی الاکملین رحمھم المولیٰ تعالیٰ اجمعین.(الی آخرہ)

مجھ سے نیک بھلے بھائی تعلیم یافتہ ممدوح مولانا مولوی رجب علی قادری رضوی سلمہ متوطن نانپارہ ضلع بہرائچ نے اہل سنت وجماعت کے مدرسہ عالیہ مظہر اسلام سے فارغ ہونے کے بعد اجازت مانگی اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو اس کے نام کی طرح مظہر اسلام بنائے اور جناب موصوف کو عام وخاص کا مرجع بنائے اور فضل وفیض تام کا منبع کرے۔تو میں نے جناب کو قرآن عظیم کی تفسیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کی اجازت دی۔اوران تمام کی جن کی روایت میرے کامل اساتذہ کی جانب سے میرے لیے جائز ہے اور جس کی درایت تام مجھے حاصل ہے۔الخ

فسبحانہ اللہ العظیم

خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما علامہ ظفر الدین فاضل بہار علیہ الرحمہ جنھیں سرکار اعلیٰ حضرت سے حدیث کی روایت واجازت حاصل تھی انھوں نے بھی اپنی تمام مرویات کی اجازت جد کریم حضرت مفتی نانپارہ کو عطا فرمائی۔ سرکار مفتی اعظم اور ملک العلما کی عطا فرمودہ سندیں بعض الفاظ چھوڑ کر باہم مشترک ہیں اس لیے ایک ہی سند کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے:

کماا جازنی شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیوی وغدی شیخ الاسلام والمسلین مجددالدین المتین ناصر السنة کاسر الفتنة مولینا الشاہ احمد رضا خان ادخلہ اللہ تعالی دار الجنان وامطر علیہ مشابیب الرحمة والرضوان ولہ بفضل اللہ اجازة متینة عن ابیہ ختام المحققین وامام المدققین مولینا المولوی محمد نقی علی خان البریلوی قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف العلیم مولینا المولوی محمد رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی غرفات الجنان عن المولیٰ خلیل الرحمن المحمد آبادی عن الفاضل الکامل المولی محمد اعلم السندیلی عن ملک العلماء بحرالعلوم ابی العیاش محمد عبدالعلی اللکنوی عن ابیہ الی اخر سندہ المرفوع الی حضرة الرسالة والخلیفة الاعظم لذی الجلالة.

اس سند کے علاوہ ایک دوسری سند جو اعلیٰ حضرت کی بڑی مشہور ومعروف سند ہے، جس کا تذکرہ حضرت مفتی اعظم وملک العلماء علیہما الرحمہ نے اپنی اپنی سندوں میں یوں فرمایا ہے:

ولشیخنا المجدد المشھور الاجازة المبارکة عن شیخہ الکریم زبدة العارفین قدوة الواصلین مولینا السید آل الرسول المارھروی رضی اللہ عنہ بالرضاء السرمدی عن العارف باللہ مولینا نور بن مولینا انوار عن ملک العلماء بحرالعلوم المذکور رضی اللہ تعالیٰ عنھم

اور دوسری سندوں کا تذکرہ بس مختصر مبہم الفاظ میں فرماتے ہیں:

واجازات اخر عن المشائخ الکرام والعلماء الاعلام.

ان دونوں محدثین عصر کے علاوہ شیخ الحدیث عارف باللہ حضرت شیخ عبدالعزیز محدث بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی۔ جد گرامی پر محدث صاحب کی اس قدر مہربانی عنایتیں اور نوازشیں تھیں جو بیان سے باہر ہیں، پہلے اپنا تلمیذ خاص بنایا، چند سال جامع مسجد میں صحبت ومعیت عطا کی، دامن ارادت سے وابستہ فرمایا، پھر علوم ظاہری وباطنی میں اپنا خلیفہ ونائب بنا دیا، آپ نے اپنی قلمی تحریر میں ایک سند تحریر فرمائی، جس کا مکمل جلوہ ان شاء اللہ آپ الروائح المسکیة فی الاسانید القویة میں دیکھیں گے۔ یہاں ذیل میں اس کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

اما بعد فقد سالنی الاخ الحمیم والمخلص الصمیم ذو القلب السلیم والدین القویم محب السنة والعلوم والحکمة مبغض الجھالة والفتنة العالم العامل والفاضل الفاضل السعید الرشید الحلیم المولوی محمد رجب علی ابن الشیخ نبی بخش اسعدہ اللہ فی الدارین ومنح مناہ واعطی کتابہ بیمناہ وصانہ اللہ العزیز الرحیم عن الضلالة والطغیان والاثم الوخیم المتوطن نانفارہ من مضافات بلدة بھرائج بعد ما فرغ من درس احادیث رب العالمین شفیع

المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وتفسیر کلام الملک القدوس الحکیم من هذا الفقیر افقر الخلائق بفضل ربه الجلیل خاثرالخاطر عار عن الادب والتمیز المدعوبعبدالعزیز القادری الرضوی البجنوری غفرله الغفور العزیز القوی ومنع بفضله وکرمه عافیة الدارین واشغله فی مرضیاته فی الملوین فی المدرسة العلیة المبارکة لاهل السنة والجماعة الواقعة فی البلدة بریلی الموسومة بمنظر اسلام جعلها اللہ تعالیٰ کاسمها مظهرا للاسلام اجازة القرآن الحکیم واحادیث النبی الکریم علیه افضل الصلوة واکمل التسلیم وجمیع ما ارویه من مشائخ الکرام واستاتذی الفخام اولهم وافضلهم شیخی ومرشدی سیدی وسندی ذخری لیومی وغدی شیخ الاسلام والمسلمین مجددالمائة الحاضرة موید الملة الطاهرة حضرة العالم العارف الشیخ مولینا احمد رضا خاں قدس اللہ سره ونفع اللہ تعالیٰ ببرکاته فی الدارین عن الشیخ العارف الکامل تاج الکملاء زبدة العارفین حضرة السید الکریم الشاه آل رسول الاحمدی قدس اللہ سره عن الشاه المشتهر فی الآفاق صاحب الآداب والتمیز مولینا الشاه عبدالعزیز المحدث الدهلوی قدس اللہ سره الی افضل الرسالة صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبها وآله واصحابه وسلم فقد اجزته بکل ما یجوز لی روایته وتمت لی درایته من الاساتذة والمشائخ رحمهم اللہ تعالی۔

مجھ سے قریبی بھائی بہت مخلص صاف ستھرے دل والے پختہ دین والے سنت علوم وحکمت سے محبت کرنے والے جہالت وفتنہ سے نفرت کرنے والے باعمل عالم وفاضل بلند اخلاق وکردار نیک بخت راہ راست پر قائم بردبار مولوی محمد رجب علی ابن شیخ نبی بخش نے جو نانپارہ ضلع بہرائچ کے رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں دارین میں شادکام وخوش انجام فرمائے، ان کی نیک خواہشات پوری فرمائے اوران کے حساب وکتاب کا رجسٹر ان کے داہنے ہاتھ میں عطا فرمائے اور اللہ عزیز وحکیم انھیں گمراہی وسرکشی وخطرناک گناہوں سے محفوظ فرمائے، اس فقیر حقیر اپنے رب جلیل کے فضل کا مخلوق میں سب سے زیادہ محتاج، سست دل ادب وتمیز سے خالی جو عبدالعزیز قادری رضوی بجنوری سے پکارا جاتا ہے، اللہ غفور وقوی وعزیز اس کی بخشش فرمائے اوراپنے فضل وکرم سے دونوں جہان کی عافیت نصیب فرمائے اوراسے اہل سنت وجماعت کے مدرسہ عالیہ مبارکہ میں صبح وشام اپنی رضا جوئی میں مشغول رکھے، جو مدرسہ بریلی شریف میں واقع ہے، منظر اسلام کے نام سے موسوم ہے، اللہ اس کواس کے نام کی طرح اسلام کا مظہر بنائے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اورکلام الٰہی کی تفسیر پڑھنے کے بعد قرآن حکیم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرنے کی اجازت مانگی اوران تمام کی جو میں اپنے بلند رتبہ اساتذہ ومشائخ کرام سے روایت کرتا ہوں، جن میں

افضل واول میرے شیخ ومرشد سیدی وسندی دنیا وآخرت میں میرے لیے تو شہ شیخ الاسلام والمسلین دور حاضر کے مجدد پا کیزہ ملت کے موید حضرت عالم وعارف شیخ امام احمد رضا ہیں، قدس اللہ سرہ ونفع اللہ تعالیٰ ببرکاتہ فی الدارین۔ جو شیخ عارف وکامل تاج الکاملین زبدۃ العارفین حضرت سید کریم شاہ آل رسول احمدی قدس اللہ سرہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ آفاق میں مشہور شاہ صاحب آداب وتمیز مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک روایت کرتے ہیں، تو میں نے انھیں ان تمام کی اجازت عطا کی، جس کی روایت میرے اساتذہ اور مشائخ کرام کی جانب سے جائز اور جس کی درایت میرے لیے تام ہے۔ الخ

سبحان اللہ شیخ محترم نے جد کریم کو کن کن القاب سے ملقب فرمایا ہے، یہ کرم نہیں تو کیا ہے، الحاصل یہ کہ جد کریم حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو سلسلہ رواۃ حدیث میں سرکار اعلیٰ حضرت سے تین واسطوں سے نسبت حاصل ہے:

(۱) سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے

(۲) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ سے

(۳) حضور قبلہ وکعبہ محدث بجنوری علیہ الرحمہ سے

اور سلسلہ بیعت وخلافت میں دو واسطوں سے سرکار اعلیٰ حضرت سے نسبت حاصل ہے کہ بیعت محدث بجنوری اور طالب سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ سے اور انھیں دونوں حضرات کی بارگاہ سے خلافت بھی حاصل ہے۔

اسی در رضوی کی نسبت کا اظہار ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں ؎

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

خم رضوی میں مست ومگن ہو کر خماری کے عالم میں فرماتے ہیں ؎

چشم مرشد سے بفضل اللہ میری آنکھ میں
بادۂ عرفان حق کا اک خمار آہی گیا
جس بھری محفل میں پہنچا میں رجب سب بول اٹھے
اپنے مرشد کا وہ دیکھو جاں نثار آہی گیا

مفتی نانپارہ ایک پیر کامل

سید الاصفیا حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے ابلیس انسانی شکلوں میں ہیں، پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، اس شعر کی تشریح کی جائے، تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، بس میں اتنے پر اکتفا کروں کہ جد کریم مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اپنے مریدین کو اکثر اسی بات کی نصیحت اپنے ان الفاظ میں کیا کرتے تھے ۔

پانی پیو چھان کے
پیر کرو جان کے

خلاصہ یہ کہ بہت سے ابلیس بھی آدمیت کا چولہ اوڑھ کر پیری مریدی کے میدان میں کود پڑتے ہیں، شیطان صفت انسان اور فاسق معلن بھی مشیخت کے دعویدار بنے بیٹھے ہیں، لہذا دامن ارادت کے طلب گار کو دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں وہ دامن مکروفریب سے وابستہ نہ ہو جائے، علما کی بیان کردہ شرائط کے مطابق پیر تلاش کرے، ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے کر جامع شرائط پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے، جب ہم مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات والا پر نگاہ کرتے ہیں، تو آپ کی ذات جامع الصفات نظر آتی ہے، علمی دنیا میں ان کا کوئی جواب نہیں، دور حاضر میں آپ کا سلسلہ تمام سلسلوں میں بے مثال تقوی وطہارت میں دور دور تک کوئی ثانی نظر نہیں آتا، الغرض آپ صرف انھیں شرائط کے جامع نہیں تھے، جو بیعت تبرک کے لیے ضروری ہیں، بلکہ بیعت ارادت کے شرائط بھی آپ میں مجتمع تھے، آپ کے تقوی وطہارت، اخلاق وکردار کا باب نہایت وسیع ہے، یہاں صرف چند مثالیں مشتے از خروارے نمونہ کے تحت نقل کی جاتی ہیں ۔

جناب ولی محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ عید کا دن تھا، حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اہل سنت کی مرکز المساجد راجا والی مسجد میں نماز پڑھا کر تشریف لا رہے تھے، آپ کے پیچھے نانپارہ اور اطراف کی عوام کا جم غفیر تھا، ادھر سے دیوبندیوں کی جامع مسجد کا امام حافظ غوث علیہ ماعلیہ تنہا نماز پڑھا کر آ رہا تھا، حضرت اس شخص سے واقف نہیں تھے اور مشابہت بھی سنیوں کی سی بنائے ہوئے تھا، قریب پہنچ کر اس بد مذہب نے سلام کیا، حضرت نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئے، ابھی تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے، کہ ایک شخص نے پیچھے سے عرض کیا، کہ حضرت! آپ سے سلام کرنے والا بد مذہب ہے ۔ حضرت فورا کانپ گئے، نام دریافت کیا، معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کا امام حافظ غوث ہے، پھر کیا تھا کہ ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر فوراً اس امام کو بلایا اور اپنے سامنے کھڑا کر کے مجمع عام کو مخاطب فرمایا، کہ مجھے معلوم نہیں تھا، کہ یہ بد مذہب ہے انجانے میں میں نے اس کے سلام کا جواب دیا، کل قیامت میں تم لوگ گواہ رہنا کہ رجب علی نے توبہ کی ہے اور تمام کلمات توبہ پڑھنے کے بعد حضرت وہاں سے آگے بڑھے ۔

اللہ اکبراس واقعہ میں صد ہا نصیحتوں کے ساتھ آپ کا تصلب فی الدین حق گوئی وبے باکی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بد مذہبوں سے کسی ہی مداہنت کے روادار نہ تھے، جھانسی کے جناب محترم ببلو بھائی مرید مفتی نانپارہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ممبئی تشریف لے جارہے تھے،ٹرین کا جھانسی ریلوے اسٹیشن پر اسٹاپ تھا، ادھر مریدین کو خبر ہوئی تو ایک جم غفیر ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لیے پہنچ گیا۔ میں بھی حضرت کے لیے دو تحفے لے کر حاضر ہوا، جس میں ایک کوٹ اور ایک ہاف سیوٹر تھا، جوں ہی پیش کیا، حضرت نے کوٹ یہ کہہ کر رد فرما دیا، کہ یہ تو انگریزی لباس ہے، انگریز آیا اور ہندوستان کولوٹ لے گیا، ہندو مسلم بٹوارا کروا کر ڈوائڈ اینڈ رول قائم کر گیا اور سیوٹر قبول فرمالیا۔

حضرت کے تقوی واحتیاط کا یہ عالم کہ انگریزی تہذیب وتمدن سے کس قدر بے زار ہیں، ان کے لباس فاسقانہ کو قبول کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اولیاء اللہ کس طرح لفظ کو عمل میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، آج لوگ انگریزی مصنوعات کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہیں، مگر ان کے بائیکاٹ کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کے پیروں میں انگریزی بوٹ اور بدن پر انگریزی سوٹ ہوتا ہے، جنھیں دیکھ کر اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاری تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مگر حضرت نے فقط نعرہ نہ لگا کر اس کا عملی بائیکاٹ فرما دیا اور بتا دیا کہ صوفیا کے قول وفعل میں یکسوئی ہوتی ہے، تشبہ کفار سے کوسوں دور ہوتے ہیں، الغرض ایک پیر کامل میں جو صفات ہونی چاہیے بلاشبہ وہ سب مفتی نانپارہ میں جمع تھیں، ان کے تقوی وطہارت کی اگر چھوٹی چھوٹی مثالیں تحریر میں لائی جائیں تو ایک دفتر ہو جائے، مگر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

رخصت ہوتے ہوئے ایک بات عرض کردوں کہ جد کریم حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۶۹ھ میں ایک رسالہ بنام **اسناد الخادم الی الاعاظم والاعالم** تصنیف فرمایا تھا، جس میں ان تمام اجازت وخلافت اور اس کی تاریخ وکیفیت کا ذکر تھا، جو جد کریم کو بزرگان دین کی جانب سے حاصل تھیں اور اسی کے ساتھ ساتھ **الروائح المسکیۃ مع الاسانید القویۃ** ضم تھا، جس میں اعلیٰ حضرت کے رسالے **الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ** کے طرز پر ان تمام سندوں اور اجازتوں کو اکٹھا کر دیا تھا، بڑی جستجو کے اس کا پہلا ورق دستیاب ہوا، بقیہ حضرت کی دیگر امانتوں کی طرح نایاب ہے۔ اگر یہ دونوں رسالے موجود ہوتے تو مکمل طور پر بیعت وخلافت کے موضوع پر روشنی پڑتی کہ صاحب الدار ادریٰ بما فیہا گھر والا ہی جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے۔ ہم اپنی اس تحریر کو حضرت ہی کے نام **اسناد الخادم الی الاعاظم والاعالم** سے موسوم کرتے ہیں اور جد کریم کی دستیاب تمام اسناد کو یکجا کر کے اس کا نام **الروائح المسکیۃ مع الاسانید القویۃ** رکھتے ہیں۔ تمت بالخیر

بلبل ہنداور حضور مفتی اعظم ہند

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

حضور بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان علم وفکر، فضل وکمال کے جس اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے، وہاں تک پہنچنا ہر کس وناکس کا حصہ نہیں۔ اپنے وقت کے اکابر علماو مشائخ کی صف اول کے عالم تھے، آپ کی علمی عظمتوں کا اعتراف معاصرین نے تو کیا ہی ہے، اہل سنت و جماعت کے بزرگ علما کا بھی آپ پر کامل اعتماد تھا۔ حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، ضیاء ملت، برہان ملت، حافظ ملت، مجاہد ملت، شمس العلما، سید العلما، محدث اعظم ہند، شیر بیشہ اہل سنت وغیرہ ہماری جماعت کے چوٹی کے علما کی توجہات حضور بلبل ہند پر مرکوز رہتی تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نوازشات، اور لطف وکرم کے بادل آپ پر جھوم جھوم کر برستے تھے۔ ہم یہاں ذیل میں چند باتیں ذکر کرتے ہیں، جن سے آشکارا ہوتا ہے، کہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ پر سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کتنا کرم فرماتے تھے۔

☆ حضرت بلبل ہند نے نانپارہ میں اپنے استاذ گرامی حضرت مفتی عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ سے متوسطات تک تعلیم حاصل کرلی تھی، مزید تعلیم کے لیے استاذ محترم چند ساتھیوں کے ساتھ آپ کو علم وفن کی راجدھانی بریلی شریف میں داخلہ کے لیے لے گئے، ارادہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مدرسہ ''دارالعلوم مظہر اسلام'' کا تھا، مگر اتفاق سے حضور مفتی اعظم ہند اس وقت بریلی شہر میں موجود نہ تھے۔ حضرت مفتی عبدالحمید صاحب نے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے ملاقات کی، جو دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم، سرکار اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر اور سرکار مفتی اعظم ہند کے بڑے بھائی تھے اور بلبل ہند اور آپ کے ساتھیوں کو سرکار حجۃ الاسلام کے حوالے کردیا، یہ لوگ منظر اسلام میں مصروف تعلیم ہوگئے۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ اس دوران سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور ان کی خدمت کرکے کسب فیض کرتے تھے۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ سے بے حد خوش رہتے اور کبھی کبھی لوگوں کے روبرو آپ کے داخلہ کا وقت یاد کرکے مسکراتے ہوئے فرماتے: ''آپ کو دیکھیے آئے تھے میرے یہاں، بھائی صاحب نے اچک لیا''۔ یہ جملہ کتنے پیار اور محبت سے لبریز ہے اس کا اندازہ اہل نظر ہی کرسکتے ہیں۔

☆ بلبل ہند علیہ الرحمہ کی فراغت کے دن مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا: ''اچھی چٹنی پیستا ہے، برتن

بڑھیادھوتا ہے، کچھ پڑھا بھی ہے؟ آج تیری دستار بندی ہے، لے آ! جتنی کتابیں پڑھا ہے، پڑھ لے!'' پھر حضرت بلبل ہند کتابیں لائے، مفتی اعظم ہند ہر کتاب کا پہلا صفحہ اور مقدمہ کی مختصر عبارت پڑھاتے اور ارشاد فرماتے **رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر** ۔حضور مفتی اعظم ہند کے اس کرم خاص کا ایسا اثر ہوا کہ بلبل ہند فرماتے ہیں ''طالب علمی میں جس حدیث کو پڑھا ہوں، اب تک میرے مفتی اعظم کے فیضان سے حرف بہ حرف سندوں کے ساتھ مجھے یاد ہے''۔

☆ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حضرت بلبل ہند کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت اور اپنے مجموعہ اعمال اوراذ کار واشغال کی اجازت سے نواز کر اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ قلمی سند اجازت عطا فرمائی، اس سند میں آپ کو چند بھاری بھرکم خطابات سے بھی سرفراز فرمایا۔ چناں چہ تحریر فرماتے ہیں:''**فیا ایھاالاخ فی الدین المتین والطریق المستبین ناصرالسنة کاسرالفتنة مفتی الشرع المتین ذاالفضل الجلی مولاناالمولوی محمد رجب علی سلمه ربه العلی الولی** ''غور فرمائیں! مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو ناصر السنہ یعنی سنت کا مددگار، کاسر الفتنہ یعنی فتنہ کو ختم کرنے والا، مفتی شرع متین ذوالفضل الجلی یعنی بڑا فضل وکمال رکھنے والا تحریر کیا۔ ان خطابات سے جہاں سرکار مفتی اعظم ہند کی نظر میں آپ کی قدر ومنزلت کا پتہ چلتا ہے، وہیں بلبل ہند کی شخصیت کی عظمت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

☆ صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نکاح خوانی کے موقع پر جب کہ بڑے بڑے علما موجود تھے، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بلبل ہند کو نکاح پڑھانے کا حکم دیا اور آپ نے تعمیل حکم میں نکاح پڑھایا یقیناً یہ ایک بڑا اعزاز ہے، جو بارگاہ مفتی اعظم ہند سے آپ کو حاصل ہوا۔

☆ ممبئی میں ایک صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند کو کھانے کی دعوت دی، اس وقت بلبل ہند بھی ممبئی میں موجود تھے، آپ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ داعی کے گھر تک آئے، مگر حضرت کو وہاں پہنچا کر، واپس چلے گئے۔ کھانے کے وقت دسترخوان پر مفتی اعظم ہند نے آپ کو یاد کیا، کہ مولانا رجب علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا، حضرت! وہ تو چلے گئے، فرمایا، چلے گئے؟ اچھا کیا انھوں نے، وہ طفیلی نہیں ہیں، انھیں بلاؤ، وہ کھائیں گے، تو میں کھاؤں گا۔ داعی جلدی بلبل ہند کی قیام گاہ گئے اور بتایا کہ مفتی اعظم کھانے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت تیزی سے بارگاہ مفتی اعظم ہند میں آئے، مفتی اعظم ہند نے اپنے قریب بٹھایا اور مبارک ہاتھوں سے ماحضر پیش فرمایا۔

☆ مولانا توکل حسین صاحب کا بیان ہے کہ مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ایک موقع پر فرمایا: ایک مرتبہ میں نے مدرسہ کا جلسہ رکھا تھا اور مقررین کے انتخاب کے لیے سوچ رہا تھا، رات میں

خواب دیکھا، کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے اور فرما رہے ہیں، کہ ''جلسہ میں صوفی نظام الدین کو بلاؤ''۔ پتہ چلا، کہ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی حیات ظاہری میں تو آپ پر فیض وکرم کی بارشیں کیں ہی، بعد وصال بھی ان کی روحانیت ہمیشہ آپ کی طرف متوجہ رہی۔ بلبل ہند فرماتے ہیں ؎

مگر آپ آ کے خوابوں میں مجھے تعلیم دیتے ہیں
تو مٹ جاتی ہے ساری دل کی کلفت مفتی اعظم
زہے تشریف ارزانی مرے خوابوں کی دنیا میں
کئی بار آپ نے دکھلائی صورت مفتی اعظم

یہ مشتے از خروارے بلبل ہند پر حضور مفتی اعظم ہند کی نوازشات کے چند نمونے ہیں۔ اب آیئے حضرت بلبل ہند کی سرکار مفتی اعظم ہند کے ساتھ عقیدت ومحبت بھی ملاحظہ کر لیجیے:

حضرت بلبل ہند کے رگ وریشے میں مفتی اعظم ہند کی محبت سرایت کیے ہوئے تھی، آپ حضور والا کو اپنا ولی نعمت اور محسن مکرم سمجھتے تھے۔ اپنی ساری لیاقتوں، صلاحیتوں، علمی وعملی خوبیوں، دینی ودنیاوی نعمتوں کو سرکار مفتی اعظم ہند کا فیضان بتاتے تھے۔ اپنے مریدین اور حلقہ اثر کو بریلی شریف، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند سے وابستگی کا درس دیتے تھے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں، جنھوں نے آپ کی ترغیب پر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف پایا۔ اپنی تقریروں میں لوگوں کو دین ومذہب سکھانے کے ساتھ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کی محبت کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کی کوششوں سے سرکار مفتی اعظم ہند کے بہرائچ اور اس کے قرب وجوار میں متعدد دورے ہوئے، یہی وجہ ہے، کہ ضلع بہرائچ کے دیہی علاقوں میں بھی بریلی شریف اور مفتی اعظم ہند کے دیوانے پائے جاتے ہیں اور یہاں کے لوگوں میں بریلی اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی بڑی عقیدت پائی جاتی ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بارہا ناپارہ حضرت بلبل ہند کے مکان پر تشریف لائے، اس وقت مکان کچا تھا، بجلی کا انتظام نہ تھا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی، تو اسباب پیدا ہوئے اور مکان پختہ بن گیا۔ بلبل ہند علیہ الرحمہ فرماتے تھے، کہ مفتی اعظم ہند نے دعا کی تو مکان بن گیا اور دعا کی تو مدرسہ بن گیا۔ اپنے مکان کی باہری دیوار میں لگی ہوئی کھڑکیوں کے اوپر بالترتیب (۱) اعلیٰ حضرت (۲) مفتی اعظم ہند (۳) محدث بجنوری (۴) محدث اعظم ہند علیہم الرحمہ کے اسما لکھوائے تھے، جو آج بھی لکھے ہوئے ہیں۔ مدرسے کا نام ''جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم'' تجویز کیا اور لفظ ''مصطفویہ'' لگا کر سرکار مفتی اعظم کے اسم مبارک ''مصطفیٰ رضا'' کی طرف منسوب کیا۔ ایک بار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے، تو کھانے کے لیے جو دسترخوان سجایا، وہ چالیس قسم کے کھانوں سے بھرا ہوا تھا۔

آپ خود کو مفتی اعظم کا غلام بتاتے اور انھیں اپنا ہادی مانتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام
نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا
میرے ہادی ہیں مفتی اعظم
فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں

آپ کے اشعار میں جا بجا سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ذکر خیر پایا جاتا ہے، بلکہ حضور مفتی اعظم ہند کی شان میں ایک طویل منقبت تحریر کی جو تقریباً سو اشعار پر مشتمل ہے، اور مفتی اعظم ہند کے ساتھ آپ کی عقیدت و ارادت، الفت و محبت، عشق و لگاؤ اور تعلق خاطر کا آئینہ ہے۔ چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

صبا لے جا تحیت پیش حضرت مفتی اعظم
یہ کہنا اے مرے آقائے نعمت مفتی اعظم
کہاں جاؤں کہوں کس سے میں حال زار دل اپنا
کرے گا کون مجھ پر چشم رحمت مفتی اعظم
غلام در بہت ہی مضطرب ہے المدد آقا
سہا جاتا نہیں اب درد فرقت مفتی اعظم
تمنا ہے رہے دل میں مکیں اس خادم در کے
ہمیشہ آپ کی پاکیزہ صورت مفتی اعظم
تصور میں رہوں کھویا ہمیشہ حسن نوری کے
ملے یہ لطف تا روز قیامت مفتی اعظم
سبھی گھر والے باہر والے ہیں اس بات کے شاہد
ملی ہے کیا مجھے حضرت سے نسبت مفتی اعظم
رجب ہے آپ کا اور آپ اس کے بندہ پرور ہیں
بڑی اچھی ملی ہے مجھ کو نسبت مفتی اعظم

بلبل ہند کے مشاہیر اساتذہ

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

ولادت اور نام

آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے لخت جگر کا نام ''محمد'' رکھا اور عرفیت حامد رضا تجویز فرمائی، جو آپ کی موت، حیات اور وفات پر لطیف اشارہ تھا، کہ محمد کے عدد ۹۲ ریہ سن ولادت پر دلالت کرتے ہیں اور حامد رضا کے عدد ۱۳۶۲ھ سن وفات پر دال ہیں۔

تعلیم وتربیت

امام احمد رضا نے فرزندار جمند کی تعلیم وتربیت اپنی آغوش شفقت ورحمت میں کی۔ رسم بسم اللہ خوانی کے بعد علوم وفنون کی تحصیل کا دور ۸رسال کی عمر میں ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں شروع ہوا، اس کے بعد پورے تسلسل اور استقلال کے ساتھ شب وروز محنت وجانفشانی کر کے تمام علوم وفنون مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، حکمت وفلسفہ، کلام وعقائد، کی منتہی کتابیں پڑھ کر ۱۹رسال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں فاتحہ فراغ پڑھا۔

مسند افتا پر

جب آپ نے علوم درسیہ حاصل کر لیے، تو مسند افتا پر بیٹھا دیے گئے اور یہ سلسلہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء سے شروع ہو کر ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ اس دوران آپ نے استاذ گرامی امام احمد رضا کے زیر سایہ کرم رہ کر تصنیف وتالیف اور فتاوی نویسی میں کمال حاصل کیا۔ آپ کے مضامین اور فتوے عظیم آباد پٹنہ کے رسالہ تحفہ حنفیہ میں قسط وار شائع ہوتے رہے، جو اس کے بانی ومدیر حضرت علامہ قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا۔

حجۃ الاسلام کا ایک معرکتہ الآرا فتوی رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ''فتوی عالم ربانی بردخرافات قادیانی'' کے عنوان سے شائع ہوا، جو بعد میں ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کو اس فتوے کا جواب دینے کی توفیق نہیں ہوئی، جب کہ وہ ملعون اس کے بعد بہت دنوں تک زمین کا بوجھ بنا رہا۔

بیعت وخلافت

حضرت سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور آپ ہی سے اجازت وخلافت کی سند حاصل کی۔

شیخ طریقت امام احمد رضا نے بھی اپنے فرزند کو ان سلاسل عالیہ کی اجازت مرحمت فرمائی جو سید آل رسول احمدی علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئی تھی۔ امام احمد رضا کو ۱۲/سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت حاصل تھی، اعلیٰ حضرت نے ان تمام سلاسل کی اجازت حجۃ الاسلام کو عطا فرمائی۔

امام احمد رضا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی مسند طریقت کا جانشین بھی حضرت حجۃ الاسلام کو نام زد فرمایا اور سند جانشینی عطا کی، جسے مولانا عنایت محمد خاں غوری علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ سند مسند جانشینی میں حضور حجۃ الاسلام کی زندگی میں شائع کیا۔

تحریکی وتنظیمی سرگرمیاں

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت وتدبر اور دانائی وفراست کے ماہر تھے، حالات پر ان کی گہری نظر ہوتی، کب کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے، ان کی دوربیں نگاہیں محسوس کرلیتیں اور جو فیصلہ کرلیتے اسے حتمی شکل دینے کے لیے سرگرم عمل ہوجاتے، چنانچہ بریلی شریف میں جب دیوبندیوں کا مدرسہ قائم ہوگیا، تو انہیں اندیشہ ہوا کہ سنی طلبہ ان کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرکے صرف بدمذہب ہی نہیں، بلکہ بدمذہبیت کے علم بردار بن جائیں گے، چنانچہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کی تاسیس آپ ہی کی فکر رسا کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ملک العلما مولانا ظفرالدین بہاری کو جو اس زمانے میں طالب علم تھے، مولانا حسن رضا اور حجۃ الاسلام کو مدرسے کے قیام کے لیے آمادہ کیا اور ان تینوں بزرگوں نے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا، کہ امام احمد رضا، سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے، حضرت حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد

رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی ۔ امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی، تب حکیم موصوف نے کہا، اگر کسی نے پوچھا کہ دیو بندیت کو کس نے فروغ دیا، تو میں آپ کا نام لوں گا ،امام احمد رضا نے دریافت فرمایا، وہ کیوں کر؟ حکیم موصوف نے فرمایا، کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لیے ۔ امام احمد رضا نے فرمایا، میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کرسکتا ۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا، ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں، آپ تائید فرمادیں، چنانچہ رحیم یار خاں صاحب کے مکان پر مولانا محمد ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا ،امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظر اسلام مدرسہ کا تاریخی نام ۱۳۲۲ھ مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوئے ، پھر خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی مدرسے کے مہتمم بنائے گئے ۔

اپنے دور اہتمام میں درس وتدریس کے ساتھ ادارہ کی ایسی خدمت کی کہ منظر اسلام کو اہل سنت کی مرکزی درسگاہ بنادیا اور آج تک یہ ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

تصنیف وتالیف

قدرت نے حضرت حجۃ الاسلام کو زبان وقلم پر یکساں دسترس عطا فرمائی تھی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ مصنف اعظم امام احمد رضا کے خلف وخلیفہ تھے اور اپنی زندگی والد مکرم کے نقش قدم پر بسر کی تھی، آپ کی تصانیف بلند پایہ، پرمغز اور دلائل وبراہین کا خزانہ ہیں، یہ اور بات ہے کہ دینی وتبلیغی مصروفیات کی بنا پر تصانیف کی تعداد میں محققین کا اختلاف ہے ۔ علامہ مفتی محمد حنیف صاحب قادری نے ۱۴؍تصانیف شمار کرائی ہیں ، دوسرے ماہر رضویات فاضل نوجوان مولانا ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب نے اس تعداد کو ۲۳؍تک پہنچایا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں مزید تحقیق وجستجو کا سلسلہ جاری ہے۔ڈاکٹر صاحب کی فہرست کتب ذیل میں درج ہے:

(۱)الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۲) سرالفرار(۴) نکس اباطیل مدرسہ خرما(۵)اجلی انوار رضا(۶)اجتناب العمال(۷)سلامۃ اللہ لاہل السنۃ(۸)رمز شیریں چاہ شور(۹)قصدیم شیریں باچاہ شور(۱۰)خطبہ استقبالیہ(۱۱)اذان من اللہ(۱۲)مراسلت سنت وندوہ(۱۳)تیسیر المعیون للسکون فی وباء الطاعون(۱۴)فاتحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین(۱۵)جبل اللہ المتین(۱۶)تعلیقات فتاوی رضویہ تیسری جلد(۱۷)کنز المصلی پر حاشیہ(۱۸)مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ(۱۹)حاشیہ ملاجلال(۲۰)ترجمہ الدولۃ المکیہ(۲۱)ترجمہ حسام الحرمین(۲۲)فتاوی حامدیہ(۲۳)دیوان نعت (بنام تحائف بخشش)

تصوف وسلوک اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا فروغ

حضور حجۃ الاسلام کا خانوادہ علم شریعت وطریقت کا حسین سنگم تھا، جہاں شب وروز علوم ومعارف کے چشمے جاری رہتے، وہیں تزکیہ واحسان کے حصول کے لیے زہد وتقوی، توکل وقناعت، ذکر وفکر، اوراد ووظائف کی شمع فروزاں رہتیں، جن کے انوار سے دنیا معرفت کی روشنی حاصل کرتی۔

سیدنا نورالعارفین شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حجۃ الاسلام کو اجازت وخلافت سے نوازا، یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی، جس کو آپ نے بہت ہی اخلاص کے ساتھ نبھایا، بکثرت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور غوثیت مآب کی غلامی حاصل کی۔ آپ جہاں بھی جاتے، علما، طلبہ، عوام وخواص کی بھیڑ لگ جاتی اور لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضر ہوکر سلسلہ میں داخل ہوتے، اس سلسلہ میں آپ نے ملک وبیرون ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں کا دورہ کیا اور بندگان الٰہی کو حصول فیضان کا موقع بخشا۔

خلفا

آپ کے نامور خلفا کی تعداد بہت ہے، ان میں بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (م۱۹۶۵ء) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آباد (م۱۹۶۲ء) شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیت (م۱۹۶۰ء) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری دھام نگر اڑیسہ (م۱۹۸۱ء) امین شریعت مفتی محمد رفاقت حسین کان پور (م۱۹۸۳ء) نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا ریحان رضا خاں (م۱۹۸۵ء) شیخ الحدیث مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی (م۱۹۸۶ء) وغیرہ علیہم الرحمہ

وصال شریف

حجۃ الاسلام کی علالت کا آغاز ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء سے ہوگیا تھا، مگر علالت میں بھی عبادات کی ادائیگی اور معمولات زندگی میں فرق نہ آنے دیا، متعدد تبلیغی اسفار کیے، وصال پاک سے ایک سال پہلے ہی اپنی رحلت کے احوال وکوائف بیان فرمانے لگے تھے، یہ بھی ارشاد فرمایا:

''وقت وصال میری زبان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام اور ذکر میں مشغول ہوگی، روح قرب وصال کے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔''

چنانچہ ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/مئی ۱۹۴۳ء کو ۷۰/سال کی عمر پاکر نماز عشا کے دوران عین

حالت قعود میں کلمات تشہد اور درود وسلام پڑھتے ہوئے رات کے دس بج کر ۴۵؍منٹ پر آپ کا وصال مبارک ہوا، یعنی ۱۷؍جمادی الاولیٰ کا دن گزار کر ۱۸؍کی شب کو وصال فرمایا،کسی نے کیا خوب کہا ۔

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

سوگواروں نے نمناک آنکھوں سے جنازہ اٹھایا،نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد علیہ الرحمہ نے پڑھائی،نماز جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے،لاشہ مبارک روضہ اعلیٰ حضرت میں مزار شریف سے متصل مغربی حصہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ

ولادت باسعادت

اسلام کے بطل جلیل،صبر واستقامت کی چٹان،علم وعمل کا پیکر جمیل،شریعت وطریقت کا سنگم،اخلاص وایثار کا مظہر،حق وصداقت کے منارۂ نور،مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی بن امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت ۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ ۷؍جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق بریلی شریف میں ہوئی۔

آپ کا پیدائشی اصلی نام محمد ہے،اسی نام پر عقیقہ ہوا،غیبی نام آل الرحمٰن ہے،پیرومرشد نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین تجویز فرمایا اور والد ماجد نے عرفی نام مصطفیٰ رضا رکھا،آپ کا تخلص نوری ہے۔عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ خاص وعام میں اسی نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

بیعت وخلافت

۶؍ماہ ۳؍دن عمر شریف ہوئی،۲۵؍جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو شیخ المشائخ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگشت شہادت مفتی اعظم ہند کے دہن مبارک میں رکھی،آپ شیر مادر کی طرح انگشت مبارک چوسنے لگے،نوری میاں نے داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی،پھر اسی مجلس میں ارشاد فرمایا:

”یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا،یہ بچہ ولی ہے،اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم رہیں گے،یہ فیض کا دریا بہائے گا۔“

بعدازاں بچے کو امام احمد رضا کی گود میں دیتے ہوئے فرمایا: ''مبارک ہو آپ کو! یہ قرآنی آیت ''**واجعل لی وزیرا من اهلی**'' کی تفسیر مقبول ہوکر آپ کی گود میں آ گئی ہے۔ آل الرحمٰن محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اپنے لخت جگر نور نظر کو جمیع اوراد واشغال، اذکار واعمال اور جمیع سلاسل طریقت کی اجازت عطا فرمائی۔

تعلیم وتربیت

حضور مفتی اعظم ہند خانوادہ رضویہ کے چشم و چراغ تھے، مرشد برحق آپ کی عالمانہ شخصیت کی بشارت، بچپن ہی میں دے چکے تھے، چنانچہ جب نوشت وخواند کی عمر کو پہنچے، قرآن حکیم ناظرہ پڑھنے کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ پھر مدرسہ اسلامیہ میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذہ سے متوسطات تک درس لیا اور اعلیٰ حضرت سے درسیات کی تکمیل کی۔ خداداد ذہانت، ذوق مطالعہ، لگن اور اعلیٰ حضرت کی کامل توجہ سے معقولات ومنقولات کے جملہ علوم وفنون پر عبور حاصل کر کے مرکز علم وفن دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں سند فراغت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر ۱۸/سال تھی۔

مفتی اعظم ہند نے علوم اسلامی کی اکثر وبیشتر تحصیل اپنے والد گرامی امام احمد رضا سے کی، ان کے علاوہ آپ کے چند مقتدر اساتذہ یہ ہیں:

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری، علامہ سید بشیر احمد علی گڑھی، علامہ ظہور الحسن فاروقی رام پوری۔

حضور مفتی اعظم ہند نے مندرجہ ذیل علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔

تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، جدل، عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیئت، حساب، ہندسہ، قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب، عروض وقوافی، توقیت، اوفاق، علم الاعداد، جفر۔

تدریس

فراغت کے بعد مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس کو رونق بخشی، دارالافتا کی مصروفیات کے باوجود طلبہ کو درس دیا کرتے، حضور مفتی اعظم ہند کا دائرہ تدریس محض درسی کتب تک محدود نہ تھا، بلکہ

تدریس وتربیت افتا میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔آپ کی درسگاہ فیض سے جہاں سیکڑوں مقتدر علما نے فیض پایا، وہیں سیکڑوں باکمال مفتی بھی پیدا ہوئے۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ اور مستفیضین کا باقاعدہ ریکارڈ نہیں رکھا گیا، ورنہ ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوجاتی ،کچھ اہم شاگردوں کے نام درج کیے جاتے ہیں:

(۱)مولانا سرداراحمد رضوی محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ (۲)مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ(۳)مولانا تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ(۴)مولانا مبین الدین امروہوی رحمۃ اللہ علیہ(۵)مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ(۶)مولانا محمد ریحان رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ(۷)مفتی اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ علیہ(۸)محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی(۹)مولانا اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ علیہ(۱۰)مولانا غلام جیلانی گھوسوی علیہ الرحمہ (۱۱)مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ(۱۲)مولانا بدرالدین گورکھپوری علیہ الرحمہ(۱۳)قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ (۱۴)مفتی مطیع الرحمٰن رضوی (۱۵)سید شاہد علی رام پوری علیہ الرحمہ(۱۶)بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی قادری نانپاوری علیہ الرحمہ

مسند افتا

حضور مفتی اعظم ہند عمر کی اٹھارویں منزل میں پہنچے، تو ایک دن رضوی دارالافتا میں حاضر ہوئے ،وہاں رضاعت کے متعلق سب سے پہلا فتوی لکھا،سائل وہ فتوی لے کر امام احمد رضا کی بارگاہ میں پہنچا،تو اعلیٰ حضرت نے خط پہچان لیا اور بہت مسرور ہوئے ،فرزند ارجمند کو بلا کر فرمایا،اس فتوی پر دستخط کرو پھر اعلیٰ حضرت نے اس پر **صح الجواب بعون العزیز الوھاب** لکھ کر اپنا دستخط ثبت فرمایا۔

فتوی نویسی کے حسن آغاز پر امام احمد رضا نے اپنے صاحب زادے کو بطور انعام پانچ روپے عطا فرما کر ارشاد فرمایا''تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں،اب فتوی لکھا کرو،اپنا ایک رجسٹر بنالو،اس میں نقل بھی کیا کرو۔''

مہر پر یہ نام تھا''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن عرف محمد مصطفیٰ رضا'' یہ مہر مفتی اعظم ہند کے دینی شعور اور فقہی بصیرت کی سند تھی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ امام احمد رضا نے پہلا فتوی رضاعت سے متعلق لکھا اور ان کے آئینہ جمال وکمال مفتی اعظم نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت کا لکھا۔

امام احمد رضا کو اپنے بیٹے مفتی اعظم کی فقاہت وثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا، کہ اپنے بعض فتوی پر ان کے

تائیدی دستخط کرواتے تھے۔

رجب ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے متحدہ ہندوستان کے لیے دار القضا شرعی قائم فرمایا اور بعض علمائے کرام کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رضوی کو پورے متحدہ ہندوستان کے لیے قاضی شرع بنایا اور حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری، حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہما الرحمہ کو دار القضا کے مفتی اور معین القاضی کی حیثیت سے مامور فرمایا اور یہ بھی ظاہر کر دیا، کہ ''اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر یہ تقرر عمل میں آیا ہے۔''

(جہان مفتی اعظم ص ۱۲۶)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد رضوی دار الافتا کے دو اہم رکن حضور صدر الشریعہ اور حضور مفتی اعظم ہند تھے، جو ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے، استفسارات کے مدلل جوابات تحریر فرمایا کرتے، جب حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف تشریف لے گئے، تو دار الافتا کی ساری ذمہ داریاں حضور مفتی اعظم ہند کے سر آ گئیں، جنہیں آپ بحسن وخوبی انجام دیتے، آپ کی ذات سے رضوی دار الافتا کا وقار اور عظمت عہد اعلیٰ حضرت کی طرح قائم رہی، علما وفقہا آپ کی علمی جلالت اور فقہی بصیرت سے روشناس ہوئے۔ ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۷ھ مطابق اگست ۱۹۲۸ء کو عرس رضوی کے موقع پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آنے والے سیکڑوں جلیل القدر مشائخ، علما وفقہا کی موجودگی میں حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں کو صدر العلما اور مفتی اعظم کے لقب سے یاد کیا گیا۔

حضور مفتی اعظم کی ذات صرف ہندوستان ہی نہیں، بلکہ دیگر ممالک کے علما کا مرجع فتوی تھی، جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، تو علمائے حجاز، مصر، شام اور ترکی وغیرہ کے علما نے آپ سے مسائل دریافت کیے، علاوہ ازیں آپ کے پاس عرب، افریقہ، ماریشش، امریکہ، انگلینڈ، پاکستان اور بنگلہ دیش سے استفتا آئے اور آپ نے ان کے جوابات تحریر فرمائے۔ حضور مفتی اعظم ہند نے حکومت کے دباؤ اور وقت کی مصلحتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے، اپنے فتووں میں قرآن وسنت اور مجتہدین احناف کے اقوال کو مد نظر رکھتے ہوئے، صحیح حکم شرع بیان کیا، اس سلسلے میں نہ دبے نہ جھکے۔

تنظیمی وتبلیغی سرگرمیاں

حضور مفتی اعظم ہند متبحر عالم، عظیم القدر مفتی اور عظیم الشان روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست تنظیمی قوت، تحریکی شعور رکھتے تھے، دین حق کی اشاعت کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے۔

سیدنا امام احمد رضا نے جماعتی نظم، تبلیغ دین اور اشاعت حق کے لیے ۱۳۳۹ھ میں کل ہند رضائے مصطفیٰ قائم کیا، اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مفتی اعظم ہند نے اس تنظیم کی تجدید و توسیع کی اور اس کے پلیٹ فارم سے وفود تیار کیے گئے، جنھوں نے غیر اسلامی نظریات اور متحدہ قومیت کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کو بحال رکھنے کے لیے ملک کے گوشے گوشے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

ابتدا میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی حیثیت مقامی تنظیم کی تھی، جس کے دو بڑے علمی و عملی شعبے تھے، جن پر جمعیت نے تاریخ ساز کردار ادا کیا، رفتہ رفتہ اس کی شاخیں پورے ہندوستان میں پھیل گئیں۔ ۱۳۸۳ھ مطابق ۳ / اکتوبر ۱۹۶۳ء کو جبل پور (ایم پی) میں برہان ملت علیہ الرحمہ کے آستانے پر حضور مفتی اعظم ہند کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا عظیم اجلاس منعقد ہوا، جس میں کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کے دائرہ عمل کو پورے ہندوستان تک پھیلا دیا گیا اور اس کی تجدید نو کی گئی اور اغراض و مقاصد میں اضافہ کیا گیا۔

تصانیف

حضور مفتی اعظم ہند کی نوک قلم سے بہت سی اہم مایہ ناز علمی و فقہی کتابیں معرض وجود میں آئیں، جن سے آپ کی عالمانہ عبقریت، تحقیقی شعور، ذہانت و طباعی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف کے اسماء یہ ہیں:

(۱)القسوة علی ادوار الحمر الکفرة(۲)القول العجیب فی جواز التثویب (۳)الحکمة علی امراء کلکته (۴)مقتل اکذب واجهل (۵)حجة باهره بوجوب الجنة الحاضره (۶)مقتل کذب وکید (۷)وقعات السنان فی حلق المسمارة بسط البنان (۸)الموت الاحمر (۹)طرق الهدیٰ والآثار الی احکام الامارة والجهاد (۱۰)فتاوی مفتی اعظم هند (۱۱)ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان (۱۲)سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری (۱۳)مسائل سماع (۱۴) سیف القهار علی عید الکفار (۱۵) فصل الخلافة وغیره

سلسلہ عالیہ قادریہ کا فروغ

مرشد برحق حضرت سید ابوالحسین نوری نے ششماہہ دل بند اعلیٰ حضرت کو گود میں لے کر مرید کیا، پھر بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا، دیر تک دعاؤں سے نوازا اور خاندان برکات کے تیرہ سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا، یہ بچہ مادر زاد ولی ہے، فیض کے دریا بہائے گا، اس فیض بخش مادر زاد ولی نے واقعتاً

مسند رشد و ہدایت سے فیض کا دریا بہادیا، خداوند تعالیٰ نے اکیانوے سال کی طویل عمر عطا فرمائی اور آپ کے دست حق پرست پر لاکھوں مسلمانوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا، ہزاروں اشخاص گناہوں سے تائب ہوئے اور سیکڑوں کافروں نے رخ زیبا کی طلعت دیکھ کر کفر سے توبہ کی اور اسلام کے دامن میں پناہ لی۔ بے شمار علمائے حق نے اجازت وخلافت حاصل کی، آپ کا ہر عمل طاعت خدا، اتباع سنت مصطفیٰ سے عبارت، ہر سانس ذکر الٰہی سے سرشار، قلب محبت مصطفیٰ کا مرکز جن کی بنا پر آپ کا ہر قدم درس ہدایت اور ہر عمل تجلی بار حقیقت تھا، وہ سراپا علم وعرفان کا مظہر تھے ۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضور مفتی اعظم ہند کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بحیثیت مرشد وہ مقبولیت اور روحانی عظمت نصیب فرمائی، کہ جہاں جاتے ارادت مندوں کی بھیڑ اکھٹا ہو جاتی، عوام تو عوام علما اور خواص بھی آپ کی نورانی وعرفانی شخصیت سے متاثر ہو کر داخل سلسلہ ہو جاتے، قادری نسبت کا یہ فیضان آپ کے ذریعہ ہندوستان کے چپہ چپہ میں بلکہ بیرون ہند بنگلہ دیش، سری لنکا، پاکستان، حرمین شریفین، مصر وشام، افریقہ، برطانیہ اور امریکہ تک پہنچا۔

خلفا

آپ کے مستفیدین اور خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے، جنہوں نے ملک اور بیرون ملک علم دین، تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کی مسند آراستہ کی، ذیل میں کچھ اہم خلفا کے اسمائے گرامی نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی (۲) مبلغ اسلام علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی ماریشش (۳) غزالی دوراں حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی پاکستان (۴) عطائے خواجہ مولانا سید احمد علی رضوی اجمیر شریف (۵) جانشین حضور مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری (۶) رئیس التحریر علامہ ارشد القادری جمشید پور (۷) حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں بریلی لاہور (۸) بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری (۹) اشرف الفقہا مفتی مجیب اشرف رضوی (۱۰) ڈاکٹر سید امین میاں برکاتی (۱۱) مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچ (۱۲) فضیلۃ الشیخ مفتی محمد امین حجاز مقدس (۱۳) مولانا بدرالدین احمد گورکھپوری (۱۴) مولانا بہاء المصطفیٰ امجدی (۱۵) مولانا بدر القادری ہالینڈ (۱۶) علامہ تحسین رضا خاں بریلی (۱۷) مفتی تقدس علی خاں سندھ (۱۸) علامہ جلال الدین قادری پاکستان (۱۹) مفتی جہانگیر خاں (۲۰) مولانا محمد حسن علی رضوی پاکستان (۲۱) مفتی محمد حسین قادری سنبھل (۲۲) مفتی محمد خلیل خاں برکاتی حیدرآباد (۲۳) مفتی رفاقت حسین کان پور (۲۴) مولانا سید ریاست علی

کراچی (۲۵)مفتی رضوان الرحمٰن فاروقی اندور (۲۶)بلبل ہند مفتی نانپارہ مفتی رجب علی قادری نانپاروی (۲۷) مولانا سید زاہد علی قادری فیصل آباد (۲۸) علامہ سردار احمد خاں محدث پاکستان (۲۹) مولانا سید نور محمد مکی حجاز مقدس (۳۰) مفتی شاہد علی رام پوری (۳۱) شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی (۳۲) شمس العلما قاضی شمس الدین جون پوری (۳۳) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کراچی (۳۴) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (۳۵) مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی۔ علیہم الرحمہ و مدظلہ العالی

وصال

۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء کی رات ایک بج کر چالیس منٹ پر رحلت فرمائی، وصال کے وقت آپ کی عمر ۹۱ر سال تھی۔

علم و فضل کا تاجدار، سنت و شریعت کا پاسدار، زہد و تقوی کا مینار، دین حق اور مسلک اہل سنت کا ترجمان دنیا سے رخصت ہوا، آپ کے وصال کی خبر پورے ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں جہاں سنی مسلمان آباد ہیں، آناً فاناً مشتہر ہوگئی اور ارادت مندوں کا قافلہ جوق در جوق بریلی شریف کی سرزمین پر وارد ہونے لگا، بروز جمعہ ۳ر بج کر پندرہ منٹ پر اسلامیہ کالج کے میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی، لاکھوں سوگواروں نے نماز جنازہ ادا کی۔

بدر الطریقہ حضرت علامہ عبدالعزیز خاں محدث بجنوری علیہ الرحمہ

ولادت

بدر الطریقہ حضرت علامہ عبدالعزیز خاں محدث بجنوری علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت اتر دیش کے ضلع بجنور کے قصبہ گھنگھورہ (جھالو) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

حضرت محدث بجنوری علیہ الرحمہ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، آپ کے والد گرامی مولانا ظفریاب خاں عالم دین تھے، اس لیے علم و حکمت کی آغوش میں پرورش پائی، اپنے گھر ہی سے تحصیل علم کا آغاز کیا، والد گرامی کے پاس فارسی کی تعلیم حاصل کی، درس نظامی کی تکمیل مولانا احمد حسن امروہوی سے کی، انھیں کے پاس صحاح ستہ کا دورہ بھی کیا۔ پھر حضور محدث سورتی علامہ وصی احمد علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر صحاح ستہ کی احادیث سنائیں اور سند حدیث حاصل کی۔

تدریس

حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ آپ کی ذہانت وطباعی سے کافی متاثر ہوئے اور اپنے مدرسے مدرسہ حافظیہ پیلی بھیت میں تدریس پر مامور کردیا، جہاں آپ طالبان علوم نبویہ کو علم وحکمت کی دولت بخشنے میں مصروف عمل ہوگئے۔ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس کی دعوت دی، جسے آپ نے قبول کیا اور منظر اسلام کی مسند تدریس کو زینت بخشی۔ آپ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خصوصا فن حدیث میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ چناں چہ ۱۳۵۰ھ میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تاحیات اس منصب جلیل پر فائز رہے۔ بریلی شریف کی جامع مسجد کی امامت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ بعد نماز عصر مثنوی مولانا روم کا درس بھی دیا کرتے تھے۔

بیعت وخلافت

آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست مقدس پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خلافت سے بھی نوازا۔ حضور بلبل ہند مفتی ناناپارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ آپ کے مرید وخلیفہ ہیں۔

آپ جہاں گوناگوں فضائل علمیہ کے حامل تھے، وہیں کمالات عملیہ کے جامع بھی تھے، اسی بنیاد پر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو ''بدر الطریقۃ'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

وصال

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، انجمن اسلامیہ بریلی کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کے شاگرد مولانا مفتی محمد ابرہیم فریدی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے قطعہ تاریخ وفات کہا ؂

اہل عرفاں مولوی عبدالعزیز
جن سے تھا سرسبز علم دیں کا باغ
ہوگئے رخصت سوئے گلزار خلد
دے کے وہ اپنے غم فرقت کا داغ

لکھو ابراہیم ان کا سال وفات
رنج و غم سے گو پریشاں ہے دماغ
اٹھ گیا ہے اک محدث یوں کہو
آج بزم دیں ہوئی ہے بے چراغ

ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

ولادت

ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی ولادت رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبہ بہار میں ۱۰؍محرم الحرام ۱۳۰۳ھ/ ۱۹؍اکتوبر ۱۸۸۰ء کو ہوئی۔

تحصیل علم

۱۳۰۷ھ چار سال کی عمر میں تحصیل علم کا آغاز کیا، رسم بسم اللہ حضرت چاند شاہ صاحب نے ادا کرائی، ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد نے دی، قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ اپنے نانیہال موضع ''بین'' کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین اور میر زاہد وغیرہ تک کا درس لیا۔ اساتذہ ذہانت اور شوق علم کی وجہ سے آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اس دور میں حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ پٹنہ سٹی کے مدرسہ حنفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ ملک العلما نے ان کی علمی شہرت سنی، ۵؍جمادی الآخرہ ۱۳۰۲ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آ گئے۔ جہاں مسند امام اعظم، مشکوۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث سورتی بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے وطن پیلی بھیت چلے گئے، تو ماہ شوال ۱۳۰۲ھ کو ملک العلما اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کان پور پہنچے اور مدرسہ امدادالعلوم بانس منڈی کانپور میں مولانا قاضی عبدالرزاق م ۱۹۴۶ء سے درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امدادالعلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔ گویا ان تینوں مدارس کے اساتذہ سے کسب علم کیا۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن کانپوری م ۳؍صفر ۱۳۲۲ھ سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبیداللہ پنجابی کانپوری م ۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ پھر کان پور سے پیلی بھیت (جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آ کر اپنے قائم کردہ دارالحدیث میں درس دینے لگے تھے) پہنچے اور وہاں ان

سے حدیث کا درس لیا۔

بارگاہ اعلیٰ حضرت میں

اس زمانے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم وقلم کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، ان سے کسب علم کی خواہش پیدا ہوئی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے تکمیل علم چاہتے تھے، بریلی شریف آئے، مگر فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے تھے، ان کے یہاں نہ باقاعدہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا، مولانا ظفر الدین، اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں م ۱۳۲۶ھ بڑے صاحب زادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی اور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں مدرسہ منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا ظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی بھی آگئے تھے، ان دو طالب علموں سے مدرسہ کا افتتاح ہوا اور امام احمد رضا نے بخاری شریف شروع کرائی۔ ملک العلما نے بہار خط لکھ کر اپنے دوستوں کو بریلی میں مدرسہ کے قیام کی اطلاع دی اور انھیں بھی بلالیا۔ پھر کچھ جید علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں تو مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت سے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تشریح الافلاک، شرح چغمینی تمام کر کے علم ہیئت وریاضی، توقیت وتکسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف میں عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی اعلیٰ حضرت سے لیا۔ ان اسباق میں طلبہ کے علاوہ علما کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ میں چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ کے سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہ نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ملک العلما فاضل بہار کا خطاب بخشا۔

تدریس

فراغت کے بعد مدرسہ منظر اسلام میں مصروف تدریس ہوئے تقریبا چار سال تک وہاں درس اور فتاوی نویسی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار وطلب پر اعلیٰ حضرت کے حکم سے عالم وخطیب کی حیثیت سے شملہ گئے۔ اگلے سال مولانا عبد الوہاب الہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسہ حنفیہ کے لیے جو

آرا ضلع شاہ آباد بہار میں قائم ہوا تھا، اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انھیں آمادہ کریں، اعلیٰ حضرت نے اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے وہاں جانے کی اجازت دے دی اور آپ مدرسہ حنفیہ آرا شاہ آباد بہار تشریف لے گئے، جہاں کئی سال اپنے فرائض انجام دیے۔ پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی میں بحیثیت مدرس اول آپ کا تقرر ہوا جہاں تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۴ھ میں شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشیں خانقاہ کبیر یہ سہسرام کی فرمائش پر صدر مدرس ہوکر سہسرام ضلع شاہ آباد بہار چلے گئے، جہاں پانچ سال مقیم رہے۔ پھر جب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کو حکومت بہار نے اپنے انتظام میں لے کر اس کی تنظیم جدید اور نئے تقررات کیے تو مولانا ظفر الدین قادری کو وہاں کا سینئر مدرس مقرر کیا گیا اس ادارے میں ۱۹۴۸ء میں آپ پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انھوں نے سبک دوشی حاصل کی۔

حکومت بہار کی ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد ملک العلما کو ذہنی سکون واطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی وعلمی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔ کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۲۱ر شوال ۱۳۷۱ھ کو شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین سجادہ نشیں تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق متوفی ۱۲۰۳ھ میتن گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر کٹیہار ضلع پورنیہ بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی۔ یہاں مدرسے کی نظامت کے ساتھ تدریس، فتوی نویسی، تصنیف وتالیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آکر مقیم ہوگئے اور سلسلہ رشد وہدایت شروع کیا۔ ملک العلما نے ۵۵ر سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اس دوران ہزاروں طلبہ نے آپ سے کسب علم کیا۔ متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون ہیئت وتوقیت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی خاصی تعداد میں ملک العلما سے بذریعہ خط وکتابت استفادہ کرتے رہے، ان میں مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور حاجی محمد ظہور نعیمی مرادآباد کے استفسارات کے جواب میں متعدد خطوط مجموعہ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علما نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علوم سیکھے ان میں مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی سابق نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مولانا نظام الدین بلیاوی سابق استاذ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور مولانا یحییٰ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تصانیف

ملک العلما کی تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۲ھ سے شروع ہوکر تقریباً ان کی رحلت تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی میں ہیں، لیکن زیادہ تر اردو میں ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث،

اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل ومناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت ، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ زیور طباعت سے آراستہ ہوکر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے اسما حسب ذیل ہیں:

حیات اعلیٰ حضرت، شرح کتاب الشفاء، مولود رضوی، تنویر السراج، التعلیق علی القدوری، تحفۃ الاحباب، نافع البشر فی فتاوی ظفر، اعلام المساجد، بسط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ، الفیض الرضوی، نہایت المنتہی، مواہب ارواح القدس، نصرۃ الاصحاب، عید کا چاند، تنویر المصباح، جامع الاقوال، اصلاح الایضاح، فتاوی ملک العلما، تسہیل الوصول، جامع الرضوی، نزول السکینۃ، الافادۃ الرضویہ، التعلیق علی شروح المغنی، وافیہ، القصر المبنی علی بناء المغنی، نظم المبانی، عافیہ، تذہیب، انوار اللامعۃ من الشمس البازغۃ، توضیح الافلاک، مشرقی اور سمت قبلہ، مشرقی کا غلط مسلک، الفرائض التامہ، تقریب، خیر السلوک فی نسب الملوک، اعلام الاعلام، المجمل المعدد لتالیف المجدد، جواہر البیان، مبین الہدی، تحفۃ المضما فی فضل العلماء، تحفۃ الاحبار، النور والضیاء، ہادی الہراۃ لترک الموالات، الحسام المسلول، نجم الکنزۃ، النبراس، رفع الخلاف من بین الاحناف، کشف الستور، گنجینہ مناظرہ، ظفر الدین الجیر، شکست سفاہت، ظفر الدین الطیب، ندوۃ العلماء، سرور القلب المحزون، دلچسپ مکالمہ، الاکسیر، اطیب الاکسیر، الجواہر والیواقیت، موذن الاوقات۔

وصال

ملک العلما عرصہ سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہوگئے تھے، لیکن ان کی عبادت وریاضت میں کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق پڑا۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹؍ جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸؍ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ اللہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

مولانا احسان علی محدث بہار علیہ الرحمہ

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں جن علما نے طویل مدت تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے، ان میں محدث بہار مولانا احسان علی مظفر پوری کا نام بہت نمایاں ہے۔ انھوں نے اپنی حیات مستعار کا اکثر حصہ منظر اسلام میں علم وحکمت کا فیضان تقسیم کیا۔ محدث بہار علیہ الرحمہ منظر اسلام کے ان اساتذہ میں بہت نمایاں ہیں، جن کے فیضان علم سے طالبان علوم نبویہ خوب خوب فیضیاب ہوئے اور جنھوں نے اپنی تدریس کا انقلابی اثر جامعہ

منظر اسلام کے طلبہ پر چھوڑا۔

وطن

محدث بہار علیہ الرحمہ فیض پور، علاقہ پوکھر یرا ضلع مظفر پور کے رہنے والے تھے۔

تعلیم

مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں حضرت مولانا رحم الٰہی مظفر نگری اور مولانا نور الحسین فاروقی رام پوری وغیرہ سے درسیات پڑھیں۔

تدریس

نصف صدی سے زائد عرصہ تک منظر اسلام بریلی شریف میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ پوری تدریسی زندگی منظر اسلام کے لیے صرف رہی، اس درمیان ایک سال کے لیے مظفر پور کے مدرسہ انوار العلوم علیمیہ میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہ کر خدمات دین وفرائض تدریس انجام دیے۔ مدرسہ منظر اسلام کو خیر آباد کہہ کر مظفر پور کے مدرسہ انوار العلوم علیمیہ میں بزم تدریس آراستہ کر دی، تو منظر اسلام اپنے ایک قابل ومخلص مدرس سے محروم ہو گیا اور آپ کی کمی یہاں شدت کے ساتھ محسوس کی جانے لگی۔ مدرسہ منظر اسلام کے مہتمم اعلیٰ حضور مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے آپ کو پھر اصرار کے ساتھ منظر اسلام میں واپس بلا لیا اور آپ نے حسب سابق منظر اسلام کی مسند تدریس کو زینت بخش دی۔ جملہ علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے، مگر حدیث وتفسیر خصوصیت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ حدیث میں درک اور خدمت حدیث کی بنا پر محدث بہار کے لقب سے شہرت پائی۔

بیعت وخلافت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور حجۃ الاسلام نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا، مگر تعویذ نویسی کا کام بھی بہت خوب کرتے تھے۔ پاکیزہ اخلاق، سادگی پسند تھے، آپ کے رہن سہن، لباس وطعام سے سادگی ہویدا تھی۔ بزرگوں کی پرانی روایات کے امین تھے۔

وصال

حضرت محدث بہار علامہ احسان علی مظفر پوری علیہ الرحمہ کا وصال آپ کے آبائی وطن فیض پور پوکھریرا میں ۱۰رشوال المکرّم ۱۴۰۲ھ کو ہوا۔

استاذ العلما علامہ تقدس علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ

استاذ العلما علامہ تقدس علی خاں بریلوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے چچازاد بھائی، الحاج سردار ولی خاں کے فرزند ارجمند تھے۔

ولادت

رجب المرجب ۱۳۲۵ھ/ اگست ۱۹۰۷ء میں خانقاہ رضویہ قادریہ محلّہ سوداگراں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسنین رضا خاں نے آپ کا تاریخی نام ”تقدس علی خاں [۱۳۲۵ھ] رکھا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی اوران کے صاحب زادے مولانا نور الحسین سے حاصل کیں۔ متوسط کتب درس نظامی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم مولانا رحم الٰہی، مولانا عبد المنان، مولانا عبد العزیز محدث بجنوری اور صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی سے حاصل کی۔ تکمیل حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے کی، انھوں نے آپ کو درسیات کے علاوہ رد المحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتوی نویسی کی مشق بھی کرائی۔ اعلیٰ حضرت سے آپ نے شرح جامی کا خطبہ پڑھا۔ ۱۳۴۵ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تدریس

فراغت کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تدریس شروع کی۔ حضور حجۃ الاسلام کے انتقال کے بعد منظر اسلام کے مہتمم ہوئے۔ ۲۵رسال تک بریلی شریف میں تدریس کے بعد ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء میں کراچی پاکستان تشریف لے گئے اور دار العلوم امجدیہ میں قیام پذیر رہے۔ ۱۹۵۲ء میں مفتی محمد صاحب داد خاں جمالی کی کوششوں سے

سید شاہ مردان شاہ راشدی المعروف صاحب پگارہ (صدر پاکستان مسلک لیگ سوت سجادہ نشیں درگاہ راشدیہ پیران پگارہ جوگوٹھ) کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ۱۵؍مئی کو پیر صاحب پگارا نے درگاہ شریف راشدیہ پیران پگارہ سے متصل صاحب آستانہ سے منسوب ''جامعہ راشدیہ'' کا افتتاح کیا، اور آپ اس کے پہلے شیخ الجامعہ مقرر ہوئے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔ آپ نے ساٹھ سال تک تدریسی فرائض انجام دیے اور ایک عالم کو سیراب کیا۔

امامت وخطابت

آپ نے مدینہ مسجد پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس سندھ) میں ۲۴؍سال خطابت وامامت کے فرائض انجام دیے، اس کے بعد پیر جو گوٹھ کے بازار میں، مسجد رضا تعمیر کروائی اور پھر عمر بھر اسی مسجد شریف میں ذمہ داری نبھاتے رہے۔

تصنیف وتالیف

علامہ تقدس علی خاں کو درس وتدریس سے عشق تھا اور عشق کی آبیاری میں دن رات طلبہ کی تعلیم وتربیت پر توجہ دی، اس لیے تصنیف وتالیف کے لیے وقت کم نکال سکے۔ آپ کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئیں یا ضائع ہوگئیں، پاکستان آنے کے بعد بعض کتب پر تقاریظ وتصدیقات تحریر کیں۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی کی تزکیہ نفس کے موضوع پر بلند پایہ کتاب ''مکاشفۃ القلوب'' کا بہترین ترجمہ کیا۔

بیعت وخلافت

حضرت مفتی تقدس علی خاں کو ۱۳۲۲ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں نے آپ کو خاندان قادریہ کے اوراد ووظائف کی اجازت دے کر اپنا مجاز فرمایا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا اور اپنے دست مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر مصافحہ فرماتے ہوئے، حدیث مصافحہ سنائی جو سات واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اور مزید خلافت واجازت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی حاصل ہے۔

وصال

حضرت مفتی تقدس علی خاں رضوی بریلوی علیہ الرحمہ نے ۲۲؍فروری ۱۹۸۸ء/ ۳؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ بروز پیر ۸۱؍سال کی عمر میں دارفانی سے کوچ کیا۔

مولانا شمس الحسن شمس بریلوی علیہ الرحمہ

ولادت

حضرت مولانا شمس الحسن صدیقی شمس بریلوی بن مولوی ابوالحسن صدیقی عاصی بریلوی بن مولانا حکیم محمد ابراہیم بدایونی نیا شہر بریلی کے محلّہ ذخیرہ کے اس مکان میں ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے جس مکان میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پیدا ہوئے تھے۔ یہ مکان دراصل اعلیٰ حضرت کے جدامجد کی ملکیت تھا، جسے حضرت شمس بریلوی کے والد ماجد نے خرید لیا تھا۔

تعلیم

شمس بریلوی ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، گھر کے علمی ماحول میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا، جہاں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، حافظ عبدالکریم چتور گڑھی، مولانا رحم الٰہی منگلوری، مولانا احسان علی، مولانا قاسم علی خواہان بریلوی، مولانا رونق علی بریلوی وغیرہ سے کسب علم کیا۔

تدریس

بعمر ۱۷ سال ۱۹۳۵ء میں مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے تدریس کا آغاز کیا اور ۱۹۴۵ء تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ جب آپ نے مدرسہ منظر اسلام چھوڑا، اس وقت آپ شعبہ فارسی کے صدر تھے۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۴ء بریلی کے اسلامیہ کالج میں استاذ رہے۔ ۱۹۵۶ء میں پاکستان تشریف لے گئے اور گورنمنٹ اسکول ایئرپورٹ میں ملازمت اختیار کی اور ۱۹۷۵ء میں اس ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔

تصنیف و تالیف

حضرت شمس بریلوی جماعت اہل سنت کے صف اول کے مصنفین میں ہیں۔ آپ کی چند تصنیفات و تالیفات کے اسما ملاحظہ ہوں:

تہذیب خانہ داری، بچوں کی تربیت، ترجمہ گلستان سعدی، ترجمہ بوستان سعدی، شرح دیوان حافظ شیرازی، ترجمہ مدارج النبوت، سعیدی اردو کمپوزیشن، ارمغان سیفی پر تنقید، تکان مرگ کا ترجمہ موت کا جھٹکا، ترجمہ معلم

الدین، نفسیات کے زاویے، ترجمہ لطائف اشرفی، سرورکونین کی فصاحت، نظام مصطفیٰ، ترجمہ تاریخ الخلفاء، ترجمہ غنیۃ الطالبین، ترجمہ نفحات الانس، کلام رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ، امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری۔

ترجمہ نویسی ومقدمہ نگاری سے آپ کو خصوصی لگاؤ رہا۔ چند کتابوں کے نام لکھے جاچکے ہیں، جن کا آپ نے ترجمہ کیا، مندرجہ ذیل مقدمات آپ کے قلم ادب رقم کا نتیجہ ہیں:

مقدمہ مثنوی سحر البیان، مقدمہ مقامات صوفیہ، مقدمہ مآثر الکرام، مقدمہ ارشادات رسول اکرم، مقدمہ کشف المحجوب، مقدمہ مکاشفۃ القلوب، مقدمہ مدارج النبوت، مقدمہ فوائد الفواد، مقدمہ الخصائص الکبریٰ، مقدمہ تاریخ الخلفاء، مقدمہ غنیۃ الطالبین، مقدمہ نفحات الانس، مقدمہ ذوق نعت۔

بیعت

آخری عمر میں استاذ العلما علامہ تقدس علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔

وصال

حضرت شمس بریلوی نے ۲؍ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ/۱۲؍مارچ ۱۹۹۷ء بروز بدھ کراچی میں رحلت فرمائی۔ کراچی کے سخی حسن نامی قبرستان میں مدفون ہیں۔

بلبل ہند اور شمس بریلوی

نبیرہ بلبل ہند حضرت مولانا مفتی محمد خالد رضا قادری صاحب نے اپنے قلم سے ایک ورقی تحریر لکھ کر دی، جس میں شمس بریلوی اور بلبل ہند کے تعلقات پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، ہم اسے یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"حضور بلبل ہند حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے استاذ گرامی حضرت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے ۳۰؍شعبان المکرم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۹؍جولائی ۸۴ء کو جناب اسرار بھائی بریلوی کے ہاتھوں چند کتب جن کا ترجمہ خود حضرت شمس بریلوی نے فرمایا تھا، پاکستان سے بھجوائی تھیں، جن میں عوارف المعارف، نفحات الانس اور تاریخ الخلفاء وغیرہ بھی شامل تھیں، ہر کتاب پر اپنے شاگرد رشید کے لیے کچھ نہ کچھ تحریر فرمایا، جس میں تاریخ الخلفاء پر یہ الفاظ درج ہیں:

اس نقش کو تو غور سے اے فکر رسا دیکھ
اسلاف کے آئینہ میں آج اپنی ادا دیکھ (شمس بریلوی)

اس آئینہ کے کچھ جو ہر عزیز گرامی قدر مولوی رجب علی نانپاروی کی ذات گرامی میں بھی شمس کو نظر آ رہے ہیں، جوان کے عزم اور ہمت کا معترف ہے۔

دعا گو
شمس بریلوی
۳۰؍شوال المکرّم ۱۴۰۴ھ

جس وقت فاضل مترجم علیہ الرحمہ بریلی شریف منظر اسلام میں بحیثیت استاذ تھے، اس وقت حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ حضرت شمس بریلوی کے بچوں کے استاذ بھی رہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ استاذ اپنے شاگرد سے شروع ہی سے متاثر ہیں۔'' (تحریر مفتی خالد رضا قادری)

حضرت مفتی عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے یہ وہ مخلص استاذ ہیں، جن کی ترغیب و ہدایت سے آپ طلب علم کے میدان میں اترے اور اسے سر کرکے علم وادب کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔ حضرت مفتی عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ اہل نانپارہ کے بہت بڑے محسن ہیں، ان کے دم قدم سے نانپارہ میں علم دین کی شمعیں روشن ہوئیں۔ آپ کے بارے میں تفصیلی علم حاصل نہ ہوسکا، کہا جاتا ہے کہ آپ آنولہ ضلع بریلی شریف کے باشندے تھے، کسی طرح نانپارہ آئے، تو یہاں کے لوگوں نے علم دین کی تعلیم کے لیے آپ کو روک لیا۔ حضرت مولانا عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ کی نانپارہ آمد کے تعلق سے دو روایتیں منقول ہیں۔ چناں چہ ایک روایت کے مطابق آپ اپنے وطن سے سلطان الشہدا حضرت سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کی حاضری کی غرض سے بہرائچ آ رہے تھے، مگر کسی وجہ سے نانپارہ اسٹیشن پہنچ گئے، رات کا وقت تھا، اس لیے رات گزارنے کی غرض سے ایک مسجد میں پہنچے، مگر وہ وہابیوں کی مسجد تھی، انھیں معلوم ہوا کہ آپ بریلوی ہیں، تو میزبانی سے انکار کر دیا اور ایک سنی بریلوی مسجد بھیج دیا، جہاں آپ نے قیام کیا۔ مسلمانان اہل سنت کو یہ معلوم ہوا، کہ آپ سنی عالم دین ہیں، تو ان لوگوں نے دینی علم کی اشاعت کی غرض سے آپ کو نانپارہ میں قیام کرکے اشاعت علم دین کی دعوت دی، جسے آپ نے قبول کیا اور آپ کی تنخواہ بڑی رانی کی جانب سے ادا کی جاتی رہی۔ یہ روایت پوری تفصیل کے ساتھ حضرت علامہ مفتی سید محمد عارف صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مضمون میں بیان کی گئی ہے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نانپارہ کسی جلسے میں تشریف لائے تھے اور آپ کو مسلمانان نانپارہ نے علم دین کی اشاعت کے لیے روک لیا، آپ تعلیم میں مصروف ہوئے اور تنخواہ چھوٹی رانی کی طرف سے ادا کی جاتی

رہے۔ یہ روایت حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی خودنوشت میں مرقوم ہے۔

ان دونوں واقعات میں تطبیق یوں ممکن ہے، کہ شاید آپ بہرائچ دربار غازی کی زیارت کے ارادے سے آئے ہوں اور بہرائچ کے بجائے نانپارہ پہنچ گئے ہوں اور جب یہاں پہنچے ہوں، تو اسی دن یا دو چار دن قیام رہا ہو تو ان ایام میں جلسہ ہوا ہو اور آپ نے تقریر کی ہو، تقریر سے لوگوں کو آپ کی علمی عظمت کا اندازہ ہوا ہو، اور اشاعت علم دین کے لیے نانپارہ میں قیام کی دعوت پیش کر دی گئی ہو، جسے قبول کر کے آپ نے نانپارہ میں قیام کر لیا ہو۔

بہر حال یہی وہ بزرگ ہیں، جن سے حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے نانپارہ کے اندر متوسطات تک تعلیم حاصل کی، چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب قبلہ آنولوی علیہ الرحمہ نے مجھے جمن صاحبہ مرحومہ کی مسجد میں فارسی کی ابتدا کرائی، پھر تدریجاً گلستاں، میزان ومنشعب، پنج گنج، نحومیر، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب، جلالین، سراجی کے چند اسباق پڑھائے۔''

دوران تدریس حضرت مولانا عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ نے بلبل ہند کے اندر طلب علم کے چھپے ہوئے جوہر کو بھانپ لیا ؎

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

چناں چہ آپ نے جان لیا، کہ اس تشنہ علم کی شادکامی یہاں نانپارہ میں نہیں ہو سکتی، اس لیے اپنے ساتھ مرکز علم وفن بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اور مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ کرا دیا۔ پوری تفصیل بلبل ہند کی خودنوشت میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بہر حال حضرت مولانا عبدالحمید علیہ الرحمہ اہل نانپارہ کے لیے اللہ کی ایک نعمت بن کر وارد ہوئے، جن کی سعی وکوشش سے بلبل ہند مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے علم دین کی دولت لازوال حاصل کی اور خدمت دین اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا۔ بلبل ہند کی ان خدمتوں کا کریڈٹ جہاں آپ کے دیگر اساتذہ کو حاصل ہے، ان میں سب سے پہلے مولانا عبدالحمید آنولوی علیہ الرحمہ کو پہنچتا ہے۔

علم وفن، فضل وکمال

بلبل ہند کی جلالت شان سے میری روشناسی

از: حضور بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی
علیہ الرحمۃ والرضوان
سابق شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یہ جب کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا مفتی رجب علی علیہ الرحمہ سے میرا کوئی سابقہ تعارف نہ تھا۔ میرا بالکل ابتدائی دور تھا۔ کہیں کہیں جلسوں میں چلا جاتا تھا اور مولانا علیہ الرحمہ ہندوستان کے سینوں میں شہرت کی بلندیوں پر پہنچ چکے تھے اور ہر طرف ان کی خوش نوائیوں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ جلسہ کے پوسٹروں میں انہیں طوطی ہند کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مشہور تھا، کہ مولانا اپنی تقریروں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی نعتیں اس خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، کہ پورا مجمع وجد میں جھومنے لگتا ہے۔ بالخصوص اعلیٰ حضرت کی نعت ''لم یات نظیرک فی نظر'' پڑھنے میں تو اپنا جواب نہیں رکھتے۔

جگہ تو مجھے یاد نہیں، مگر پہلی مرتبہ کسی جلسہ میں ہی ان کو دیکھا۔ ایک دبلے پتلے منحنی جسم وجثہ کے انسان، سنجیدہ اور متین، وقت کے عام رجحان کے خلاف لباس اور وضع قطع میں بھی کوئی تراش خراش نہیں۔ تقریر کے وقت عمامہ باندھے تھے اور شیروانی بھی زیب تن تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ تمام لباس فاخرہ بے دلی سے پہن رکھا ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد کوئی نعت شریف پڑھنی چاہی، مگر کئی لوگ ایک ساتھ بول اٹھے ''لم یات نظیرک فی نظر'' اور آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی شہرۂ آفاق مرصع اور دل گداز نظم شروع فرمائی۔ کلام کا حسن وجمال مولانا کی بے مثال آواز کے سوز وساز میں ڈھل کر لوگوں کو تڑپا رہا تھا، دلوں میں تلاطم برپا تھا اور سر وجد میں جھوم رہے تھے۔ مولانا نے نظم ختم کر دی، مگر اس کا اثر لوگوں پر دیر تک طاری رہا۔ میں اعتراف کرتا ہوں، کہ یہ مرصع نظم اس سے پہلے بھی بڑے بڑے خوش الحانوں سے سن چکا تھا اور بعد میں بھی بار بار سننے کا اتفاق ہوا، مگر مولانا مرحوم کی بات ہی کچھ اور تھی۔

اس کے بعد آپ نے تقریر شروع فرمائی، تمہید کچھ اس طرح تھی، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہیں بھی کسی نبی کو بھیجا، اگر قوم میں کوئی ایسی بات تھی، جس پر وہ فخر کرتی تھی، تو اس کے مقابلہ میں پیغمبر کو بھی ایسا کمال دیا گیا، کہ قوم کا غرور ٹوٹے اور وہ عجز وفروتنی کے ساتھ پیغمبر کے آگے گھٹنے ٹیک دے کہ انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ بات اسی کی

مانتا ہے کہ جس سے دبتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں میں بھیجا گیا، تو آپ کو عصا اور ید بیضا عطا کیا گیا، جس کے سامنے جادوگروں کی پوری اجتماعی طاقت سرنگوں ہوگئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا، اس کو طب اور امراض کے علاج میں ید طولیٰ حاصل تھا، تو آپ نے اپنے علاج کی ابتدا ان بیماریوں سے کی، کوڑھ، مادرزاد اندھاپن اور موت۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

و ابرئ الاکمه و الابرص واحي الموتى باذن الله .

میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے، کوڑھی اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔

مظاہرہ ایسا تھا کہ اس زمانہ کے تمام اطبا اور حکما انگشت بدنداں رہ گئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس قوم میں بھیجا گیا، انھیں اپنی زبان دانی پر گھمنڈ تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بولنے پر آئے، تو تمام بولنے والوں کے منہ پر مہر خموشی لگ گئی ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

مولانا ابھی اتنا ہی بول پائے تھے، کہ کسی نے ان کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ تقریر بند کرنے کو کہا ہوگا۔ اگر کوئی دوسرا مقرر ہوتا اور اس کو درمیان میں اس طرح ڈسٹرب کیا گیا ہوتا، تو وہ ڈانٹ دیتا، گرج پڑتا، کچھ نھیں تو منہ بناتا، مگر مولانا کو شاباش ہے۔ نہ لڑے، نہ جھگڑے، نہ ڈانٹا نہ چیخے، نہایت خندہ پیشانی سے کرسی سے اتر پڑے۔ مجھے مولانا کا یہ تحمل ان کی بردباری اور یہ حسن اخلاق بہت پسند آیا اور ہر چند کہ انھوں نے جو باتیں بیان کیں، میرے لیے کچھ نئی نہیں تھیں، پھر بھی ان کی زبان سے مجھے بے حد بھلی معلوم ہوئیں اور میرے اندر تحریک پیدا ہوئی، تو میں نے انھیں باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھ کر ایک طویل تقریر تیار کرلی، جو میں نے جہاں بیان کیا، بے حد پسند کی گئی اور کتنی جگہ تو خاص طور پر اس کی فرمائش کی گئی۔

یہ میری اور ان کی دید و شنید تھی، مگر یک طرفہ کہ صرف میں نے ہی ان کو سنا اور میں نے ہی ان کو دیکھا۔ وہ اسٹیج سے اٹھ کر چلے گئے اور میری ان کی بات چیت نہ ہوسکی۔

دوبارہ خاص نانپارہ میں ہی ان سے ملاقات کا اتفاق ہوا، جہاں ان کی تواضع وانکساری کا مشاہدہ ہوا، جو حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اس مصرع کا نمونہ تھی

ع تواضع زگردن فرازاں نکوست

سربلند لوگ تواضع کریں تو بھلی معلوم ہوتی ہے۔

اوران کی مہمان نوازی سے سابقہ پڑا، جو

ع	بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

کا مظہر تھی۔

نانپارہ میں حضرت شاہ یار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معتقد اور مرید خاص تھے، جناب حاجی ضیاء اللہ قریشی۔ حاجی صاحب سال میں ۲۶، ۲۷؍ رجب شریف کو معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلسہ بڑے ذوق وشوق اور اہتمام سے کرتے تھے، جس سال میں اس جشن میں شریک ہوا، حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ، حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا الشاہ ابوالفتح محمد حشمت علی صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حامد حسین صاحب سنبھلی بھی تشریف لائے تھے۔

حضرت مولانا رجب علی صاحب علیہ الرحمہ نے حاجی صاحب سے مل کر ان سب علما کی دعوت کی درخواست کی، جو پہلے روز ہی آ چکے تھے اور کھانے پر مہمانوں کو اپنے گھر پر لے جانے کے لیے خود بھی تشریف لائے، ہمیں ساتھ لے کر گھر پہنچے، تو وہاں بہت سے لوگ پہلے ہی سے موجود تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جلسہ کے مہمانوں کا اہتمام مولانا کے یہاں ہی ہے۔ میں مولانا سے متعارف نہیں تھا، مگر اس درجہ بے تکلفی اور تپاک سے ملے، جیسے بہت پرانی شناسائی ہو۔

ایک بڑے کمرے میں تمام لوگوں کو دو رویہ بیٹھایا گیا، ان کے درمیان یہاں سے وہاں تک کھجور کے پتوں کی گول چٹائیاں جو بڑے طشت کی طرح تھیں لگا دی گئیں، میں نے پوچھا، یہ کیا تو مولانا خود ہی بول اٹھے، عرس شریف کا سفرہ ہے، مجھے پسند آیا، تو میں نے کئی ایک خرید لیا، کہ اس میں کوئی تکلف نہیں، استعمال کے بعد کھونٹیوں میں دھو کر لٹکا دیجیے اور ضرورت پر اتار کر استعمال کر لیجیے۔ انہیں دسترخوانوں پر انواع واقسام کے کھانے کا انبار لگا دیا گیا۔ کھانا شروع ہوا اور مولانا کا یہ حال ابھی دسترخوان پر مہمانوں کے ساتھ بیٹھے یہ کھا لیجیے، یہ چکھیے، ذرا اس کو تو دیکھیے، فرما رہے ہیں، ابھی کوئی اور آ گیا تو اسے لا کر دسترخوان پر بٹھایا اور کھانا سامنے لگا دیا۔ ابھی خیال آیا، کہ فلاں چیز بھی ہونی چاہیے تو دوڑ کر اندر گئے اور اسے لا کر حاضر کر دیا۔

دوسرے دن صبح پھر تشریف لائے اور ناشتہ کے بعد ہم لوگوں کو نانپارہ شہر دکھانے چلے گئے، کیا کیا دکھایا، تفصیل تو یاد نہیں رہ گئی، البتہ راجہ نانپارہ کا گیارہویں یا بارہویں شریف کا محل اب تک یاد ہے، وہ ایک نہایت شاندار اور مرصع عمارت تھی، مولانا نے بتایا کہ راجہ صاحب نانپارہ نہایت محبت اور عقیدت سے ہر سال مناتے تھے اور ہندوستان کے کونے کونے سے مشہور ومعروف علمائے کرام کو بلاتے، جن کا وعظ ہوتا تھا اور دور دور تک آپ کی اس سالانہ دینی تقریب کا چرچا رہتا تھا۔

غالباً اسی موقع پر کسی نے مجھے وہیں بتایا، کہ مولانا رجب علی صاحب نانپارہ کے کوئی خاص مالدار تو کیا عام

سرمایہ دار بھی نہیں ہیں، یہ ان کا حوصلہ ہے کہ بے سروسامانی میں اپنے گھر میں ہی یہ دینی مدرسہ بھی قائم کردیا ہے اور جب تک مکان پر رہتے ہیں، اسی فیاضی اور دریادلی سے احباب اور آنے جانے والوں کی خاطر تواضع کرتے رہتے ہیں۔اسی دوران کہیں سے بلاوا آیا، تو باہر دورے پر چلے گئے اور لوٹے تو پھر وہی مدارات ومواسات احباب ہے۔

اس ملاقات میں بھی مولانا کی بے تکلفی، تواضع اور مہمان نوازی اور متوکلانہ زندگی کے انمٹ نقوش اپنے ساتھ لے کر لوٹا اور مولانا کے اس طرز عمل نے مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند حدیثیں یاددلادیں۔سرکار فرماتے ہیں:

مامن یوم یصبح العباد فیه الا ملکان ینزلان فیقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللهم اعط ممسکا تلفا.

ہر صبح جب لوگ بیدار ہوتے ہیں، تو آسمان سے دوفرشتے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے یااللہ خرچ کرنے والے کو اس کا اچھا بدلہ دے دے اور دوسرا دعا مانگتا ہے یااللہ بخیل کا مال ضائع کردے۔یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں نے روایت کی ہے۔

ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی بہن یعنی اپنی سالی سے فرمایا:

انفقی ولا تحصی فیحصی الله علیک وعوعی فیوعی الله علیک ولا توعی فیوعی الله علیک .

اے اسماء! خرچ کرو اور شمار کرکے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر شمار کرنے لگے گا اور برتن میں بند کرکے رکھ نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کے دروازے بند کردے گا۔یہ حدیث بھی دونوں اماموں نے روایت کی ہے۔

سعدی علیہ الرحمہ نے ان حدیثوں کو کتنا اچھا سمجھایا ہے فرماتے ہیں ؎

زکوة مال بدر کن کہ فضلہ زر را
چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

مال کی زکوۃ دیتے رہو کہ مالی جب انگور کی بیلوں کو تراشتا ہے تو انگور زیادہ آتے ہیں۔

تیسری بار حضرت مولانا مرحوم نے بڑے اصرار کے ساتھ اپنے دارالعلوم عزیزالعلوم نانپارہ کے سالانہ جلسہ کی دعوت دی۔میں تقریباً وقت پر پہنچا، تو معلوم ہوا، کہ مولانا ابھی سفر سے واپس نہیں آئے۔کسی نہ کسی وقت تو آئیں گے ہی، ایسا خیال آتا ہے کہ اس بار مجھے طلبہ کا امتحان بھی لینا پڑا۔فارغ ہونے والوں کی دستار بندی میں بھی شریک ہوا۔مجمع کثیر تھا، جلسہ بھی بے حد کامیاب رہا۔میں نے دیکھا، کہ درسگاہ کی عمارت بھی پختہ بن گئی ہے اور طلبہ کی بھی

کثرت ہے اور مدرسین بھی دلجمعی کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، طبیعت بہت خوش ہوئی، کہ مولانا نے ایک بڑا کام کرڈالا۔

مولانا مرحوم تو جلسہ کے اختتام تک تشریف نہ لاسکے، مگران کے جانشینوں اور دارالعلوم کے عملہ نے اخیر تک تمام امور نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیے۔اس بار مولانا کی یہ قلندرانہ ادا بھی خوب مزہ دے گئی بقول کسے ؎

اس کے دیوانوں کو انجام کی پرواہ نہیں
ہم نے ہر کام کی تکمیل خدا پر چھوڑی

اس کے بعد بھی مولانا سے مسلسل ملاقاتیں ہوتی رہیں، ہر بار اسی بے تکلفی، دلچسپی اور محبت سے ملتے اور گروپ بندی سے الگ تھلگ اپنے طور پر دین کی خدمت کرتے تھے۔

۱۔ حضرت مولانا ایک محتاط اور متین عالم دین تھے۔بمبئی میں کپڑے مشین کے ذریعہ دھوتے ہیں اور بغیر نچوڑے ہوئے مشین سے ہی کپڑے خشک کرلیا جاتا ہے، اس لیے مولانا جب تک بمبئی میں رہتے واشنگ کمپنیوں میں دھلے کپڑے کھنگال کر اور نچوڑ کر پہنتے۔

۲۔ کسی بھی بدمذہب سے مداہنت کے روادار نہ تھے، چاہے اس کے لیے کتنی ہی بڑی قربانی دینی پڑے۔ بمبئی میں مصطفیٰ بازار کی مسجد میں حضرت مولانا خطیب مقرر کیے گئے، اس کے ٹرسٹیوں میں کچھ لوگ ایسے تھے، جو وہابیوں کی تردید کو منع کرتے تھے، تو حضرت مولانا نے وہاں کی امامت سے انکار کردیا اور ملازمت ترک کردی۔

۳۔ ان کے مواعظ کا موضوع عام طور پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان اور بدمذہبوں کا رد ہوا کرتا تھا۔

۴۔ حضرت مولانا ایک ذی استعداد عالم تھے، ساتھ ہی علم تصوف میں بھی درک حاصل تھا۔

۵۔ کانپور، جھانسی، بمبئی وغیرہ اطراف ہند میں آپ کے ارادت مندوں اور مریدین کا وسیع حلقہ ہے اور آپ کے مریدین شیفتگی کی حد تک آپ سے حسن اعتقاد رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کے اخلاف و متوسلین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ فقط

بلبل ہند : علم وفضل،فکروفن کا تاجدار

از : خلیفۂ حضور بلبل ہند
حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی ،فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: یہ کائنات ہستی ایک مسلسل نظام فطرت پر قائم ہے اور نظام فطری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے جس کا ہر درجہ دوسرے درجہ سے بلند و بالا ہے اور کائنات کی یہ ترتیب مشاہدہ سے جانی جاسکتی ہے۔ پہلے جمادات کو لیجیے کہ نہ اس میں حرکت ہے نہ نمو، احساس ہے نہ ارادہ،نطق ہے نہ ادراک کلیات وجزئیات کی قوت اور یہ کائنات عالم کا سب سے پست درجہ ہے۔اس کے بعد نباتات کا درجہ آتا ہے جس میں حرکت ونمو پائی جاتی ہے اس میں بڑھنے پھولنے اور پھلنے کے قویٰ موجود ہیں لیکن اس میں احساس نہیں ہے اور نہ ارادہ ہے ،نہ قوت ادراک پائی جاتی ہے، بلکہ وہ فطرت کے ایک نظام کے ساتھ مربوط ہیں کہ زمین سے اپنی غذا حاصل کر سکتے ہیں وہ بڑھتے بھی ہیں لیکن دوسرے قویٰ جن سے احساس کا سرچشمہ ابلتا ہے یا جن سے ارادہ پیدا ہوتا ہے یا جن سے ادراک کی قوت ابھرتی ہے ان سب سے وہ عاری ہیں۔اس سے آگے بڑھیے تو حیوانات کا درجہ آتا ہے اس میں وہ تمام خصوصیات واوصاف پائے جاتے ہیں جو نباتات میں ہوتے ہیں لیکن ان کے سوا ان میں قوت ارادی بھی ہے اور احساس کا جوہر بھی پایا جاتا ہے اس سے اور آگے چلیں تو انسان پر آپ کی نظر پڑے گی اس کے اندر قوت نمو پائی جاتی ہے اور احساس کرنے کا مادہ بھی۔ وہ اختیاری طور پر حرکت کرتا ہے اور کلیات وجزئیات کے ادراک کا جوہر گراں مایہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ پھر انسان کے افراد میں بھی تفاوت ہے بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو فکر ونظر کے تاجور ہیں اور امور معلومہ کو ترتیب دے کر مجہول و نامعلوم اشیاء کو حاصل کرلیا کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات وحادثات سے ایسے ایسے نتائج کا استخراج کر لیتے ہیں جو غیروں کے لئے بھی درس عبرت اور مشعل راہ ہوتے ہیں اور بعض انسان اس وصف حسن سے متصف نہیں ہوتے ۔ ان کے سامنے بڑے سے بڑا واقعہ رونما ہو جاتا ہے مگر اس سے نتیجہ برآمد کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور ایسے ہی بعض انسان وہ ہیں جو اپنی زندگی قوم وملت کی فلاح و بہبود کیلئے صرف کر دیتے ہیں اور بعض اس وصف محمود اور صفت حمیدہ سے عاری وخالی ہوتے ہیں۔

اگر غور وفکر، تفکر وتدبر اور دقت نظر سے کام لیا جائے اور فضائے فکر ونظر میں پرواز کیا جائے یا غور وفکر کے بحر مواج میں غوطہ لگایا جائے تو یہ حقیقت شمس وامس کی طرح روشن ومنور ہو جائے گی کہ درحقیقت انسانیت اسی کو زیب دیتی ہے، جس کی زندگی کا ہرلمحہ قوم وملک اور سماج کی فلاح وبہبود اور قومی وسماجی خدمات کے لیے صرف ہوتا ہو۔ جس کی حیات کا ہر ہرلمحہ قوم وملت کو عروج وارتقا، عزت وعظمت اور کامیابی وکامرانی کی دولت بے بہا سے مالا مال کرنے کیلئے وقف ہو۔ جس کی عمرعزیز کی ہر ساعت قوم وملت کے گیسوئے ژولیدہ کو سنوارنے کی خاطر حیرانی وپریشانی میں گزر رہی ہو، جو عزم مصمم اور یقین محکم کا ایسا تاجدار ہو کہ اپنی منزل مقصود کی راہ میں حائل ہونے والے قید وبند، آلام ومصائب اور صعوبتوں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ وجذبہ رکھتا ہو۔ جس کے کوہ شکن حوصلہ سے ''کوہ ہمالہ'' بھی لرزاں وترساں ہو، جس کی خداداد طاقت وقوت اور دولت وثروت کا اکثر وبیشتر حصہ بندگان خدا کی خدمت اور ان کے شب وروز کو پر بہار بنانے میں صرف ہوتا ہو، جو مظلوموں کے زخم مظلومیت پر عدل وانصاف کا مرہم رکھنے والا ہو، جو سسکتی ہوئی انسانیت کو اطمینان وسکون، چین وقرار اور تسکین خاطر بخشنے کا جذبہ رکھتا ہو، جو اپنی جد وجہد اور سعی پیہم سے انسانیت کو عظمت وبرتری اور سربلندی وسرفرازی عطا کر سکتا ہو، جو اپنے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار، اقوال وافعال میں یکسانیت رکھتا ہو۔

الحمدللہ قاطع فتنۂ وہابیت ونجدیت بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفیع زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا سے جامع کمالات نظر آتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ہرلمحہ قوم وملت کی زلف پریشاں وگیسوئے پیچاں کو سنوارنے میں مصروف نظر آتا ہے، آپ علم وحکمت، ذہانت فطانت، بصیرت وتدبر، متانت وسنجیدگی، بلند سیرت، حسن عمل، علمی اٹھان اور فکری اڑان کے پیکر جمیل معلوم ہوتے ہیں۔ تمام تر علوم متداولہ میں ایسی دستگاہ اور قدرت حاصل تھی، کہ ماہرین علوم وفنون جب آپ کی نکتہ آفرینی کو دیکھتے یا سنتے، تو ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے۔

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے تمام گوشے اور اپنے ہرقول وعمل میں وہی انداز اختیار فرمایا جو روح ایمان اور تقاضائے دین سے قریب تر ہوتا، اور اسلام کے اصول واحکام اور اس کے شعائر وامتیازات کو ہرگام پر مدنظر رکھا، اتباع شریعت کا اتنا خیال تھا کہ اپنی رفتار وگفتار، نشست وبرخاست، خورد ونوش، گفتگو وملاقات، وضع وقطع ہر چیز میں مزاج شریعت کی پابندی کرتے اور سفر وحضر میں اسلامی آداب کے مطابق عمل کرتے۔ مختصر یہ کہ آپ زہد وورع، تقویٰ وطہارت، اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور بے داغ سیرت کے حامل ایک ایسے مثالی عالم دین تھے، جنہیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے نورنظر حضور مفتی اعظم ہند کی یاد تازہ ہو جائے۔

عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا طرۂ امتیاز تھا، عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا بادہ نایاب ان کی رگ

وپے میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ اس کی سرمستیوں سے ہر وقت سرشار اور بےخود رہا کرتے تھے۔سرشاری اور وارفتگی کا عالم یہ تھا کہ آپ کا دل عشق الٰہی اور محبت رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے شعلہ سوزاں میں تپ کر کندن اور فیضان الٰہی کا مخزن بن گیا تھا۔وہ سینہ ہی کیا ہے جو محبت خدا ورسول سے محروم ہو۔سچ فرمایا آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے :

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والنا س اجمعین .

حضور طوطیٔ ہند رحمۃ اللہ علیہ ایک مرد درویش ،منکسر المزاج ،علوم ظاہرہ وباطنہ کے جامع ، بزرگان دین کے سچے جاں نثار اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ سے قلبی تعلق اور والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے یہ عشق صادق کا کرشمہ تھا کہ زندگی بھر احقاق حق وابطال باطل کرتے رہے اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکوبی میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے مسئلہ لاینحل کی عقدہ کشائی نہایت حسین انداز میں فرماتے تھے بڑے سے بڑے فلسفیانہ ومنطقیانہ مباحث کو تمثیلی انداز اور آسان لفظوں میں پیش فرماتے ، ذہانت وفطانت کا یہ عالم کہ درسیات کے مضامین مستحضر اور اس کی بہت سی عبارتیں بھی محفوظ تھیں ۔فلسفہ کی مشہور اور اہم کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' پر آپ کا قلمی حاشیہ قابل رشک ہے، ان کے کتب خانہ میں موجود ہونا چاہیے،عربی وفارسی ادب میں منفرد المثال تھے، دونوں زبانوں پر اعلیٰ قدرت اور کامل دسترس حاصل تھی ، بلا تکلف نہایت فصیح وبلیغ عربی بولتے ،خطبہ جمعہ عموماً خطبۂ اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے آغاز فرماتے اور ایسے موثر اور بلیغ کلمات استعمال فرماتے ، جو عشق ومحبت رسول وصحابہ وبزرگان دین صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم سے لبریز ہوتے ۔ ہر ہر کلمہ سے عقیدت ومحبت کی شعائیں بلند ہوتیں،سن کر دل باغ باغ ہوجاتا ،قلب کو فرح وسرور حاصل ہوتا اور طبیعت جھوم جھوم اٹھتی، دل کی یہی خواہش ہوتی کہ حضور والا مرتبت یوں ہی خطبہ دیتے رہیں اور محظوظ ہونے والے مست وبےخود ہوتے رہیں۔اردو وفارسی کے قادر الکلام شاعر تھے کہ تھوڑے سے وقت میں کہی گئی نعت ہائے مبارکہ طلباء کو لکھا دیا کرتے تھے بہت سے دیوان موجود بھی ہیں اور کچھ ضائع بھی ہوگئے اور کچھ شائع بھی ہو چکے ہیں۔

فقیر راقم الحروف نے ایک مدت تک حضرت مفتیٔ نانپارہ نور اللہ مرقدہ کی صحبت بابرکت میں زندگی کے شب وروز گزارے اور ان کے قائم فرمودہ ''جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم'' میں درس وتدریس اور خدمت افتا کے فرائض انجام دیے ہیں ۔ جب کبھی کسی درسی یا غیر درسی ژولیدہ اور الجھے ہوئے مسائل میں حضرت سے استصواب کے لیے ان کی جانب رجوع کرتا تو برجستہ ان مسائل کا حل فرمادیتے اور نہایت حسین اسلوب بیان سے ان کی گتھیوں کو سلجھادیتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ احقر سے بطور اختبار مسئلہ دریافت فرماتے تو فقیر اپنے مبلغ علم کے مطابق

اس کا جواب حاضر خدمت کرتا اور اگر جواب نہ دے سکتا تو خود ہی جواب ارشاد فرماتے،اور کبھی فقیر کی درسی تقریروں کو بھی چپکے سے سماعت فرماتے اور خوش ہونے کے ساتھ ساتھ کلمات دعائیہ سے نوازتے اور حددرجہ شفقت ومحبت فرماتے۔

حضرت موصوف بردباری،تواضع وانکساری میں فقید المثال تھے ہر سنی مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملتے، مریدین ومتوسلین کے ساتھ ہمیشہ شفقت ومحبت فرماتے اور کبھی عالم جلال میں ہوتے تو سخت وسست بھی فرماتے، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد شفقت اور تنبیہ وہدایت فرماتے، ہروہ شخص جو آپ کا مرید ومعتقد ہوتا،انفرادی طور پر یہی خیال کرتا کہ جتنی ہم پر حضرت کی نظر عنایت ہوتی ہے، جتنا ہم پر کرم فرماتے ہیں اور چاہتے ہیں اتنا کسی دوسرے کو نہیں،حضرت مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کو تبرکات سے بھی نوازتے تھے خواہ وہ تبرکات ازقسم نقود ہوں یا ازقسم سامان،غریبوں کا بہت خیال فرماتے، جب باہر دورہ سے نانپارہ تشریف لاتے تو حاجت مندوں کا ہجوم کثیر ہوتا،ان سب کی حاجت روائی فرماتے۔احقر راقم الحروف کو جب کسی دقت وپریشانی کا سامنا کرنا پڑتا اور کوئی مشکل درپیش ہوتی تو روناہی سے نانپارہ حاضر خدمت ہوکر عرض کرتا تو حضرت دعا فرماتے بفضلہٖ تعالیٰ وہ مشکل دور ہوجاتی، غرضیکہ ان کی ایک ایک ادا نرالی اور لائق تقلید ہے درحقیقت وہ اللہ کے ان محبوب بندوں میں سے تھے جن کے حق میں ارشاد پاک ہوتا ہے :

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون .

بلکہ اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر تھے۔مولائے قدیر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کی برکتوں کے طفیل حضور طوطی ہند رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور شہزادۂ بلبل ہند رضی المولی تعالیٰ عنہ کو ان کا سچا جانشین بنائے اور ان کے لگائے ہوئے درخت (عزیز العلوم) کو ہمیشہ ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب رکھے اور حضور مفتی نانپارہ کے فیوض وبرکات جاری وساری رکھے۔ **اٰمین بجاہ سید الکونین علیہ التحیۃ والثناوعلیٰ اٰلہ واصحابہ وسلم۔**

ابررحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بلبل ہند: فضائل وکمالات کے چند نقوش

از : تاج الفقہاء، مناظر اہل سنت
حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ
صدر شعبہ افتا دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی
قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر

تاج الفقہاء، مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ نے یہ مضمون حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے ۳؍سال بعد تحریر کیا تھا، چناں چہ ان کی محررہ تاریخ یکم صفر المظفر ۱۴۲۲ھ/۲۲؍اپریل ۲۰۰۱ء ہے، جسے ہفت روزہ کردار غازی بستی نے دو شماروں ۱۳؍تا ۱۹؍مئی ۲۰۰۱ء و ۳؍تا ۹؍جون ۲۰۰۱ء میں قسط وار شائع کیا، ہم اسے کردار غازی بستی کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! سورج ہر روز افق آسمان پر طلوع ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی خیرہ کن شعاعوں سے کائنات کے ذرے ذرے کو منور کر کے ان میں گہما گہمی پیدا کر دیتا ہے اور پھر زیادہ وقت نہیں گزر پاتا کہ اپنی تمام تر رعنائیوں کو لیے ہوئے ہماری نظروں سے روپوش ہو جاتا ہے اور پھر کائنات میں بھیانک سناٹا چھا جاتا ہے۔ جانے کب سے یہ طلوع وغروب کا سلسلہ چلا آ رہا ہے اور کب تک چلے گا؟

کچھ یہی حال بنی آدم کا ہے، کہ اس خاکدان گیتی پر آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں، آمد ورفت کا یہ سلسلہ بھی صدیوں سے چلا آ رہا ہے اور تا قیامت یوں ہی دراز رہے گا۔ البتہ آمد ورفت کی اس گرم بازاری میں کچھ تو اس طرح آتے اور چلے جاتے ہیں، کہ نہ تو ان کے وجود کی خبر ہو پاتی ہے، نہ ہی ان کے عدم کا کچھ پتہ چل پاتا ہے۔ مگر انھیں آنے جانے والوں میں کچھ ایسے اصحاب فضل وکمال اور ارباب علم وحکمت ہوتے ہیں، جن کے وجود سے مثل آفتاب ایک جہان فائدہ اٹھاتا اور ان کے فضل وکمال کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے اور جس طرح سورج کے غروب ہونے سے ایک سناٹا چھا جاتا ہے، یوں ہی ان نفوس قدسیہ کے روپوش ہونے پر بھی بازار علم وعمل اور میدان دعوت و تبلیغ میں سوناپن محسوس ہونے لگتا ہے۔ ایسے ہی باعظمت اور اصحاب دانش وبینش اشخاص کے حق میں نبی رحمت علیہ

التحیۃ والثنا کا ارشاد گرامی کتب احادیث میں یوں مرقوم ہے "موت العالم موت العالم" عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ اور انھیں قدآور اشخاص کے متعلق کہنے والے نے کہا ہے ؎

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

بلاشبہ ایسے ہی اصحاب علم وحکمت اور ارباب دعوت وتبلیغ میں ناشر اسلام، مبلغ سنیت، شیدائے اعلیٰ حضرت بلبل ہند طوطیٔ چمنستان رضا حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی رجب علی قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ (ولادت ۲۸؍رجب المرجب ۱۳۴۳ھ/ یکم جنوری ۱۹۲۳ء وفات ۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ یکم اپریل ۱۹۹۸ء) کی ذات والا صفات بھی تھی۔　　ع　　وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مثل آفتاب روشن ہے کہ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ اور نفس نفس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اسلام وسنیت کی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف تھا۔

آپ نے رشد وہدایت تبلیغ ودعوت اور اصلاح امت کا فریضہ جس حسن وخوبی سے انجام دیا، اس کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے ان بے لوث دعاۃ ومبلغین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، جنھوں نے قدم قدم پر ہزار ہا مصائب وآلام برداشت کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پیغام اسلام پہنچانے میں زندگی کی آخری سانس تک قربان کر دی تھی۔

آپ طہارت وپاکیزگی تقوی وتقدس، شرافت وپاکبازی میں مظہر اسلاف تھے، علم وفضل کے باوصف خرد نوازی، حوصلہ افزائی اور خدمت خلق میں اقران وامثال میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ انھیں زندگی کے کسی لمحے میں شریعت سے انحراف گوارا نہ تھا، خود بھی پابند شرع تھے اور دوسروں کو بھی اسی طرح دیکھنا پسند فرماتے تھے۔

تحصیل علوم اسلامیہ

مفتی نانپارہ نے سرکار اعلیٰ حضرت قدس کے قائم کردہ ادارہ منظر اسلام سے علوم وفنون کی تکمیل فرمائی اور وقت کے ان باکمال اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، جن کے رسوخ فی العلم پر دنیائے علم متفق ہے، جن کو ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری اور علامہ عبد العزیز خاں محدث بجنوری کے نام سے جانا جاتا ہے، تذکرہ علمائے اہل سنت کے مصنف رقم طراز ہیں:

"حضرت مولانا رجب علی نانپاروی نے منظر اسلام میں حضرت مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری علیہ الرحمہ سے تکمیل علوم کی، حضرت ملک العلما مولانا ظفر الدین قادری علیہ الرحمہ سے تاریخ الفخری، مسلم شریف کا درس لیا۔" (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۹۳)

اساتذہ کرام کا ایک اجمالی تعارف

حضرت علامہ عبدالعزیز محدث بجنوری : آپ سرکار اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ والد محترم مولوی ظفریاب خاں صاحب قصبہ گھنگھورہ (جھالو) ضلع بجنور کے رہنے والے تھے، مولانا نے ابتدائی فارسی گھر پر ہی پڑھی اور درس نظامی کی تکمیل مولوی احمد حسن امروہوی سے کی صحاح ستہ کا دور بھی انھیں سے کیا۔ درس وتدریس کا آغاز علامہ وصی احمد محدث سورتی استاذ گرامی صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں مدرسہ حافظیہ پیلی بھیت سے کیا۔ ۱۳۴۰ھ میں مدرسہ منظر اسلام بریلی میں منصب تدریس پر فائز کیے گئے اور ۱۳۵۰ھ میں احادیث طیبہ کی تدریس آپ کے سپرد ہوئی، بریلی کی جامع مسجد کی امامت بھی آپ کے ذمہ تھی۔

آپ کو درس نظامی کے تمام علوم وفنون پر مہارت تامہ اور ید طولیٰ حاصل تھا، بالخصوص فن حدیث شریف میں امتیازی شان حاصل تھی، مثنوی مولانا روم کا درس بعد نماز عصر بڑے پر اثر انداز میں دیا کرتے تھے۔ حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے آپ کو "بدر الطریقۃ" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سیاسی سماجی، معاشرتی اور اسلامی خدمات کے لیے جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی تھی، اس کی تائید وحمایت میں مولانا نے درج ذیل عبارت تحریر کی ہے:

"الحمد لله العزيز المنعام الذى جعل امة وسطا قائمة بامر الله ظاهرة على اعداء الحق والسنة دافعة لاهواء المردة واهل البدعة والسلام على سيدنا ومولانا وشفيعنا محمد وآله واصحابه اجمعين الى يوم القيامة الذى رفع ذكره ودينه وشريعته على الاديان كافة اما بعد

جماعت رضائے مصطفیٰ درحقیقت اسم بامسمیٰ ہے جو آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت جناب مولانا وسیدنا محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر قائم ہے ایسے پرآشوب وپرفتن زمانے میں (اللہ تعالیٰ اس میں ترقی کرامت عطا فرمائے) سخت ضرورت ایسی جماعت کی تھی۔

بحمد اللہ جماعت مبارکہ موصوفہ دینی خدمات کے انجام میں نہایت سرگرم ہے، اصلاح عقائد اہل سنت اس کا موضوع ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے اور ترقی عنایت فرمائے اور برادران اسلام کو اس کی اعانت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ۴۲۵)

علم وفضل کا یہ آفتاب ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ میں غروب ہوا اور بصد حسرت ویاس انجمن اسلامیہ کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۱۴۹)

ملک العلما علامہ ظفر الدین صاحب : حضرت مفتی رجب علی صاحب نے ان سے تاریخ الفخری اور مسلم

شریف کا درس لیا تھا، آپ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ، رفیق کار اور سچے جانشین تھے، تاریخی نام عبد الرزاق تھا۔۱۴؍محرم الحرام۱۳۰۳ھ میں موضع ہجرہ ضلع عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی درسیات والد محترم سے پڑھیں۔

دس سال کی عمر میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں مولانا معین الدین اشرف، مولانا بدر الدین اشرف اور مولانا معین الدین اظہر سے علوم مروجہ حاصل کیے۔۱۳۲۰ھ میں مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں شاہ وصی احمد سورتی کے درس میں شریک ہوئے۔۱۳۲۱ھ میں مولانا احمد حسن کانپوری سے منطق پڑھی، قاضی عبد الرزاق کانپوری سے بعض علوم حاصل کیے۔ پیلی بھیت میں حضرت محدث سورتی سے استفادہ کیا، پھر بریلی میں آکر تکمیل تفسیر وحدیث کی۔آپ بریلی کے مدرسہ (منظر اسلام) کے بانیوں میں سے تھے، اعلیٰ حضرت نے دوشاگردوں ظفر الدین بہاری اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی کی تدریس سے مدرسہ کا آغاز فرمایا۔ بخاری شریف، اقلیدس، تشریح تصریح افلاک، شرح چغمینی، علم توقیت، جفر اعلیٰ حضرت سے خصوصیت سے حاصل کیے۔

۱۳۲۵ھ میں دستار فضیلت حاصل کی ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس ہوئے۔پھر شملہ میں خطیب اعلیٰ بنے۔ مدرسہ حنفیہ آرہ میں صدر مدرس ہوئے، ۱۹۱۳ء میں دار العلوم شمس الہدیٰ کے مدرس اول بنے۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۸ء میں ادارے کو گورنمنٹ نے لے لیا، تو آپ اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔۱۹۵۰ء میں سبک دوش ہوئے اور ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم ہوئے۔

حضرت شاہ شاہد حسین سجادہ نشیں تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق پٹنہ کی استدعا پر ۲۱؍شوال المکرّم ۱۳۷۱ھ کو کٹیہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کی بنیاد رکھی۔۱۹؍جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۱۹۶۲ء بوقت سحر راہی ملک بقا ہوئے۔

آپ علمائے اہل سنت کے مایہ ناز مدرس، منتظم، مصنف، مورخ، تذکرہ نگار اور اعتقادی اور نظریاتی مسائل کے حل کرنے میں یگانہ روزگار تھے، ملک العلما کا لقب آپ کو زیب دیتا تھا۔آپ امام اہل سنت کے خلیفہ خاص تھے اور ان کے علمی وروحانی فیضان کے ترجمان تھے۔(الاستمداد مع حاشیہ ص۹۰)

جماعت رضائے مصطفیٰ کی تائید وحمایت میں رقم طراز ہیں: ”فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک وغبطہ کرتا ہے اور ان کے لیے تثبت واستقامت کی دعا کرتا ہے۔(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۴۸)

بیعت وخلافت

مفتی نانپارہ نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ (ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۸؍محرم الحرام ۱۳۸۰ھ) کے پاس ایک خط ارسال فرمایا، جس میں یہ مشورہ طلب کیا کہ میں کس سے سلسلہ بیعت قائم کروں، خط کا

وہ حصہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

''نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے، میرا دل اس طرف بہت راغب ہے، حضرت دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ مجھے پیر کامل عطا فرمائے اور بداہت کامل نصیب فرمائے۔ حضرت کے مشورہ کا بھی امیدوار ہوں، جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے۔ رجب علی غفرلہ ۱۷ر رمضان (مولانا حشمت علی ص ۳۲۶)

اب اس کا جواب حضور شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے کیا دیا، یہ تو معلوم نہیں، البتہ آپ کے کرم خسروانہ سے امید یہی کی جاتی ہے، کہ جواب ضرور دیا ہوگا اور مفتی نانپارہ آپ کے مشورہ کے مطابق ہی مرید ہوئے ہوں گے۔ معاملہ جو بھی رہا ہو، بہر حال مفتی صاحب نے روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اپنے شفیق استاذ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے مرید وخلیفہ علامہ عبدالعزیز خاں محدث بجنوری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری علیہ الرحمہ (ولادت ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ وفات ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ) کی نگاہ ولایت نے آپ کے اندر چھپے جوہر کو دیکھ کر ۱۳۷۷ھ میں سرزمین بیسل پور پر اپنے سلاسل کی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، چناں چہ تذکرہ علمائے اہل سنت میں مرقوم ہے:

اول الذکر (مولانا عبدالعزیز صاحب) سے بیعت وارادت کا رشتہ قائم کیا، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قدس سرہ نے ۱۳۷۷ھ میں بمقام بیسل پور اپنے سلاسل کا مجاز کیا۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۹۳)

علم وفضل

مفتی نانپارہ نے جس گہوارہ علم وادب میں تربیت لی تھی، اس نے انھیں علم کا کندن بنا دیا تھا، آپ ایک بلند پایہ عالم دین، نکتہ رس مفتی وفقیہ، علم وعرفان کا منبع، فصیح وبلیغ خطیب، علوم اسلامیہ کا ماہر، بلند پرواز شاعر، صاحب تدبر، معاملہ فہم، ہمدرد قوم وملت اور ایک سچے عاشق رسول تھے، عربی زبان وادب پر بھی قدرت رکھتے تھے اور خطابت ووعظ گوئی کا ملکہ اس پر مستزاد تھا۔ ارباب علم ودانش آپ کے فضل وکمال، شرافت وپاکیزگی اور زہد وورع کے کھلے دل سے معترف تھے۔ راقم السطور یہ کہنے میں اپنے آپ کو بالکل حق بجانب سمجھتا ہے، کہ رب کائنات نے آپ کی ذات والا صفات میں بہت سی ایسی خوبیاں رکھ دی تھیں، جو آج کے علما میں خال خال نظر آتی ہیں۔

علم وفضل میں کمال کے باوجود تواضع وانکساری، مخلوق خدا کی خدمت، خرد نوازی، جود وسخا، رحم وکرم، اخلاص وللّٰہیت، دل جوئی وحوصلہ افزائی یہ وہ پاکیزہ خصلتیں تھیں، جن کی بنا پر سیکڑوں نہیں ہزاروں ان کے لیے اپنی پلکیں بچھانے اور جان ودل فرش راہ کرنے کو تیار رہتے تھے۔ احقاق حق وابطال باطل میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی اور بے

خوف لومۃ لائم حق کا ترانہ گنگاتے رہے۔

مفتی نانپارہ میدان خطابت میں

اپنے مافی الضمیر کو کسی کے سامنے پیش کرنے کے موثر ترین ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ تقریر وخطابت ہے، یہ وہ قیمتی جوہر ہے، جس کی چمک دمک ہر دور میں محسوس کی گئی ہے اور اس کی تاثیر کا لوہا مانا گیا ہے۔ عرب کے بادیہ نشیں تو خطابت کا جوہر دکھانے کے لیے باقاعدہ اجتماعات کیا کرتے تھے، مردہ قلوب میں زندگی کی روح پھونکنے اور سرد قلوب کو گرمانے کا عمدہ اور بہترین ذریعہ خطابت ہے غلط رسوم ورواج، باطل افکار وخیالات، بدعات وخرافات اور منکرات کی روک تھام اور ان کی بیخ کنی میں زبان کی تاثیر کا ایک زمانہ شاہد ہے۔

مفتی نانپارہ نے حالات زمانہ اور عصری تقاضوں کے پیش نظر اپنی خداداد خطابت کی صلاحیت سے بے شمار مردہ دلوں کو عشق وعرفان کی زندگی بخشی اور ہزاروں تاریک دلوں میں ایمان ویقین کا اجالا پھیلایا۔ بلاشبہ آپ اہل سنت کے شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مصلح ومبلغ تھے، آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل وبراہین سے اسلام وسنیت کی حقانیت اور تقدیس الوہیت وعظمت رسالت کا تذکرہ چھیڑتے تو حاضرین پر کیف وسرور طاری ہو جاتا۔ دل کی پژمردہ کلیاں کھل اٹھتیں "الٹتی ہیں صفیں گردش میں جب پیمانہ آتا ہے" کا دلکش منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔

جس جلسہ میں آپ کی شرکت ہوتی علاقہ کے ہزاروں افراد کا سیلاب امنڈ پڑتا اور آپ کی پرمغز وپراثر تقریر اور کلمات وعظ ونصیحت سن کر مسلک اہل سنت کی صداقت وحقانیت کا یقین اور عشق مصطفی کی سوغات لے کر واپس ہوتا۔ رب قدیر نے آپ کی آواز میں جو جاذبیت وکشش رکھی تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں بلبل ہند کا خطاب آپ کے لیے نام کی منزل میں ہو گیا تھا اور جب بھی اس لفظ کو استعمال کیا جاتا، تو ذہن ودماغ آپ ہی کی طرف منتقل ہوتا تھا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں آپ نے اپنی تقریر ووعظ سے ہزارہا افراد کو صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا اور ان کو شمع رسالت کا پروانہ بنا دیا۔ بطور مثال ناسک اور ٹیکم گڑھ وغیرہ کا تذکرہ کافی ہے۔ آپ نے ٹیکم گڑھ کے ان علاقوں میں جا کر اہل سنت کی تبلیغ فرمائی، جہاں آج کے آرام طلب علما جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، مگر مفتی صاحب نے سیکڑوں سرد وگرم حالات سے نبرد آزما ہو کر ان علاقوں میں اپنی مصلحانہ اور بصیرت افروز تقریر سے لوگوں کو مسلک اہل سنت سے متعارف کرایا اور ان کے دین وایمان کی حفاظت فرمائی۔ بلاشبہ آپ علمائے اہل سنت میں صف اول کے خطبا میں شمار کیے جاتے تھے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مفتی صاحب کو منجانب اللہ ایسی خوش الحانی عطا ہوئی تھی کہ اکابر واصاغر سب آپ کی مترنم آواز پر دم بخود ہو جاتے اور جب آپ کی نغمہ سنجی سنتے، تو کیف ومستی میں آجایا کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت مولانا محمد تفسیر القادری قیامی صاحب سابق نائب صدر مدرس دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بیان کرتے ہیں کہ میرے زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ مفتی نانپارہ بریلی شریف آئے، تو دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں آپ سے نعت شریف سنانے کی فرمائش کی گئی، حاضرین محفل میں جلیل القدر علمائے کرام حضرت علامہ مبین الدین محدث امروہوی، علامہ تحسین رضا اور مفتی محمد اعظم صاحبان وغیرہ تشریف فرما تھے، مفتی رجب علی صاحب نے سرکار اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ نعت ''لم یات نظیرک فی نظر'' اپنے مخصوص لب ولہجے اور مترنم آواز میں پڑھنی شروع کی، جوں ہی آپ کی نغمہ سنجی لوگوں کے کانوں تک پہنچی، پھر تو حال یہ ہوا کہ تمام اساتذہ مثل پروانہ اکٹھا ہو گئے، مجمع پر عشق ومستی اور کیف وسرور کا عجب عالم تھا، ہر سو نور فشانی کا منظر تھا اور مفتی صاحب کو بلبل رضا کے خطاب سے یاد کر کر کے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

ایک بات یاد آ گئی

چند سال قبل کا واقعہ ہے کہ راقم عزیز گرامی مفتی محمد ابرار احمد امجدی کی شادی میں شرکت کی غرض سے اوجھا گنج جا رہا تھا، خلیل آباد میں بس پر سوار ہوا، بغل کی سیٹ پر کوئی ۵۰/۵۵ سالہ ایک صاحب بیٹھے تھے، انھوں نے مجھ سے سواری پر بیٹھتے وقت کی دعا پوچھی، میں ان کو جواب دے کر خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد جناب نے آغاز گفتگو کیا، تو معلوم ہوا کہ جناب کا تبلیغی جماعت اور مولوی ابوالحسن علی میاں وغیرہ سے قریبی تعلقات ہیں، گورکھپور میں وکالت کرتے ہیں، ان کا نام غالباً اقبال تھا۔ مختلف پہلوؤں پر بات ہوتی رہی، جس سے پتہ چلا، کہ جناب عربی زبان بھی جانتے ہیں، دوران گفتگو میں نے امام احمد رضا قدس سرہ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور بات نکل آئی ان کی نعتیہ شاعری کی، جس پر ایڈوکیٹ صاحب نے کہا: ''مولانا! مولانا احمد رضا کے عشق کی بات مت پوچھیے، وہ عشق کی ایسی منزل پر تھے، کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور یہ ان کے نعتیہ کلام سے واضح ہے، کبھی کبھی ان کی نعت ہم لوگ بھی سنتے ہیں، ایک بار ہم نے ایک طالب علم سے مولانا کی مشہور نعت ''لم یات نظیرک فی نظر'' پڑھنے کی فرمائش کی، طالب علم نے جب نعت پڑھنا شروع کیا، تو میرا پورا وجود کانپ اٹھا اور جو کیفیت مجھ پر اس وقت طاری تھی، اسے بیان نہیں کر سکتا۔

سچ ہے ''جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے'' آپ غور کریں، جب غیروں کے دل اس نعت کو سن کر کیف ومستی میں آجاتے ہیں، تو جب بلبل رضا نے عشق وعرفان کے سمندر میں ڈوب کر اہل دل کی محفل میں اپنی سحر انگیز اور جادوئی آواز میں نغمہ سرائی کی ہوگی، کیا عالم رہا ہوگا۔ یقیناً پروردگار عالم نے آپ کو ایسی پرکشش، دل کش اور مسحور کن آواز سے نوازا تھا، کہ آپ کی زمزمہ خوانی سے سیکڑوں دل زیر وزبر ہو جایا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت

یوں تو مفتی صاحب کو تمام اولیاے امت اور عمائد ملت سے عقیدت ومحبت تھی، مگر سرکار اعلیٰ حضرت سے ان کی عقیدت وارادت مندی عشق کی حد تک تھی، وہ ہر محفل ومجلس میں اعلیٰ حضرت کے فضل وکمال اور عشق وعرفان کی داستان سنایا کرتے تھے اور ان کے تبحر علمی، عبقریت اور عظمت ورفعت کا ترانہ گاتے رہتے تھے۔
یہی وجہ ہے کہ آپ کے مریدین ومتعلقین میں عموماً سرکار اعلیٰ حضرت کی محبت وعقیدت رچی بسی رہتی ہے، آپ جہاں گئے، اعلیٰ حضرت کے ذکر جمیل کی خوشبو سے لوگوں کے مشام جاں کو معطر کرتے گئے، اپنے حلقہ ارادت میں گھر گھر اعلیٰ حضرت کو پہنچایا، ان کی شخصیت کو متعارف کرایا اور سرکار غوثیت مآب تک پہنچنے کے لیے بارگاہ رضوی کو وسیلہ بنایا، چناں چہ عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا یہ شعر میری تحریر کی صداقت پر شاہد عدل ہے، مفتی صاحب نغمہ سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

مفتی صاحب کی اعلیٰ حضرت سے عقیدت کا یہ عالم تھا، کہ عرس رضوی کے موقع پر اپنے وطن نانپارہ سے لنگر کا سارا سامان لے جاتے اور اپنی نگرانی میں وہاں پکوا کر مہمانان رضا کی ضیافت کیا کرتے تھے۔ خود راقم السطور بھی ایک مرتبہ حضرت استاذ مکرم مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد کے ساتھ اس لنگر سے محظوظ ہوا ہے۔
حضرت مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ کی زبانی راقم نے متعدد بار یہ سنا ہے کہ میں نے اولا سرکار اعلیٰ حضرت کے فضل وکمال اور ان کی دینی خدمات کو مفتی نانپارہ کے ذریعہ جانا ہے اور انھیں کی بدولت اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت میرے دل پر نقش کالحجر ہوئی ہے اور آج جو کچھ بھی ہے، سب بارگاہ رضویہ کا فیضان ہے۔
بلا شبہ مفتی نانپارہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور اس کے فروغ میں جو نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہ سب اعلیٰ حضرت سے ان کی سچی عقیدت ومحبت کا ہی نتیجہ ہے۔

عوام سے الجھنا ٹھیک نہیں ہے

چند سال قبل راقم السطور کانپور، کرنیل گنج بزریا میں ۱۲؍ربیع الاول شریف کو تقریر کرنے گیا، اتفاق سے حضرت مفتی نانپارہ بھی وہاں تشریف فرما تھے، میں نے اپنی تقریر میں ہندووں کے مذہبی رہنما رام کے لیے جی کا لفظ استعمال کر دیا، شرعا اس میں کوئی ایسی قباحت نہ تھی، جس پر توبہ کا حکم ہوتا، علمائے دیو بند کو عموما مولانا صاحب، مولوی صاحب

کے لفظ سے پکارا جاتا ہے، جب کہ ان پر حکم کفر وارتداد ہے، خود حضور شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ نے دیوبندی علما کو مولانا اور مولوی کے لفظ سے پکارا ہے، بلکہ پنڈت دیانند سے مناظرہ کے لیے ایک جگہ گئے، تو اسے پنڈٹ جی ہی کہہ کر مخاطب کیا، تفصیل کے لیے ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب کی کتاب مولانا حشمت علی لکھنوی دیکھی جاسکتی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ میرے اس جملہ پر کچھ حضرات معترض ہوئے اور آپس میں چہ میگوئیاں شروع کردیں، مجھ سے تو کسی نے کچھ نہ کہا، مگر مفتی صاحب کے پاس کچھ لوگ پہنچ گئے اور ان کو پوری بات بتائی۔

میری تقریر ختم ہوئی، تو حضرت اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے، نعت خوانی کا سلسلہ چل رہا تھا، حضرت نے فقیر کو مخاطب کر کے فرمایا ''مولانا! ابھی آپ نے اپنی تقریر میں رام چندر جی کہہ دیا ہے، اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے، مگر عوام سے الجھنا اچھا نہیں ہے، ابھی چند لوگ میرے پاس گئے تھے اور اس پر کچھ کہہ سن رہے تھے۔ اب میں آپ کو آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ میری تقریر کا اعلان اناؤنسر صاحب کے بجائے آپ کیجیے اور اس میں کہہ دیجیے کہ اگر میرے بولنے میں کوئی غلطی ہوئی تو خدا معاف فرمائے۔

میں نے بسر وچشم حضرت کے حکم کی تعمیل کی اور جیسا آپ نے فرمایا، ویسا ہی کیا، اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوا، کہ عوام سے الجھنا علما کی شان نہیں، وہیں حضرت مفتی صاحب کے حسن تدبیر، ذہانت ودوراندیشی اور معاملہ فہمی کے ساتھ اصلاح کے انوکھے انداز کا بھی پتہ چلتا ہے۔

جیپ روک کر خیریت معلوم کی

ایک مرتبہ میں ٹیکم گڑھ سے تقریر کر کے واپس ہو رہا تھا، راستے میں کہیں بس رکی ہوئی تھی اور میں نیچے اتر کر ٹہل رہا تھا، اتنے مین مفتی صاحب کی جیپ ٹیکم گڑھ کی طرف جاتی دکھائی دی، میں نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا، تو حضرت نے فوراً ہی جیپ روک دی، مصافحہ ہوا، خیریت دریافت فرمائی، پھر تشریف لے گئے۔

اللہ اللہ یہ خردنوازی ذرا تصور کیجیے مجھ ناچیز اور بے بضاعت کے لیے جیپ رکوا کر خیریت دریافت کرنا کس درجہ عزت افزائی اور ہمدردی کی بات ہے، اس کا اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

غرضیکہ مفتی صاحب ایک انجمن تھے، بے شمار خوبیوں کے جامع، علم وعمل کے حسین سنگم اور خلوص وللٰہیت کے پیکر تھے، وہ کیا گئے، ایک انجمن چلی گئی، مگر ان کے عظیم الشان کارنامے انھیں ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ خداوند کریم ان کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور کروٹ کروٹ انھیں اپنی رحمت سے نوازے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بلبل ہند : ایک عظیم المرتبت شخصیت

از : حضرت مولانا مفتی محمد ایوب خاں نوری
استاذ ومفتی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، عارف باللہ، مخدوم العلما، عاشق اعلیٰ حضرت، بلبل ہند، عالم ربانی حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار اور جماعت اہل سنت کے عظیم رہنما تھے۔ بلبل ہند کے نام سے پوری دنیاے سنیت میں متعارف ہیں۔ آپ نے تا حیات عالمانہ وقار کے ساتھ دین وسنیت کی بے لوث خدمت کی، بدمذہبوں، صلح کلیوں کے لیے زہر ہلاہل تھے، دین کے معاملے میں کبھی انھوں نے مداہنت نہیں اختیار کی، بریلی شریف سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ کچھ دنوں پہلے میں ٹیکم گڑھ ایم۔ پی کے ایک جلسہ میں گیا تھا، تو میں نے وہاں ایک ایسا نعرہ سنا، جو اس سے پہلے نہیں سنا تھا، وہ نعرہ یہ تھا: ''بریلی ہمارا مرکز ہے، ہمارا مرکز بریلی ہے'' تو میں نے ٹیکم گڑھ کے لوگوں سے پوچھا، کہ یہ نعرہ کس نے بتایا ہے؟ لوگوں نے بتایا، کہ یہ نعرہ حضور مفتی نانپارہ نے دیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ مفتی نانپارہ بریلی شریف کے کس قدر دلدادہ تھے۔ آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کی حفاظت کے لیے وقف تھی۔ برصغیر ہندو پاک میں ماضی قریب کے علماے اہل سنت وجماعت کی فہرست میں بہت سے ایسے رجال علم وفن وخطابت نظر آتے ہیں، جنھوں نے اپنی علمی وفنی ودینی بصیرت کے گہر لٹائے ہیں، انھیں میں ایک شخصیت مفتی نانپارہ مفتی رجب علی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ نور اللہ مرقدہ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

حق گوئی

حق گوئی اور بے باکی ایک داعی، مبلغ، مصلح، مرشد، عالم دین اور مومن کامل کی صفات لازمہ سے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے مفتی نانپارہ کی ذات بابرکت میں یہ تمام اوصاف حمیدہ خوب ودیعت فرمائے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ

منکرات سے صلح کو حرام سمجھتے تھے اور اس باب میں ذرہ برابر بھی چشم پوشی کے قائل نہیں تھے۔شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی بات سنتے یا کوئی شغل دیکھتے،تو فوراًاُس پر تنبیہ فرماتے اور نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کی انجام دہی میں کوئی لچک اور نرمی روا نہ رکھتے اور نہ ہی کسی کی رعایت فرماتے۔ بہت سے لوگ آپ کے اس مومنانہ اور مجاہدانہ وصف کو شدت وسختی اور نہ جانے کن کن الفاظ وکلمات سے تعبیر کرتے تھے،مگر حقیقت یہ ہے، کہ اس حدیث پاک **من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ** پر عمل ہوتا تھا اور ارشاد نبوی **الساکت عن الحق شیطان اخرس** ہمہ وقت آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

وعظ وخطابت

تقریر وخطاب کی سحر انگیزی اور سرعت تاثیر ساری دنیائے سنیت میں مسلم ہے، نیز حدیث نبوی میں اس وصف کا بیان موجود ہے، کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا** اللہ رب العزت نے مفتی نانپارہ کو دیگر اوصاف حمیدہ کے ساتھ تقریر وتبلیغ ووعظ وخطابت کی دولت سے بھرپور نوازا تھا۔آپ کی تقریریں تبلیغ واشاعت دین، احقاق حق وابطال باطل کی نیت سے ہوتی تھیں، اسی لیے ان میں اخلاص بھی ہوتا تھا اور سادگی بھی ہوتی تھی اور بے خوفی بھی ہوتی تھی، توانائی بھی ہوتی تھی، معانی ومفاہیم کی کثرت بھی ہوتی تھی، اپنوں کے دل کی ٹھنڈک بھی ہوتی تھی اور منکرین کے لیے تلوار ونیزہ کی مار بھی ۔ بحیثیت خطیب مدت دراز تک ملک کے بے شمار شہروں کا دورہ کرتے رہے۔تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کی معیت ورفاقت میں بھی آپ نے سیکڑوں بار ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جا کر تقریر وتبلیغ کی، لاکھوں افراد آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے اور بہت سے لوگ معاصی ومنکرات سے تائب ہوئے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شفقتیں

حضرت مفتی نانپارہ جب بریلی تشریف لے جاتے، بارگاہ مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت میں حاضری دیتے، پھر مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، عقیدت ومحبت کا خراج پیش کرتے، بعدہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے، جب کھانے کا وقت ہوتا، تو حضور مفتی اعظم ہند محبت بھرے انداز میں خدام سے فرماتے، کہاں ہیں مولانا رجب علی صاحب ان سے کہو کھانا کھالیں۔ ایک بات اور مجھے یاد آرہی ہے، جو میں نے بزرگوں سے سنی ہے، کہ جب

صدرالعلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب جو بریلی شریف کے چاروں مدرسے دارالعلوم منظر اسلام، دارالعلوم مظہر اسلام، جامعہ نوریہ باقر گنج، جامعۃ الرضا میں منصب صدارت پر فائز رہے، کے نکاح کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں بہت سے علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام جلوہ بار تھے، مفتی نانپارہ بھی شریک مجلس تھے، تاجدار اہل سنت مرشد برحق مجدد ابن مجدد حضور مفتی اعظم ہند صدر مجلس تھے، آپ نے مفتی نانپارہ سے فرمایا، کہ آپ نکاح پڑھائیں، حضرت مفتی نانپارہ نے حضور مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کا نکاح پڑھایا۔

نیز مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت کے ۱۰۱رویں عرس کے موقع پر ایک شخص سے رضا گلی بریلی شریف میں ملاقات ہوئی، بعد سلام ودعا میں نے پوچھا، کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ تو شخص مذکور نے بتایا، کہ میں ناسک سے حاضر ہوا ہوں، میں نے کہا، وہی ناسک جہاں مفتی نانپارہ بکثرت تشریف لے جاتے تھے؟ تو اس نے کہا، ہاں! وہی ناسک، پھر اس نے پوچھا، کہ آپ کہاں سے؟ تو میں نے کہا، کہ میرا آبائی وطن بھی نانپارہ سے متصل ایک گاؤں بشنا پور ہے، لیکن تقریباً ۲۹رسال سے بریلی شریف مظہر اسلام پھر منظر اسلام میں تدریس وافتا کے کام پر مامور ہوں۔ وہ صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا، کہ جب آپ نے مفتی نانپارہ کا ذکر چھیڑ دیا ہے، تو سنیے جتنا دینی ملی مسلکی کام مفتی نانپارہ نے ناسک میں کیا ہے، کسی نے نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ ناسک کا ہر فرد مسلم مفتی نانپارہ کا دیوانہ نظر آتا ہے اور کیوں نہ ہو، ایک بار جب حضور مفتی اعظم ہند ناسک تشریف لے گئے، تو فرمایا اے ناسک والو! میں نے تمھیں ایک شیر (مفتی نانپارہ) دے دیا ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔

اور بھی ایک تاریخی دستاویز پیش کرتا ہوں کہ جب سرکار مفتی اعظم ہند کا وصال ہوا، تو مفتی نانپارہ، نانپارہ میں نہ تھے، بمبئ وغیرہ میں تھے، طبیعت سخت علیل تھی، جس کی وجہ سے حضور مفتی اعظم ہند کے جنازے میں شریک نہ ہوسکے، چند دنوں کے بعد جب صحت یاب ہوگئے، تو فوراً بریلی شریف آئے، حضور مفتی اعظم کے مزار پر حاضری دی اور نہایت ہی رنج والم کے ساتھ نانپارہ پہنچے، ان دنوں راقم الحروف مدرسہ عزیز العلوم ہی میں زیر تعلیم تھا، میں نے دیکھا، کہ مفتی اعظم کے وصال سے مفتی نانپارہ کو اتنا غم وصدمہ لاحق ہوا کہ جہاں بیٹھتے خاموش بیٹھے رہتے، کسی سے ہم کلام نہ ہوتے، اسی طرح کئی دن گزر گئے، ایک رات جب مفتی نانپارہ بستر خواب پر تشریف لے گئے، تو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا، مفتی اعظم میرے کمرے میں جتنی کتابیں ہیں، سب کا مجھے علم ہوجائے اور پھر سوگئے، جیسے ہی سوئے حضور مفتی اعظم ہند خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، رجب علی! علم مجھ سے مانگتے ہو؟ علم تو غوث اعظم کے دربار سے ملتا ہے اور فرمایا، محمود رضا کہاں ہے؟ اتنا کہنا تھا، کہ آنکھ کھل گئی، فجر کی نماز پڑھ کر مفتی صاحب فوراً مدرسہ میں آئے اور مفتی عبدالوحید صاحب جو صدر المدرسین تھے، سے کہا کہ مولانا صاحب! قرآن

خوانی کرائیں اور اپنا خواب بیان کیا، پھر تو کئی دن تک قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہا، کنٹلوں کے حساب سے جلیبیاں تقسیم کردیں۔

بلا دغدغہ حضور مفتی اعظم نانپارہ اہل اللہ، صاحب کشف وکرامت تھے اور ہیں، ان کی دینی ملی مسلکی خدمات قابل رشک ہیں، جس اعتبار سے دیکھیے، خطابت ہو، تحریر ہو، تصنیف وتالیف ہو، فن شاعری ہو، عبادت وریاضت ہو، عشق رسول ہو، آپ بے مثال نظر آتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے شہزادے حضرت علامہ محمود رضا صاحب قبلہ اوران کے شہزادگان حضرت حافظ وقاری حسین رضا وحضرت مفتی خالد رضا سلمہما کو مفتی نانپارہ کے نقش قدم پر گامزن رکھے۔ معارف مفتی نانپارہ نکل رہا ہے، اگر چہ تاخیر سے لیکن امید ہے کہ خوب نکلے گا

ع اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

یہ چند سطور بارگاہ مفتی نانپارہ میں بطور خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

ع گر قبول افتد زہے عزوشرف

جن لوگوں نے معارف مفتی نانپارہ کے نکلنے میں تعاون کیا ہے، اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ **آمین یارب العالمین بحرمة حبیبک سید المرسلین وصلی وسلم وبارک علیه وعلی آله وصحبه اجمعین**

بلبل ہند : فضل وکمال کے آئینے میں

از : حضرت مولانا مفتی ناظم علی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

میری آنکھوں کو جن برگزیدہ، قابل قدر، باوقار اور باعظمت شخصیتوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے، ان میں ایک حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، بلند پایہ بزرگ عالم ربانی حضرت علامہ مفتی شاہ رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ آپ کی عظیم اور بلند قامت شخصیت جہان علم ومعرفت کے کسی گوشے میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ یکتائے زمانہ اور نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے، جن کے وجود مسعود پر زمانہ فخر وناز کرتا ہے، آپ بحر علم کے شناور، اخلاص ووفا کی شمع، عظیم الشان مفتی، باکمال خطیب، متبع شرع صاحب فضل وتقوی، سچے عاشق رسول، ایمان وایقان، صداقت ودیانت کے پیکر جمیل تھے۔ عشق مصطفیٰ اور حب اولیا کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ علم وحکمت، فکر وفن، دین ودانش اور عرفان وتصوف کا نیر تاباں بن کر ابھرے اور برصغیر کا گوشہ گوشہ اپنی علمی اور روحانی کرنوں سے روشن فرمایا۔ آپ نے دین اسلام کی ترویج واشاعت اور قوم کی اصلاح کے لیے اپنے مایۂ حیات اور متاع زندگی کو وقف فرمادیا تھا۔ عوام وخواص میں آپ کو قبول عام حاصل تھا۔ اپنے وقت کے عظیم الشان علمائے محتاطین اور مشائخ کبار کا حد درجہ احترام واعزاز واکرام فرماتے۔ آپ کی شخصیت ''پدرم سلطان بود'' کے دائرے میں محبوس نہیں تھی، بلکہ بجائے خود جہان علم ومعرفت تھے۔ فکر بلند، ہمت مرداں کے حامل اور عمل پیہم اور جہد مسلسل کے عادی تھے۔ آپ نے دین وملت کی فلاح اور ناموس اسلام کے تحفظ کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آپ کے دم قدم کی برکتوں سے جہان سنیت میں جشن چراغاں ہے اور آپ کے باران کرم سے چمن ملت میں بہاراں ہی بہاراں ہے۔

علمی کمال

آپ کی ذات ستودہ صفات گونا گوں اوصاف وکمالات کا عطر مجموعہ تھی۔ آپ آفتاب علم وفضل تھے، آپ سحاب معرفت بن کر پورے عالم اسلام پر برسے اور تشنگان معرفت کو جام معرفت سے سیراب فرمایا اور گم گشتگان راہ کو جادۂ راہ کا سراغ بخشا۔ آپ جب مسند خطابت پر جلوہ بار ہوتے، تو قرآن کی آیتوں، تفسیروں، حدیثوں اور شارحین احادیث کے اقوال کے انبار لگا دیتے۔ اسٹیج پر دوران تقریر فروگزاشت پر عالمانہ وقار کے ساتھ اصلاح فرماتے اور توبہ

کے لیے اسی وقت فرماتے، کسی کے لیے مجال انکار نہ ہوتا، بلکہ آپ کی اصلاح پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے۔ جن دنوں میں مدرسہ صدرالعلوم ریلوے مسجد بڑا گاؤں گونڈہ میں تدریسی خدمات پر مامور تھا، حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے عرس پاک کے موقع پر آپ کے مقدس آستانہ پر اکتساب فیض اور حصول برکت کے لیے حاضر ہوا، حضرت مفتی سید افضال احمد صاحب قادری اور حضرت مولانا سید ظفیر احمد صاحب اور دیگر اساتذہ مدرسہ مذکورہ بھی حاضری کے لیے آستانہ پاک پر حاضر تھے۔ بہرائچ شریف اور دور دراز مقامات کے مدارس کے عظیم الشان علما وفضلا کثیر تعداد میں شریک تھے، جن میں حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب اور حضرت علامہ مفتی سید عارف صاحب رضوی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ فاتحہ خوانی کی ایک مجلس آستانہ پاک کے روبرو منعقد کی گئی، زائرین کا بے پناہ ہجوم اس مقدس تقریب میں شرکت کے لیے حاضر تھا، پروگرام جاری تھا، کچھ دیر کے بعد حضرت کی ذات رونق افروز ہوئی، دیکھا، کہ حاضر باش سارے علما وفضلا آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، فلک شگاف نعرے لگ رہے ہیں، مصافحہ ومعانقہ ودست بوسی کا حسین سلسلہ بھی دیدہ زیب تھا۔ اب کیا تھا ؂

بڑھ گئی زینت میکدہ کچھ اور
جب سے رندوں میں اک پارسا آ گیا

میں نے اس وقت موجود علما میں آپ کی شخصیت ایک نمایاں شخصیت دیکھی، حضرت علامہ مفتی سید عارف صاحب قبلہ رضوی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف نے اپنی جلالت علمی کے باوجود کمال احتیاط کے ساتھ گراں قدر القاب سے آپ کا تعارف فرمایا اور آپ کے علم وفضل وکمال کو واشگاف فرمایا۔ آپ رونق اسٹیج ہوئے، ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا اور علوم ومعارف کے گوہر آبشار لٹائے ؂

تمام میکدہ سیراب کردیا جس نے
نگاہ یار تھی جام شراب تھا کیا تھا

آپ نے ارشاد فرمایا، کہ آیت کریمہ ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعا'' کی تفسیر میں جہاں مفسرین کرام نے بہت سی تفسیریں فرمائیں، وہیں ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ ''حبل اللہ'' سے مراد اللہ کے رسول سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین**۔ محبت رسالت ارکان ایمان کا جز ولاینفک ہے ؂

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

آپ نے بڑی جرأت و بے باکی کے ساتھ بلاخوف لومۃ لائم ارشاد فرمایا کہ جن کے سینے عشق رسالت سے خالی ہیں، ان کی نمازیں، روزے اور دکھاوے کی ساری چیزیں بروز قیامت ''ہباء منثورا'' ہوجائیں گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سینہ عشق رسالت کا مدینہ بنایا جائے اور ان شاتمان رسول کے دجل وفریب سے اپنے کو دور رکھا جائے، میلاد رسول پاک، قیام تعظیمی اور حاضری مزارات پر برملا سخت تنقیدیں کرتے ہیں۔ اولیاے کرام کے تقدس کو پامال کرنے کی ناپاک سازشیں کرتے ہیں اور ذاتی منفعت کے لیے مزارات اولیاے کرام کے گرد چکر لگاتے ہیں، ایسے لوگوں سے سخت احتراز کیا جائے کہ حدیث پاک میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: **ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**۔ اپنے کو ان سے دور رکھو کہ کہیں راہ راست سے بہکا نہ دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

بہرائچ شریف میں اور وہ بھی خاص آستانہ پاک پر ایسی جرأت و بے باکی کے ساتھ خطابت آپ کے تصلب فی الدین کی واضح ترین مثال ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
ہم دار پہ بھی چڑھ کے ناحق نہ کہیں گے
ہم حضرت منصور کے سجادہ نشیں ہیں
تا حشر رہے گا تری جرأت کا ترانہ
اے مرد خدا اہل محبت کی زمیں پر
ایمان کی دنیا پہ عیاں کرکے حقیقت
احسان کیا آپ نے کل اہل جہاں پر

یہ واقعہ جہاں آپ کی جرأت و بے باکی پر دال ہے، وہیں آپ کے روشن علمی فضل وکمال کی واضح مثال ہے۔ میں نے دوران تقریر دیکھا، کہ آپ کی اس حق گوئی و بے باکی اور علمی فضل وکمال کو دیکھ کر علما وفضلا کی عظیم ترین جماعت فرط مسرت میں ڈوبی ہوئی تھی اور سبحان اللہ ماشاء اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فقہ وافتا

تفقہ فی الدین وہ عظیم دولت ہے، جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین.

جسے اللہ عز وجل خیر کثیر عطا فرمانا چاہتا ہے اسے دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ علما کی سب لوگوں پر اور فقہ کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (فتح الباری)

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ولکل شئ عماد وعماد الدین الفقہ .

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، ہر شے کے لیے ایک ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔ (بیہقی ودار قطنی)

حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا فرمائی:

اللھم فقھہ فی الدین .

اے اللہ! ابن عباس کو دین کا فقیہ بنادے۔ (مشکوۃ)

مشہور محدث شیخ الاسلام حضرت سلیمان بن مہران الاعمش نے فرمایا:

یامعشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ .

اے فقہا کے گروہ! تم طبیب ہو اور ہم پنساری۔ (ذیل الجواہر، جامع البیان، مناقب موفق، الخیرات الحسان)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ''محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد وفقیہ ہونا علم کا آخری زینہ ہے۔''

شواہد مسطورہ بالا کی روشنی میں آپ کی ذات پاک کا مطالعہ کرتے ہیں، تو انکشاف ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے عظیم الشان مفتی تھے، فقہ کے کلیات وجزئیات پر کامل عبور رکھتے تھے۔ ایک مفتی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ سائل کے مقصد سوال پر آپ کی گہری نظر ہوتی اور اس کا جواب اسی کے اعتبار سے رقم فرماتے۔ آپ کے فتاوی اجمال وتفصیل کا بہترین مرقع ہیں۔ سائل کو اجمالی جواب سے تشفی نہ ہونے کی صورت میں تفصیلی

جواب رقم فرماتے اوراس کے تمام گوشوں پر حاصل سیر بحث فرماتے ،تاکہ سائل کواطمینان وتشفی حاصل ہوجائے اورشکوک وشبہات زائل ہوجائیں اور بدعقیدوں کی بدعقیدگی کا پردہ چاک ہوجائے۔آپ کی ذات پاک برصغیر ہند میں ایک معتمد ومستند مفتی کی تھی۔آپ کے فتاوی میں آداب افتااورقواعد فقہی کالحاظ کامل طور پر پایا جاتا ہے،فقہ کی مستند ومعتمد کتابوں کے حوالہ جات سے مزین فرماتے ،آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے اس کی تحقیق وتفہیم فرماتے ،آپ کے فتاوی آپ کی علمی وجاہت اور افتامیں مہارت کی روشن دلیل ہیں۔

تصنیف وتالیف

اللہ عزوجل نے آپ کو بے پناہ قلمی قوت بخشی تھی۔وعظ وتبلیغ اور رشد وہدایت کی مصروفیات اس قدر زیادہ تھیں کہ تصنیف وتالیف کے لیے وقت نکالنا مشکل تھا۔تصنیف وتالیف کے میدان میں اترنا اوراپنے اشہب قلم کو مہمیز دینا نہایت دشواراور کٹھن مرحلہ تھا۔ان سب کے باوجود آپ نے گراں قدر اور بیش قیمت کتابیں تصنیف فرمائیں، جوآپ کے علم وفضل ،فکرودانش،تفکروتدبر کا آئینہ ہیں۔عربی کامقولہ ہے:

الاناء یتشرح بما فیہ .

برتن سے وہی ٹپکتا ہے، جواس میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نوک قلم سے وہی افکارظہور پذیر ہوتے ہیں،جن کا آدمی حامل ہوتا ہے،آپ کی تحریروں میں تحقیق کا کمال بھی نظرآتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی۔آپ کے اہم قلمی آثار طباعت کے جاں گسل مراحل طے کرکے ارباب علم ودانش سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔چندمشہور تصانیف درج ذیل ہیں، جوآپ کی علمی یادگاراور علوم وفنون میں دستگاہ تام کاواضح ثبوت ہیں۔

۱ :۔ اظہارحق وصواب در بیان ایصال ثواب　(فاتحہ کامدلل ثبوت)
۲:۔ **ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ**　(صلوۃ وسلام کا بین ثبوت)
۳:۔ **کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات**　(اورادووظائف کی اعلیٰ کتاب)
۴:۔ مناقب مسعودی　(مسمی باسم تاریخی رضوان قدیر)
۵:۔ عظمت مفتی اعظم ہند　(۱۰۵ااشعار پر مشتمل مفتی اعظم ہند کی شان میں منقبت)
۶:۔ ریاض عقیدت　(نعتوں کا مجموعہ)
۷:۔ عربی فارسی اردو کانعتیہ دیوان　(غیر مطبوعہ)

شہزادۂ حضور صدرالشریعہ محدث کبیر ممتاز الفقہا حضرت علامہ مفتی شاہ ضیاءالمصطفیٰ صاحب قادری (سابق)

شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اول الذکر کتاب (اظہار حق وصواب) کے متعلق اپنے گراں قدر تاثرات کا اظہار فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کے رسالہ اظہار حق وصواب کا میں نے از اول تا آخر مطالعہ کیا اور پسند آیا، مفتی صاحب نے سنجیدہ انداز میں مسئلہ ایصال ثواب کی تحقیق وتفہیم فرمائی ہے، مسئلہ کی تفصیلی دلیلیں بھی پیش کی ہیں اور قواعد واصول کی روشنی میں بھی اس کی ضابطہ فرمائی ہے۔‘‘

خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب (سابق صدر المدرسین) الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نکہت بار ہیں:

’’فاتحہ وایصال ثواب کے موضوع پر یہ ایک جامع ودل نشیں تحریر ہے، جس میں قرآن وحدیث اور اقوال بزرگان دین سے استدلال کیا گیا ہے کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہما الرحمہ کے اقوال وعبارات سے بھی خاصا استناد موجود ہے۔ اس لیے کہ منکرین زمانہ اپنے کو ان کا ہم مشرب اور پیرو بتاتے ہیں، مگر اس کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوگا کہ منکرین کا صرف یہ زبانی دعوی ہے، حقیقت میں انھیں مذکورہ بزرگوں کے مسلک سے دور کا واسطہ نہیں۔‘‘

شعر وسخن

آپ شعر وسخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ شاعری آپ کا ہمہ وقتی مشغلہ نہیں رہا، لیکن شعر گوئی کی جو صلاحیت آپ کو ودیعت ہوئی، آپ نے اس کا بہترین استعمال کیا، آپ کا نعتیہ کلام محامد سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مناقب صحابۂ کرام وشہیدان عظام اور عاشقان مصطفیٰ کے لیے سامان سوز وگداز ہے۔ آپ کی شاعری قرآن وحدیث اور اقوال صالحین وبزرگان دین سے مزین ہوتی ہے۔ آپ نے نعت کی بزم تجلی میں نہایت ادب واحترام اور کمال احتیاط اور حدود شرع کی رعایت کے ساتھ اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں نعت کے موضوع کے تمام عناصر اور محاسن بدرجۂ اتم موجود ہوتے ہیں۔ آپ نے اصول ادب کا لحاظ رکھ کر نعت کی مشکل ترین صنف پر طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ کے کلام میں معنویت وجاذبیت کے ساتھ ساتھ زبان وبیان کی بھرپور چاشنی ملتی ہے، لطافت وصداقت، فصاحت وبلاغت اور نکتہ سنجی اشعار کی جان ہیں۔ آپ نے عشق رسول اور مدح سرور کائنات کی بنیاد پر نعت گوئی میں اپنا ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ کا مجموعۂ کلام بنام ریاض عقیدت گلستان سعادت کے گل عطر ومشکبار کی صورت میں زیب گلستان محبت ہے، نمونے کے طور پر چند اشعار رقم کیے جاتے ہیں، تا کہ آپ کی شاعرانہ عظمت خوب خوب واشگاف ہوجائے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال طلعت زیبا کا

نقشہ کھینچتے ہوئے یوں گویا ہیں۔

آج ہر بادہ کش میخانہ کیوں مخمور ہے
آج ہر چشم عقیدت کس لیے مسرور ہے
کون سی وہ بزم ہے جس میں نہیں ان کا جمال
چشم بد باطن سے وہ جلوہ مگر مستور ہے
یہ ضیائے آفتاب و ماہتاب و کہکشاں
ان کی تنویر بیاض عارض پر نور ہے

عاشق صادق کے لیے جمال محبوب ہی مرکز توجہ ہوتا ہے، اس کے نزدیک ساری کائنات محبوب کے پرتو عارض کا مظہر ہے۔

انھیں کا حسن زیبا رونق گلزار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں کبھی سرو چماں ہوکر
انھیں کے فیض رحمت سے ہرا ہے گلشن ہستی
وہ آئے ہیں جہاں میں عالم امکاں کی جاں ہوکر
ابھی تک پرتو عارض سے ذرے جگمگاتے ہیں
مہکتے ہیں وہ کوچے آپ گزرے ہیں جہاں ہوکر
نسیم فیض بطحا سے مری امید کا گلشن
تعجب کیا رہے ہر دم بہار بے خزاں ہوکر

دیدۂ پر شوق جام بادۂ کوثر بنے
اشک جو آنکھوں سے ٹپکے صورت گوہر بنے
صبغۃ اللہ و من احسن کا ایسا ہو نکھار
رنگ عرفاں جوہر ہستی آب زر بنے
فیض نور مصطفیٰ ہے ساری بزم ہست وبود
نور سے ہی ان کے مہرو ماہ وبحر وبر بنے

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس شہر مدینہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت کے دلی جذبات

واحساسات کوسپرد قرطاس وقلم کرتے ہوئے گویا ہیں ۔

مدینہ کا وہ روح افروز منظر مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہا ہے
الٰہی ہو پھر ان کے در پہ مرا سر یہی دل میں ارمان اب آ رہا ہے
وہ کعبہ کا کعبہ وہ جنت کی جنت وہ جالی سے چھن چھن کے انوار رحمت
مسلسل تصور میں اشک ندامت مرا دیدۂ شوق برسا رہا ہے
وہ پرنور منبر وہ جنت کی کیاری وہ مسجد نبی کی انوکھی نرالی
وہ دامان رحمت کی سائل نوازی جو آتا ہے پاتا چلا جا رہا ہے
میں ہوں بندہ ان کا وہ ہیں بندہ پرور کرے فخر کیوں کر نہ میرا مقدر
سحاب مسرت مرے باغ دل پر عطائے رسالت کو برسا رہا ہے

ایک جگہ پر وفور محبت اور کمال عشق کا اظہار اس طرح کیا ہے ۔

ابر و باد و بہار کیا کہنا
موسم کیف بار کیا کہنا
بعثت تاجدار کیا کہنا
رحمت کردگار کیا کہنا
بدلیاں بھیگی بھیگی رحمت کی
بخششوں کی پھوہار کیا کہنا
میکدہ فیض بادۂ الفت
مرحبا یہ خمار کیا کہنا
ساغر عشق کی چھلکتی مے
اور دل ہوش بار کیا کہنا
کوئی دیکھے تو والضحیٰ کی قسم
عارض نور بار کیا کہنا
شان واللیل اے تعال اللہ
زلف مشکیں بہار کیا کہنا

آپ کا کمال عشق یہ کہتا ہے کہ اگر چہ بہار باغ رضواں حق ہے، مگر کا شانۂ نبی رحمت میری جنت ہے کہ طیبہ کا

ہر ایک گل رشک خلد ہے، آپ کے نزدیک سنگ در جاناں کی جبیں سائی روئے بندگی کا غازہ ہے ۔

ہٹا پردہ سرائے ہستی کا
نمایاں ہوگیا جلوہ کسی کا
زباں پر ذکر محبوب خدا ہے
مقدر ہے یہ مداح نبی کا
بہار باغ رضواں حق ہے لیکن
مری جنت ہے کاشانہ نبی کا
ہے رشک خلد طیبہ کا ہر اک گل
بیاں کیا ہو وہاں کی دلکشی کا
جبیں ہو خاک طیبہ پر خمیدہ
یہی غازہ ہے روئے بندگی کا
مئے کوثر شہ تسنیم ساقی
مقدر ہے یہ میری میکشی کا

شہیدان کربلا کی بارگاہ میں اپنی الفت وعقیدت کا اظہار اس طرح کیا ہے ۔

گلہائے مصطفیٰ ہیں شہیدان کربلا
ابنائے مرتضیٰ ہیں شہیدان کربلا
اسلام کا وقار رہا جن کے نام سے
وہ خاص باخدا ہیں شہیدان کربلا

رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کرام کی رفعت وعظمت کو واشگاف فرماتے ہوئے یوں گویا ہیں ۔

تخیل سے پنہاں ہے اوج مراتب
ورا عقل سے ہے مقام صحابہ
کھلاتا ہے مرجھائی کلیاں دلوں کی
عجب دل کشا ہے کلام صحابہ
شمیم ولائے شہ دوجہاں ہے
مہکتا ہے ہردم مشام صحابہ

بیعت وخلافت

آپ کی تقوی شعار زندگی برصغیر میں ایک عظیم مرشد طریقت کی حیثیت سے مشہور و مقبول تھی، آپ کو بدر الفقہا عزیز العلما حضرت علامہ مفتی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری خلیفۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے شرف بیعت وخلاف حاصل تھا، اس کے علاوہ تاجدار اقلیم روحانیت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند وحضرت علامہ شاہ سعد اللہ مکی علیہا الرحمہ وحرمین شریفین کے دیگر علما ومشائخ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

چرخ معرفت اور کشور ولایت کے ان تاجداروں کی عنایتیں آپ پر کس طرح ابر کرم بن کر برسیں، نوک قلم سے ان کا نقشہ کھینچنا آسان نہیں۔

زر بکف، گل پیرہن، رنگیں قبا، آتش بجام
ایک قطرہ سو طرح سے سرخ رو ہوکر اٹھا

شاہ　عبدالعزیز　بجنوری
ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں
میرے ہادی ہیں مفتی اعظم
فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں
چشم رشد سے بفضل　اللہ میری آنکھ میں
بادہ عرفان حق کا اک خمار آہی گیا
جس بھری مجلس میں پہنچا میں رجبؔ سب بول اٹھے
اپنے مرشد کا وہ دیکھو جاں نثار آہی گیا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام
نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا
فضل خدا ہے شکر بجالا رجبؔ تجھے
دامان پاک حضرت غوث الوریٰ ملا
صدقہ میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے
بابِ عطائے حضرت احمد رضا ملا

حلقہ ارادت

آپ کا حلقۂ ارادت کافی وسیع ہے۔ مریدین ومعتقدین کا ایک عظیم وطویل سلسلہ ہے۔ آپ نے بیعت وارادت کے ذریعہ باغ ملت کی پیہم آبیاری فرمائی۔ جھانسی، ٹیکم گڑھ، بلدوگڑھ، ناسک، کلیان، ممبئی، کالپی شریف، کانپور، نانپارہ، بہرائچ شریف وغیرہ میں آپ کے بے شمار مریدین موجود ہیں، جن میں سے بعض صف علما سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے مریدین میں تصلب فی الدین بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آپ کی ذات تصنع سے پاک اور تکلف سے بالاتر تھی، مگر آپ کے علم وفضل، زہد وتقوی، اتباع شریعت، کمال احتیاط، انکسار طبع سادگی مزاج، اخلاص وللّٰہیت اور خاص عشق رسالت کو دیکھ کر کثیر تعداد میں مریدین جام ارادت نوش کرتے۔

بلبل ہند کا خطاب

آپ حد درجہ خوش آواز تھے، اللہ عز وجل نے آپ کی آواز میں کشش بخشی تھی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے عشق ومحبت کی بنا پر اکثر آپ کے کلام کی زمزمہ خوانی کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کلام الامام پڑھنے کا آپ کو حق حاصل تھا۔ آپ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے، تو دوران حج قطب مدینہ حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے، تو حضرت نے فرمایا کہ ''مولوی محمد رجب علی صاحب! اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام سنائیں۔''

چناں چہ آپ نے اسی وقت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ نعت شریف ''لم یات نظیرک فی نظر'' اپنی پرسوز، پرجذب، وجد آفریں، کشش آمیز اور دل آویز لب ولہجہ میں وفور محبت کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ بعد اختتام حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے آپ کو بلبل ہند کا خطاب بخشتے ہوئے برجستہ ارشاد فرمایا:

''یا عندلیب الھند تغنی بالوادی فی مدح النبی الھادی.''

اسی وقت سے آپ بلبل ہند کے خطاب سے مشہور ہو گئے۔

انکسار طبع

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے نہایت سادگی مگر زبردست فصاحت وبلاغت کے ساتھ تواضع کا مفہوم واضح فرمایا ہے ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
کہ گر او تواضع کند خوئے اوست

عالی مرتبت اور صاحب جاہ وحشمت اگر تواضع کرے، تو اظہار تواضع اس سے اچھا لگتا ہے، کوئی بھکاری انکسار کرے، تو یہ اس کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی پر وقار شخصیت تواضع وانکسار کا عظیم مرقع تھی۔ آپ معزز اور علمی شخصیت ہونے کے باوجود غایت درجہ انکسار فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت فطرتاً سادہ پسند تھی۔ آپ ظاہری نام ونمود اور جاہ طلبی سے کوسوں دور رہے۔ غایت درجہ سادہ لباس زیب تن فرماتے، آپ کے لباس کو دیکھ کر کوئی یہ محسوس نہیں کرسکتا، کہ یہ علم وفن کا شہر یار اور اقلیم روحانیت کا تاجدار ہے، جو فضل ومعرفت کے گوہر آبشار لٹاتا ہے۔ آپ کو دیکھ کر عربی کے وہ اشعار یاد آتے، جو غالباً سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہیں۔

علیّ ثیاب لو تباع جمیعھا
بفلس لکان الفلس منھن اکثرا
و فیھن نفس لو تقاس ببعضھا
نفوس الوریٰ کانت اجل واکبرا

حسن اخلاق وجود وسخا

مذہب اسلام میں حسن اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا.

یعنی جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں، جملہ مومنین سے اس کا ایمان اکمل واعلیٰ ہوگا۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجة قائم اللیل وصائم النهار. (ابوداؤد)

انسان اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ عابد شب زندہ دار اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کرتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

احب عباد اللہ احسنھم خلقا. (طبرانی)

یعنی اللہ کے نزدیک سب سے محبوب بندہ وہ ہوتا ہے جس کے اخلاق پسندیدہ ہوں۔

ایک اور حدیث پاک میں یہ مژدہ جانفزا سنایا:

ان احبکم الی واقربکم منی فی الآخرۃ مجالس احسنکم اخلاقا وان ابغضکم الی وابعدکم منی فی الآخرۃ اسوؤکم اخلاقا.

یعنی تم میں مجھے سب سے پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو خوش خلق ہے اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور روز قیامت مجھ سے دور وہ شخص ہوگا جو بداخلاق ہے۔

حضرت شاہ کرمانی فرماتے ہیں:

''لوگوں کی ایذارسانی سے اپنے آپ کو روکنا اور لوگوں کی تکلیف برداشت کرنا حسن خلق کی علامت ہے۔

بلکہ رسالہ مستیر یز میں ہے:

تصوف نام ہی اخلاق کا ہے، لہذا جو شخص تم سے اخلاق میں بلند ہوگا، وہ تصوف میں بھی تم سے بلند ہوگا اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک فرمادیا، کہ میں ایک تاجر اچھے اخلاق والے کی صحبت کو ایک بدخلق عابد کی صحبت سے بہتر سمجھتا ہوں۔

رسول گرامی وقار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات مقدسہ اور مشائخ وصوفیہ کے اقوال زریں کی روشنی میں جب ہم حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خداترس و پابند شرع ذات کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو یہ انکشاف ہوتا ہے کہ آپ حسن اخلاق کے عظیم پیکر اور نمونۂ کامل تھے۔ آپ اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کے قلوب کو کشیدہ فرمالیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں ماہ شوال المکرّم کے اوائل میں بذریعہ ٹرین کرناٹک سے اپنے وطن مالوف گونڈہ آرہا تھا، کرناٹک سے جھانسی تک جس ٹرین کا ریزرویشن تھا، جھانسی اس ٹرین سے اتر گیا اور بمبئی سے آنے والی پشپک ٹرین پر سوار ہوا۔ ٹرین کے جس ڈبہ میں سوار ہوا، اس میں حضرت علامہ مفتی شاہ رجب علی صاحب قبلہ بھی جلوہ بار تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک مرید و معتقد بھی تھے، جو آپ کو آپ کے دولت کدہ تک پہنچانے کے لیے جارہے تھے۔ آپ کے نام سے تو میں واقف تھا، مگر طلعت زیبا سے ناآشنا تھا، بارہا دیکھا، مگر میرا وہم وخیال اس طرف نہ جاتا، کہ اس لباس سادہ میں کوئی درویش صفت ضوبار ہے، جن کی بارگاہ میں علم وفن کے کج کلاہ زانوے ادب تہہ کرتے ہیں، جن کے مبارک سینے میں علوم ومعارف کا بحر زخار موج زن ہے، جو شریعت وطریقت کا حسین سنگم اور جودوسخا کا پیکر ہے۔ میرے رفیق سفر میرے ایک مخلص دوست حافظ وقاری اسراراحمد صاحب گونڈوی تھے، جو گونڈہ سے قریب دوتین کلومیٹر پر ایک موضع امید جوت ہے، وہاں کے رہنے والے تھے، ان دنوں وہ شہر لکھنؤ میں ایک کاتب کی حیثیت سے کتابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کاتب صاحب موصوف کی نظر جب حضرت کی ذات ستودہ صفات پر مرکوز ہوئی، تو ہجوم کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھے اور حضرت کی خدمت میں سلام عرض کر کے دست بوسی کی۔ یہ منظر دیکھ کر تھوڑی دیر بعد میں بھی ہجوم سے آگے بڑھا، تو میرے مخلص دوست کاتب

صاحب نے آپ کا تعارف کرایا اور فرمایا، کہ آپ حضرت مفتی اعظم نانپارہ قبلہ ہیں۔ جو مدرسہ عزیز العلوم کے بانی وسربراہ اعلیٰ ہیں۔ میں حیرت واستعجاب سے آپ کو دیکھتا رہا، میں نے پوچھا، آپ حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! یہ وہی حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ ہیں، جنھیں بلبل ہند، طوطی ہند اور مفتی اعظم نانپارہ سے دنیا جانتی اور پہچانتی ہے۔ جن کے علم ومعرفت کا ہر چہار جانب غلغلہ ہے، جن کے حزم واحتیاط اور زہد وتقوی کی شہرت ہر طرف ہے۔ میں نے تو سلام پہلے ہی عرض خدمت کیا تھا، مگر اب علم وعمل کی مہر عالم تاب ذات اور اخلاق وروحانیت کی ایک مرکزی شخصیت سے متعارف ہونے کے بعد میرے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ میں نے دست بوسی کی اور حضرت کی خدمت میں نیاز کیش بن کر بصد ادب واحترام کھڑا رہا اور ایک ایک لمحہ اپنے لیے غنیمت شمار کرتا رہا۔ ہم دونوں کا ریزرویشن اس ٹرین سے نہ تھا، حضرت کے پاس تین برتھ تھے، ایک پر آپ ایک پر آپ کے خادم دوسرے پر آپ کا ساز وسامان، حضرت نے اپنے ہی برتھ پر ہم دونوں کو از راہ شفقت بٹھایا اور استفسار حال فرمایا اور خادم کو حکم دیا کہ توشہ دان میں سے آپ دونوں کو کچھ کھانے کے لیے دیجیے! خادم نے ہم دونوں کو توشہ دان سے کھانے کی مرغوب ترین چیز پیش کی، جو خاص آپ کے لیے مریدین و معتقدین نے تیار کر کے دیا تھا، پھر مزید براں اپنے گھر کے لیے جو مخصوص نان خطائی اور افلاطون وغیرہ لائے تھے، اس کو بھی دست خاص سے عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا، آپ حضرات طالبان علوم دین ہیں، عنقریب وارث علوم انبیا ہوں گے۔ وراثت علم کا تاج زریں آپ کو بخشا جائے گا، ایسے لوگوں کو دیکھ کر میری طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔ آپ حضرات محنت سے تحصیل علم دین کریں اور استعداد وصلاحیت ٹھوس بنائیں۔ علم کے ساتھ اپنے کو عمل سے بھی مزین کریں۔ علم ایک درخت ہے اور عمل اس کا پھل ہے۔ اس طرح کی گراں قدر نصیحتوں سے نوازا۔ کچھ سوالات بھی حضرت نے فرمائے، اپنی کم مائیگی کے باوجود جس کا جواب ممکن ہوا، عرض کیا۔ حضرت اپنی مسرتوں کا اظہار فرماتے رہے، پھر کچھ دیر بعد خادم کو حکم فرمایا، کہ آپ دونوں کے لیے سامان برتھ سے نیچے اتار کر خالی کر دیجیے، تا کہ آپ دونوں آرام وسکون سے بیٹھیں۔ آپ نے برتھ خالی کرا کے ہم لوگوں کو بیٹھنے کا حکم فرمایا اور راستے میں علمی گفتگو فرماتے رہے۔ جامعہ اشرفیہ کا ذکر آیا، تو اس کی ہمہ گیر خدمات اور اس کے لائق وفائق اساتذہ کی تعریف فرمائی اور فرمایا، ماشاء اللہ کافی جد وجہد فرماتے ہیں کہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریر وتصنیف سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ اس زمانے میں ماہر مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ انشا پردازی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، آپ حضرات بھی تعلیم وتعلم کے ساتھ تحریر کا شغل جاری رکھیں، گاہے گاہے وقت نکال کر مقالہ نگاری کریں۔ ان شاء اللہ الرحمٰن رفتہ رفتہ تحریری صلاحیت اور قلمی استعداد پختہ ہو جائے گی اور اس کو مختلف مثالوں سے واضح فرمایا۔ گفتگو کا یہ سلسلہ جاری تھا، ٹرین اپنی تیز رفتاری کے ساتھ منزل مقصود کی طرف رواں دواں تھی، ہم دونوں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اسی ٹرین سے لکھنؤ اترنا تھا، کیوں کہ ٹکٹ لکھنؤ ہی تک تھا، چند ساعتوں کے بعد کانپور آ گیا۔
اسٹیشن پر ٹرین ٹھہری دیکھا، کہ مریدین ومعتقدین کا امنڈتا ہوا سیلاب شہر کانپور سے اسٹیشن پر سعادت زیارت

کے لیے حاضر ہے، سارے مریدین ومعتقدین نے آپ کی دست بوسی اور قدم بوسی کی اور حضرت سے اصرار کیا، کہ آپ کانپور میں قیام فرمائیں، بہر کیف آپ ان کے اصرار پر راضی ہوگئے، چوں کہ آپ کے پاس سامان زیادہ تھا، مریدین نے عرض کیا، حضور آپ اپنا ٹکٹ ہمیں عنایت فرمادیں اور آپ ہمارا پلیٹ فارم ٹکٹ لے لیں، یہاں سے ایک شخص آپ کے ٹکٹ پر جاکر لکھنؤ سامان اتار کر بذریعہ بس گھر پہنچادے گا اور آپ تشریف لے چلیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی، ہماری ذمہ داری ہے۔ حضرت نے فرمایا، پیسے لے لیجیے اور لکھنؤ تک کا ٹکٹ نکال لیجیے، اس ٹکٹ سے مت بھیجیے، مریدین کافی اصرار کرتے رہے، کہ حضرت کچھ نہیں ہوگا، حضرت نے فرمایا، کچھ ہو یا نہ ہو اس میں ایک قسم کا کذب ہے، بالآخر لکھنؤ تک ٹکٹ خریدا گیا اور اس ٹکٹ کے ذریعہ ایک شخص کانپور سے لکھنؤ گیا۔

ٹرین سے اترنے کے بعد حضرت نے اپنے جیب خاص سے چائے خرید کر ہم لوگوں کو پلائی اور انگور وغیرہ خرید کر دیے اور اپنا توشہ عنایت فرمایا، مریدین نے کافی کوشش کی کہ پیسے حضرت نہ دیں، مگر آپ سخت ناراض ہوئے، فرمایا، ایسے مواقع وہ بھی سفر میں ایسے لوگوں کے ساتھ کم فراہم ہوتے ہیں، کچھ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیجیے، ہم دونوں نے حضرت سے سلام اور دست بوسی کی، حضرت نے بہت بہت دعائیں دیں، یہ میری پہلی زیارت تھی، اس یگانہ روزگار شخصیت کا نقش آج بھی میرے دل ودماغ میں بطور تبرک محفوظ ہے۔ آپ کی اس زیارت سے میں بے حد متاثر ہوا اور آپ کے اس فیض صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا، حضرت کا مجھ بے مایہ پر یہ بے پناہ کرم تھا، ورنہ میں اس لائق کہاں، نہ میں حضرت سے آشنا اور نہ مجھ سے حضرت آشنا پھر بھی غایت درجہ کرم طرازی ہے۔

ع　　اک ذرۂ حقیر پہ یہ بارش کرم

یہ اوصاف حمیدہ، اخلاق ستودہ اور اتباع شریعت وطریقت کی مثالیں خال خال لوگوں میں پائی جاتی ہیں، بارہا دور دراز مقامات کا سفر ہوا اور سفر کی صعوبتیں حائل ہوئیں، مگر ایسی مثال کمیاب رہی، اس زمانہ میں اخلاقی برتری کا حال کیا ہے، اس پر خامہ فرسائی میں مناسب نہیں سمجھتا۔

اس پورے سفر میں حضرت کا ایک خاص وصف یہ دیکھا، کہ حضرت کی گفتگو خالص دینی ومذہبی تھی، مختلف علمائے کرام ومشائخ عظام کا بھی میں نے ذکر کیا، مگر حضرت کی زبان سے کسی کے بارے میں ایک حرف بھی نہ سنا، جس سے اس کی تنقیص شان اور اپنے فضل وکمال کا اظہار ہو، خالص دینی موضوعات پر گفتگو فرمانا اور کسی کی تنقیص سے کف لسان فرمانا اور اپنے بلندی کے اظہار سے استغنا یہ خاصان خدا کا ایک خاص وصف ہے۔

میں نے کثیر علمائے کرام سے سنا، آپ جب مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف تشریف لاتے، تو وہاں پر جلوہ بار غازیان اسلام وشہدائے کرام کی قبروں کی طرف رخ کرکے فاتحہ پڑھتے۔ رکشہ سے گزرتے اور مزارات شہدا پر نظر پڑتی تو ادھر رخ کرکے فاتحہ پڑھتے، یہ آپ کا ایک خاص وصف تھا۔ بے شمار عوام وخواص کا وہاں پر ورود

ہوتا ہے، مگر یہ نوع عقیدت دیکھنے میں نہ آئی۔

طلبہ سے محبت

آپ طالبان علوم نبویہ سے حد درجہ محبت فرماتے، ان کی ضرورتوں کا خیال فرماتے، ان کی مزاج پرسی فرماتے، بیمار ہونے پر دوا علاج وغیرہ کے مصارف پیش فرماتے۔ جاڑے میں گرم کپڑے اور لحاف وغیرہ کا اہتمام فرماتے، اعلیٰ تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیتے، ضرورت مند طالب علم کو اخراجات دیتے، کپڑے صابن وغیرہ ضروری اخراجات عطا فرماتے اور اکثر طلبہ کی ضرورتوں کے متعلق از خود دریافت فرماتے، ہر طرح سے ان کا خیال فرماتے، کہ تحصیل علم میں کوئی مانع در پیش نہ ہو، ایسے بے شمار طلبہ ہیں، جن کے ساتھ آپ نے یہ سلوک محبت فرمایا، طلبہ سے آپ کی یہ محبت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ وسیدنا امام ابو یوسف رحمہما المتعال کے تعلیم وتعلم سے عظیم رشتہ کی یاد تازہ کرتی ہے۔ درحقیقت آپ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی رشتۂ محبت پر گامزن تھے۔

مدرسہ عزیز العلوم کا قیام

حضرت نے عالم اسلام کو سنیت کی ضیا پاشیوں سے منور کرنے اور جہالت زدہ ماحول کو نور علم سے جگمگانے کے لیے ایک فعال ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں اس کا سنگ بنیاد عمل میں آیا، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بلکہ یوں کہا جائے کہ تمام سرمایہ اس ادارہ کے استحکام وفروغ اور بام عروج تک لے جانے کے لیے نذر کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے رفتہ رفتہ وہ بلند مقام حاصل کیا کہ اس سے علم وعرفان کے چشمے پھوٹ پڑے۔ تشنگان علوم نبویہ ملک کے گوشے گوشے سے آنے لگے۔

ہر کجا بود چشمہ شیریں
مردم و مرغ و مور می آیند

اس دانش کدہ علم وفن سے بے شمار علما وحفاظ پیدا ہوئے، جو ملک کے طول وعرض میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور یہ حسین سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

بلبل ہند : ایک متعدد الجہات شخصیت

از : حضرت مولانا شمس الہدیٰ مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نانپارہ ضلع بہرائچ کا ایک تاریخی اور یادگاری قصبہ ہے، یہیں کے نواب کی مدح وستائش کی خاطر بعض افراد نے بریلی شریف کی سرزمین پر مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ عالی جاہ میں حاضر ہوکر منقبت تحریر کرنے کی درخواست پیش کی تھی، تاکہ نواب صاحب کے یہاں سے نمایاں اعزاز واکرام میسر آئے، اس پر امام اہل سنت کی غیرت عشق مصطفوی نے جو رنگ دکھایا اور آپ کے قلم حق رقم نے جو ارقام فرمایا، وہ یہ ہے ؎

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور پھر لفظ ''نانپارہ'' سے جو معنویت پیدا کی اور جس صنعت بلاغت کو ادا فرمایا، وہ کسی بھی صاحب فہم ودانش اور کسی بھی باذوق پر مخفی نہیں۔ فرماتے ہیں ؎

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

یہی وہ قصبہ ہے، جہاں علم دین کے اعزاز میں نواب وقت نے مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی کے موقع پر اسٹیشن سے لے کر آپ کے دولت کدہ تک قالین کا فرش لگوادیا تھا۔

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان مظہر صفات جلال وجمال تھے، آپ درشتی ونرمی کے حسین سنگم تھے، گویا ''**اشداء علی الکفار ورحماء بینھم**'' اور ''**من استغضب فلم یغضب فھو حمار**'' اور ''**افضل الخلق الی اللہ احسنھم خلقا**'' و ''**تخلقوا باخلاق اللہ**'' جیسے ارشادات وہدایات حضرت مفتی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیش نظر ہمیشہ رہا کرتے تھے۔

اور مہمان نواز ایسے کہ اپنی مثال آپ تھے، کلام رضا ''حدائق بخشش''، جس کے اشعار کا صحیح تلفظ تک بڑے بڑے علما کے یہاں دشوار تر ہوجاتا ہے، چہ جائیکہ اس کے معانی ومفاہیم سمجھے سمجھائے جائیں، مگر مفتی صاحب علیہ

الرحمہ اسے ایسا پڑھتے کہ ارباب علم و دانش بے ساختہ بول اٹھتے ''کلام رضا پڑھنے کا حق آپ ہی کو ہے'' یہاں تک کہ مشہور نعت پاک ''لم یات نظیرک'' سنانے پر مدینہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام میں خلیفہ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ''بلبل ہند'' کے خطاب سے نوازا۔ فرمایا:

یاعندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی.

نعتیہ شاعری

شعر و شاعری سے حضرت مفتی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خاصا شغف تھا، جا بجا بوئے کلام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ محسوس ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اللہ نے اپنا فضل کیا دامان رضا جو مجھ کو دیا
واللہ رجب ہے تیرا بھلا یہ نعمت مولیٰ کیا کہنا

بفضل الٰہی غلام رضا ہے رجب بندۂ باب غوث الوری ہے
اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

کیا مبارک یہ عقیدہ ہے مجدد کا مرے
اے شہنشاہ جہاں کعبہ کا کعبہ تم ہو

اس نوع کے بہت سے ابیات ہیں جو ایک طرف حب غوث و رضا پر روشن دلیل ہیں، تو دوسری طرف بدمذہبوں، صلح کلی مزاج سے دور و نفور رہنے کی تاکید و تنبیہ بھی ہے۔ آپ اکثر فرمایا بھی کرتے تھے: ''جس طرح ''ختم اللہ'' والوں سے اجتناب ضروری ہے، اسی طرح ان صلح کلیوں سے بھی دور و نفور اعظم ضروریات سے ہے۔ دشمنان خدا و رسول سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہ رہے، مسلک و مذہب کو جتنا کھلے وہابیوں سے نقصان ہے، اس سے کہیں زیادہ صلح کلیوں سے نقصان پہنچتا ہے۔''

درج ذیل اشعار رفض و خروج کے لیے شمشیر برہنہ ہیں ؎

حدود وصف میں اکرام حق سے　　فزوں رتبہ ہے اولاد علی کا
ہر اک گل جس کا ہے گلزار عرفاں　　یہ منظر ہے گلستان علی کا
خرد کا حوصلہ کیا ہے جو پائے　　مقام اوج اصحاب نبی کا

بغداد واجمیر شریف نیز کالپی و مارہرہ مقدسہ سے اپنی روحانی نسبت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

بریلی کالپی مارہرہ و بغداد سے ہوکر
میں طیبہ آؤں یوں زینہ بہ زینہ یارسول اللہ

اے رجبؔ بغداد والے دیکھ کر تجھ کو کہیں
دیکھو دیکھو ہند سے آیا وہ کتا غوث کا

آپ کے آستاں پہ حاضر ہوں
جاؤں آخر کدھر غریب نواز

مرشدان کالپی کا کیا سجا دربار ہے
جس طرف بھی دیکھیے اک بارش انوار ہے
بادۂ بے کیف نجدیت ہے نجدی کے لیے
ساغر مارہرہ پی کر اپنا دل سرشار ہے

''ریاض عقیدت''، ''رضوان قدیر''، ''مناقب حضرت غازی میاں'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ دیوان آپ کے کلام منظوم کی رفعت وعظمت کا بین ثبوت ہے۔

دینی وملی خدمات

حضرت مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گونا گوں خوبیوں کے جامع تھے، آپ عظیم مدبر، بلند پایہ منتظم تھے، انجمن حنفیہ نانپارہ، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف سے وابستگی کے بعد اسے اوج ثریا پر پہنچانا اور مدرسہ عزیز العلوم مسلک رضا کے تحفظ اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے قائم کرنا حسن نظم وعلوے تدبر ہی کا کرشمہ ہے۔ درس وتدریس میں وہ ملکہ راسخہ تھا، کہ مدرسہ رضویہ پیلی بھیت، انجمن حنفیہ نانپارہ کے درودیوار ایسے استاذ کے لیے ترستے رہے اور کہنہ مشق مدرس، اساتذہ مدارس عربیہ میں نمایاں حیثیت کے مالک حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد جیسی مایہ ناز شخصیت ان کا خطبہ پڑھ رہی ہے اور برابران کی شان میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ فن مناظرہ میں وہ کمال حاصل تھا، کہ بڑے سے بڑا بدمذہب مناظر آپ کے مقابل آنے کی

ہمت آسانی سے نہ کرتا اور آتا تو تھوڑی ہی دیر میں اسے اپنی منہ کی کھانی پڑتی، جس کے سبب ہزاروں گمراہوں نے حق قبول کیا۔ خلق خدا کی رشد وہدایت اتنی فرمائی، کہ آپ کے دامن کرم سے وابستگان کی تعداد پانچ لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔

فتویٰ نویسی

فتویٰ نویسی میں آپ کو کتنا تجربہ اور کس قدر تبحر تھا، ہر اس شخص پر روز روشن کی طرح آشکارا ہے، جس نے آپ کے رسالے ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب اور ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' وغیرہا کا مطالعہ کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر صرف چند جملے ''اظہار حق'' کے ملاحظہ فرمائیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

''اس زمانہ بے قیدی میں عجب ہوائے مخالف چلی ہے جدھر دیکھیے عجب بات ڈھلی ہے، کہیں جہل کی تاریکیاں ہیں تو کسی طرف ضد ونفسانیت کی سرمستیاں ہیں جس کے منہ میں جو آئے بکے کچھ قید وبندش نہیں، حد شرعی کا وقت نہیں کوئی پرسش نہیں۔ کسی نے امکان کذب کے بول بولے تو کسی نے دعوائے نبوت کے کھیل کھیلے۔ عجب تماشہ ہے زمانہ کا عجب حال ہے عجب فسانہ کسی نے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کی شان گھٹائی۔ اسی طور اسی صورت شنیعہ میں اپنی بات بڑھائی، کسی نے قرآن کریم کو ناقص یا محتمل نقص بتایا، کسی نے معاذ اللہ شتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گیت گایا، کسی نے رسولوں کی ہم سری دکھائی، اولیا پر برتری جتائی، تو کسی نے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے کہتے اپنی عمر گنوائی، کسی نے ختم نبوت میں کلام کیا، تو کسی نے علم رسول علیہ السلام کو علم شیطانی سے گھٹایا، کسی نے بزم میلاد رسول علیہ السلام کو کنہیا جنم کی طرح بتایا، کسی نے فاتحہ وعرس کو بدعت کہا، تو کسی نے دیگر امور مستحبہ کو منع کیا۔ الغرض شر وفساد کا منظر ہے کہ جس سے ہر مسلم کا قلب مضطر ہے۔''

تصنیفات وتالیفات

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ تصنیفی وتالیفی کمالات وخوبیوں کے بھی مکمل حامل تھے، آپ کے تقریباً ۲۵ر کتب ورسالے جس پر شاہد عدل ہیں۔

دینی وسیاسی بصیرت

آپ سیاسی شعور بھی اچھا خاصا رکھتے تھے، ان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ ان کے رسالہ ''بانگ صبح'' سے لگایئے، اس میں فرماتے ہیں:

''ہاں اگر کسی نے آزادی کے ڈنکے پر چوٹ لگائی، پھر کیا ہے، وہ آئے، یہ آئے، زمانہ ہے کہ ٹوٹ پڑا، قربانیوں پر تلے ہوئے ہیں، سرفروشی پر آمادہ ہیں، یہ نہ سمجھے کہ آزادی یہ نہیں، حریت اس کا نام نہیں، ہاں آؤ ہم بتائیں کہ آزادی کیا ہے، تمہارے پیروں میں خداے پاک کی اطاعت کی قیدیں ہوں، ہاتھوں میں مرضیات الٰہی کی زنجیریں ہوں، دل، زبان، آنکھ اور تمام اعضا اطاعت وعبادت خداوندی میں محبوس ہوں، غرض کہ اعضا وجوارح سب حکم الٰہی کے ماتحت ہو جائیں، پھر ان شاء اللہ حقیقی آزادی کی لذتیں میسر ہوں گی۔''

اس کتاب کے سرورق پر یہ اشعار انقلاب آفریں آپ ہی کے ہیں ؎

تا کجا غفلت شعاری اے مسلماں ہوشیار
ہوشیار اے بے خبر ہندی مسلماں ہوشیار
وقت غفلت کا نہیں یہ وقت ہے کچھ کام کا
دیکھ تیری قوم میں اب کس قدر ہے انتشار

اسی رسالہ میں علما وطلبہ کو متنبہ فرماتے ہیں اور انھیں ان کے ہدف اصیل کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں:

''اور علم اس لیے نہ پڑھو کہ دنیا کو اس کے بدلہ خریدو بلکہ تحصیل علم میں رضاے حق مذہون ہو اور علم اس لیے پڑھو کہ تمہاری زندگی کے ہر شعبہ میں تمہارے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ مصباح ہدایت ثابت ہو اور تم صحیح اور کامل انسان کہلانے کے مستحق ہو جاؤ اور یہی ترقی ہے کہ علم وعمل سے پہلے تم خود آراستہ ہو کر مسلح ہو جاؤ پھر اپنے خاندان وملک کے لیے ترقی کی بہترین مشعل راہ ثابت ہو۔''

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر حد درجہ خوف خدا خشیت ایزدی کا احساس آپ کی کتاب ''حیات مسلم'' پڑھنے سے بخوبی ہوتا ہے، اسی بنا پر مفسر اعظم شہزادۂ حجۃ الاسلام حضرت مفتی الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ''مولوی محمد رجب علی ولی ہیں۔''

ایک موقع پر مرشدی الکریم حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی محبت وشفقت سے فرمایا ''مولوی محمد رجب علی کو بلاؤ اگر وہ کھائیں گے تو میں کھاؤں گا۔''

ردفرقہاے باطلہ

حضرت مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روافض زمانہ کا بہت ہی پرجوش اور مدلل ومحقق انداز میں رد فرمایا، آپ کے لیے کسی بھی صاحب ثروت کی ثروت اور صاحب اقتدار کا منصب واقتدار حق گوئی کی راہ میں آڑے نہیں آتا، آپ خوب سمجھتے تھے، بلکہ عمل کر کے دکھاتے تھے کہ ''**افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر**'' اور

''الساکت عن الحق شیطان اخرس ''مذہبی و مسلکی میدان میں کسی بھی تملق و چاپلوسی اور لوچ پوچ کا رویہ اپنے اندر قطعاً آنے نہ دیتے تھے، حتی کہ آپ کے متعلقین و متوسلین میں بھی بھر پور تصلب وتشدد فی العقیدہ پایا جاتا ہے۔شیعوں کے رد میں آپ کا رسالہ''قوامع السنة السنية علی رؤس الرفضة الشنيعة ''قابل دید نی ہے۔اس مبارک رسالے میں رقم طراز ہیں:

''اس جماعت کا سردار اولین یعنی رفض وتشیع کا بانی و موجد اور علم بردار عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی جو اپنی مکاری وکیادی میں عدیم المثال اور بادیۂ ضلالت کے تمام تر نشیب وفراز سے واقف وآگاہ تھا، اپنی کمر ہمت کو باندھ کر طیار رہوا اور اس جماعت مفسدین کے ہر ہر فرد کو موافق اس کی استعداد و قابلیت کے دجل وتلبیس کی تعلیم دینے لگا۔''

عربی ادب میں مہارت

عربی زبان و بیان میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے، جب آپ عربی میں کلام فرماتے، تو لہجہ اتنا نفیس اور بہتر ودلکش رہتا کہ لوگ عش عش کرتے ، یوں ہی عربی میں آپ کا قلم بھی سیال تھا، بزبان عربی آپ کی معرکۃ الآرا کتاب''انوار القدس'' کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے اور ان کے حسن بیان اور حلاوت تبیان کی داد دیجیے:

''عليه التعويل وهو حسبی ونعم الوكيل وبيده شفاء العليل فالمرجو من اخوانی ذوی الكرم والعطاء ان ينهونی عما وقع فيه من السهو والزلل والخطاء ويدعوا لی ان يوفقنی الله الصدق والصواب ويعلمنی علم الكتاب و يهدينی مسلک الحق والصواب وصلی الله تعالیٰ علی شفيعنا يوم الحساب وعلی آله واصحابه ومن تبع الصدق والصواب.''

کنز الخیرات پر تبصرہ

سچ تو یہ ہے کہ ؎

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیاں پہنچی
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہنچی

دعا کے موضوع پر حضرت مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبسوط اور جامع کتاب''کنز الخيرات فی التضرع الی مجيب الدعوات ''ہے، جو آپ کی وسعت مطالعہ اور علمی گہرائی وگیرائی پر واضح اور بین دلیل ہے ،کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس میں دعا کے محاسن وفضائل اور آداب دعا، قبولیت دعا کے اوقات ومقامات اور

وہ باتیں جو دعا کے قبول ہونے میں مانع وحاجب ہیں، وہ چیزیں جن کی دعانہیں کرنی چاہیے، وہ حضرات جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے والے کو دعا کی حاجت نہیں، اسم اعظم اور کلمات اجابت وغیرہ کا ذکر بڑی شرح وبسط کے ساتھ فرمایا ہے۔

اسی کتاب میں یہ احادیث کریمہ بحوالہ کتب حدیث مرقوم ہیں:

☆ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وانا معه اذا دعانی رواه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجة عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه.**

☆ **ليس شیء اكرم علی الله من الدعاء رواه الترمذی وابن ماجة عن انس رضی الله تعالیٰ عنه**

☆ **وايضا عنه رواه الترمذی الدعاء مخ العبادة.**

☆ **وروی الترمذی عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه من لم يسئل الله يغضب عليه .**

☆ **ان ربكم حی كريم يستحی من عبده اذا رفع يديه ان يردهما صفرا. رواه الترمذی وابوداؤد والبيهقی فی الدعوات الكبير عن سلمان رضی الله تعالیٰ عنه.**

لوگوں کی عادت ہے، کہ مشکلات میں زیادہ روتے گڑگڑاتے ہیں اور فراخی میں غفلت کے شکار رہتے ہیں، جب کہ حدیث پاک میں وارد ہے:

من سره ان يستجيب الله له عند الشدائد فليكثر الدعاء فی الرخاء.رواه الترمذی عن ابی هريرة رضی الله عنه.

نیز حدیث شریف میں ہے:

اعلموا ان الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه.

دعا مانگتے وقت نگاہ نیچی رکھے، ورنہ معاذ اللہ بصارت کے زائل ہوجانے کا اندیشہ ہے اور حضرات اولیاے کرام خاص کر جناب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے توسل کرلے کہ محبوبان خدا کے وسیلے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا بہتر ہے کہ معنی سمجھ کر کرے، جہاں تک ممکن ہو بزبان عربی کرلے، کہ یہی افضل ہے۔ آنسو ٹپکنے میں کوشش کرے، اگرچہ ایک ہی قطرہ ہو کہ آنسو ٹپکنا قبولیت کی علامت ہے۔ اگر رونا نہ آئے رونے کا سامنہ بنائے کہ نیکوں کی صورت بھی نیک ہے اور دعا مانگتے وقت قبولیت کا یقین رکھے کہ حدیث شریف میں ہے:

ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة.

اپنے گناہ ومعاصی پر نظر کر کے دعا کو ترک نہ کردے کہ شیطان کی بھی دعا قبول ہوئی اور اسے قیامت تک

مہلت ملی۔ تنہائی میں دعا کرے کہ حدیث شریف میں ہے، پوشیدہ کی ایک دعا علانیہ کی ستر دعا کے برابر ہے۔ **رواہ ابو الشیخ و الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔**
دعا سے فارغ ہونے کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لے کہ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔

اختتام

یہ چند شہ پارے مشتے از خروارے، دانہ از انبارے کے قبیل سے ہیں، جو واجب المراعاۃ ضروری الحفظ ہیں۔ حضرت مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی منکسر المزاج بزرگوں کی بارگاہ میں مقبول ترین اور متواضع ومؤدب تھے۔ ''**الولد سر لابیہ**'' کے تحت میں نے ان کے لخت جگر نور نظر عزیز گرامی مولانا محمد محمود رضا صاحب زید مجدہ کو دیکھا، جب وہ ۱۹۸۵ء میں ہمارے یہاں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے، حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی خواہش پر یہاں تشریف لائے اور میری درسگاہ کے کمرہ میں رہتے تھے، خلیق اور باادب رہتے تھے۔ اور بڑی میٹھی آواز میں صبح کو جب سلام رضا پڑھاتے تو اساتذہ کرام کی طرف کبھی پشت نہ کرتے تھے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انھیں حضرت والا جاہ کا صحیح اور سچا وارث وجانشین بنائے اور بیش سے بیش تر خدمات دین حنیف لیتا رہے۔
آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم

بلبل ہنداور خدمت افتا

از : مولانا نصر اللہ رضوی علیہ الرحمہ
سابق استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو

حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رضوی جماعت اہل سنت کی ایک ممتاز ترین شخصیت ہیں ۔ ملک کے طول وعرض میں ایک صاحب فضل وکمال باصلاحیت عالم اور فصیح اللسان خطیب کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہیں ۔ شعروسخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے ۔ نعت گوئی اور خوش الحانی آپ کا مشہور وصف ہے ۔ ان کا نعتیہ دیوان ''ریاض عقیدت'' ان کے دھڑکتے دل، مچلتے جذبات کی عکاسی کرتا ہوا مدحت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسین گلدستہ ہے ۔ خوش الحانی میں سحر انگیزی تھی، اعلیٰ حضرت کا کلام بڑے جذب وشوق کے ساتھ پڑھتے، پوری محفل کیف ومستی سے سرشار ہوجاتی ۔

بچپن ہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب رہے ۔ شعور وآگہی کی حد میں داخل ہوکر عمر کی پختگی کے ساتھ علوم دینیہ میں رسوخ اور کمال پیدا کیا ۔ دین کی نمایاں علمی خدمات انجام دیں ۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایک مستقل دارالعلوم قائم فرمایا ۔ ہزار طرح کی مخالفتوں اور نامساعد حالات میں بھی اس کو ترقی دیتے رہے، یہاں تک کہ اس کو اعلیٰ اور معیاری درجات تعلیم تک پہنچایا ۔ کتنے ہی تشنگان علم نبوی کو علوم وآگہی کے جام سے سیراب کیا ۔

آپ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی بہرہ ور تھے ۔ ریاضت ومجاہدہ، اوراد ووظائف آپ کے محبوب مشاغل تھے ۔ حزم واحتیاط آپ کا طرۂ امتیاز ہے ۔ تقوی شعاری آپ کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے تھا ۔ کثیر خلق خدا کو فائدہ پہنچایا ۔ گم گشتگان راہ کو راہ سے لگایا، نانپارہ اور بہرائچ کے علاقائی حلقوں میں بندگان خدا کو دین مستقیم کی صحیح رہنمائی، عقائد واعمال کی پختگی کی تلقین کے ساتھ دور دراز علاقوں کا بھی سفر کرتے ۔ علاقہ ناسک، ممبئی، ٹیکم گڑھ، بلدوگڑھ، جھانسی، سلطان پور کے اہم مراکز کو ان کی تعلیمی، تبلیغی سیرگاہوں کا شاداب چمن ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ ان علاقوں میں حسب ضرورت اداروں کا قیام آپ کے حساس اور دردمند دل کی زندہ مثالیں ہیں ۔

وہ اپنے اندر ایک دردمند دل رکھتے تھے، عوام اہل سنت کی فلاح وبہبود کے لیے ہمہ دم کوشاں رہتے ۔ نانپارہ میں مدرسہ عزیز العلوم اور خانقاہ حسینیہ، نیز ناسک، ٹیکم گڑھ، جھانسی وغیرہ میں ادارے قائم کرکے ان تعلیمی مراکز کو فروغ دینا، نیز ان کی فلاح وبہبود کی خاطر نامساعد حالات سے پنجہ آزمائی، ان کے دل دردمند اور قلب مضطر کی واضح عکاسی ہے ۔

وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک نقیب تھے، علمی وجاہت وثقاہت، افتا کی مشق وممارست میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ طرز استدلال صداقت وحقانیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسلوب نگارش میں برجستگی وروانی، کہیں کہیں رعایت سجع، فقہی تدبر وبصیرت ان کے فتاوی کی خوبیوں میں شمار کی جاسکتی ہیں۔

حدیث دانی میں بھی قابلیت اور وسیع النظری حاصل تھی۔ کثیر حدیثیں انہیں حفظ تھیں، تقریروں میں بڑی روانی سے حدیثیں سناتے جاتے اور اپنے عنوان پر سیر حاصل حوالہ جات حدیث کے ساتھ تکلم فرماتے۔

غرضیکہ آپ جماعت اہل سنت کے بیدار مغز، اعلیٰ قابلیت، ممتاز صلاحیت کے حامل بلند پایہ عالم دین اور قابل فخر مفتی تھے۔

آپ نے بہت سے فتوے تحریر فرمائے، کئی فتوے مطبوعہ ہیں۔ انداز تحریر دلنشیں، طرز استدلال خوب تر، کثیر اقوال وعبارات علما وفقہا سے استناد، حوالہ جات اور اسلاف کرام کی روشن تصریحات سے فتوی آراستہ ہوتا ہے۔

حضرت کا ایک غیر مطبوعہ فتوی میرے پیش نظر ہے، جس میں محفل میلاد شریف اور قیام تعظیمی کے جواز واستحسان کا سوال کیا گیا ہے، نیز سائل نے یہ بھی کہا کہ ''جب یہ امر قرون ثلاثہ میں نہ تھا، تو بدعت ہونا چاہیے'' ....اور یہ کہ...... ''حدیث میں بدعت کو گمراہی بتایا'' ......اور یہ کہ...... ''منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟۔''

سائل کوئی حافظ سید محمد حسن ہیں۔ استفتا کی تاریخ ۱۶؍شوال المکرّم ۱۳۶۴ھ ہے۔ حضرت نے ہر سوال کا جواب مرحلہ وار بڑی شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، ابتدا حمد اور صلوۃ وسلام سے کرتے ہیں۔

محفل میلاد شریف، قیام تعظیمی کے جواز واستحسان کا ثبوت اکابر واعاظم کے معمولات پھر ان کی روشن عبارات سے پیش کرتے ہیں۔ آغاز جواب اس تمہیدی عبارت سے کرتے ہیں۔

شک نہیں، کہ محفل میلاد شریف وصلوۃ وسلام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قیام، اظہار محبت وتکریم حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے۔''

پھر ایسے اعاظم علما اور اکابر صلحاے امت کی ایک طویل فہرست شمار کرائی ہے، جو لوگ صرف اس کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور حکم جواز ہی نہیں لگاتے، بلکہ اسے امر مستحسن گردانتے ہوئے اپنے معمولات میں شامل رکھتے ہیں۔ یہ فہرست ۳۳؍ایسے مقتدر بزرگوں کی فہرست ہے، جن کی تصریحات پر بھرپور اعتماد کیا جاتا ہے۔ حاملان اسلام کے اس مقدس گروہ کی تصریحات اور ان کے معمولات کو معیار حق بنایا جاتا ہے۔ یہ اعاظم جس امر کے جواز واستحسان کی تصریح کردیں، پھر کون بدنصیب ہوگا، جو ان سارے عمائد ملت کی تصریحات کو ٹھکرا کر اپنی رائے کو حق اور درست کہے۔ جب کہ ان میں ائمہ مجتہدین، جماعت محدثین، طبقۂ مجددین، اولیا، عرفا، علما، صلحا سبھی داخل ہیں۔

حسن احترام کی نگاہ سے آپ بھی ان مقتدر، معتمدا کابر ملت کے نام کی فہرست ملاحظہ کریں، جن کی تصریحات سے فتوے میں استدلال کیا گیا ہے۔

ا۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،۲۔شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی،۳۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی،۴۔شاہ مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی،۵۔ملا علی قاری مکی،۶۔محمد طاہر صاحب مجمع البحار،۷۔شیخ عبدالوہاب متقی مکی،۸۔امام ابن جزری صاحب حصن حصین،۹۔حافظ ابن رجب حنبلی،۱۰۔علامہ ابوالطیب سبتی مالکی،۱۱۔حافظ جلال الدین سیوطی، ۱۲۔صاحب سیرت شامی،۱۳۔مجد دالدین شیرازی،۱۴۔علامہ سیف الدین ابوجعفر ترکمانی دمشقی حنفی،۱۵۔شیخ برہان الدین جعبری،۱۶۔علامہ حمداللہ،۱۷۔امام سلیمان برسوی، ۱۸۔مولانا حسن بحرینی، ۱۹۔برہان ناصحی،۲۰۔شیخ شمس الدین سیواسی،۲۱۔شیخ محمد بن حمزہ العربی الواعظ،۲۲۔شمس الدین دمیاطی،۲۳۔فخرالدین دنقلی،۔۲۴۔حافظ زین الدین عراقی،۲۵۔علامہ برہان ابوالصفا،۲۶۔حافظ ابوشامہ، ۲۷۔حافظ ابن حجر عسقلانی، ۲۸۔علامہ ابوالقاسم مولوی،۲۹۔علامہ ابوالحسن البکری،۳۰۔امام سخاوی، ۳۱۔برہان الدین صاحب سیرت حلبی،۳۲۔علامہ ابن حجر مکی،۳۳۔علامہ احمد بن محمد قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ۔

(اور اگر اس سے بھی طویل ترین سو سے زائد ائمہ اور علما کی تحقیق وتصدیق جملہ اعلام کی تصریحات کے ساتھ دیکھنے کا شوق پیدا ہو تو مطالعہ کریں فتاوی رضویہ دوازدہم رسالہ اقامۃ القیام اور دیگر رسائل رضویہ)

حضرت مفتی نانپارہ کی یہ طویل فہرست اسامی دوبارہ پھر ملاحظہ کیجیے، کیسے کیسے اساطین ملت وعمائد شریعت ہیں! جس مسئلے میں ان جیسے اساطین ملت کی روشن تصریحات موجود ہوں، اس کے باوجود اس کے جواز واستحسان کا انکار کرنا اور اسے بدعت وگمراہی کہنا سوائے بدنصیبی، محرومی اور شقاوت قلبی کے کچھ نہیں، کتنا درست فرمایا، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری دام ظلہ العالی (سابق) شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے کہ

''چند پاگلوں کو پاگل مان لینا آسان ہے، لیکن امت کے تمام مشائخ کو چھوڑ نا آسان نہیں۔'' تقریظ برثبوت فاتحہ، ص ۱۰، از حضرت مفتی رجب علی صاحب)

چنانچہ حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب نے ان علمائے اعلام کی واضح تصریحات نقل فرما کر اس کے جواز واستحسان کو ان اعاظم سے متوارث ہونا ثابت کیا ہے۔ ان کی پیش کردہ تصریحات میں سے صرف علامہ قسطلانی (ولادت ۸۵۱ھ۔وصال ۹۲۳ھ) اور علامہ علی قاری مکی (وصال ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) کی عبارات ہم یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ اندازہ کیا جاسکے، کہ کیسی روشن تصریحات ہیں۔

سیرت کی مقبول کتاب المواہب اللدنیہ کے مولف علامہ جلیل الشان امام خطیب احمد بن محمد قسطلانی شارح بخاری اپنی کتاب مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

ولازال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام ويعملون الولائم ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور و يزيدون في المبرات و يعتنون بقراء ة مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ....الخ

’’رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کے مہینہ میں اہل اسلام محافل وتقریبات منعقد کرتے رہے ہیں، دعوتوں کا اہتمام اور شب ولادت میں صدقات وخیرات ان کا معمول ہے۔ اظہار فرح وسرور کرتے ہیں۔خوب نیکیاں کرتے ہیں۔ ولادت طیبہ کے احوال وواقعات اہتمام سے پڑھتے پڑھاتے ہیں،جس سے ان پر بڑی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

علامہ ملاعلی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما اهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون الى المكان المتواتر بين الناس انه محل مولده رجاء بلوغ كل منهم بذالک بقصده و مزيد اهتمامهم به.(الى آخره)

یعنی مکہ کے رہنے والے جو خیر وبرکت کا معدن ہے،حضور علیہ السلام کی جائے ولادت بابرکت پر حاضر ہوتے ہیں اوران میں سے ہرایک اس کی زیارت کا مزید اہتمام کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

ولاهل المدينة كثرهم الله تعالىٰ به احتفال وعلى فعله اقبال.

’’یعنی مدینہ والے اللہ ان کو کثرت دے اس ذکر شریف کی محفلیں کرتے اوراس پر پیش قدمی کرتے ہیں۔‘‘

اورفرمایا:

ولاهل العجم فمن حين دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لاهلها مجالس فخام من انواع الطعام للقراء الكرام والعلماء العظام والفقراء من الخاص والعام.

’’یعنی عجم والے جب یہ باعظمت مہینہ وبابرکت زمانہ آتا ہے، بڑی بڑی محفلیں منعقد کرتے ہیں، جو قارئین کرام وباعظمت علما وخواص وعوام فقرا کے لیے قسم قسم کے کھانوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔‘‘

من جملہ ان اعاظم علما کی روشن عبارات نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

’’ان عبارات رائقہ نے صاف کردیا، کہ یہ فعل محمود کچھ ہندوستان ہی میں مخصوص نہیں، بلکہ دیگر دیار وامصار (حجاز مقدس،یمن،عراق،شام،مصر، لیبیا،ترکی،افغانستان،سمرقند، بخارا، روم،اندلس، دمیاط، زبید، بصرہ،حضرت موت،حلب وحبش، برزنج، برع،کرد، داغستان) میں مروج اوراکابر دین کا پسندیدہ ہے۔‘‘

ان بلاد اسلامیہ میں قدیم روایات کے طرز پر آج بھی محافل ذکر ولادت کا انعقاد ہوتا ہے،جن میں ولادت

رسول، فضائل رسول اور دعوت رسول کا بیان ہوتا ہے اور مسلمان ذوق وشوق کے ساتھ انھیں سنتے سناتے ہیں۔ اظہار مسرت اور ادائے شکر نعمت کے لیے صدقات وخیرات کرتے ہیں اور یہ ساری چیزیں کتاب وسنت کی روشنی میں نہ صرف جائز بلکہ محمود و مستحسن ہیں اور سمجھی جاتی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب اپنے اس فتوے میں محافل ذکر ولادت طیبہ کے جواز واستحسان کو ان مقتدر بزرگوں سے ثابت کرنے کے بعد خاص قیام اور صلوۃ وسلام کے جواز اور اس کے اثبات کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ رقم طراز ہیں:

''اب رہا قیام وصلوۃ وسلام اس کے متعلق بھی اعاظم اسلام کی چمکتی ہوئی تصریحات ملاحظہ کی جائیں۔'' (ص۴)

چناں چہ دو ڈھائی صفحے میں آپ نے اساطین ملت اور مشائخ اسلام کی تصریحات مع تراجم عبارات پیش کی ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام بوقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والسلام صدہا سال سے بلاد اسلامیہ میں رائج ومعمول اور اکابر ائمہ وعلما میں مقرر ومقبول رہا ہے۔ ائمہ معتمدین نے اس کو حرام نہ ٹھہرایا، بلکہ بلاشبہ مستحب و مستحسن ٹھہرایا۔ مشائخ اسلام اور مکہ ومدینہ کے مفتیان مذاہب مدتہا مدت سے اس کے قائل، قابل اور فاعل رہے ہیں۔

علامہ جلیل الشان علی بن علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت حلبی میں یہ تصریح فرمائی، کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے، نیز عمل قیام کی مقتدائے ائمہ اور مشائخ اسلام نے متابعت کی۔ اعیان علما اور مشائخ اسلام کا ان کے ساتھ موافقت کرنا بحمد اللہ تعالیٰ متبعین سلف صالحین کے لیے ایک کافی سند ہے۔

جس امر کا مستحب و مستحسن ہونا مفتیان عظام اور باحشمت مشائخ اسلام سے ثابت ہو، اسے بدعت سیئہ کہنا کس درجہ حماقت وسفاہت ہے، اسی کو حضرت مفتی صاحب نے بایں الفاظ بیان فرمایا۔

''لہٰذا ان امور کو بدعت سیئہ سے لقب دینا ملت وہابیہ کی خود تراشیدہ بدعت ہے۔ نیز فرمایا:

''اور ان کی کچھ نئی نہیں بہت پرانی عادت ہے، جس فعل وعمل میں حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم دیکھی بدعت کہنے لگے۔ پھر کوئی تخصیص نہیں علی الاطلاق۔''

چناں چہ آپ نے فتاوی رشیدیہ کے متعدد ایسے حوالے پیش کیے ہیں، جن میں محافل میلاد، مجالس ذکر شہادت، نیز عرس اور دیگر بابرکت تقریبات کو بیک جنبش قلم بدعت وناجائز ہونے کا فتوی دے دیا ہے، نیز تصریح ائمہ کرام ومجتہدین عظام کے خلاف یہ بھی فتوی دے دیا، کہ ''بدعت کوئی حسنہ نہیں''۔

(صفحہ ۸۸، جلد اول مطبوعہ جید برقی پریس دہلی)

آپ نے بدعت، اس کی تعریف اور اس کی قسموں سے بھرپور بحث فرمائی، اس ذیل میں بھی علمائے کبار کی

عبارتوں سے حوالے پیش کر کے ثابت کیا، کہ بدعت کی دو قسمیں بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ ان سب علماے کبار کے نزدیک ثابت ہیں اور یہ کہ بدعت حسنہ پسندیدہ اور محمود امر ہے۔ محفل میلاد شریف، سلام و قیام اور اس قسم کے دیگر امور حسنہ اسی بدعت محمودہ کے تحت ہیں۔

حضرت کے فتوے میں یہ بحث صفحہ ۷ سے صفحہ ۱۰ تک پھیلی ہوئی ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ پورا فتوی اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کا جواب دلائل و براہین کی روشنی میں دیا گیا ہے، ان کے علاوہ کچھ دیگر مفید بحثیں بھی آ گئی ہیں۔ جو قارئین کے لیے اضافہ علم کا سبب ہوگا۔ یہ فتوی آپ کی وسعت مطالعہ کی گہرائی و گیرائی اور فقہی تدبر کا پتہ دیتا ہے۔ چناں چہ میں ذمہ داروں سے گزارش کروں گا کہ، اس کو افادۂ عام کے لیے اہتمام سے طبع کرا کر شائع کریں اور حضرت کے علمی کارناموں میں اسے بھی منظر عام پر لائیں۔

حضرت نے ان تمام مسائل کو اتنی باعظمت اور مقتدر ہستیوں کی تصریحات سے ثابت فرمایا ہے، کہ ان کی جلالت شان کے آگے کسی کو لب کشائی کی جرأت باقی نہیں رہ جاتی دوبارہ پھر غور فرمایئے ان میں کون کون ہیں۔

حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ خطیب احمد بن محمد قسطلانی، امام عینی شارحین جلالۃ الشان للبخاری، حجۃ الاسلام امام غزالی، علامہ جلیل الشان امام حلبی، ابن حجر مکی ہیتمی، علامہ ابوزکریا حنبلی، امام ہمام ابوزید، علامہ سید جعفر برزنجی، علامہ ابوالخیر سخاوی، علامہ شامی، صاحب درمختار و عالم گیری وغیرہ۔

ان اعاظم کی جلالت شان کے آگے سب کے دم بخود رہ جانے کی ایک تمثیل یہاں پر ہم فتاوی رضویہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''تعصب نہ کیجیے، تو ہم ایک تدبیر بتائیں۔ ذرا اپنے دل کو خیالات ایں و آں سے رہائی دیجیے اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل سے مراقبہ کیجیے، کہ گویا یہ سیکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں اور اپنے اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالی شان میں جمع ہوئے ہیں اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے ایک زبان ہو کر بلند آواز سے فرمایا ہے: ''بے شک مستحب ہے، وہ کون ہے جو اسے برا کہتا ہے، ذرا ہمارے سامنے آئے۔'' اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجیے اور مشتے چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھیے کہ ان میں کوئی بھی اس عالی شان مجمع میں جا کر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے؟ اور یوں تو ؎

چوں شیراں برفتند از مرغ زار
زند روبہ لنگ لاف شکار

(ج ۱۲ صفحہ ۲۷)

حاصل یہی نکلا، کہ ”کلام علما میں ہے، کہ جس امر کو یہ اکابر امت مستحب و مستحسن کہیں، وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے۔“

مگر قوم وہابیہ ان کی عقل اوندھی ہے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”منکرین قیام کی مت ہی نرالی ہے۔“ (ص ۱۶)

چناں چہ یہ حضرات مانعین قیام و مجلس میلاد وغیرہ امور خیر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنی خبر لیں کہ کیا کچھ انھوں نے جائز کر رکھا ہے۔ وہ ان میں سے کسی کو بدعت نہیں کہتے۔ شمار کریں!

وہ مدرسہ کھولیں اور چلائیں، مگر بدعت نہیں۔ خوب چندہ وصول کریں وہ بدعت نہیں۔ طلبہ کے لیے مکتبہ امدادیہ، رشیدیہ، مکتبہ تھانوی سے پچاس ساٹھ فی صد کمیشن لے کر کتابیں منگائیں یہ بھی بدعت نہیں۔ عہد رسالت میں عصر حاضر جیسی عظیم الشان مزین نیز مناروں کے ساتھ مساجد نہیں تھیں، وہ خوب سجائیں مگر بدعت نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً فرمائیں مسجدیں منڈی بنائیں، پھر بھی یہ منارے بنائیں، مگر وہ بدعت نہیں۔ دارالعلوم کی عالی شان عمارتیں نجدی تعاون سے بنائیں، یہ بھی بدعت نہیں۔ جلسے وجلوس، سیمینار اور کانفرنسیں کریں، مگر بدعت نہیں۔ موجودہ ائمہ حرمین شریفین کے دورہ ہند وپاک کے وقت سلفی علما پروپیگنڈہ کر کے دور دور سے نمازیوں کو شد رحال کرا کے ان کے پیچھے نمازیں پڑھوائیں، یہ بھی بدعت نہیں۔ دہلی سے سہارن پور تک اور دیگر مشہور مدارس ختم بخاری کے جلسے کراتے ہیں، یہ بھی بدعت نہیں۔ تبلیغی جماعت کے چلے اور گشت ہوتے ہیں، یہ بھی بدعت نہیں۔ دیوبند کا صد سالہ اور ندوہ کا پچاس سالہ جشن منایا جاتا ہے یہ بھی بدعت نہیں۔ اگر بدعت ہے تو جشن میلاد النبی............ محفل میلاد النبی۔ اگر بدعت ہے تو قیام وصلوۃ وسلام بر سرکار خیر الانام............ اگر بدعت ہے تو امور خیر منسوب بہ سید کائنات یا اولیاے کرام۔

یہ عقل وخرد کی ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے؟ شہر ایمان وایقان میں تخریبی سازش نہیں تو اور کیا ہے؟ خوش عقیدگیوں کی پرامن فضا میں مفسدہ پردازی نہیں تو اور کیا ہے؟

فی الجملہ یہ فتوی اپنی ترتیب، انداز تحریر، اسلوب نگارش، قوت استدلال، تقدیم حوالہ جات، کثرت تمسکات کے لحاظ سے ایک بہت جامع فتوی ہے۔ جو حضرت مفتی نانپارہ کی گونا گوں خصوصیات کا واضح ثبوت ہے۔ خدا کرے کہ جلد تر یہ فتوی شائع ہو کر عوام اور قوم کے لیے ہدایتوں کا سامان بنے فکر واعتقاد کے مفاسد کا سد باب کر سکے۔

حضور بلبل ہند اور علم حدیث

از : حضرت مفتی محمد کہف الوریٰ مصباحی
صدر المدرسین و مفتی دار العلوم فیض النبی جامع مسجد
نیپال گنج ضلع بانکے نیپال

استاذ العلما والفضلا بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، میری حرماں نصیبی کہ حضرت سے کبھی میری ملاقات نہ ہو سکی، تاہم زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی علمی، فکری، دینی و ملی خدمتوں کا چرچا سنتا آ رہا ہوں۔ آپ ایک بہترین محقق، عمدہ مفسر، فصیح و بلیغ مقرر، دل کش محرر، روح پرور شاعر، صائب الرائے مفتی اور صحیح الروایہ محدث تھے۔

استاذی الکریم خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا مفتی شاہ محمد رجب علی رضوی نانپاروی علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ عالم، زبان آور خطیب، خوش الحان قاری ونعت گو کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں مشہور ومعروف تھے۔ انھوں نے دین متین کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ خلق خدا کو فائدہ پہنچایا۔ گم گشتگان راہ کو راہ سے لگایا۔ تشنگان علم کو جام علم وآ گہی سے سیراب فرمایا۔'' (کلمہ تکریم اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب ص ۱۱)

خلیفہ حضور مفتی نانپارہ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مسئلہ لاینحل کی عقدہ کشائی نہایت حسین انداز میں فرماتے تھے۔ بڑے سے بڑے فلسفیانہ ومنطقیانہ مباحث کو تمثیلی انداز اور آسان لفظوں میں پیش فرماتے۔ ذہانت وفطانت کا یہ عالم کی درسیات کے مضامین مستحضر اور اس کی بہت سی عبارتیں بھی محفوظ تھیں۔ فلسفہ کی مشہور اور اہم کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' پر آپ کا قلمی حاشیہ قابل رشک ہے۔'' (غیر مطبوعہ مضمون)

اور استاذنا المعظم محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی رقم طراز ہیں: ''مفتی نانپارہ، طوطیٔ ہند حضرت مولانا رجب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت و جماعت کے مشاہیر علما سے تھے۔ قرآن وحدیث اور فقہ وکلام پر آپ کی نظر بہت وسیع و گہری تھی، بے تکلف عربی زبان میں گفتگو فرماتے۔'' (رد البطلۃ: ص ۱۶)

اہل فکر ونظر جانتے ہیں، کہ کار افتا کے لیے بہت سے علوم میں مہارت ہونے کے ساتھ ہی علم حدیث پر عبور

بھی لازم ہے۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ بیک وقت ان تمام خوبیوں کے جامع تھے، جو ایک مستند مفتی کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ زیر نظر تحریر میں آپ کی محدثانہ شان اور ان کے تبحر علم حدیث کے نمونے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضور مفتی اعظم نانپارہ نے درجنوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، آپ کا انداز تحریر بڑا شستہ، سادہ سلیس اور دل نشیں ہوتا ہے۔ اپنے موقف کی تائید اور مسئلہ کی توضیح وتوجیہ میں ایسا انوکھا انداز اختیار کرتے ہیں، کہ قاری کے ذہن میں مسئلے کا ہر پہلو خوب روشن ہو جائے۔ دلائل و براہین کے پیش کرنے میں اصول ترتیب دلائل کی بھر پور رعایت بھی ملتی ہے، کہ اولا قرآن سے استدلال پھر حدیث سے استناد پھر اجماع وغیرہ۔ فنی حیثیت سے علم حدیث میں آپ کی جلالت شان کا مکمل اندازہ تو آپ کی تمام تصنیفات وتالیفات کے مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے، جس کے لیے بقدر ضرورت وقت اور بقدر کفایت مقالہ کی ضرورت ہوگی، اس لیے مختصر وقت میں اس مختصر سے مضمون میں آپ کی چند کتابوں کے حوالے سے احادیث مصطفیٰ سے مندرجہ ذیل امور پیش کیے جائیں گے:

(۱) حدیث کا معنی ومفہوم مسخ کرنے والوں کو حدیث سے جواب

(۲) منکر حدیث کو قرآن وحدیث سے جواب

(۳) دلیل میں کثرت احادیث

(۴) حدیث گڑھ کر گم راہ کرنے والے کو حدیث سے جواب

حدیث کا معنی ومفہوم مسخ کرنے والوں کو حدیث سے جواب

حضور مفتی اعظم نانپارہ کا ایک رسالہ ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' ہے، جس میں آپ نے ذکر ولادت مصطفیٰ، قیام اور صلوۃ وسلام کے جواز پر قرآن وحدیث سے ایسی دلیلیں بیان فرمائی ہیں، کہ منکرین ان کے آگے مبہوت ولا جواب نظر آرہے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ کچھ لوگ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کی محفل میں ذکر ولادت اور کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں، کیوں کہ انھیں ایک حدیث مل گئی ''کل بدعة ضلالة '' کہ ہر نئی چیز گم راہی ہے۔ اس حدیث کے ملتے ہی خدا جانے کیوں کر ان لوگوں نے اس حدیث شریف کے صحیح معنی ومفہوم کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی اور میلاد، قیام اور صلوۃ وسلام کو اس سے جوڑ کر اپنی خود ساختہ شریعت سے یہ حکم اخذ کر لیا، کہ میلاد، قیام اور صلوۃ وسلام وغیرہ نئی ایجاد کی ہوئی چیزیں ہیں، اس لیے ناجائز ہیں۔

حدیث کا معنی ومفہوم بگاڑنے والے ان پڑھے لکھے جاہلوں کا لایعنی سوال جب حضور مفتی نانپارہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، تو آپ نے قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ دین سے بے شمار دلیلیں پیش کرتے ہوئے ان باطل

پرستوں کے اعتراضات کے تار و پود بکھیر دیے۔آپ نے تحریر فرمایا، کہ ہر بدعت کو گم راہی سمجھنا سب سے بڑی گم راہی ہے کہ مذکورہ حدیث عام نہیں، بلکہ مخصوص منہ البعض ہے یعنی ہر بدعت گمراہی نہیں، بلکہ بعض بدعت گمراہی ہے اور وہ بدعت بدعت سیئہ ہے۔پھر اسے دلائل قاہرہ سے ثابت کرتے ہوئے بدعت کی تمام قسمیں نقل فرمائی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ آقائے کریم کا ارشاد ہے:''**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**''یعنی تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی اتباع لازم ہے۔اور انھیں خلفا میں سے حضرت عمر ہیں، جنھوں نے نماز تراویح کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ''**نعمت البدعة هذه**'' کہ یہ تراویح اچھی بدعت ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آپ کے مطابق بدعت گم راہی ہے،تو کیا حضرت عمر تراویح کو''**نعمت البدعة هذه**'' کہہ کر گم راہی کو اچھا کہہ رہے ہیں؟ اور کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین کی پیروی کرنے کا حکم دے کر گم راہی کو اچھا کہنے والے کی اتباع کا حکم دے رہے ہیں؟ معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ۔اب مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''شک نہیں کہ محفل میلاد شریف وصلوۃ وسلام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قیام اظہار محبت وتعظیم وتکریم حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے جن کے استحسان پر اعاظم علما وصلحا مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ،شاہ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی، شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی...... ....وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی روشن تصریحات ہیں۔اھ ملخصا (ارغام الفجرۃ ص ۴۰)

اس کے بعد ائمہ کرام کے مختلف اقوال، مکہ، مدینہ اور دیگر دیار مسلمین کے احوال نقل کرنے کے بعد''**کل بدعة ضلالة**''اور بدعت کا مفہوم حضرت ملا علی قاری صاحب مرقات کے حوالے سے یوں تحریر فرماتے ہیں:''حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ میں لکھتے ہیں:''**قال فی الازهار أی کل بدعة سیئة ضلالة وقوله کل بدعة ضلالة عام مخصوص الخ** کہا ازہار میں کہ یہ مخصوص ہے یعنی ہر وہ بدعت کہ سیئہ ہو گمراہی ہے الخ.................. بدعت کی اصل یہ ہے کہ وہ ایسی نئی چیز ہو کہ پہلے نہ ہو اور شرع میں اس کا اطلاق اس پر ہے جو سنت کے مقابل ہو۔''اھ ملخصا (ایضا ص ۴۷)

''بالجملہ میلاد شریف وقیام وسلام مستحب ومستحسن ہیں،جن کے جواز واستحباب پر علمائے اسلام کے روشن کلمات ہیں اور قرون ثلٰثہ میں کسی امر کا نہ ہونا ہی اس کے عدم جواز کو کافی نہیں کہ اصل علت خیر وشر ہے اور حدیث شریف میں جس بدعت کو گم راہی بتایا گیا وہ یقیناً بدعت ضلالت ہے اس سے بدعت حسنہ کو کوئی علاقہ نہیں۔''(ارغام ص ۵۶)

منکر حدیث کو قرآن وحدیث سے جواب

ناگ پور مہاراشٹر کا عبدالرزاق نامی ایک گم راہ شخص تھا،جس نے احادیث نبویہ کا انکار کیا، بظاہر خود کو اہل

قرآن کہتا تھا، مگر اس نے احکام اسلام میں سے بہت سی ایسی باتوں کا انکار کیا، جن کی فرضیت کا حکم حدیث کے ساتھ ساتھ قرآن میں بھی صاف صاف موجود ہے۔ اس گم راہ شخص کے دس اقوال باطلہ کی تردید حضرت نے اپنی تصنیف ''ردالبطلۃ'' میں فرمائی ہے، جس کا تعارف آپ کی تصنیفات میں ملے گا۔ اس شخص مذکور نے نماز، روزہ، حج وغیرہ اہم احکام شرعیہ کا بڑے بے باکانہ انداز میں انکار کیا ہے، چناں چہ اس نے نماز روزہ اور حج کے بارے میں کہا کہ (الف) نماز کی کوئی ضرورت نہیں (ب) حج کو بھی ترک کر دیا جائے (ج) روزے رکھنا بے کار ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین

حضور مفتی نانپارہ نے ان تینوں احکام کے بارے میں قرآن وحدیث سے بالترتیب ایسا مسکت اور دنداں شکن جواب عنایت فرمایا، کہ اس باطل پرست شخص کا فتنہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔ آپ کی تحریر کا خلاصہ ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں:

''(الف) قول اول کس درجہ کفر خیز وخباثت آمیز قول شنیع ہے، کیسا اہم فریضہ اسلام نماز کہ جسے تمام فرائض اسلام میں اولیت واقدمیت حاصل ہو، اس کے مٹانے میں کس بے با کی سے گندہ دہن سے نکلا ہوا ہے، اللہ اللہ! یہ وہ نماز کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اکثر و بیشتر مقامات پر تاکید فرمائی ہے۔ (متعدد مقامات سے حوالے) یہ وہ نماز ہے، جس کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں ''**من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر**'' جس نے نماز قصداً ترک کیا، اس نے کافرانہ فعل کیا۔ کہاں ہے وہ روباہ صفت؟ آئے! اور گلزار نبوت وگلستان رسالت علیہ السلام کے ان صد بہار شاداب پھولوں کو دیکھے، کیسی پیاری پیاری احادیث کریمہ ایمان والوں کو مژدہ حیات دے رہی ہیں، اگر ایمانی آنکھوں سے دیکھے تو سب کچھ بفضلہٖ تعالیٰ نظر آئے گا، ورنہ عالم افروز آفتاب کی ضیا پاش شعاعیں بھی چشم شپرہ میں معدوم ہوتی ہیں۔'' (متعدد احادیث سے دلائل) مسلمانو! پیارے آقا ومولیٰ رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی پیاری پیاری نوید جانفزا سے قلوب مومنین کو شاد فرمایا، ایسی لطیف وپاکیزہ عبادت جس کے متعلق کیسی نفیس آیات جلیلہ واحادیث جمیلہ پیش کی گئیں، منصف کے لیے یہی کافی ہے۔ ہٹ دھرم کے لیے دفاتر بھی ناکافی۔

(ب) دوسرا قول ''فریضہ حج کو بھی ترک کر دیا جائے'' نعوذ باللہ من شرور الشیاطین اسلام کا رکن اعظم حج ہے، جس کے متعلق رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''**اتموا الحج والعمرۃ للہ**'' حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی کہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔

(ج) تیسرا قول ''روزے رکھنا بے کار ہے'' معاذ اللہ۔ واہ رے ادائے کفر کیسی جرأت سے کیا ہے انکار۔ اللہ

تعالیٰ اپنے مقدس صحیفہ مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے تاکہ تم گناہوں سے بچو۔ سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرمار ہے ہیں: جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ابواب جہنم بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں اھ ملخصا پوری تفصیل کتاب ''ردالبطلۃ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔'' (ردالبطلہ ص ۲۰ تا ۳۳)

دلیل میں کثرت احادیث

کسی امر کے جواز وعدم جواز کی دلیل پیش کرنے میں بسا اوقات ایک دو دلیل ہی سے کام چل جاتا ہے، مگر کبھی کبھی حالات اس کے مقتضی ہوتے ہیں کہ کئی کئی دلیلیں پیش کی جائیں۔ کسی مسئلے کا حل اور تصفیہ کے لیے متعدد حدیثوں کا ذکر صاحب مقالہ کی رفعت شان، حدیث مصطفیٰ سے آگاہی، جودت تجلیات علم وحکمت، سنن شاہ ہدیٰ سے بے پناہ الفت ومحبت اور اس کی محدثانہ شان وشوکت پر غماز ہے۔ حضور مفتی اعظم نانپارہ کے تحریر کردہ رسائل ومسائل میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ آپ نے تقاضائے حال کے مطابق کسی ایک مسئلے کی دلیل میں کئی کئی حدیثیں پیش کی ہیں، جو یقیناً آپ کے تبحر علم حدیث کی جلالت شان پر دلیل ہے۔ اس کی ایک مثال سے آپ بھی محظوظ ہوں۔ آپ کا ایک رسالہ ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' ہے، اس میں کسی معترض کا میت کے لیے ایصال ثواب کے بارے میں یہ اعتراض بطور استفتا پیش کیا گیا کہ ''میری رائے میں اصل تجہیز وتکفین تھی جو ہوگئی۔ اب فاتحہ ایک مزید چیز ہے یہ ضروری نہ لازمی نہ واجب نہ مستحب۔ معلوم نہیں کہ انجام اس کا کیا ہوتا ہے الخ''۔ (اظہار حق وصواب ص ۲۴)

آپ نے اس اعتراض کے جواب کی ابتدا بڑے انوکھے انداز میں کی ہے، لکھتے ہیں: ''اس زمانہ بے قیدی میں عجب ہوائے مخالف چلی ہے۔ جدھر دیکھیے عجب بات ڈھلی ہے، کہیں جہل کی تاریکیاں ہیں، تو کسی طرف ضد ونفسانیت کی سرمستیاں ہیں، جس کے منہ میں جو آئے بکے، کچھ قید وبندش نہیں، حد شرعی کا وقت نہیں، کوئی پرسش نہیں، کسی نے امکان کذب کے بول بولے تو کسی نے دعوائے نبوت کے کھیل کھیلے۔ عجب تماشہ ہے زمانہ کا عجب حال ہے عجب فسانہ۔ کسی نے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کی شان گھٹائی، اسی طور اسی صورت شنیعہ میں اپنی بات بڑھائی، کسی نے قرآن کریم کو ناقص یا محتمل نقص بتایا، کسی نے معاذ اللہ شتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گیت گایا، کسی نے رسولوں کی ہم سری دکھائی، اولیا پر برتری جتائی تو کسی نے مسلمانوں کو شرک وبدعتی کہتے کہتے اپنی عمر گنوائی، کسی نے ختم نبوت میں کلام کیا، تو کسی نے علم رسول علیہ السلام کو علم شیطانی سے گھٹایا، کسی نے بزم میلا د رسول علیہ السلام کو کنہیا جنم کی طرح بتایا، کسی نے فاتحہ وعرس کو بدعت کہا، تو کسی نے دیگر امور مستحسنہ کو منع کیا، الغرض شر وفساد کا منظر ہے کہ جس سے ہر

مسلم کا قلب مضطر ہے۔ یہ تحریر جو درج استفتا ہے یہ بھی کسی کی جرأت و ہمت کا جلوہ ہے۔ فاتحہ کے انجام سے بے خبری، کیا جہل مرکب وخطائے صریح ہے۔ معمولہ مومنین پر عدم استحباب کا حکم قبیح ہے۔'' (ایضاص ۲۴، ۲۵)

خلیفہ ومظہر حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی نانپارہ کے اس مسجع ومقفع اقتباس کو پڑھ کر قاری کے ذہن وفکر میں یہ خیال یقیناً پیدا ہوگا کہ یہ تو سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے نوک قلم کی جلوہ سامانیاں ہیں، جو حضور بلبل ہند کے رشحات قلم سے قوم وملت کو پرنور کر رہی ہیں۔ ساتھ ہی اس تحریر سے حضور بلبل ہند کی دینی حمیت وغیرت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اصل جواب کا قصد فرمایا تو یوں رقم طراز ہوئے:

''فاتحہ ونیاز جن کا مقصد ایصال ثواب ہے ایسا امر مستحب ہے کہ جس کے استحسان پر قوم اہل سنت کا اتفاق ہے۔ نفس ایصال ثواب ودعائے استغفار کے لیے بکثرت احادیث وارد ہیں۔'' (ایضاص ۲۵)

پھر یہاں سے حضرت نے مسئلہ دائرہ کی توضیح میں کئی حدیثیں پیش کی ہیں۔ صحابہ کرام کا اس سلسلے میں کیا معمول تھا، اسے ذکر کیا ہے۔ فاتحہ کی اصل وحقیقت کیا ہے، اسے بیان کیا ہے۔ اس کی سنیت وبدعیت پر کلام کر کے احادیث واقوال فقہا کی روشنی میں اس کی حقیقت کو مکمل طور سے ظاہر وباہر کر دیا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ غواص حضرات اس بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہوں اور اس کے پرنور موتیوں سے اپنے قلوب واذہان کو جلا بخشیں۔

حدیث گڑھ کر گم راہ کرنے والے کو حدیث سے جواب

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہر مومن کے لیے جان ایمان ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سچا مسلمان آپ کی حدیث پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے حدیثیں گڑھنے کا عمل شروع کر دیا، حالاں کہ خود میرے مصطفیٰ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے یہ فرما دیا تھا کہ جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے یعنی اپنی بات منوانے کے لیے جو لوگوں کے درمیان حدیثیں گڑھ کر انھیں میری حدیث کا حوالہ دے دے کر گمراہ کرے وہ جہنم میں جانے کے لیے اپنا سامان تیار کر رہا ہے۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں نے یہ قبیح کام کیا بھی اور کرایا بھی لوگوں کو دھوکہ دیا بھی اور دھوکہ کھایا بھی۔ آپ کی کتاب ''رد البطلہ'' جس کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے، اس میں اسی مذکورہ شخص عبدالرزاق کے جو دس باطل اقوال مذکور ہیں، جن کے جوابات کی ابتدا حضرت مفتی نانپارہ نے کی تھی مگر کام پورا نہ ہوسکا تھا، اس لیے اس کی تکمیل استاذی الکریم حضرت علامہ مفتی محمد ابوالحسن قادری صاحب نے کی ہے۔ اسی کتاب میں صفحہ ۴۸ تا ۶۲ اس بددین شخص کے دو قول اور ان کے جواب بھی مرقوم ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں قول میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیا پر افضلیت سے انکار کیا ہے اور حضرت علی وفاطمہ کو حضور سے افضل مانا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں کے ثبوت کے لیے قرآن کی کسی آیت یا حدیث کی کسی عبارت کی ضرورت ہوگی، جو اس شخص مذکور کے پاس ہے نہیں، تو اگر چہ اس کی طرف سے صاف صاف حدیث گڑھنے کی بات نہیں ہوئی، مگر اس کی ان باتوں کو ماننے کے لیے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے پاس سے حدیث گڑھ کر حدیث مصطفیٰ کے بالمقابل پیش کر کے اپنی بات منوانے کی کوشش کی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل خلائق ہونے پر بے شمار آثار واحادیث موجود ہیں، اب ظاہر ہے کہ ان کو منسوخ کرنے کے لیے کسی ناسخ کا ہونا ضروری ہے اور وہ یا تو قرآن ہوگا یا حدیث ہوگی۔ قرآن میں ایسا کوئی ناسخ نہیں تو پھر حدیث ہوگی اور حدیث میں بھی کوئی ناسخ نہیں تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ اس جاہل شخص نے ان حدیثوں کے مقابل حدیث گڑھی اور اس پر ایمان لا کر نبی کی افضلیت کا انکار کر بیٹھا۔ ان دونوں خبیث اقوال کے جوابات احادیث کی روشنی میں تو پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ اور اس طرح کے بے شمار انمول ہیرے حضور مفتی نانپارہ کی کتابوں میں ملیں گے۔ میں نے یہ چند نمونے پیش کر دیے ہیں، مزید لطف اندوزی کے لیے حضرت کی تصنیفات کا مطالعہ کریں، دل شاد اور آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ مولائے کریم حضرت کی تمام خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔ ہمیں ان کے نقوش فکر و عمل پر چلنے اور ان سے اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

حضور بلبل ہند کی محد ثانہ شان

از : حضرت مفتی محمد رفیق قادری نوری
صدر المدرسین مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ، بہرائچ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضور بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں علمی وعملی کمالات سے بہرہ ورفرمایا تھا، آپ کی شخصیت علم وفضل، فقہ وافتا، زہدوورع، تقوی وطہارت میں ممتاز زمانہ تھی۔ من جملہ کمالات آپ علم حدیث میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، جس کا اندازہ ہمیں ۱۹۹۱ء کے عرس حضور سیدی سالار مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر ہوا۔ حضور بلبل ہند تقریر فرمارہے تھے، دوران بیان حضرت جلال میں آئے اور فرمایا، کہ آج کل لوگ دو تین حدیث یاد کرلیتے ہیں اور اپنے آپ کو حافظ الحدیث، حافظ احادیث کثیرہ کہلاتے ہیں۔ اے لوگو! آج رجب علی سے جتنی احادیث مبارکہ سننا ہے، سن لو! آؤ صرف نماز کے تعلق سے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنو!

(۱) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنبت الکبائر.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پانچ نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان ہوں جب کہ گناہ کبیرہ سے بچتا ہو۔

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارأیتم لو ان نھرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ھل یبقی من درنہ شئ قالوا لا یبقی من درنہ شئ قال فذالک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بھن الخطایا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ نہائے تو کیا کچھ میل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گی، حضور نے فرمایا، پس یہی مثال ہے پانچ

نمازوں کی کہ ان کے ذریعہ خطاؤں کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال ان رجلا اصاب من امرأۃ قبلہ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فانزل اللہ تعالیٰ واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات فقال الرجل یارسول اللہ الی ھذا قال لجمیع امتی کلھم.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے اگلے مقام سے صحبت کی، پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حضور کو واقعہ بتایا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے حصے میں اس لیے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، تو اس آدمی نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے ہی لیے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری کل امت کے لیے۔

(۴) عن انس قال جاء رجل فقال یارسول اللہ انی اصبت حدا فاقمہ علی قال ولم یسالہ عنہ وحضرت الصلوۃ فصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام الرجل فقال یارسول اللہ انی اصبت حدا فاقم فی کتب اللہ قال الیس قد صلیت معنا قال نعم قال فان اللہ قد غفرلک ذنبک اوحدک.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص آیا تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں حد کو پہنچ گیا (ایسا گناہ جس سے حد نافذ ہو) تو مجھ پر حد یعنی سزا قائم فرمائیے راوی کا بیان ہے دراں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا نہیں اور نماز کا وقت آ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نے نماز پڑھی، پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمالی، وہ شخص کھڑا ہوا، تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حد (گناہ) کو پہنچ گیا، تو مجھ پر اللہ کی کتاب (حکم) نافذ فرمائیے، حضور نے فرمایا، کیا تو نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ کہا، ہاں! سرکار نے فرمایا، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرے گناہ کو یا تیری حد کو بخش دیا۔

(۵) عن ابن مسعود قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال احب الی اللہ تعالیٰ قال الصلوۃ لوقتھا قلت ثم ای قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجھاد فی سبیل اللہ قال حدثنی بھن ولو استزدتہ لزادنی.

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پیارا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز اس کے وقت

پر۔ میں نے کہا، پھر کون؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ، میں نے کہا، پھر کون؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، راوی کا بیان ہے مجھ سے ان باتوں کو بیان کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں اور زیادہ سوال کرتا تو حضور میرے لیے زیادہ بیان کرتے۔

(٦) عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العبد وبین الکفر ترک الصلوۃ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے۔

(٧) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی اولاد کو نمازوں کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوجائیں اور انھیں مار کر نماز پڑھاؤ، جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کردو۔

مذکورہ بالا حدیثوں کو سنایا کہ وقت ختم ہوگیا کیوں کہ عرس سیدی سالار مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پروگرام میں منبر رسول پر علمائے کرام وشعرائے عظام کی کثرت ہوتی ہے۔ بلا تکلف حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کا اس طرح احادیث سنانا، اس بات کا ثبوت ہے، کہ حفظ احادیث میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔

تقریروں میں اسلامی عقائد واعمال اور معمولات اہل سنت کے اثبات میں احادیث کریمہ سے استدلال بھی آپ کے شغف بالحدیث کی دلیل کافی ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی محدثانہ شان اور تبحر فی الحدیث کا اندازہ کرنا ہو، تو آپ کی کتب اظہار حق وصواب، ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ اور رد البطلہ وغیرہ کا مطالعہ کریں، جن میں احادیث کریمہ سے استدلال واستنباط کا منفرد رنگ وآہنگ موجود ہے، جنھیں دیکھ کر قاری آپ کی علمی وفکری عظمتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

فقہ وافتا سے آپ کا گہرا تعلق رہا، پورے علاقہ بہرائچ میں اس میدان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا اور نہ اب ہے، مفتی اعظم نانپارہ کے لقب سے ملقب ہیں، ظاہر ہے، کہ ایک ماہر فقیہ ومفتی کے لیے تبحر فی الحدیث لازمی امر ہے، اس کے بغیر کوئی فقہ وافتا کی دنیا فتح نہیں کرسکتا، یقیناً آپ کا مفتی اعظم نانپارہ ہونا، محدث اعظم نانپارہ ہونے کو مستلزم ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ بہت سے اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، ان کی زندگی کا ہر گوشہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں گزرا ہے۔

راقم الحروف محمد رفیق قادری نوری نے بھی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں سات سال تک درس نظامی کی تعلیم حاصل کی ہے۔ اس سات سالہ مدت میں حضور بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو شریعت مطہرہ پر جیسا عمل پیرا دیکھا ویسا دیکھنا اب شاذ و نادر ہے۔

ایک مرتبہ میں جلالین شریف پڑھ رہا تھا کہ بغل میں کھجلاہٹ محسوس ہوئی، تو بائیں ہاتھ سے کھجلا کر میں پڑھنے لگا، حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ دیکھ رہے تھے، فوراً مار کر اٹھا دیا، فرمایا، ہاتھ دھو کر آؤ، تفسیر کی کتاب ہے، بہت صفائی ستھرائی کا اہتمام رکھو۔

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا، کہ رفیق! میرے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے راجہ صاحب کی مسجد چلو! روڈ تک پیدل گئے، روڈ پر رکشہ رکوا کر حضرت بیٹھ گئے، پھر مجھ سے فرمایا، کہ بیٹھو تو ایک ہاتھ رکشہ وان کی گدی پر رکھا، دوسرے ہاتھ سے پچھلی گدی پکڑ کر بیٹھا کہ حضرت کو دھکا نہ لگے، فوراً حضرت نے مار کر مدرسہ بھیج دیا کہ رکشہ وان کی گدی پر ہاتھ رکھ دیا، وہ پاک کہ ناپاک، جاؤ غسل کر کے کپڑے بدل کر آنا۔ یہ طہارت کا اہتمام تھا۔

حضرت کی حیات مبارکہ میں بیڑی کے بنڈل پر لعل محمد لکھا رہتا تھا جہاں کہیں راستے پر وہ بیڑی کا کاغذ نظر آتا تھا، فوراً حضرت اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دھو کر چوم کر رکھ لیتے تھے۔ یہ عشق رسول کا عالم تھا۔

اسلام وسنیت سے کافی گہرا لگاؤ تھا، جس کی کھلی دلیل مدرسہ عزیز العلوم کا کھولنا اور چلانا ہے ورنہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کوئی فیکٹری یا کوئی بھٹا لگا لیتے جب کہ ان کے عقیدت مند بہت تھے، لیکن انھوں نے قوم وملت کی فلاح و بہبود کے لیے مدرسہ عزیز العلوم کو قائم کر کے فروغ بخشا، پورے ملک میں مدرسہ عزیز العلوم کے فارغین مسلک اعلیٰ حضرت و مذہب وملت کا کام انجام دے رہے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالی اس ادارہ کو شب وروز ترقیاں عطا فرمائے۔

حضور بلبل ہند کے صاحب زادے حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب اور ان کے پوتے حضرت مولانا حافظ وقاری محمد حسین رضا صاحب نے ادارہ کو ترقی دینے میں بے حد کوششیں کیں، جس کا نتیجہ یہ ہے، کہ الحمد للہ اساتذہ وملازمین کی تعداد ۴۰ رہے اور بیرونی طلبہ کی تعداد ۳۰۰۰ رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو شب وروز ترقیاں عطا فرمائے اور حاسدین کی نظر بد سے بچائے۔ آمین اور حضور بلبل ہند کی تربت انور پر رحمت ونور کی موسلا دھار برسات ہمیشہ ہوتی رہے۔

بلبل ہند کی علمی وفقہی بصیرت

از : مولانا شمس الدین خاں مصباحی
استاذ دارالعلوم غوث اعظم کوکنی پورہ ناسک

اس جہان رنگ وبو میں ہزاروں افراد پیدائش کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں موت کی مہیب وادیوں میں اتر جاتے ہیں اوران کے ساتھ ان کی یادیں بھی لوگوں کے اذہان وقلوب سے رخصت ہوجاتی ہیں، لیکن کچھ ایسی برگزیدہ وچنیدہ ہستیاں ہوتی ہیں، جو اپنے بلند پایہ افکار وخیالات کی بناپر علوم وفنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیتی ہیں اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر مذہب وملت کی وہ نا قابل فراموش عظیم خدمات انجام دیتی ہیں اورانہیں رہتی دنیا تک دوام واستقرار حاصل ہوجاتا ہے۔انھیں عظیم شخصیات میں فخر المحد ثین نجم الملۃ والدین، حامی سنت، ماحی شرک وبدعت، حافظ احادیث کثیرہ، حامل اخلاق عظیمہ، بلبل ہندوستان مفتی اعظم نانپارہ، عالم علوم مصطفوی حضرت مولانا الشاہ الحاج مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ مفتی اعظم ہند بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ (ولادت یکم جنوری ۱۹۲۳ء وصال ۳رذی الحجۃ المکرّمہ ۱۴۱۸ھ/ یکم اپریل ۱۹۹۸ء) کی ذات والا صفات ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے، تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، فقاہت وافتا، حق گوئی وبے باکی، طہارت وپاکیزگی، وعظ ونصیحت، عبادت وریاضت، مکالمہ ومناظرہ، رشد وہدایت، زہد وتقوی، اطاعت شعاری وپرہیزگاری، تعویذات وعملیات، اوراد ووظائف، شب بیداری ونالہ صبح گاہی، اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت، احقاق حق وابطال باطل، حاضر ذہنی وخوش الحانی جیسی بے شمار خوبیوں کے جامع تھے۔غرضیکہ ایک عالم ربانی، عاشق رسول لاثانی، عارف کامل، مرشد طریقت کے لیے جن خصائص وکمالات کی ضرورت ہوتی ہے، خدائے ذوالجلال والاکرام نے وہ سب آپ کو عطا کردیے تھے۔ **ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء**

حضرت مفتی صاحب قبلہ نوابوں کے قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں پیدا ہوئے، پرائمری تا مڈل کلاس اور درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم نانپارہ میں حاصل کی۔ درس نظامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے حصول نیز ذہن وفکر کو عشق رسول سے معمور کرنے کے لیے ۱۹۴۰ء میں مرکز علم وفن جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور وہاں پہنچ کر اکابر زمانہ ،اعاظم وقت کی درسگاہوں سے اکتساب فیض کرتے رہے۔شب وروز کی انتہائی جدوجہد، خداداد صلاحیت وقابلیت سے مقرب بارگاہ اساتذہ ہوگئے۔ بالخصوص عزیز العلما محدث زمانہ حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالعزیز صاحب قبلہ

محدث بجنوری خلیفہ اعلیٰ حضرت وسابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف سے کافی استفادہ کیا اور حضرت کی ذات بابرکات سے شرف بیعت وخلافت حاصل کیا۔ ان کے علاوہ تاجدار بریلی شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند وحضرت علامہ شاہ سعد اللہ مکی وحرمین شریفین کے دیگر علماے کبار ومشائخ عظام سے انھیں اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ گوناگوں اوصاف کے حامل تھے، آپ کی ذات والا تبار پر تفصیلی گفتگو مجھ جیسے کم علم کے بس کی بات کہاں ہے؟ مگر زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موصوف قلم وقرطاس کے کافی دھنی تھے، جس موضوع پر آپ کا اشہب قلم چلا ہے، تو پھر چلتا ہی گیا ہے، جس عنوان پر قلم برداشتہ ہوئے، اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ آپ کے فتاوی کے اندر، اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، شیر بیشہ اہل سنت کی تحریروں کی جھلک پائی جاتی ہے۔ فتاوی کا پہلا صفحہ دیکھتے ہی تصنیفات اعلیٰ حضرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، حوالہ جات کی کثرت، رسم المفتی پر نظر، زبان مستفتی کی رعایت، بدمذہب کے دلائل کا جواب اور ان کی گرفت، جواب میں اختصار اور جامعیت، فقہی قواعد کا لحاظ، اصول افتا کی رعایت، زبان وادب میں شائستگی وشستگی غرضیکہ ایک مفتی وقت کے لیے فقہ وافتا کے میدان میں جتنے آلات واسلحے کی ضرورت ہوتی ہے، ان سب سے آپ مسلح تھے۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**

میلاد وصلوۃ وسلام بحالت قیام کے جواز میں فقیر کے پیش نظر حضرت کا ایک بہت ہی بہترین وجامع رسالہ ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' موجود ہے، ۱۶؍شوال ۱۳۶۴ھ کی بات ہے کہ نانپارہ ہی کے رہنے والے حافظ سید محمد حسن مدرس مدرسہ مصباح العلوم کی طرف سے حضرت کی بارگاہ ناز میں درج ذیل استفتا پہنچا، علماے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ میلاد شریف وقیام تعظیم کرنا کیسا ہے؟ جب کہ یہ قرون ثلٰثہ میں نہ تھا، تو بدعت ہونا چاہیے اور حدیث شریف میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے، منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟ جواب مفصل عنایت فرمایا جاوے، نیز یہ بھی کہ مخالفین اس میلاد شریف کو کیسا کہتے ہیں، اسی مذکورہ استفتا کے جواب میں یہ رسالہ عالم وجود میں آیا، حضرت کی یہ کتاب اگرچہ ایک مقامی استفتا کا جواب ہے، لیکن یہ منکرین میلاد وقیام کے لیے ایک مدلل ومسکت دنداں شکن ناقابل جواب رسالہ ہے۔ حضرت نے منکرین کے مزعومات فاسدہ اور حدیث پاک کے صحیح مفہوم ومطلب سے کوسوں دوری کو آشکارا کرتے ہوئے اثبات میلاد شریف اور اس کے جائز ومستحسن ہونے پر علامہ قسطلانی وملا علی قاری جیسے اعاظم علما ومحدثین کرام، فقہاے اسلام کی واضح تصریحات کو یکجا کر کے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے اور روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، بلکہ سارے عرب وعجم کے شیدایان رسول محفل مولود رسول کا انعقاد کرتے ہیں اور اس میں حسب استطاعت اعمال خیر وذکر واذکار کی مجلسیں

سجاتے ہیں اور اس میں شرکت کرنے والے بے شمار انعام واکرام الٰہی سے شاد کام ہوتے ہیں'' یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے'' اس کے بعد قیام وصلوۃ وسلام کے مسئلہ کو ایسا واضح اور مدلل کیا ہے کہ کسی منصف کو انکار کی گنجائش نہیں ہے، چوں کہ منکرین اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ امور قرون ثلثہ میں نہ تھے، اس لیے حرام وبدعت وضلالت ہیں، لہٰذا ان امور کے مرتکبین ناجائز وحرام فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے مرتکب گناہ ہوتے ہیں ۔حضرت مفتی صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ'' ہاں یہ ضرور بدعت ہے، مگر بدعت سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے بدعت حسنہ ہونے پر امام برہان الدین ابن حجر ہیتمی ،علامہ مدائنی جیسے مقدس پیشوایان اسلام کی تصریحات کو پیش فرماتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے روشن کلمات کی روشنی میں اس بات کو مدلل ومبرہن کیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے، بلکہ بعض بدعتیں بدعات حسنہ ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف کی کتابت کر کے اجرت پر بیچنا وغیرہ اور بدعت سیئہ کی اصل کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ماسوا علما کی کتابوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ **انما المحذور بدعة تراغم سنة مامورا بها** یعنی بدعت وہی مذموم ہے جو کسی ایسی سنت کو مٹاتی ہو، جسے کرنے کا حکم دیا گیا ہو، ورنہ صرف خیر القرون میں کسی امر کے نہ ہونے کی بنا پر ناجائز بتانا یہ شریعت میں افترا وڈھکوسلہ ہے، جو کسی حال میں جائز نہیں ہے، کسی چیز کا عدم عدم جواز کی دلیل نہیں ہے، بلکہ اصل علت شی کا خیر وشر ہونا ہے اور حدیث شریف میں جس بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے وہ یقیناً بدعت سیئہ ہے جو ضلالت ہے اس سے بدعت حسنہ کا کوئی علاقہ نہیں ۔سرکار اعلیٰ حضرت کے اس مقدس شعر ؎

سنیو! ان سے مدد مانگے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

کے بمصداق اخیر میں اپنے بھولے بھالے سنیوں کو ایمانی ڈاکوؤں کے مکروہ چہرے پر پڑے ہوئے دبیز پردہ کو ہٹاتے ہوئے آگاہ فرماتے ہیں کہ ان کی مت ہی نرالی ہے ان کے مذہب نامہذب کی بنا ہی حقیقت سے بے راہی وہٹ دھرمی پر ہے جیسا دیس ویسا بھیس ان کا شیوۂ عمل کہیں تو قیام کو بالکل ناجائز، کہیں خود اس پر عمل کریں، کسی جگہ بزم اقدس کی شرکت کو بالکلیہ ممنوع قرار دیں، کہیں خود ہی حصہ لیں ۔سلام وقیام بلاشک مظہر تعظیم حضرت رؤف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے ۔معاذ اللہ اس کے انکار پر محبت ایمان کا مقتضی یہی کہ ضرور ضرور کیا جائے، اس طرح نہایت عمدہ طریقہ اور علماے کرام ومحدثین عظام کے فرمودات سے اس رسالہ کو مزین ومستحکم کیا ہے، جو اہل سنت وجماعت اور غیر متعصب ناظرین کے لیے یقیناً مفید اور کار آمد ہے اور حضرت کے علم وفضل پر واضح اور بین دلیل ہے، اہل سنت کے لیے سوغات ہے اور بد مذہب وبدعقیدہ کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔ **ذلک فضل الله يوتيه من يشاء**

حضرت مفتی صاحب قبلہ کے خصوصی اوصاف میں سے ایک اعلیٰ خصوصیت جو بدرجہ اتم موجود تھی، وہ ہے سرکار اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم اوران کے مسلک سے بلا کا عشق ومحبت، روز وشب اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر رہتی، یہ مسلک کا درد ہی تھا، جوآپ کو گھر سے بے گھر کیے ہوئے تھا، مہینوں کے مہینے تبلیغی دورے میں صرف ہوجاتے، وعظ ونصیحت، تقریر وتحریر، طرز کلامی، سحر بیانی ہر طریقے سے مشن اعلیٰ حضرت کوآگے بڑھانے کی سعی پیہم فرماتے۔ میدان تقریر ہو کہ وعظ ونصیحت کی محفل، بزم احباب ہو کہ مجلس اغیار ہر جگہ ذوق وشوق سے پیغام اعلیٰ حضرت پہنچاتے اوران کے گن گاتے۔ مرکز عقیدت بریلی شریف سے اپنے مریدین کا اٹوٹ رشتہ استوار کرتے، بزم رضا کے نام پر جگہ جگہ جوانوں پر مشتمل کمیٹیاں تیار کرتے، عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف حاضری کی دعوت دیتے، دربار اعلیٰ حضرت سے ملا ہوا تحفہ توشہ مبارک کا اہتمام کرواتے، حضرت ہی کی کدوکاوش ہے کہ آج شہر ناسک کے ہر محلّہ ومسجدوں میں محفل توشہ پاک شان وشوکت کے ساتھ رچائی اور بسائی جاتی ہے۔

اخلاق کے اتنے عمدہ کہ ہر ملاقاتی وزائر کی چائے پان سگریٹ سے ضیافت، علما کو کرسیوں اوراونچی جگہوں پر بٹھانا، درمیان وعظ ونصیحت درود پاک کی کثرت، حدیث پاک پر مجلس کا اختتام، دعاؤں میں اپنے جملہ مریدین ومریدات، حاضرین وغائبین سب کو یادرکھنا وغیرہ اوصاف حمیدہ میں تو آپ بالکل منفرد وممتاز تھے۔ **ذلک فضل الله یو تیه من یشاء**

خود راقم الحروف کا معاملہ ہے کہ ۱۰رمئی ۱۹۹۳ء کی تاریخ تھی، میرے کرم فرما ومشفق الحاج حضرت مولانا ریاض حیدر حنفی صاحب قبلہ کے توسط سے بغیر کسی سابقہ تعارف کے راقم الحروف کو حضرت کا والا نامہ باصرہ نواز ہوا کہ تم نانپارہ یا کانپور مجھ سے ملو، کیوں کہ ناسک میں خدمت دین کے لیے تمہیں جانا ہے۔ والد گرامی میرے اس عریضہ پر غور وفکر میں مصروف تھے کہ میرے ساتھ میں گونڈہ ضلع کے ایک ماسٹر تھے، انھوں نے بے جا تبصرہ کی کوشش کی، والد صاحب نے فوراً ان کا ناطقہ بند کردیا اور فرمایا کہ حضرت کو میں جانتا ہوں، بڑے متقی و پرہیز گار ہیں، ہمارے گاؤں کے جلسے میں تشریف لا چکے ہیں، اتنے ہی کلام سے میں حضرت کا غائبانہ شیدا ہوگیا، اجازت ملی، رخت سفر باندھا گیا، سیدنا سالار کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہوئے نانپارہ حاضر ہوا، ملاقات نہ ہونے پر کان پور پہنچا، بعد نماز جمعہ حاضری کا شرف حاصل کیا، یہ میری پہلی ملاقات تھی، غائبانہ شیدا تو تھا ہی جمال روئے جاناں کی دید مزید عمدہ گفتگو اچھے اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ بے ساختہ زبان پر یہ شعر آگیا ؎

تمنا درد دل کی ہے تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزانے سے

حضرت نے زادراہ عطا کیا اور چلتے وقت کے کلمات نصائح آج بھی کانوں میں رس گھول رہے ہیں، حضرت

نے فرمایا، وہ مدرسہ نیا ہے، طلبہ کا فقدان ہے، لوگوں کے استفسار پر یہ مت کہنا کہ میں ملاحسن، صدرا، شمس بازغہ پڑھانے آیا ہوں، قیام وطعام میں کچھ تکلیف ہوگی، تو حرف شکایت زبان پر مت لانا۔ میں ۳۱ رمئی کو آؤں گا، سب انتظام درست ہوجائے گا۔ راقم الحروف نے عرض کیا، حضور بس آپ کی دعا شامل حال رہی تو احساس تکلیف نہ ہوگا۔ ۳۱ رمئی کو تشریف لاتے ہی حسب وعدہ ہر چیز کا انتظام کروایا، کئی جگہوں پر اپنی طرف سے دعوت کروائی، وہ نصیحتیں ہماری ہر مشکل کے لیے سہل، ہر تاریک مقام پر مشعل راہ ثابت ہوئیں، حضرت کی دعا کے طفیل ۱۹۹۸ء میں حرمین شریفین کی زیارت حاصل ہوئی، وہاں پہنچتے ہی خبر جانکاہ ملی، کہ حضرت کا سایہ ہمایوں ہم سب کے سروں سے اٹھ گیا ہے۔ ایصال ثواب کی محفل منعقد ہوئی، اور خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر ایک ختم قرآن پاک کیا تھا، اس کا ایصال ثواب کیا ۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

ہدیہ تہنیت وتبریک پیش ہے شہزادہ مفتی نانپارہ حضرت علامہ مولانا محمد محمود رضا صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین آستانہ رجبیہ ومہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ زیدعلمہ وعمرہ کی بارگاہ عظمت میں جو جواں فکر ہیں، علم وعمل کی دولت کے دھنی ہیں، صاحب فہم وفراست ہیں، جنھوں نے حضرت کی جملہ تصنیفات کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے، خدائے قادر وقیوم حضرت موصوف کو ہر فتن وشرور سے محفوظ ومامون رکھتے ہوئے اشاعتی مراحل کو آسان سے آسان تر بنائے۔

آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم

بلبل ہند : ایک عالم ربانی

از : حضرت مولانا الحاج محمد جعفر صادق اعظمی
استاذ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، ادری، مئو، یوپی

خالق کائنات نے اپنے نور سے اپنے محبوب اعظم سید عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا، زمین و آسمان اور ساری کائنات کی تخلیق فرمائی، اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا۔ سب سے آخر میں ہم سب کے نبی خاتم الانبیا سردار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صورت بشری میں بھیجا۔ ارشاد نبوی ہے:

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

باب نبوت کو آپ پر بند کر دیا گیا، اس کا انکار قرآن و احادیث کا انکار ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کا کام اس امت کے علما کے سپرد فرمایا، ارشاد رسول ہے:

العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علما انبیا کے وارث ہیں۔

یہ علما اللہ عز و جل کو پسند ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

کونوا ربانیین. ربانی بنو۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کونوا علماء فقھاء حکماء ۔ یعنی عالم بنو فقیہ بنو حکمت والے بنو۔

بلبل ہند خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمۃ والرضوان علماے ربانیین میں تھے۔ علمائے ربانیین کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ علما رب کی نزول رحمت کا ذریعہ ہوتے ہیں، اسی لیے زمین و آسمان کی مخلوقات علما کے لیے دعاے مغفرت کرتی ہیں۔ حتی کہ پانی میں زندگی گزارنے والی مچھلیاں بھی علما کے لیے دعاے مغفرت کرتی ہیں۔ عالم دین کا وجود مسعود بارش رحمت کے نزول کا سبب بنتا ہے اور بارش رحمت مچھلیوں کی زندگی کا سبب ہے، اس لیے مچھلیاں اپنے محسن کے لیے دعاے مغفرت کرتی ہیں۔

دین کی خدمات کے تین طریقے بہت معروف و مشہور اور موثر ہیں: تبلیغ، تدریس، تحریر

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کو رب قدیر نے ہر ایک کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے دونوں شہزادے حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری، حضرت مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری

علیہما الرحمۃ والرضوان اور ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین رضوی، بدر الطریقہ حضرت علامہ عبد العزیز محدث بجنوری، حضرت علامہ احسان علی محدث بہاری علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی نابغہ روزگار شخصیتوں سے آپ نے درس لیا۔ سرکار مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری اور حضرت علامہ عبد العزیز محدث بجنوری سے آپ نے خوب خوب فیض اٹھایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کو حد درجہ عقیدت تھی، یہ عقیدت ومحبت دنیا میں بھی آپ کے کام آئی اور ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ کل میدان محشر میں بھی کام آئے گی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری اور سرکار مفتی اعظم بریلی شریف اور آپ کے استاذ کل محدث بجنوری علامہ عبد العزیز علیہم الرحمہ کی نظر عنایت نے آپ کو اہل سنت کا ایک شگفتہ پھول بنا دیا تھا۔ ان بزرگوں کی کچھ ایسی نظر پڑی کہ دنیا کی نعمتوں پر آپ نے آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دی۔ دنیا کی نعمتوں سے آخرت کی نعمتیں کئی وجوہ سے بہتر، اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اول دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں۔ دوم دنیا کی نعمتیں کم ہیں اور آخرت کی نعمتیں بے شمار۔ سوم دنیا کی نعمتوں میں غم والم اور پریشانیاں ہیں اور آخرت کی نعمتیں ان سے پاک ہیں۔ چہارم دنیا کی نعمتیں مشکوک ہیں کہ ہمیشہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ نہ جانے انجام کیا ہوگا اور آخرت کی نعمتوں میں اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

آپ کی علمی وادبی خوبیوں کی بنیاد پر متقی اعظم، نائب غوث اعظم، سرکار مفتی اعظم نے ان کلمات کے ساتھ خدمت دین متین کے لیے مقرر فرمایا ''میں نے شہر ناسک آپ کے سپرد کیا، وہاں کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور اصلاح عمل کی ذمہ داری سنبھالیں۔''

ہمارے اسلاف کرام اپنے خلفا کو جب دین کی خدمت کے لیے مامور فرمایا کرتے تو ایسے ہی جملے ارشاد فرمایا کرتے، ان کی نگاہ ولایت دیکھتی تھی کہ کون مرد خدا اس خطے کے لائق ہے، تاریخ گواہ ہے، آپ نے اپنی پوری صلاحیت بروئے کار لا کر شہر ناسک میں دین وسنیت کی وہ خدمات انجام دیں کہ آپ کی کوششوں سے اہل سنت کا بول بالا ہوا اور بد مذہبیت کا منہ کالا ہوا۔ آپ جب تک ناسک میں قیام فرما تھے، دیوبندیت وہابیت اپنے جراثیم نہ پھیلا سکی۔ راویوں کا بیان ہے کہ آج بھی ضلع ٹیکم گڑھ میں دیوبندیوں کی کوئی مسجد نہیں ہے۔

مدینہ منورہ کی پرنور فضاؤں میں گنبد خضری کے سامنے مسجد نبوی شریف کے حدود میں اور خلیفہ اعلیٰ حضرت مہاجر مدینہ حضرت علامہ الحاج ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ کے کاشانہ پر میلاد شریف میں آپ نے انتہائی وجد کے ساتھ مختلف نعت شریف بالخصوص کلام الامام امام الکلام کو اتنی مترنم آواز میں پیش کیا کہ اہل محفل جھوم اٹھے اور ان پر وجد وکیف طاری ہو گیا۔ حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدینہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا:

یاعندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی.

مدینہ منورہ سے ملا ہوا خطاب سارے خطابات پر بھاری رہا۔عوام وخواص بلبل ہند کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

حق وباطل کی کشمکش ہمیشہ رہی ہے اور صبح قیامت تک رہے گی۔ باطل نے ہمیشہ چولے بدل بدل کرحق کو دبانے کی ناکام کوشش کی ہے،مگر ہر زمانے میں اہل حق نے باطل کوسبق تازہ کیا۔باطل کبھی بھی حق کا سامنا نہ کرسکا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

فرعون کی سرکوبی کے لیے اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کومبعوث فرمایا۔نمرود کی جھوٹی خدائی کوخاک میں ملانے کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم کو پیدا فرمایا۔یزید اوراس کے ناپاک عزائم کو ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کرنے کے لیے سیدنا امام عالی مقام اوررفقائے امام کومنتخب فرمایا۔الغرض آپ تاریخ پرایک سرسری نظر ڈالیں تو آپ کو ہر زمانے میں مجاہدین،مجددین اورعزیمت پرعمل پیرا علماے ربانیین کی جماعت ملے گی،جنھوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے حق کی آواز کو بلند فرمایا۔بلبل ہند کے زمانے میں بھی قسم قسم کے باطل خیالات کی تشہیر کی ناپاک جسارت کی گئی۔ یہاں تک کہ دین کی بنیاد نماز، روزہ، حج پر رکیک حملے کیے جانے لگے،عبدالرزاق نامی بدبخت نے ۱۹۴۵ء اخبار وحدت دہلی میں ایک ناپاک مضمون قلم بند کیا کہ نماز کی کوئی ضرورت نہیں، حج کو بھی ترک کردیا جائے، روزہ رکھنا بے کار ہے،میت کوغسل وکفن کی کوئی ضرورت نہیں،سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیا سے افضل نہیں،نماز جنازہ کی کوئی ضرورت نہیں، نعوذ باللہ من ھؤلاء۔آپ اس کے بیہودہ خیالات کوایک بار پھر پڑھیے کیا اس نے مذہب اسلام کا کھلے بندوں مذاق نہیں اڑایا؟ حضرت بلبل ہند کی دینی حمیت جوش میں آئی،اورآپ نے قرآن واحادیث اورعقلی دلائل سے اس کے باطل خیالات کے تاروپود بکھیر دیے۔

دراصل علماے ربانیین نے ہر زمانہ میں اٹھنے والے باطل خیالات وعقائد کی بیخ کنی کی ہے۔علما ومشائخ کی اہم ترین ذمہ داریوں میں بنیادی واساسی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ دین کا چہرہ جب مسخ کیا جانے لگے،دین کی بنیاد کو ہلانے کی کوشش ہونے لگے، دین ومذہب پر تیشہ چلایا جانے لگے،تو اپنی تقریر وتحریر ودیگر ذرائع ابلاغ سے باطل کی سرکوبی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔بلبل ہند کی انقلابی زندگی میں یہ جوہر بھی صاف نظر آتا ہے۔رب قدیر ان کے درجات کو بلند فرمائے اوران کے مشن کوآگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

بلبل ہند : ایک ہمہ گیر شخصیت

از : مولانا الیاس خاں نوری سالک بارہ بنکوی
صدر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء اتر پردیش
پرنسپل مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ شتر خانہ کانپور

رہبر راہ شریعت، محرم اسرار طریقت، مرشد برحق حضرت مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری قدس سرہ دنیائے سنیت کی اس مقتدر شخصیت کا نام ہے، جس نے اپنی پوری زندگی احقاق حق وابطال باطل میں صرف کردی اور پورے ہندوستان میں مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم لہرادیا اور جملہ بدمذہبوں خصوصاً وہابیوں، دیوبندیوں کی تیز وتند یلغار کے سامنے آہنی دیوار کی طرح حق کی حمایت میں ہمیشہ کمر بستہ رہے۔

اس مرد حق آگاہ کی استقامت کا یہ عالم کہ اس کے پائے استقلال کو دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہ کرسکی، اس کی ثبات قدمی کے سامنے دشمنوں کی عداوت، حاسدوں کی نکتہ چینی، اغیار کے طعنے، اپنوں کی ترچھی نگاہیں، سب بے بس ہوکر رہ گئیں اور وہ دین متین کی راہ میں آڑے آنے والی ہر رکاوٹ کو اپنے قدموں سے روندتے ہوئے آگے ہی بڑھتے رہے، حیرت تو یہ ہے کہ وہ اپنی حیات فانی کے آخری دور میں بھی جب کہ قویٰ مضمحل اور جسم کمزور ہوجاتا ہے اور عام طور پر لوگوں کی ہمتیں پست ہوجاتی ہیں، جبل استقامت کا وہ عظیم پیکر بن کر دم واپسیں تک پوری جرأت وہمت کے ساتھ باطل کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنی قوم کو دین ومذہب کے دشمنوں سے ٹکرانے کا حوصلہ دے گئے۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس سچے شیدائی نے ملک کے طول وعرض میں مسلک اعلیٰ حضرت کی دھوم مچادی اور کتنے منتشر اور بکھرے ہوئے بھولے بھالے مسلمانوں کو مرکز اہل سنت بریلی شریف سے جوڑ کر ایک مرکز پر مرتکز کردیا، آپ کے وعظ کی محفلوں میں اکثر یہ نعرہ گونجتا رہتا تھا، ہمارا مرکز بریلی شریف ہمارا مرکز بریلی شریف۔

آپ نے دین کے دشمنوں اور ایمان کے ڈاکوؤں کی ایسی خبر لی، کہ ان کی بولتی بند کردی اور اپنی آتشیں تحریروں سے خرمن باطل میں آگ لگادی ساتھ ہی معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں اور بے اعتدالیوں پر بھی آپ کی گہری نگاہ تھی اور ہمیشہ اپنے پاکیزہ کردار اور حکیمانہ گفتگو سے ایک صالح معاشرہ کی تعمیر میں کوشاں رہے، آپ کا فتوی مسمی بہ ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' اس بات کی روشن دلیل ہے۔

خالق مطلق جل مجدہ نے آپ کو ایسی پرسوز اور دل کش آواز سے نوازا تھا، کہ جب آپ دونوں عالم کے سرکار ،کونین کے مالک و مختار علیہ الصلوۃ والسلام کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہوتے، تو پوری محفل پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور ایک ایسا سماں بندھ جاتا، جس کا بیان مشکل ہے، فرط مسرت سے سامعین کی روحیں شگفتہ شوق دید میں بے قرار اور دیار محبوب میں آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، اسی رشک عنادل کو ہم بلبل ہند کے پیارے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

نانپارہ کی سرزمین پر مدرسہ عزیز العلوم کا قیام آپ کا وہ عظیم کارنامہ ہے، جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ علم وحکمت کا یہ عظیم الشان اور ناقابل تسخیر قلعہ، جملہ بد مذہبوں خصوصاً وہابیوں، دیوبندیوں کی آنکھوں میں یقیناً کھٹکتا رہتا ہوگا۔ اسے سبوتاژ کرنے کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ لہذا ہم مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ اس کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے کے لیے ہمیشہ اور ہر موقع پر اس کا خیال رکھیں۔ تاکہ دشمنان دین وایمان اپنے خطرناک عزائم میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ کے وصال کے بعد شہزادۂ بلبل ہند محمود ملت حضرت مولانا محمود رضا قادری سجادہ نشیں و مہتمم مدرسہ عزیز العلوم کے کاندھوں پر ذمہ داری کا جو بوجھ آپڑا ہے، اس سے عہدہ برآ ہونا بہت کٹھن ہے۔ مگر مرحبا صد مرحبا آپ کی جرأت وہمت کو کہ تنہا بلبل ہند کے اس فرزند ارجمند نے ساری ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا لیا ہے۔ رب عظیم بطفیل رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم آپ کو ہر قدم پر کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔ آمین

بلبل ہند : علوم اسلامیہ کے بحر بے کراں

از : مولانا محمد مصعب خاں صاحب گونڈوی
پرنسپل جامعہ غازیہ فیض العلوم بہرائچ شریف

امام المناظرین، غیظ المنافقین، قدوۃ السالکین، مفتی شریعت، شیخ طریقت بحرالعلوم، جامع معقولات ومنقولات غزالی دوراں، حضرت العلام مولانا الشاہ مفتی رجب علی صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان عالم اسلام کے ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ وہ علوم اسلامیہ کے بحر بے کراں تھے۔ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے فکر وآگہی پر اللہ ہی اللہ چھایا ہوا تھا۔ موصوف کے پیش نظر شریعت مصطفوی تھی۔ دوست ودشمن جس کسی نے بھی شریعت اسلامیہ کے خلاف قدم اٹھایا، تو آپ نے سخت سے سخت گرفت فرمائی۔ نرمی ومحبت، غلظت وحکمت جس انداز سے بھی بن پڑا اصلاح معاشرہ فرمائی۔

آپ ایک باکمال شاعر بھی تھے۔ کوثر وتسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان کا استعمال اپنے اشعار میں بڑے اچھے اور لطیف انداز میں کیا ہے۔ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ نے تحریر وتقریر، خلوت وجلوت میں اپنے آقا کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ جو کچھ ارشاد فرمایا، کرکے دکھایا۔ یاد الٰہی نے ایسا مخلص بنادیا تھا، کہ ان کے اخلاص کو دیکھ کر انبیا واولیا کا اخلاص یاد آتا تھا۔ پورے ملک میں تقریریں کیں، مگر پیسے نہ لیے۔ تعویذات دیے، مگر خلوص وللّٰہیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

آپ کی عظیم یادگار مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ہے، جسے آپ نے ۱۹۵۸ء میں قائم فرمایا تھا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کا یہ عظیم ادارہ علم وفضل کا ایک عظیم سرچشمہ ہے۔ روپے پیسے کے معاملے میں آپ نہایت محتاط تھے، چاہے وہ پیسہ بطور نذر آتا یا بشکل چندہ آتا، ایک ایک پائی کا حساب رکھتے۔ کوئی از خود نذر دیتا، آپ اس کو قبول فرماتے، کہ سرور کائنات نے نذر قبول کرنے کا حکم فرمایا ہے، مگر جب نذر بطور معاوضہ لوگ آپ کو دیتے، تو آپ اس کو فوراً واپس کردیا کرتے تھے۔ آپ نے سنیت اور دینی امور کے استحکام کے لیے وہ خدمات انجام دی ہیں، کہ انہیں رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ آپ اپنے دور میں شریعت وطریقت کی تبلیغ وترویج کے لیے جس جذبۂ اخلاص وایثار کے ساتھ سرگرم عمل رہے، اس کو تا قیام قیامت فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مرید اپنے پیر کا مظہر ہوتا ہے، آپ یقیناً اپنے پیر کے مظہر اتم ہیں، حضرت علامہ عبدالعزیز بجنوری علیہ الرحمہ کی اپنے چہیتے مرید حضرت العلام مفتی رجب علی صاحب پر خاص نگاہ عنایت تھی، آپ کی عظیم خدمت اور عارفانہ

بصیرت پر بہت فخر کرتے تھے، اس کا سبب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، کہ وہ اپنے اس مرید کی ذات میں پنہاں ان تمام روحانی کمالات ومحاسن سے اچھی طرح واقف اور باخبر ہو چکے تھے، جو ایک بندۂ مومن کو آفاقی اور انسانوں کے ہر طبقہ میں مقبول بنا دیتے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی کا یہ حال تھا، کہ ٹیکم گڑھ کی ایک کانفرنس میں جس میں راقم الحروف بھی موجود تھا، آپ نے اعلان فرمایا: ''اگر میرے فرزند مولانا محمود رضا صاحب مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹے ہوئے نظر آئیں، تو ان کو مدرسہ عزیز العلوم کے اہتمام سے ہٹا دینا۔'' وہ مسلک اہل سنت کے لیے ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ مذہب کی محبت سیکھنی ہو، اسرار دین سمجھنا ہو، تو مفتی رجب علی صاحب سے سمجھیں۔ آپ ایک لمحہ کے لیے بھی دین سے غافل نہیں تھے۔ وہ بیدار مغز تھے اور ایسے بیدار مغز تھے، کہ خوابیدہ قوم کو بیدار مغز بنا دیا۔ حضرت العلام بلبل ہند مفتی رجب علی صاحب تہذیب وتمدن کی ہر ادا میں امام احمد رضا کی نسبت وعقیدت تلاش کرتے تھے۔

خدا عزوجل آپ کی قبر انور پر انوار ورحمت کی بارش فرمائے۔ آمین **بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**

بلبل ہند : ایک ہمہ جہت شخصیت

از : خلیفۂ بلبل ہند مفتی شمیم عالم حبیبی
پرنسپل جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے، کہ جس سے نہ تو کسی کو اختلاف وانکار ہے اور نہ ہی اس سے کسی کو مفر، جو بھی اس عالم ہست وبود میں آیا یا آئے گا، وہ گیا یا جائے گا۔

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزاروں اٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے مجلس میں

مگر ان جانے والوں میں سب یکساں نہیں، تاریخ ماضی کے اوراق جس کے شاہد عدل ہیں۔ موت کی منزل سے گزرنے والوں میں کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں، کہ ان کے مرنے کے بعد دہر سے ان کا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، کہ وہ تو مٹ جاتے ہیں، مگر جادۂ حق کی مخالفت کی وجہ سے رہتی دنیا تک لعنت وملامت کے ساتھ ان کو یاد کیا جاتا رہے گا اور انھیں جانے والوں میں ایک گروہ اللہ والوں کا ہے، مفتیوں کا ہے، علماے ربانیین کا ہے، کہ جن کی پوری زندگی دین کے لیے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے وقف ہوتی ہے۔ ان کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، نشست وبرخاست، سفر وحضر اللہ ورسول کے لیے، ان کی شریعت ودین کے لیے ہوتا ہے، یوں کہیے کہ ان کا ہر ارادہ ومرضی اللہ ورسول کی مرضی کے تابع ہوا کرتی ہے، وہ وہی کرتے، وہی کہتے ہیں، جو اللہ ورسول کی مرضی ہوتی ہے، ان نفوس قدسیہ کا وصال موت العالم موت العالم کا مصداق ہوتا ہے۔ یہ اللہ والے دنیوی حیات میں ایسے کارنامے اور انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں، کہ اگر چہ وہ دنیا کی ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو جاتے ہیں، مگر ان کا مشن ان کا ذکر ان کی یادوں کی انجمنیں دوام کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ان کا آستانہ رشد وہدایت کا مرکز، فیوض وبرکات کا منبع ہوتا ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

شمالی ہند ضلع بہرائچ شریف کی تحصیل نانپارہ میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ابر کرم سے ایک تارہ نمودار ہوا، پھر مرکز

اہل سنت آستانۂ سرکار اعلیٰ حضرت وقطب الوقت شہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہری وباطنی اکتساب فیض کر کے آسمان شریعت وطریقت کا ابر رحمت بن کر پورے ملک پر برستا رہا اور لاکھوں بندگان خدا کو سیراب کرتا رہا، جس ذات گرامی کو لوگ بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ ومولانا الحاج الشاہ محمد رجب علی علیہ الرحمۃ والرضوان سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ آپ کی عبقری شخصیت کو کون نہیں جانتا، آپ کی ذات احقاق حق وابطال باطل میں ممتاز تھی۔ آپ اغنیاے دنیادار کو کبھی بھی خاطر میں نہ لاتے۔

کسی بھی قوم کی اصلاح وتعمیر کے لیے تبلیغ وخطابت کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، ایک خطیب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس عنوان کو موضوع سخن بنائے، دلائل وبراہین کے ساتھ اس طرح موثر انداز میں اس پر سیر حاصل گفتگو کرے، کہ سامعین کا اشتیاق بھی باقی رہے اور شکوک وشبہات کے ہر گوشے ذہن وفکر سے معدوم ہوتے ہوئے نظر آئیں۔ جب ہم اس تناظر میں حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو دیکھتے ہیں، تو اس وصف میں بھی وہ امتیازی خصوصیت کے حامل نظر آتے ہیں۔ آپ کے دل میں قوم وملت کی تعمیر کا درد تھا۔ آپ عشق رسالت کے پیکر تھے اور مسلک اعلیٰ حضرت سے ایسی وارفتگی تھی، کہ جس پر تن من دھن سب کچھ نثار کر دینے کا جذبہ ہمہ وقت پایا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی، کہ اپنی ہمہ جہت شخصیت کے باوجود قوم وملت کی تعمیر اور ان کو اعداے دین کی گمراہی وضلالت کے فتنوں سے بچانے کے لیے اپنی زندگی کا اکثر حصہ تبلیغ وتقریر کے لیے وقف فرما دیا تھا اور اپنی شعلہ بار خطابت سے خرمن اعداے دین کو جلا کر خاک فرما دیتے تھے اور مومنوں کے قلوب واذہان کو ایمانی وحقانی بیان سے منور ومجلّٰی فرما دیتے تھے۔ آپ کی خطابت میں فن تقریر کے جملہ اوصاف پائے جاتے تھے، جب تک آپ کی تقریر کی گھن گھرج جاری رہتی، پورا مجمع عشق رسالت میں سرشار داد وتحسین اور نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے گونجتا رہتا۔

کلام میں شیرینی یہ محض عطائے ربانی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو اس عظیم نعمت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، آپ اپنے عصر کے عظیم شاعر بھی تھے، مگر مجدد اعظم امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت وقطب زماں شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات ان کے مسلک ومشن اور ان کے کلام کے ایسے عاشق صادق تھے، کہ اپنا نعت ومنقبت کا دیوان ہوتے ہوئے، اس والہانہ انداز میں عشق رسالت میں سرشار ہو کر سرکار اعلیٰ حضرت وسرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کلام پڑھتے کہ مجمع پر وجد طاری ہو جاتا، پورے مجمع کی یہی خواہش ہوتی، کہ حضرت پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ ایک تو اعلیٰ حضرت کا کلام بلاغت نظام پھر حضرت مفتی نانپارہ کی عشق وسرمستی میں سرشار نغمہ سرائی دونوں خصوصیات کے سنگم سے ایک ایسا ایمانی کیف پیدا ہوتا کہ جس کی لذت سے ہر سامع شادکام ہوتا۔ حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ کلام

پڑھنے کا ملکہ حاصل تھا۔

مذہب ومسلک کی اشاعت اور عوام الناس کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے اور باطل قوتوں کی شر انگیزیوں سے نبرد آزما ہوکر احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ انجام دینے والوں کی صالح جماعت تیار کرنے کے لیے حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جگہ جگہ سیکڑوں مدارس ومکاتب کے سرپرست وبانی رہے۔ اپنے وطن مالوف ناناپارہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ عزیز العلوم کے نام سے قائم فرمایا، جس کو اپنی حیات ظاہری میں ہی تعمیر وتعلیم کے جملہ مراحل میں بام عروج تک پہنچا دیا تھا، کہ جس کی شہرت پورے ہندوستان میں ہے، مدرسہ عزیز العلوم سے اکتساب علم وفیض کر کے ہزاروں کی تعداد میں علما، قرا، حفاظ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں قوم وملت اور دین حنیف مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

دنیا میں بہت سے اشخاص ایسے ہوتے ہیں، جن کی شہرت خاندان کی بنیاد یا وطن کی بنیاد پر ہوتی ہے، لیکن جب ہم اس جانب نظر ڈالتے ہیں، تو حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ نہ تو خاندان سے معروف ہوئے، نہ وطن سے ان کی شہرت ہوئی، بلکہ خداداد صلاحیتوں، بزرگوں کی نظر کرم، سلطان الشہدا فی الہند حضور سیدی سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جملہ بزرگان دین سے والہانہ عقیدتوں کی بنیاد پر ان کی نظر کرم وعنایتوں سے برصغیر ہند وپاک میں چھائے اور چھاتے چلے گئے، بڑھے اور بڑھتے چلے گئے، پھیلے اور پھیلتے چلے گئے۔ وہ خاندان سے نہیں، خاندان ان سے پہچانا گیا، وہ وطن سے نہیں، وطن ان سے پہچانا گیا۔

بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، مہمانوں کی مہمان نوازی، علما وطلبہ سے محبت یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا، یہی وہ خصوصیات ہیں، جس کی وجہ سے حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ ہر طبقہ میں مقبول تھے۔ بزرگوں سے وارفتگی کی حد تک عقیدت تھی، آپ جس علاقے میں جاتے، اس علاقے کے بزرگوں کے آستانوں پر ضرور حاضری دیتے اور جہاں کہیں بھی سفر کا ارادہ فرماتے، تو حضور سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانۂ کرم پر حاضری وآستانہ بوسی سے سفر کا آغاز فرماتے اور سفر سے واپسی میں بھی آپ کا یہی معمول ہوتا۔ آپ اکثر وبیشتر جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم بھی تشریف لاتے اور خوب خوب نوازتے، دعائیں دیتے۔ ایک مرتبہ فقیر ایک استفتا کے جواب میں الجھا ہوا تھا، اتفاقاً حضرت تشریف لائے، فقیر نے حضرت کی بارگاہ میں استفسار کیا، سوال بڑا مشکل تھا، مگر حضرت کے استحضار پر بڑی حیرت ہوئی، حضرت نے فرمایا، کہ تفسیرات احمدیہ میں آپ کو اس کا جواب مل جائے گا اور واقعی تفسیرات احمدیہ میں حضرت کی رہنمائی پر تسلی بخش جواب مل گیا، بے پناہ مسرت ہوئی، حضرت نے دو دو مرتبہ جملہ اوراد ووظائف اور خلافت واجازت سے تحریراً فقیر کو نوازا ہے، وہ تحریر آج بھی فقیر کے پاس بطور تبرک محفوظ ہے۔ یہ حضرت کی ذرہ نوازی تھی، آپ تقوی وطہارت کے پیکر تھے، جلوت وخلوت، سفر وحضر کسی بھی حال میں شرع وسنت کے خلاف کوئی

بھی عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ بلاشبہ آپ عالم ربانی تھے، آپ کی زندگی سلف صالحین کی یادگار تھی۔ آپ کا کلام پرتاثیر ہوتا، جس کسی کو کسی امر کا حکم دیتے تو اس کے امتثال میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کرتا، لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مرید وعقیدت مند ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے بے باک ترجمان تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی امت کی رشد وہدایت اوران کو گمراہی وضلالت اور بدمذہبوں کے فتنوں سے بچانا ان کی زندگی کا اہم فریضہ تھا اوراسی محور پر آپ کی پاکیزہ زندگی گردش کرتی رہی۔ مولائے کریم اپنے حبیب، امت کے طبیب رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلۂ کرم سے آپ کے درجات اخروی کو بلند فرمائے اور جملہ عقیدت مندوں کوان کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔

حضور مفتیٔ اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ کے شہزادے ان کے جانشین حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمود رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہیں اور ہر کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی سعی پیہم کررہے ہیں، بیک وقت متعدد ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے کاندھوں پر ہے، لہٰذا حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ کے عقیدت مندوں سے التماس ہے کہ حضرت کے جانشین علامہ موصوف کے بازووں کو ہر طرح کے تعاون سے مضبوط کریں، تاکہ حضور مفتیٔ اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ کا مشن مکمل کامیابی کے ساتھ اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں رہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حضور بلبل ہند ایک ہمہ جہت شخصیت

از : حضرت مولانا معین الدین قادری رجبی جامعی
بانی و مہتمم دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ سالار گنج بہرائچ شریف

ہندوستان کی سرزمین پر جن نفوس قدسیہ نے اپنے علمی فیضان سے خلق خدا کو مالا مال کیا، احیائے سنت اور دعوت حق کا فریضہ انجام دیا، حق بیانی اور حق پرستی کو شعار زندگی بنایا، جن کے دبستان حیات کا ایک ایک لمحہ اصلاح فکر واعتقاد، اقوام وملل کی صلاح وفلاح میں بسر ہوا، انھیں میں سے ایک ہمہ جہت شخصیت حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تھی۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۸ / رجب المرجب ۱۳۴۴ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف محلّہ گھوسی ٹولہ میں ہوئی، آپ کی ذات ہمہ جہت فضائل وکمالات کی جامع تھی، میدان عمل میں ان کا خلوص وللّٰہیت اور جذبہ بے کراں ہر خاص وعام کے لیے قابل تقلید اور نمونہ عمل ہے۔ اگر ان کی تعلیم وتدریس کا اچھوتا انداز اور تحریر وتصنیف کا نرالا اسلوب لائق تقلید ہے تو ان کا خطیبانہ جاہ وجلال اور مناظرانہ فضل وکمال قابل رشک ہے۔ اصاغر پہ شفقت وعنایت اور اکابر کی تعظیم وتکریم ان کا مشہور وصف ہے، تو ان کی تقوی وطہارت مریدین و متعلقین کے لیے نمونہ عمل ہے۔ لوگوں سے ہمدردی وغم گساری، کام کرنے والوں کی مناسب رہنمائی وحوصلہ افزائی، تواضع وانکسار اور خدمت خلق سے متعلق حقائق وواقعات کا ایک تسلسل ہے۔

آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی، ہر عالم وعامی آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، تمام سہولتیں ہوتے ہوئے بھی انکسار نفس آپ کا وطیرہ تھا، بے جا خشونت وسختی رعب وداب سے کوسوں دور تھے۔

اللہ نے بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ تحریر وقلم کی خوبی بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں، آپ نے تصنیف وتالیف کے لیے جب بھی قلم اٹھایا، تو علم وادب کے اعلیٰ معیار کے مطابق لکھا اور صفحات وقرطاس پر حسب موقع علم وفضل، فصاحت وبلاغت کے لعل وگہر لٹائے۔ معمولات اہل سنت کے احقاق واثبات اور ادیان باطلہ کے رد وابطال میں آپ کا قلم خوب چلا، آپ کی تحریر میں تحقیق واستدلال کا جوہر دیکھ کر عقل محو حیرت ہو جاتی ہے، مختلف زبانوں، مثلاً اردو، ہندی، فارسی اور عربی ہر ایک میں آپ کا زور قلم چلتا تھا، آپ کی قلمی صلاحیتوں کا اندازہ آپ کے قلمی شاہکار سے کیا جا سکتا ہے۔ چند درج ذیل ہیں:

(۱) کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات

(۲) قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعہ
(۳) رضوان قدیر مناقب حضرت مسعود غازی
(۴) انوار القدس
(۵) حیات مسلم
(۶) ریاض عقیدت
(۷) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب
(۸) فتاوی رجبیہ
(۹) دیوان رجب علی، عربی وفارسی
(۱۰) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ

ان کی خصوصیت تحریر ایجاز واقتصار ہے، جو غیر ضروری باتوں سے پاک ہوتی تھی۔

اللہ رب العزت نے آپ کو وعظ وخطابت کے جوہر سے بھی نوازا تھا، آپ کا خطاب ایسا موثر ہوتا تھا، کہ سننے والوں کے دلوں کی دنیا بدل جاتی اور ان کے ذہن ودماغ میں رونما ہونے والے شکوک وشبہات یکسر ختم ہو جاتے۔ ان کے تمام مواعظ حسنہ میں علم وحکمت کے موتی پروئے ہوئے تھے اور نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی، علم وحکمت کا یہ آفتاب جس کی ضیا باریوں سے اقطار ہند وبیرون ہند منور ہوتے اور اس کی شعاعین پوری دنیا میں بکھری ہوئی ہیں۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کو خدا نے جن لازوال علمی وفقہی کمالات، باطنی ونظری خصوصیات اور علمی وادبی خصائص سے نواز رکھا تھا، ان میں ایک صفت خاص آپ کی منفرد نعت گوئی تھی، آپ کی نعتیہ شاعری کا سورج آج بھی روشن ہے، آپ کی نعتیہ شاعری عشق رسول کی سرمستی اور عقیدت ومحبت کی ایک حسین داستان ہے، ایسی داستان جس کا ایک ایک نقطہ ذوق وشوق کی کیفیات سے بہرہ ور کراتا ہے۔

آپ نے فن شاعری کو نئی جہت بخشی ہے آپ کی نعتیہ شاعری میں فنی محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں، استعارہ، تمثیل، کنایہ، تشبیہ، صنعت رعایت اشتقاق اور وزن ووسجع کی پاسداری فن شاعری پر دسترس کی منہ بولتی تصویر ہے، جن میں فکر کی بالیدگی اور تخیل کی پاکیزگی فن شاعری کو جلا بخشتی ہے۔ آپ کا مخصوص طرز وانداز کیف وسرور کی سرمستی کا ایسا آئینہ دار ہے کہ مجمع عام ایک تصوراتی کیفیت سے دوچار ہو جاتا تھا۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کے گھر ایک محفل منعقد تھی، جس میں آپ کی شرکت کے ساتھ کچھ عرب کے حضرات بھی شریک تھے، حضرت مہاجر مدنی کی موجودگی میں ان حضرات نے آپ کو بلبل ہند کے خطاب سے نوازا۔

حمد، مناجات، نعت ومنقبت، سلام ہر صنف سخن میں آپ کے کلام موجود ہیں، متعدد ناموں سے مجموعہائے کلام منظر عام پر آچکے ہیں، انھیں میں ایک ریاض عقیدت بھی ہے، یہ کتاب نعت ومنقبت کا عظیم گلدستہ ہے، جس کے ہر ہر شعر سے عشق ومحبت، عقیدت وارادت، عشق رسالت، یاد مدینہ، آقا کی بے مثلیت اور وسعت علم کے دھارے پھوٹتے ہیں، آپ کی شخصیت جملہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ استقامت وعزیمت فی الدین کا مظہر بھی تھی، سفر وحضر میں نمازوں کی پابندی کا نظارہ دعوت فکر دیتا تھا۔ اللہ نے آپ کو دست غیب کے ساتھ کشف وکرامات کی دولت لازوال سے بھی نوازا تھا، جو کہ ولایت کا حسن ہے۔

آپ کی متعدد کرامتیں بیان کی جاتی ہیں، مختصراً ایک کرامت کا تذکرہ قارئین کی نذر ہے، جس کا شاہد میں خود ہوں۔ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ وعظ ونصیحت کے لیے مدرسہ غوثیہ مہین پوروہ کے سالانہ جلسے میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی شریک سعادت تھا، حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا، مولانا ابوالحسن! آج بارش ہوگی، انھوں نے عرض کیا، حضور! آسمان بے ابر وغبار، موسم صاف اور فضا خوشگوار ہے، بارش کا تصور نہیں کیا جاسکتا، مگر آپ نے پرزور لہجہ میں فرمایا، کہ مولانا! بارش ہوگی، چناں چہ رات تقریباً ۱۰، ۱۱ر بجے اچانک موسم نے رنگ بدلا اور موسلا دھار بارش ہوئی، لوگ پریشان ہونے لگے، پھر آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی، بارش ختم ہوگئی اور موسم پہلے سے بھی سہانا ہوگیا۔ مگر باوجود اس کے صبر واستقامت کا عنصر آپ کے اندر غالب تھا، جو کہ مرد قلندر کی شان ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث بجنوری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعدہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے طالب ہوئے، آپ کو دونوں بزرگوں کا خوب فیض ملا، دونوں کی توجہات وعنایات سے آپ کی ذات جلوۂ صدر رنگ شخصیت بنی۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے گم گشتگان راہ کی ہدایت ورہنمائی کو اپنا شیوۂ حیات بنایا، زندگی بھر مریدین وطالبین کو تقریر وتحریر اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ ارشاد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

بالآخر ۳ر ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ ۱۱ر بج کر ۵۵ر منٹ پر علم وعمل، فضل وکمال اور زہد وورع کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی عظیم علمی یادگار مدرسہ عزیز العلوم کے پاس جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا، آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے۔

بلبل ہند : علم وعمل کا کوہ ہمالہ

از : حضرت مفتی قمر الدین احمد رضوی
استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

از آدم (علیہ السلام) تا ایں دم اس عالم رنگ و بو و کائنات ہست و وجود میں بے شمار افراد منصۂ وجود وشہود پر رونما ہوئے اور اپنی حیات مستعار کے شب وروز گزار کر بالآخر آغوش خاک میں آسودہ خاک ہو گئے، لیکن اسی خاکدان گیتی پر کچھ ایسے نادر ونایاب، نابغہ روزگار، مظہر قدرت پروردگار نفوس قدسیہ کی بھی جلوہ گری ہوئی، جن کے وجود مسعود سے کائنات عالم کا چپہ چپہ روشن وتاباں ہو گیا اور ان کے علم وحکمت، رشد وہدایت، حق وصداقت کی عطر بیزیوں اور بھینی خوشبوؤں سے ایک جہان کا مشام جان معطر ومشکبار ہو گیا۔ ان بلند قامت، عالی ہمت علوم ومعارف کے جبال استقامت مردان حق آشنا نے سیکڑوں گم گشتہ راہوں کے خالی ہاتھوں میں جام بادہ توحید ورسالت تھما کر انھیں سرمست ومتوالا بنا دیا۔ ہزاروں زنگ آلود قلوب کو کوثر وتسنیم سے غسل وطہارت دے کر ان میں شمع ایمان وعمل فروزاں کر دی، ان کے گراں قدر وجود عزیز سے بظاہر دنیا محروم تو ضرور ہوئی، لیکن آج بھی متلاشیان راہ حق کے لیے ان کا نقش پا چراغ بنا ہوا ہے، جس کی ضیا باری سے گم گشتگان راہ رہتی دنیا تک مستفیض ومستنیر ہوتے رہیں گے۔

انھیں نادر المثال، بلند اقبال اور عظیم المرتبت ہستیوں میں سے ایک نہایت ہی مقدس و پاکیزہ، اچھوتی ونرالی ذات ستودہ صفات امام الواعظین، فخر المحدثین، عاشق مفتی اعظم ہند، فدائے اعلیٰ حضرت وخانوادہ اعلیٰ حضرت ،بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے، علم وعمل، تقوی وطہارت کے اس پیکر پاکیزہ کی خوبیاں، امتیازات وکمالات، اپنے دامن عفت میں بحر ناپیدا کنار کی وسیع وسعتیں رکھتی ہیں۔ اسی ہشت پہلو ذات بابرکات کے تعلق سے اپنی بساط کے اعتبار سے کچھ بیان کرنے اور جامہ تحریر سے مزین کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حالات

آپ کا اسم گرامی محمد رجب علی قادری ہے، جب کہ تخلص رجبؔ ہے، لیکن عوام وخواص کے مابین بلبل ہند اور مفتی اعظم نانپارہ سے مشہور ومعروف ہیں۔

آپ کا خاندان غریب ضرور تھا، مگر غریب پروری میں بھی مشہور تھا، آپ کے والد ماجد عالی جناب نبی بخش

صاحب مرحوم نہایت شریف النفس ،متقی وپرہیزگار، صوم وصلوۃ کے پابند تھے، قلعی کے پیشہ سے منسلک تھے۔ مزدوری کے اعتبار سے آمدنی قلیل تھی ، لیکن وسیع الظرفی ،مہمان نوازی، خاطرومدارات، دل جوئی وصلہ رحمی ان کی زندگی کا اہم حصہ تھا۔

از ابتدا تا تکمیل ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم ناںپارہ ہی کے ایک مکتب میں حاصل کی ، پھرآپ نے وہیں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا اور درجہ چہارم تک تعلیم کے بعد والد ماجد نے اردو مڈل اسکول میں داخل فرمادیا۔آپ نے وہاں تین سال تک تعلیم حاصل کی اور اردو و دینیات کے علاوہ ہندی وانگلش کی خاصی معلومات حاصل کرلی۔

پھرآپ نے اپنی رغبت ومیلان کی بنا پر حافظ محمد عابد صاحب چشتی مرحوم کے پاس حفظ قرآن کا آغاز کیا اورقوت حافظہ و پختہ ذکاوت وفطانت وطبعی رجحان کی بنا پر قلیل عرصے میں ہی تقریبا چودہ پارے حفظ کرلیے۔

لیکن بعض مخلصین ومحبین کے مشورے کی وجہ سے آپ کے والد ماجد قبلہ نے عربی وفارسی کی تعلیم شروع کرادی ،جس کی وجہ سے حفظ قرآن کی تکمیل تو نہ ہوسکی ،لیکن دینیات کی تعلیم کا سلسلۃ الذہب رواں دواں رہا۔

آپ نے دینیات کی ابتدائی کتب کے ساتھ ہدایہ وسراجی وغیرہ تک کی کتابیں حضرت مفتی عبدالحمید صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھیں، پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر مدرسہ اعلیٰ حضرت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کا رخ کیا اور وہاں کے موقر ومستند علما ومشائخ سے اکتساب فیض کرتے رہے، چناں چہ منتہی کتب درسیہ کی تعلیم کے ساتھ ان میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ نیز نورعلی نور یہ کہ مظہر اعلیٰ حضرت حضور سیدی سرکار حجۃ الاسلام الشاہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ وشبیہ غوث اعظم حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے عہد زریں سے خوب برکتیں رحمتیں حاصل کرتے رہے۔

آپ کو اپنے دیگر اساتذہ کرام کے بالرغم خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز بجنوری علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے زیادہ قربت حاصل رہی اور حضرت موصوف کا ابر شفقت ورحمت بھی آپ پر ساون بھادوں کی طرح برستا رہا۔

اس طرح ۱۹۴۶ء میں منظر اسلام بریلی شریف سے آپ کو جبہ ودستار فضیلت سے نوازا گیا، جماعت اہل سنت کے چیدہ مشائخ کرام کی موجودگی میں شبیہ غوث اعظم سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دست بابرکات سے آپ کے سر پر تاج فضیلت سجایا گیا اور سند وخلعت سے شرف یاب ہوئے۔

خدمات

بریلی شریف سے فراغت کے بعد اپنے ہی وطن ناںپارہ کی انجمن حنفیہ میں ملازمت اختیار کرلی، کچھ دنوں درس

وتدریس کے بعد عروس البلاد ممبئی میں امامت وخطابت کا فریضہ نہایت عمدگی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ پھر حضور مفتی اعظم ہند نے تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ سے وابستگی فرمادی اور آپ کے ایما کے مطابق اس تنظیم کی خدمت میں منہمک رہے۔ بعد ازاں ضلع پیلی بھیت شریف کے قصبہ بیسل پور میں درس وتدریس، امامت وخطابت کے عمل میں مصروف کار ہوئے، اسی اثنا میں آپ کی طبیعت سخت علیل ہوئی، اور نوبت بایں جا رسید کہ والد ماجد قبلہ آپ کو گھر واپس لانے کے لیے آپ تک پہنچ گئے، مگر علالت ونقاہت کی شدت کی وجہ سے بریلی شریف کے ایک ہاسپٹل میں بغرض علاج داخل کرنا پڑا، ماہر اطبا علاج کرتے رہے، لیکن ایک روز شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہاسپٹل تشریف لائے، دعا فرمائی اور آپ کے اوپر دم فرمایا، شفایاب ہوگئے اور نانپارہ چلے آئے، کچھ دنوں بعد علالت دوبارہ لوٹ آئی اور کان پور سے علاج ہونے لگا، اسی دوران آپ نے بانس منڈی میں یہ دعا فرمائی کہ: مولیٰ مجھے شفا عطا فرمادے میں تیرے کرم سے بطفیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نانپارہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کروں گا آپ کی یہ مخلصانہ دعا مقبول ہوئی اور شفایاب ہوگئے۔

مدرسہ عزیز العلوم کا قیام

چناں چہ دین متین کے تحفظ اور مذہب مہذب مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے قصبہ نانپارہ میں ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء کو ایک دینی قلعہ قائم فرمایا اور اسے اپنے پیر ومرشد خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز بجنوری علیہ الرحمہ کے مبارک نام سے منسوب فرما کر مدرسہ عزیز العلوم سے موسوم فرمایا۔ اب ہر چہار جانب دشمنان مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایوان مکر وفریب میں کہرام مچ گیا اور وہ آپ کے خلاف ہر طرح کی ریشہ دوانیوں میں جٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے قتل کا ناپاک وناکام منصوبہ بھی تیار ہوگیا۔ لیکن جسے خدا رکھے اسے کوئی کون چکھے۔ اللہ ورسول وبزرگان دین کی نصرت غیبی نے نبوی کچھار کے شیر ببر کو فتح مبین ونصرت کامل عطا فرمائی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا یہ بے باک ناشر ونقیب عروج وارتقا کے منازل نہایت سرعت کے ساتھ طے کرتا رہا اور آپ کا قائم فرمودہ مدرسہ بھی پروان چڑھتا رہا اور دین کے دشمن تار تار و پاش پاش ہوکر رہ گئے۔ **فللّٰہ الحمد**

بفضلہٖ تعالیٰ آج مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بڑی سرعت کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور کامیابی وکامرانی کی طرف رواں دواں ہے۔ نیز آپ کا ساختہ پرداختہ شجر باثمر ایک عالم پر علم وہنر کے گلہائے گراں قدر نچھاور کر رہا ہے اور آپ کی منشا کے مطابق خلق کثیر کے ایمان وعقیدے کا ضامن بن کر ان کے اذہان وقلوب پر خوش عقیدگی کی گل افشانی کر رہا ہے اور مسلمانان اہل سنت کے مشام جان کو بریلوی رضوی عطر بیزیوں سے مشک بار ومعطر کر رہا ہے، نیز فرقہائے باطلہ کے فریبی خرمن پر حق وصداقت کی بجلی بن کر گرتا اور انھیں رماد وخاکستر کر رہا ہے۔

ایسا کیوں نہ ہو کہ اس حسین پودے کی گل کاری وہ حضرات فرما رہے ہیں، جن کی رگوں میں آپ ہی کا

صاف شفاف ایمان وعقیدے سے لبریز پروقار خون گردش کررہا ہے، جن کے پہلوؤں میں آپ ہی سے ورثے میں حاصل شدہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار قلب وجگر موجود ہیں جن کی آنکھیں محبوبان خدا کی الفت ومحبت بالخصوص سرکار اعلیٰ حضرت کی عزت وعظمت کا عظیم نمونہ پیش کرتی ہیں، جن کی زبانیں احقاق حق وابطال باطل کے لیے شمشیر زن رہتی ہیں، جن کے اعضا ہمہ وقت مذہب مہذب مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت اور اس کے مخالفین ومعاندین کو چارخانے چت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اللہ ورسول سے سچی الفت ومحبت مذہب ومسلک کی پرخلوص خدمت بزرگان دین سے پختہ عقیدت جن کی گھٹیوں میں پلادی گئی ہے۔

الحمدللہ میری اپنی معلومات کے مطابق اب یہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ اپنے ماضی کی حسین تاریخ دہرانے میں حددرجہ کامیاب وکامران ہو چکا ہے اور پورے ضلع بہرائچ شریف میں مصروف کار اہل سنت وجماعت کے تمام مدارس ومکاتب میں ایک اہم مقام ومرتبہ کا حامل ہے اوران کے مابین اسے قدر ومنزلت، اعتبار واعتماد کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

بذات خویش فقیر راقم السطور یہاں کی تعلیم وتربیت، نظم ونسق، انتظام وانصرام اوراساتذہ کرام سے بے حد مانوس ومتاثر ہے اوراپنی خاص مجلسوں ونشستوں میں فرحت وانبساط کے ساتھ اس حقیقت کا برملا اعتراف واظہار بھی کرتا ہے۔

میں بصد خلوص دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، نبیرہ بلبل ہند حضرت مولانا حافظ وقاری محمد حسین رضا صاحب قبلہ قادری مہتمم مدرسہ کو جنھوں نے والد گرامی کی عدیم الفرصتی کے باعث اپنے دادا جان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی نوخیزی ہی میں ایک عظیم بارگراں اپنے کتف ناتواں پر اٹھالیا اور مدرسے کی تعمیر وترقی کے لیے ہمہ تن مصروف ومشغول ہوگئے، داداحضور کی روحانی طاقت وقوت اور فیض وبرکت کے طفیل ان کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ آئی اور یہ ننھے قدم پیچھے ہٹنے کے بجائے خوب تر آگے بڑھتے رہے۔ اوراب تو الحمدللہ بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ آپ کے اندر خوب پختگی آچکی ہے اور عمدہ تجربات حاصل ہو چکے ہیں اور آپ کے زیر اہتمام وانصرام مدرسہ اپنے بہتر کارناموں کی بناپر تمام نگاہوں کا مرکز بنا ہوا ہے، جواں سال قیادت وجواں سال علما وفضلا کے حسین سنگم سے نہایت خوشگوار ماحول میں مدرسہ پروان چڑھتا جارہا ہے، باصلاحیت وباشعور اساتذہ کا انتخاب، جدید تعمیرات کا حیرت انگیز اضافہ، شعبہ جات کی توسیع، مقتضائے حال کے مطابق حسن انتظام، تعداد طلبہ میں کثیر وخطیر اضافہ، تعلیمی نکھار، نہایت منظّم تعلیم وتعلم کے ساتھ وعظ ونصیحت، اصلاح وتبلیغ، تصنیف وتالیف، نشر واشاعت کا باضابطہ اہتمام آپ کے دور انتظام کے ایسے قابل قدر کارنامے ہیں، جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ کو تاج العلما خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہ الرحمۃ والرضوان سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف سے شرف ارادت وبیعت حاصل تھا۔ حضرت محدث صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کے بعد ایک عرصہ دراز کے خلا کے ساتھ تاج المحققین سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طالب فیض وبرکت ہوئے، نیز بخاری شریف کی چند احادیث مبارکہ کی تعلیم بھی حضرت والا درجت سے حاصل کی اور اللہ ورسول کے فضل وکرم سے ان دونوں عظیم المرتبت بزرگوں نے آپ کو اجازت وخلافت کا حسین گلدستہ بھی عطا فرمایا اور انھیں کی پر خلوص وابستگی نے آپ کی ذات میں چار چاند لگا دیے اور ان کے فیضان کرم کی موسلا دھار برسات آپ کو باغ باغ کرتی رہی۔

بلبل ہند کا خطاب

آپ کو اللہ رب العزت نے جب پہلی مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمایا اور آپ فریضہ حج ادا کرنے حرمین طیبین پہنچے، تو اسی سفر مبارک میں قطب مدینہ شریف حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ اقدس پر حاضری ہوئی، حضرت قبلہ نے فرمایا، مولوی رجب علی صاحب! اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی کلام سنائیں، چناں چہ آپ نے تعمیل حکم میں سرکار اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ مشہور ومعروف نعت پاک ''لم یات نظیرک فی نظر'' اپنے مخصوص لب ولہجہ میں گنگنانا شروع کر دیا، آپ پڑھتے جا رہے ہیں اور سامعین کے اذہان وقلوب پر کیف وسرور چڑھتا جا رہا ہے اور عشق ومستی میں جھومتے جا رہے ہیں، جب یہ پر کیف سماں رکا اور آپ اشعار گنگنا چکے تو حضرت قطب مدینہ قبلہ نے فرحت وسرور میں آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: یا عندلیب الهند تغني بالوادي في مدح النبي الهادي اے بلبل ہند! تو اس پر نور وادی میں ہدایت عطا کرنے والے نبی کی مدح سرائی میں گنگناتا جا رہا ہے۔ گویا بلبل ہند کا معنی خیز لقب قطب مدینہ قبلہ نے مدینۃ الرسول میں نبی پاک کی مدح سرائی کے عوض عطا فرمایا، اسی وقت سے آپ کو آپ کے نام سے کم اس مبارک لقب سے زیادہ یاد کیا جانے لگا اور یہ گراں قدر لقب اس قدر مشہور ومعروف ہوا کہ آج ہر خرد وکلاں کی زبان پر جاری وساری ہے۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریبا پچیس ہے، جن میں کچھ تو زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور بعض ان شاء المولیٰ تعالیٰ رفتہ رفتہ منصۂ وجود وشہود پر جگمگاتی رہیں گی۔

فقہ و فتاوی

آپ نے باضابطہ کسی دار الافتا کو تو زینت نہ بخشی، لیکن پھر بھی جہاں جس آبادی میں ہوتے بجائے خود ایک دار الافتا ہی ہوتے اور سائلین کے سوالات کے جوابات خوب تشفی بخش نہایت مدلل و مفصل عنایت فرماتے، بلکہ بعض اہم موضوعات پر خوب تفصیلی جوابات اس اچھوتے و نرالے انداز میں حیطہ تحریر میں ضبط کرواتے جو سرکار اعلیٰ حضرت کی تحریرات کا رنگ لیے ہوئے باضابطہ ایک رسالہ سے متشکل ہو جائیں، گویا آپ میدان علم و عمل کے شہسوار اور کوہ ہمالہ تھے۔

آپ کا تعلق درس و تدریس فقہ و افتا سے رسم دہر و عصر کے مطابق اگر چہ باضابطہ تو نہیں رہا، لیکن پھر بھی بہت سے تشنگان علوم و فنون کو آپ نے سیرابی عطا فرمائی ہے اور اپنے وقت کے قابل قدر مشاق علما و فضلا کو آپ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے اور علوم و معارف کے کوہ محن، ماہر فکر و فن، نازش قلم و سخن نے آپ کے تبحر علمی، باریک بینی و نکتہ سنجی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی تحریرات و تقریریات میں اس حقیقت کا برملا اظہار بھی فرمایا ہے۔ چناں چہ:

فخر المحققین امام العلما حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر راقم الحروف نے ایک مدت تک حضرت مفتیٔ نانپارہ نور اللہ مرقدہ کی صحبت بابرکت میں زندگی کے شب و روز گزارے اور ان کے قائم فرمودہ'' جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم'' میں درس و تدریس اور خدمت افتا کے فرائض انجام دیے ہیں۔ جب کبھی کسی درسی یا غیر درسی ژولیدہ اور الجھے ہوئے مسائل میں حضرت سے استصواب کے لیے ان کی جانب رجوع کرتا تو برجستہ ان مسائل کا حل فرما دیتے اور نہایت حسین اسلوب بیان سے ان کی گتھیوں کو سلجھا دیتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ احقر سے بطور اختبار مسئلہ دریافت فرماتے تو فقیر اپنے مبلغ علم کے مطابق اس کا جواب حاضر خدمت کرتا اور اگر جواب نہ دے سکتا تو خود ہی جواب ارشاد فرماتے، اور کبھی فقیر کی درسی تقریروں کو بھی چپکے سے سماعت فرماتے اور خوش ہونے کے ساتھ ساتھ کلمات دعائیہ سے نوازتے اور حد درجہ شفقت و محبت فرماتے۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، مسئلہ لا ینحل کی عقدہ کشائی نہایت حسین انداز میں فرماتے تھے، بڑے سے بڑے فلسفیانہ و منطقیانہ مباحث کو تمثیلی انداز اور آسان لفظوں میں پیش فرماتے، ذہانت و فطانت کا یہ عالم کہ درسیات کے مضامین مستحضر اور اس کی بہت سی عبارتیں بھی محفوظ تھیں۔ فلسفہ کی مشہور اور اہم کتاب ''ہدیہ سعیدیہ'' پر آپ کا قلمی حاشیہ قابل رشک ہے ان کے کتب خانہ میں موجود ہونا چاہیے، عربی و فارسی ادب میں منفرد المثال تھے، دونوں زبانوں پر اعلیٰ قدرت اور کامل دسترس حاصل تھی، بلا تکلف نہایت فصیح و بلیغ عربی بولتے۔''

نیز لکھتے ہیں: ''تمام تر علوم متداولہ میں ایسی دستگاہ اور قدرت حاصل تھی کہ ماہرین علوم و فنون جب آپ کی

نکتہ آفرینی کو دیکھتے یا سنتے ہیں، تو ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔‘‘

مذکورہ تحریر میں علم وفن کے تاجدار میدان درس وتدریس کے شہسوار نامور علماوفضلا کے مقتدا افہام وتفہیم کے بے تاج بادشاہ زینت درسگاہ ایک باریک بیں مشاق مدرس ومحقق نے آپ کے علم وفکر کی گیرائی وگہرائی کا اعتراف جس حسین انداز میں فرمایا ہے، وہ اہل علم ودانش پر مخفی نہیں ہے۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب اس طرح رقم طراز ہیں: ’’میں نے ان کی قائم کردہ درسگاہ عزیز العلوم نانپارہ میں ۱۹۶۳ء میں چھ ماہ تک تدریس کے فرائض انجام دیے ہیں اور نانپارہ کے دوران قیام میں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے اور فیض یاب ہوا۔ وہ صرف خطیب ہی نہیں بلکہ ایک قابل قدر مدرس تھے، مجھے یاد ہے کہ میں ایک روز مختصر المعانی پڑھا رہا تھا اور مولانا کسی سفر سے واپس آئے تھے، مدرسہ میں داخل ہوتے ہی مجھ سے کہا، کہ آج مختصر المعانی کا سبق میں پڑھاؤں گا، میں نے اس سبق کے لیے بھر پور مطالعہ کیا تھا، مگر جب انھوں نے پڑھانا شروع کیا، تو مجھے بے پناہ حیرت ہوئی، ظاہر ہے، وہ سفر سے واپس آئے تھے، مطالعے کا موقع انھیں کہاں ملا ہوگا، مگر یقین جانیے میں ان کے سامنے خود کو طفل مکتب محسوس کر رہا تھا۔‘‘

اقتباس مذکور میں مبلغ اسلام، ماہر فکر وفن ایک دوررس مفکر ومدبر نے اپنی آپ بیتی، آنکھوں دیکھی، کانوں سنی، جس طرح تحریر کی ہے، وہ حیرت واستعجاب میں ڈالنے والی چیز ہے کہ مشکل ترین درسی کتاب کو بلا مطالعہ اس طرح واضح کر دیا جائے کہ با مطالعہ شخص حیرت زدہ رہ جائے، یہ ایک علم وعمل کے کوہ ہمالہ ہی کا حق وحصہ ہو سکتا ہے۔

صاحب قرطاس وقلم ادیب شہیر حضرت علامہ نسیم بستوی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ

’’یہ بات غالبا ۱۹۴۴ء یا ۱۹۴۵ء کی ہے، جب شعیب الاولیا علیہ الرحمہ بانی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی نے مجھ کم ترین پر انتہائی کرم فرماتے ہوئے اور میرے تعلیمی مستقبل کو سنوارنے کے لیے مجھے اپنے مرید خاص جناب حاجی ضیاء اللہ صاحب سوداگر چرم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کی رفاقت ومصاحبت میں بغرض حصول تعلیم نانپارہ بھیج دیا، جہاں میری مستقل قیام گاہ حاجی صاحب مرحوم کے دولت خانے پر تھی، تقریبا ایک سال تک حضرت مفتی صاحب قبلہ کی درسگاہ میں حاضر ہوتا رہا اور اکتساب علم وفن کرتا رہا، اس مدت کے دوران ان کی وسیع النظر فی، دریا دلی، فیاضی وسخاوت، مہمان نوازی، شفقت وعنایت اور ایثار وقربانی کے واقعات ومناظر برابر اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔‘‘

مذکورہ بیان میں ایک پختہ قلم کار صاحب تصنیف وتالیف، ماہر عالم دین نے حضور مفتی نانپارہ سے اکتساب علم وفن اور ان کی درسگاہ فیض بار سے خوب خوشہ چینی کا اظہار واعتراف کیا ہے اور آپ کی دریا دلی، وسیع النظر فی، طریقہ تدریس وتبلیغ کے آنکھوں دیکھے مناظر سے متاثر ہو کر اپنا خراج عقیدت آپ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے، ان مذکورہ حضرات کے بیانات وتاثرات سے عیاں ہوتا ہے کہ بہر حال آپ اپنے وقت کے عظیم محقق ومدبر، مدرس ومبلغ، خطیب ومناظر اور علم وعمل کے کوہ ہمالہ تھے۔

حضور مفتی اعظم ہند سے آپ کا گہرا ربط

آپ بریلی شریف میں قیام کے دوران ہی سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حد درجہ قریب تھے اور حضرت سے گہرا رابطہ ورشتہ تھا، اسی وجہ سے حضرت کی بھی بے پناہ کرم فرمائی آپ کے ساتھ رہا کرتی تھی، بلکہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ اپنے تبلیغی دورے پر بھی آپ کو اپنے ہمراہ کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ حضرت کی نظر عنایت سے خوب مستفیض ہوتے رہتے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو آپ سے کافی الفت ومحبت بھی تھی، نیز آپ بھی حضور پر والہانہ نثار ہوا کرتے تھے۔ اس الفت ورغبت اور گہرے ربط وضبط کا بے مثال نمونہ اور نظیر ممبئی میں در پیش ایک واقعہ پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

حضور مفتی اعظم قبلہ کی بارگاہ میں آپ ہی کے ایک عقیدت مند نے دعوت محبت پیش کی اور حضور کی جانب سے اسے منظوری بھی عطا کردی گئی، اب دعوت میں شرکت کا وقت آپہنچا، مرید کی دلجوئی کی خاطر حضور مفتی اعظم کے ہمراہ آپ بھی دعوت پیش کرنے والے عقیدت مند کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت کو قیام گاہ تک پہنچا کر واپس ہو گئے، اب حضور والا کے لیے دسترخوان بچھا دیا گیا اور نہایت پر تکلف انداز میں اشیا خورد ونوش سجا دیے گئے، مہمانان دسترخوان کی زینت بن کر اپنی اپنی نشستگاہ پر رونق افروز ہو گئے، حضور مفتی اعظم ہند میر مجلس بن کر اصحاب دسترخوان کی عزت وعظمت میں اضافہ فرما رہے تھے، آپ کی معیت میں لوگ شریک طعام ہونے پر فخر وسعادت محسوس کر رہے تھے، ایک حسین سماں بندھا ہوا تھا کہ اچانک سید المدعوئین سلطان الموجودین فخر دسترخوان نے اپنا دست پاک کھانے کو شرف بخشنے سے روک دیا، لوگ ورطۂ حیرت میں غرق ہو گئے، نوشہ بزم فرحت وبرکت نے ارشاد فرمایا کہ مولوی رجب علی کہاں ہیں؟ داعی نے جواب دیا، حضور وہ چلے گئے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک کیا، وہ طفیلی نہیں ہیں، جاؤ انھیں بلاؤ اگر وہ کھائیں گے تو میں کھاؤں گا۔ یہ ارشاد تاجدار اہل سنت کا تھا، اب کسی کو لب کشائی کی جرأت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ داعی بلا چون وچرا فوراً بھاگتا ہوا بلبل ہند کے پاس پہنچا اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کیا، اگر آپ دعوت میں تشریف نہیں لے چلیں گے، تو تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کھانا تناول نہیں فرمائیں گے، حضرت شدت سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں، یہ جملہ سن کر حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ ہائے یہ کیا غضب ہو گیا کہ تاجدار اہل سنت مجھ فقیر کا انتظار فرما رہے ہیں، داعی کے ساتھ جب آپ اس کے گھر پہنچے، تو آپ کو تاجدار اہل سنت نے اپنے قرب خاص میں بٹھایا اور اپنے دست فیض وکرم سے ماحضر پیش فرما کر حد درجہ عزت افزائی فرمائی اور آپ سے اپنی غایت درجہ قربت کا اظہار بھی فرمایا۔

اس واقعہ سے جہاں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا آپ سے حد درجہ محبت فرمانا اور آپ پر کرم فرمانا ثابت

ہوتا ہے، وہیں آپ کے تقوی و پرہیز گاری نیز شریعت کی پاسداری کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بہر کیف بزرگان دین سے سچی عقیدت ومحبت آپ کا وصف خاص اور طرہ امتیاز تھا، بالخصوص سرکار اعلیٰ حضرت وخانوادہ اعلیٰ حضرت سے آپ کا رابطہ واتصال شیفتگی ودیوانگی کا رنگ اختیار کیے ہوئے تھا، بریلی شریف کے جن بزرگوں کا بابرکت زمانہ آپ کو میسر ہوا، وہ سارے حضرات آپ پر کرم نوازی فرمایا کرتے تھے، مگر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے نوازشات کی بارش آپ پر کچھ الگ ہی انداز میں ہوا کرتی تھی، یہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہی کا فیضان کرم اور آپ کی صحبت بابرکت کا خاص اثر تھا کہ سرکار اعلیٰ حضرت اور آپ کے خانوادہ پاک پر نثار اور نچھاور ہوئے اور اس خانقاہ پر بہار سے وابستگی اور وارفتگی کی ایک الگ مثال آپ نے قائم فرمادی۔ بلکہ پورے ضلع بہرائچ شریف، نانپارہ وگردونواح میں بریلی شریف سے رابطہ وتعلق کی راہ آپ نے ہی ہموار فرمائی اور اس خاندان پاک سے لوگوں کو منسوب ومربوط کرنے کا مثالی عمل آپ ہی کا حق وحصہ بن گیا۔ چناں چہ آپ نے اپنے تمام تر علاقوں میں خانوادہ اعلیٰ حضرت بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند کے خوب دورے کروائے اور احباب اہل سنت کو اس نایاب حلقہ ارادت وعقیدت سے فیض یاب ہونے کے کثیر مواقع فراہم کروائے۔ گویا بلفظ دیگر اپنے علاقے میں اعلیٰ حضرت کا در دکھانے والے شخص واحد آپ ہی ٹھہرے۔

آپ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ دین ومذہب کی بے لوث خدمت میں صرف کردیا اور حتی المقدور ایمان وعقیدہ واحوال واعمال کی اصلاح کی اور کروائی۔ اپنے جیتے جی فرقہائے باطلہ کے تاروپود کو پنپنے نہ دیا، بلکہ ان کی مضبوط بیخ کنی کرڈالی اور جب بھی باطل سر اٹھانے کی ناکام کوشش کرتا حضور مفتی نانپارہ اس کی سرکوبی کے لیے میدان میں اتر جاتے اور اس کا سر قلم کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

آپ کا وعظ وخطاب باطل پرستوں پر ناگہانی عتاب ہی ہوا کرتا اور وہ منہ چراتے پھرتے لیکن اہل سنت وجماعت کے ایمان وعقیدے میں آپ کی شیریں بیانی سے ایک انوکھا کیف وسرور پیدا ہوجاتا ہے اور ان میں خوب تقویت پیدا ہوجاتی ہے۔

اللہ رب العزت آپ کا یہ وصف خاص اور عمدہ خوبی آپ کے خانوادے کے چشم وچراغ کے اندر ودیعت فرمائے اور دین وسنیت کی پرخلوص خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت ان کا مرغوب مشغلہ وطرہ امتیاز بنائے۔ نیز ہم سب کو ان کے فیضان سے مستفیض ومستنیر فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والتسلیم**　ع　سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بلبل ہند: ایک صاحب کمالات شخصیت

از : حضرت مولانا وصال احمد اعظمی
شیخ الادب دار العلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد امیٹھی

جن لوگوں نے شہرت ومقبولیت سے بے پرواہ ہوکر رضاے حق کے لیے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ بسر کیا اور مسلک امام احمد رضا قدس سرہ کی عظیم وجلیل خدمات انجام دیں، ان میں ایک نمایاں نام خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کا ہے۔ جو اپنے معاصرین کے درمیان علم وفضل، تصلب واستقامت ،تقوی وطہارت ،فہم وفراست ،فقہی بصیرت اور اخلاص وایثار کے لحاظ سے ایک منفرد شان رکھتے تھے۔

حضرت کی ولادت ۲۸ر رجب ۱۳۴۳ھ/ یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کے محلّہ گھوسی ٹولہ میں ہوئی۔حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی عمر جب ۴ر سال ۴ر ماہ ۴ر دن کی ہوئی تو بسم اللہ خوانی کی پاکیزہ رسم ادا کی گئی۔

ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔اعلیٰ تعلیم کے لیے بریلی شریف تشریف لے گئے، وہاں دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا۔ سات سال تک آپ نے بڑی محنت ولگن سے پڑھا، اس دار العلوم سے آپ نے ۱۹۴۶ء میں فراغت حاصل کی۔حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی اپنے دست مبارک سے دستار باندھی۔آپ کی شخصیت کو جن اساتذہ کرام نے اپنی خصوصی تربیت سے لالہ زار بنایا، وہ اپنے وقت کے قابل ترین مدرسین اور بلند پایہ محققین تھے۔ علوم متداولہ کی تکمیل محدث بجنوری علامہ عبد العزیز علیہ الرحمہ سے کی۔ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری (تلمیذ اعلیٰ حضرت) علیہ الرحمہ سے مسلم شریف وغیرہ کا درس لیا۔

فراغت کے بعد مختلف مدارس میں فرض شناس معلم کی حیثیت سے آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں اور چند مساجد میں خطیب وامام بھی رہے۔

بیعت وخلافت

محدث اعظم نانپارہ کو محدث بجنوری سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے، ان کے علاوہ تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت شاہ سعد اللہ مکی علیہما الرحمہ سے بھی خلافت حاصل ہے۔

مدرسہ عزیز العلوم کا قیام

۴؍جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ نے مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی۔ یہ عظیم الشان ادارہ آج شہرت ومقبولیت کے آسمان چہارم پر ہے۔

تصنیف وتالیف

اللہ تعالیٰ نے حضرت بلبل ہند کو بے پناہ قلمی قوت سے سرفراز فرمایا تھا، آپ کے سحر نگار قلم سے دو درجن سے زائد کتابیں وجود میں آئیں، ان میں سے کچھ مطبوع ہیں اور کچھ غیر مطبوع۔ ایک نظر کتابوں پر ڈالنے سے مصنف کے تبحر علمی اور علوم وفنون پر دستگاہ کامل کی جھلک ضرور نظر آئے گی۔ انداز بیان نہایت عمدہ ودل نشیں اور دل پذیر ہے۔ چند مشہور تصانیف کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) کنزالخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات (۲) قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعۃ (۳) رضوان قدیر[مناقب حضرت مسعود غازی] (۴) انوارالقدس[العطاء الجمیل]عربی (۵) حیات مسلم (۶) ریاض عقیدت (۷) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب (۸) فتاوی رجبیہ (۹) دیوان رجب علی اردو عربی وفارسی (۱۰) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ۔

اظہار حق وصواب

۳۳؍صفحات پر مشتمل یہ مبارک رسالہ انتہائی مفید اور کارآمد ہے، یہ ایک استفتا کے جواب میں حضرت کا بہت ہی اہم فتوی ہے، جس میں دلائل وبراہین کا حضرت نے انبار لگادیا ہے۔ مسئلہ ایصال ثواب کو خوب واضح فرمادیا ہے۔ منکرین کے لیے یہ رسالہ مسکت اور دنداں شکن ناقابل جواب ہے۔

ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ

یہ کتاب بھی حضرت بلبل ہند کی شاہ کار تصنیف ہے۔ ۵۹؍صفحات پر مشتمل یہ رسالہ منکرین میلاد وقیام کے ہفوات کا جواب ہے، اعدائے اسلام کی طرف سے میلاد وقیام کے بارے میں پیش کیے گئے، اعتراضات وایرادات اور شکوک وشبہات کا دنداں شکن جواب ہے۔ اس کتاب پر صدر العلما محدث بریلی حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''کتاب مستطاب ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' مصنفہ حضرت بلبل ہند علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ جستہ جستہ مقامات سے اس ناچیز نے دیکھی، جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے اور کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنے کے بارے میں نہایت ایجاز کے ساتھ سپرد قلم کی گئی ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب اپنے موضوع پر مکمل دستاویز ہے، ہر منصف مزاج اس کتاب کے مطالعہ کے بعد دلائل و براہین کی روشنی میں یہ سمجھ سکتا ہے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے۔ الخ (ارغام الفجرۃ ص ۳۵)

اس کتاب میں حضرت علامہ مفتی محمود اختر قادری رضوی صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ بھی شامل ہے، حضرت نے بھی اس کتاب کی تحسین فرمائی ہے۔

ردالبطلہ

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی یہ کتاب ۶۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی، حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب کی وقیع تقریظات ہیں۔ تقدیم حضرت مفتی محمد ابوالحسن صاحب قادری مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ کی ہے۔ یہ کتاب مستطاب قابل مطالعہ ہے۔

حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ مولانا محمد رجب علی صاحب مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ ماضی قریب میں اہل سنت و جماعت کے ان علمائے راسخین میں سے تھے، جنھوں نے زندگی بھر وعظ و تقریر، ردومناظرہ، درس و تدریس، افتاوتحریر اور ارشاد وہدایت کے ذریعہ مذہب اہل سنت و جماعت کے دفاع و تحفظ کا مورچہ سنبھال رکھا تھا۔ رحم اللہ علیہ و افاض علیہ من شآبیب الرحمۃ۔''

چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''زیر نظر رسالہ مولانا رجب علی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک قیمتی تحریر ہے، جس میں مولانا مرحوم نے کسی ایسے فرقے کے عقائد باطلہ کا رد کیا ہے، جو احکام دین و فرائض اسلام کا یکسر مخالف ہے، حد یہ کہ ان کا کلمہ بھی نیا اور ان کی بسم اللہ بھی نرالی ہے۔ اوران کا رسول بھی کوئی ہمایوں ابن موسی ہے۔ العیاذ باللہ''

حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''اما بعد! پیش نظر رسالہ مبارکہ ''ردالبطلہ'' جامع علوم عقلیہ ونقلیہ بلبل ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ مفتی نانپارہ بہرائچ شریف علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف منیف ہے۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں عبدالرزاق

نامی بد مذہب بے دین نے شعائر اسلام خصوصاً ارکان ایمان و اسلام سے متعلق اپنی دریدہ ذہنی کا اظہار کیا، جس کا ردو ابطال و ازہاق حضرت علامہ موصوف نے فرمایا۔ حضرت مفتی نانپارہ قدس سرہ ایک بلند پایہ، بلند خیال جید عالم دین، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور شریعت وطریقت کے جامع، عاشق رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم وعاشق اسلاف کرام، عاشق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تھے اور قادر الکلام وفصیح اللسان ادیب، عربی وفارسی وار دو کے عمدہ شاعر بھی تھے۔''

عظیم مرشد برحق

آپ کثیر التعداد مریدین کے پیرومرشد ہیں، ایک مرشد برحق کے لیے جو خصوصیات اور خوبیاں ہونی چاہئیں، وہ حضرت بلبل ہند کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ملک کے طول وعرض میں اہل ارادت کی تعداد پانچ لاکھ سے متجاوز ہے۔ اور چند علمی شخصیات کو انھوں نے اپنی خلافت سے بھی نوازا ہے۔

تقریر وخطابت

حضرت بلبل ہند نے ملک کے مختلف حصوں میں تقریر وخطابت کے ذریعہ اپنی خدمات کے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔ خطابت میں آپ کی زبان سادہ سلیس اور رواں دواں تھی۔ آپ کی تقریر کو عوام وخواص سبھی پسند کرتے اور سننے کے مشتاق رہتے، ان کی دل چسپی اول سے آخر تک برقرار رہتی۔ موضوع کے مطابق آیات واحادیث کا انتخاب فرماتے، پھر موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھتے۔ خطابت میں اپنا ایک منفرد انداز رکھتے تھے، جس موضوع پر بولتے، اس کا حق ادا کر دیتے تھے۔ آپ کی تقریر علمی استعداد، ذکاوت وذہانت، جودت طبع اور وسعت مطالعہ کی آئینہ دار ہوتی تھی۔

حضرت مولانا قاری نظام الدین بستوی (مقیم افریقہ) حضرت کے محبوب نظر تھے، حضرت ان پر بہت شفقت فرماتے۔ ان کا بیان ہے کہ بلبل ہند حضرت مفتی صاحب قبلہ تقریر سے پہلے ہمیشہ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا کلام پڑھتے، اکثر یہ کلام پڑھتے ''لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا'' ایک عجیب وغریب سماں بندھ جاتا۔ سامعین بہت محظوظ ہوتے، سبحان اللہ ماشاء اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔

کوڑے بھار اور سلطان پور میں بھی مریدوں کی تعداد کثیر ہے۔ حضرت کا دورہ ادھر زیادہ ہوتا۔ جب بھی آپ آتے، تو حضرت مولانا عبد المجید صاحب برکاتی کو ضرور اطلاع دیتے۔ مولانا موصوف شرف نیاز حاصل کرتے۔ حضرت مولانا عبد المجید برکاتی پر آپ کی خصوصی نظر کرم تھی، آپ نے حضرت برکاتی صاحب کو سلسلہ عالیہ

قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت سے سرفراز فرما کر انھیں اپنا خلیفہ ہونے کا شرف بخشا۔حضور بلبل ہند نے انھیں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ سند اجازت وخلافت عطا فرمائی:

۷۸۶

باسمه عزوجل

حامدا ومصليا ومسلما

الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولينا رسول رب العالمين وآله الطيبين واصحابه الطاهرين وخلفائه الافضلين واوليائه العارفين وسيدنا ابنه الكريم مرشدنا غوث الوریٰ وسيدنا ابنه الكريم سيدنا الخواجه صاحب العطاء وسيدى الكريم الغازى الشهيد العظيم ومشائخى الكرام اجمعين وبارک وسلم ابدا دائما وبعد فقد اجزت لاخى فى الدين صاحب العلم و العمل الصالح مولينا عبدالمجيد القادرى البركاتى لاجراء السلسلة العالية القادرية البركاتية ولجميع الاعمال والاشغال والاوراد والوظائف البركاتية الرضوية حسب ما اجازنى به سيدى المفتى الاعظم وسيد ى الكريم مرشدى المحدث البجنورى ومولينا الشيخ سعد الله المكى رحمة الله تعالىٰ عليهم وارجو منه ان لا ينسانى فى الدعاء فى الخلوات والجلوات والله الهادى وصلى الله تعالىٰ على سيدنا و مولينا محمد وآله وصحبه الكرام وبارک وسلم.

كتبه الفقير بقلمه

محمد رجب على القادرى غفرله

فى احد و عشرين من ذى الحجة ۱۴۱۷ھ هجرية

حضور بلبل ہند اپنے چہیتے خلیفہ حضرت مولانا عبدالمجید برکاتی صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

’’ایسا کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ۱۲؍رجب کو آپ کے جلسہ میں شرکت ہو اور ۱۳؍رجب کو بہرائچ شریف حاضر ہو جاؤں، کیوں کہ دوڑ بھاگ کے سفر میں طبیعت اور زیادہ متاثر ہوسکتی ہے۔نمک کا ذرا بھی زیادہ استعمال اور زینہ پر چڑھنا، نیز مرچ کا کھانا میرے لیے سختی سے ممنوع ہے۔

والسلام

رجب قادری

۹؍بجے دن۔۱۱/۱۱/۱۹۹۶ء

حضرت برکاتی صاحب قبلہ کے صاحب زادے مولانا حافظ محمد احمد رضا سلمہ کا بیان ہے کہ حضرت مفتی صاحب کوڑے بھار تشریف لائے، حاجی محمد اقبال قادری کے گھر قیام فرمایا، بعد نماز عشا جلسہ ہوا، حضرت نے تقریر فرمائی، پہلے سرکار اعلیٰ حضرت کا مشہور کلام ۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ترنم سے پڑھا، پھر آپ نے اپنا کلام سنایا جس میں یہ شعر تھا ۔

اے رجب بغداد والے دیکھ کر تجھ کو کہیں
دیکھو دیکھو ہند سے آیا ہے کتا غوث کا

شعر وشاعری

حضرت بلبل ہند ایک سچے عاشق رسول تھے، ان کا قلب عشق رسول کی جلوہ گاہ تھا، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اپنے جذبات عقیدت ومحبت کو پورے شاعرانہ کمال کے ساتھ سلک شعر میں پیش کیا ہے۔ درحقیقت آپ ایک پختہ مشق اور قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ نے مختلف اصناف سخن میں کامیاب طبع آزمائی کی ہے۔ دیوان رجب، ریاض عقیدت اور مناقب مسعود غازی وغیرہ شعری مجموعے آپ کی قادرالکلامی کی دلکش دستاویز ہیں۔ برجستگی، شگفتگی، سلاست وروانی، اثر آفرینی، تخیل کی پاکیزگی، فکری بالیدگی، ندرت بیان، جدت طرازی آپ کے کلام کی خصوصیات ہیں۔

حضرت قاری نظام الدین صاحب کا بیان ہے کہ شاعر مدحت حضرت بلبل ہند چند منٹوں میں پوری نعت لکھ دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، میں نے عرض کیا، کہ مشہور شاعر ساغر اعظمی نے ایک مشاعرہ میں اپنی ایک غزل پڑھی، میں نے حضرت کو اس کے یہ اشعار سنائے ۔

آگ احساس کے دامن میں لگا کر دیکھو
کتنا سونا ہے کھرا اس کو تپا کر دیکھو
خاک رکھ دیں گے ہتھیلی پہ زمانے والے
تم محبت کے لیے ہاتھ بڑھا کر دیکھو
آج کے دور میں اپنوں سے وفا کی امید
چاہو تو ریت کی دیوار اٹھا کر دیکھو

یہ اشعار سننے کے بعد حضرت نے چند منٹوں میں ایک پوری نعت لکھ کر اسی بحر میں میرا تخلص لگا کر مجھے عطافرمائی ۔

خود کو نقش کف زیبا پہ مٹا کر دیکھو
دم میں بگڑی ہوئی قسمت کو بنا کر دیکھو
کعبۂ منزل مقصود ملے گا واللہ
آرزووں کے صنم دل سے ہٹا کر دیکھو
باڑہ بٹتا ہے شب و روز مرے آقا کا
آستان شہ لولاک پہ جاکے دیکھو
حشر میں ڈھونڈے گی خود رحمت مولیٰ تم کو
عشق سرکار میں دل اپنا تپا کر دیکھو
گر نظر آتا نہیں جلوۂ سرکار تمہیں
آنکھوں میں سرمہ بریلی کا لگا کر دیکھو
ہر گلی کوچے میں انوار کی بارش ہے نظامؔ
کوئے سرکار دو عالم میں تو جا کے دیکھو

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے قاری نظام الدین صاحب کے لیے ایک غزل بھی تحریر کی تھی ۔

دل مرا دوست کیا سے کیا ہوجائے
تو اگر درد آشنا ہوجائے
ساری دنیا ابھی خفا ہوجائے
تو اگر مجھ سے لب کشا ہوجائے
اوچھی نظروں سے دیکھ لو اک بار
زخم دل میرا پھر ہرا ہوجائے
منتظر ہے نظام آجاؤ
تا کہ قسمت کا فیصلہ ہوجائے

خلیفہ بلبل ہند حضرت مولانا عبدالمجید برکاتی مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ حضرت مفتی نانپارہ ایسے قادرالکلام شاعر تھے، کہ ایک بار تین حضرات سے فرمایا، کہ نعت شریف لکھواور حضرت تینوں حضرات کومختلف بحروں

میں نعت شریف املا کرا رہے تھے، چند منٹوں میں آپ نے ہر ایک کو مکمل نعت لکھوا دی۔ ایسے شاعرانہ کمالات کا حامل اس دور میں نایاب نہ ہو کم یاب ضرور ہے۔

ع		عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

فیاضی و مہمان نوازی

اللہ تعالیٰ نے گوناگوں کمالات کے ساتھ حضور بلبل ہند میں فیاضی وسخاوت کی صفت بھی خوب رکھی تھی۔ حضرت مولانا عبدالمجید برکاتی صاحب کا بیان ہے کہ حضور مفتی نانپارہ جس مدرسے میں جاتے تھے، وہاں کے تمام اساتذہ اور طلبہ کو نذرانہ دیتے۔ آپ اکثر و بیشتر توشہ شریف کا اہتمام فرماتے، توشہ شریف کا سامان بھی خود ہی لینے دکان پر جاتے اور اپنی جیب خاص سے اس کا اہتمام فرماتے۔

مہمان نوازی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ برکاتی صاحب کہتے ہیں کہ مفتی نانپارہ بہت مہمان نواز تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سے ملاقات کے لیے ہم لوگ کان پور گئے، مفتی صاحب نے اپنی جیب خاص سے سارے مہمانوں کی ضیافت فرمائی اور عمدہ لذیذ کھانا بنوا کر ہم لوگوں کو کھلایا۔

اس دور میں ایسی مثال بہت کم ملتی ہے۔ آج کل پیران عظام اپنے جس میزبان کے یہاں قیام فرما ہوں، پیروں سے ملاقات کرنے والے ان کے تمام مہمانوں کی مہمان نوازی بھی عموماً پیر صاحبان کے وہ میزبان ہی کرتے ہیں، جن کے یہاں وہ مہمان ہوں، مگر مفتی نانپارہ نے اپنے مہمانوں کو اپنے میزبان پر بار نہ بننے دیا، یہ یقیناً ان کی خاص صفت ہے۔

بزرگوں کا ادب

بزرگان دین اور مشائخ عظام سے بھی حضرت کو بڑی عقیدت تھی۔ حضرت قاری نظام الدین صاحب کا بیان ہے کہ جہاں کہیں مزار شریف دیکھتے، رکشہ سے اتر کر وہاں فاتحہ پڑھتے پھر آگے بڑھتے۔

حضرت مفتی نانپارہ اکابر اہل سنت کے بے حد ادب شناس تھے۔ فخر المحدثین حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر آپ نے جو قلبی تاثرات واحساسات پیش کیے، اس کی سطر سطر سے عقیدت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

”حضرت علامہ عصر جامع العلوم والفنون مولانا شاہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر پا کر دل رنج وغم سے بھر گیا۔ وائے بر حال ما کہ ہمارے کتنے اکابر علما و مشائخ آج ہماری نگاہوں سے

مستور ومحتجب ہورہے ہیں، تصور میں جن کی یادیں ہمارے قلوب کو جدائی سے مضطرب کردیتی ہیں، ازاں جملہ یہ میرے مخدوم اور میرے محبّ ومخلص حضرت علامہ اعظمی صاحب قبلہ کی جدائی نہ معلوم کس کس موقع پر کتنا کتنا درد و فراق دے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے حضرت علامہ اعظمی صاحب قدس سرہ کے درجات کو بلند فرمائے، ان پر ہمیشہ اپنی مغفرت ورحمت کی بارش نازل فرمائے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے جملہ متعلقین کو صبر جمیل بخشے اور دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کو ایک بہترین مدرس، شیخ الحدیث مل جائیں اور فیض الرسول اپنی پوری آب وتاب سے ترویج علوم وتبلیغ احکام دینیہ اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت حضور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان میں مصروف عمل رہے۔ آمین''

(ماہنامہ فیض الرسول جون جولائی ۱۹۸۶ء)

مضمون کے آخر میں یہ اشعار درج کرتا ہوں، جو حضرت کی شخصیت کے آئینہ دار ہیں ۔

قناعت جس پہ کرتی ناز تقوی جس کا شیدائی
ہزاروں محفلوں پہ بھاری جس کی ایک تنہائی
زمانہ رشک کرتا ہے تمہارے زہد و تقوی پر
تقدس جس پہ نازاں ہے وہ مرد پارسا تم ہو

دنیائے سنیت کی یہ بلند وبالا اور قد آور ہستی ۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ ۱۱؍بج کر ۵۵؍منٹ پر دار فانی سے دار جاوانی کی طرف کوچ کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

رب کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حضرت کے مرقد انور پر رحمت ونور کی بارش نازل فرمائے اوران کے فیوض وبرکات سے اہل سنت کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بلبل ہند : ایک جامع کمالات شخصیت

از : مولانا معراج احمد قادری
بھنگا بازار، بھنگا، ضلع شراوستی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمرہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

میں الجامعۃ القادریہ مٹیرا میں درس وتدریس میں مشغول تھا، کہ حاجی معین الدین صاحب تشریف لائے اور انھوں نے حضور مفتی اعظم نانپارہ کے وصال کی جاں سوز خبر سنائی، میرے دل ودماغ پر جیسے بجلی گر پڑی، سکتہ کا عالم طاری ہوگیا، میں سوچ رہا تھا، کہ خدا کرے یہ خبر غلط ثابت ہو جائے، لیکن سانحہ جب حقیقت بن جائے تو انکار ناممکن!

ایک امید موہوم کو سینے سے لگائے کشمکش میں مبتلا اس شہر کی جانب چلنے کا ارادہ کیا، جہاں کبھی بے پناہ شفقت وخلوص وسرپرستی سرمایۂ حیات بن کر ملا کرتی تھی۔ آج نہ جانے کیوں دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں اور مختلف قسم کے وسوسے میرے قدموں کا بوجھ بن رہے تھے۔ مٹیرا سے وہ عظیم شہر کچھ زیادہ دور تو نہ تھا، لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا، کہ شاید زمین کی طنابیں کھینچ دی گئی ہیں اور میں باوجود کوشش کے کیوں جلد پہنچ نہیں پا رہا تھا۔ بار بار یہی سوچتا تھا، کہ اگر یہ خبر صحیح نکلی، تو دل ودماغ پر کیا اثر ہوگا۔ بالآخر اس عظیم شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں، میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہونے لگا، کرب واضطراب کے عالم میں اس مدرسہ کی طرف روانہ ہوگیا، جس کی بنیاد خود حضور مفتی اعظم نانپارہ نے ڈالی تھی اور تمام عمر سیکڑوں یتیموں کی نہ صرف پرورش کی، بلکہ دین کے لیے ایسی شمعیں تیار کیں، جن سے نہ صرف قرب وجوار روشن ہوئے، بلکہ وطن کا ہر گوشہ اس کی روشنی سے مستنیر ہوا۔ اب وہ عظیم چوکھٹ قریب آ چکی تھی، جہاں پر اسلام وسنیت کا پاسبان رہا کرتا تھا۔ خانقاہ حسینیہ پر نظر پڑتے ہی ماضی کی ساری داستانیں ایک ایک کر کے پردۂ دماغ پر اجاگر ہونے لگیں۔ یہ وہ خانقاہ ہے، جہاں سے معرفت وحقیقت کے رازہائے سربستہ وا ہوتے تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے درہائے درخشندہ نچھاور ہوتے تھے۔ یہی وہ خانقاہ ہے، جہاں سے حضور مفتی اعظم نانپارہ کے فیوض وبرکات کی بارش ہوتی تھی اور خوش عقیدہ لوگ مستفیض ہوتے تھے۔ یہی وہ خانقاہ ہے، جہاں حضور مفتی صاحب قبلہ بیٹھ کر ہم لوگوں کو پند ونصائح کا درس دیا کرتے تھے۔ جہاں سے **قال اللہ وقال الرسول** کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ آہ! آج وہی خانقاہ سونی نظر آ رہی ہے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، کیا حضور مفتی صاحب قبلہ ہم سب کو یتیم کر گئے؟ گلوگیر آواز کانوں تک آئی، ہاں! حضرت ہم لوگوں کو داغ مفارقت دے گئے۔ محمود بھیا جسد خاکی کو لینے گئے

ہوئے ہیں۔اب کیا تصدیق باقی رہ گئی تھی؟ درودیوار خاموش ہیں، کہ ان کا مربی اٹھ گیا۔فضا کرب واضطراب سے بے چین ہے، ماحول پر ایک سکتہ طاری ہے۔آس پاس کی گلیاں اگر زبان پاتیں، تو ادب سے یہی کہتیں، کہ اے جاننے والو! تم کچھ نہ جان سکے۔ایک عاشق رسول کا سایہ جو مجھ پر تھا، اٹھ گیا۔آج سے میں خود دیدار سے محروم رہوں گی۔ہوسکے تو مجھے بھی ایک آخری جھلک دکھادو، تاکہ اسے اپنی یادوں میں محفوظ کرلوں۔جس وقت آپ کا جسد خاکی نانپارہ لایا گیا، اس وقت کا تو عجیب عالم تھا، ہر ایک غم ویاس کی تصویر بنا ہوا ہے۔قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔سسکیاں دل وجگر کو پارہ پارہ کیے دیتی ہیں۔ایسا دردناک منظر تھا، کہ جگر پھٹا جارہا تھا، لوگ مختلف سواریوں سے بیتابی کے عالم میں ایک ہی جانب جاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔چہروں پر اداسی ہے، آنکھیں نم ہیں، کوئی ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کی جرأت نہیں کرپارہا ہے۔مدرسہ عزیز العلوم کے صحن میں ایک اونچے مقام پر پاک وصاف وشفاف چادر اوڑھے ہوئے کوئی سورہا ہے۔ایسی بے خبری جیسے وہ مسافر جسے زندگی بھر چین سے سونا نصیب نہ ہوا ہو اور نصیب بھی کیسے ہوتا سونے کی فرصت کیوں کر ملتی، جس کے دل میں ملت کا درد ہو، قوم کی فکر ہو، یتیموں کی محبت ہو، جذبۂ خلوص وایثار ہو، بزرگان دین کے مشن کی لگن ہو، ایک عظیم تربیت گاہ، ایک دینی ادارہ اور سیکڑوں بچوں کی تعلیم وتربیت کی فکر دامن گیر ہو، رات دن کا سفر لاحق ہو، اسے آرام کہاں؟ جب دنیا سوتی ہو اور وہ ان تمام چیزوں کے لیے ذرائع فراہم کرنے کی فکر میں جاگتا ہو، اسے چین کہاں؟ خوشبو کا انتہائی سلیقہ سے اہتمام ہے۔حفاظ تلاوت فرمارہے ہیں، مریدین اپنے پیرومرشد کے چاروں طرف جمع ہیں۔عورتیں دور سے آخری دیدار کے لیے بے چین ہیں اور جب کچھ مردوں کی جانب سے جگہ خالی ملتی ہے، تو ادب واحترام کے دامن تھامے عصمت ویاس کی یہ تصویریں اپنی بھیگی پلکوں کو اپنے آنچلوں سے چھپائے گزر رہی ہیں۔ہر آنے والا قریب پہنچتے ہی صبر وضبط کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور فضا میں آہ وفغاں کبھی تھمتی ہے اور کبھی کانپ جاتی ہے۔قیامت صغریٰ کا عالم تھا اور کیوں نہ ہو، آج وہ عظیم ہستی ہمارے درمیان سے رخصت ہوگئی ہے جو ایک مقتدر بلند پایہ یگانۂ روزگار شخصیت تھی، جس کے فکروفن، علم وعمل اور عشق رسول کے پرشوق تذکروں سے ہندوستان کا چپہ چپہ آج بھی گونج رہا ہے، آپ کی تحریک وعمل کا مرکزی نقطۂ نظر اور بنیادی نصب العین عظمت توحید اور ناموس رسالت کا تحفظ تھا، اسی کے گرد آپ کا پورا کاروان فکروعمل دائر نظر آتا ہے۔آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات سے معمور ہے۔

آپ اپنے زمانے کے ایک نادر الوجود عالم تھے، حضور مفتی اعظم نانپارہ ایک سچے نائب رسول، راسخ الاعتقاد مرد مومن تھے۔حضور مفتی اعظم نانپارہ سلف صالحین کی ایک زندہ تابندہ روایت تھے۔وہ ایک جامع کمالات شخصیت تھے۔آیۃ من آیات اللہ تھے۔وہ ائمۂ اسلام اور مشاہیر امت کا نقش حیات تھے۔وہ سرکار غوث اعظم کا سوز وگداز تھے۔وہ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی شاہانہ شوکت واقتدار کے وارث تھے۔وہ سرکار اعلیٰ حضرت کی برکت وفیضان کا جلوۂ زیبا تھے۔وہ دینی وقار اور غیرت اسلامی کا ایک ایسا نادر الوجود نمونہ تھے، جس کی مثال صرف تاریخ کے اوراق میں ملتی ہے۔وہ

اسلام وسنت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے۔ اہل ایمان کے لیے جگر لالہ کی ٹھنڈک اور منافقین کے سروں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار۔ مہمانان رسول کے لیے سراپا اخلاص اور شفقت مجسم۔ ان کے دربار کا یہ معمول تھا، کہ کوئی امیر ہو یا غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے اور اگر کوئی غلط کام دیکھ لیتے، تو فوراً ٹوک دیتے تھے۔ اس میں کسی امیر غریب چھوٹے بڑے یا عالم وفاضل کی کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مفتی نانپارہ کی موجودگی میں ہر عام وخاص کو تقریر کرنے کے لیے زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، کیوں کہ منہ سے شریعت کے خلاف کوئی بات نکلی اور حضور مفتی نانپارہ نے فوراً گرفت کی اور منبر پر ہی توبہ کی تلقین فرمائی۔

حضور مفتی اعظم نانپارہ کیا تھے؟ رضی اللہ عنہ

آپ بے شک ظاہر وباطن کے بحر زخار تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے مجمع البحرین تھے۔ شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔ فقہی جزئیات پر ان کو پورا عبور حاصل تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ پیکر عشق رسول تھے۔ تقوی وطہارت وپرہیزگاری اور التزام شریعت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کے تقوی کا یہ عالم کہ آپ مدرسے کا سامان اپنے استعمال میں لانا تو در کنار ذاتی سامان میں خلط ملط بھی نہیں ہونے دیتے تھے، اگر کبھی مدرسے کے نل کا پانی استعمال کر لیتے، تو اس کا معاوضہ ادا فرماتے تھے۔ زکوۃ، فطرہ کی رقم کو ہمیشہ اپنی رقم سے علاحدہ رکھتے اور احتیاطاً نوٹوں پر لکھ دیتے کہ یہ زکوۃ کا ہے یا ذاتی۔ اگر کبھی مدرسہ کے بچے آپ کا کپڑا دھوتے، تو اطمینان قلبی کے لیے دوبارہ اسے آپ خود دھلتے، پھر اپنے استعمال میں لاتے۔ میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا اور آپ کو بہت ساری خصوصیات کا حامل پایا۔ آپ اصلاح عوام کے لیے ہمیشہ تبلیغی دورے فرماتے رہے، آپ نے اسلام کی حقانیت کا ڈنکا بجایا اور بلا تفریق مذہب وملت ہزاروں افراد کی بے لوث خدمت فرمائی۔ حاجت روائی کے تعویذات عطا فرما کے انھیں بلاؤں سے چھٹکارا دلایا۔

حضور مفتی نانپارہ کے مریدین ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں، جس میں علما، فقہا، قرا، حفاظ کی تعداد بھی شامل ہے۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود آپ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ آپ کی انکساری کا یہ عالم تھا، کہ ایک مرتبہ آپ مدرسہ کی چھت پر چٹائی بچھا کر محو استراحت تھے، طلبہ خدمت میں مصروف تھے، ان میں ایک میں بھی تھا، میں نے دیکھا، کہ حضرت کا پیر چٹائی سے باہر نکلا ہوا ہے، میں نے بنظر محبت آپ کا پیر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا، آپ نے تبسم فرمایا اور کہا، چھوڑ دو، ایک دن تو مٹی میں ملنا ہی ہے، وہاں کون حفاظت کرے گا؟ اللہ اللہ یہ آپ کی عاجزی وانکساری! آپ نے کبھی غیر محرم عورتوں کو بے پردہ مرید نہ کیا۔ ساری زندگی نماز کی پابندی کا بے حد خیال فرمایا۔ ہم لوگ حضرت کی خانقاہ میں رہتے تھے، اکثر رات کو حضرت کے کمرے سے تسبیح وتہلیل، دعا واستغفار کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، جس

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پوری رات عبادت وریاضت میں گزارا کرتے تھے۔

حضرت کی شفقت مدرسہ عزیز العلوم کے طلبہ پر

حضور مفتی نانپارہ طالب علموں سے اس قدر محبت فرماتے، اتنی دل جوئی کرتے کہ میرا تو خیال ہے کہ اتنی خبر گیری باپ اپنے بیٹے کی بھی نہیں کرتا ہوگا۔ ہردم حالات مدرسہ کا جائزہ لینا، بچوں کی مزاج پرسی کرنا، کھانے پینے نیز تعلیم کی دیکھ بھال کرنا، آپ کا طرۂ امتیاز تھا، اگر کوئی بچہ کھانا نہ پاتا یا کوئی مہمان آجاتا، تو حضرت اسے اپنے گھر سے کھانا کھلاتے، اگر کوئی طالب علم اپنی شرارت سے مارا جاتا اور حضرت کو معلوم ہوتا، تو اس کی دل جوئی کی خاطر دودھ پینے کے لیے پیسہ عطا فرماتے، اگر بچوں سے مدرسہ کا کوئی کام کروانا ہوتا، تو حضرت بچوں کے ساتھ خود بھی کام کرتے۔

ایک مرتبہ مدرسہ کے لیے اینٹ خریدی گئی اور اسے حضرت کے ذاتی مکان رضوی منزل میں رکھوانا تھا، میں نے بچشم خود دیکھا، کہ حضرت اینٹ لے کر آگے آگے چل رہے ہیں، پیچھے پیچھے مدرسہ کے لڑکے اینٹ لے کر چل رہے ہیں اور یہی نہیں، بلکہ حضور مفتی صاحب قبلہ جب باہر جانے کا ارادہ فرماتے، تو مدرسہ کے سارے اساتذہ اور سب بچوں سے معافی مانگتے تھے۔

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ مجمع البحرین تھے، اگر وہ آفتاب شریعت تھے، تو ماہتاب طریقت بھی اور یہ ماہتاب ایک طویل عرصہ تک عالم کو فیضیاب اور منور کرتا رہا۔ بالآخر ۳/ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۸ھ مبارکہ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ سورج پوری تابانی کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوا، جیسے جیسے سورج کی تپش بڑھ رہی تھی، ویسے ویسے حضور مفتی نانپارہ کے دل میں وصال یار کی تپش بڑھتی جارہی تھی، آخر کار ۱۱/بجکر ۵۵/منٹ پر آفتاب رشد وہدایت ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بروز جمعہ قریب ۲۵/۳۰/ہزار عقیدت مندوں کے ساتھ سفر آخرت شروع ہوا، کچھ لوگوں کے اندازہ کے مطابق تقریبا سوا دو لاکھ لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بعد نماز جمعہ کلمہ طیبہ کی چھاؤں میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

قبر میں کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے
آفتاب روز محشر ہم رکاب آنے کو ہے

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور مفتی اعظم نانپارہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں اور سب قارئین کو مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات

بلبل ہند : ایک عظیم شخصیت

از : مولانا نظام الدین مصطفیٰ
مدرسہ حشمت العلوم رام پور کٹرہ ضلع بارہ بنکی

آج مجھے اس ہستی کے بارے میں کچھ لکھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، جسے دنیائے سنیت میں بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرات! دنیا میں سیکڑوں ہزاروں لاکھوں لوگ آتے ہیں اور آتے رہیں گے، جاتے ہیں اور جاتے رہیں گے ؎

کوئی آئے کوئی جائے یہ تماشا کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دنیا کیا ہے

آنے جانے والے لوگوں کی تاریخیں لکھی جاتی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ آنے جانے والے لوگ سماج اور مسلک پر اثرات مرتب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے، مگر انھیں آنے جانے والے لوگوں میں کچھ ہستیاں ایسی اس دنیا میں آتی ہیں، جو جانے کے بعد بھی نا قابل فراموش ہوا کرتی ہیں۔ انھیں عظیم الشان ہستیوں میں حضرت مفتی اعظم نانپارہ رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک اہم ہستی تھی، جو دور حاضر میں مسلمانوں کے لیے مینارۂ ہدایت اور روشن چراغ کا کام کر رہی تھی۔

دنیا کے سارے لوگ اپنے اپنے خاندان اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں سے پہچانے جاتے ہیں، مگر کچھ شخصیتیں ایسی بھی پیدا ہوئی ہیں، جو اپنے شہر کی محتاج نہیں رہتیں، بلکہ شہر ان کے نام کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اپنے ملک کی محتاج نہیں رہتیں، بلکہ ملک ان کے نام اور کام کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اپنے سماج کی محتاج نہیں رہتیں، بلکہ سماج ان کے کیریکٹر اور کردار کا محتاج ہو جاتا ہے۔ انھیں تاریخی شخصیات میں ایک عظیم شخصیت حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی بھی تھی۔ اس دنیائے فانی میں نہ جانے کتنے لوگ آئے اور چلے گئے اور ان کے نام و نشان بھی باقی نہ رہے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی آئے، جنھوں نے اپنے افعال و کردار کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا، کہ دنیا تا قیامت فراموش نہیں کر سکتی، بلکہ ان کے عادات و اطوار افعال و کردار کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ انھیں مقدس ہستیوں میں ایک ذات گرامی حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی تھی، جنھیں دنیائے سنیت نے باوقار علما و فضلا میں شمار کیا۔ جن کے سینے میں حمایت حق کا جذبہ فراواں موجزن تھا، جو اپنے وطن مالوف نانپارہ میں پیدا ہوئے۔ وہ نانپارہ کے نام سے کم پہچانے جاتے ہیں، نانپارہ ان کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔ ایک ایسی شخصیت جو ہمہ گیر جہت کی مالک تھی،

برسوں ہندوستان کے افق پر چھائی رہی، جس کے علم وفضل کا آفتاب پوری درخشانی اور تابانی کے ساتھ چمکتا رہا، جس نے فیض بے کراں بن کر ملک کے قرب وجوار میں انسانی دلوں کی علمی پیاس بجھائی ۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
دور تک پھیلی ہوئی ہے اس گل تر کی شمیم
جس کی خوشبو سے معطر کوچہ و بازار ہے

مجھے حضرت کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا، جلسوں میں ان کی خطابت سے بھی محظوظ ہونے کا شرف پایا، خطابت میں آپ کا جواب نہیں تھا، زبان میں وہ روانی تھی، کہ اللہ اکبر! میں نے ایسی روانی کسی دوسرے خطیب کی خطابت میں نہیں پائی اور سنی بھی نہیں۔ یہ ان پر مولیٰ تعالیٰ کا خاص کرم تھا۔ آواز بھی مولیٰ تعالیٰ نے انھیں اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں بڑی عمدہ عطا فرمائی تھی۔ ضعیفی میں بھی آواز کے اندر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ جلسوں میں ایک سے ایک شعرائے کرام موجود ہوتے تھے، مگر پھر بھی ہمارے حضرت کو بغیر کوئی نعت پڑھے چھٹی نہیں ملتی تھی۔ فرمائش کر کے لوگ پڑھواتے تھے اور اس بات کے خواہاں ہوتے تھے، کہ حضرت پڑھتے جائیں اور ہم لوگ سنتے جائیں۔ آپ کی آواز، پڑھنے کا انداز سب سے الگ تھلگ، مجمع پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ لوگ جھومنے لگتے تھے۔ مہمان نوازی میں بھی آپ کی ذات علمائے کرام میں منفرد تھی۔ مہمان نوازی کے تمام اوصاف سے آپ متصف تھے۔ مہمان نوازی کے اوصاف کیا ہیں؟ بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۳۳ پر مذکور ہے: ''میز بان کو چاہیے، کہ مہمان سے وقتاً فوقتاً کہے کہ اور کھاؤ۔ مگر اس پر اصرار نہ کرے، کہ کہیں اصرار کی وجہ سے زیادہ نہ کھا جائے اور یہ اس کے لیے مضر ہو۔ میز بان کو بالکل خاموش نہ رہنا چاہیے اور یہ بھی نہ کرنا چاہیے، کہ کھانا رکھ کر غائب ہو جائے، بلکہ وہاں حاضر رہے اور مہمانوں کے سامنے خادم وغیرہ پر ناراض نہ ہو اور اگر صاحب وسعت ہو، تو مہمان کی وجہ سے گھر والوں پر کھانے میں کمی نہ کرے۔ میز بان کو چاہیے، کہ مہمان کی خاطر داری میں خود مشغول ہو۔ خادموں کے ذمہ اس کو نہ چھوڑے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ اگر مہمان تھوڑے ہوں، تو میز بان ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جائے، کہ یہی تقاضائے مروت ہے اور بہت سے مہمان ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ ان کی خدمت اور کھلانے میں مشغول ہو۔ مہمانوں کے ساتھ ایسے کو نہ بٹھائے، جس کا بیٹھنا ان پر گراں ہو۔'' میں خود تو حضور والا کے در دولت پر کبھی حاضر نہ ہو سکا، کہ حضور والا کی مہمان نوازی کا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھتا، مگر حاضر ہونے والے حضرات سے مذکورہ بالا ساری باتیں معلوم ہوئیں۔ حاضری دینے والوں سے یہ بھی سنا، کہ آپ اتنی خاطر تواضع فرماتے تھے، کہ مہمان شرمندہ ہو جایا کرتے تھے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی تربت انور پر رحمت ونور کی

موسلا دھار بارش فرمائے۔آمین ثم آمین۔

مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ ایک بہترین مفتی بھی تھے، بے مثال مقرر بھی تھے، بے نظیر ناشر مسلک اعلیٰ حضرت بھی تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔اور باکمال شاعر بھی تھے، بڑے عمدہ اشعار کہتے تھے اوران میں رد وہابیہ بھی خوب ہوتا تھا۔ مجھے حضرت کی ایک نعت مقدس طالب علمی کے زمانہ میں دستیاب ہوئی تھی، جو میں نے اپنی ڈائری میں لکھ لی تھی، وہ ڈائری اب تک میرے پاس محفوظ ہے اور لکھی اس لیے تھی کہ وہ نعت مقدس مجھے بہت پسند آئی تھی اور آج بھی بہت پسند ہے۔ریاض عقیدت جو حضرت کا نعتیہ دیوان ہے،اس میں یہ نعت شریف موجود ہے،لیکن کتنے اشعار رہ گئے ہیں،لہذا جن حضرات کے پاس ریاض عقیدت کتاب ہوگی، وہ بھی میری اس تحریر کردہ نعت مقدس سے ضرور محظوظ ہوں گے۔ملاحظہ فرمائیں۔

اشارے میں شق ہو قمر پلٹے سورج، یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کر دیں انگشت اقدس سے پانی، یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ولادت کا دن ہے بتوں کے ہیں سرخم، شیاطین عالم پہ چھایا ہے اک غم
ہے ایوان کسریٰ میں ہیجان و ماتم، یہ ہیبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
انھیں کا تصور ہے آنکھوں میں ہردم، لبوں پر انھیں کا ہے مذکور پیہم
رہے دل کا دائم اسی در پہ سرخم، یہ طاعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
وہی قاسم رزق خلق خدا ہیں، وہی صاحب گنج ارض و سما ہیں
غریبوں یتیموں کے مشکل کشا ہیں یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
خدا کے کرم سے کھلے غیب ان پر، عیاں ہوگیا کل جہاں لوح دل پر
وہ دیکھ آئے معراج میں سارے منظر یہ عظمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
معزز ہوا جن کا نام گرامی، وہ سلطان والا رسول حجازی
انھیں کو گھٹائیں یہ نجدی وہابی، خباثت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
محرم کا کھچڑا بتائیں محرم، مگر زاغ اسود حلال اور مکرم
جو سنتے ہیں حق بات ہوتے ہیں برہم، جہالت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
وہ خلاق کل پاک ہے ذات جس کی وہابی بتاتے ہیں اس کو بھی عیبی
عجب مت ہے ایمان کے رہزنوں کی، یہ وحشت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
نئی بات کہتے ہیں بدعت ہے بدعت، مگر یہ مدارس پہ چندہ کی عادت

اسے کیا بتائیں گے یہ لوگ سنت، یہ بدعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
ہنسیں لوگ ہنستے رہیں کچھ نہیں غم رجب ہے گدائے شہنشاہ عالم
خطا کار پر ہے کرم ان کا پیہم یہ قسمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

اس نعت اقدس میں جتنے اختیارات مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف اشارے ہیں اور جن جن عقائد وہابیہ کا بیان ہے، اگر ان سب کی تشریح کی جائے تو ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ریاض عقیدت کے مطالعہ سے دل باغ باغ ہو گیا اور ہونا بھی چاہیے کیوں کہ حضرت ممدوح کا ایک ایک شعر عشق حبیب خدا عشق صحابہ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وعشق بزرگان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ڈوبا ہوا ہے۔ بطور نمونہ ایک نعت کے چند اشعار پیش خدمت ہیں، جس میں ردیف ''ملا'' ہے اور قافیہ مدعا، رضا سوا وغیرہ ۔

نعت اقدس

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا — سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا
باب حضور باب وصال الٰہ ہے — واصل بحق ہوا جسے یہ راستہ ملا
یہ راہ راہ وصل خدا ہے اسی لیے — مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا
خارِ رہِ مدینہ کو کہنا کبھی نہ خار — ہر خار رنگ وحسن میں گل سے سوا ملا
فضل خدا ہے شکر بجالا رجب تجھے — دامان پاک حضرت غوث الوریٰ ملا
صدقہ میں تجھ کو حضرت عبد العزیز کے — باب عطائے حضرت احمد رضا ملا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام — نوری میاں کا نور بھرا سلسلا ملا

ورد زباں ہے نعرۂ غازی قدم قدم
خوش کیوں نہ ہو رجب کہ اسے کیا سے کیا ملا

حضور والا ایک عمدہ قسم کے مفتی بھی تھے، ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمود رضا صاحب نے ان کے فتاوی سے ایک نفیس فتوی نکالا اور افادۂ عام کی غرض سے اس کی اشاعت کا قصد کیا اور کر بھی ڈالی، بنام اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بڑی عمدہ ہے۔ مجھے اس کتاب کی ساری خوبیوں کو بیان نہیں کرنا ہے، بلکہ میں صرف چند سطریں پیش کرنا چاہتا ہوں، جو مسجع ومقفّی ہیں اور دل کو موہ لینے والی ہیں۔ شروع شروع میں حمد وصلوۃ کے بعد فرماتے ہیں:

''بندۂ بارگاہ لم یزل کم ترین محمد رجب علی غفر لہ حق پسند اصحاب کی خدمت عالیہ میں عرض نگار ہے کہ اس زمانہ

بے قیدی میں عجب ہوائے مخالف چلی ہے۔ جدھر دیکھیے، عجب بات ڈھلی ہے۔ کہیں جہل کی تاریکیاں ہیں، تو کسی طرف ضد ونفسانیت کی سرمستیاں ہیں۔ جس کے منھ میں جو آئے بکے کچھ قید و بندش نہیں۔ حد شرعی کا وقت نہیں۔ کوئی پرسش نہیں۔ کسی نے امکان کذب کے بول بولے۔ تو کسی نے دعوی نبوت کے کھیل کھیلے۔ عجب تماشہ ہے زمانہ کا، عجب حال ہے عجب فسانہ۔ کسی نے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کی شان گھٹائی۔ اسی طور ایسی صورت شنیعہ میں اپنی بات بڑھائی۔ کسی نے قرآن کریم ناقص یا محتمل نقص بتایا۔ کسی نے معاذ اللہ شتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گیت گایا۔ کسی نے رسولوں کی ہمسری دکھائی۔ اولیا پر برتری جتائی تو کسی نے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے کہتے اپنی عمر گنوائی۔ کسی نے ختم نبوت پر کلام کیا۔ تو کسی نے علم رسول علیہ السلام کو کنھیا جنم کی طرح بتایا، کسی نے فاتحہ وعرس کو بدعت کہا تو کسی نے دیگر امور مستحبہ کو منع کیا۔ الغرض شر وفساد کا منظر ہے کہ جس سے ہر مسلم کا قلب مضطر ہے۔''

آپ کی ایک دوسری کتاب ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب کے ذریعہ دستیاب ہوئی جس کو دیکھ کر برجستہ زبان پر یہ جاری ہوگیا کہ......

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دلائل وبراہین کا انبار لگا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تحریر اگرچہ ایک سوال کے جواب میں ہے، مگر کتابی شکل اختیار کر گئی ہے۔ یہ کتاب بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ یہ کتاب جس سوال کے جواب میں ہے، وہ یہ ہے کہ علماے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں میلاد شریف وقیام تعظیم کرنا کیسا ہے؟ جب کہ یہ قرون ثلثہ میں نہ تھا تو بدعت ہونا چاہیے اور حدیث شریف میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے۔ منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟ جواب مفصل عنایت فرمایا جاوے۔ بینوا وتوجروا۔ نیز یہ بھی کہ مخالفین اس میلاد شریف کو کیا کہتے ہیں؟
حافظ سید محمد حسن مدرس مدرسہ مصباح العلوم نانپارہ ۱۶؍شوال المکرّم ۱۳۶۴ھ مقدسہ

اس کے جواب میں حضور والا نے ابتدا ہی سے دلائل کی بھرمار فرما دی ہے۔ حمد وصلوۃ کے بعد فرماتے ہیں کہ'' شک نہیں کہ محفل میلاد شریف وصلوۃ وسلام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قیام اظہار محبت وتعظیم وتکریم حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے۔ جن کے استحسان پر اعاظم علما صلحا علیہم الرحمہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی وشاہ عبد الرحیم صاحب محدث دہلوی وشاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی وشاہ مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی وملا علی قاری ومحمد طاہر صاحب مجمع البحار وشیخ عبد الوہاب متقی مکی اور امام ابن جزری صاحب حصن حصین وحافظ ابن رجب حنبلی وملا ابو الطیب سبتی مالکی وحافظ جلال الدین سیوطی وصاحب سیرت شامی و مجد الدین شیرازی وعلامہ سیف الدین ابو جعفر ترکمانی دمشقی حنفی وشیخ برہان الدین جعبری وعلامہ حمد اللہ وامام سلیمان برسوی ومولانا حسن بحرینی وبرہان ناصح وشیخ شمس الدین سیواسی، شیخ محمد بن حمزۃ العربی الواعظ وشمس الدین دمیاطی

وفخر الدین ذنقلی وحافظ زین الدین عراقی وعلامہ برہان ابوالصفا وحافظ ابن حجر عسقلانی وعلامہ ابوالقاسم لولوی وعلامہ ابوالحسن البکری وامام سخاوی وبرہان الدین صاحب سیرت حلبی وعلامہ ابن حجر مکی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روشن تصریحات ہیں۔'' ملاحظہ فرمایا آپ نے ان علما کے اسما کی کتنی لمبی فہرست ہے جنھوں نے میلاد و قیام وسلام کے جواز واستحسان کی تصریح کی ہے؟ اس سے حضور بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ کے مطالعہ کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ لگائیں۔ مولیٰ تعالیٰ حضور والا کے فیوض وبرکات سے ہم تمامی اہل سنت وجماعت کو مستفیض فرمائے اور ان کے خلف رشید حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب کو ان کا سچا جانشین بنائے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بلبل ہند : ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت

از : الحاج ماسٹر منظور احمد قادری نانپاروی
سابق ٹیچر جنتا انٹر کالج نانپارہ شریف

دل جگر جاں سب فدائے مصطفیٰ
سب تصدق سب برائے مصطفیٰ
منزل ملی مراد ملی مدعا ملی
سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا

قدوۃ السالکین بانی گلشن دین متین (عزیز العلوم) حافظ احادیث کثیرہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند عارف باللہ حضرت بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ الحاج الشاہ محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے زہد وتقوی، کشف وکرامت کے چرچے عام ہیں۔

آپ نے مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں مشہور زمانہ ولی کامل، عالم باعمل حضرت عبدالعزیز محدث بجنوری رحمۃ اللہ علیہ سے علم شریعت وطریقت کا درس لیا اور عشق حقیقی سے لذت آشنا ہوئے۔

آپ کی ذہنیت علم دوستی، پاکیزگی، خداترسی اور عشق رسول کو دیکھ کر کئی ولیوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ اہل تصوف کی دعاؤں اور کرم فرمائیوں کا ثمرہ تھا، کہ آپ قادری سلسلہ کے جلیل القدر ولی تھے۔

حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا، جیسا کہ حضرت موصوف کے مجموعہ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بعنوان ''ریاض عقیدت'' کے ہر ہر مصرع سے صاف ظاہر ہے۔ بطور نمونہ ایک شعر پیش ہے ؎

رجبؔ کو مستقل سرکار میں اپنی بلا لیجیے
نہیں ہے ہند میں رہنا گوارا یارسول اللہ

آپ نے تین مرتبہ سفر حج ادا فرمایا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا نذرانہ عشق وعقیدت پیش کیا۔ سفر حج کے دوران ایک بار حضرت نے عربی زبان میں تقریر فرمائی اور ایک نعت پاک پیش فرمائی۔ حضرت موصوف کی شیریں بیانی اور خوش الحانی سے متاثر ہو کر مفتی عرب حضرت علامہ مولانا الشاہ ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو بلبل ہند کے خطاب سے نوازا۔ ہندوستان کی سبھی خانقاہوں اور مزاروں پر حاضر ہو کر

آپ نے اپنا نذرانہ عقیدت پیش فرمایا۔ اپنے اسلاف اور شیوخ واساتذہ سے بے پناہ محبت تھی، نیز اپنے مریدین ومتعلقین سے بھی بہت ہی شفقت ومحبت سے پیش آتے۔ علم دین کی اشاعت وفروغ کے لیے آپ نے اپنے والد ماجد جناب شیخ نبی بخش مرحوم ومغفور کی مدد سے مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء کو محلّہ گھوسی ٹولہ نانپارہ میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اپنے استاذ وپیر ومرشد حضرت عبدالعزیز محدث بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اس مدرسہ کا نام عزیز العلوم رکھا۔ اس میں اس وقت ابتدائی درجات سے درس نظامی دورۂ حدیث تک تقریبا ۸۰۰؍طلبہ دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں اور تقریباً ۳۰۰؍طلبہ کے قیام وطعام، علاج، کتب نیز دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ اس گلشن دین متین سے ہزاروں حفاظ کرام اور علماے ذوی الافہام فارغ التحصیل ہوکر تاج فضیلت سے سرفراز ہوچکے ہیں۔ جو نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دیگر مما لک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور مدرسہ عزیز العلوم کا نام روشن کررہے ہیں۔

ہالینڈ کے مفتی حضرت مولانا بدرالقادری صاحب قبلہ اس مدرسہ سے تعلیم حاصل کرچکے ہیں، مزید ورلڈ اسلامک مشن لندن کے جنرل سکریٹری علامہ قمر الزماں خاں صاحب قبلہ اعظمی یہاں درس وتدریس کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ اجلہ علماے اسلام ومشائخ عظام نے شیخ الحدیث، شیخ الادب وصدرالمدرسین کے عہدوں پر فائز رہ کر قوم مسلم کے نونہالوں کو علم وحکمت سے سیرابی عطا کی۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو مدرسہ عزیز العلوم اور اپنے مہمانوں سے بہت لگاؤ تھا۔ مدرسہ کی ترقی آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ مدرسہ کی ترقی اور مہمان نوازی میں کسی طرح کی کوتاہی آپ ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ ضعیف ونحیف ہوجانے کے باوجود مہمانوں کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے کی کوشش فرماتے تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ مدرسہ کی ترقی اور فروغ کے لیے سفر میں گزار دیا اور حیات ظاہری کے آخری ایام تک مدرسہ کی فلاح وبہبود کے لیے لوگوں سے کہتے رہے۔

حضرت خالص دینی، مذہبی، سماجی اور فلاحی شخصیت کے مالک تھے، گندی سیاست سے کبھی کوئی واسطہ نہ رہا۔ تصوف نے آپ کے ذہن ودماغ میں کافی وسعت پیدا کردی تھی، اس لیے وہ تمام بندگان خدا سے بلاتفریق محبت والفت سے پیش آتے تھے۔ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی پاکیزگی، زہد وتقوی کی وجہ سے آپ کے مریدوں کی تعداد کم وبیش دس لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔

علم وحکمت کا بحر بے کراں جو نصف صدی سے زائد اپنے علمی فیضان سے ایک عالم کو فیضیاب کرتا رہا، افسوس وہ اہل سنت کا عظیم دینی مذہبی روحانی پیشوا اور بالخصوص ہم سب اہلیان نانپارہ کا سرپرست ونگراں، جس نے نانپارہ کی سرزمین پر اسلام وسنیت کے پرچم کو بلند کردیا، جو ہمارا رہبر ورہنما، جو ہم سب کا آقا وملجا تھا، جس کے رہنے سے

نانپارہ میں اسلامی رونق معلوم ہوتی تھی، جس سے باطل ہمیشہ لرزہ براندام رہتا تھا، جو ہمارا مرشد اعظم تھا، جو ہمارے دل کا چین تھا، جو ہماری زندگی کا سرور تھا، جو ہمارے اذہان کا سکون تھا، آہ! وہ ہمارا محسن وکرم فرما ہم سب کو داغ یتیمی دے کر ۷۵ر سال کی عمر شریف میں مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۸ء کو اپنے معبود حقیقی سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور مورخہ ۳ر اپریل ۱۹۹۸ء بمطابق ۵رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ بروز جمعہ محلّہ گھوسی ٹولہ نانپارہ میں اپنے آبائی مکان ومدرسہ کے درمیان آغوش رحمت میں آرام فرما ہو گیا۔

آپ کا مادہ تاریخ وصال

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ

۱۴۱۸ ھجری

سے نکلتا ہے۔

نماز جنازہ اور تدفین میں لاکھوں عقیدت مندان کے سیلاب کو دیکھ کر اہل دول اور وہ روسائے وہابیہ جو آپ کی مخالفت میں شب وروز سرگرداں رہتے تھے، انھوں نے بھی آپ کی عظمت وبزرگی اور علمی جلالت کا برملا اعتراف کیا اور اپنی دکانیں بند کر کے غم ورنج کا اظہار کیا۔

بلبل ہند کی لسانی احتیاط

از : مولانا محمد ادریس رضا قادری
سابق استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

حامی سنت، ماحی شرک و بدعت، قاطع نجدیت، قامع قلعہ دیو بندیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مظہر تاجدار اہل سنت حضور مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ مفتی نانپارہ اپنے دور کے ایک ذمہ دار، نادر روزگار شخصیت کے حامل عالم ربانی و درویش کامل تھے۔ آپ اپنی بے ریا خدمت دین کے سبب مفتی نانپارہ کے نام سے معروف و مشہور تھے، ہر طرف اہل علم میں آپ کا علمی سکہ چلتا تھا، عوام آپ کی خوش بیانی و طرز تکلم پر مسحور ہو کر بے درم بک جایا کرتے تھے۔ آپ اپنی خوش الحانی اور نکات بیانی میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ علما و خطبا آپ کی خطابت سے بے متاثر ہوئے نہیں رہا کرتے تھے۔ قوم و معاشرہ کی اصلاح ابنائے زمانہ کے قبیح و شنیع کید و دجل پر تنبیہ آپ کی خاص عادت کریمہ تھی۔ آغاز خطابت میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعیہ کلام اکثر پڑھا کرتے تھے اور ایسی خوش الحانی اور پرکشش آواز میں پڑھتے، کہ سامعین آپ کے وجد آفریں طرز پر کیف و سرور میں ڈوب جایا کرتے، چاروں طرف بلبل ہند، طوطی ہند کے جگر گداز نعروں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۔ بلا شبہ آپ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتوں کے پڑھنے کا پورا پورا حق حاصل تھا۔

میدان زبان و بیان میں خطبا و مقررین خطائے لفظی سے ہزار ہا بچنے کے باوجود سبقت لسانی کا شکار ہو ہی جاتے ہیں، جب کہ سبقت لسانی میں اضطرار کے سوا اختیار کا دخل نہیں ہوتا اور اس خطا پر مواخذہ بھی نہیں ہے، مفتی نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطاب و بیان سننے والے آج بھی موجود ہیں اور اس بات کی شہادت بھی دے رہے ہیں، کہ مفتی نانپارہ کا خطاب اسلوب بیان سلیس اور عام فہم، پر معنی، ایمان کی حلاوت سے لبریز ہوتا تھا۔ سبقت لسانی یا خطائے لفظی تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، کبھی اگر زبان پاک سے ایسا جملہ خروج ہونے والا ہوتا، جس سے معنی میں ادبی بگاڑ کا اندیشہ ہوتا، تو جملوں کے شروع لفظ ہی سے رجوع فرما لیا کرتے۔ ہمیشہ زبان و بیان ہو یا کلام و تکلم احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ حضرت کے مزار مقدس پر رحمت و نور کی بارش فرمائے۔

تصنیف وتالیف

فہرست کتب حضور بلبل ہند

از : حضور بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تحریر وقلم کی پختہ صلاحیت عطا فرمائی تھی، جس کا آپ نے حسب ضرورت استعمال بھی کیا۔ اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں آپ کے قلم نے علم وحکمت کی روشنی بکھیری۔ آپ نے لکھا تو ضرور مگر اس کی اشاعت وطباعت کی طرف اعتنا نہ فرمایا، جس کی وجہ سے آپ کی قلمی خدمات اور تحریری کارنامے منظر عام پر نہ آسکے۔ آپ کی زندگی میں محض دو مجموعہ کلام ریاض عقیدت ومناقب مسعود شائع ہوسکے، بلبل ہند کے وصال کے بعد ارغام الفجرہ، اظہار حق وصواب، ردالبطلہ شہزادہ بلبل ہند محمود ملت حضرت علامہ الحاج محمود رضا قادری مدظلہ العالی کی کوششوں سے شائع ہوئے اور بقیہ کتب ورسائل ابھی تشنہ طباعت ہیں۔ ان غیر مطبوعہ تصنیفات میں بھی کچھ دست برد زمانہ کی نذر ہوگئی ہیں، کچھ کے اوراق ایسے منتشر ہوگئے ہیں، کہ وہ کالعدم ہیں اور بعض بحمد اللہ اب بھی بتمام وکمال موجود ہیں، ان شاء اللہ عن قریب ان کی اشاعت ہوگی۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے قلم فیض رقم سے ۲۶ ر تصنیفات معرض وجود میں آئیں، جن کی فہرست ان کے اجمالی تعارف کے ساتھ آپ کے کاغذات کی ایک فائل میں دستیاب ہوئی، جسے آپ نے بقلم خود تحریر کیا ہے، اسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

۱۔ عزیز العشاق : حمد ونعت ومناقب کا ایک شاداب گلدستہ

۲۔ نگارستان توصیف : حمد ونعت ومناقب کا بہترین مجموعہ

۳۔ گلدستہ عقیدت : مجموعہ صلوۃ وتسلیم ببارگاہ حضور پرنور سرکار رؤف ورحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم

۴۔ نوائے دل : حرمین مطہرین کے عازمین کرام کی روانگی کے وقت کے متعدد معروضات

۵۔ کیفستان محمدت : حمد ونعت کا کیف بار مجموعہ

۶۔ منظومۂ دل افروز : بیان ولادت شریفہ پر مشتمل ایک وجد آور معروضہ منظومہ

۷۔ پیغام قادری : تذکیر موت پر مشتمل تحفہ نادرہ

۸۔ دربار فیض بار حضور پرنور جناب سید سالار رضی اللہ عنہ: حضور پرنور سیدنا حضرت سالار مسعود غازی شہید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب شریفہ

۹۔انوارالحرمین : سفر حرمین طیبین میں عرض کیا ہوا حمد ونعت ومناجات کا مجموعہ بے بہا

۱۰۔آثار تنویر : حمد ونعت کا گراں بہا مجموعہ

۱۱۔معراج مومن : نماز کے متعلق ایک مختصر رسالہ نافعہ

۱۲۔ارغام الفجرہ :میلاد شریف وقیام وغیرہا مسائل پر ایک مختصر وجامع رسالہ

۱۳۔اهداء الاحيا الى الاموات :مسائل ایصال ثواب پر ایک موجز ونافع رسالہ

۱۴۔بانگ صبح : مسلمانوں کے لیے ایک انتباہی پیغام

۱۵۔ البيان الاقوم في كمالات سيدنا الغو ث الاعظم رضى الله عنه :حضور پرنور سرکار بغداد مقدس رضی اللہ عنہ کے حالات

۱۶۔رحمة الرحمن في ذكر الامام سيدنا ابى حنيفة النعمان رضى الله عنه :حضور سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اذکار شریفہ

۱۷۔الخطب السنية:حضرت پیر ومرشد تاج الشریعۃ وبدر الطریقۃ جناب مولانا مولوی صوفی شاہ محمد عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہ الرحمہ کے خطبات

۱۸۔انوارالقمرین :بیان شہادت حضرات امامین کریمین رضی اللہ عنہما پر مشتمل رسالہ

۱۹۔انوار طریقت : تصوف کا مختصر ضروری بیان مع چند مکتوبات حضرت پیر ومرشد علیہ الرحمہ

۲۰۔القاء القدس :عربی میں ایک انتباہی تقریر

۲۱۔انتساب الخادم الى الاعاظم والاعالم : اسنادکریمہ

۲۲۔ردالبطلۃ : ایک ناگپوری دجال وکذاب کا (جس کا بیان اخبار وحدت میں شائع ہوا) رد بے نظیر

۲۳۔قوامع السنة السنية على رؤس الرفضة الشنيعة : روافض کے حال پر ملال کا اجمالی تذکرہ

۲۴۔الرد الشديد على الكاذب العنيد:حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب کے بارے میں ایک اعتراض کا دنداں شکن جواب

۲۵۔نصرة الرحمن على مريد الشيطٰن :صلاح الدین بہرائچی فارسی ٹیچر سعادت ہائی اسکول نانپارہ کی بعض نظموں کا ردقاہرہ زبان فارسی میں۔

۲۶۔تعليم الجهال في امر الهلال: بعض شرعی ضروری احکام

بلبل ہند کی چند تصانیف کا مختصر تعارف

از : مبلغ اسلام ادیب اہل سنت
حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی قادری
مہتمم دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ، مئو، یوپی

۳ رذی الحجہ ۱۴۱۹ھ/ یکم اپریل ۱۹۹۸ء کو بلبل ہند حضرت علامہ مفتی اعظم ناناپارہ عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، کچھ کم اسی سالہ زندگی پائی اور پوری زندگی علم و دین کی خدمت میں گزاری، علاوہ ازیں خدمت خلق کو اپنا شعار بنایا، رشد وہدایت خلق کے لیے ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کیا، بڑے خوش بیان خطیب تھے اور خوش گو شاعر بھی، ترنم سے اپنی اور اکابر اہل سنت خصوصاً سرکار اعلیٰ حضرت کی نعتیں پڑھتے اور سامعین کو خوب خوب محظوظ فرماتے۔ ملک میں ہونے والے بڑے جلسوں اور اہم کانفرنسوں میں آپ کو نمایاں مقام دیا جاتا، علم کے ساتھ عمل میں بھی بڑے پختہ تھے کہ اس کی مثال کم ملے گی، آپ کی حیات میں تو یہ نہ معلوم ہو سکا، کہ آپ ایک بہترین مصنف بھی تھے، مگر انتقال کے بعد جب صاحب زادہ والا تبار جناب مولانا محمود رضا صاحب نے آپ کی چند مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی زیارت کرائی، تو آپ کی اس خصوصیت کا بھی علم ہوا، لہذا ذیل میں آپ کی تصانیف کا اجمالی تعارف پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، تا کہ اہل علم ان کی تصانیف کی طرف متوجہ ہوں اور استفادہ کریں، یہ تصانیف وہ آثار علمیہ ہیں جو صدقہ جاریہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

(۱) کنز الخیرات

کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات ۱۳۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ غالبًا اب تک شائع نہیں ہوئی ہے، فل اسکیپ سائز پر اس کے کل ۳۸ رصفحات ہیں۔ کتاب کے ابواب حسب ذیل ہیں:

فضائل دعا از آیات قرآنی، از احادیث کریمہ، دعا کے آداب اور قبولیت کے اسباب، وہ اوقات جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، وہ مقامات جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، وہ باتیں جو دعا کے قبول ہونے میں مانع ہیں، وہ باتیں جن کی دعا نہ کرنی چاہیے، وہ لوگ جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اسم اعظم وکلمات اجابت، وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے والوں کو دعا کی حاجت نہیں۔

یہ کتاب دعا کے فضائل وآداب اور مسائل پر ایک مختصر مگر جامع وعمدہ کتاب ہے، جو مستند احادیث کے

ذخیرے اور کتب اسلاف کرام سے ماخوذ ہے۔ مصنف خود تحریر فرماتے ہیں:

''کتب معتبرہ مثلاً احیاء العلوم، کیمیاے سعادت للامام الغزالی علیہ الرحمہ ومشکوۃ المصابیح للشیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالی وبالخصوص کتاب مستطاب **احسن الوغاء لآداب الدعا** للشیخ العارف الکامل الفاضل مولانا الشاہ محمد نقی علی خاں البریلوی علیہ الرحمہ وشرح مبارک **ذیل المدعا لاحسن الوغاء** للشیخ العارف باللہ مولینا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے جمع کیا۔'' (کنز الخیرات قلمی ص۲)

فی الجملہ کنز الخیرت اپنے موضوع پر ایک بہترین اور قابل اشاعت کتاب ہے، افسوس کہ یہ اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی۔

(۲) مقامع السنه السنيه على رؤس الرفضة الشنيعة

یہ دس صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے اور روافض کے رد میں لکھا گیا ہے، جو واعظانہ رنگ لیے ہوئے اور مفید ہے۔ یہ بھی قلمی ہے۔

(۳) ارغام الفجرة فی قیام البررة

یہ ۱۳۶۴ھ کی تالیف ہے، جو قیام تعظیمی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس کے کل صفحات ۱۸ر ہیں، یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں محفل میلاد پاک کے مستحب وپسندیدہ ہونے پر اسلاف کرام کے اقوال کی روشنی میں دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اپنے موضوع پر بہترین تحریر ہے۔

(۴) انوار القدس (عربی)

نیرنگی زمانہ کے بیان میں ایک اصلاحی رسالہ ہے جو عربی میں ہے اور دس صفحات پر مشتمل ہے، زبان عام فہم ہے، یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۵) گلدستہ روح فزا

بنام تاریخی ''رضوان قدیر'' (۱۳۷۱)۔ مطبوعہ اکلیل پریس بہرائچ۔ ۱۶ر صفحات کا یہ گلدستہ حمد ونعت اور مناقت شہید ہند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان پر مشتمل ہے، جو غالبًا ایک بار طبع ہوا ہے۔

(۶) ریاض عقیدت (مطبوعہ)

یہ بھی حمد ونعت اور مناقب کا مجموعہ ہے، ۶۴ رصفحات پر مشتمل ہے، مناقب میں خلفاے راشدین، شہداے کربلا اور صحابہ کرام، غوث پاک وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب شامل ہیں۔ یہ مجموعہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور نہایت والہانہ انداز بیان کا حامل ہے۔

(۵) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب

یہ کتاب ''فاتحہ ونذر ونیاز کا ثبوت'' کے عرفی نام سے بڑے خوب صورت انداز میں المجمع الرجبی، رضوی منزل، نانپارہ، بہرائچ سے شائع ہوئی ہے۔ میرے پیش نظر اس کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ یہ کتاب پوری تو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے، لیکن اصل مضمون جو ایک استفا کے جواب کی شکل میں ہے، صرف آٹھ صفحات کا ہے، باقی صفحات تقریظ وانتسابات وتعارف کی نذر ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور شیخ الادب محقق العصر حضرت علامہ محمد احمد مصباحی پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تقریظیں ہیں اور بعض صفحات پر حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی شخصیت سے متعلق دیگر اہل قلم حضرات کی نگارشات بھی ہیں۔ یہ مختصر فتوی جو کتابچے کی صورت اختیار کر گیا ہے، ایصال ثواب اور فاتحہ وغیرہ کے ثبوت میں ایک مختصر مگر جامع تحریر ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانا ہمارا ایک اہم فریضہ ہے، کیوں کہ یہ فتوی مختصر ہوتے ہوئے بڑا جامع اور عام فہم ومفید بھی ہے۔ یوں ہی حضرت مفتی نانپارہ کے دیگر فتاوے بھی منظر عام پر لائے جائیں۔

بعض مضامین حضرت مفتی نانپارہ کے دیگر بہت سے اہم موضوعات پر ہیں، تلاش کرنے سے مزید ان میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ حضرت کے تمام مقالات ومضامین ایک مجموعہ میں شائع کردیے جائیں تو بہت اچھا ہو، تاکہ ان کی افادیت عام ہوسکے، ورنہ گوشہ گمنامی میں پڑے رہ جائیں گے اور ضائع ہوجانے کا بھی خطرہ ہے۔

سننے میں آیا ہے کہ پچیس کے قریب تصانیف ہیں، یہی چند میری نظر میں آئیں، جن پر مختصر تبصرہ ہدیہ ناظرین ہے۔ مزید تصانیف ومقالات نظر سے گزرتے تو ان پر بھی لکھا جاتا۔ مولی تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی ورثے کی حفاظت اور عام کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ **آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ التحیۃ والتسلیم الی یوم الدین**

بلبل ہند اپنی تصنیفات کے آئینے میں

از : مولانا محمد مسیح اللہ مصباحی
استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یو پی

اللہ رب العزت نے بندوں کی رشد وہدایت کے لیے انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور سلاسل انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اختتام کے بعد علماے کرام کی نورانی جماعت انبیاے کرام کی نیابت کے فرائض انجام دینے لگی اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ علماے کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں تبلیغ دین متین کا کام احسن طریق پر انجام دیا، وہ امام اعظم ہوں یا امام مالک وشافعی یا امام احمد بن حنبل ہوں یا امام ابو یوسف ومحمد یا امام حسن بن زیاد ہوں یا شمس الائمہ امام سرخسی ، وہ اما اہل سنت فاضل بریلوی کی ذات مبارکہ ہو یا مفتی اعظم وصدر الشریعہ یا حافظ ملت ومحدث اعظم ہند کی ذوات ستودہ صفات ہوں، ہر ایک نے تبلیغ دین کا گراں قدر کارنامہ عمدہ طریقہ سے انجام دیا اور لوگوں کے سامنے مسائل شرعیہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمایا، دنیا میں علم نبوی کے نور کا اجالا پھیلا کر اپنے کارہاے گراں مایہ سے عالم کو منور فرمایا۔

ان العلماء سرج الازمنة کل عالم سراج زمانه یستضئ به اهل عصره.

یقیناً علما اپنے زمانہ کے چراغ ہیں، ہر عالم اپنے زمانہ کا چراغ ہے، جس سے اس کے زمانہ کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

انھیں سراج ازمنہ میں قاطع کفر وضلالت، ماحی بدعت، حامی سنت، ناشر علم وحکمت، سرتاج ملت، وارث علم نبوت، نائب ختمی مرتبت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔

آپ نے ایک زمانہ تک لوگوں کی رشد وہدایت کا کام انجام دیا اور ایک دنیا آپ سے فیضیاب ہوتی رہی، آپ گم گشتگان راہ ہدایت کے ہادی اور سرچشمۂ علم وحکمت تھے۔ آپ آسمان علم وفن پر نیر تاباں کی طرح نصف صدی سے زائد تک درخشاں رہے۔ آپ کی ضیا بار کرنوں سے عالم مستنیر ومستفیض ہوتا رہا ہے اور اب ظاہری زندگی سے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کی آرام گاہ مرجع خلائق ہے، گویا کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ اپنی حیات ظاہری میں بھی لوگوں کی رشد وہدایت کا کام کرتے رہے اور بعد وفات بھی آپ کے روحانی فیض سے اپنے معتقدین کو بالخصوص اور بالعموم اہل سنت کو فیضیاب فرما رہے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے اندر اتنی جاذبیت ومقناطیسیت تھی، کہ جو بھی آپ کے جلوۂ جہاں آرا کا دیدار کر لیتا، آپ کا ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ آپ کی ذات سراپا رشد وہدایت کا پیکر تھی، آپ کے چہرۂ مبارک پر انوار الٰہیہ کی کرنیں تابندہ تھیں، جو دیکھنے والے کے دل میں گھر کر جایا کرتی تھیں۔ اللہ رب العزت کی رحمت ہی ہے کہ آپ ایک معمولی گھرانہ کے فرزند ہیں مگر رحمت ایزدی نے آپ کو اتنا نوازا تھا، کہ آپ دیکھتے دیکھتے دنیا میں بلبل ہند اور قاطع کفر وضلالت جیسے بھاری بھرکم القاب سے ملقب ہو کر مشہور ہوئے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

حضرت بلبل ہند علم وفضل کے تاجدار اور عمل کے گوہر آبدار تھے۔ آپ ایک باکمال مدرس اور بافیض مرشد بھی تھے۔ آپ ایک مخلص داعی اور انقلاب آفریں قائد بھی تھے۔ آپ کی پوری زندگی ملی ودینی وسماجی خدمات سے مملو ہے اور ہر گوشہ حیات میں آپ کی علمی وعملی کاوشوں کے قابل تقلید نقوش موجود ہیں۔ آپ نے اپنی زبان وبیان دونوں ہی سے قوم وملت کے فروغ وارتقا کے لیے جہد مسلسل وسعی پیہم کیا ہے اور القلم احد اللسانین کے تحت اپنے قلم کی جولانیت کے انمٹ نقوش اہل سنت وجماعت کے سامنے چھوڑے ہیں، جو ذخیرۂ علم وحکمت اور انسانیت ساز ہیں اور سرمایۂ افتخار بھی۔ یہ ایسا ذخیرہ ہے، جو دنیا وآخرت دونوں میں ہی بلبل ہند علیہ الرحمہ کی کامیابی کا ذریعہ ہے، نیز دگر لوگوں کی سرخروئی وسرفرازی کا بھی عظیم زینہ ہے ۔

وما من کاتب الا سیفنی
ویبقی الدھر ما کتبت یداہ

اور ہر کاتب فنا ہو جائے گا اور زمانہ اس کو باقی رکھے گا جسے اس کے دونوں ہاتھوں نے تحریر کیا ہے۔

فلا تکتب بکفک غیر شئ
یسرک فی القیامۃ ان تراہ

لہٰذا تو اپنے ہاتھ سے اس کے سوا نہ لکھ جسے تو قیامت میں دیکھ کر خوش ہو۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی تحریروں کا ایسا گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے جو بلا شبہ میدان محشر میں آپ کی خوشی کا ذریعہ وسبب ہوگا۔

آپ کی تصانیف

آپ کی اکثر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں، جن میں ''ریاض عقیدت''، ''رضوان قدیر'' نعتوں کا گلدستہ شائع ہو کر عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' اور اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' زیر طبع ہیں۔ آپ کی کل تصانیف کی تعداد تقریبا پچیس ہوگی، جسے وقتاً فوقتاً شائع کیا جائے گا۔

(سوانح بلبل ہند غیر مطبوعہ)

حضرت بلبل ہند کی جملہ تصانیف تو فی الحال دستیاب نہیں ہوسکیں، مگر جو دستیاب ہیں، ان کا اجمالی تجزیہ اور حضرت بلبل ہند کی علمی جلالت کی مختصر سی جھلک اللہ ورسول کی توفیق اور حضرت بلبل ہند کے ہی توسل سے ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔

کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات

تبصرہ کا آغاز میں نے حضرت کی اس مبارک ومسعود کتاب کے ذریعہ سے کیا، اس سے خیر وبرکت کے حصول کی رجاوامید کرتے ہوئے، کیوں کہ اس میں عبادتوں کی اصل کا تذکرہ ہے، جس کے ذریعہ سے بندہ اپنے معبود حقیقی سے قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ رحمت ایزدی اس کی جانب مائل ہوتی ہے اور وہ نعمت الٰہیہ سے بہرہ ور اور باران رحمت سے فیضیاب ہوتا ہے۔ دعا کی حقیقت بالکل بادام کے مغز کی مانند ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

الدعاء مخ العبادة

دعا عبادات کا مغز ہے۔

ایک انسان چاہے جتنی بھی عبادت کرلے، اگر دعا نہ کرے تو اس کی عبادت کو وہ سرور حاصل نہ ہوگا، جو عبادت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندے کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

فضیلت دعا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ دعا عبادت ہی ہے، پھر آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی :

وقال ربکم ادعونی استجب لکم

اور تمہارے رب فرمایا مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

حدیث: جس کے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لیے قبولیت، جنت اور رحمت کے دروازے کھولے گئے۔ تقدیر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی ہی عمر کو بڑھاتی ہے...... قضا وقدر سے کوئی چیز نہیں بچاسکتی، البتہ

دعائیں ان مصائب وتکالیف کے دور کرنے میں نفع دیتی ہیں، جو آچکیں اور ان میں جو ابھی تک نہیں اتریں اور بے شک مصیبت نازل ہوتی ہے تو دعا اس سے متصادم ہوتی ہے اور قیامت تک دونوں میں کش مکش جاری رہتی ہے یعنی آنے والی مصیبت کو اللہ تبارک وتعالیٰ دعا کے سبب روک دیتا ہے، دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور ہے۔ (حصن حصین ص ۱۳)

فضیلت ذکر

اللہ کے ذکر سے کوئی صدقہ افضل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مختلف راستوں کا چکر لگاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں، جب وہ ایسی جماعت کو دیکھتے ہیں، جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو، تو آواز دیتے ہیں، آؤ اپنی حاجت کی طرف پھر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، فرشتے انہیں (اہل ذکر کو) اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور یہ سلسلہ آسمان دنیا (پہلے آسمان) تک جاری رہتا ہے۔

ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ شرعی احکام تو بہت ہیں، مجھے ایسا عمل بتایئے، جسے میں ہمیشہ کرتا رہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیری زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہنی چاہیے۔ (حصن حصین ص ۱۴-۱۵)

بلاشبہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے ذکر ودعا کے انھیں تمام فضائل وخصوصیات کے اعتبار سے یہ رسالہ ''کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات'' تحریر فرمایا، جس میں قرآن واحادیث سے فضائل ذکر ودعا ثابت کرکے اوقات دعا وطریق دعا اور قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ ادعیہ ماثورہ تحریر فرمایا ہے جو ذاکر کی فلاح ونجات کا ضامن اور اخروی سرخروئی وسرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہیں۔

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''بہتر ہے کہ جو دعائیں احادیث میں مروی ہیں، ان کو اپنی زبان پر لاکر کلمات محبوب سے لطف اندوز ہوکر دعا کرے، مگر کوئی دعاے ماثورہ معین نہ کرلے، بلکہ گاہے گاہے اور دعاؤں کو بھی پڑھ لیا کرے۔ جب اپنے لیے دعا کرے تو دوسرے مسلمانوں کو بھی شریک کرلے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت.

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر روز مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ۲۷ / بار استغفار کرے تو ان لوگوں میں سے ہو جن کی دعا مقبول ہوتی ہے اور ان کی برکت سے خلق کو روزی ملتی ہے۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اس قسم کے دعا کے فضائل و برکات اس کتاب میں بہت سارے تحریر فرمائے ہیں، جو عوام تو عوام کتنے خواص کو بھی معلوم نہ ہوں گے۔ یہ آپ کے ذکر واذکار میں کثرت مشاغل کی دلیل ہے۔ آپ نے اس کتاب کے ذریعہ سے امت مسلمہ کو ذکر واذکار کے صحیح طریقے کی رہنمائی فرمائی ہے، ساتھ ہی آپ نے ان مقامات مقدسہ کی نشاندہی بھی فرمادی ہے، جہاں خصوصیت سے دعا مقبول ہوتی ہے اور بارگاہ رب قدیر سے اس کا دونا دوں اجر حاصل ہوتا ہے۔ یوں تو اللہ رب العزت کو جہاں کہیں سے بھی پکارا جائے، تو خدا دعا کرنے والوں کی دعا کو قبول فرماتا ہے، مگر ''ان الصفا و المروة من شعائر الله'' کے تحت کچھ مخصوص مقامات شعائر الٰہیہ ہیں، جہاں خصوصیت کے ساتھ تجلیات ربانیہ اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی ہیں اور وہ شعائیں داعی وذاکر کے اوپر پڑتی ہیں، جس سے وہ دنیا وآخرت میں فائز المرام ہوتا ہے، اس کی تمام تر تفصیلات پر آگاہی اس رسالہ کو دیکھنے کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے، جو بڑی سائز کے تقریباً چالیس صفحات پر بکھری ہے، جس میں حضرت نے مقامات دعا کے ساتھ ساتھ اوقات دعا کلمات دعا اور طریق دعا کی کلی وضاحت فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر ارباب حل وعقد کو اس کتاب کی اشاعت کی توفیق بخشے۔ (آمین) تاکہ قارئین کے ذہن ودماغ میں حضرت کا مقام تصوف گھر کر جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ ایک روحانی قائد وپیشوا بھی تھے۔

ارغام الفجرة فی قیام البررة

یہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا دوسرا رسالہ ہے، جو اثبات ذکر ولادت مبارکہ وقیام اور صلوۃ وسلام کے تعلق سے فی الواقع ایک استفتا کا جواب ہے، مگر آپ نے اس جواب کو ایک رسالہ کی صورت عنایت فرمادی ہے، جس میں آپ نے منکرین محافل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قیام وسلام کے منکرین کی دھجی اڑادی ہے۔ آپ نے مسئلہ قیام ومحفل میلاد کو حجج ساطعہ، دلائل قاطعہ اور براہین واضحہ سے ایک طرف جہاں مسئلہ کو واضح فرمادیا ہے، وہیں منکرین کی مکمل تردید بھی فرمادی، چوں کہ سائل نے اپنے سوال میں کل بدعة ضلالة کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنا چاہا تھا، کہ ہر بدعت گمراہی ہونے کی وجہ سے محفل میلاد کا انعقاد وقیام بھی بدعت ہے، تو یہ بھی گمراہی ہونا چاہیے، ایسی صورت میں منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک کی مکمل تشریح کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اس حدیث پاک سے کون سی بدعت مراد ہے؟ بدعت کی اقسام کتنی ہیں، ساتھ ہی مسئلہ کو تقریباً تیس اجلہ علمائے کرام وائمہ عظام کے اقوال سے ثابت فرمایا اور کل بدعة ضلالة سے مسئلہ قیام پر حکم لگانے والوں پر متعدد ضربات بھی لگائی ہیں اس رسالہ کا ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کررہا ہوں، جس سے آپ کی قوت استعداد وخداداد علمی صلاحیت نمایاں ہوتی

ہے، اس تحریر کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو زبان و ادب پر مکمل بادشاہت حاصل ہے، کوثر و سلسبیل میں دھلی شستہ وشائستہ زبان اور سلیس وعام فہم الفاظ میں مسائل کو سائلین کے ذہن ودماغ میں اتارنے پر آپ کو قدرت حاصل ہے۔ **کل بدعة ضلالة** کے تعلق سے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ میں لکھتے ہیں: **قال فی الازهار ای کل بدعة سيئة ضلالة و قوله کل بدعة ضلالة عام مخصوص** یعنی کہا ازہار میں کہ یہ مخصوص ہے یعنی ہر وہ بدعت کہ سیئہ ہو گمراہی ہے۔'' (ارغام ص ۷)

پھر آپ نے اقسام بدعت کو شمار کراتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''شیخ عز الدین بن عبد السلام کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں:

البدعة اما واجبة کتدوين اصول الفقه والكلام فی الجرح والتعديل واما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية و اما مندوبة كاحداث المدارس وكل احسان لم يكن فی العهد الاول واما مكروهة كزخرفة المساجد يعنی عند الشافعی واما عند ابی حنيفة فمباح واما مباحة كالتوسع فی لذيذ الماكل والمشارب.

یعنی بدعت یا تو واجب ہے جیسے اصول فقہ کا جمع اور جرح وتعدیل میں کلام (۲) یا حرام جیسے جبریہ قدریہ کا مذہب (۳) یا مندوب جیسے مدارس کا بنانا اور ہر وہ نیک عمل جو زمانہ اولیٰ میں نہ تھا (۴) یا مکروہ جیسے مساجد کا مزین کرنا شوافع کے نزدیک (لیکن حنفیوں کے نزدیک مباح ہے) (۵) یا بدعت مباح ہے جیسے کھانے پینے کی اشیا میں فراخی۔

الغرض! ائمہ دین علیہم الرحمہ کی صاف صریح تشریحات نے واضح کر دیا، کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ و بدعت سیئہ اور میلا د شریف، سلام وقیام و دیگر امور حسنہ اسی بدعت محمودہ کے تحت ہیں۔ وہابیہ مزعومہ ہی عجیب موہوم ہے، ائمہ دین کی مخالفت ان کا قدیمی شیوہ ہے، حق پسند کے لیے یہی بہت کافی ہے، ہٹ دھرم کو دفاتر بھی ناکافی ان سب ائمہ کے اقوال سے بڑھ کر افضل واشمل وہ قول ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا، کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کے اہتمام والتزام کے متعلق فرمایا، **نعمت البدعة هذه** یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ وہابیہ کا اس پر ایمان ہی نہ ہوگا، کیوں کہ وہ بول چکے کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ ہاں! ایمان والوں پر مولیٰ عز وجل کی رحمتیں ہیں کہ وہ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ومنقاد وائمہ ہدی کے متبع ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صلوۃ الضحی کے متعلق فرماتے ہیں: **نعمت البدعة هذه** یہ کیا ہی اچھی بدعت

ہے نیز یہ بھی فرمایا: **ماابتدع المسلون افضل من صلوۃ الضحیٰ** یعنی مسلمانوں نے نماز چاشت سے افضل کوئی نئی بات نہ ایجاد کی۔

اس پورے اقتباس میں حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے یہ ثابت فرمایا، کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، لہذا ہر بدعت کو حرام یا ناجائز نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسی بدعت کو حرام کہا جائے گا، جو کتاب وسنت کے متصادم ہو جیسے حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اس کو احیاء العلوم کی ایک عبارت سے واضح فرمایا ہے: **انما المحذور بدعة تراغم سنة ماموراً بها** یعنی بدعت وہی ممنوع ہے جو کسی ایسی سنت کو مٹاتی ہو جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر ہر بدعت کو حرام وناجائز کہا جائے تو چاہیے کہ نماز تراویح اور نماز چاشت بھی حرام وناجائز ہو حالاں کہ اسے کوئی بھی ناجائز وحرام نہیں کہتا، اسی طرح سے محفل میلاد کا انعقاد وقیام صلوۃ وسلام اگرچہ نئی چیز ہے، مگر یہ سنت مامور بہا کے مخالف بھی نہیں ہے اور بدعت محمودہ میں داخل ہے۔

غرضیکہ حضرت نے اس پورے رسالہ میں اثبات قیام کے تعلق سے دلائل واضحہ بینہ کو ذکر فرمایا، جس سے مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا، اب حقیقت پسند کے نزدیک مسئلہ مجوثہ میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا اور منکرین کے لیے دفتر طویل بھی ناکافی ہوگا۔ آخر میں حضرت نے لوگوں کی اطلاع کے لیے فتاوی رشیدیہ کے کچھ فتاوے تحریر فرمائے ہیں، جن میں رشید احمد گنگوہی نے محفل میلاد پاک کے انعقاد کو صراحت کے ساتھ ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ بھی دعوی بلا دلیل کے جو ائمہ عظام کی روشن تصریحات کے سامنے بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ پورے رسالہ کو پڑھنے کے بعد عشق رسول کا جو حصول ہوگا، وہ قارئین پر مخفی نہ ہوگا۔ یہ رسالہ جو غیر مطبوعہ ہے، اٹھارہ صفحوں پر مشتمل ہے، حجم کے اعتبار سے مختصر ہے، مگر معانی کے اعتبار سے بہت ضخیم ہے، خدا کے کرم سے امید ہے کہ یہ رسالہ عنقریب مرحلۂ طباعت سے گزر کر عوام کے سامنے اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ بار ہوگا۔

اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا یہ تیسرا رسالہ ایصال ثواب کے اثبات کے تعلق سے ہے، یہ بھی ایک استفتا کا جواب ہی ہے، جسے حضرت نے ایک رسالہ کی صورت عنایت فرمادی ہے۔ دیابنہ اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک مسئلہ دائرہ کو قرآن واحادیث اور اقوال سلف صالحین سے ثابت فرمایا، اس میں ایسی ایسی روشن دلیلیں آپ نے ذکر فرمادی ہیں، کہ مخالفین کے مزعومات فاسدہ کے تمام محل تار عنکبوت کی طرح بکھر گئے ہیں۔ یہ رسالہ صرف دس صفحات پر مشتمل ہے، جو کتابت کی منزل سے گزر چکا ہے، مرحلہ طباعت باقی ہے۔ یہ رسالہ بھی باعتبار حجم بہت مختصر ہے، مگر نہایت ہی مدلل وجامع ہے۔ مخالفین کے زعم باطل، خیال عاطل اور وہم فاسد کا قامع ہے۔ اس رسالہ میں حضرت

بلبل ہند علیہ الرحمہ نے واضح دلیلوں کو ذکر فرمانے کے بعد محرر کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے:

ان شاء اللہ تعالیٰ اب تو محرر صاحب ضرور اپنے قول سے رجوع فرما کر مسلک حق کے پیرو ہو جائیں گے، محرر صاحب کا یہ جملہ کہ معلوم نہیں انجام اس کا (یعنی فاتحہ کا) کیا ہوتا ہے، کتنے بھولے پن پر دلالت کرتا ہے، اولاً تو یہی سمجھنا چاہیے، کہ فاتحہ میں آخر ہوتا کیا ہے، پھر اس کے انجام پر خود ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی نظر پڑ جاتی۔

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ فاتحہ میں قرآن پاک و درود شریف کی تلاوت ہوتی ہے، جو بلا شبہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں میت کی روح کو ایصال ثواب کے لیے دعا کی جاتی ہے جس کے لیے خدا کا حکم ہے تو پھر اس کے مقبول ہونے میں سوائے منکرین کے کس کو کلام ہوسکتا ہے؟

اس مختصر رسالہ میں حضرت نے تقریباً بیس کتب معتمدہ کے حوالہ سے ایصال ثواب کو ثابت فرمایا ہے، جن سے ایک طرف جہاں مسئلہ دائرہ کا اثبات ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف حضرت کی علمی جلالت وتفوق واضح ہوتا ہے، بلا شبہ حضرت کی ذات گرامی ہم عصر علما میں عظیم المرتبت تھی، آپ کا علمی دنیا میں ایک اعلیٰ وارفع مقام تھا، حضرت کے اس رسالہ میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کی تحریر کا پورا عکس نظر آتا ہے۔ امام اہل سنت ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

انہ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد.

یعنی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ یارسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا، تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی۔ انھوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادر سعد کے لیے ہے۔

اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہو جانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس بھی سہی تو کیا صرف اس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا، جو اس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا، حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے گا، بحکم **ھذہ لام سعد** سب کا ثواب مادر سعد کو پہنچے گا۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۹۴)

اب حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیے اور اثبات مسئلہ میں زور بیانی کی داد دیجیے۔

نیز یہی شاہ صاحب لمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

از ینجاست حفظ اعراس مشائخ مواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں۔

اور اسی جگہ سے مشائخ کے عرسوں کی حفاظت کرنا اور اس پر ہمیشگی برتنا ان کی قبروں کی زیارت کرنا اور فاتحہ پڑھنے کا التزام کرنا اور ان کے واسطے صدقہ دینا۔

حضرت محرر صاحب کدھر ہیں، اگر بصیرت ہوتی تو دیکھتے، کیسی صراحت ووضاحت سے شاہ صاحب عرس وفاتحہ وصدقات نافلہ پر زور دے رہے ہیں اور اس پر کوئی ردوانکار نہیں فرمارہے ہیں۔ (مذکورہ رسالہ)

دیکھیے اس عبارت میں حضرت نے ایصال ثواب کے ساتھ خود عرس کا حکم بھی واضح فرمادیا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا، کہ ایصال ثواب کے لیے کوئی وقت معین نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی جب چاہے، فاتحہ خوانی کرسکتا ہے، ایصال ثواب کرسکتا ہے۔ چاہے دسوں سال ہی کیوں نہ گزر گئے ہوں، جیسا کہ خود اعلیٰ حضرت کی تحریر سے بھی واضح ہوتا ہے۔

یہ رسالہ جہاں ایک طرف علمی و تحقیقی ہے، وہیں دوسری طرف اردو ادب میں بھی شاہکار ہے، اور ادب عالی و طنز ملیح کے ایسے نادر نمونے ہیں، کہ بڑے بڑے طرز نگار ادیب انگشت بدنداں ہیں، نمونہ کے طور پر صرف ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کررہا ہوں:

افسوس ان تنگ نظران جہاں پر نیاز و فاتحہ، میلاد شریف، گیارہویں شریف وغیرہا تمام اعمال حسنہ کو اس بنا پر ناروا کہیں، کہ یہ سب حضور علیہ السلام کے دور پر انوار میں نہ تھیں، مگر مدرسے بنانا، چندے مانگنا، چینی کی پلیٹوں میں مرغ مسلم جھاڑنا، نفیس نفیس کپڑے اور عجیب عجیب ساخت کے لباس استعمال کرنا وغیرہا امور جدیدہ کثیرہ میں انہماک ہونا کیوں کر ناروا اور بدعت نہیں ہوتا۔ افسوس ان کم خردان بزم پر کہ جس امر سے تعظیم محبوب خدا علیہ السلام وعظمت محبوبان بارگاہ رب علا عزمجدہ ظاہر ہو جس چیز کے کرنے سے مسلمانوں کے احیا و اموات کو فائدہ پہنچے، حیات وممات کے لیے جو طریقے نفع بخش و مستحسن ہوں، وہ سب حرام و مذموم بدعت و ناجائز ٹھہریں، مگر جہاں اپنے پیٹ وتزئین کا معاملہ ہو، اس میں کلام نہ کریں۔

پورا رسالہ پڑھنے کے بعد ذہن کی بندگرہیں کھل جاتی ہیں اور آپ کی علمی جولانیت پر دماغ عش عش کر اٹھتا ہے، امید کہ یہ رسالہ بھی جلد ہی منظر عام پر آئے گا۔

قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعہ

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا یہ چوتھا رسالہ اسلام کے سب سے پہلے گمراہ فرقہ روافض کے تعلق سے ہے، یہ فرقہ ایسا ہے جس کے خارج از ایمان ہونے میں جملہ ائمہ کا اتفاق ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت کا دم بھرتا ہے اور حضرات شیخین کو گالی دیتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو برا بھلا کہتا ہے اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرات شیخین کو ظالم وغاصب کہتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ خلافت کے اصل حقدار حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، مگر شیخین بزور باز و خلافت پر قابض

ہو گئے اور جبراً خلیفۃ المسلمین بن بیٹھے۔ اس فرقہ کے اندر بھی مختلف فرقے ہیں، جو مختلف خیالات رکھتے ہیں، ان میں کی ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا کہتی ہے اور ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کہتی ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ بہر حال یہ فرقہ اور اس کے نظریات وعقائد سراسر اسلام کے منافی ومخالف ہیں، جو کسی طرح سے بھی اسلام سے میل نہیں کھاتے، اس فرقہ کا اصل الاصول بانی وہ یہودی ہے، جو اسلام کے لبادہ میں آیا اور اسلام میں انتشار پھیلانے میں کامیاب رہا، جسے دنیا عبد العلا ابن سبا یمنی صنعانی کے نام سے جانتی وپہچانتی ہے۔

حضرت نے اسی فرقہ باطلہ کی تردید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا، جس میں آپ نے اسلام کی شان وشوکت اور کافروں کی نحوست اور شکست وریخت کو ذکر فرمایا ہے اور ان مکاروں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے، جو اسلام کے لبادہ میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بھرپور کوشاں رہے، نیز اس فرقہ ضالہ کی ابتدا اور اس کے نشو ونما کے تعلق سے کلام فرمایا ہے، یہ رسالہ حسن طرز وادب کا سنگم ہے، تحریر رائق اور زبان وبیان شستہ وشائستہ ہیں، مگر یہ رسالہ مکمل دستیاب نہ ہوسکا، حضرت کی جامع وعمدہ تحریر اور طرز ادب کا ایک نمونہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے:

''اس جماعت کا سردار اولیں یعنی رفض وتشیع کا بانی وموجد اور علم بردار عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی جو اپنی مکاری وکیادی میں عدیم المثال اور بادیہ ضلالت کے تمام ترنشیب وفراز سے واقف وآگاہ تھا، اپنی کمر ہمت کو باندھ کر تیار ہوا اور اس جماعت مفسدین کے ہر ہر فرد کو موافق اس کی قابلیت واستعداد کے دجل وتلبیس کی تعلیم دینے لگا۔''

دیکھیے یہ تحریر کس قدر مربوط اور کتنی سلیس ہے کہ اس سے آپ کی علمی قابلیت ولیاقت کے ساتھ ادبی صلاحیت بھی نکھر کر سامنے آتی ہے، اس رسالہ کے صفحات کی تعداد کا علم نہیں ہے، کیوں کہ یہ نامکمل ہے، کاش کہ یہ مکمل رسالہ شائع ہو کر عوام الناس کے سامنے آجاتا۔

حیات مسلم

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا یہ پانچواں رسالہ مسلمانوں کی زندگی کے مقاصد اور اس کی تخلیق کے مقصد سے متعلق ہے، حضرت نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اللہ رب العزت نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا وعقبیٰ کی بھلائی ان کے مقدر میں ودیعت فرمائی ہے، تو اس وجہ سے کہ یہ اللہ کی عبادت کریں، جیسا کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے:

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون.

یعنی میں نے جن وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔
اس رسالہ میں حضرت نے واقعات عالم پر روشنی ڈالتے ہوئے امم ماضیہ کی تباہی کی وجہ بیان فرمائی ہے اور اقوام عالم کے تنزل کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جس قوم نے اپنے معبود حقیقی کی نافرمانی کی ہے، وہ قوم قعر مذلت میں جاگری ہے۔ قوموں کے عروج وارتقا کا راز صرف اس خدا کی عبادت میں مخفی ہے، جس نے سارے عالم کو پیدا فرمایا ہے، جو رب العالمین اور پوری کائنات کا مالک ومختار ہے۔
غرضیکہ آپ نے حیات مسلم اور اس کے اغراض ومقاصد کو ایسے واضح اور سلیس انداز میں ثابت فرمایا ہے، جو ہر کس وناکس سے ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ اسی ذات بابرکات ستودہ صفات سے ممکن ہے، جسے علم وفضل میں براعت وکمال حاصل ہو اور یکتائے روزگار وماہر علم وفن ہو۔ بلاشبہ حضرت کی ذات مبارکہ عالم کی ذات بلکہ ذات علم تھی، فاضل کی ذات نہیں بلکہ سراپا فضل تھی، آپ کے اندر روح علم سرایت کیے ہوئے تھی، اسی روح علم کا فیضان رشد وہدایت جاری ہوا، جس سے عالم فیضیات ہو رہا ہے، آپ کی ذات علم وفضل کا نیر تاباں تھی، جو سارے عالم کو اپنی ضیا بار کرنوں سے منور کر رہی تھی اور سارا عالم مستنیر تھا۔ آپ کے دم قدم سے رونق بزم علم تھی۔ آپ کی ان تمام خوبیوں کا ظہور آپ کے اس مختصر سے رسالہ سے ہوتا ہے، یہ رسالہ حجم کے اعتبار سے تو بہت مختصر ہے، صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے، مگر آپ نے دریا کو کوزے میں سمونے کا کام انجام دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی غیر مطبوعہ ہے، ضرورت ہے کہ اس رسالہ کو شائع کر کے عوام میں پھیلایا جائے، تاکہ مسلم اپنی حیات کے اغراض ومقاصد سے بخوبی واقف ہو جائے۔

بانگ صبح

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا یہ چھٹا رسالہ ہے، جو مسلمانوں کی بیداری اور اضمحلال وپژمردگی سے فرحت وانبساط اور چستی کی جانب متوجہ کرنے کے تعلق سے ہے، اس میں آپ نے عمدہ پیرایۂ بیان سے قوم مسلم کو دنیا کے مال ومنال، جاہ وجلال کو ترک کر کے خدا کی بارگاہ میں جھکنے کا پیغام دیا ہے اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ دنیاوی ترقی وکامرانی اسی وقت کارگر ثابت ہو سکتی ہے، جب خود وہ خدا کے فرمودات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہو، غرضیکہ تم پہلے خدا پر ایمان مکمل کرو، تم کو وہ آزادیاں حاصل ہو جائیں گی، جس کے تم خواستگار ہو، اصلی آزادی یہ ہے، کہ ایک انسان کے پیر میں خدا کے احکامات کی بیڑی اور ہاتھوں میں پیغامات الٰہیہ کی ہتھکڑی ہو اور پھر اس کے ذریعہ سے جو ترقی حاصل ہوگی، وہ اس ترقی اور تمام کامیابیوں وکامرانیوں کا سرچشمہ ومنبع ہوگی، یہ رسالہ بھی اپنے حجم کے اعتبار سے بہت مختصر صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے، مگر زبان وبیان اور معانی کے

اعتبار سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ یہ رسالہ بھی جس میں آپ نے قوم مسلم کو بیداری کا عمدہ پیغام دیا ہے، غیر مطبوعہ ہے ،ضرورت ہے، کہ اسے شائع کر کے عوام کواس سے روشناس کرایا جائے ،تا کہ بیداری کے اس پیغام کوقوم مسلم لے کر بیدار ہواور دوسروں کو بیدار کرے۔

انوارالقدس

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا یہ رسالہ عربی زبان میں ہے، جومختصر ہےاورصرف نوصفحات پر مشتمل ہے،زبان نہایت سلیس اور عبارت شستہ فصاحت وبلاغت سے مملو ہے۔عبارت میں برجستگی ہے،آپ نے اس زبان میں پورے طور سے اپنے مافی الضمیر کوادا کیا ہے،اس تحریر سے آپ کی زبان وبیان پر قدرت کا پتہ چلتا ہے۔عربی اردو فارسی کوئی بھی زبان ہوآپ کو ہرایک پر یکساں ملکہ حاصل ہے،آپ اقلیم لسان کے بے تاج بادشاہ اور میدان زبان کے بے مثل شہ سوار ہیں،اس رسالے کے ذریعہ آپ نے قوم مسلم کو یہ پیغام دیا ہے کہ دنیا چندروزہ ہے،اس کے لیے فنا ہے، بقانہیں ہے۔اس دنیا کی چندروزہ زندگی میں رہ کر عقبیٰ کی سرفرازی سے بہرہ ور وہی ہوگا جوفرمودات الٰہیہ کے بجالانے میں محنت ومشقت کرے، کیوں کہ دنیا میں اگرقوم مسلم حیران ومضطرب ہے،تو صرف اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سےاوراسلام کے طریقے سے ہٹ کر نئے طریقے پرعمل کرنے کی وجہ سے ہے۔اس لیے کہ انسان کو جوبھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ اس کی بداعمالیوں اوراور بدکرداریوں کی وجہ سے دنیاوی رنگینیوں کی جانب متوجہ ہونے کی وجہ سےلہذاانسان کو چاہیے کہ وہ مادیات پر توجہ نہ دے، دنیاوی رنگینیوں کی جانب مائل نہ ہو،نظام کائنات کی جانب راغب نہ ہو، بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ خالق کائنات کی جانب متوجہ ہو،اللہ رب العزت سے اپنی لولگائے ،علم حاصل کر کے خدا کی معرفت سے بہرہ ور ہو، یہ رسالہ بھی غیر مطبوعہ ہے،اس کی طباعت کی ضرورت ہے،اس کے دیکھنے کے بعد بڑے بڑے فصحا کی زبانیں بند ہوتی نظر آئیں گی۔ یہ رسالہ اپنے آپ میں عربی زبان کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

رضوان قدیر

یہ رسالہ فن شعروسخن کا عظیم شاہکار ہے، جوسولہ صفحات پر مشتمل اور مطبوعہ ہے۔۱۳۷۱ھ میں اکلیل پریس بہرائچ سے شائع ہوا ہے۔ یہ رسالہ حمد،نعت اور مناقب پر مشتمل ہے۔شعروشاعری میں بھی آپ کو ویسے ہی ملکہ حاصل تھا، جیسے کہ نثر نگاری میں نعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی روح کی غذا ہے۔

یوں تو شاعری کی چند صنفیں ہیں: حمد،نعت ،منقبت ،مثنوی،غزل قصیدہ مستزاد، رباعیات ،قطعات مگرآپ

نے اپنی شاعری کا محور ومرکز زیادہ تر صنف نعت کو بنایا ہے، جو تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ مستعمل ومقبول ہے۔ نعت کا لغوی معنی تعریف وتوصیف ہے اور فن شاعری میں حضور جان جاں خلاصۂ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے اوصاف وکمالات اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بیان کرنا۔ انواع سخن میں نعت گوئی انتہائی مشکل ترین ودشوار ہے، اگر کہا جائے کہ نعت نگاری تلوار کی دھار یا وادی پر خار میں چلنے کے مترادف ہے، تو بجا ہوگا۔ (سوانح بلبل ہند غیر مطبوعہ)

خود امام شعر وادب معلم عشق مصطفیٰ مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: حقیقتاً نعت شریف ایک مشکل ترین صنف ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر شاعر بڑھتا ہے، تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہو جاتی ہے، غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں سخت حد بندی ہے۔ (سوانح بلبل ہند غیر مطبوعہ)

بلاشبہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے بھی اس میدان میں پوری کامیابی حاصل کی اور گوے سبقت لے گئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ نے زیادہ اپنے شعر وسخن کا محور ومرکز نعت کو ہی بنایا ہے، جیسا کہ آپ کی مذکورہ کتاب سے واضح ہوتا ہے، نیز اسی سلسلے کی ایک دوسری کڑی ''ریاض عقیدت'' ہے، جس میں آپ نے پورے طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے والہانہ عشق ومحبت کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب ''ریاض عقیدت'' کے تعلق سے میں نے ایک الگ مقالہ ''بلبل ہند بحیثیت بلبل باغ مدینہ'' میں اپنی بساط کے مطابق اس حقیقت کو آشکارا کرنے کی سعی کی ہے۔

روے ایمان کی تابش کے لیے خشیت الٰہی اور حب رسول دو لازمی جز ہیں۔ خدائے برتر کی وحدانیت کا قائل ہر مسلمان تو ہوتا ہے، مگر ایمان کی معراج تو بندۂ مومن کو اس وقت نصیب ہوتی ہے، جب اس کی نگاہ جہاں خدائے برتر کی تجلیوں کی متلاشی ہو وہیں اس کا سینہ عشق مصطفیٰ کا گنجینہ بنا ہو اور اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر اور یاد کا امین ہو۔ (انوار مفتی اعظم ص ۱۷۵)

یہ خوبیاں حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے یہاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

مجھے لطف سجدہ ملتا ترے آستاں پہ آکر
بہ ہزار کیف و الفت سر آرزو جھکا کر
مری آرزو کی جھولی تیری بخششوں سے بھرتی
میں نہال ہوتا پیارے ترے در سے بھیک پاکر

ایک دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں ؎

بلاکر اپنے روضہ پر چھپالو اپنے دامن میں
شہید غم مصیبت کا ہوں مارا یارسول اللہ
کرم اے ناخدائے دوجہاں طیبہ کی فرقت میں
جگر زخمی ہے اور دل ہے دو پارا یارسول اللہ

درحقیقت آپ کی نعتیہ شاعری میں اس ذات بابرکت کی شاعری کی جھلک نظر آتی ہے، جوسرور کشورعلم وفن ہے، جوعلوم ومعارف کا گنجینہ ہے، جو یکتائے زمانہ اور یگانہ روزگار ہے، جس کے در کی گدائی کرکے آپ اپنی زندگی کے پیچ وخم کو نکھارتے سنوارتے رہے اور اپنی ہر صبح وشام میں نئی آن بان پاتے رہے، وہ ذات جس کو امام عشق ومحبت مجدد دین وملت پاسبان اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے دست مقدس سے منصب قضاوافتا پر مسند نشیں فرمایا۔

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک تخت پر بیٹھا کر یہ اعلان فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر میں ان دونوں (مفتی اعظم اور صدرالشریعہ) کو اس کام پر مامور کرتا ہوں، نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں، کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی، جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔

اس اعلان کے ساتھ تخت پر بٹھا کر اس کام کے لیے قلم اور دوات وغیرہ سپرد فرمایا۔(معارف شارح بخاری ص۸۱۶)

جو ایسی عظیم المرتبت ذات کا شاگرد ہو جو ذات مجسمہ روحانیت ہو، جس کا فیضان آج دنیا پر برس رہا ہو تو کیا وہ فضل وکمال کا جامع نہ ہوگا اور وہ بھی ایسے عالم میں جب کہ استاذ اپنے شاگرد کی کامل اعتنا وتوجہ سے پرورش کررہا ہو، یہ اسی نوازش کا ثمرہ ہے، کہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی ذات ایک قابل فخر مثالی ذات ہے۔

میں نے شروع میں یہ ذکر کیا تھا کہ آپ کی تصنیفات کی تعداد پچیس تک پہنچتی ہے، مگر مذکورہ کتابوں کے سوا بقیہ کتابیں نہ مل سکی ہیں اور نہ ہی ان کا نام معلوم ہوسکا، خدا سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی تمام تصنیفات کو منظر عام پر لانے کی توفیق رفیق بخشے۔(آمین) بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس در کی نگہبانی کرے

ارغام الفجرۃ واظہار حق وصواب کا تحلیلی جائزہ

از : حضرت مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی
صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

خلیفہ مفتی اعظم ہند، تاج العلما، قدوۃ الفضلا، زبدۃ الاتقیا، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی عزیزی نانپاروی قدس سرہ آفاقی شخصیت کے مالک تھے۔ ان افراد قدسیہ میں سے ایک تھے، جن کے فیض علم اور عطر بیز وجود سے انفس وآفاق مہک اٹھے۔ آپ علم وفضل، فکروفن، شعوروآگہی کے وہ سیل رواں تھے، جس سے ہزاروں تشنہ کام سیراب وشادکام ہوگئے۔

بلاشک وریب آپ مشرقی یوپی کے سب سے بڑے عالم، مرجع خواص وعوام تھے۔ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر دستگاہ کامل رکھتے تھے، تصنیف وتالیف، بحث ومناظرہ، افتا تدریس، تقریر، ادب، شعروسخن ہر میدان کے شہسوار تھے، گویا مولائے قدیر نے آپ کی تنہا ایک ذات میں مذکورہ تمام محاسن وکمالات کو جمع فرما دیا تھا۔ شاعر نے بہت خوب کہا ہے ؎

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

یقیناً حضرت مفتی نانپارہ جید عالم وفاضل، بے مثال مفتی ومحدث، لاجواب مفکر ومناظر، بے نظیر شاعر وانشاپرداز، سچے عاشق رسول و دیوانہ اولیا تھے۔ آپ کے جملہ اوصاف وکمالات کو اگر بالتفصیل احاطہ تحریر میں لایا جائے تو عظیم دفتر تیار ہوجائے۔

حضرت بلبل ہند کے شہزادہ ونور عین حضرت محمود ملت علامہ الحاج محمد محمود رضا صاحب قبلہ قادری دام ظلہ وعم فیضہ کے حکم وارشاد پر زیر نظر مقالے میں حضور مفتی نانپارہ کے دوگراں قدر رسالوں (۱) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ (۲) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب کا تحلیلی جائزہ نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

بلبل ہند حضرت علامہ الحاج مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی تصنیفات درجن سے متجاوز ہیں، مگر کسی وجہ سے دو تین کتابوں کے علاوہ سبھی آج تک تشنۂ طبع ہیں، رب قدیر وہ دن لائے کہ آپ کے قلم حق نگار کے علمی وتحقیقی، فکر انگیز شہکار منصۂ شہود پر آئیں اور لوگ ان سے مستفید ہوں۔

حضرت ممدوح کی ساری تصنیفات وفتاوے تحقیقات سے پر ہیں، خصوصاً مذکورۃ الصدر دونوں رسالے نہایت

تحقیقی مواد سے پر، شواہد ودلائل سے مملو ہیں، اپنے موضوع پر بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

رسالہ ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ

رسالہ ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ میلاد شریف کی محفل قائم کرنے اور کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنے کے عنوان پر ہے۔ صفحات کے لحاظ سے ضخیم تو نہیں ہے، البتہ مواد کے اعتبار سے ضخیم ہے اور اپنے عنوان کے جملہ گوشوں پر حاوی خصوصاً لفظ بدعت کی تحقیق میں اہل سنت وجماعت کے لیے انمول اور نادر تحفہ اور دیوبندیوں وہابیوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب کرنا اور کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ اسلاف کرام کی تاریخ، ائمہ عظام، مفسرین ذوی الاحترام، محدثین فخام کے معمولات ومزعومات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ اسلاف سے لے کر اخلاف تک سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ میلاد مالک کون ومکاں سرور انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کرنا، کھڑے ہوکر سلام پڑھنا یقیناً جائز و مستحسن ہے اور یہ معمول صدیوں سے رائج اور جاری وساری ہے۔ مگر ہندوستان میں ۱۲۰۹ھ کے اندر بذریعہ ملا محمد اسماعیل دہلوی ایک گمراہ گر جماعت (وہابی) نکلی، جس نے بہت سے پاکیزہ عقائد میں اختلاف کیا اور معمولات اہل سنت کو غلط اور بدعت کہا۔ آج تک وہابی میلاد وقیام تعظیمی کو بدعت وناجائز کہہ کر عوام اہل سنت کو ورغلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

اسی طرح حضرت مفتی نانپارہ کے عہد میں وہابیوں، دیوبندیوں نے آواز اٹھائی کہ میلاد وقیام تعظیمی امر ناجائز اور بدعت ہیں، تو ایک صاحب نے میلاد وقیام کے بارے میں درج ذیل استفتا حضرت مفتی نانپارہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔

''علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، میلاد شریف وقیام تعظیمی کرنا کیسا ہے؟ قرون ثلاثہ میں نہ تھا، تو بدعت ہونا چاہیے اور حدیث میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے، اس لیے منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟'' (ص ۱)

واضح ہو کہ یہ استفتا چند سوالات پر مشتمل ہے:

(۱) میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل منعقد کرنا کیسا ہے؟

(۲) سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے نام کی تعظیم میں کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) قرون ثلاثہ (عہد سرکار، عہد صحابہ، عہد تابعین) میں میلاد وقیام تعظیمی کا رواج تھا یا نہیں، اگر نہیں تھا بعد میں وجود پذیر ہوئے تو بدعت ہوئے اور بدعت گمراہی ہے۔ لہذا میلاد وقیام کرنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟

(۴) منکرین کے انکار وضد پر میلاد وقیام کرنا کیسا ہے؟

مفتی نانپارہ قدس سرہ نے اپنی خداداد صلاحیت، فنی مہارت، فکری ممارست، علمی لیاقت کی بنیاد پر استفتا کے ضمنی چاروں سوالوں کا دلائل وبراہین کے ساتھ ایسا جواب دیا ہے کہ مستفتی اور ہر منصف قاری کا ذہن قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، ساتھ ہی منکرین کے انکار کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے ان پر ایسا کاری ضرب لگایا ہے کہ ایک زمانہ دراز تک انہیں اس کی ٹیس محسوس ہوتی رہے گی۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ مجدد اعظم امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے وفادار اور سچے عاشق تھے، جن کا قلم مسلمانون کے حق میں ''رحماء بینھم'' کی حقیقی تصویر پیش کرتا اور کافروں، مرتدوں، وہابیوں، دیوبندیوں کے لیے ''اشداء علی الکفار'' کا مظہر اور صاعقہ بار ہو جاتا ۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اب ذہن وفکر کے دروازے وا کیجیے اور مفتی نانپارہ کے الفاظ میں سوال نمبر (۱) کا جواب باصواب ملاحظہ فرمائیے۔ آپ فرماتے ہیں:

''شک نہیں کہ محفل میلاد شریف، صلوۃ وسلام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قیام اظہار تعظیم وتکریم حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے، جس کے استحسان پر اعاظم علما وصلحا علیہم الرحمہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی وشاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی وشاہ مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی، ملا علی قاری، محمد طاہر صاحب مجمع البحار وشیخ عبدالوہاب متقی مکی وامام ابن جزری صاحب حصن حصین وحافظ ابن رجب حنبلی وعلامہ ابوالطیب سبتی مالکی وحافظ جلال الدین سیوطی وصاحب سیرت شامی ومجدالدین شیرازی وعلامہ سیف الدین ابوجعفر ترکمانی دمشقی حنفی وشیخ برہان الدین جعبری وعلامہ حمداللہ وامام سلیمان برسوی ومولانا حسن بحرینی وبرہان ناصحی وشیخ شمس الدین سیواسی وشیخ محمد بن حمزہ العربی الواعظ وشمس الدین دمیاطی وفخرالدین نقلی وحافظ زین الدین عراقی وعلامہ برہان ابوالصقا وحافظ ابوشامہ وحافظ ابن حجر عسقلانی وعلامہ ابوالقاسم لولوی وعلامہ ابوالحسن البکری وامام سخاوی وبرہان الدین صاحب سیرت حلبی وعلامہ ابن حجر مکی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی روشن تصریحات ہیں۔'' (ص۲)

جواب مذکور میں حضرت ممدوح کے اسلوب بیان وطرز جواب کی کچھ روشن وامتیازی خوبیاں ملاحظہ کریں:

(۱) آپ نے یہ نہیں فرمایا، کہ میلاد پاک کی محفل اور قیام تعظیمی کرنا جائز ہے، بلکہ یہ فرمایا، کہ محفل میلاد شریف اور ذکر ولادت سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ کی تعظیم وتکریم کا اظہار ہے، یہ اسلوب اختیار فرما کر منکرین میلاد وقیام تعظیمی پر ایسا اسکاتی اور تعجیزی وار فرمایا ہے

کہ ان کے لیے نہ جائے ماندن باقی رہی نہ جائے برخواستن، کہ جب اس میں فخر دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا اظہار ہے، تو اس سے روکنے اور منع کرنے کی گنجائش ہی نہیں، کیوں کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حکم تو رب دوجہاں نے دیا ہے۔ ارشاد ہے ''وتعزروہ وتوقروہ ''(القرآن) پھر اسے بدعت کہنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

(۲) اعاظم علمائے اسلام وصلحائے کرام رہبران شروع رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ذکر فرمایا، جس سے روشن کہ یہ دور حاضر کی نو ایجاد نہیں، بلکہ صدیوں سے وارثین علم انبیا مشائخ سلاسل حقہ اس پر اس طرح کاربند چلے آرہے ہیں کہ انکار سراسر فریب اور دھوکہ ہے اور اسلاف کے اعمال حسنہ سے انحراف وبرگشتگی ہے۔

(۳) ہندوستان کے اندر وہابیت ودیوبندیت کو وجود امام الطائفہ اسماعیل دہلوی سے ملا اور اسی نے میلاد وقیام تعظیمی سے نکیر شروع کی، یہی وجہ ہے کہ پورے وہابی اور دیوبندی بڑی شدومد کے ساتھ میلاد وقیام تعظیمی کرنے سے منع کرتے اور کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔

حضرت مفتی نانپارہ کے جواب کی یہ خوبی دیکھو کہ انھوں نے خود امام الطائفہ اسماعیل دہلوی ہی کے خاندان کے مشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کے اسما ذکر فرما کر واضح کیا، کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے خاندان کے مشائخ خود میلاد وقیام تعظیمی کے قائل تھے۔ لہذا اگر اسماعیل دہلوی اور اس کے اذناب واتباع اپنے دعوے میں سچے، قول میں پکے ہیں، تو پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وشاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کو بدعتی کہیں، لیکن انھیں نہیں کہتے، لہذا یہ واضح ہے کہ یہ محض عوام مسلمین کو فریب دے رہے اور جو رسول دشمنی کی آگ ان کے سینوں میں شعلہ زن ہے، اسی کو بجھانے کی سعی میں ہیں۔

(۴) متعدد ملکوں اور چاروں مسلکوں (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے بزرگوں کے اسما اور بعد میں ان کی تصریحات ذکر کر کے (جو آگے آرہی ہیں) یہ ظاہر وثابت کر دیا، کہ میلاد پاک کی محفل کا انعقاد اور قیام تعظیمی سبھی امصار ودیار میں معمول ہے اور مسالک اربعہ میں سے ہر ایک کے مشائخ وعلما کے یہاں جائز ومستحسن ہے، اس سے روکنا مسالک اربعہ معتمدہ معتبرہ میں سے ہر ایک سے خروج وانصراف ہے، جو سراسر غلط ہے۔

حضرت مفتی نانپارہ قدس سرہ کی خصوصیت تھی کہ اپنے مدعا کے اثبات میں اتنے شواہد ودلائل جمع فرما دیتے کہ مخالف کو مجال انکار نہ رہ جاتا اور ایسا محسوس ہوتا کہ دلائل کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر رہے۔ لیجیے ذیل میں مسئلہ مذکورہ سے متعلق براہین ودلائل کا سلسلہ ملاحظہ فرمائیے، مفتی نانپارہ کی ذہانت وقوت حافظہ ووسعت مطالعہ، وفرت معلومات کا جلوہ دیکھیے۔ لکھتے ہیں:

(۱) ''علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں: **ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر**

مولدہ علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراء ۃ مولدہ الکریم و یظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم. یعنی اہل اسلام ہمیشہ ماہ ولادت حضور علیہ السلام میں محفلیں کرتے ہیں اوراس کی راتوں میں بہت کچھ صدقہ ودعوتیں واظہار مسرت اور بھلائیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے ذکر ولادت کا اہتمام کرتے ہیں اوراس ذکر شریف کی برکتوں سے ان پر بڑے فضل ہوتے ہیں۔

(۲) ملاعلی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اما اهل مکة معدن الخیر والبرکة فیتوجهون الی المکان المتواتر بین الناس انه محل مولدہ رجاء بلوغ کل منهم بذلک بقصدہ ومزید اهتمامهم به الی اٰخرہ. یعنی مکہ کے رہنے والے جو خیر وبرکت کا معدن ہے، حضور علیہ السلام کی جائے ولادت بابرکت پر حاضر ہوتے ہیں اوران میں سے ہراس کی زیارت کا اورمزید اہتمام کرتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں: ولاهل المدینة کثرهم الله تعالیٰ به احتفال وعلی فعله اقبال یعنی مدینے والے اللہ ان کو کثرت دے اس ذکر شریف کی محفلیں کرتے اوراس پر پیش قدمی کرتے ہیں اور فرمایا: ولاهل العجم فمن حین دخل هذا الشهر المعظم والزمان المکرم ولاهلها مجالس فخام من انواع الطعام للقراء الکرام والعلماء العظام والفقراء من الخاص والعام الخ یعنی عجم والے جب یہ باعظمت مہینہ وبابرکت زمانہ آتا ہے، بڑی بڑی محفلیں منعقد کرتے ہیں جو قارئین کرام وباعظمت علما وخواص وعوام فقرا کے لیے قسم قسم کے کھانوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

(۳) علامہ ابوالخیر سخاوی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں: ثم لازال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شهر مولدہ صلی الله علیه وسلم بعمل الولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة و یتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور و یزیدون فی المبرات ویهتمون بقراء ۃ مولدہ الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم یعنی پھر اہل اسلام تمام شہروں میں ماہ ولادت باسعادت حضور علیہ السلام میں عمدہ اعمال اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اوراس ماہ مکرم کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات کرتے ہیں خوشی اور نیک کاموں میں زیادتی قرأت مولد شریف کا اہتمام کرتے ہیں اوراس کی برکت سے ان پر بڑا فضل ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصل عمل المولود الذی هو اجتماع الناس وقراء ۃ ماتیسر من القرآن وروایة الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی صلی الله علیه وسلم وما وقع فی مولدہ انتهی مختصرا میلاد شریف کی اصل وہ لوگوں کا جمع ہونا اور قرآن کریم کی حسب توفیق

قرات کرنا ایام ولادت اور اس کے قبل کے واقعات کا بیان کرنا ہے۔(ص۳،۴)

محفل میلا پاک کے استحسان پر تصریحات علما وا کابر ملت اور شواہد کا انبار لگانے کے بعد نتیجتاً فرماتے ہیں:

''ان عبارات رائقہ نے صاف ظاہر کر دیا کہ یہ فعل محمود کچھ ہندوستان ہی سے مخصوص نہیں بلکہ دیگر دیار وامصار میں مروج اور اکابر دین کا پسندیدہ ہے۔(ص۴)

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ جب میلا د شریف کی محفل کرنا ہندوستان اور اس کے علاوہ تمام اسلامی دیار وامصار میں رائج اور اکابر دین کا پسندیدہ ہے تو اس سے منع کرنا اور بدعت سیئہ کہنا کہاں سے حق وصحیح ہوسکتا ہے۔ پھر قیام تعظیمی یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے ذکر شریف یا ان کے نام پاک کی تکریم میں کھڑے ہوکر سلام پڑھنا دیوبندیوں کے یہاں سخت معیوب اور بدعت سیئہ ہے، اس لیے اس سے روکنے میں بہت زور صرف کرتے ہیں، مفتی نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد رجب علی قادری قدس سرہ قیام کے سوال کا جواب مزید محققانہ عالمانہ وفاضلانہ تحریر فرماتے ہیں اور ایسے شواہد فراہم فرماتے ہیں کہ پڑھنے کے بعد دل کو سرور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے اور دیوبندی مزعومات کی عمارت منہدم ہوتی نظر آتی ہے، چناں چہ آپ قیام وصلوۃ وسلام سے متعلق لکھتے ہیں:

''اب رہا قیام وصلوۃ وسلام اس کے متعلق اعاظم اسلام کی چمکتی ہوئی تصریحات ملاحظہ کی جائیں (۱) علامہ برہان الدین علیہ الرحمہ صاحب سیرت حلبی لکھتے ہیں: **ومن الفوائد انه جرت عادة كثير من الناس اذا سمعوا ذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له وهذا القيام بدعة لا اصل لها لكن هى بدعة حسنة لان ليس كل بدعة مذمومة فقد وجد القيام عند ذكر اسمه الشريف صلى الله عليه وسلم من عالم الامة ومقتدى الائمة دينا وورعا الامام تقى الدين السبكى وتابعه على ذلك مشائخ الاسلام فى عصره ويكفى ذالك فى الاقتداء.** یعنی یہ فائدوں میں سے ہے کہ جو لوگوں کی بکثرت عادت جاری ہوئی کہ جب حضور علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر سنتے ہیں تو حضور علیہ السلام کی تعظیم کو قیام کرتے ہیں اور یہ قیام بدعت ہے، جس کی اصل نہیں مگر یہ بدعت حسنہ ہے یعنی عمدہ طریقہ ہے، اس لیے کہ ہر بدعت بری نہیں اور بہ تحقیق یہ قیام بوقت ذکر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم از روئے دین وتقوی امت کے عالم ائمہ کے پیشوا امام تقی الدین سبکی سے پایا گیا اور اس قیام میں مشائخ اسلام جو ان کے ہم زمانہ تھے، ان کے پیرو ہوئے او یہ اقتدا میں کافی ہے۔

(۲) ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں'' **والحاصل اذاالبدعة الحسنة متفق على ما ذهب اليه المحققون وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك اى بدعة حسنة.** خلاصہ کلام یہ کہ جو بدعت حسنہ پر اتفاق ہے جیسا کہ محققین نے لکھا اور میلا د شریف اور لوگوں کا اس کے لیے اجتماع کرنا بھی ایسا ہی یعنی بدعت حسنہ ہے۔

(۳) علامہ مدائنی فرماتے ہیں: **جرت العادة بقيام الناس اذا انتهى المداح الى ذكر مولده صلى الله عليه وسلم هي بدعة حسنة** یعنی لوگوں کی قیام کرنے کی عادت جاری ہے کہ جب مداح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضور انور علیہ السلام کے ذکر ولادت پر پہنچتا ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

(۴) علامہ ابوزکریا حنبلی فرماتے ہیں: **فی مولده ان ينتهض الاشراف عند سماعه قياما صفوفا او جثيا على الركب** یعنی حضور علیہ السلام کے بیان ولادت کے آداب میں ہے کہ صف بہ صف اشراف کھڑے ہوں یا سوار

(۵و۶) امام ہمام ابوزید فرماتے ہیں: **واستحسن العلماء القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم قال علماء الحنبلية عند ذكر ولادته ان القيام واجب انتهى.** یعنی علما نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کو مستحسن فرمایا ہے اور علمائے حنبلیہ نے اسی قیام کو بوقت ذکر مبارک علیہ السلام واجب کہا ہے۔

(۷) علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں: **قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رواية فطوبى لمن كان تعظيمه صلى الله عليه وسلم مرامه ومرماه الخ** یعنی ائمہ صاحب روایت نے بوقت ذکر ولادت حضور علیہ السلام قیام کو مستحسن لکھا ہے پس خوبی وفلاح ہے اس کے لیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعظیم جس کا مقصود و مطلوب ہے۔

(۸) شیخ عبدالرحمٰن صفوری نزہۃ المجالس میں فرماتے ہیں: **القيام عند ولادته صلى الله عليه وسلم لا انكار فيه فانه من البدع المستحسنة وقد افتى جماعة باستحبابه عند ذكر ولادته و ذلك من التعظيم والاكرام له صلى الله عليه وسلم واكرامه وتعظيمه صلى الله عليه وسلم واجب على كل مومن ولا شك ان القيام عند الولادة من باب التعظيم والاكرام.** یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر ولادت بابرکت کے نزدیک قیام کرنے میں کوئی انکار نہیں اس لیے کہ وہ عمدہ بدعتوں سے ہے اور تحقیق ایک جماعت نے حضور علیہ السلام کے ذکر ولادت کے قریب قیام کرنے کو مستحب لکھا ہے اور یہ قیام کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم ہے اور حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم ہر مومن پر واجب ہے اور شک نہیں کہ قیام بوقت ذکر ولادت علیہ السلام تعظیم واکرام سے ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر سلام پڑھنے کا مسئلہ لے کر وہابی دیوبندی عام طور پر عوام اہل سنت اور چھوٹے موٹے مولویوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں اور جواز پر دلیل طلب کرتے ہیں۔ حضرت مفتی ناناپارہ کا عوام وخواص اہل سنت پر کتنا بڑا احسان ہے کہ انھوں نے ایک دو نہیں آٹھ زبردست علمائے ملت اسلامیہ کے آبدار تصریحی بیان بطور دلیل جمع کر دیا ہے، یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دیوبندی وہابی حدیث کل بدعۃ ضلالۃ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو امر قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، چناں فتاوی رشیدیہ ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی میں دیوبندیوں کے بڑے پیشوا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں ''بدعت کوئی حسنہ نہیں'' اور میلا د وقیام تعظیمی چوں کہ بدعت ہیں لہذا یہ عمل ضلالت وگمرہی ہیں اور استفتا میں بھی یہ سوال ہے، حضرت مفتی نانپارہ بلبل ہند قدس سرہ نے جواباً لفظ بدعت کی تعریف وتشریح کرتے ہوئے حقائق کے اجالوں میں ثابت کیا ہے کہ بدعت کیا ہے؟ بدعت کی کتنی قسمیں ہیں اور دیوبندیوں کے مذکورہ مزعوم کا رد بلیغ فرما کر ٹھوس دلائل کے ذریعہ ثابت کیا کہ ہر بدعت بدعت سیئہ اور گمراہی نہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

''اب ذرا حق پسند حضرات اکابر دین کے اقوال سنیں کہ بدعت کے متعلق کیا تشریح فرماتے ہیں: حضرت شاہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح سفر السعادت میں حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، ہر امر محدث وبدعت کہ مخالف سنت وسبب تغیر آں باشد گمراہی است یعنی ہر وہ امر جدید وبدعت کہ سنت کے مخالف اور اس کی تغییر کا سبب ہو گمراہی ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں: **قال فی الازهار هذا مخصص ای کل بدعة سيئة ضلالة** یعنی ازہار میں کہا کہ یہ یعنی ہر وہ بدعت کہ سیئہ ہو گمراہی ہے۔ نیز ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح مؤطا امام محمد علیہ الرحمہ میں لکھتے ہیں **اصل البدعة مااحدث على غير مثال سابق ويطلق فى الشرع على ما يقابل السنة اى مالم يكن فى عهد ه صلى الله عليه وسلم ثم ينقسم الى الاحكام الخمسة كذا ذكره السيوطى** یعنی بدعت کی اصل یہ ہے کہ وہ ایسی نئی چیز ہو کہ پہلے نہ ہو اور شرع میں اس کا اطلاق اس پر ہے جو سنت کے مقابل ہو یعنی حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں نہ ہو، پھر وہ پانچ قسموں میں منقسم ہے ایسا ہی علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے لکھا۔

علامہ سید شریف حدیث شریف **من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد** کی شرح میں فرماتے ہیں **المعنى ان من احدث فى الاسلام رايا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر او خفى ملفوظ أو مستنبط فهو مردود** یعنی اس حدیث شریف کا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو ہمارے دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو اس سے نہیں مردود ہے مطلب یہ ہے کہ جو اسلام میں ایسی بات نکالے جس کی کتاب وسنت سے کوئی سند ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط نہ ہو پس وہ رد کی ہوئی ہے، سیرت حلبی وغیرہا مشہور کتب معتبرہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا **ما احدث او خالف كتابا او سنة او اجماعا او اثرا فهو البدعة الضلالة وما**

احدث من الغير ولم يخالف من ذلك فهو البدعة المحمودة یعنی وہ چیز کہ نئی ہو اور کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے مخالف ہو پس وہ بدعت ضلالت ہے اور جو ان کی مخالف نہ ہو پس وہ بدعت محمودہ ہے۔ (ص ۷۔۸)

امام عینی علیہ الرحمہ بخاری شریف کی شرح میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کے تحت فرماتے ہیں **والبدعة فى الاصل احداث امر لم يكن فى زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم البدعة على نوعين ان كانت تندرج تحت مستحسن فى الشرع فهو بدعة حسنة** اور بدعت کی اصل یہ ہے کہ ایجاد کرنا ایسی بات کا جو زمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر وہ کسی مستحسن کے تحت میں داخل ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے، اما قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **سماها بدعة لانه صلى الله عليه وسلم لم يسن لهم الاجتماع لها ولا كانت فى زمن الصديق رضى الله عنه وهى خمسة واجبة و مندوبة و محرمة ومكروهة ومباحة و حديث كل بدعة ضلالة من العام المخصوص وقد رغب عمر رضى الله عنه فيها بقوله نعم البدعة وهى كلمة تجمع المحاسن كلها** یعنی امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تراویح کو بدعت اس لیے فرمایا، کہ حضور علیہ السلام نے اس نماز کے لیے اجتماع کرنے کو ان کے لیے مسنون نہ فرمایا اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھی اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح اور حدیث **كل بدعة ضلالة** ہر بدعت گمراہی ہے عام مخصوص ہے اور تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نماز کے لیے ترغیب اپنے قول نعم البدعۃ سے فرمائی اور یہ کلمہ ایسا ہے جو تمام نیکیوں کو شامل ہے۔'' (ص ۱۱و۱۲)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ دیوبندیوں وہابیوں کا کہنا تھا کہ حدیث پاک ہے **كل بدعة ضلالة** ہر بدعت گمراہی ہے، لہذا میلاد و قیام وغیرہ بھی اعمال ضلالت ہیں، حضرت مفتی نانپارہ نے اکابر ملت اور شراح احادیث کی عبارات صریحہ لامعہ واضحہ سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن کر دیا کہ حدیث مذکور عام مخصوص ہے اور ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ وہ بدعت گمراہی ہے جو حدیث یا آیت یا آثار صحابہ یا اجماع کے مقابل اور ضد ہو، لیکن جو بدعت آیت یا سنت رسول یا آثار صحابہ یا اجماع کے مقابل اور ضد نہ ہو تو اگر چہ وہ بدعت ہے، مگر وہ سیئہ اور ضلالت نہیں، بلکہ حسنہ ہے، پھر یہ بھی ثابت کر دیا، کہ دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول کوئی بدعت حسنہ نہیں غلط و باطل تحریرات علما و اکابر دین کے سراسر خلاف ہے اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) واجب (۲) مندوب (۳) مباح (۴) حرام (۵) مکروہ۔

رسالہ کے آخر میں مصنف ممدوح نے شستہ اور جامع الفاظ میں چند اہم جملے ارقام فرمائے اور دیوبندی جماعت کی عیاری، مکاری، تقیہ بازی کو واشگاف فرمایا ہے۔ افادتاً یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

’’بالجملہ میلاد شریف وقیام وسلام مستحب ومستحسن ہے، جن کے جواز واستحباب پر علماے اسلام کے روشن کلمات ہیں اور قرون ثلٰثہ میں کسی امر کا نہ ہونا اس کے عدم جواز کو کافی نہیں کہ اصل علت خیر وشر ہے اور حدیث شریف میں جس بدعت کو گمراہی بتایا گیا، وہ یقیناً بدعت ضلالت ہے، اس سے بدعت حسنہ کو کوئی علاقہ نہیں۔ منکرین قیام کی مت ہی نرالی کہ ان کا مذہب نامہذب کی بنا ہی حقیقت سے بے راہی وہٹ دھرمی ہے، جیسا دیس ویسا بھیس ان کا شیوہ عمل کہیں تو قیام کو بالکل ناجائز کہیں کہیں خود اس پر عمل کریں کسی جگہ بزم اقدس کی شرکت کو بالکل ممنوع قرار دیں کہیں خود ہی حصہ لیں۔‘‘ (ص ۱۵)

سوال نمبر (۴) کہ منکرین کے قیام وسلام سے انکار پر قیام کرنا کیسا ہے کا جواب یوں رقم طراز ہیں:

’’سلام وقیام بلا شک مظہر تعظیم حضرت رؤف ورحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہے، معاذ اللہ اس کے انکار پر محبت ایمان کا مقتضی یہی کہ ضرور کیا جائے۔‘‘ (ص ۱۵)

اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب

حضرات قارئین کرام! آپ نے بلبل ہند واقف اسرار ہدی عامل شریعت جامع طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری نوری عزیزی نانپاروی کے رسالہ مذکورہ ’’ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ‘‘ کے چند اقتباسات کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائی ہیں، جن سے آپ پر بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ یقینا ممدوح موصوف ایک کہنہ مشق ماہر مفتی جید قلم کار بے مثال محقق وسیع المطالعہ فقیہ حاوی فروع واصول تھے۔ اب لیجیے ان کی ایک اور تصنیف منیف ’’اظہار حق و صواب در بیان ایصال ثواب‘‘ کے بھی چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں اور ایصال ثواب سے متعلق معلومات کا وافر حصہ نہاں خانہ ذہن میں محفوظ فرمائیں۔ کتاب مذکور کی تمہید میں یوں رقم طراز ہیں:

’’بندۂ بارگاہ لم یزل کمترین محمد رجب علی غفرلہ حق پسند اصحاب کی خدمات عالیہ میں عرض نگار ہے کہ اس زمانہ بے قیدی میں عجب ہوائے مخالف چلی ہے جدھر دیکھیے عجب بات ڈھلی ہے، کہیں جہل کی تاریکیاں ہیں تو کسی طرف ضد ونفسانیت کی سرمستیاں ہیں جس کے منہ میں جو آئے بکے کچھ قید وبندش نہیں، حد شرعی کا وقت نہیں کوئی پرسش نہیں۔ کسی نے امکان کذب کے بول بولے تو کسی نے دعوائے نبوت کے کھیل کھیلے۔ عجب تماشہ ہے زمانہ کا عجب حال ہے عجب فسانہ کسی نے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کی شان گھٹائی۔ اسی طور اسی صورت شنیعہ میں اپنی بات بڑھائی، کسی نے قرآن کریم کو ناقص یا محتمل نقص بتایا، کسی نے معاذ اللہ شتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گیت گایا، کسی نے رسولوں کی ہم سری دکھائی، اولیا پر برتری جتائی، تو کسی نے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے کہتے اپنی عمر گنوائی، کسی نے ختم نبوت میں کلام کیا، تو کسی نے علم رسول علیہ السلام کو علم شیطانی سے گھٹایا، کسی نے بزم میلاد رسول علیہ السلام کو

کنہیا جنم کی طرح بتایا، کسی نے فاتحہ وعرس کو بدعت کہا، تو کسی نے دیگر امور مستحبہ کو منع کیا۔ الغرض شر وفساد کا منظر ہے کہ جس سے ہر مسلم کا قلب مضطر ہے۔''

چند جملوں پر مشتمل یہ تمہید حضرت مفتی نانپارہ کے متعدد اوصاف وکمالات پر روشنی ڈال رہے ہیں:

(۱) یہ کہ حضرت مفتی نانپارہ محض مدرس اور فنی کتب ہی کے عالم نہ تھے، بلکہ اپنے عہد کے بڑے نباض، حالات شناس، کوائف زمانہ سے باخبر رہنے والے عالم تھے اور کیوں نہ ہوں کہ **من لم یعرف احوال زمانہ فھو جاھل**

(۲) یہ کہ بلبل ہند اپنے اندر دردمند دل رکھتے تھے، لوگوں کی بے راہ روی دین سے آزادی ولا پرواہی، حدود شرعیہ سے بے اعتنائی، خدا ورسول کی عظمت اور حقوق کی پامالی دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔

(۳) یہ کہ آپ کے اسلوب تحریر میں برجستگی اور ترتیب الفاظ میں شستگی ہوتی یعنی صاحب طرز ادیب تھے۔

(۴) یہ کہ آپ کے اندر بہت لمبے چوڑے مضمون کو چند جملوں میں تعبیر کر دینے کی صلاحیت تھی، یعنی آپ دریا کو کوزے میں سمونے کا فن رکھتے تھے۔ میرے اس دعوے پر خود مذکورہ بالا تمہید دلیل ہے، کہ اگر اس کے جملہ تلمیحات اور مشمولات تفصیل کے ساتھ رقم کر دیے جائیں تو درجنوں صفحات پر مشتمل ایک کتاب تیار ہو جائے، پوری بات آپ کے قلم ایجاز بیان نے چند سطروں میں سمو دیا ہے۔

(۵) یہ کہ آپ نہایت منکسر المزاج، متواضع واقع ہوئے تھے، چناں چہ آپ کی قلمی کاوشیں، تصنیفات اس پر شاہد عدل ہیں، کیوں کہ جا بجا اپنے لیے عاجزی کے الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً کمترین، احقر، حقیر، فقیر وغیرہ اور ہونا بھی چاہیے کیوں کہ بشری عظمت ورفعت کی عمارت انکسار وتواضع ہی پر قائم ہے۔

کسی دیوبندی نے فاتحہ وایصال ثواب کے بارے میں لکھا تھا کہ فاتحہ ایک مزید چیز ہے، معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ مستفتی نے یہی دونوں جملے نقل کر کے بطور استفتا حضرت مفتی نانپارہ کی خدمت میں پیش کر کے حکم فاتحہ معلوم کیا، حضرت والا نے جواب میں ایک مفصل، محقق، رسالہ لکھ کر ثابت کیا کہ فاتحہ کا مقصود ایصال ثواب ہے اور وہ احادیث ومعمولات علمائے اہل سنت سے ثابت ہے، چناں چہ خود اس رسالے کی ترتیب کی غایت ارقام فرماتے ہیں:

''یہ تحریر جو درج استفتا ہے، یہ بھی کسی کی جرأت وہمت کا جلوہ ہے۔ فاتحہ کے انجام سے بے خبری، کیا جہل مرکب وخطائے صریح ہے۔ معمولۂ مومنین پر عدم استحباب کا حکم، حمق قبیح ہے۔ لہٰذا اس عاجز کے دل میں بعونہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ علیہ السلام آیا، کہ اس مختصر سوال کا جواب قدرے طول دے کر لکھوں کہ ان شاء المولیٰ تعالیٰ باعث نفع مسلمین، ورجم شیاطین ہو فاقول **وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔**

فاتحہ ونیاز جن کا مقصود ایصال ثواب ہے ایسا امر مستحب ہے کہ جس کے استحسان پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے'' (ص۲)

اس کے بعد حضرت والا نے نفس ایصال ثواب کے جواز وصحت پر دو صریح حدیثیں اور شرح الصدور کے حوالے سے انصار کرام رضوان اللہ علیہم کا عمل اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے امت کا اجماع پیش کیا اور آفتاب عالم تاب کی طرح مسئلے کو روشن کر دیا، چناں چہ وہ خود آخر میں فرماتے ہیں:

''ان تمام عبارات سے آفتاب نیم روز و ماہ پنج ماہ کی طرح یہ امر بخوبی واضح ہو گیا، کہ میت کے لیے زندوں کا قرآن پاک پڑھنا، دعا واستغفار کرنا، صدقات دینا سب معمولۂ بزرگان دین اور بموجب ارشاد حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اب معلوم نہیں کہ ان چند سطور کے محرر صاحب فاتحہ کو کیا سمجھے ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ ان کو لفظ فاتحہ سے کیوں نفرت وعداوت ہے جبکہ بڑے بڑے بزرگان دین نیز مخالفین کے مقبولین فاتحہ و نیاز، درود وصدقات کو امر مستحب وعمل خیر بتا رہے ہیں'' (اظہار حق وصواب ص ۳)

فاتحہ کو مزید چیز سمجھنے کہنے اور لکھنے والے کے بارے میں حضرت مفتی نانپارہ اسکنہ اللہ بحبوحۃ جنانہ کے قلم کا تیور اور طرز خطاب ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

''محرر صاحب کا یہ گمان کہ فاتحہ ایک مزید چیز ہے کیسا تعجب خیز ہے بھلا فرض وواجب کو ادا کرتے ہوئے کہ کوئی شخص مستحبات پر بھی عمل پیرا ہو تو کون سی قباحت لازم آ گئی۔ اگر میت کی تجہیز وتکفین کے بعد بعض ان امور مستحسنہ سے کہ جن کو سلف وخلف نے بہتر ونفع بخش اموات مسلمین فرمایا کوئی امر خیر میت کی فلاح کے لیے کیا جائے تو کون سا محذور شرعی لازم آئے گا۔ کیا زندوں سے مردوں کو مدد اور خوشی کی بات پہنچانا احادیث شریف میں ملاحظہ نہیں فرمایا اگر اتنی لیاقت واستعداد نہیں کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جلیلہ کو سمجھ سکیں تو کم از کم عمائدین اسلام کے وہ اقوال وکلمات طیبات ملاحظہ فرمالیں، جن میں یہ امور بوضاحت تمام مذکور ومصرح ہیں۔'' (ص ۳۔۴)

اس کے بعد مناظرانہ طریقے پر مخالف کے قول کے خلاف اور اپنے قول کے موافق فریقین کے مسلم بزرگ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ملفوظات سے یہ ثابت کر کے کہ فاتحہ امر مستحب ہے خواہ وہ فاتحہ سوئم ہو یا چہلم مخالف کو اس کی تحریری قباحت کی طرف متوجہ کیا ہے:

''یہ وہ شاہ صاحب ہیں جن کی بزرگی اور جن کا تدین وتقوی فریق مخالف کو بھی مسلم ہے، کیسا صاف و بے غبار لکھ رہے ہیں، کاش اب بھی محرر صاحب اپنی تحریر کی قباحت اور اپنے لکھے کی سفاہت و جہالت ملاحظہ فرما کر حق کی طرف رجوع فرمائیں اور یقین کر لیں کہ فاتحہ و نیاز یہ تمام امور حسنہ بہتر ومناسب ہیں، ان کو بدعت وضلالت سے کوئی علاقہ نہیں۔'' (ص ۴)

منکر فاتحہ کو واضح دلائل روشن شواہد سے مبہوت کرنے کے بعد فاتحہ کی حقیقت بڑے ہی نفیس اور اچھوتے انداز میں بیان کی اور عقلی فیصلے سے بھی اس کا جواز ظاہر فرمایا، ناظرین کے فائدہ کے پیش نظر یہاں پوری عبارت پیش

ہے:

''پس ظاہر ہے کہ فاتحہ میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، درود شریف وکلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے، کھانا شیرینی وغیرہ ہوتی ہے، پھر دعا مانگی جاتی ہے، پس ہر مسلمان جس کو خدائے قدوس نے عقل وفہم کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، سمجھ جائے گا، کہ یہ تمام چیزیں فی نفسہا عمدہ اور بہتر ہیں اور یہ چیزیں تو تمام فاتحوں اور نیازوں میں ہوتی ہیں، فاتحہ سوئم میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے، قرآن کریم اور کلمہ طیبہ کی بکثرت تلاوت ہوتی ہے، بعد میں میت کے لیے سب کا ایصال ثواب ہوتا ہے، قرآن کریم کہ جس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس رحمتیں نیکیاں ملتی ہیں، نور وسرور کا حصول ہوتا ہے اور جس کے لیے فرمایا گیا کہ قرآن کریم کی تلاوت کو تمام اذکار پر اسی طرح فضیلت ہے جیسے خالق کائنات کو تمام مخلوق پر اب رہا کلمہ طیبہ تو یہ افضل الکلام اور بہترین ذکر ہے اور نہایت اعلیٰ دعا ہے اور درود شریف یہ بھی موجب نزول رحمت باری ہے اور پروردگار عالم عز مجدہ اور حضور رحمت عالم علیہ السلام کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے اور کھانا یا شیرینی وشربت وغیرہا یہ سب اشیا ماکولات طیبات سے ہیں، ان کا بروقت ایصال ثواب سامنے ہونا کوئی سبب تغیر فی الدین کا نہیں آخر میں دعا مانگنا اس کا ثبوت خود قرآن کریم اور حدیث شریف سے غرضیکہ یہ ساری چیزیں خیرات وبرکات کی جامع ہیں اور تیسرے دن کی تعیین یہ محض سہولت اور آسانی کی بنا پر ہے، پس نہ یہ چیزیں ناروا ہیں نہ بدعت وضلالت جیسا کہ فریق مخالف کا وہ معنی فاسد ہے ماننے کے لیے ایک جملہ کافی ہے اور ضد وجہالت کے آگے دفاتر ناکافی۔'' (ص۵)

اقتباس مذکور میں سلاست وروانی، ادب کی چاشنی، سادگی وپرکاری، حسن ترتیب، جملوں میں ربط، لب ولہجہ کی شیرینی، مفاہیم میں ہم آہنگی، مدعا کا اثبات سبھی کچھ موجود ہے۔

منکرین فاتحہ وہابی دیوبندی فاتحہ، ایصال ثواب، میلاد شریف وغیرہ بہت سے معمولات اہل سنت کو بدعت سیئہ کہہ کر میلاد وفاتحہ کرنے سے روکتے ہیں اس لیے حضرت مفتی نانپارہ قدس سرہ نے اس رسالے میں بھی نفس فاتحہ کا استحباب ثابت فرما کر بدعت سے متعلق علمی بحث فرمائی ہے اور حدیث پاک کے ذریعہ بدعت کی دو قسمیں حسنہ، سیئہ ثابت کیا، پھر اس پر بہت سے اکابر ومشائخ کے اقوال سے استمداد کیا، بعدہ بتایا کہ جو بھی فعل سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہر میں نہ ہو وہ مطلقاً بدعت سیئہ نہیں ہوسکتا، ورنہ لازم آئے گا، کہ تدوین قرآن وتدوین احادیث، قرآن کریم پر اعراب یہ سب کے سب بدعت ہونے کے سبب ناجائز وباعث گناہ ہوں۔ معاذ اللہ رب العالمین

آخر میں دیوبندیوں کی تنگ نظری پر افسوس اور ان کی عیاری کی خوب پردہ دری کی ہے، لکھتے ہیں:

''افسوس ان تنگ نظران جہاں پر کہ نیاز وفاتحہ، میلاد شریف، گیارہویں شریف، وغیرہا تمام اعمال حسنہ کو اس

بنا پر ناروا بتائیں کہ یہ سب حضور علیہ السلام کے دور پرانوار میں نہ تھیں۔ مگر مدرسے بنانا، چندے مانگنا، چینی کی پلیٹوں میں مرغ مسلم جھاڑنا، نفیس نفیس کپڑے اور عجیب عجیب ساخت کے لباس استعمال کرنا وغیرہا امور جدیدہ کثیرہ میں انہاک ہونا کیوں کر ناروا و بدعت نہیں ہوتا۔ افسوس ان کم خردان بزم پر کہ جس امر سے تعظیم محبوب خدا علیہ السلام وعظمت محبوبان بارگاہ رب علاعز مجدہ ظاہر ہو جس چیز کے کرنے مسلمانوں کے احیا و اموات کو فائدہ پہنچے، حیات وممات کے لیے جو طریقے نفع بخش و مستحسن ہوں وہ سب حرام و مذموم بدعت و ناجائز ٹھہریں مگر جہاں اپنے پیٹ اور تزین کا معاملہ ہو اس میں کلام نہ کریں۔ مسلمانو اسی کا نام ہے دین دے کر دنیا لینا، عوام مسلمین کو یہ دھوکہ دینا کہ ہم یوں منع کرتے ہیں کہ لوگ فرض سمجھتے ہیں کتنا مضحکہ خیز ہے بے شرمی او بے غیرتی کا علاج ہی کیا، دین کے ساتھ دیانت بھی کھو چکے، یہ محض فریب دہی ہے کہ، مسلمان فرض کو فرض، واجب کو واجب اور مستحب کو مستحب ہی سمجھتے ہیں یہ ان بے عقلوں کی عقل خام کا کرشمہ ہے کہ مستحب کو بدعت وحرام کہنے اور سمجھنے لگے، یہ تمام امور حسنہ جن میں بزم میلاد شریف وفاتحہ ونیاز گیارہویں شریف وفاتحہ چہلم وغیرہا داخل ہیں یہ سب جائز ودرست ہیں ان کو بدعت ضلالت سے کسی قسم کا کوئی علاقہ نہیں۔'' (ص۱۰)

مشتے نمونہ خروارے کے طور پر صرف چند اقتباسات نقل کیے گئے، اہل بصیرت حضرات اتنے ہی سے حضرت ممدوح رفیع الدرجت کی علمی جلالت، فکری عظمت، فقہی درایت، قلمی صلاحیت، لسانی قوت، ذہنی وفرت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اور برملا اعتراف کریں گے کہ حضرت مفتی نانپارہ اہل سنت وجماعت کے درنایاب، علم وعمل کے تاجدار، مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بے باک ترجمان، معمولات اہل سنت کے موید تھے، مولا تعالیٰ ان کے جملہ کارناموں اور تصنیفات کو قبول فرمائے، عوام وخواص کو استفادہ کی توفیق بخشے اور ان کی قبر انور کو انوار وتجلیات سے معمور فرمائے۔ **آمین بجاہ حبیبه علیه ازکی التحیة واطیب التسلیم**

اظہار حق وصواب : ایک تحقیقی مطالعہ

از : حضرت مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت مجاہد ملت
دھام نگر شریف، بھدرک، اڑیسہ

بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ، حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' ایک استفتا کا قدرے تفصیلی جواب ہے۔ صرف دس صفحات کا ایک مختصر کتابچہ فقہ وافتا کے رموز، دلائل وبراہین، تحقیق وتدقیق اور اصول وضوابط کا حسین مرقع ہے۔ اس پر شائستہ طرز نگارش اور سنجیدہ اسلوب بیان سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔ مذکورہ رسالہ میں دو آیات قرآنیہ، چھ احادیث نبویہ، بارہ فقہی اقتباسات اور بزرگوں کے اقوال اور ان کی مستند کتب کے حوالہ جات موجود ہیں، جو کسی تصنیف وتالیف کو باوزن اور معتبر بنانے کے لیے کافی سے زائد ہیں۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ محدث کبیر، ممتاز الفقہا، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری -**متعنا الله بطول حياته**- جیسی علمی شخصیت رسالۂ مذکورہ کی خوبیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور آپ نے تقریظ میں اپنا تاثر کچھ اس طرح رقم فرمایا:

''حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کے رسالہ ''اظہار حق وصواب'' کا میں نے از اول تا آخر مطالعہ کیا اور پسند آیا۔ مفتی صاحب نے سنجیدہ انداز میں مسئلہ ایصال ثواب کی تحقیق وتفہیم فرمائی ہے۔ مسئلہ کی تفصیلی دلیلیں بھی پیش کی ہیں اور قواعد واصول کی روشنی میں بھی اس کی ضابطہ فرمائی ہے۔ جو لوگ مطالعہ کریں گے، انھیں ان شاء اللہ تعالیٰ اچھے تاثرات سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔'' (اظہار حق وصواب ص ۱۰)

فتوی اور مفتی کا مقام

کتابچہ کا تعلق چوں کہ فقہ وافتا اور فقیہ ومفتی سے ہے، اس لیے نہایت اختصار کے ساتھ اس کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں مفتی کی تشریح بیان کی گئی:

المفتى : الفقيه الذى يعطى الفتوى ويجيب عما القى عليه من المسائل المتعلقة بالشريعة.

یعنی مفتی ایسے اسلامی دانشور کو کہتے ہیں، کہ جب اس کے سامنے شریعت کے متعلق مسائل پیش کیے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جواب دیتا ہے اور شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے۔ (المنجد ص ۹۸)

معلوم ہوا، کہ فتوی کسی عالم یا مفتی کی ذاتی رائے نہیں ہوتی، کہ جس پر عمل کرنا ضروری نہ ہو، بلکہ فتوی قرآن وحدیث سے ثابت احکام کی تشریح کا نام ہے، جو ہر مسلمان کے لیے واجب العمل اور لائق اتباع ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ نے اپنے اس فتوی کو آیات واحادیث اور اقوال فقہا سے مزین وآراستہ فرمایا ہے۔ حوالوں کی کثرت دیکھ کر ایک انصاف پسند شخص یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا، کہ مفتی صاحب قبلہ کی معلومات میں وسعت، مطالعہ میں گہرائی اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر تھی۔ سچ ہے، کہ ان اوصاف کے بغیر کوئی شخص مسند افتا کی زینت نہیں بن سکتا۔

حالات زمانہ کی واقفیت ضروری ہے

ایک مفتی کے لیے ضروری ہے کہ زمانہ کے حالات سے واقف ہو، اپنے عہد کے تقاضوں کو سمجھے اور اس وقت کے عرف وعادات سے باخبر ہو، تب فتوی دے۔ اس سلسلے میں مشہور فقیہانہ مقولہ ہے:

من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل.

یعنی جو شخص اہل زمانہ اور ان کے حالات سے واقف نہیں، وہ نادان ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مفتی صرف چند کتابوں کا عالم نہیں ہوتا، بلکہ اس پر لازم ہے، کہ وہ کتابی علوم کے ساتھ اپنے دور کے تقاضوں کو بھی سمجھتا ہو، حکم نافذ کرنے میں حتی الوسع اس کی رعایت بھی کرتا ہو، تاکہ سوال کے ظاہری جواب یا اجمالی جواب سے مخالف فائدہ نہ اٹھا سکے۔

اس زاویہ سے جب ہم حضرت مفتی صاحب قبلہ کے فتوی کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ سوال میں مذکور ایک خط کی مختصر عبارت کے بطن میں شر وفساد اور بدعقیدگی کا ایک طوفان چھپا ہوا ہے، جو بظاہر نظر نہیں آتا، مگر کمال ہے، مفتی صاحب کی باریک بینی کا کہ آپ نے اسے دیکھا محسوس کیا اور ایک ماہر جراح کی حیثیت سے اس کے اندرونی فاسد مادوں کو نکال باہر کرنے کے لیے کامیاب آپریشن بھی کیا۔

اس کی تفصیل جاننے کے لیے استفتا کا خلاصہ سمجھنا ضروری ہے۔ ہوا یہ کہ ایک غریب عورت کے انتقال پر فاتحہ سوم کے لیے کچھ پیسے جمع کیے جانے لگے، اس پر ایک صاحب نے ایک شخص کو رقعہ بھیجا، کہ آپ بھی اس کار خیر کے لیے کچھ مرحمت فرما دیجیے! شخص مذکور نے چندہ تو نہیں دیا، ایک تحریر بھیج دی، جناب سید محمد حسین صاحب نے بعینہٖ اس تحریر کو مفتی صاحب کے پاس بھیج کر فتوی طلب کیا۔ تحریر درج ذیل ہے:

''میری رائے میں اصل چیز تجہیز وتکفین تھی، جو ہوگئی، اب فاتحہ ایک مزید چیز ہے، یہ ضروری نہ لازمی نہ واجب نہ مستحب۔ معلوم نہیں کہ انجام اس کا کیا ہوتا ہے، بجائے اس کے اگر یہی پیسہ ان کے بچوں کو دے دیا جائے تو فاتحہ کا اچھا بدل ہے، آئندہ آپ لوگوں کی رائے آپ ذمہ دار لوگ ہیں۔''

(اظہار حق وصواب ص ۲۴)

قارئین کرام! تین چار سطر کی اس مختصر تحریر کو ایک بار نہیں، بار بار پڑھیے، پھر غور کیجیے، اس سیدھی سادی تحریر میں آپ کو کہیں فتنہ وفساد کا پتہ چلتا ہے؟ اس کے بطن میں بدعقیدگی کے جراثیم تیرتے کہیں نظر آتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ ایک عام قاری کو محسوس ہوگا کہ کوئی خیر خواہ ہے جو فاتحہ میں خرچ ہونے والی رقم کو مرحومہ کے بچوں کو دینے کی تلقین کر رہا ہے، کہ یہ فاتحہ کا اچھا بدل ہے۔

قربان جائیے، مفتی صاحب کی فقیہانہ بصیرت پر! آپ نے اس تین سطری تحریر کے اندر چھپی فکری آوارگی کا پردہ چاک کر ڈالا، بدعقیدوں کی پارسائی اور نمائشی تقوی کا بھانڈہ سرعام پھوڑا اور ان گندم نما جوفروش کے دجل وفریب سے بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو بچایا۔ مفتی صاحب رقم طراز ہیں:

''یہ تحریر جو درج استفتا ہے، یہ بھی کسی کی جرأت وہمت کا جلوہ ہے۔ فاتحہ کے انجام سے بے خبری، کیا جہل مرکب وخطائے صریح ہے۔ معمولۂ مومنین پر عدم استحباب کا حکم، حمق قبیح ہے۔ لہذا اس عاجز کے دل میں بعونہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ علیہ السلام آیا، کہ اس مختصر سوال کا جواب قدرے طول دے کر لکھوں کہ ان شاء المولیٰ تعالیٰ باعث نفع مسلمین، ورجم شیاطین ہو۔'' (اظہار حق وصواب ص ۲۵)

اہل قبور کو پہاڑ برابر نیکی ملتی ہے

مفتی صاحب قبلہ نے ایصال ثواب کے اثبات میں تین احادیث کریمہ پیش کیں اور شرح الصدور اور تذکرۃ الموتی جیسی معتبر کتابوں سے یہ ثابت کیا، کہ مردوں کو نیک اعمال کا ثواب پہنچانا، مسلمانوں کا معمول ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ ہم صرف ایک حدیث نقل کر رہے ہیں۔

''بیہقی نے شعبۃ الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماالميت فى القبر الا كالغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صديق فاذا لحقته كان احب اليه من الدنيا و مافيها و ان الله تعالىٰ ليدخل على اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم.(از مشكوة شريف ص ٢٠٦)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں ہے قبر میں مردہ مگر ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کی طرح۔ وہ ایسی دعا کا منتظر رہتا ہے، جو اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے پہنچے اور جب اس کو وہ دعا لاحق ہوتی ہے، تو اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اصحاب قبور پر اہل زمین کی دعا پہاڑوں کے برابر داخل فرماتا ہے اور بے شک مردوں کے لیے زندوں کا ہدیہ طلب مغفرت ہے۔ (اظہار حق وصواب ص ۲۵)

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے حدیث پاک کا متن مع حوالہ اور اس کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے، وہ آپ بھی ملاحظہ کرتے چلیں:

''اس حدیث پاک سے معلوم ہوا، کہ مردوں کو زندوں کا ہدیہ، دعا و استغفار بہت ہی محبوب ہے اور ان کو زندوں کی دعاؤں کی بہت زیادہ احتیاج ہے۔ وہ ان کی دعاؤں کو پا کر بہت ہی مسرور و شادماں ہوتے ہیں۔'' (ص ۲۵)

پھر چند سطر بعد شرح الصدور کی عبارت اس دعوی پر نقل کرتے ہیں کہ ایصال ثواب پر مسلمانوں کا اجماع ہے:

''ان المسلمین ما زالوا فی کل عصر یجتمعون و یقرء ون موتاھم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا.

ترجمہ: یعنی مسلمان ہمیشہ سے ہر زمانہ میں بلا کسی انکار کے اپنے مردوں کے لیے جمع ہوتے اور قرآن کریم پڑھتے رہے تو یہ اجماع ہوگیا۔'' (ص ۲۶)

بنیادی اختلاف عقائد کا اختلاف ہے

وہ باطل فرقے جن سے ہمارا اختلاف عقائد میں ہے، جنھوں نے ضروریات دین کا انکار کیا، شان الوہیت میں نازیبا کلمات کہے، حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی شان اقدس میں سخت گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں، ایسے لوگ گمراہ و بددین اور اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کا ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ مگر ان شاتمان رسول کا بہت بڑا ہتھکنڈہ یہ ہے کہ وہ کبھی اپنی بدعقیدگی ظاہر نہیں کرتے، ہمیشہ فروعی مسائل مثلاً نیاز و فاتحہ، تیجہ و چہلم، سلام و قیام وغیرہ کی بحث میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے عوام میں یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ ان وہابیہ، دیابنہ اور مرزائیوں سے ہمارا کوئی بنیادی اختلاف نہیں، وہ بھی کلمہ و نماز پڑھتے ہیں، مسلمان ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔ معاذ اللہ!

ایسے موقع پر مفتی اعظم نانپارہ سوال کے جواب میں نیاز و فاتحہ جائز و مستحب ہے، کہہ کر خاموش نہیں ہوجاتے، بلکہ آپ نے ان کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کیا۔ ان کے اصل کارنامے جو کفر و ضلالت پر مشتمل ہیں، بیان

فرمائے اور عوام اہل سنت کو ان سے دور ونفور رہنے کی تعلیم دی۔ آپ نے تاخیر کیے بغیر اصل حکم سے پہلے خطبہ کے بعد ہی تحریر فرمایا:

''بندۂ بارگاہ لم یزل کمترین محمد رجب علی غفرلہ حق پسند اصحاب کی خدمات عالیہ میں عرض نگار ہے کہ اس زمانہ بے قیدی میں عجب ہوائے مخالف چلی ہے جدھر دیکھیے عجب بات ڈھلی ہے، کہیں جہل کی تاریکیاں ہیں تو کسی طرف ضد ونفسانیت کی سرمستیاں ہیں جس کے منہ میں جو آئے بکے کچھ قید و بندش نہیں، حد شرعی کا وقت نہیں کوئی پرسش نہیں۔ کسی نے امکان کذب کے بول بولے تو کسی نے دعوائے نبوت کے کھیل کھیلے۔ عجب تماشہ ہے زمانہ کا عجب حال ہے عجب فسانہ کسی نے معاذ اللہ انبیا علیہم السلام کی شان گھٹائی۔ اسی طور اسی صورت شنیعہ میں اپنی بات بڑھائی، کسی نے قرآن کریم کو ناقص یا محتمل نقص بتایا، کسی نے معاذ اللہ شتم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گیت گیا، کسی نے رسولوں کی ہم سری دکھائی، اولیا پر برتری جتائی، تو کسی نے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے کہتے اپنی عمر گنوائی، کسی نے ختم نبوت میں کلام کیا، تو کسی نے علم رسول علیہ السلام کو علم شیطانی سے گھٹایا، کسی نے بزم میلا د رسول علیہ السلام کو کنہیا جنم کی طرح بتایا، کسی نے فاتحہ وعرس کو بدعت کہا، تو کسی نے دیگر امور مستحبہ کو منع کیا۔ الغرض شر وفساد کا منظر ہے کہ جس سے ہر مسلم کا قلب مضطر ہے۔''

(ص ۲۴، ۲۵)

غور فرمائیں! بدمذہبوں کے عقائد فاسدہ کے تعلق سے نہ سائل نے سوال کیا اور نہ ہی اس سہ سطری تحریر میں اس کا ذکر ہے۔ انکار تھا، بھی تو فاتحہ کے استحباب کا۔ لیکن اس کے جواب میں مفتی صاحب قبلہ کا غیظ وغضب اور پرجلال لہجہ نیز اہل باطل کے فاسد عقائد ونظریات کا اظہار صرف اس لیے تھا کہ بدعقیدوں سے ہمارا اختلاف صرف نیاز وفاتحہ اور ایصال ثواب کا نہیں بلکہ بنیادی طور پر ایمان وعقیدہ کا اختلاف ہے۔ لہذا ایسے گندے عقیدے والوں سے دور رہنا ضروری ہے۔

اللہ کریم اپنے فضل وکرم کی بارش کرے، مفتی صاحب کی تربت پاک پر جنھوں نے سوال سے زیادہ جواب دیا۔ منکرین فاتحہ ونیاز کے فاسد معتقدات سے آگاہ فرما کر جہاں عوام کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کا سامان کیا، وہیں نو فارغ علما ومفتیوں کو پیغام دیا، کہ ایسے موقع پر صرف جواز وعدم جواز کا حکم نہ دیا جائے، بلکہ فروعی مسائل کے جواب کے ساتھ بنیادی واعتقادی مسائل کو موضوع بحث بنایا جائے۔

یہ آبرو رضا ترے دامان تر کی ہے

ہم نے مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی فتوی نویسی میں مہارت ورسوخ، نکتہ آفرینی اور باریک بینی کا راز

جاننا چاہا، جو بات اپنے بہت سے اہل فن میں نہیں پائی جاتی، آخر نانپارہ کے مفتی صاحب میں علم وفن کی یہ خوبی کہاں سے آئی؟

ہم نے جب غور کیا، کتابوں کی ورق گردانی کی اور مباحث کو کھنگال ڈالا، تو اس نتیجہ پر پہنچے، کہ فکر وآگہی کی جو روشنی نانپارہ میں نظر آتی ہے، وہ مرکز اہل سنت، شہر بریلی کے آفتاب علم کی کرن ہے۔ نانپارہ کی نہر سے جو تشنہ کام سیراب ہوئے جاتے ہیں، وہ امام اہل سنت، سیدی اعلیٰ حضرت کے فقہ وافتا اور فیوض وبرکات کے بحر بیکراں کا حصہ ہے ع

یہ آبرو رضاؔ ترے دامان تر کی ہے

یقین نہ ہو تو امام اہل سنت کا رسالہ ''الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی'' جو فتاوی رضویہ مترجم جلد پانزدہم (۱۵) ص ۶۱۱ / پر موجود ہے، دیکھ لیجیے اور آنکھیں ٹھنڈی کیجیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات کے متعلق اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا، تو آپ نے اصل جواب سے پہلے قادیانیوں کے مکروفریب اوران کے کفر ضلالت سے مطلع کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''قبل جواب ایک امر ضروری کہ اس سوال وجواب سے ہزار درجہ اہم ہے، معلوم کرنا لازم، بے دینوں کی بڑی راہ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریات دین کا، اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائش دست وپا زدن ہو۔'' (فتاوی رضویہ مترجم ج ۱۵ ص ۶۱۲)

پھر اسی رسالہ میں ص ۶۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

''قادیانیوں کا مسئلہ وفات وحیات مسیح چھیڑنا کیسا ابلیسی مکر، کیسی عبث بحث، کیسی تضییع اوقات، کیسا قادیانی کے صریح کفروں کی بحث سے جان چھڑانا اور فضول زق زق میں وقت گنوانا ہے۔''

معلوم ہوا، مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فتوی نویسی کے جو اسلوب اور طریقے ہمیں فتاوی رضویہ میں نظر آتے ہیں، الحمد للہ! اس کی جھلک ہمیں مفتی اعظم نانپارہ کے فتوی میں ملتی ہے۔ اس سے مفتی صاحب قبلہ کی اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور کتب اعلیٰ حضرت سے قلبی وابستگی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ یہ تو ایک فتوی کا حال ہے۔ دیگر فتاوی کی اشاعت ہو جائے تو یہ حقیقت اور بھی نکھر کر سامنے آجائے گی۔

تنقید برائے اصلاح

ایک مفتی کی حیثیت ماہر سرجن اور قابل جراح کی سی ہوتی ہے، جسے مرض سے نفرت اور مریض کی خیر خواہی مقصود ہوتی ہے، اس لیے مفتی، باطل عقائد اور فاسد نظریات کے خلاف قلم تو اٹھاتا ضرور ہے، لیکن غلط اقدام کرنے

والے کو گمراہیت کی دلدل سے نکال کر ہدایت کی شاہ راہ پر گامزن کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اس حیثیت سے مفتی اعظم نانپارہ ہمیں ماہر اور فنکار مفتی کے تمام اوصاف کے حامل نظر آتے ہیں۔ آپ کا سیال قلم کلک رضا کا پرتو بن کر خودساختہ معتقدات کے خلاف خنجر خوں خوار اور برق بار کا جلوہ تو ضرور دکھاتا ہے، مگر وہاں بھی بے جا تاویل کے شور وغوغا سے روکتا ہے اور خیر وبھلائی کی طرف پلٹ آنے کی تلقین کرتا ہے۔ ذیل میں مفتی صاحب قبلہ کی تحریر پڑھیے، ہمارے دعوی کی سچائی کا جلوہ بچشم سر ملاحظہ کیجیے۔ فاتحہ وایصال ثواب کے جواز واستحسان پر کئی حوالے پیش کرنے کے بعد مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ان تمام عبارات سے آفتاب نیم روز وماہ پنج ماہ کی طرح یہ امر بخوبی واضح ہو گیا، کہ میت کے لیے زندوں کا قرآن پڑھنا، دعا واستغفار کرنا، صدقات دینا سب معمولۂ بزرگان دین اور بموجب ارشاد حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اب معلوم نہیں کہ ان چند سطور کے محرر صاحب فاتحہ کو کیا بات سمجھے ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ ان کو لفظ فاتحہ سے کیوں نفرت وعداوت ہے جبکہ بڑے بڑے بزرگان دین نیز مخالفین کے مقبولین فاتحہ ونیاز، درود وصدقات کو امر مستحب وعمل خیر بتا رہے ہیں، شاید محرر صاحب نے ان عبارتوں کو نہ دیکھا، یا جان بوجھ کر انجان بن گئے، خیر اب بھی خداوند قدوس ان کو ہدایت دے اور وہ اپنے مزعوم فاسد سے تائب ہو کر سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق پر آجائیں۔ واللہ الموفق عز شانہٗ'' (ص۲۶)

کتاب مذکور کے ص ۲۷ میں مسئلہ دائرہ کے ثبوت میں مزید حوالے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ اب تو محرر صاحب ضرور اپنے قول سے رجوع فرما کر مسلک اہل حق کے پیرو ہو جائیں گے۔''

واضح ہو گیا کہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی تنقید برائے تنقید یا تنقید برائے تضحیک نہیں ہوتی بلکہ تنقید برائے اصلاح ہوتی ہے۔ مخالف کے زخموں پر نمک پاشی تو سب کرتے ہیں، مگر زخموں پر مرہم رکھنے کا ہنر کوئی ہمارے حضرت قبلہ سے سیکھے۔

فتوی نویسی میں اعتدال پسندی

ایک خداترس مفتی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ جذباتی نہیں ہوتا، حکم شرع سنانے میں غیظ وغضب یا عجلت سے کام نہیں لیتا یعنی استحباب کے منکر کو فرض وواجب کا تارک نہیں کہتا، نہ ہی فرائض وواجبات کے تارکین پر وہ حکم لگاتا ہے جو ضروریات دین کے منکرین کا ہوتا ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کی ذہن نشینی کے بعد عرض ہے کہ آپ مفتی اعظم نانپارہ کے مذکورہ فتوی کا بغور مطالعہ کر لیجیے،

کہیں بھی رقعہ نویس پر کوئی سخت حکم نہیں ملے گا۔ یعنی آپ نے محرر صاحب کو گمراہ یا بددین نہیں قرار دیا، جب کہ فاتحہ و نیاز کے منکرین عام طور پر وہابیہ اور دیابنہ ہی ہوتے ہیں، جو ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے گمراہ و بد مذہب اور کافر و مرتد ہیں، جیسا کہ امام اہل سنت، حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

''طوائف مذکورین وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ **خذلھم اللہ تعالی اجمعین** ان آیات کریمہ کے مطابق بالیقین قطعا یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔'' (فتاوی رضویہ ج۶ ص۹۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

اس کے باوجود مفتی نانپارہ نے محرر کو کافر یا گمراہ قرار نہیں دیا، کیوں کہ رقعہ میں یہ لکھا ہے کہ '' فاتحہ ایک مزید چیز ہے، یہ ضروری نہ لازمی، نہ واجب نہ، مستحب معلوم نہیں کہ انجام اس کا (فاتحہ کا) کیا ہوتا ہے؟ (ص۲۴) فاتحہ کے استحباب سے انکار تو پایا گیا لیکن ضروریات دین میں سے کسی کا انکار ثابت نہیں ہوا، اس لیے مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے رقعہ نویس کو جاہل و گنوار تو کہا، ضال و مضل قرار نہیں دیا۔ یہ فتوی نویسی میں آپ کے حزم واحتیاط اور اعتدال پسندی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ دیکھیے! مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

''کاش اب بھی محرر صاحب اپنی تحریر کی قباحت اور اپنے لکھے کی سفاہت و جہالت ملاحظہ فرما کر حق کی طرف رجوع فرمائیں اور یقین کرلیں کہ فاتحہ و نیاز یہ تمام امور حسنہ بہتر و مناسب ہیں، ان کو بدعت وضلالت سے کوئی علاقہ نہیں۔'' (ص۲۷)

جو چیز الگ الگ جائز ہے اس کا مجموعہ بھی جائز ہوتا ہے

ایک مفتی کا یہ فرض منصبی ہے کہ جو مسئلہ نزاعی ہو اور مخالف کے موقف کے خلاف شریعت کا فیصلہ ہو تو مفتی اس اختلافی مسئلہ میں ہر زاویے سے بحث کرے تا کہ مخالف کے لیے جائے اعتراض باقی نہ رہے اور اس کے باطل موقف کے سارے تار و پود بکھر جائیں۔

مسئلہ دائرہ میں فاتحہ نزاعی مسئلہ ہے، مخالف کا ماننا ہے کہ وہ ایک مزید چیز ہے، جائز اور مستحب چیز نہیں، بلکہ نہیں معلوم فاتحہ کا انجام کیا ہوتا ہے، جب کہ شرعی نقطۂ نظر سے فاتحہ ایک مندوب و مستحب کام ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ فاتحہ میں کیا کیا ہوتا ہے، فرداً فرداً ہر ایک کا مستحب ہونا ثابت کیا جائے۔

اس لحاظ سے جب ہم فتوی مذکورہ کا جائزہ لیتے ہیں، تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ مفتی صاحب قبلہ نے مسئلہ دائرہ کا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق نہیں چھوڑا اور ثابت کر دیا کہ جو چیز انفرادی طور پر جائز ہوتی ہے، اس کا مجموعہ بھی جائز ہی ہوتا ہے۔ احقاق واستدلال کا یہ انداز صرف خال خال ارباب فن میں پایا جاتا ہے، ورنہ بہت سوں کا دامن اس گوہر مراد سے خالی ہے۔

''پس ظاہر ہے کہ فاتحہ میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، درود شریف وکلمۂ طیبہ پڑھا جاتا ہے، کھانا یا شیرینی وغیرہ ہوتی ہے، پھر دعا مانگی جاتی ہے، پس ہر مسلمان جس کو خدائے قدوس نے عقل وفہم کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، سمجھ جائے گا، کہ یہ تمام چیزیں فی نفسہا عمدہ اور بہتر ہیں اور یہ چیزیں تمام فاتحوں اور نیازوں میں ہوتی ہیں۔'' (ص ۲۸)

مفتی صاحب ہر ایک کے جائز اور کار ثواب ہونے پر دلیلیں دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''غرضیکہ یہ ساری چیزیں خیرات وبرکات کی جامع ہیں'' [ایک سطر بعد] ''پس نہ یہ چیزیں ناروا ہیں، نہ بدعت وضلالت۔'' (ص ۲۸)

بدعت کی بحث

نیاز وفاتحہ، سوم وتیجہ، چہلم وبرسی اور اعراس وایصال ثواب کا جب بھی ذکر آتا ہے، تو خواہی نہ خواہی، بدعت کی بحث چھڑ جاتی ہے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ متذکرہ مراسم میں قرآن خوانی اور کلمہ خوانی ہوتی ہے، غربا ومساکین کو کھلایا پلایا جاتا ہے، یہ چیزیں جائز ومستحب ہیں، ناجائز وحرام کیسے ہوگئیں؟ تو جھٹ سے ہمارا مخالف بدعت کی بحث چھیڑ دیتا ہے۔ یہ سوم وفاتحہ اور عرس وچہلم، عہد رسالت میں کہاں تھے؟ یہ سب تو نوایجاد ہیں، جو چیز عہد رسالت میں نہ ہو، وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمرہی اور جہنم میں لے جانے والی چیز ہے۔ اس کٹ حجتی سے ہمارے عوام متاثر ہو جاتے ہیں۔

اس موقع پر ہم حضرت مفتی نانپارہ علامہ رجب علی نور اللہ مرقدہ کی بصیرت اور فقہی مہارت کو سلام پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ اگرچہ سوال میں اس کا ذکر نہیں ہے، مگر نیاز وفاتحہ کی بحث میں باطل، بدعت کے چور دروازے سے گھس سکتا تھا، اس لیے مفتی صاحب قبلہ نے بدعت پر جامع بحث تحریر فرما کر ان کور باطن عقل کے اندھوں کے لیے ہر دروازہ مسدود ومقفل کر دیا۔

حضرت نے بدعت کی تعریف کی اور مجمع البحار، رد المحتار، فتاوی حدیثیہ اور اشعۃ اللمعات جیسی معتبر کتابوں سے اس کے اقسام بیان فرمائے، تین احادیث کریمہ نقل کیں اور مستند کتب کے حوالجات سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''الغرض ان تمام تصریحات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ہر وہ فعل جو زمانۂ سرور دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام میں نہ ہو، مطلقاً بدعت سیئہ وناجائز نہیں ہو سکتا، ورنہ ایسے امور ناجائز وناروا ٹھہریں گے، جن کا وجود زمانہ برکت نشان، حضور سید الانس والجان علیہ السلام میں نہ تھا اور اب وہ معمولۂ اہل اسلام ہیں۔ اس وقت بوجہ شدت وتصلب فی الدین وبسبب نور وسرور ایمان وقربت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت سی ایسی باتیں جواب مروج ہیں،

احتیاج میں نہ تھیں، پھر جوں جوں عہد سعادت مہد سے بعد ہوتا ہو گیا دین میں تکاسل اور امور اسلامیہ میں تغافل رونما ہوا، فلہذا علماے ربانیین نے لوگوں کی خیر وفلاح کے واسطے شریعت سے صدہا وہ امور استخراج فرمائے کہ جن کی وجہ سے قلوب کو رشد وہدایت وفوز وفلاح ملی۔'' (ص ۳۲)

جو لوگ نیاز وفاتحہ، قیام وسلام اور گیارہویں اور بارہویں کو بدعت کی وجہ سے ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں، وہ لوگ موبائل، گھڑی، کار، ٹرین اور سائنسی نو ایجاد لاکھوں چیزوں کو بصد شوق استعمال کرتے ہیں، بدعت کے حوالے سے اس دورخی پالیسی کا مفتی صاحب نے سرعام بھانڈا پھوڑ دیا، کہ اصل راز یہ ہے کہ جہاں ان کے مفاد کی بات آتی ہے، جواز واستحباب کا حکم دیتے ہیں اور جہاں محبوبان خدا کی عظمت وحرمت کا مسئلہ در پیش ہوتا ہے، جھٹ بدعت وضلالت کا فتوی ٹھونک دیتے ہیں۔

معلوم ہوا، کہ ان بندگان ہوا وہوس کو شریعت سے سروکار نہیں، بلکہ انبیا واولیا سے بغض وعداوت اور شقاوت قلبی انھیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اب مفتی صاحب کی تحریر پر تنویر ملاحظہ کرتے چلیے:

''افسوس ان تنگ نظران جہاں پر کہ نیاز وفاتحہ، میلاد شریف، گیارہویں شریف، وغیرہا تمام اعمال حسنہ کو اس بنا پر ناروا بتائین کہ یہ سب حضور علیہ السلام کے دور پر انوار میں نہ تھیں۔ مگر مدرسے بنانا، چندے مانگنا، چینی کی پلیٹوں میں مرغ مسلم جھاڑنا، نفیس نفیس کپڑے اور عجیب عجیب ساخت کے لباس استعمال کرنا وغیرہا امور جدیدہ کثیرہ میں انہاک ہونا کیوں کر ناروا وبدعت نہیں ہوتا۔ افسوس ان کم خردان بزم پر کہ جس امر سے تعظیم محبوب خدا علیہ السلام وعظمت محبوبان بارگاہ رب علاعز مجدہ ظاہر ہو جس چیز کے کرنے سے مسلمانوں کے احیا واموات کو فائدہ پہنچے، حیات وممات کے لیے جو طریقے نفع بخش ومستحسن ہوں وہ سب حرام ومذموم بدعت وناجائز ٹھہریں مگر جہاں اپنے پیٹ اور تزین کا معاملہ ہو اس میں کلام نہ کریں۔'' (ص ۳۳)

استدلال کا ایک کامیاب طریقہ

مخالف کو جواب دینے کا کامیاب طریقہ یہ بھی ہے کہ ایسا جواب دیا جائے کہ جس سے مخالف کی بولتی بند ہو جائے، اس کے لیے یا تو اس کے گھر کی کتابوں کا حوالہ دیا جائے یا اس کے یہاں کی مسلم شخصیات کے اقوال وافعال پیش کر دیے جائیں، جواب کا یہ کمال صرف ان اہل علم وقلم کو حاصل ہوتا ہے، جو فن کے ماہر، وسیع المطالعہ اور دشمنوں کی ہر چال سے واقف ہوتے ہیں، انھیں مرد میدان میں مفتی اعظم نانپارہ کا شمار ہوتا ہے، اس لیے کہ آپ نے نیاز وفاتحہ کے ثبوت میں احادیث اور فقہی جزئیات سے ہی استدلال نہیں کیا، بلکہ جا بجا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہما الرحمہ کی تصنیفات کا حوالہ بھی دیا ہے، اس لیے کہ یہ دونوں

حضرات منکرین فاتحہ کے یہاں معتبر ہیں اور یہ لوگ خود کو ان کا پیروکار گردانتے ہیں، جبکہ انھیں مذکورہ بزرگوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مفتی صاحب ص ۲۷ میں لکھتے ہیں:

''یہ وہ شاہ صاحب ہیں، جن کی بزرگی اور جن کا تدین وتقوی فریق مخالف کو بھی مسلم ہے۔''

پھر ص ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس حکم میں خود ان کے کیسے کیسے بزرگوار آتے ہیں، پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں۔''

الغرض! صرف دس صفحات کے اس مختصر رسالے میں وہ بھی نیاز وفاتحہ کے عنوان پر لکھے جانے والے کتابچے میں فنی رسوخ اور فقہی گہرائی و گیرائی کے اتنے شواہد موجود ہیں، کہ جنھیں دیکھ کر روح جھوم اٹھتی ہے۔ یقیناً حضرت مولانا مفتی رجب علی، مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ ایک متبحر عالم دین اور اسلاف کے تفقہ وتصلب کے امین تھے۔ آپ کے فتاوی احکام شرع کا آئینہ اور علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں، اور اندھی آنکھوں کا نور اور قلب مضطر کا سرور ہیں۔ مولائے کریم، مفتی صاحب کی تربت پر انوار وتجلیات کی موسلا دھار بارش برسائے۔ ان کے فتاوی وتصانیف کو قبول عام کی دولت سے نوازے۔ **آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وعلماء ملتہ اجمعین**

ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ : ایک تاثراتی مطالعہ

از : حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی

پرنسپل دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور یوپی

ماضی قریب کی عبقری شخصیتوں میں بلبل ہند، مظہر مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمہ کی ہشت پہلو ذات کئی حیثیت سے بہت نمایاں ہے، قدرت نے بڑی خوبیوں سے انھیں سرفراز فرمایا تھا، وہ اعلیٰ درجہ کے محدث، مفتی اور مدرس تھے، جن کی درسگاہ سے ہزاروں علمانے علم وفن اور فکر وبصیرت کے گنج گراں مایہ حاصل کیے۔

ساحر البیان خطیب تھے، جن کی پرسوز خطابت نے کتنے گم گشتہ راہ کو صراط مستقیم عطا کیا۔ کہنہ مشق اور پر گوشاعر تھے، جن کی تقدیسی شاعری میں عشق رسول کے جلوے بے چین قلوب کو طمانیت وتسکین کا سامان فراہم کرتے تھے، آواز میں غضب کی کشش، حلاوت اور شیرینی تھی، جب وہ نغمات رسول کے تار چھیڑتے تھے، تو وجد وکیف کا سماں بندھ جاتا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔

ان سب کے ساتھ وہ میدان تصنیف وتالیف کے بھی شہسوار تھے، جنھوں نے مذہب ومسلک کی آبیاری میں اپنے قلم کی پاکیزہ سیاہی کا گراں قدر نذرانہ پیش کیا۔

(۱) کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات (۲) قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعۃ (۳) رضوان قدیر (۴) انوار القدس (۵) حیات مسلم (۶) ریاض عقیدت (۷) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب (۸) فتاوی رجبیہ (۹) دیوان رجب علی (۱۰) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ۔ نظم ونثر کی یہ ساری کتابیں آپ ہی کے مستند قلم کی رہین منت ہیں۔

ارغام الفجرۃ فی قیام لبررۃ آپ کی انتہائی تحقیقی تصنیف لطیف ہے، جس کا اردو نام میلاد وقیام کا اثبات ہے۔

میلاد وقیام کی فضیلت وجواز مسلم ہے، یہ روح کی غذا اور حصول برکات وفیضان کا ایک اہم ذریع ہے۔ اس محفل میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ سیرت پاک اور اسوہ حسنہ وغیرہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اسی کے ذریعہ مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں عشق رسول کی جوت جگائی جاتی ہے اور سیرت طیبہ پہ عمل پیرا ہونے کی ترغیب وتشویق اور دعوت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ ہمارے اسلاف، علماومشائخ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے رہے، اس میں شرکت کرتے رہے اور ہمیشہ اس روش پر قائم رہے۔ نیز انھوں نے

فضائل میلاد، بیان میلاد اور میلاد پر اعتراضات کے جواب میں بہت سی کتابیں یادگاری چھوڑی ہیں۔

چناں چہ حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''۶۰۴ھ سے محفل میلاد شریف کا انعقاد بڑے پیمانے پر اطراف واکناف عالم میں ہو رہا ہے، بڑے بڑے گرامی قدر ائمہ اور عالی مرتبت حفاظ اور جلیل الشان علما مثلا حافظ ابن دحیہ، حافظ ابوشامہ، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن جزری، حافظ ابوالخیر سخاوی، حافظ شمس الدین محمد دمشقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ علی قاری، علامہ ابن البطاح، علامہ مخلص کتانی، علامہ ظہیر الدین بن جعفر، علامہ محمد بن یوسف شامی، علامہ یوسف بن ابراہیم وغیرہم من العلماء الاعلام تصریحات وتصنیفات وتالیفات کرتے چلے آئے ہیں اور اس کار خیر کو افضل القربات اور احسن المثوبات کہتے چلے آئے ہیں۔'' (استحسان برائے محفل ذیشان ص ۶)

اس موضوع پر اردو میں بھی سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں، جیسے سرور القلوب از علامہ شاہ نقی علی خاں بریلوی، المیلاد الرضویہ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، میلاد شریف کے فیوض وبرکات (مترجم) امام محمد بن جعفر کتانی، میلاد النبی از علامہ احمد سعید کاظمی، ذکر حبیب از علامہ عبدالعلیم میرٹھی، خیر البیان فی مولد سید الانس والجان از علامہ زید ابوالحسن فاروقی، جشن میلاد النبی (مترجم) علامہ سید محمد علوی مالکی، تنقیدی جائزہ از علامہ قاری محمد عثمان اعظمی، نور سے ظہور تک از شاہ محمد رکن الدین الوری، میلاد نیر از علامہ اللہ بخش نیر، گلدستۂ عزیز از مولانا محمد عزیز، جشن بہاراں از پروفیسر محمد مسعود احمد، حقیقت میلاد از سید وجاہت رسول قادری، زینت المیلاد از مولانا سید شاہ محمد عمر چشتی، حلیمہ کی گود کا پالا از علامہ عبدالحق ظفر چشتی، تذکرہ پاک صاحب لولاک از مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی، عید میلاد النبی کا پہلا جلوس از صاحب زادہ سعید بدر قادری، میلاد روح کائنات از مولانا محمد سعید جیلانی، محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ از مولانا محمد خاں قادری، میلاد مصطفیٰ از مولانا ابوالکلام احسن القادری، عراق میں میلاد النبی از ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، برکات میلاد از مولانا تصدیق حسین وغیرہ وغیرہ۔ اسی سلسلے کی ایک سنہری کڑی ہے ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ''، جو اپنے موضوع پر ایک جامع، مستند اور مدلل دستاویز ہے۔

وجہ تالیف

یہ کتاب حقیقت میں ایک استفتا کا جواب ہے، مدرسہ مصباح العلوم نانپارہ کے مدرس حافظ سید محمد حسن صاحب نے ۱۶ر شوال المکرم ۱۳۶۴ھ میں حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ سے مندرجہ ذیل استفتا کیا:

''علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، میلاد شریف وقیام تعظیم کرنا کیسا ہے، جب کہ یہ قرون ثلثہ میں نہ تھا، تو بدعت ہونا چاہیے اور حدیث شریف میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے۔ منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟

۔۔۔۔۔۔جواب مفصل عنایت فرمایا جاوے۔ بینوا تو جروا نیز یہ بھی کہ مخالفین اس میلاد شریف کو کیا کہتے ہیں؟''

مذکورہ سوالات کے جوابات میں ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' تیار ہوئی۔

یہ کتاب ۶۳ رصفحات پر مشتمل ہے، اس کی دوسری اشاعت ۱۴۲۳ھ میں ہوئی۔ اس کتاب پر شہزادہ بلبل ہند حضرت علامہ الحاج محمود رضا قادری دامت برکاتہم القدسیہ نے عرض حال کے عنوان سے ایک قیمتی تحریر قلم بند فرمائی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

''والد گرامی حضور بلبل ہند مظہر مفتی اعظم مفتی شاہ محمد رجب علی قادری قدس سرہ نے بھی اس امر (میلاد النبی کے جواز بلکہ استحباب واستحسان) پر قرآن واحادیث، اقوال بزرگان دین سلف صالحین سے دلائل وبراہین کی روشنی میں وہ ناقابل تردید ثبوت فراہم فرمائے ہیں، کہ منکر میلاد وقیام اگر انصاف کی نظر سے اس رسالہ مبارکہ کو پڑھ لے تو اسے ایمان وہدایت کی لازوال نعمت حاصل ہو جائے گی۔'' (ص۳)

فاضل گرامی وقار حضرت علامہ مفتی ابوالحسن صاحب قادری استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے تخریجی کارنامے کے ساتھ ایک فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے، جو بہت معلوماتی اور پر مغز ہے، انھوں نے اپنی تقدیم میں فرقہ وہابیہ کا تاریخی جائزہ لیا ہے، جس میں ہندوستان میں وہابیت، اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، وہابیوں کے چند عقائد، میلاد مصطفیٰ کی فضیلت اور بلبل ہند کی زندگی کے تابناک گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، ان کا مقدمہ ۲۷ رصفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت صدر العلما حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کتاب پر دعائیہ کلمات سپرد قلم فرمائے ہیں، جو ''تقریظ جلیل'' کے عنوان سے شامل کتاب ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب مستطاب ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' مصنفہ حضرت بلبل ہند علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ جستہ جستہ مقامات سے اس ناچیز نے دیکھی، جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے اور کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے کے بارے میں نہایت ایجاز کے ساتھ سپرد قلم کی گئی ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب اپنے موضوع پر مکمل دستاویز ہے، ہر منصف مزاج اس کتاب کے مطالعہ کے بعد دلائل وبراہین کی روشنی میں یہ سمجھ سکتا ہے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟'' (ص۳۵)

حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ نے کتاب کا انتہائی جامع تعارف کرایا اور قارئین کی عدالت میں پیش کر دیا کہ وہ انصاف کی نظر سے پڑھ کر خود نتیجہ نکال لیں۔ پھر تقریظ جمیل کے نام سے فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمود اختر قادری صاحب ممبئی کی گراں قدر تحریر ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے اور کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے کے موضوع پر دلائل وبراہین کا ایک عظیم ذخیرہ ہے، فاضل مصنف، بلبل ہند، عاشق سرکار مفتی اعظم ہند ناشر

مسلک اعلیٰ حضرت حضرت مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑے ہی موثر انداز میں اکابر علما و اساطین امت کی تصانیف جلیلہ کے حوالوں سے مدلل و مبرہن فرمایا ہے، کہ ذکر ولادت مبارکہ کرنا، جشن میلاد منانا اور قیام تعظیمی کرنا مستحب اور باعث برکات ہے۔'' (ص ۳۷)

آغاز کتاب

حمد و ثنا کے بعد کتاب کا آغاز مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

''شک نہیں کہ محفل میلاد شریف وصلوۃ وسلام بوقت ذکر ولادت باسعادت حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام بحالت قیام اظہار محبت و تعظیم و تکریم حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم جن کے استحسان پر اعاظم علما و صلحا علیہم الرحمہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و شاہ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی و شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی و شاہ مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی و ملا علی قاری و محمد طاہر صاحب مجمع البحار و شیخ عبدالوہاب متقی مکی و امام ابن جزری صاحب حصن حصین و حافظ ابن رجب حنبلی و علامہ ابوالطیب سبتی مالکی و حافظ جلال الدین سیوطی و صاحب سیرت شامی و مجدالدین شیرازی و علامہ سیف الدین ابوجعفر ترکمانی دمشقی حنفی و شیخ برہان الدین جعبری و علامہ حمد اللہ و امام سلیمان برسوی و مولانا حسن بحرینی و برہان ناصحی و شیخ شمس الدین سیواسی و شیخ محمد بن حمزۃ العربی الواعظ و شمس الدین دمیاطی و فخر الدین دنقلی و حافظ زین الدین عراقی و علامہ برہان ابوالصقا و حافظ ابوشامہ و حافظ ابن حجر عسقلانی و علامہ ابوالقاسم لولوی و علامہ ابوالحسن البکری و امام سخاوی و برہان الدین صاحب سیرت حلبی و علامہ ابن حجر مکی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روشن تصریحات ہیں۔'' (ص ۴۰)

پھر مواہب اللدنیہ، زرقانی علی المواہب، طرب الکرام تفسیر عزیزی، احسن المقصد فی عمل المولد، اقامۃ القیامۃ، فتاوی رضویہ، تفسیر روح البیان، شرح سفر السعادت، مرقات شرح مشکوۃ، حاشیہ بخاری، ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، احیاء العلوم وغیرہ کی عبارتیں اپنے موقف کے اثبات میں نقل فرما کر کتاب کو انتہائی باوزن اور مستند بنا دیا ہے۔

میلاد و قیام کے جواز و استحسان اور برکات و حسنات کے حوالے سے اکابر علما کی تحریرات پیش کرنے کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل انصاف غور کریں، کہ علما و عرفا کی روشن ترین تحریرات نے کیسا واضح کر دیا، کہ مجلس میلاد شریف و قیام مستحب و پسندیدہ ہے اور ان کی کچھ نئی نہیں پرانی عادت ہے کہ جس فعل و عمل میں حضور سراپا نور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم دیکھی بدعت کہنے لگے۔'' (ص ۴۶)

منکرین میلاد عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں، کہ عہد رسالت اور زمانہ صحابہ میں محفل

میلاد نہیں ہوتی تھی، لہذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ بدعت کے تعلق سے حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حضرت ملا علی قاری، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید شریف جرجانی، امام شافعی، امام غزالی وغیرہ کی تشریحات نقل فرما کر لکھتے ہیں:

''الغرض ائمہ دین علیہم الرحمہ کی صاف وصریح تشریحات نے واضح کر دیا، کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ اور میلا د شریف، سلام وقیام ودیگر امور حسنہ اسی بدعت محمودہ کے تحت میں ہیں۔ وہابیہ کا مزعوم ہی عجب موہوم ہے، ائمہ دین کی مخالفت ان کا قدیمی شیوہ ہے، حق پسند کے لیے یہی بہت کافی ہٹ دھرمی کو دفاتر بھی نا کافی۔ ان سب ائمہ کے اقوال سے بڑھ کر افضل واشمل وہ قول ہے، جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت تراویح کے اہتمام والتزام کے متعلق فرمایا ''**نعمت البدعة هذه**'' یعنی کیا اچھی بدعت ہے۔ وہابیہ کا تو اس پر ایمان ہی نہ ہوگا، کیوں کہ وہ تو بول چکے بدعت کوئی حسنہ نہیں۔ ہاں ایمان والوں پر مولیٰ عزوجل کی رحمتیں ہیں کہ وہ اللہ ورسول کے مطیع ومنقاد وائمہ ہدی کے متبع ہیں۔'' (ص ۵۱)

اختتام

وہابی مولویوں کی چند عبارتیں لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل اقتباس پر کتاب ختم ہوتی ہے:

''بلحاظ اختصار یہ چند عبارتیں وہابیوں کی باعث فخر کتابوں سے بحوالہ صفحات ومطابع وحصص درج کی گئی ہیں، حق پسند حضرات بغور پڑھ کر اندازہ لگائیں کہ وہابی ذکر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے لیے کیسے ساعی ہیں، اور اس بزم مقدس کو بدعت وناروا کہہ کر گہر ریزیاں کرتے ہیں، مگر واضح رہے، جن کے ذکر شریف کو مولیٰ عزوجل رفعت وعظمت عطا فرمائے بے مقداروں کی کیا حیثیت کہ گھٹا سکیں۔ اعلیٰ حضرت حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرماتے ہیں۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا　　　(ص ۵۹)

ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ کی زبان سادہ، شستہ، شگفتہ اور عالمانہ ہے، پرشکوہ الفاظ، زور بیان، سلاست وروانی کے ساتھ پوری کتاب میں یکساں اسلوب ملتا ہے۔ مدح وستائش کے پھول بھی ہیں اور نقد ونظر کے نشتر بھی، اسلوب تحریر کی جاذبیت اور ٹھوس مضامین کے پیش نظر یہ کتاب بڑی عظمت کی حامل ہے۔

ریاض عقیدت : ایک تجزیاتی مطالعہ

از : مولانا نفیس احمد مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

شاعری وہ بھی ہے، جو ایک طرف لغویات وخرافات سے لبریز، فواحش ومنکرات سے پر، دروغ گوئی ومبالغہ آرائی سے مملو ہوتی ہے، تو دوسری طرف دیانت وصداقت سے عاری، حقیقت وواقعیت سے خالی اور فکر وفن کے تقدس سے کوسوں دور ہوتی ہے۔ ایسی شاعری کبھی شاعر کو گناہوں کے دلدل میں ڈالتی ہے، تو کبھی کفر ومعصیت کی سرحدوں تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ شاعری ایک مومن کے شایان شان نہیں اور ایسی ہی شاعری کے حامل شعرا قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق ہیں:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُم فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ. (الشعراء ۲۶/۲۲۴ تا ۲۲۶)

شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جو صداقت وراستی سے مزین، فکر وفن کی طہارت سے آراستہ اور عشق وایمان کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے۔ یہی شاعری روح مذہب سے آشنا، مزاج اسلام سے ہم آہنگ اور بارگاہ الٰہی میں مقبول ومحبوب ہوتی ہے۔ یہی وہ شاعری ہے، جس کے ذریعہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے قبول معذرت کا پروانہ اور ردائے رحمت کا تحفہ ملا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں منبر پر کھڑے ہو کر اشعار سنانے کا اعزاز اور زبان ختم المرسلین سے ''**اللھم ایدہ بروح القدس**'' جیسی پاکیزہ اور حیات آفریں دعا ملی۔

اس نعتیہ اور تقدیسی شاعری کی ایک طویل تاریخ ہے، جو اپنے اوراق زریں میں امام شرف الدین بوصیری، ملا عبدالرحمٰن جامی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، مولانا جلال الدین رومی، حافظ شیرازی، امیر خسرو دہلوی، مولانا کفایت علی کافی، امام احمد رضا قادری، مولانا حسن رضا بریلوی، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی، حضرت آسی غازی پوری، حضرت محسن کاکوروی، امیر مینائی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی جیسے نہ معلوم کتنے بیش قیمت لعل وگہر سموئے ہوئے ہے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، جنھوں نے اپنی تقدیسی شاعری کے ذریعہ عقائد وایمان

کے مرجھائے ہوئے گلشن کو عطر بیزی وشادابی عطا کی، ذہن وفکر کو جلا بخشی اور زبان وادب کو پیراہن تقدیس عطا کیا۔

مگر چودہویں صدی ہجری میں اردو کی نعتیہ شاعری کے ذریعہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے ادب وزبان سے لے کر عقائد وایمان اور ذہن وفکر ونظر سے لے کر قلب وجگر کو جو نکہت وسوز اور کیف وسرور عطا کیا، وہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے، آج زمانہ انھیں امام اہل سنن کے ساتھ ساتھ ''شہنشاہ ملک سخن'' بھی تسلیم کرتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ اردو کی ترویج واشاعت میں امام احمد رضا قدس سرہ کا حصہ سب سے زیادہ ہے، وہ رقم طراز ہیں:

''کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے، جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔'' (اردو میں نعت گوئی: ص ۴۲۰، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان)

اسی دبستان نعت سے تعلق رکھنے والی بلند وبالا اور قد آور شخصیتوں میں ایک نمایاں نام مفتی نا نپارہ حضرت علامہ محمد رجب علی قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے، جو ہندوستان کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں میں ''طوطیٔ ہند'' اور بلبل ہند کے القاب سے مشہور ومعروف ہیں۔

آپ ایک متبحر عالم، بلند پایہ خطیب، مستند مفتی، دیدہ ور محقق، دقیق النظر فاضل اور باشعور قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند خیال، خوش فکر اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ اس وقت میرے پیش نظر ان کا ایک شعری مجموعہ ''ریاض عقیدت'' ہے، جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ ایک قادرالکلام، پرگو، صاحب دل اور صاحب عرفان شاعر تھے۔ زیر نظر مقالہ میں اس حقیر نے ان کی نعتیہ شاعری کے بعض دینی وعلمی اور فنی وادبی گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

عشق رسالت

عشق رسول نعتیہ شاعری کی روح رواں ہے، اس کے بغیر اس کا ہر رنگ پھیکا، ہر پہلو بے کیف اور ہر جلوہ بے مزہ ہوتا ہے۔ حضرت بلبل ہند کا دل عشق رسول کی جلوہ گاہ تھا، وہ سچے عاشق رسول تھے۔ ان کی شاعری کا مرکز ومحور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تھی اور جب محبوب کائنات کا جذبۂ عشق ومحبت دل کے سوز وگداز کے ساتھ لفظوں کے پیکر میں ڈھلتا ہے، تو نعت کے پرکیف وپراثر اشعار پڑھنے اور سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری کردیتے ہیں۔ دل کے بے پناہ سوز وگداز کے ساتھ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں التجا کا والہانہ اور عاشقانہ انداز ملاحظہ فرمائیں ؎

خدارا مجھ پہ بھی چشم عنایت، یارسول اللہ
کہ میں بھی ہوں گدائے باب دولت یارسول اللہ
ہوا ہے من رانی قد رأی الحق سے یہی ظاہر
تمھاری دید ہے حق کی زیارت، یارسول اللہ
تمھارے فیض سے تاریک ذرے جگمگاتے ہیں
عیاں ہے چار سو نور ہدایت، یارسول اللہ

عشق و مستی سے لبریز فدا کاری و جاں نثاری کا یہ جذبۂ فراواں بھی کتنا روح افزا ہے، ملاحظہ فرمائیے ۔

کروں قرباں میں جان و دل تمھارے آستانے پر
یہی ہے میری دنیائے عقیدت، یارسول اللہ
محبت کے گرداب میں جب تو آئے سفینہ کو اپنے نہ ہرگز بڑھائے
بہ توفیق خالق وہیں ڈوب جائے تو کشتی ترانے کی کوشش نہ کرنا
تجھے یہ محبت کی دولت مبارک عقیدیت کی تجھ کو امانت مبارک
یہ الفت کی آتش دلِ زار اپنی کبھی تو بجھانے کی کوشش نہ کرنا

باد صبا کو مخاطب کر کے بارگاہ رسالت میں پیام دل پہنچانے کی التجا اور سوز دروں کا اظہار شعرا کا وتیرہ رہا ہے۔ حضرت بلبل ہند بھی اسی روایت پر کس مہارت اور چابک دستی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہیں اور باد صبا کے توسط سے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دل کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کس رقت انگیز اور پر سوز انداز میں کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں ۔

صبا مدینے میں جاکے مرا شہ عرب سے سلام کہنا
ادب سے جالی کے سامنے تو یہ میرے دل کیا پیام کہنا
یہ کہنا جاکر حضور والا ہے درد فرقت سے دل دو پارہ
بلا لو طیبہ میں پھر خدارا یہی تو اے خوش خرام کہنا
یہ عرض کرنا تمہارا منگتا حضور رو رو کے کہہ رہا تھا
صبا کرم سے سلام میرا تو پیش خیرالانام کہنا
یہ میرے نالے یہ آہ و زاری تڑپنا دل کا یہ بے قراری
غرض کہ فرقت کی باتیں ساری تو پیش خیرالانام کہنا

خبر لو اے دستگیر امت، کہ بد سے بد تر ہوئی ہے حالت
یہ پیش باب شہ رسالت، رسول ذی احترام کہنا
جگر ہے زخمی قدم ہیں گھائل عدو ہیں ایذا پہ سارے مائل
یہی حضور کرم شمائل شفیع ہر خاص و عام کہنا
رجب پہ سرکار اک نظر ہو، اسے بس اب دامنوں میں لے لو
صبا یہی لولگی ہے دل کو اسی کو تو صبح وشام کہنا

ان اشعار میں جذبات دروں کے اظہار کے ساتھ ساتھ حسن نغمگی کی جلوہ سامانیاں اپنے نقطۂ عروج پر ہیں، شعریت اور ترنم کے حسین امتزاج نے انھیں دو آتشہ بنا دیا ہے۔

یاد مدینہ

محبوب کے ساتھ دیار محبوب سے انس ورغبت، اس کے دیدار کی تڑپ، اس کے ہر نشیب وفراز اور خط وخال سے والہانہ پن کا اظہار اور قلب وذہن کے گوشوں میں اس کی یادوں کی دنیا آباد رکھنا ایک عاشق صادق کا فطری طریقہ ہے۔ حضرت بلبل ہند کی نعتیہ شاعری میں دیار حبیب کی یادوں کے تاج محل جا بجا اپنی شوکتوں کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ناظرین بچشم خود ان کی کچھ جھلکیاں دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں ؎

عشق کا مقتضا مدینہ ہے
روح کا مدعا مدینہ ہے
چشم ایماں سے کوئی دیکھے تو
منظر والضحیٰ مدینہ ہے
کعبۂ دل کی فیض باری سے
اپنا قبلہ نما مدینہ ہے
سبز کرتا ہے کشت ایماں کو
ابر لطف و سخا مدینہ ہے
انس وجن و ملک ہیں سب حاضر
مرکز دوسرا مدینہ ہے

دیار حبیب کے تذکرہ کا یہ انداز بھی کتنا کیف آور، رقت انگیز اور لطیف ہے کہ روح جھوم اٹھتی ہے، دل مچلنے

لگتا ہے اور سماعت پر رقص وحال کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے، مسافر مدینہ کو پند وموعظت کی دولت سے مالا مال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

مدینے کے راہی مدینہ پہنچ کر، مدینے سے آنے کی کوشش نہ کرنا
وہ جنت کا پرکیف گلزار پاکر، کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا
سلامی کی خاطر جو روضہ پہ آنا، تو اشک عقیدت کو پیہم بہانا
جو ہو دل میں ارماں وہ سب کہہ سنانا، نظر کو اٹھانے کی کوشش نہ کرنا
عقیدت کے سر کو تو چوکھٹ پہ رکھ کر، لبوں پر سلام اور تسلیم لاکر
مرادیں در شاہ سے اپنی پاکر، نظر کو اٹھانے کی کوشش نہ کرنا

بے مثل آقا

آقاے کونین سلطان دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اوصاف وکمالات میں بے مثل و بے مثال اور ایسے ممتنع النظیر ہیں، جن کی نظیر ومثال محال و ناممکن ہے، سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے اشعار میں اسی فکر وعقیدہ کی یوں ترجمانی کی ہے ۔

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سر وچماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا، نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حضرت بلبل ہند اسی مسئلے کو اپنی ایک نعت میں یوں پیش کرتے ہیں ۔

حسیں تم سا کوئی بھلا کب ہوا
کہ نام مبارک حبیب خدا ہے
تم اپنی صفت میں ہو یکتاے عالم
ہو تم ایک جس کا نہیں دوسرا ہے

ایک اور نعت میں سرکار کی بے مثالی کو یوں بیان کرتے ہیں ۔

خدا کی خدائی میں وہ بے مماثل، نہ ثانی ہے ان کا نہ کوئی مقابل
دوعالم کو ہیں ان کے الطاف حاصل، ہر اک ان کا بخشا ہوا پارہا ہے

وسعت علم نبی

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شہادت کے ساتھ علم غیب بھی عطا فرمایا، جس کی بنا پر ہمارے آقا ومولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا وآخرت سے متعلق بے شمار غیوب پر مطلع ہیں، بلکہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک علم عطا کیا گیا۔ اس طرح آپ ''عالم ما کان وما یکون'' نبی ہیں۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے ناقابل انکار دلائل وشواہد سے مالا مال ہے۔ حضرت بلبل ہند اس عقیدے کی یوں ترجمانی کرتے ہیں ۔

آپ پر غیب و شہادت کے سب اسرار کھلے
مرحبا فائز انوار فاوحیٰ تم ہو

سرکار کی وسعت علمی کے بیان کا یہ انداز بھی قابل دید ہے ۔

ہوا ظاہر یہی مــالـم تـکـن تـعـلـم کے جلووں سے
کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ

بلاکر آپ کو معراج کی شب خالق کل نے
علوم غیب کا بخشا خزینہ یارسول اللہ

باعث تخلیق کائنات

اس عالم رنگ وبو کی تمام اشیاوجود کے جان دار وغیر جان دار مظاہر اور کائنات کی ساری نیرنگیاں اور سرمستیاں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا صدقہ ہیں، اس طرح آپ کی ذات باعث تخلیق کائنات ہے، حدیث قدسی ''لولاک لما خلقت الافلاک'' اور حدیث نبوی ''کل الخلائق من نوری'' میں اس عقیدہ کا واضح ثبوت موجود ہے۔ حضرت بلبل ہند اپنی شاعری میں اس عقیدہ کی ترجمانی یوں کرتے ہیں ۔

انھیں کا حسن زیبا رونق گل زار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں کبھی سرو چماں ہوکر
انھیں کے فیض رحمت سے ہرا ہے گلشن ہستی
وہ آئے ہیں جہاں میں عالم امکاں کی جاں ہوکر

ایک اور نعت میں اسی اسلامی فکر و عقیدہ کی ترجمانی یوں کی گئی ہے ؎

خدا نے کی تمھارے نور سے تخلیق عالم کی
تمھیں سے ہے بنائے بزم امکاں یارسول اللہ

اختیار مصطفیٰ

ہمارے آقا و مولیٰ خدائے تعالیٰ کی دین وعطا سے بے حد و بے شمار اختیارات و تصرفات کے مالک ہیں، اس فکر و عقیدہ کی ترجمانی کا یہ والہانہ انداز کتنا پر کیف ہے، ملاحظہ ہو ؎

حکومت ہے جن کی زمین و زماں پر
وہ آقا ہیں با اختیار مدینہ

تمھارے ہاتھ میں جب اختیار دین ودنیا ہے
تو مجھ بے کس کی بھی بگڑی بنادو یارسول اللہ

فرقہ ہائے باطلہ کا رد

تصلب فی الدین اور استقامت علی الحق کے ساتھ ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل علمائے حق اور شعرائے اسلام کا وتیرہ رہا ہے، تقریر و خطابت ہو یا شعر و شاعری، ہر میدان میں انھوں نے اس فرض منصبی کو پیش نظر رکھا ہے اور اس کی انجام دہی میں حسب موقع اور حسب ضرورت ہر ممکن کوشش کی ہے۔

حضرت بلبل ہند قدس سرہ کی شاعری میں باطل فرقوں کی تردید کا رنگ نمایاں طرز ادا اور ممتاز پیرایہ بیان میں دکھائی دیتا ہے، ایک نعت میں نجدیوں کی تردید کا انداز ملاحظہ ہو ؎

خوگر جام نجد سے کہہ دو
اپنا تو مے کدہ مدینہ ہے

رہ روِ راہِ نجد سے کہہ دو
وصل کا راستہ مدینہ ہے

منکر عزم طیبہ کیا جانے
مقصد اولیا مدینہ ہے

جنود نجد کے دل غیض کی آتش میں جل جائیں

بلالو پھر رجب کو اپنے در پر یارسول اللہ

خارجیوں اور رافضیوں کی تردید کا یہ رخ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ۔

خارجی منکر اہل حق ہوگئے اختیارات آل عبا دیکھ کر
بدنظر رفض والے ہوئے مردہ دل فضل اصحاب خیر الوریٰ دیکھ کر

مشائخ سلسلہ قادریہ کے تذکرہ میں ساغر مارہرہ کا کیف اور بادۂ نجدیت کی بے کیفی کا بیان بھی اپنا ایک مقام رکھتا ہے ۔

بادۂ بے کیف نجدیت ہے نجدی کے لیے
ساغرِ مارہرہ پی کر اپنا دل سرشار ہے

ذکر معجزات

نعتیہ شاعری میں سرکار کے اوصاف وکمالات کے ساتھ معجزات اور خوارق عادات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، اس سے ظاہر بیں اور عقلیت پسند لوگ بالخصوص اثر قبول کرتے ہیں اور سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی عظمت وجلالت کا سکہ ان کے قلب وضمیر پر بیٹھتا ہے اور قبول حق کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ حضرت بلبل ہند کی نعتیہ شاعری میں بھی خوارق ومعجزات کے ذکر کی تجلیاں جا بجا ملتی ہیں۔ ذیل کے ایک شعر میں تین مشہور معجزوں کا ذکر کس زوردار اور پرشوکت انداز میں ہے، اسے اہل ذوق ہی محسوس کر سکتے ہیں ۔

اشارے میں شق ہو قمر، پلٹے سورج، یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کردیں انگشت اقدس سے پانی، یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

سرکار کی ولادت طیبہ کے وقت بہت سے خوارق کا ظہور ہوا، بتوں کے سر جھک گئے، کعبۂ مقدسہ کے اندر رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت منہ کے بل گر پڑے، شیاطین غم واندوہ کا شکار ہوگئے، ایوان کسریٰ میں ایسا زلزلہ آیا، کہ اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے اور شاہی محل کی بنیادیں ہل گئیں اور لوگوں پر ہیجان کا عالم طاری ہوگیا۔ ان کا تذکرہ درج ذیل شعر میں جس سلاست وروانی اور برجستگی کے ساتھ ہے وہ قابل دید ہے ۔

ولادت کا دن ہے بتوں کے ہیں سر خم، شیاطین عالم پہ چھایا ہے اک غم
ہے ایوان کسریٰ ہیجان و ماتم، یہ ہیبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

آپ کے کف دست میں کنکریاں کلمہ پڑھ کر اسلام کی حقانیت کا برملا اعلان کرتی ہیں اور آپ کی فصاحت وبلاغت کے آگے عرب کے بڑے بڑے فصحا وبلغا اپنی فصاحت وبلاغت کے دعوے بھول جاتے ہیں اور ایسے

مبہوت ہوتے ہیں کہ زبان سے کوئی بات نہیں نکل پاتی ہے۔ پیش ہیں، مذکورہ بالا معجزے بلبل ہند کی شیریں اور کیف آگیں زبان میں۔

لب اعجاز کی جنبش سے پتھر بول اٹھتے ہیں
زباں والے ہیں ان کے سامنے سب بے زباں ہوکر
مقابل میرے آقائے مدینہ کی فصاحت پر
زباں کے جو دھنی تھے رہ گئے سب بے زباں ہوکر

محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک پسینے میں وہ خوشبو تھی، کہ سرکار جس گلی سے گزرتے، وہ خوشبو سے مہک اٹھتی اور اس کی بنا پر صحابہ کرام کو علم ہو جاتا کہ اس مقدس کوچے سے آپ کا گزر ہوا ہے۔ بلبل ہند فرماتے ہیں۔

ابھی تک پرتو عارض سے ذرے جگمگاتے ہیں
مہکتے ہیں وہ کوچے آپ گزرے ہیں جہاں ہوکر

یاد غوث اعظم

قطب الاقطاب، فرد الافراد، غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات عشق وعرفان اور شریعت وطریقت کا حسین سنگم تھی۔ آپ نے دعوت وعزیمت، اصلاح وتزکیہ کے وہ تابندہ نقوش چھوڑے ہیں، جن سے ایک جہان فیض یاب ہوا اور ہورہا ہے، آپ کی ذات اہل اسلام کی مرجع عقیدت بن گئی، خطبا آپ کی مدح وثنا کے خطبے پڑھتے، شعرا آپ کے عشق وعقیدت کے گیت گاتے اور ارباب قلم آپ کو خراج عقیدت پیش کرنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ حضرت بلبل ہند کی تقدیسی شاعری میں بھی غوث اعظم قدس سرہ کی یادوں اور منقبتوں کے کثیر نمونے موجود ہیں۔ ایک نعت کے ضمن میں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل اللہ تعالیٰ سے بارگاہ قادریت سے فیض یابی کی یوں دعا کرتے ہیں۔

مصطفیٰ کے طفیل اے خدائے جہاں دامن غوث ہو مجھ پہ سایہ کناں
میرے گھر بھر کو سیرابی دل ملے، چشمۂ قادریت ابلتا رہے

سگ بارگاہ غوث ہونے پر فکر کا انداز بھی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

رجبؔ بھی ہے سگ دربار جیلاں
نصیبہ ہے فقیر قادری کا

سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل وکرم کا اعتراف کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

تہی داماں فقیر قادری کا حال تو دیکھو
ہے خالی جیب اس کی دل مگر رکھتا ہے شاہانہ
خدا کے فضل سے مجھ پر کرم ہے غوث اعظم کا
ہو رشک اہل دولت پھر نہ کیوں حال فقیرانہ

''ریاض عقیدت'' میں سیدنا غوث الثقلین علیہ الرحمۃ والرضوان کی تین مستقل منقبتیں ہیں۔ ان میں سے ایک منقبت کے چند اشعار پیش خدمت ہیں، عشق وعقیدت کا جذبہ، شیفتگی ووارفتگی کا اظہار اور مقام ومرتبہ کے بیان میں والہانہ پن کی کیفیت لائق دید ہے۔

کس فقیر و شاہ نے صدقہ نہ پایا غوث کا
رات دن بغداد سے بٹتا ہے باڑا غوث کا
غوث اعظم قطب عالم پیشوائے اولیا
دائما یا رب مرے ہو بول بالا غوث کا
شان احیاء ایسی پائی ہے کہ محی دیں ہوئے
مردہ دل آئیں ذرا دیکھیں جلانا غوث کا
تاب نظارہ کسے ہے پھر ریاض دہر میں
ہو اگر بے پردہ وہ روئے دل آرا غوث کا
قادر مطلق نے ان کو عبد قادر کردیا
ہوگئے وہ رب کے، اور ہے رب تعالیٰ غوث کا
میں گدا وہ شاہ ہیں طالب مرے مطلوب وہ
مجھ سے بد نے مرحبا پایا یہ رشتہ غوث کا
اے رجبؔ بغداد والے دیکھ کر مجھ کو کہیں
دیکھو دیکھو ہند سے آیا وہ کتا غوث کا

ذکر رضا

مسلک اہل سنت وجماعت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی ودینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے، انھوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات

کے ذریعہ حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی، اہل حق کی علامت بن گئی ہے، اس لیے ہر خوش عقیدہ شاعر اور قلم کار، ان کے فضل وکمال کا خطبہ پڑھتا اور ان کے ساتھ عقیدت ومحبت کا اعلان کرتا ہے اور اس کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہے۔

حضرت بلبل ہند کی شاعری میں جا بجا امام احمد رضا قدس سرہ کی یادوں کے چراغ روشنی بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ وہ دامن رضا سے وابستگی کو ''اللہ کا فضل'' اور ''نعمت مولیٰ'' سمجھتے ہیں۔

اللہ نے مجھ پر فضل کیا داماں رضا جو مجھ کو دیا
واللہ رجبؔ ہے تیرا بھلا یہ نعمت مولا کیا کہنا

داماں رضا سے وابستگی کو بخشش کا بہترین وسیلہ قرار دیتے ہیں۔

داماں رضا مجھ کو ملا خوش ہوں رجبؔ میں
بخشش کا مری خوب وسیلہ نظر آیا

اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کے کچھ اور شواہد ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں۔

بفضل الٰہی غلام رضا ہے، رجبؔ بندۂ باب غوث الوریٰ ہے
اسے نجدیو تم کبھی راہ حق سے، ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

صدقہ میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے
باب عطائے حضرت احمد رضا ملا

خارجی ہوں نہ رافضی ہوں میں
بندۂ مرتضیٰ علی ہوں میں
شاہ احمد رضا کے در کا غلام
سگ دربار سنجری ہوں میں
اعلیٰ حضرت کے فیض جاری سے
حنفی ہوں، بریلوی ہوں میں

محاورات کا استعمال

اس میں دورائے نہیں کہ مناسب کلمات اور الفاظ کے لانے سے اور محاورات کے برمحل استعمال سے زبان

میں حسن، زور اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے اور شعر کیف آور اور دل آویز ہو جاتا ہے، ذوق، داغ دہلوی، امام احمد رضا بریلوی، حسن بریلوی کی شاعری میں محاورات کا مناسب موزوں اور برمحل استعمال ملتا ہے، جس نے ان کی شاعری کو آسمان کمال تک پہنچا دیا ہے۔ حضرت بلبل ہند کی شاعری میں بھی محاورات کا بے تکلف استعمال موجود ہے۔

☆ اردو کا ایک محاورہ ہے ''ستارہ چمکنا'' جس کا مطلب ہے، نصیبہ جاگنا، بھلے دن آنا، قسمت کا یاوری کرنا، درج ذیل شعر میں اس محاورے کا دل فریب استعمال ملاحظہ ہو۔

کسی دن خواب میں وہ جلوۂ زیبا دکھادیتے
چمک اٹھتا مقدر کا ستارہ یا رسول اللہ

مطلب یہ ہے کہ بیداری میں نہ سہی خواب ہی میں اگر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی زیارت نصیب ہو جائے، تو میرا مقدر جاگ اٹھے، میری قسمت میری یاوری کرے اور مجھے اقبال مندی اور کامیابی و کامرانی کے دن نصیب ہوں۔

☆ مدینہ کا نظر کے سامنے جب سبزہ زار آیا
مری آنکھوں کو چین آیا، مرے دل کو قرار آیا

''چین آنا'' اور ''قرار آنا'' دو ہم معنی محاورے ہیں، جن کا معنی ہے راحت وسکون حاصل ہونا، اطمینان ہونا، گلشن مدینہ کے دیدار سے آنکھوں کو تسکین پانے اور دل کے راحت وسکون سے ہم کنار ہونے کا یہ بیان اور محاورات کا برملا استعمال کتنا کیف آگیں اور روح پرور ہے، اسے کچھ وہی محسوس کر سکتا ہے، جسے سخن فہمی، زبان آوری کے ساتھ عشق وعرفان کی لازوال دولت نصیب ہوئی ہو اور جسے شہر رسول اور دیار حبیب کو ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے کا سنہری موقع ملا ہو۔

☆ ''جوبن نکھرنا'' اردو کا ایک محاورہ ہے، جس کا مفہوم ہے ''بارونق'' یا ''پر بہار'' ہونا، حسن وزیبائش میں نکھار آنا۔ اس مفہوم کے لیے ''جوبن ابھرنا''، ''جوبن اٹھنا''، ''جوبن امنگنا''، ''جوبن امنڈنا'' وغیرہ محاورات بھی استعمال ہوتے ہیں۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی آمد سے کیا رونق وبہار کا سماں پیدا ہوا اور رعنائی وزیبائی کی کیا کیفیت وجود میں آئی، اسے حضرت بلبل ہند کی زبان سے سنیے۔

دن آیا ولادت کا، یا دور بہار آیا
کیا کہنا عجب جوبن نکھرے ہیں مدینے کے

☆ زمین کے ساتھ آسمانوں میں بھی سرور انس وجاں، مکین لامکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہرہ اور چرچا ہے۔ اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے ''ڈنکا بجنا'' محاورہ بروئے کار لایا گیا ہے اور اس لافانی شہرت کو بیان کے

قالب میں یوں ڈھالا گیا ہے ۔

یہ فرش زمیں دیکھا افلاک میں دیکھو تو
اے دیدہ ورو! ڈنکے بجتے ہیں مدینے کے

☆ ڈنکے بجنے کا مطلب ہے دھوم مچنا، شہرت ہونا۔

☆ ''پھلنا پھولنا'' اردو زبان کا بہت مشہور اور کثیر الاستعمال محاورہ ہے، جو خوش حال ہونے اور ترقی کرنے سے عبارت ہے۔ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک منقبت میں ان سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے اس محاورہ کا برجستہ اور برمحل استعمال دیدنی ہے۔ عرض کرتے ہیں ۔

دعا کچھ ایسی ہو آقا غلام پھولیں پھلیں
ہوں دور ہند سے اہل فتن غریب نواز

تشبیہ

یہ ہے کہ ایک وصف کو کسی وصف میں دوسری چیز کے مثل بتایا جائے، جس کو مثل قرار دیں، وہ مشبہ ہے اور جس کے مثل قرار دیں، وہ مشبہ بہ ہے، اور جس وصف میں مشابہ قرار دیں وہ وجہِ شبہ اور جو لفظ تشبیہ ومماثلت کا معنی بتائے وہ ادات تشبیہ کہلاتا ہے۔

کلام میں وجہ شبہ کبھی مذکور ہوتی ہے اور کبھی محذوف۔ پہلی قسم کو تشبیہ مفصل اور دوسری کو تشبیہ مجمل کہتے ہیں۔

تشبیہ مجمل

داغ دہلوی کا درج ذیل شعر تشبیہ مجمل کی بہترین مثال ہے ۔

حور کی شکل ہو تم، نور کے پتلے ہو تم
اور اس پر تمھیں آتا ہے جلانا دل کا

اصغر گونڈوی دل کی کیفیت کی منظر کشی تشبیہ مجمل کی صورت میں کس جدت وندرت اور کیف آگیں ماحول میں کرتے ہیں، ملاحظہ ہو ۔

عجب عالم سا دل پر چھا رہا ہے
حسیں جیسے کوئی شرما رہا ہے

☆ حضرت بلبل ہند کے ایک نعتیہ کلام میں تشبیہ مجمل کی بہار ملاحظہ ہو ۔

دیدۂ پر شوق جام بادۂ کوثر بنے
اشک جو آنکھوں سے ٹپکے صورت گوہر بنے

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں ''دیدۂ پرشوق'' کو ''بادۂ کوثر کے جام'' سے تشبیہ دی ہے اور مصرعہ ثانیہ میں آنسو کو موتی سے تشبیہ دی اور اس موخرالذکر تشبیہ میں وجہ شبہ مذکور نہیں گو کہ ادات تشبیہ کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ تشبیہ مجمل ہے، جب کہ پہلی تشبیہ، تشبیہ بلیغ ہے۔

☆ دنیا سرکار کی نگاہوں میں کف دست (ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند) ہے، آپ اس کے سارے احوال وکوائف سے باخبر ہیں۔ حضرت بلبل ہند اس مفہوم کی تعبیر کے لیے تشبیہ مجمل کا سہارا لیتے ہیں ۔

نگاہوں میں مثل کف دست عالم
یہ صل علیٰ ہے بصیرت تمھاری

تشبیہ کی ایک اور صورت

کبھی تشبیہ ایسی خفی اور دقیق پیکر میں آتی ہے کہ بظاہر تشبیہ نہیں لگتی، مگر شعور وآگہی کی آنکھیں رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بھی تشبیہ کی ایک لطیف صورت ہے، مثال میں میر انیس کا یہ شعر ملاحظہ ہو ۔

نہ جانے برق کی چشمک تھی یا شرر کی لپک
ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب نہ تھا

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز حق سے جزیرۃ العرب کا چپہ چپہ گونج اٹھا اور اس کے گوشے گوشے میں اس کی دھمک محسوس کی گئی۔ ایک شاعر اس مفہوم کی ادائیگی میں تشبیہ کی اسی نادر قسم کو بروے کار لاتے ہوے کہتا ہے ۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

حضرت بلبل ہند نے بھی تشبیہ کی اس قسم کو استعمال کیا، نعت کا ایک شعر اسی رنگ میں ملاحظہ ہو ۔

کہوں میں عرش اس دل کو کہ جنت یارسول اللہ
مکیں ہے آپ کی جس میں محبت یارسول اللہ

ذیل میں اس کی کچھ اور مثالیں درج کی جاتی ہیں، جو قارئین کرام کے لیے ادبی وبلاغی کیف کا سامان مہیا کریں گی ۔

رشک فردوس فخر باغ ارم
آپ کے گلستاں کو کیا کہیے

بلبل قدس یا ہزار جناں
آپ کے نعت خواں کو کیا کہیے
مجرم آستاں کہ بندۂ در
رجب نعت خواں کو کیا کہیے

تشبیہ مرکب

یہ ہے کہ کئی چیزوں کے ملنے سے جو کیفیت اور سماں پیدا ہوتا ہے، اسے تشبیہ کے ذریعہ ادا کیا جائے۔ اس قسم کی تشبیہ نہایت لطیف اور دل آویز ہوتی ہے مثلاً ؎

لچک ہے شاخ میں، جنبش ہوا سے پھولوں میں
بہار جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں

ہوا چلتی ہے تو نازک ٹہنیوں میں ایک لچک سی پیدا ہو جاتی ہے اور پھول جھومنے لگتے ہیں، شاعر نے پہلے مصرع میں اس کا نقشہ کھینچا ہے اور ان باتوں سے جو مجموعی سماں پیدا ہوتا ہے، دوسرے مصرع میں اس کو یوں ادا کیا ہے

ع بہار جھول رہی ہے خوشی کے جھولوں میں

دیکھیے کتنا دل کش منظر ہے اور کیسا کیف آگیں سماں ہے۔

حضرت بلبل ہند کے کلام میں تشبیہ مرکب کی رعنائی اور سماں بندی کا پر کیف منظر کتنا دل فریب اور سحر انگیز ہے، ملاحظہ فرمائیں ؎

در و دیوار روشن اندرون خانہ تاریکی
ہے دل گندا تو حاصل کیا بدن کے جگمگانے سے

تشبیہ و استعارہ میں حسن و دل کشی پیدا کرنے کا خاص گر یہ ہے کہ پامال اور فرسودہ نہ ہوں اور ان میں اتنی لطافت ہو کہ ادھر زبان سے بات نکلی، ادھر مطلب سمجھ میں آیا، مندرجہ بالا شعر میں یہ حسن و جمال پوری رعنائی اور شادابی کے ساتھ پایا جاتا ہے اور یہ شعر مذکورہ معیار پر پورا اترتا نظر آتا ہے۔

تشبیہ بلیغ

یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ عبارت میں مذکور ہوں اور وجہ تشبیہ اور ادات تشبیہ دونوں محذوف ہوں۔ اس قسم کی تشبیہ میں بلاغت اپنے جوبنوں پر ہوتی ہے۔ اس لیے اسے تشبیہ بلیغ کہا جاتا ہے۔

☆ چودہویں صدی ہجری میں تقدیسی شاعری اور صنف نعت کے سب سے بڑے شاعر امام احمد رضا قادری بریلوی ایک حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے تشبیہ بلیغ کی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اس شعر میں صحابہ کی ستاروں سے اور اہل بیت کی ناؤ سے تشبیہ دی گئی، جس میں ادات تشبیہ اور وجہ تشبیہ دونوں محذوف ہیں۔ اس طرح یہ دونوں تشبیہات تشبیہ بلیغ ہیں۔

☆ ڈاکٹر اقبال نے ''جگنو'' کے عنوان پر ایک نظم لکھی ہے، اس میں بعض تشبیہیں اتنی دلکش ہیں کہ اتنی بلیغ تشبیہات اس مضمون پر شاید ہی ہوں، ملاحظہ ہوں چند اشعار ؎

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں؟
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں؟
آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ؟
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں؟
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا؟
غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں؟
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا؟
ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں؟

حضرت بلبل ہند کی شاعری میں تشبیہ بلیغ کا بڑی کثرت سے استعمال ملتا ہے، ان کے مجموعہ کلام ''ریاض عقیدت'' کا شاید کوئی صفحہ ایسا ہو جو اس سے خالی ہو، اس کے سرسری مطالعہ سے ہمیں اس کے چالیس نمونے ملے، گہری نظر سے دیکھا جائے، تو نمونوں کی تعداد کہیں زیادہ ہو سکتی ہے، چند نمونے آپ بھی ملاحظہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے معرفت الٰہی اور عشق ربانی کو ایک بحر ناپیدا کنار سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کشتیاں لاکھوں چلیں، موجوں میں سب گم ہوگئیں
عشق بے پایاں سمندر ہے نہیں جس کے حدود

اسی ضمن میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے اور ان کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کرتے ہوئے انھیں شیر کے مانند قرار دیتے ہیں، مگر حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ حذف کر کے تشبیہ بلیغ کے پیرائے میں مافی الضمیر کی ادائیگی یوں

فرماتے ہیں ۔

اے مسلماں تو مسلماں ہو کے پھر یہ روبہی
شیر ہے تو تیری رگ رگ میں بھرا ہے کیوں جمود

آپ نے شہر رسول مدینہ منورہ کے عنوان پر ایک نعت لکھی ہے، جس میں تشبیہ بلیغ کے نمونے دیدنی ہیں، ملاحظہ ہوں ۔

جس کی خوشبو سے ہے بسا عالم
پھول وہ جاں فزا مدینہ ہے
کعبۂ دل کی فیض باری سے
اپنا قبلہ نما مدینہ ہے

تشبیہ بلیغ کی کچھ اور مثالیں والہانہ جذبات واحساسات کے ساتھ پڑھیے اور روح کے لیے کیف وسرور کا سامان کیجیے ۔

بدلیاں بھیگی بھیگی رحمت کی
بخششوں کی پھوہار کیا کہنا
ساغر عشق کی چھلکتی مے
اور دلِ ہوشیار کیا کہنا
جنتیں جس پہ ہوتی ہیں قرباں
جنت کوئے یار کیا کہنا

استعارہ

کسی لفظ کو اس طرح مجازی معنی میں استعمال کرنا کہ حقیقی معنی مراد نہ لیے جا سکیں اور اس مجازی اور حقیقی معنی میں تشبیہ کا علاقہ ہو۔

درحقیقت استعارہ، تشبیہ کی ایک مختصر صورت ہے، چنانچہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مذکور ہوتے ہیں اور استعارہ میں ان میں سے صرف ایک ۔ نیز استعارہ میں کلمۂ تشبیہ بھی مذکور نہیں ہوتا۔

استعارہ کبھی اس قسم کا ہوتا ہے کہ مشبہ بہ مذکور ہوتا ہے اور مشبہ محذوف، اس کو استعارۂ تصریحیہ یا استعارۂ مصرحہ کہا جاتا ہے، جیسے ''میں نے ایک شیر کو تیر چلاتے ہوئے دیکھا'' اس مثال میں ''شیر'' سے مراد بہادر آدمی ہے

اور اس میں ''شیر'' مشبہ بہ اور ''بہادر آدمی'' مشبہ ہے، اور کبھی استعارہ یوں ہوتا ہے کہ مشبہ بہ مذکور نہیں ہوتا، لیکن اس کے کچھ خصوصیات مذکور ہوتے ہیں، اس کو استعارہ بالکنایہ یا استعارہ مکنیہ کہا جاتا ہے۔ جیسے کہا جائے'' جب خالد میدان کارزار میں دہاڑتا ہوا نکلا، تو ہلچل پڑ گئی''۔ اس مثال میں خالد کو ایک شیر سے تشبیہ دی گئی، پھر مشبہ بہ ''شیر'' کو حذف کر دیا گیا، البتہ اس کی ایک خصوصیت ''دہاڑنے'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔

استعارہ مصرحہ

مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ استعارہ مصرحہ میں مشبہ بہ کی عبارت میں صراحت ہوتی ہے، جب کہ مشبہ مذکور نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ؎

لے طوقِ الم سے اب آزاد ہو اے قمری
چھٹی لیے بخشش کی وہ سروِ رواں آیا

رہا جو قانع یک نان سوختہ دن بھر
ملی حضور سے کان گہر جزائے فلک

پہلے شعر میں قمری سے گناہ گار عاشق رسول اور سرو سے حضور شافع یوم النشور کی ذات مراد ہے اور دوسرے شعر میں ''نان سوختہ'' سورج سے اور ''کان گہر'' ستاروں کی انجمن سے عبارت ہے، اور یہ سبھی استعارے استعارہ تصریحیہ ہیں۔

اب بلبل ہند کے کلام میں استعارۂ تصریحیہ کی جلوہ سامانیاں دیکھیے ؎

گلزار معینی ہو یا گلشن جیلاں ہو
شاداب ہیں سب لیکن سینچے ہیں مدینے کے
گو کشت عمل تیری ہے خشک رجب لیکن
وہ دیکھ سہی بادل اٹھے ہیں مدینے کے

سنہری سنہری وہ روضہ کی جالی
وہ نوری چمن نور بار اللہ اللہ

والب ہو ذرا بلبل شیدائے مدینہ
اس طور کہ نظروں میں سما جائے مدینہ

ہر اک گل جس کا ہے گلزار عرفاں
یہ منظر ہے گلستان علی کا

وہی حامل ہے سوز عشق کی نایاب دولت کا
جو ہے شمع جمال مصطفیٰ کا دل سے پروانہ

وہی ذکر مقدس ہے وہی نام مقدس ہے
طیور گلشن رضواں کے پیہم چہچہانے میں

ان اشعار کے خط کشیدہ کلمات میں استعارہ تصریحیہ کے گل بوٹے اپنی نکہتوں سے قارئین کے قلب و دماغ کو معطر کر رہے ہیں اور حضرت بلبل ہند کے فنی کمال، شاعرانہ مہارت اور سخن ورانہ قدرت کا آوازہ بلند کر رہے ہیں۔

استعارہ بالکنایہ

اوپر بیان ہو چکا کہ استعارہ بالکنایہ وہ ہوتا ہے، کہ مشبہ بہ عبارت میں مذکورہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کے خصوصیات میں سے کسی کا ذکر ہوتا ہے، شاید ذیل کی مثالوں سے اسے سمجھنے میں کچھ مدد ملے۔ امام احمد رضا قدس سرہ اپنی ایک نعت میں یوں عرض کرتے ہیں۔

سرِ فلک نہ کبھی تا بہ آستاں پہنچا
کہ ابتدائے بلندی تھی انتہائے فلک
اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑگئے لاکھوں
مگر تمھاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

ان دونوں شعروں میں ''فلک'' کو ایک انسان سے تشبیہ دی گئی ہے، مگر مشبہ بہ کو حذف کر کے۔ اس کے خصوصیات میں سے ''سر'' اور ''پا'' (پیر) کا ذکر کیا گیا۔

''ریاض عقیدت'' میں استعارہ بالکنایہ کے نمونوں کی ایک لمبی قطار دیکھنے کو ملتی ہے۔ میرے سرسری جائزہ کے مطابق یہ تعداد بیس تک پہنچتی ہے، ذیل میں آپ کی ضیافت طبع کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے اور شاعر کی قادر الکلامی کو داد دیجیے۔

(۱) سفینہ اپنا ٹوٹا ہے حوادث کے تھپیڑوں میں
جو تم چاہو تو مل جائے کنارہ یا رسول اللہ

اس شعر میں ''حوادث'' کو دریا سے تشبیہ دی گئی ہے، پھر مشبہ بہ ''دریا'' کو حذف کر کے اس کے مناسبات وخصوصیات میں سے ''تھپیڑوں'' کو ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۲) انوار الٰہی کا مخزن وہ گلشن بطحا کیا کہنا
اس پاک چمن میں رحمت کا ہر لحہ برسنا کیا کہنا

اس مثال میں ''رحمت'' کو ''بارش کے پانی'' سے تشبیہ دی گئی ہے، اور مشبہ بہ ''پانی'' کو حذف کر کے اس کے متعلقات میں سے ''برسنا'' کو ذکر کر دیا گیا۔ اسی طور پر ذیل کے اشعار میں بھی استعارہ بالکنایہ کا اجرا ہو سکتا ہے اور اس کی عطر بیزی سے مشام جاں کو معطر کیا جا سکتا ہے۔

(۳) اٹھا ہے جھومتا خامہ مرا صہبا چکاں ہوکر
بیان نعت کرنے کے لیے محو بیاں ہوکر

(۴) تصور میں جب آتے ہیں مدینے کے گلی کوچے
تڑپ اٹھتے ہیں میرے دل کے ارماں یا رسول اللہ

(۵) میں شوق زیارت میں اڑ جاؤں یارب
سوئے گلشن پر بہار مدینہ

(۶) الٰہی دکھا دے دیار مدینہ
یہ آنکھیں بھی دیکھیں بہار مدینہ

(۷) ستارے رقص میں ہیں ماہ تاباں مسکراتا ہے

شب میلاد کیسی دھوم سی دنیا میں چھائی ہے

(۸)　وہ کعبے کا کعبہ وہ جنت کی جنت، وہ جالی سے چھن چھن کے انوار رحمت
مسلسل تصور میں اشک ندامت، مرا دیدۂ شوق برسا رہا ہے

(۹)　انھیں کا تصور ہو آنکھوں میں ہر دم، لبوں پر انھیں کا ہو مذکور پیہم
رہے دل کا دائم اسی در پہ سر خم یہ طاعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

(۱۰)　جھوم اٹھا ہے عرش بریں دیکھیے
نقش پائے حبیب خدا دیکھ کر

(۱۱)　دیکھا جو مدینہ کے گلستاں کے نظارے
ماتھے پہ بہاروں کے پسینہ نظر آیا

(۱۲)　ہیں سب منسلک رشتۂ دین حق میں
حسیں کتنا ہے انتظام صحابہ

کنایہ

یہ ہے کہ لفظ کے مجازی معنی مراد لیے جائیں اور حقیقی و مجازی معنی کے درمیان لزوم پایا جاتا ہو، لیکن بہ شرط گنجائش اصل معنی مراد لیے جاسکتے ہوں۔ مثلاً ''پاک دامن'' کہیں اور اس سے پاکیزہ کردار کا آدمی مراد لیں، ساتھ ہی یہ بھی مراد لے سکتے ہیں کہ اس کا لباس اور دامن صاف ستھرا رہتا ہے، بہ شرطے کہ وہ صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس پہنتا ہو۔
کنایہ بڑا حسین و جمیل انداز بیان، دل کش طرز تعبیر اور شاندار پیرایۂ ادا ہے۔ داغؔ دہلوی کہتے ہیں ۔

لیتے نہیں بزم میں مرا نام
کہتے ہیں خیال ہے کسی کا

''کسی'' کے لفظ سے بڑا لطیف کنایہ ہے، اس کے اصلی معنی تو ظاہر ہیں اور مجازی معنی ہیں ''عاشق''۔ حضرت

بلبل ہند ایک نعت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

طور پر کوئی، فلک پر کوئی پہنچا لیکن
صاحب قرب دنیٰ، زیب تدلّٰی تم ہو

اس شعر میں لفظ ''کوئی'' دوبار استعمال ہوا ہے، اس کا حقیقی معنی کوئی غیر متعین شخص ہے، مگر بطور کنایہ پہلے سے حضرت موسیٰ اور دوسرے سے حضرت عیسی مراد ہیں۔اس کنایہ نے جہاں ایک طرف اصل مضمون ادا کر دیا ہے، وہیں دوسری طرف نہایت لطیف ابہام پیدا کر دیا ہے، جس سے کلام کی دل کشی میں چار چاند لگ گئے ہیں۔

تجنیس

یہ ہے کہ دو لفظ تلفظ میں متفق ہوں اور معنی میں مختلف۔
اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تجنیس تام (۲) تجنیس غیر تام

تجنیس تام

یہ ہے کہ دونوں الفاظ معنی میں مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ درج ذیل چار چیزوں میں متفق ہوں:
(۱) حروف کی جنس میں (۲) تعداد میں (۳) حرکات وسکنات میں (۴) ترتیب حروف میں۔ جیسے امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے درج ذیل اشعار کے خط کشیدہ الفاظ میں۔

بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنویں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

نہ دلِ بشر ہی فگار ہے کہ ملک بھی اس کا شکار ہے
یہ جہاں کہ ہژدہ ہزار ہے جسے دیکھو اس کا ہزار ہے

میرے ناقص مطالعہ کے مطابق بلبل ہند کے مجموعۂ کلام ''ریاض عقیدت'' میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

تجنیس غیر تام

یہ ہے کہ دونوں لفظ معنی میں اختلاف کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا چار چیزوں میں سے کسی ایک میں مختلف ہوں جیسے امام احمد رضا قادری کے درج ذیل اشعار میں۔

غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بَنا تم بِنا تم پہ کروڑوں درود

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

''ریاض عقیدت'' میں تجنیس غیر تام کی متعدد مثالیں موجود ہیں، کچھ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

(۱) زندگی میں بندگی جس نے نہ کی
اس نے بس دیکھا ہے خواب زندگی

(۲) جگر ہیں زخمی قدم ہیں گھائل عدو ہیں ایذا پہ سارے مائل
یہی حضور کرم شمائل شفیع ہر خاص و عام کہنا

(۳) انھیں کے وصف کا نغمہ ہے ہر دل کش ترانے میں
انھیں کا سوز ہے ہر سازِ دل، ہر پاک گانے میں

(۴) وقف دینِ شہِ لولاک ہے جانِ فاروق
دولت حق سے ہے لبریز جنانِ فاروق

صنعت تجنیس محاسن بلاغت میں اس وقت شمار کی جاتی ہے، جب کہ تکلف و تصنع اور آورد سے پاک ہو، برجستہ ہو، حضرت بلبل ہند کا کلام اس فنی معیار پر کھرا اترتا ہے، جو آپ کی فنی مہارت کی دلیل ہے۔

صنعت اشتقاق

یہ ہے کہ ایک مادہ سے نکلے ہوئے الفاظ کلام میں استعمال کیے جائیں۔ مثلا اعلیٰ حضرت کے مندرجہ ذیل اشعار ۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اب حضرت بلبل ہند رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اس صنعت کی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

بھلائی کا طالب ہے بندہ تمھارا
زمانہ کا اے شاہ تم سے بھلا ہو

خزاں سمجھے بہار اپنی ستم سمجھے قرار اپنا
تپانے میں نکھرنا جان اپنا دل تپاں ہوکر

شان احیا ایسی پائی ہے محی دیں ہوئے
مردہ دل آئیں ذرا دیکھیں جلانا غوث کا

یہ راہ راہ وصل خدا ہے اسی لیے
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

طباق

ایک ہی کلام میں دو متضاد چیزیں ذکر کی جائیں، خواہ دونوں اسم ہوں یا فعل یا حرف۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) طباق ایجاب (۲) طباق سلب

طباق ایجاب

یہ ہے کہ متضادین میں سے کسی میں کلمہ نفی نہ پایا جاتا ہو مثلاً۔

ہماری آنکھوں نے بھی تماشہ عجب عجب انتخاب دیکھا
برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا (داغ دہلوی)

ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے (غالب)

حضرت بلبل ہند کے مجموعہ کلام ''ریاض عقیدت'' کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے یہاں اس صنعت کا استعمال بکثرت ہے اور پوری شاعرانہ مہارت اور ادیبانہ جاہ وجلال کے ساتھ ہے جس سے کلام کا فنی حسن اس قدر بڑھ گیا ہے کہ صاحب ذوق قاری مزے لے لے کر پڑھتا ہے اور شاعری فنی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، کچھ نمونے آپ بھی ملاحظہ کریں۔

(۱) اگر ہو حق پہ تو باطل کا ترک لازم ہے
اگر ہو عشق میں پختہ تو پھر نہ خام رہو

(۲) تم اپنے بندگان در کو طیبہ میں بلاتے ہو
شہا میں بھی ہوں اک بندہ تمہارا یارسول اللہ

(۳) خالی دامن کوئی گدا نہ پھرا
سب کا حاجت روا مدینہ ہے

(۴) تم آقا ہو میں بندہ ہوں دھنی تم ہو میں منگتا ہوں
مرا دامن تمہارا دست رحمت یارسول اللہ

(۵) فزوں ہیں نزاکت میں لاکھوں گلوں سے
نگاہوں میں مومن کی خار مدینہ

(۶) شاہی سے کہیں بہتر دریوزہ گری اپنی
ہم سگ ہیں مدینے کے منگتے ہیں مدینے کے

(۷) صبح طیبہ نے فراق و ہجر کی
ختم کردی میری شام زندگی

(۸) یہ دنیا ہے اک امتحاں گاہ الفت کہاں کی فقیری کہاں کی امارت
یہاں صبر پر ہے کرم کی بشارت، اسے بھول جانے کی کوشش نہ کرنا

طباق سلب

یہ ہے کہ متضادین میں سے کسی میں کلمہ نفی پایا جاتا ہو، بلبل ہند علیہ الرحمہ کے کلام میں اس صنعت کے نمونے ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں۔

(۱) جو یاد میں ان کی مرتا ہے، مرتا ہی نہیں وہ جیتا ہے

قسمت کے دھنی کو ملتا ہے یہ عشق کا سودا کیا کہنا
(۲)　ملے رہتے ہیں غیر جنس کتنے جنس گندم میں
رجب ہشیار رہنا ہر کسی کے آنے جانے سے
(۳)　ایمان کو بچایا بچایا نہ جان کو
کیا خوب پارسا ہیں شہیدان کربلا

مراعاۃ النظیر

یہ ہے کہ کلام میں چند متناسب چیزیں ذکر کی جائیں، جن میں باہم تضاد نہ ہو، جیسے کلام رضا سے ذیل کی چند مثالیں۔

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطردان ہے
نظر اک چمن سے دوچار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

''ریاض عقیدت'' میں اس صنعت کے جلوے جابجا دعوت نظارہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، جو قارئین پر اپنی دل کشی کے جادو جگاتے ہیں، اب اس کے کچھ نمونے پیش کیے جارہے ہیں، تاکہ آپ خود براہ راست اس کے جلووں سے مستفیض ہوسکیں، لکھتے ہیں۔

(۱)　میکشان بزم عرفاں پی رہے ہیں مست ہیں
عاکفان مسجد طاعت ہیں مصروف سجود
(۲)　خوگر جام نجد سے کہہ دو
اپنا تو میکدہ مدینہ ہے
(۳)　انھیں کا حسن زیبا رونق گلزار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں، کبھی سرو چماں ہوکر
(۴)　آمد ماہ ولادت سے عنادل بول اٹھے
مرحبا گلشن میں لو دور بہار آہی گیا
(۵)　بھٹک سکتا نہیں راہ حقیقت سے کوئی رہ رو

کہ رہبر آپ کے اصحاب دیں کی رہنمائی ہے

(۶) تھپیڑے موجوں کے پیہم ہیں یارسول اللہ
لگادو آکے ذرا ہاتھ اب سفینے میں

(۷) ابر و باد و بہار کیا کہنا
موسم کیف بار کیا کہنا

(۸) نقد جاں لے کر جو طیبہ میں رہوں
خوب چمکے روزگار زندگی

(۹) باب کرم کے منگتا دوڑے ہیں لے کے کاسہ
آج بٹے گا نور کا باڑہ ماہ ربیع الاول آیا

میرے سرسری جائزہ کے مطابق ریاض عقیدت میں اس صنعت کے نمونے تیس سے زائد مقام پر موجود ہیں، اگر کوئی فن کار باضابطہ اس کا حساب کرے تو یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوسکتی ہے۔ بہر حال حضرت بلبل ہند اس صنعت بدیع کے استعمال پر بھی بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔

صنعت تنسیق الصفات

کسی کا تذکرہ متعدد صفتوں کے ساتھ کیا جائے خواہ وہ صفات مدح ہوں یا صفات ذم مثلاً ۔

اصالت کل، امامت کل، سیادت کل ، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لیے

فاروق حق و باطل امام الہدیٰ
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حضرت بلبل ہند قدس سرہ کے کلام میں اس صنعت معنوی کے محاسن رواں دواں نظر آتے ہیں، اس پر طرہ یہ کہ الفاظ کی شان وشوکت، اسلوب بیان کی دل کشی اور نغمگی کا زور وولولہ اپنے ذروۂ کمال پر ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں ۔

(۱) خسرو ملک خدا فائز قرب قوسین

رہرو عرش بریں خلد کے دولھا تم ہو

(۲) نیر مکہ ہو تم ماہ مدینہ تم ہو

رب کے تم نور ہو اللہ کا جلوہ تم ہو

(۳) آپ کا علم و فضل و اوج و شرف

اے مرے تاجدار کیا کہنا

(۴) صدق و عدل و حیا و علم کے پھول

ربہ چار یار کیا کہنا

حمد باری تعالیٰ کے ضمن میں بھی اس صنعت کو دیکھا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں ۔

(۵) وہ علیم و قادر و یکتا ہے علام الغیوب

کچھ نہیں مخفی ہے اس پر عالم غیب و شہود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی آیت قرآنی، حدیث نبوی، مشہور شعر، مشہور کہاوت یا کسی واقعہ کی جانب اشارہ ہو جیسے ذیل کے اعلیٰ حضرت کے درج ذیل اشعار ۔

چاند شق ہو، پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں

بـــــارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھا کر دیے

صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

انـــــت فیھـــــم نے عدو کو بھی لیا دامن میں

عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

آیئے اب ریاض عقیدت کی سیر کریں اور گلہائے تلمیح کی عطر بیزی سے اپنے تصورات کی دنیا مہکائیں اور ان کی بوقلمونیت سے قلب وضمیر کو تازگی اور ذہن ودماغ کو جلا دیں ۔

۱۔ والـفـجـر کی نوری طلعت میں عاجز کا اجالا کیا کہنا

والـلـیـل کی پیاری نکہت سے زلفوں کا مہکنا کیا کہنا

۲۔ محبوب کی فتح ونصرت میں اعلان فتحنا کیا کہنا
مرضی میں حبیب خالق کی تنزیل فترضیٰ کیا کہنا

۳۔ آغوش دنیٰ میں جب پہنچے اسرار سب ان کے دل کے کھلے
مازاغ کی چشم حق بیں سے ہر چیز کو دیکھا کیا کہنا

۴۔ ابھی تک پرتو عارض سے ذرے جگمگاتے ہیں
مہکتے ہیں وہ کوچے آپ گزرے ہیں جہاں ہوکر

۵۔ لب اعجاز کی جنبش سے پتھر بول اٹھتے ہیں
زباں والے ہیں ان کے سامنے سب بے زباں ہوکر

۶۔ جھکے آتے ہیں تارے آسماں سے چومنے چوکھٹ
تعالی اللہ تعظیم ولایت یارسول اللہ

۷۔ وہ جس کی ایک مشت خاک سے کافر ہوئے اندھے
بڑھادو پھر وہی دست کرامت یارسول اللہ

۸۔ آپ کو دیکھ لے جو شاہ مدینہ اس کو
جلوہ حق کا بلاشبہ نظارا ہوجائے

مذکورہ بالا اشعار میں جن واقعات وآیات کی طرف تلمیح کی گئی ہے، وہ مشہور ومعروف ہیں، یہاں ان کے تفصیلی ذکر کی حاجت نہیں۔ آخری شعر میں سرکار کے فرمان مبارک ''فقد رأی الحق '' کی جانب اشارہ ہے۔
جب آپ بلبل ہند کے مجموعہ کلام ''ریاض عقیدت'' کا مطالعہ کریں گے تو محسوس کریں گے کہ اس کے متعدد اشعار میں صنعت تلمیح اپنے تمام تر حسن وجمال اور جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ فرما ہے، جو قارئین وسامعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا سے بہرہ مند کرنے کے ساتھ ساتھ کبھی انھیں تاریخ کے دریچوں سے ماضی کی سیر کراتی ہے۔ کبھی احادیث نبویہ کے گلدستوں کی خوشبو سے ان کے مشام جاں کو معطر کرتی ہے اور کبھی قرآنی آیات کی ضیاپاشیوں سے ان کے قلوب واذہان کو بقعہ نور بنادیتی ہے، پھر تو حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کی گوناگوں لذتوں سے وہ ایسے مسرور ہوتے ہیں کہ ان کے قلب کی گہرائیوں سے شاعر کے لیے یہ دعا نکلتی ہے کہ

ع　　اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ردالعجز علی الصدر

نظم میں اس کی صورت یہ ہے کہ دو مکرر یا متجانس یا مشتق یا مشبہ مشتق الفاظ اس طرح لائے جائیں، کہ ایک تو شعر کے آخر میں ہو اور ایک مصرعہ اولیٰ کے شروع میں یا حشو میں یا آخر میں یا دوسرے مصرعہ کے شروع میں مثلاً اعلیٰ حضرت کے مندجہ ذیل اشعار ؂

محمد برائے جناب الٰہی
جناب الٰہی برائے محمد
محمد کا دم خاص بہر خدا ہے
سوائے محمد برائے محمد

نہیں اس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کوئی ہوا
کہو اس کے گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اب بلبل ہند قدس سرہ کے کلام سے اس صنعت لفظی کی مثالیں دیکھیں ؂

زندگی میں بندگی جس نے نہ کی
اس نے بس دیکھا ہے خواب زندگی
بھلائی کا طالب ہے بندہ تمہارا
زمانہ کا اے شاہ تم سے بھلا ہے

زیر نظر مقالہ میں حضرت بلبل ہند کی شاعری کے بعض علمی وفنی گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، آپ کے شعری مجموعہ ''ریاض عقیدت'' کے مطالعہ کے دوران میں نے محسوس کیا کہ آپ نہ صرف یہ کہ فکر وفن کے لوازم سے آشنا تھا بلکہ بڑی مہارت کے ساتھ اپنی شاعری میں انھیں برتا بھی ہے، مولا تعالیٰ کسی قلم کار کو اس پر کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ میں اس اعتراف کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ ؂

جمال یار کی رعنائیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

بلبل ہند کی تحقیق اور ترانہ

از : مولانا محمد ادریس رضوی (ایم۔اے)
جامع مسجد پتری پل کلیان

بلبل ہند مفتی محمد رجب علی نانپاروی علیہ الرحمہ کی دو کتابیں ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' اور ''ریاض عقیدت'' اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔اول الذکر ایک استفتا کا جواب ہے،موخر الذکر حمد ونعت ومنقبت پر مشتمل ہے۔ پہلے ''ارغام الفجرۃ'' میں مندرج سوال کا مطالعہ کیجیے،سوال: میلا د شریف وقیام تعظیم کرنا کیسا ہے، جب کہ قرون ثلٰثہ میں نہ تھا،تو بدعت ہونا چاہیے اور حدیث شریف میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے،منکرین قیام کی ضد پر قیام کرنا کیسا ہے؟

اس دور پرفتن میں میلاد وقیام کے کرنے والوں پر حرف گیری کی جاتی ہے۔ بدعتی ومشرک کہا جاتا ہے، تقریریں کی جاتیں اور کتابیں چھاپی جاتی ہیں۔ پمفلٹ تقسیم کیے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں اور بہت کچھ کیے جاتے ہیں۔تو علمائے حق حقیقت کو سامنے رکھ کر قوم کو سنبھالا دیتے ہیں،معاشرہ میں پھینکے گئے ناپاک خیالات کے کیچڑ کو صاف کرتے اور علمائے قدیم کی کتابوں کے حوالے فراہم کرتے ہیں۔

مذکورہ سوال کے جواب میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ تحقیق کی وادی میں قدم رکھتے ہیں،تو (۱) علامہ قسطلانی (۲) ملاعلی قاری (۳) علامہ ابوالخیر سخاوی (۴) علامہ جلال الدین سیوطی (۵) علامہ برہان الدین (۶) ابن حجر ہیتمی (۷) علامہ مداینی (۸) علامہ ابوزکریا حنبلی (۹) امام ہمام ابوزید (۱۰) علامہ برزنجی کے بوستان علم سے ایسا تروتازہ پھول لاتے ہیں کہ عناد کے زکام اور بغض کے نزلہ سے پاک ہوکر اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو دل ودماغ معطر اور روح خوش ہوجائے گی اور نجد کے صحرا سے اٹھنے والی آواز کو بے وقعت اور دیوانے کی بڑ سمجھے گا اور قدما کی آرا سے اتفاق کرے گا۔

مفتی صاحب مزید آگے بڑھتے ہیں تو (۱۱) شیخ عبدالرحمٰن صفوری کی کتاب ''نزہۃ المجالس'' کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ترجمہ ملاحظہ فرمایئے: یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر ولادت بابرکت کے نزدیک قیام کرنے میں کوئی انکار نہیں،اس لیے کہ وہ عمدہ بدعتوں سے ہے اور تحقیق ایک جماعت نے حضور علیہ السلام کے ذکر ولادت کے قریب قیام کرنے کو مستحب لکھا ہے اور یہ قیام کرنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے اور حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کرنا ہر مومن پر واجب ہے اور شک نہیں کہ قیام بوقت ذکر ولادت علیہ الصلوۃ والسلام تعظیم واکرام

سے ہے۔‘‘

سوال کا ایک جزیہ بھی ہے کہ میلا دو قیام ’’قروں ثلٰثہ میں نہ تھا تو بدعت ہونا چاہیے‘‘ مفتی صاحب اس سے متعلق بھی دلائل لاتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو قرآن عظیم کی کتابت کرنا اس پر اجرت لینا اسے فروخت کرنا بدعت ہے، مگر بدعت حسنہ ہے کہ یہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جاری ہوئی اور ہنوز قائم ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک قائم رہے گی۔ (۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۲) حضرت عبدالحق محدث دہلوی (۳) حضرت ملا علی قاری (۴) علامہ سید شریف (۵) حافظ ابن حجر (۶) حجۃ الاسلام امام غزالی (۷) علامہ امام صدرالدین شافعی (۸) علامہ ابن اثیر (۹) شیخ عز الدین بن عبدالسلام (۱۰) امام عینی (۱۱) امام قسطلانی (۱۲) امام ابوشامہ ودیگر اور کئی علماے کرام کی کتابوں کے حوالے فراہم کرتے ہیں، جو اپنی مثال آپ ہیں اور عنادین کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں! کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ میلا دو قیام جائز ہے تو ’’کل بدعة ضلالة‘‘ ہر بدعت گمراہی ہے، کے کیا معنی ہیں۔ ’’ارغام‘‘ میں اس پر بحث ہے۔ کتاب کا مطالعہ کیجیے تو عقدہ حل ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیکڑوں بدعتیں ایجاد ہوئیں اور موافقین ومخالفین کی زندگی کا جز ولاینفک بن کر پروان چڑھ رہی ہیں۔ میلا دو قیام کو ناجائز بتانے والوں کے حلق میں بھی جو بدعتیں اتر گئی ہیں، بڑی خاموشی سے ان کے مزے لے رہے ہیں، اگر نہیں لیں گے تو سوکھی روٹی پر قناعت کرنی پڑے گی، جو حلق سے نیچے اترے گی نہیں، عیش وعشرت کا محل بیچنا پڑے گا۔ دیگر امور میں مخالفین مذکورہ علما کی کتابوں کو پڑھتے، سراہتے، سر دھنتے ہیں، تو میلا د وقیام پر عمل کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اسلاف کے طریقۂ کار سے ہٹ کر بے جا ضد، طنز، دماغی اپچ کے پیچ، خود ساختہ دلائل کے تیروں سے وفا پرستوں کے سینے چھلنی کرتے ہیں، کسی کی سنتے نہیں ہیں، حد ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی بھی نہیں مانتے، لہٰذا منوانے کی غرض سے نہیں، بلکہ حقیقت کا آئینہ دکھانے کی غرض سے بلبل ہند مفتی محمد رجب علی قادری اپنی سعی میں کامیاب ہیں۔ امید ہے کہ مذکورہ کتاب وفا پرستوں کے ایمان کو جلا بخشے گی اور منکرین میلا دو قیام کو شرمندہ کرے گی۔

بلبل ہند کا ترانہ

بلبل ہند کی حمد ونعت اور منقبت کا مجموعہ ’’ریاض عقیدت‘‘ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں موصوف کی حیات ظاہری میں شائع ہوا تھا۔ ۶۴ صفحات کے اس مجموعہ میں حمد ونعت، صحابہ کرام، شہیدان کربلا، اولیاے عظام کی شان میں منقبتیں اور مسلمانوں کو نصیحتیں کی ہیں۔ فکری اور فنی اعتبار سے بلبل ہند کو مکمل شاعر کہا جائے گا۔ لیکن ’’ریاض عقیدت‘‘

کو چھپے ہوئے ۱۳؍سال کا طویل عرصہ ہوگیا ہے، اس درمیان میں کسی مبصر، نقاد یا مضمون نگار نے اس کی جانب توجہ نہیں کی ہے جو باعث افسوس ہے۔

حمد ونعت ومنقبت کے اشعار میں پند ونصیحت کی باتیں کہنے، مقصد زندگی بیان کرنے اور آدمی کو بیدار کرنے کو راقم پسند کرتا ہے، کہ اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے ساتھ تبلیغ بھی ہوجاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''وان لیس للانسان الا ماسعی ''(سورہ النجم آیت ۲۹) ترجمہ: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔ حضرت صدرالافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادی نے آیت کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ '' آدمی بمقتضائے عدل وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے۔'' (حاشیہ کنزالایمان)

خدائے تعالیٰ کی اطاعت وبندگی کو چھوڑ کر ہم لوگ نفس کی ناز برداری میں لگے ہوئے ہیں، ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر بلبل ہند کہتے ہیں۔

غور کر غافل اطاعت نفس کی کرتا ہے کیوں
ناز برداری نفس جاں گسل میں کیا ہے سود

مسافر کا راستے میں طویل عرصہ تک ٹھہر جانا سوال پیدا کرتا ہے، موصوف مذکورہ بالا آیت کو شعر میں پروکر جو سوال کرتے ہیں سماعت فرمایئے۔

لَیــسَ لِلاِنْسَـانِ اِلَّا مَا سَعیٰ کو یاد کر
درمیان راہ اے طالب یہ کیسا ہے قعود

راستہ حسین اور دل کش ہے اس پر چلنے سے اغماض کیوں کرتے ہو؟ چلو چلتے وقت اس یکتا وواحد سے اس کے فضل وکرم کی بھیک مانگ کر اس کے سہارے منزل مقصود تک پہنچو۔

اپنا رخ کر سوئے منزل فضل مولا کر طلب
پھر تو ساری مشکلیں آساں ہیں اور سارے قیود

تم اپنے کو پہچانو مکر وریا کو چھوڑو جمود کو توڑو آگے بڑھو۔

اے مسلماں تو مسلماں ہوکے پھر یہ روبہی
شیر ہے تو تیری رگ رگ میں بھرا ہے کیوں جمود

تمہارے لیے دعائیں کردیتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور تمہیں صراط مستقیم پر چلائے آمین

حال پر میرے کرم اے مرے مولا کردے

یاد سے اپنی تو روشن مرا سینہ کردے
مرا ہر لمحہ ہر اک سانس عبادت میں کٹے
مرے اللہ مجھے ایسا تو بندہ کردے

اور یہ پیغام بھی ملاحظہ فرمالیجیے ۔

خدا کے بندے اگر ہو دلیر ہوکے رہو
ڈرو عذاب سے پھر فائز المرام ہوکے رہو

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم کرتے ہوئے قوم کے نام ایک خوب صورت پیغام پڑھیے ۔

مسلماں تو نہ گھبرا ان حوادث کے تھپیڑوں سے
سفینہ کو بڑھائے جا رواں ہوکر دواں ہوکر
شکستہ حال ہوکر بھی عزائم رکھ بلند اپنے
رہے تو ضعف کے عالم میں بھی ہر دم جواں ہوکر
خزاں سمجھے بہار اپنی ستم سمجھے قرار اپنا
تپانے میں نکھرنا جان اپنا دل تپاں ہوکر
ارے اے ڈوبنے والے نبی کو یاد کر دل سے
وہ آئے ہیں جہاں میں دستگیر بے کساں ہوکر

مسلمانوں کے تئیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بلبل ہند کا استغاثہ پڑھ کر جھومیے کہتے ہیں ۔

نہ مائل ہوں مسلماں حسن بازار ہلاکت پر
رہیں شیدائے دین پاک و ملت یارسول اللہ

انقلابات زمانہ نے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے قسم قسم کے روزن نصب کردیے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلمان مذہب کی باتوں کو عقل کی میزان میں تولنے لگا ہے۔ ایسے ماحول میں غیور مسلمانوں پر لازم ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے نقش قدم کو اپناتے ہوئے صالح انقلاب برپا کریں، مسلمانوں کو دعوت فکر دیتے ہوئے انھیں بلبل ہند یوں ابھارتے ہیں ۔

رگوں میں تری جوش خالد ہو پیدا نیا حشر عالم میں کردے تو برپا
مخالف ہو چاہے تری سارے دنیا مگر منہ چھپانے کی کوشش نہ کرنا

غریب امیری کو چھونے، امیر بادشاہی تک پہنچنے اور بادشاہ پوری دنیا پر قبضہ جمانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں

ہ

مگر اس دنیا کی حقیقت کیا ہے اور خود یہ دنیا کیا ہے، بلبل ہند سے سنیے ۔

یہ دنیا ہے اک امتحان گاہ الفت کہاں کی فقیری کہاں کی امارت
یہاں صبر پر ہے کرم کی بشارت اسے بھول جانے کی کوشش نہ کرنا

ارباب اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت بھی ایمان کا جز ہے، جس کو ختم کرنے کے لیے بنام مسلمان بہت سے بہروپیے میدان میں نکلے ہوئے ہیں، ان سے بچانے کے لیے موصوف نغمہ سرا ہیں ۔

وہ ارباب تطہیر اللہ والے وہ آل گرامی رسول خدا کے
کبھی ان کی راہ محبت سے ہمدم قدم ڈگمگانے کی کوشش نہ کرنا
صحابہ کا لشکر گروہ الہٰی ہیں مقبول رب یہ نفوس گرامی
کبھی ان کے نقش قدم سے مسلماں تو خود کو ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

اسلاف کے نقش قدم پر چلنا باعث برکت ہے اور چھوڑ نامحرومی قسمت ہے، صرف دنیا کمانے والا سیکڑوں بلاؤں میں گھرا ہوا ہے، حال یہ ہے کہ روحانی طبیب بھی دنیا کی محبت میں مریض بنا ہوا ہے۔ عوام الناس میں سے کوئی شخص ایسے طبیب کے پاس پہنچتا ہے، تو آں جناب کی طوطا چشمی، زر پرستی اہل زر کی خیر خواہی دیکھ کر وہ شخص حرص و ہوس کا اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ وقت کی نباضی کرتے ہوئے بلبل ہند نے جو نشتر چلایا ہے، خوب ہے ۔

روش اسلاف کی مسلم نے چھوڑی ہوگیا رسوا
جسے دیکھو مصیبت کا ہے اس کے لب پہ افسانہ
نہ وہ میکش نہ وہ ساقی فضا ہی ساری بدلی ہے
ہے محروم شراب معرفت دنیا کا میخانہ
اگر جاتا ہے کوئی صاف دل بادہ فروشوں تک
ہوا و حرص کا اس کو پلا دیتے ہیں پیمانہ

ایسوں کو عبرت دلاتے ہیں تو یوں لب کشا ہوتے ہیں ۔

یہ عالم جائے عبرت ہے رجب آنکھیں ذرا کھولو
جہاں تھا قصر شاہانہ وہاں ہے رنگ ویرانہ

بلبل ہند کی شاعری پر میں نے جو کچھ رقم کیا ہے وہ ایک رخ ہے، کام کرنے کے لیے کئی رخ آواز دے رہے ہیں، قلم کار حضرات وقت نکالیں اور ان کی شاعری کا جائزہ لیں، تو بہت کچھ پائیں گے۔

مناقب مسعود غازی: ایک مطالعہ

از : حضرت مولانا محمد اسلم فیضی صاحب
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

قادر مطلق اللہ رب العالمین اگر کسی کو بن مانگے سمندر عطا فرما دے، تو یہ اس کی شان کریمی ہے اور اگر وہ قادر وقیوم کسی پیاسے کو سمندر سے محض ایک قطرہ ہی دینے پر اکتفا فرمالے تو یہ اس کا عدل ہے، اس میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ حاکم مطلق نے اپنے اصول مشیت کے تحت اپنی لامحدود قدرت سے جسے جو اور جتنا اور جیسا چاہا عطا فرمایا ہے۔ وہ قسام ازل جب کسی پر عنایت وکرم فرمانا چاہتا ہے تو اس کے کاسہ تقدیر میں ایک آدھ خوبی ایسی ڈال دیتا ہے، جو اس کی شناخت کی علامت بن جاتی ہے، کسی پر کچھ اور کرم فرمادے تو اسے ایک سے زیادہ اوصاف سے متصف فرما دیتا ہے، جن میں کوئی ایک آدھ وصف اپنی انفرادیت کی بنیاد پر اس کی شناخت کا وسیلہ بنتا ہے۔ لیکن جب کاتب تقدیر اپنے کسی خاص اور مقرب بندے کو اپنی خصوصی عنایات اور بے انتہا الطاف وکرامات سے نواز کر لاکھوں کروڑوں میں امتیازی حیثیت سے سرفراز فرما کر معتبر مقام عطا فرمانا چاہتا ہے، تو اس کی شخصیت کو بیک وقت متعدد ایسی خوبیوں سے مالا مال کر دیتا ہے کہ ہر خوبی کو دوسری خوبی پر فوقیت دی جائے اور ایسی شخصیتیں نرگس کے ہزاروں سال اپنی بے نوری پر رونے اور فلک کے برسوں تلاش وجستجو کے بعد عالم وجود میں آتی ہیں۔

انھیں قابل قدر فقید المثال شخصیتوں میں سے ایک عظیم شخصیت حضور بلبل ہند علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ کی ہے۔ جنھیں رب قدیر نے بیک وقت مختلف خوبیوں سے نواز کر مثالی بنایا ہے۔ جہاں آپ کلام الٰہی کے رمز شناس، ایک بہترین مفسر ہیں، وہیں ذخیرہ احادیث کے فہیم بھی، علم فقہ پر کامل دسترس رکھنے والے فقیہ ہیں تو وہیں ایک نکتہ رس معقولی بھی، علم کلام کے اگر آپ ماہر ہیں تو بحر تحقیق وتدقیق کے شناور بھی، شائستہ وپاکیزہ شاعری کا اگر ذوق رکھتے ہیں تو وہیں ایک سلامت رو ادیب بھی، فصاحت وبلاغت سے مزین اگر تاجدار نظافت ہے تو تصوف حقیقی سے آراستہ ایک عابد شب زندہ دار بھی ہیں۔ ان تمام اوصاف وکمالات کو دیکھ کر بس یہی کہنا پڑتا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بلبل ہند علیہ الرحمہ کی کتاب فضائل کا بہت روشن باب آپ کی شاعری ہے۔ یوں تو جملہ اصناف سخن میں شعر

گوئی کا کمال رکھتے تھے، مگر نعت ومنقبت کو اپنی شاعری کا مرکز ومحور بنایا۔ سیکڑوں نعتیں اور بہت سی منقبتیں آپ کے قلم فیض ادب کی نوک سے معرض تحریر میں آئیں۔ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم شاعر کے عشق رسول پر غماز ہوتی ہے، عشق کی آگ کے شعلے جیسے جیسے قلب میں پروان چڑھتے ہیں، ویسے ویسے نعت میں سوز وگداز اور جذب وکیف بھی کارفرما ہوتا ہے۔ اسی طرح بزرگان دین کی محبت ان کی شان میں منقبت کہنے پر برانگیختہ کرتی ہے اور شاعران کی محبت کے بقدر منقبت نگاری میں اپنی عقیدت وارادت کو جلا بخش پاتا ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کو سارے اولیاے کرام سے عقیدت تھی، ہم ان کی محبت اولیا کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے۔ مگر خاص طور سرکار غوث اعظم، سرکار سالار مسعود غازی، سرکار اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم ہند سے آپ کو جو عقیدت تھی، اس کی نظیر ومثیل دور دور تک ملنی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ خصوصاً ان سرکاروں کی شان میں منقبتیں لکھیں اور اپنے اشعار میں جا بجا ان کے گن گائے۔

سرکار غازی کے والہانہ عشق کا یہ حال تھا، کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ ملک میں جہاں بھی ہوں، مگر جب ۱۳/۱۴/رجب المرجب سرکار غازی کے عرس کی تاریخیں آتیں، تو سارے پروگرام موقوف کر کے دیوانہ وار شہر بہرائچ پہنچ جاتے اور عرس کی تقریبات میں شرکت فرما کر اس محسن اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے۔ مولانا محمود رضا آسوی حسنی صاحب نے آستانہ سرکار غازی پر حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی حاضری کی جو کیفیت تحریر فرمائی ہے، وہ ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں، کہ سرکار غازی سے آپ کو کتنی محبت، عقیدت اور ارادت تھی: مولانا موصوف رقم طراز ہیں:

''عاشق غازی آں مقبول ومحبوب بارگاہ غازی، صاحب زہد واتقا، رئیس العلما حضور مفتی نانپارہ سیدی سرکار مفتی رجب علی بلبل ہند علیہ الرحمہ نے بارہا حضور سلطان الشہدا حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دی ہے، جس کا شمار کرنا بالاتر ہے۔ یہ اللہ کا ولی ایسے انداز سے سرکار غازی دولہا کی بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ دور ہی سے صدر دروازہ زنجیری گیٹ آتے ہی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور سر جھکائے ہوئے آپ زنجیری گیٹ پر پہنچتے ہی دیوار سے گیٹ پر لٹکی ہوئی زنجیر کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور کئی بار چومتے، بوسہ لیتے اور بعدہ گیٹ سے اندر داخل ہو جاتے، لڑکھڑاتے ہوئے، دیوانہ وار چلتے ہوئے مین دروازہ جسے نعل دروازہ کہتے ہیں، نعل دروازہ پر پہنچتے محبت میں بے تاب ہو کر عقیدت سے جھک جاتے اور چوکھٹ کو بوسہ دیتے، چومتے دونوں ہاتھ کو فرش (زمین) پر مل کر اپنے چہرے پر مل لیتے پھر نعل دروازہ سے اندرونی حصے میں داخل ہو جاتے اور سر جھکا کر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے سرکار غازی کی بارگاہ ناز میں حاضر ہو جاتے اور روتے ہوئے عرض کرتے، میرے سرکار! غازی دولہا! رجب علی آپ کی بارگاہ میں آیا ہے، میرے سرکار! غازی دولہا! اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا جائے،

میرا سلام، قدم بوسی، حاضری سرکار! قبول فرمالی جائے، بار بار یہ جملہ فرماتے اور روتے ہوئے عرض کرتے، میرے غازی دولہا، شہزادوں کا صدقہ عطا فرما دیجیے، ننھے علی اصغر کا صدقہ، حضرت علی اکبر و امام قاسم کا صدقہ عطا فرما دیجیے، حضرت عون و محمد و شہدائے کربلا کا صدقہ سرکار سیدین حضرت امام حسن و حسین کا صدقہ عطا کردیجیے، بار بار یہ عرض کرتے، رقت قلب و تڑپ ایسی کہ حاضرین سب کے سب رونے لگتے، فاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر مزار پاک کی چادر کا بوسہ لیتے اور پائتانے مزار پاک کا بوسہ لے کر الٹے قدم آہستہ آہستہ احاطۂ سرکار غازی میں آجاتے اور جتنے مزارات مقدسہ ہیں، سب میں حاضری دیتے ہوئے سیدی حضرت سکندر دیوانہ برہنہ پیر کے مزار مبارک پر حاضری دیتے۔'' (عظمت سرکار مسعود غازی ص ۳۲۶ تا ۳۲۸)

آگے لکھتے ہیں:

''اس طرح کی عقیدت و محبت جس کی جزا اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا اور سرکار غازی نے یہ موقع عطا کیا کہ سالہا کئی برسوں تک جب تک آپ حیات تھے، ہر سال رجبی شریف عرس پاک یعنی حضور سلطان الشہدا حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس پاک جو ۱۴؍رجب المرجب کو منایا جاتا ہے، اس عرس شریف میں آپ ہی دعا فرماتے، پھر عرس پاک کا اختتام ہوتا اور اس طرح رو رو کر دعا کرتے کہ عرس شریف میں آئے ہوئے تمام زائرین و دیوانہ سرکار غازی پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوتے، جس سے چہار جانب رونے و تڑپنے کی آواز آتی رہتی تھی، آپ کی دعا سے سرکار غازی کی بارگاہ میں عرس پاک میں آئے ہوئے، دیوانوں کو اطمینان قلبی حاصل ہوتا تھا۔'' (عظمت سرکار مسعود غازی ص ۳۲۹)

آپ کی کتاب ''مناقب مسعود غازی'' میرے پیش نظر ہے، جو سید الشہدا فی الہند، پیکر جرأت و ایثار، حضرت سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ کے شروع میں عشق و عرفان میں ڈوبی تین نعتیں شامل ہیں، پھر ۱۶؍منقبتیں اور سرکار غازی کی بارگاہ میں نذرانہ سلام ہے۔

مناقب مسعود غازی میں آپ نے مختلف طرز و انداز میں اسلام کے اس بطل جلیل کی عظمت و جلال کو بیان کیا ہے۔ سرکار غازی کی منقبت میں رطب اللسان رہنے کو اپنی خوش نصیبی اور سعادت مندی سمجھتے ہیں۔

میں فضل رب سے خوش ہوں سعادت نصیب ہوں
ہے لب پہ نام حضرت غازی شہید کا

سرکار غازی کی مدح و ثنا کے مختلف الانواع رنگ مناقب مسعود غازی میں ملتے ہیں، مگر بلبل ہند کی عاجزی اور سرکار غازی کی بارگاہ میں فروتنی دیکھیے کہ اس بات کا برملا اعتراف کرتے ہیں، کہ اے سرکار غازی! آپ کی شان اتنی بلند ہے کہ میں جو بھی کہوں آپ اس سے بلند و برتر ہیں۔

میں جو بھی ثنا میں عرض کروں اور وصف کی حد میں جو بھی کہوں
ہے شان تمہاری اس سے سوا اے غازی میاں ہوجائے نظر

سرکار غازی کی الفت، دیار غازی چھوڑنے پر آپ کے دل میں درد پیدا کرتی، جس کا اظہار یوں کرتے ہیں ۔

اک درد سا دل میں اٹھتا ہے جب مجھ کو خیال آجاتا ہے
یہ اپنا وطن اب مجھ سے چھٹا اے غازی میاں ہوجائے نظر

اسی لیے خواہش کرتے ہیں اور مزار غازی پر عرضی لگاتے ہیں ۔

اسی در پہ جیتا مرتا یہیں سے جنازہ اٹھتا
یہیں بنتی میری تربت مرے غازی معظم

سرکار غازی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ہمیشہ فیض وکرم کے چشمے پھوٹتے ہیں، حاجت مند یہاں اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں اور بامراد واپس جاتے ہیں۔ یہ وہ دربار ہے، جہاں صبح وشام، شب وروز عرض مدعا کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ حضرت بلبل ہند لوگوں کو مخاطب کر کے اس بارگاہ میں حاضر ہو کر یہاں بٹنے والے فیضان کو لوٹنے کی دعوت دیتے ۔

جوق در جوق آرہے ہیں ذوق میں سب بادہ نوش
کتنا ہے بافیض ساقی کا ہمارے میکدہ
مژدہ باد اے بادہ نوشو! یہ وہی دربار ہے
تحفتًا بٹتی ہے جس میں رحمت رب العلا
تشنہ کامو! آؤ پی لو آج صہبائے عطا
بے نواؤ آؤ دامن اپنا پھیلاؤ ذرا
فیض پر ہے آج سرکار معلیٰ مرحبا
جوش پر ہے آج بحر جود و احسان و سخا

حضور بلبل ہند سرکار غازی کے دربار میں اپنی پریشانیوں اور مصائب میں جس انداز سے مدد طلب کرتے ہیں وہ بڑا انوکھا اور نرالا ہے ۔

بے مایہ و بے کس اور بے بس اک دل پہ ہزاروں غم کی گھٹا
کس طرح مصائب میں ہوں پھنسا اے غازی میاں ہوجائے نظر
جس سمت چلوں دشمن ہیں کھڑے ہیں مائل ایذا اب اپنے

اعدا میں ہوں ہر جانب سے گھرا اے غازی میاں ہوجائے نظر
سرکار رجب ہے در پہ کھڑا ہو چشم کرم ہو چشم عطا
پھیلائے ہے یہ دامن اپنا اے غازی میاں ہوجائے نظر

سرکار غازی میں طلب مدد کا یہ انداز بھی قابل دید ہے ۔

ہے غموں نے مجھ کو گھیرا کرو آکے ایک پھیرا
کہ یہ سب ہو دور کربت مرے غازی معظم
کرو میری مشکل آساں مدد اے شہ شہیداں
مدد اے شہید ملت مرے غازی معظم
مدد اے بہار سنت مدد اے مہ شہادت
مدد اے قسیم نعمت مرے غازی معظم

غرض یہ کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے عشق ومحبت میں ڈوب کر والہانہ طرز وادا کے ساتھ شہید معظم حضرت سالار مسعود غازی کی بارگاہ میں جو مناقب پیش کیے ہیں، ان سے آپ کی سرکار غازی کے ساتھ انتہا درجے کی عقیدت وارادت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ردالبطلہ :ایک تعارف

از : حضرت مولانا محمد ثمین مصباحی صاحب
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر زمانہ میں اسلام کے خلاف نئے نئے فتنے اور باطل فرقے پیدا ہوتے رہے، جو اپنے ناپاک ارادوں سے اسلام پر حملہ کرتے رہے اور اسلام کی بیخ کنی کے لیے جی توڑ کوششیں کرتے رہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سازشیں رچتے رہے، مگر اللہ جل مجدہ کے فضل سے اسلام کی حفاظت اور اس کی بقا کے لیے ایسے بندگان خدا بھی وجود پاتے رہے، جنھوں نے ان کی سازشوں کو ناکام کر دیا اور وہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئے۔ ایسے ہی باطل فرقوں میں ایک فرقہ 'دجال ناگپوری' ہے، جس نے ۱۹۴۵ء میں سرابھارا اور اسلام کے احکام پر اپنے ناپاک ارادوں سے حملہ کرنا چاہا، جس کی سرکوبی کے لیے حضور مفتی اعظم نانپارہ بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ میدان عمل میں آئے اور اس کی تردید فرمائی۔

حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ اہل سنت و جماعت کے مشاہیر علما سے تھے، قرآن حدیث اور فقہ وکلام میں آپ کو کمال تبحر حاصل تھا۔ عربی زبان میں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ بلاتکلف عربی بولتے بھی، لکھتے بھی اور عربی میں اشعار بھی کہتے۔ مستند ذریعہ سے معلوم ہوا، کہ آپ نے عربی زبان میں انوارالقدس (العطاء الجمیل) نامی ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے اور جمعہ کے چند خطبات بھی آپ کے قلم سے عربی زبان میں صفحۂ قرطاس کی زینت بنے ہیں۔

دین کی حمایت، اعلائے کلمۃ الحق، احقاق حق، ازہاق باطل کا جذبہ اور تصلب فی الدین آپ کی رگوں میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جب باطل فرقوں نے مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کی تباہی کے ارادے سے سر اٹھایا، تو آپ نے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ ان کے سر کچل دیے۔

چناں چہ جب دیوبندیوں نے ایصال ثواب اور فاتحہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا، تو آپ نے ''اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب'' تحریر فرما کر یہ ثابت کر دیا، کہ ایصال ثواب اور فاتحہ یقیناً جائز اور مستحسن عمل ہے۔ یوں ہی جب رافضیوں نے سر ابھارا تو آپ نے ''قوامع السنۃ السنیۃ علی رؤس الرفضۃ الشنیعہ'' لکھ کر ان کے مذہب کے تار و پود بکھیر دیے۔

اسی طرح ناگپور کا رہنے والا ایک بد مذہب عبدالرزاق نامی شخص نے ۱۹۴۵ء میں وحدت دہلی نامی اخبار میں

اپنے ناپاک عقائد پر مشتمل ایک مضمون شائع کرایا، جس میں اس نے درج ذیل دس باطل اقوال ذکر کیے:

(۱) نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۲) روزے رکھنا بے سود ہے۔

(۳) حج کو بھی ترک کر دیا جائے۔

(۴) میت کو غسل و کفن کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۵) نماز جنازہ بھی پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۶) ختنہ بھی نہیں کرانا چاہیے۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیا سے افضل نہیں بلکہ انھیں کی طرح ایک پیغمبر ہیں۔

(۸) حضرت علی اور حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔

(۹) کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں ہے بلکہ لا الہ الا اللہ ہمایوں بن موسی رسول اللہ ہے۔

(۱۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں بلکہ بسم اللہ رب موجود الصادق ہے۔

جب حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی نظروں سے یہ مضمون گزرا اور اسلام اور اس کے احکام کے خلاف اقوال دیکھے تو آپ بے قرار ہو گئے اور برجستہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین ومفسرین ومحدثین وفقہا وعلما وصوفیا کے اقوال وارشادات اور عقلی دلائل کی روشنی میں ایسی تردید فرمائی کہ جسے پڑھنے کے بعد آپ کے کمال علم کا جلوہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ مگر افسوس! کہ ابھی آپ نے صرف چار اقوال کی ہی تردید کا کام کیا تھا، کہ بعض وجوہات مانع ہو گئیں اور باقی چھ اقوال کی تردید کا موقع نہ مل سکا۔

قابل مبارک باد ہیں ان کے شہزادہ و جانشین محمود ملت حضرت مولانا محمود رضا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کہ انھوں نے آخری چھ اقوال کی تردید کی ذمہ داری حضرت مولانا مفتی ابوالحسن صاحب قبلہ اطال اللہ عمرہ استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی مئو کو دی اور حضرت نے یہ کام بخوشی قبول فرما کر ان چھ اقوال کی تردید فرمائی اور ان سارے اقوال کی تردید کا مجموعہ ''ردالبطلہ'' کے نام سے المجمع الرجبی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ سے شائع ہوا۔

کتاب کی خوبی کا اندازہ محمود ملت کی درج ذیل عبارت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے: ''الحمد للہ! یہ رسالہ مستطاب، مذہب مہذب مسلک اہل سنت کے لیے دلائل وشواہد کا مخزن لاجواب، گمراہ و بے دین بندگان شیطان کے لیے باعث غیظ وعتاب، حق وباطل کی فیصلہ کن کتاب، دس اقوال باطلہ وخیالات ضالہ ومضلہ کے ردوابطال میں درخشاں آفتاب، باغ سنیت کے لیے مہکتا گلاب اور بدمذہبیت ولادینیت کے لیے شمشیر نایاب جو حقائق کو بے نقاب کرنے میں لاجواب ہے، ورق ورق اور صفحہ صفحہ علم وتحقیق اور عظمت رسالت کے جلووں سے معمور ہے۔''

شعروسخن

بلبل ہند ایک منفرد رنگ کے شاعر

از : حضرت علامہ صابر القادری نسیم بستوی
بانی مدرسہ اہل سنت یار علویہ انوار الاسلام سکندر پور بستی

تعارف اس شخص کا نہیں ہوتا، جس کی ہمہ گیر خوبیاں اور مشہور کمالات ذاتی آفتاب و ماہتاب کی ضیابار شعاعوں اور ضوفشاں کرنوں کی طرح عام اور واضح ہوں بلکہ معرفت اس انسان کی کرائی جاتی ہے جس کے حالات سے دنیا واقف نہ ہو۔

حضرت مولانا مولوی الحاج الشاہ محمد رجب علی صاحب قادری مدظلہ العالی کی عظیم شخصیت وجلیل القدر ذات گرامی بھی کچھ ایسی ہی نظر آتی ہے، جو محتاج تعارف نہیں اور نہ ان کی قابل قدر خصوصیات علمی کو بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت موصوف اپنی بے لوث دینی خدمات کے باعث علمائے کرام کی جماعت میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اور قریب قریب ہر انسان آپ کا مداح اور آپ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔

مولانا ممدوح جہاں ایک کامیاب وخوش بیان واعظ وخطیب ہیں، وہاں ایک منفرد رنگ کے شاعر بھی ہیں اور اس وقت آپ کی اس صفت پر روشنی بھی ڈالنی ہے، جو آپ کے دیگر خصوصیات ذاتی کی طرح نہ نمایاں ہے اور نہ عام طور پر لوگ اسے جانتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ فطرت ہمیشہ نام ونمود سے گریزاں رہی اور اپنے دامن کو شہرت کے مواقع سے بچایا، اس چیز کو کبھی بنظر تحسین نہیں دیکھا اور نہ خود اپنی ذات کے لیے پسند کیا کیوں کہ

ع　　مشک آں کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

موصوف کے قدردانوں اور خود راقم الحروف کی برسوں سے تمنا تھی، کہ آپ کا کلام کتابی شکل میں شائع ہو جائے، تاکہ عاشقان مصطفیٰ ومحبان سرور انبیا روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی کہی ہوئی نعتوں اور دیگر صنف کے کلام سے حظ اٹھائیں اور ان کے ذریعہ محبت کی بے قراری اور عشق کی اضطرابی کیفیتوں کو سکون بخش بنا سکیں۔

چناں چہ مدتوں کی آرزو بر آئی اور حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنا کلام شائع کرنے کی غرض سے عطا فرمایا، جو تجلیات حرم کے مقدس وروح پرور نام سے موسوم کیا جا رہا ہے اور اس کا انتخاب حضرت کے کئی ایک مجموعوں آثار تنویر، رضائے قادر ومجید، عزیز العشاق، ظہور کرم اور مناقب غوثیہ وغیرہ سے کیا گیا۔

مولانا موصوف کا یہ مجموعۂ کلام جس میں حمد ونعت وسلام اور منقبت ہر ایک صنف کلام موجود ہے، جو اپنے اپنے رنگ میں بہت خوب ہے، آپ جب اس پر نگاہ ڈالیں گے، تو معلوم ہوگا، کہ جواہر آبدار بکھرے ہوئے ہیں،

جن کی تابانیوں سے آپ کا دل انوار سے لبریز ہو جائے گا۔ پڑھتے پڑھتے کبھی مسکرانے لگیں گے اور کبھی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑے گا، جو اپنے بہاؤ میں اس قدر تیز ہوگا کہ آپ جلدی قابو میں نہ لاسکیں گے، کہیں معرفت کا چھلکتا ہوا جام نظر آئے گا اور کہیں شریعت کے واضح نقوش دیکھ کر دل ہی دل میں ان کی صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے سرنگوں ہو جائیں گے۔ بعض اشعار آپ کو جنت کے پر کیف گلستاں میں پہنچا دیں گے اور بعض آپ کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ یاد دلا دیں گے۔

امید ہے کہ حلقۂ شعر وادب میں حضرت مولانا المکرّم کا مجموعۂ کلام نہایت شوق سے پڑھا جائے گا اور اہل علم اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ آئندہ آپ کا طویل دیوان شائع کیا جائے گا نامساعد حالات کے باعث جس کی اشاعت میں ابھی کامیابی نہ ہوئی۔

بلبل ہند کی نعت گوئی اور منقبت نگاری

از : مورخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

مقتدائے اہل سنت، بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی قدآور علمی و دینی شخصیت ہشت پہلو، گونا گوں خوبیوں کی حامل تھی۔ وہ ایک متبحر عالم دین، پختہ کار معلم و مربی، فصیح اللسان خطیب و مبلغ، بالغ نظر فقیہ و مفتی ہونے کے ساتھ شعروادب کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے اور اس میدان میں بھی اپنی قادرالکلامی کے جوہر دکھائے، چوں کہ بلبل ہند سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شیدائی تھے اور یہی دونوں ایسے فضیلت مآب امور ہیں، جو نعت گوئی اور منقبت نگاری کا محور و مرکز ہیں۔ شاعری میں یوں تو غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی جو عاشقانہ مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں، بالعموم شعرا انھیں اصناف سخن پر خوب خوب طبع آزمائی کرتے ہیں، جو خود ان کی طبیعت اور مزاج کی غمازی کرتی ہیں اور ان سے لوگ لطف اندوز بھی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فارسی یا اردو شاعری میں بڑے بڑے غزل گو، قصیدہ نگار، مثنوی طراز اور رباعی نویس پیدا ہوئے۔ ان کی عوام و خواص میں خوب پذیرائی بھی ہوئی، داد و دہش اور انعام و اکرام کے مستحق بھی گردانے گئے، ان اصناف سے دونوں زبانوں کا شعری خزانہ مملو نظر آتا ہے، انھیں شعرا کو تذکروں اور تاریخ شعروادب کی بساط پر جگہ بھی دی گئی، ان کی حیات و خدمات اور شاعری کے تعلق سے ہزاروں کتابیں تحریر کی گئیں، معیار نقد و نظر پر ان کے کلام کو پرکھا اور جانچا گیا، گویا شاعری کی پوری کائنات متذکرہ بالا اصناف سخن اور مرثیہ میں سمٹ کر رہ گئی۔ ہمیں اس بات کے اعتراف میں کوئی تذبذب نہیں کہ واقعتاً شعرا نے اپنی صلاحیتیں شعر و سخن کی انھیں اصناف کی ہیئت میں زبان و بیان کے جوہر دکھائے اور پیکر شعر کے گیسو سنوارنے میں بھرپور جد و جہد کی، اگر غزل، قصیدہ، رباعی، مثنوی اور مرثیہ کے اندر حیات و کائنات کے مسائل، جذبات عشق، بے جا مداحی اور کھوکھلے دعووں کے علاوہ شاذ و نادر بھی اخلاقیات اور سچی ارادت و عقیدت کے جذبات نظر آئیں گے۔ شاعر کی قادرالکلامی، ندرت بیان، پرواز تخیل کی جلوہ گری سے انکار نہیں، مگر ان کی شاعری کا اکثر و بیشتر سرمایہ تفریح طبع یا صلہ و انعام کے سوا کچھ اور نہیں۔ ان کی طباعی، فطرت شناسی، بالغ نظری، مشاہدے کی گہرائی اور تعمق فکر و نظر، تعمیری ادب کے جواہر پاروں سے بیشتر خالی نظر آتی ہیں۔ وہ شاعری جو سچے جذبات عشق کی ترجمان ہو، جو مداحی حقیقت پر مبنی ہو، جس سے اخلاقی قدروں کا عروج اور صالح فکر و نظر کی نمو ہوتی ہو، انسانی ذہن و قلب کی طہارت اور صحیح علم و ادراک کی ترجمان ہو، جس سے حیات انسانی میں خوش گوار انقلاب برپا ہو، ایسے عناصر سے مروجہ شاعری کا دامن از بس خالی ہے۔

سچی شاعری جو روح کو تڑپادے اور قلب کو گرمادے اور عشق کی حقیقت تک جس کی رسائی ہو، عقیدت وارادت کے صالح جذبات صرف حمد ونعت اور منقبت کے اندر ہوتے ہیں، وہاں بے ہودہ گوئی، لاف زنی، بے جا تعلّی اور جھوٹی مدح سرائی سے شاعر کی زبان وقلم محفوظ و مامون ہوتے ہیں، اگر چہ ان اصناف پر دوسری اصناف سخن کی بہ نسبت بہت کم طبع آزمائی کی گئی اور زیادہ تر شعرا نے ان کو قابل اعتنا نہیں سمجھا، رسمی طور پر حمد ونعت اور منقبت خوانی سے ان کے دواوین وکلیات یکسر خالی نہیں، پھر بھی ان کی شعری کائنات کے مقابلے میں کمیت کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں، فارسی اور اردو کے شعرا کے انبوہ کثیر میں بہت کم شعرا ہیں، جنھوں نے روایتی شاعری کے موضوعات سے ہٹ کر حمد ونعت اور منقبت ومناجات کو اپنی شاعری کا مرکز ومحور سمجھ کر جولان گاہ سخن وری میں قدم رکھا، اپنی زبان وقلم کو بے ہودہ جذبات وخیالات اور جھوٹی مداحی سے آلودہ نہ ہونے دیا، انھیں شعرا کی فہرست میں حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری بھی ہیں، جو چمنستان رضا کے عندلیب، خوش الحان اور فکر ونظر کی پاکیزگی کے امین، اخلاقی دانش وبینش کے پاسبان ومبلغ کی حیثیت سے دنیاے شعر وادب میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے میری ناقص معلومات میں مدحت پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاے کرام کے مناقب کو موضوع شعر بنایا، جو اس بات کی واضح شہادت ہے کہ وہ خالص اسلامی اور روحانی شاعر تھے، محبوب رب العالمین اور عاشقان رحمۃ للعالمین سے قلبی وروحانی وابستگی تھی۔

بلبل ہند نے گلشن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جو نغمہ سنجی کی اور جس ذوق وشوق اور وارفتگی کا تذکرہ اپنی نعتوں میں کیا، اس کو بلا شبہ ان کی قادر الکلامی اور سچے جذبات عشق کی غمازی سے تعبیر کر سکتے ہیں، مدینہ منورہ جو مسلمانوں کا مرکز عقیدت ہے، جہاں کی صبح وشام اور لیل ونہار نور ونکہت سے معمور، وہاں کی فضائیں روح کو فرحت وانبساط سے آشنا کرتی ہیں، سنہری جالیوں اور گنبد خضریٰ کا منظر جہاں خانہ دل کو پرنور بنا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ، عاشقان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرکز وماویٰ ہے، بلبل ہند اپنے حسین تخیلات کا گلدستہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

عشق کا مقتضا مدینہ ہے
روح کا مدعا مدینہ ہے
چشم ایماں سے کوئی دیکھے تو
منظر والضحیٰ مدینہ ہے
کعبہ دل کی فیض باری سے
اپنا قبلہ نما مدینہ ہے
سبز کرتے ہیں کشت ایماں کو
ابر لطف و سخا مدینہ ہے

انس و جن و ملک ہیں سب حاضر
مرکز دوسرا مدینہ ہے
مدینے کے راہی مدینہ پہنچ کر مدینے سے آنے کی کوشش نہ کرنا
وہ جنت کا پر کیف گلزار پاکر کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا
عقیدت کے سر کو تو چوکھٹ پہ رکھ کر لبوں پر سلام اور تسلیم لاکر
مرادیں در شاہ سے اپنی پاکر نظر کو اٹھانے کی کوشش نہ کرنا

ہر مومن کامل کے دل میں در رسول کی حاضری اور گل زار مدینہ میں اپنے لیل ونہار بسر کرنے کی تڑپ اس کا سرمایہ حیات ہوتی ہے اور اس آرزو کی تکمیل کے لیے وہ ہمیشہ بے تاب ومضطرب رہتا ہے، اگر وہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مہجور ہے، تو اپنا سلام نیاز باد صبا کے ذریعہ بارگاہ رسالت تک پہنچاتا ہے ؎

صبا مدینے میں جاکے میرا شہ عرب سے سلام کہنا
ادب سے جالی کے سامنے تو یہ میرے دل کا پیام کہنا
یہ کہنا جاکے حضور والا ہے درد فرقت سے دل دوپارہ
بلالو طیبہ میں پھر خدارا یہی تو اے خوش خرام کہنا
یہ عرض کرنا تمھارا منگتا حضور رو رو کے کہہ رہا تھا
صبا کرم سے سلام میرا تو پیش خیرالانام کہنا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم الانبیا والمرسلین ہیں، تمام نبیوں اور رسولوں کے اوصاف ومحامد آپ کی ذات بابرکات میں خالق کائنات نے جمع فرمادیا ہے۔ حضور بے مثل ومثال ہیں، نہ آپ کی کوئی نظیر ہے، نہ کوئی آپ کے برابر۔ اس حیثیت کو بلبل ہند اپنے ان اشعار میں پیش کرتے ہیں ؎

حسیں تم سا کوئی بھلا کب ہوا ہے
کہ نام مبارک حبیب خدا ہے
تم اپنی صفت میں ہو یکتائے عالم
ہو تم ایک جس کا نہیں دوسرا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل ومثال بنا کر بھیجا، اسی طرح آپ کو کائنات میں تصرف واختیار کی قوت بھی عطا فرمائی۔ سلف سے لے کر خلف تک تمام عاشقان رسول کا عقیدہ رہا ہے، اگرچہ بد باطن نام نہاد مسلمان جو اختیار نبوت کو تسلیم نہیں کرتے اور معاذ اللہ حضور کو اپنے جیسا بشر تصور کرتے ہیں، ان

کے مزعومات کی بلبل ہند نے دھجیاں بکھیر دیں اور تصرف واختیار نبوت کا اثبات اپنے ان اشعار میں کیا ۔

حکومت ہے جن کی زمین و زماں پر
وہ آقا ہیں با اختیار مدینہ

تمھارے ہاتھ میں جب اختیار دین و دنیا ہے
تو مجھ بے کس کی بھی بگڑی بنادو یارسول اللہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات جنھوں نے بہت سے منحرف دلوں کو آپ پر ایمان لانے کے لیے آمادہ کیا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور اختیارات دیکھ کر بہت سے مشرکین وکفار نے کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں قدم رکھا، اس لیے معجزات کو شعرا نے اسلام کی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ بلبل ہند معجزات خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی خوبی کے ساتھ پیکر شعر میں ڈھالنے کا ملکہ رکھتے ہیں ۔

اشارے سے شق ہو قمر پلٹے سورج یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کر دیں انگشت اقدس سے پانی یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

لب اعجاز کی جنبش سے پتھر بول اٹھتے ہیں
زباں والے ہیں ان کے سامنے سب بے زباں ہوکر
مقابل میرے آقائے مدینہ کی فصاحت پر
زباں کے جو دھنی تھے رہ گئے سب بے زباں ہوکر

بلبل ہند نے گلہائے عقیدت ومحبت بڑے والہانہ ذوق وشوق کے ساتھ پیش کیے ہیں، آپ کی نعتوں کا ہر شعر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، عشق کی مستی وسرشاری، بارگاہ رسالت میں جاں نثاری، یاد مدینہ کی تڑپ، شمائل وخصائل نبی کا تذکرہ آپ کی نعتوں کا مرکزی خیال ہے۔ ذیل میں کچھ منتخب اشعار ہدیہ قارئین ہیں ۔

مری آرزو کی جھولی تری بخششوں سے بھرتی
میں نہال ہوتا پیارے ترے در سے بھیک پاکر
ہے تمھارا نام اونچا سر فرش و عرش اعلیٰ
وہ عروج رب نے بخشا تمھیں لامکاں بلاکر
یہ صبا کرم ہو تیرا جو نثار روضہ کردے
پس مرگ خاک مدفن مری با ادب اڑا کر

جو بھٹکتے ہوں انھیں بتلادے یہ راہ عمل
راستہ ہے قرب حق کا اک در شاہ حجاز

مدینہ کا نظر کے سامنے جب سبزہ زار آیا
مری آنکھوں کو چین آیا مرے دل کو قرار آیا

یہ فرش زمیں دیکھا افلاک میں دیکھو تو
اے دیدہ ورو ڈنکے بجتے ہیں مدینے کے

حضرت بلبل ہند نے بڑی خوبی اور شاعرانہ چابک دستی کے ساتھ اپنے اشعار میں صنعتوں کا استعمال کیا ہے اور محاورات کو برتا ہے، ان کے کلام میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ، تلمیح، تجنیس، اشتقاق، ترصیع اور صنعت طباق وتضاد کے خوب صورت نمونے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

دیدہ پر شوق جام بادۂ کوثر بنے
اشک جو آنکھوں سے ٹپکے صورت گوہر بنے

وہی حامل ہے سوز عشق کی نایاب دولت کا
جو ہے شمع جمال مصطفیٰ کا دل سے پروانہ

وہی ذکر مقدس ہے وہی نام مقدس ہے
طیور گلشن رضواں کے پیہم چہچہانے میں

طور پر کوئی فلک پر کوئی پہنچا لیکن
صاحب قرب دنیٰ زیب تدلّٰی تم ہو

والفجر کی نوری طلعت میں عارض کا اجالا کیا کہنا
واللیل کی پیاری نکہت سے زلفوں کا مہکنا کیا کہنا

زندگی میں بندگی جس نے نہ کی
اس نے بس دیکھا ہے خواب زندگی

یہ راہ راہ وصل خدا ہے اسی لیے
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

تمھیں جلوہ نمائے شان وحدت یارسول اللہ
تمھیں پردہ کشائے باب کثرت یارسول اللہ

اگر ہو حق پہ تو باطل کا ترک لازم ہے
اگر ہو عشق میں پختہ تو پھر نہ خام رہو

مناقب

منقبت ہیئت اور مفہوم و معنیٰ کے لحاظ سے قصیدے کے زمرے میں داخل ہے، لیکن رسمی قصائد اور منقبت میں فرق و امتیاز یہ ہے کہ رسمی قصائد بالعموم سلاطین و امرا، اہل دول حضرات کے محامد و محاسن کا دفتر ہوتے ہیں، جہاں شوکت الفاظ کے ساتھ مدحت و توصیف کے تخیلاتی ایوان تعمیر کیے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں کذب وافترا سے پرہیز کی گنجائش نہیں ہوتی، ان میں بعض اخلاقی قصائد روحانی قدروں کے امین و پاسبان ہوتے ہیں، اس کے برخلاف منقبتیں جو اولیاے کاملین، صلحاے امت اور علماے ربانیین کی تعریف و توصیف میں رقم کی جاتی ہیں، ان کی بنیادیں اخلاص پر قائم ہوتی ہیں اور یہ ایوان صدق وصفا اور عشق و ارادت کے جذبات سے مزین ہوتا ہے، جہاں جھوٹی تعریفوں کا گزر نہیں ہوتا، حقیقت نگاری کے شگفتہ اور معطر پھولوں سے چمنستان شعر کو سجایا جاتا ہے۔ اس کی نکہت بار فضاؤں میں عشق و عرفان کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، حضرت بلبل ہند نے اپنی منقبتی شاعری میں محسوسات و مشاہدات کا بیان بڑی صداقت کے ساتھ کیا ہے، اس لیے ہر شعر موثر اور دل پذیر ہوتا ہے۔

شہنشاہ بغداد حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو غوث اعظم اور قطب الاقطاب ہیں، جن کی بارگاہ کرم سے ہمیشہ نور و عرفان کی بارش ہوتی ہے۔ مصیبت میں آپ کو پکارنے والا، ابتلا و آزمائش سے نجات پاتا ہے، جس گدا نے اپنے آقا کی دہلیز پر دامن دراز کیا، اسے گوہر مقصود سے مالا مال کر دیا گیا، سگان بارگاہ

قادریت، فداکاران دربار غوثیت صبح وشام غوث اعظم کی نگاہ لطف وکرم کے متمنی رہتے ہیں، حضرت کی نگاہ کرم سے ابواب خیر و برکت کھلتے ہیں اور متاع دین ودنیا کے خزانے ہاتھ آتے ہیں، شعرا بارگاہ غوثیت میں بصد احترام اپنے گلہائے عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں، انھیں خوش نصیب شعرا میں بلبل ہند بھی ہیں، جو خرمن قادریہ کے خوشہ چیں اور چشمۂ غوثیہ کے جرعہ خوار ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں یہ التجا پیش کرتے ہیں ۔

مصطفیٰ کے طفیل اے خدائے جہاں دامن غوث ہو مجھ پہ سایہ کناں
میرے گھر بھر کو سیرابی دل ملے چشمہ قادریت ابلتا رہے

غوث اعظم کی غلامی اور ان کی محبت پر فخر وناز کا انداز ملاحظہ ہو ۔

کس فقیر و شاہ نے صدقہ نہ پایا غوث کا
رات دن بغداد سے بٹتا ہے باڑا غوث کا
قادر مطلق نے ان کو عبد قادر کردیا
ہوگئے وہ رب کے اور ہے رب تعالیٰ غوث کا
میں گدا وہ شاہ ، میں طالب مرے مطلوب وہ
مجھ سے بد نے مرحبا پایا یہ رشتہ غوث کا

سیدنا مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات والا صفات اہل ہند کے لیے سراپا خیر وبرکت ہے، انھوں نے راہ حق میں سر سے کفن باندھ کر ہندوستان کے طول وعرض میں اعلائے حق کے لیے جہاد کیا اور کفر کے ایوانوں میں اپنی بہادری وشجاعت سے زلزلہ برپا کردیا۔ یہ جہاد کشور کشائی یا حصول سلطنت کے لیے نہ تھا، بلکہ کاروان جہاد کو جذبہ شہادت منزل کی طرف آگے بڑھا رہا تھا۔ شہادت کے بعد بھی آپ کے مزار اقدس سے فیوض وبرکات کے چشمے آج تک ابل رہے ہیں۔ آپ کا آستانہ نامرادوں کی مراد اور زخمی دلوں کا شفاخانہ ہے۔ حضرت بلبل ہند کا وطن نانپارہ بہرائچ ہی سے متعلق ہے، جو سالار غازی کی آرام گاہ ہے، اس آستانے سے آپ کو قلبی لگاؤ ہے اور حضرت کی روحانیت کے معترف ہی نہیں بلکہ فداکار غازی بھی ہیں، آپ نے اپنی بارہ اردو منقبتوں اور ایک فارسی منقبت کا مجموعہ ''مناقب حضرت سیدنا مسعود غازی'' کے عنوان سے کتابی صورت میں مرتب فرمایا، ان منقبتوں کا مطالعہ ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتا ہے، کہ وہ حضرت غازی میاں کے سچے پکے عاشق ہیں اور آستانہ غازی ان کی امیدوں کا مرکز ہے ۔

آثار کفر مٹ گئے جس دم عیاں ہوا
ماہ تمام حضرت غازی شہید کا
اصلاح خلق و درس ہدایت جہان کو

تھا بس یہ کام حضرت غازی شہید کا
مجھے سے برے کا اچھوں کا دارالامان ہے
دربار عام حضرت غازی شہید کا

حضرت سالار غازی کی روحانیت سے مصیبت ودرماندگی کے عالم میں اس طرح مدد طلب کرتے ہیں۔

میں تمرے دوارے کا منگتا اے غازی میاں ہو جائے نظر
ہوں آس لگائے در پہ کھڑا اے غازی میاں ہوجائے نظر
ہوں مضطرب و مغموم شہا چھائی ہیں ہزاروں غم کی گھٹا
آفت میں ہوں ہر جانب سے گھرا اے غازی میاں ہوجائے نظر
ہر سمت موجیں ہول افزا کوسوں نہیں کچھ ساحل کا پتہ
اس طرح بھنور میں ہوں میں پھنسا اے غازی میاں ہوجائے نظر
ہم سب رہیں قائم حق پہ سدا اس میں نہ کبھی لغزش ہو ذرا
ہوا اپنا بھلا اپنوں کا بھلا اے غازی میاں ہوجائے نظر
میں جو بھی ثنا میں عرض کروں اور وصف کی حد میں جو بھی کہوں
ہے شان تمھاری اس سے سوا اے غازی میاں ہوجائے نظر

ایک دوسری منقبت کے اندر سرکار غازی اسلام سے اس طرح استغاثہ کرتے ہیں۔

ہو نگاہ لطف و راحت مرے غازی معظم
ہو ں گدائے باب دولت مرے غازی معظم
یہ سگ در معلٰی یہ گدائے آستانہ
اسے شاد کیجیے حضرت مرے غازی معظم
مجھے کہتا ہے زمانہ ہے گدائے آستانہ
رہے لاج اس کی حضرت مرے غازی معظم

چمنستان غازی میں نغمہ سرائی کرنے والے بلبل ہند چمن کی رنگت ونکہت بھری فضا سے خود بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اوراس دل کش ودل آویز باغ کی بہاروں کی تصویر کشی کرکے قارئین کو بھی ان روح پرور مناظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں، یہ منقبت جہاں سرکار غازی کی عظمتوں کا نشان ہے، وہیں منظر نگاری کی خوبصورت مثال بھی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلبل ہند مناظر فطرت کی عکاسی پر پوری دستگاہ رکھتے ہیں، آپ

بھی اس سے لطف اندوز ہوں۔

میکشو! دیکھو مغرب کی جانب سے گھٹا
جھومتی ہیں مستیاں اور رقص کرتی ہے فضا
موسم پر کیف ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہے ہوا
گوشہ گوشہ ہے چمن کا گلشن جنت نما
ہلکی ہلکی پڑ رہی ہے ابر رحمت کی پھوار
آرہی ہے بھینی بھینی خوشبوے عنبر فزا
شاد ہیں سنورے ہوئے ہیں سب جوانان چمن
جسم پر ہر اک گل تازہ کے ہے رنگیں قبا
فیض پر ہے آج سرکار معلیٰ مرحبا
جوش پر ہے آج بحر جود و احسان و سخا
بارک اللہ مرحبا صد مرحبا اس بزم میں
جن کے ہاتھوں سے ہوئی تعمیر بنیاد وفا

حضرت غازی پاک رحمۃ اللہ علیہ غزنی سے عسکری قوت لے کر اسلام کے پیغام توحید ورسالت اور اس کی تعلیمات امن وعافیت کو خطۂ ہند میں عام کرنے کی غرض سے تشریف لائے اور اپنے اس مقصد میں انھیں بھرپور کامیابی حاصل ہوئی، آپ نے اپنے ہزاروں رفقا کے ساتھ جام شہادت نوش کیا، لیکن جس زمین پر ان شہیدان پاک طینت کا خون بہا، وہاں توحید ورسالت کا غلغلہ بلند ہوا، کفر وشرک کی تاریکیاں مٹیں، اسلام کا بول بالا ہوا اور سید سالار کی قربانیوں کا فیض صبح قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت بلبل ہند غازی پاک کے اللہ کی راہ میں جرأت مندانہ اقدام کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

ریگزار ہند کو غزنی سے آکر آپ نے
کیا ہی دی گلشن کو رنگت سیدی غازی شہید

جن کے نام پاک سے روشن ہوئی یہ انجمن
ذات سے جس کی ہوئی تاسیس دین مصطفیٰ
وہ مرے مولیٰ کہ جن کے پاک قدموں نے یہاں

دار کفر و شرک میں پھیلائی ایماں کی ضیا

کج کلاہوں کو یہاں چومتے چوکھٹ دیکھا
یہ وہی در ہے جہاں سیکڑوں اغیار آئے
مرے غازی کا در میکدہ جس وقت کھلا
جھومتے رقص کناں وجد میں مے خوار آئے
معدن نور ہوئی راہ وہ گزرے جس پر
ذرے روشن ہوئے جب وہ مہ ضو بار آئے

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ برصغیر ہند کی ایسی مقتدر علمی دینی عبقری شخصیت کا نام ہے، جس کی مثال برصغیر کی علمی وفقہی تاریخ میں خال خال ہی نظر آتی ہے، انھوں نے سرزمین بریلی میں علم وعرفان، حق وصداقت کی ایسی شمع روشن فرمائی، جن سے باطل کی تاریکیاں چھٹ گئیں، حق وصداقت کا نور پھیلا اور مسلمانان ہند کے لیے دینی زندگی کا ایسا شعور عطا کیا، جس میں کتاب وسنت کی پیروی اللہ اور رسول سے محبت وشیفتگی، اسلاف اور اولیا سے ارادت و عقیدت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی شان اقدس میں بندۂ مومن بے ادبی اور گستاخی کا ایک حرف بھی گوارا نہیں کرتا، اپنے عظیم محسن ومربی کی بارگاہ میں عندلیبان چمن کی طرح بلبل ہند نے بھی بڑی عقیدت کے ساتھ خلوص ومحبت کے نذرانے پیش کیے ہیں۔

دامان رضا مجھ کو ملا خوش ہوں رجبؔ میں
بخشش کا مری خوب وسیلہ نظر آیا
بفضل الٰہی غلام رضا ہے رجبؔ بندۂ باب غوث الوریٰ ہے
اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا
خارجی ہوں نہ رافضی ہوں میں
بندہ مرتضیٰ علی ہوں میں
شاہ احمد رضا کے در کا غلام
سگ دربار سنجری ہوں میں

بلبل ہند کی نوا سنجی

از : مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
۱۱۰ محلّہ جسولی بریلی شریف

مفتی نانپارہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی قبلہ نانپاروی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت یکم جنوری ۱۹۲۳ء نانپارہ۔ وصال ۳/ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء نانپارہ) بیک وقت عالم، مفتی، قاری، نعت خواں، ناعت، مصنف وواعظ، مناظر، معلم، مبلغ اور مرشد وہادی سبھی کچھ تھے۔ مگر سب کچھ ہوتے ہوئے بھی خود کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور ان کی اسی انکساری وتواضع نے انھیں مقام رفیع پر پہنچا کر علما وخواص میں یکساں مقبول اور قابل احترام بنا دیا تھا۔

حضور مفتی نانپارہ درویش صفت انسان تھے، کروفر، خودنمائی اوطمطراق سے دور سادگی واخلاق کے پیکر۔ اکابر کے از حد نیاز مند، عقیدت کیش اور اصاغر پر غایت درجہ شفقت ومحبت لٹانے والے۔ لاریب حضرت مفتی صاحب عالم ربانی اور نائب رسول تھے۔ بریلی شریف کے فدائی وشیدائی، خانوادہ رضا کے ہر ہر فرد کے لیے بچھ جانے والے اور سرکار مفتی اعظم کا نام سن کر وجد وحال میں آجانے والے، حضور مفتی اعظم کے سامنے ہوتے تو انداز ایسا مؤدبانہ ہوتا جیسے پروانہ نثار ہو رہا ہو۔ سرکار مفتی اعظم بھی مفتی نانپارہ کو حد درجہ نوازتے تھے۔ محفل میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔

قبلہ مفتی رجب علی صاحب قدس سرہ العزیز صرف اعلیٰ حضرت کے نام لیوا ہی نہیں تھے، بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ناشر وترجمان بھی تھے اور نانپارہ میں ہی نہیں جہاں بھی ہوتے اعلیٰ حضرت ہی کا پہرہ دیتے۔ آپ کو مسلکی اور جماعتی اعتبار کے علاوہ حضور اعلیٰ حضرت سے ایک اور بہت ہی اہم تعلق تھا اور وہ تھا سلسلہ کا تعلق۔ آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز بجنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید وخلیفہ بھی تھے، نیز یہ کہ صاحب زادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی، اس طرح سکہ رضویت کے دونوں پہلوؤں کی آپ پر گہری چھاپ تھی۔

جیسا کہ ابتدا ہی میں عرض کیا گیا کہ آپ عالم ومفتی وغیرہ سبھی کچھ تھے، یعنی ایک شخصیت کے مختلف روپ تھے۔ ان کے وجود کے قوس وقزح کا ہر رنگ تاباں وطرحدار تھا۔ شخصیت کی ہمہ جہتی کے جلوؤں کے ہجوم میں گم ہو کر ذہن وفکر فیصلہ ہی نہیں کر پاتے کہ کس رنگ، کس جلوے اور کس پہلو کا ذکر کیا جائے۔

اللہ اکبر! ایک ایسی شخصیت کہ یاد کیجیے تو گلاب مہک اٹھتے ہیں اور آنکھوں کے سامنے حضرت قبلہ مفتی نانپارہ کے علم وفضل، زہد وتقوی، اخلاق وکردار کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کی

ہر ہر ادا، ہر صدا اور ان کے کارنامے ہمہ وقت ہمیں ان کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ مفتی نانپارہ حیات ظاہری میں تھے، تو اس زمین پر مانند آسمان بلند وبالا اور اپنے اصاغر کے چھتر چھایا بن کر رہے اور آج زیر زمین اپنے مرقد انور سے فیوض وبرکات کی سوغات تقسیم کر رہے ہیں۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

حضرت مفتی نانپارہ صحیح میں مداح مصطفیٰ تھے۔ ایک مرد مومن۔ ایک عالم دین۔ زبان وقلم سے، علم وعمل سے، درم وقدم سے جو بھی خدمت دین انجام دیتا ہے، وہ بھی مدحت مصطفیٰ ہی ہے۔ مدحت رسول تو اصل ہے۔ یہی جان ہے، یہی ایمان ہے۔ البتہ مدحت مصطفیٰ کے انداز الگ الگ ہیں۔ ناعت، نعت لکھ کر (شعری اصطلاح میں) مصطفیٰ جان رحمت علیہ التحیۃ والثنا کی مدحت گری کا فریضہ انجام دیتا ہے، مفتی حکم شریعت بتا کر اور یہ بھی مدحت رسول ہے، اطاعت رسول ہے۔ الغرض حضور مفتی نانپارہ نے فتوی کی شکل میں، دینی تحریروں کے روپ میں، دار العلوم قائم کر کے، فریضہ درس وتدریس انجام دے کر، بیعت فرما کر، نعت پڑھ کر اور نعت لکھ کر، ہر طور رب اکبر کے حبیب رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع واطاعت اور توصیف کا حق ادا کیا ہے۔

آپ کی تحریر میں سادگی، وضاحت، استدلال اور قطعیت ہوتی تھی اور تقریر میں وہ زور آوری کہ بس

ع گرم تقریر کہ سن کر جیسے شعلہ لپکے

اور انداز نعت خوانی۔ اللہ اکبر۔ لب وا ہوتے تو بس یہی عالم ہوتا۔

ع دل کش آواز کہ سن کر جیسے بلبل چہکے

ہاں ہاں! آپ تو ''بلبل ہند'' تھے اور ''بلبل ہند'' کا یہ خطاب آپ کو مدینہ امینہ میں قطب مدینہ سے ملا تھا۔

آپ نے فضل رب سے تین مرتبہ حج وزیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ پہلے حج وزیارت کے دوران خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج الشاہ ضیاء الدین رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے دولت کدے پر حاضر ہوئے تو انھوں نے بزم نعت آراستہ کی اور ان کے یہاں تو نعت کی حسین محفل اکثر وبیشتر آراستہ ہوتی ہی رہتی تھی، بالخصوص زمانۂ حج میں۔

نعت کی اس مقدس وحسین محفل میں حضرت قطب مدینہ نے حضور مفتی نانپارہ سے اعلیٰ حضرت کی نعت سنانے کی فرمائش کی۔ آپ نے امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت کی چار زبانوں والی مشہور زمانہ نعت ''لم یات نظیرک'' سنائی، تو مجمع وجد میں آ گیا اور خود حضور قطب مدینہ پکار اٹھے:

یا عندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی.

اسی وقت سے آپ ''بلبل ہند'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ واقعی بلبل ہند تھے۔

شاہ ملک سخن، امام اہل سنن، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نعت کو جس خوب صورت انداز اور دل کش آواز میں مفتی نانپارہ پڑھتے تھے، اس کی مثال آج بھی دیکھنے میں نہیں آتی ہے۔ آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت کی نعتوں کو جلسوں اور کانفرنسوں میں پڑھ کر اور ان کی شرح فرما کر عوام وخواص میں نعت خوانی کا ذوق وشوق بھی پیدا کیا اور کلام رضا سے مسلمانان اہل سنت کے عقائد وایمان کو تازگی، سرسبزی اور عطر بیزی بھی بخشی۔

راقم نے اپنے بچپن سے لے کر بریلی شریف میں آباد ہونے کے بعد تک، بلرام پور سے لے کر باندہ، جھانسی ٹیکم گڑھ، بریلی شریف، اجمیر شریف، ناسک اور بمبئی تک میں نجی مجلسوں میں علمی وادبی گفتگو کرنے سے لے کر جلسوں اور کانفرنسوں میں کمال خطابت دکھانے کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کی عندلیبی کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ کی ہر ادا ہر صدا کو خوب خوب پایا، لیکن کلام رضا بالخصوص رضا کی مشہور زمانہ نعت ''لم یات نظیرک'' کو جس کمال خوبی کے ساتھ پڑھتے ہوئے پایا، اس کا بیان قلم وزبان سے کر پانا مشکل ہے، بس کیا آواز تھی، لگتا تھا، کہ کوئی جہان سماعت میں امرت رس برسا رہا ہے۔ ذہن کے دریچے بہار ابد کی جاں فزا ہواؤں کے لیے وا ہو گئے ہیں اور وجود کا ذرہ ذرہ سحاب سرمدی کی سرشاری میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔

بلبل ہند حضور مفتی نانپارہ نعت خواں بھی تھے اور نعت نگار بھی۔ وہ عندلیبی بھی کرتے تھے اور گلشن وگلاب بھی کھلاتے تھے۔ یعنی نعتیں بھی لکھتے تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مسلک ومشرب سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی تحریک نعت ودبستان نعت سے بھی متعلق تھے۔

جانشین بلبل ہند مولانا محمود رضا قادری صاحب کے بقول ان کے والد گرامی وقار حضور مفتی نانپارہ کی حیات ہی میں نعت ومنقبت کے دو مجموعے ''ریاض عقیدت'' اور ''رضوان قدیر'' طبع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ علاوہ ان کے عربی، فارسی واردو کے بہت سارے تقدیسی اشعار یعنی نعت وسلام ومنقبت وغیرہ منتشر ہیں، جنھیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔ مرشد اجازت ومرکز عقیدت سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان میں ۱۰۵/اشعار پر مشتمل ایک منقبتیہ مجموعہ ''عظمت مفتی اعظم ہند'' بھی طبع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ نثری تصانیف کے علاوہ عقائد ووظائف پر حضور مفتی نانپارہ قدس سرہ العزیز کے حسب ذیل نثری تصانیف بھی منظر عام پر آ چکے ہیں:

(۱) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب (فاتحہ کا مدلل ثبوت)

(۲) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ (صلوۃ وسلام کا بین ثبوت)

(۳) کنز الخیرات فی التضرع الی مجیب الدعوات (رسالہ اوراد ووظائف)

اس وقت بلبل ہند حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک مجموعہ نعت ومنقبت ''ریاض عقیدت'' راقم

کے پیش نظر ہے۔ زیر نظر مجموعہ حمد، نعت، منقبت (مناقب صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، مولا علی، شہیدان کربلا، صحابہ کرام، حضرت غوث اعظم، مرشدان کالپی، خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) پر مشتمل ہے۔

نعت مشکل ترین اور حسین ترین صنف سخن ہے اور محض زبان و بیان پر عبور اور شعری حرکیت کی بنیاد پر نعت گوئی نہیں کی جاسکتی۔ یہاں قدم قدم پر شریعت کا پہرہ ہے اور ذرا سی لغزش دنیا کی رسوائی اور عاقبت کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ نعت کے لیے علم دین، پاس شرع، جذبہ کی صداقت وخلوص بھی لازمی ہیں۔ اردو نعت گوئی کی چھ سو سالہ تاریخ میں نعت کو اس کے تمام تر لوازمات کے ساتھ صحیح صحیح برتنے میں جو کامیابی امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کو ملی ہے، وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی اور بعد رضا، دبستان رضا کے وابستگان ان کے برادر اوسط علامہ حسن رضا، صاحب زادگان حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں حامدؔ و مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری نیز اب تک کے وہ نعت گویان رسول جو مسلک اہل سنت اور مسلک شعری کے اعتبار سے حضرت رضا ہی سے متعلق ہیں یعنی علما و صوفیہ اور انھیں کے نقوش قدم پر چلنے والے شعرائے نعت نگاران مصطفیٰ میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی رجبؔ نانپاروی قدس سرہ بھی ایک معتبر اور مستند نام ہے۔

حضرت مفتی نانپارہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نعت سرور کونین سنت الٰہیہ ہے اور کوئی بھی مخلوق خداوندی رب عظیم کو وسیلہ بنائے بغیر اور فضل ربی کے بغیر نعت حبیب خدا کا حق ادا کر ہی نہیں کرسکتا۔ اور یہی سچا عقیدہ بھی ہے اور درود پاک کا کوئی بھی صیغہ لے لیجیے ''اللھم صل علی محمد'' یا ''صلی اللہ علی النبی الامی'' وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ اے اللہ تو ہی محمد عربی یا نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج یا ان کی رفعت شان کا اہتمام فرما۔ گویا بندہ رسول اکرم علیہ التحیۃ والثنا کی رفعت شان کے اہتمام میں اللہ عزوجل کو وسیلہ بنا رہا ہے اور مفتی نانپارہ اسی لیے فرماتے ہیں ؎

اے رجبؔ میں کر سکوں گا کیا ثنا
میرے مولیٰ کی مگر امداد ہے

ثنا آپ کی کب رجبؔ سے ہو ممکن
خدا خود کرے جب کہ مدح تمہاری

فضل مولیٰ فضل مرشد سے رجبؔ
ہوگیا نغمہ سرائے مصطفیٰ

سچ ہے کہ یہ فضل ربی ہے۔ ان صاحبان عظمت اور اللہ کے احسان یافتہ بندوں کے راستے پر چلے بغیر نعت مصطفیٰ کہی جا سکتی ہے نہ لکھی جا سکتی ہے۔

مفتی نانپارہ کی نعت

مفتی نانپارہ کی نعت عقیدہ وعقیدت کی مظہر ہے اور صرف نعت ہی نہیں شاعری خواہ کسی بھی صنف یا نوع کی ہو، کسی نقطۂ نظر اور عقیدہ کے بغیر کی ہی نہیں جا سکتی۔ نعت یعنی نعتیہ شاعری بدرجۂ اتم اس کی غماز ہے۔ قرآن کریم خود از اول تا آخر نعت مصطفیٰ بھی ہے اور اسی مقدس کلام الٰہی میں حضرت رسالت پناہی کی رضا...... اطاعت اور محبت کے حکم کے ساتھ ساتھ رب عظیم نے ان کے حسن و جمال...... ادا و صدا کو بھی سراہا ہے...... ان کے عمر و شہر و کلام عصر کی قسم بھی یاد فرمائی ہے اور حضور جان نور کے تعلق سے علم غیب، حیات، نور، قاسمیت، تصرفات و اختیارات وغیرہ کا بیان بھی ہے۔

رضائے محترم جنھوں نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی ہے، انھیں سے سلیقۂ نعت مانگ کر بلبل ہند نے بھی فریضۂ نعت ادا کیا ہے۔

یوں تو مفتی نانپارہ کے اشعار میں جلوہ بار مطالب ومفاہیم حضرت رضؔا سے ہی مستعار ہیں، لیکن حسب ذیل اشعار میں مماثلت ملاحظہ کیجیے

۱۔ حضرت امام احمد رضا ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

یا

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

حضرت رجبؔ ؎

ابھی تک پرتو عارض سے ذرے جگمگاتے ہیں
مہکتے ہیں وہ کوچے آپ گزرے ہیں جہاں ہو کر

۲۔ امام احمد رضا ؎

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

حضرت رجبؔ ؎

دور ہر درد ہو دل سے مرے اے شاہ زمن
عشق کا درد رہے یہ نہ کہیں کم ہوجائے

ہزاروں زخم ہیں دل میں مگر ان کی محبت کا
فقط اک درد ہے میرے لیے آرام جاں ہوکر

۳۔امام احمد رضا ؎

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہی جان، جان سے ہے بقا وہی بن ہے بن ہی سے بار ہے

یا

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

حضرت رجبؔ ؎

انھیں کے فیض رحمت سے ہرا ہے گلشن ہستی
وہ آئے ہیں جہاں میں عالم امکاں کی جاں ہوکر

۴۔حضرت امام احمد رضا ؎

اشارے سے چاند کو چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لیے

حضرت رجبؔ ؎

اشارہ پاکے سورج آن واحد میں پلٹ آیا
قمر شق ہوگیا انگشت اقدس کے اٹھانے میں

۵۔حضرت امام احمد رضا ؎

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضرت رجبؔ ؎

نہ وہ گلاب میں ہے اور نہ مشک و عنبر میں
وہ بوئے مست جو ہے آپ کے پسینے میں

امام احمد رضا کے شعر میں تلمیح ہے، لیکن تعریف سرکار کے پسینے کی ہے، حضرت رجب نے بات سیدھے طور پر کہی ہے، لیکن مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ دنیا کی ہر خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔

۶۔ حضرت امام احمد رضا ؎

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

یا

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حضرت رجبؔ ؎

مقابل مرے آقائے مدینہ کی فصاحت کے
زباں کے جو دھنی تھے رہ گئے سب بے زباں ہوکر

یا

لب اعجاز کی جنبش سے پتھر بول اٹھتے ہیں
زباں والے ہیں ان کے سامنے سب بے زباں ہوکر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے تتبع میں حضرت بلبل ہند نے ''واہ واہ'' ردیف پر ایک نعت اور ایک منقبت غوث پاک بھی لکھی ہے۔ ایک ایک شعر ملاحظہ کیجیے ؎

نور کی محفل میں پرچم نور کے ہیں نور بار
نور والے مصطفیٰ کی ہے ولادت واہ واہ

سب میں ہے تنویر صبح عارض غوث الوریٰ
جتنے ہیں عالم میں انوار ولایت واہ واہ

حضور مفتی اعظم کے رنگ و مضمون میں بھی حضرت مفتی نانپارہ کے دو شعر ملاحظہ کیجیے:

مفتی اعظم ؎

من رآنی رای الحق سنا کر چلے
میرا جلوہ ہے حق کا جتا کر چلے
جز بشر اور کیا دیکھیں خیرہ نظر
ایکم مثلی گو وہ سنا کر چلے

مفتی نانپارہ ؎

ہوا ہے من رأنی قد رأی الحق سے یہی ظاہر
تمہاری دید ہے حق کی زیارت یا رسول اللہ

ایکم مثلی نے بخشا یہ سبق ایمان کا
بے مماثل ہے وجود پاک حضرت واہ واہ

نعت لکھنا، نعت پڑھنا، نعت کی بزم آراستہ کرنا اور فروغ نعت کے لیے کام کرنا سب باعث ثواب اور باعث شرف وسعادت ہے۔ حضرت مفتی نانپارہ کو اپنی نعت خوانی پر ناز ہے۔ گو بلبل ہند مفتی نانپارہ محض نعت خواں نہیں، نعت نگار تھے اور شارح نعت بھی تھے۔ لیکن تواضع ملاحظہ کیجیے کہ سدا خود کو نعت خواں ہی کہا، حالاں کہ نعت خواں نعت گو نہیں ہوتا، لیکن نعت گو نعت خواں بھی ہوتا ہے۔ مفتی نانپارہ کو نعت خوانی ہی کی بدولت ''بلبل ہند'' کا خطاب ملا اور وہ بھی کہاں سے مدینہ امینہ سے۔ اللہ اکبر حضرت مفتی نانپارہ کی خوش نصیبی پر جس قدر بھی فخر وناز کیا جائے، کم ہے۔

یوں تو نعت کہیں بھی گنگنائی جائے، سنائی جائے اس کی صدا گنبد خضریٰ تک پہنچتی ہے، مگر مزہ اسی میں ہے کہ منعوت کے سامنے منعوت کے شہر میں، دیار میں نعت سنائی جائے تو لطف ہی اور ہے ؎

گلشن طیبہ ہو اور میں نعت خواں
خوب ہوں لیل و نہار زندگی

ہو ڈالی نعت کی اور دست رحمت یارسول اللہ
مزہ دیں پھر یہ گلہائے عقیدت یارسول اللہ

حضرت مفتی نانپارہ کا دل یاد مصطفیٰ سے شاد آباد تھا اور یہ بلا شک نعت سرور ہی کا فیض، نعت نبی ہی کا صدقہ تھا۔ وہ خود بھی اس سچائی کا اعتراف کرتے ہیں ؎

رجب آباد ہے دل میرا فیض مدح سرور سے

شرف میں نے یہ پایا ہے نبی کا نعت خواں ہوکر

نعت رجب اور اظہار عقیدہ

''یارسول اللہ'' کی ردیف میں حضرت رجبؔ نے کئی نعتیں لکھی ہیں اور ان سے عقیدہ استمداد ظاہر ہے۔
استمداد و توسل پر چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؂

رجبؔ فریاد کرتا ہے مرے فریادرس آکر
تم اس کے غمزدہ دل کو ہنسادو یارسول اللہ

بریلی، کالپی، مارہرہ و بغداد سے ہوکر
میں طیبہ آؤں یوں زینہ بہ زینہ یارسول اللہ

حضور نور ہیں اور اصل تکوین عالم ہیں ؂

تمہیں نور خدا ہو سر وحدت یارسول اللہ
تمہیں ہو ہر حقیقت کی حقیقت یارسول اللہ

خدا نے کی تمہارے نور سے تخلیق عالم کی
تمہیں سے ہے بنائے بزم امکاں یارسول اللہ

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نعمت الٰہیہ کے قاسم ہیں۔ حضور کے اس اختیار پر حدیث کی روشنی میں یہ شعر دیکھیے ؂

لب پہ سرکار کے ہے انا القاسمُ
شادمانی سے اپنے گدا دیکھ کر
دونوں عالم میں رحمت کل کی
بخششیں بے شمار کیا کہنا

شفاعت ؂

شفیع الامم کے سحاب کرم سے
ہیں شاداب کیا برگ و بار مدینہ

علم غیب ۔

ہوا ظاہر یہی مَـالَـمْ تَـکُـنْ تَـعْـلَـمْ کے جلووں سے
کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ

حضرت مفتی نانپارہ نے حضور علیہ السلام کے معجزات اور معراج کا بھی ذکر کیا ہے اور میلاد پاک پر دو نعتیں ''ریاض عقیدت'' میں شامل ہیں۔پہلی نعت کا مطلع ہے ۔

دیکھو چرخ پہ چاند وہ نکلا ماہ ربیع الاول آیا
شور مبارک باد کا اٹھا ماہ ربیع الاول آیا

دوسری نعت کا مطلع ہے ۔

بارک اللہ آمد صبح ولادت واہ واہ
بزم ہستی پر ہوا فیضان رحمت واہ واہ

اظہار عقیدت

نعتیہ شاعری میں منعوت علیہ السلام سے عقیدت ومحبت ہی اصل ہے۔یہی نعت گوئی کا محرک ہے اور یہ جذبہ جس قدر صادق اور ملتہب ہوتا ہے،شاعری اتنی ہی حسین اور اثر پذیر ہوتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایمان ہے یہی جذبہ محبت وعقیدت آقا حضور کی ہر ہر ادا کا بیان تمام تر فدائیت کے ساتھ جب کراتا ہے تو نعت اظہار کا گلاب بن کر لفظ لفظ کو معتبر اور ذوق ووجدان سے لے کر عقیدہ وایمان کو شاداب اور معطر کر دیتی ہے۔

مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تعلق سے ہی شاعران سے نسبت وتعلق رکھنے والی ہر شے سے عقیدت ومحبت کا اظہار کرتا ہے۔

بلبل ہند حضرت مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا بھی بیان کیا ہے۔ان کے علم واختیار،ان کے شہر ودرودیار سے بھی بے پایاں محبت ووابستگی کا اظہار کیا ہے اور جو کچھ اظہار فرمایا ہے،قرآن وسنت اور اخبار وآثار سے ماخوذ ہے۔

چند اشعار دیکھیے ۔

حسیں تم سا کوئی بھلا کب ہوا ہے
کہ نام مبارک حبیب خدا ہے

تم اپنی صفت میں ہو یکتائے عالم
ہو تم ایک جس کا نہیں دوسرا ہے

خلق کو خالق عالم سے ملانے والے
درد کے رنج کے ہر غم کے مسیحا تم ہو

والفجر کی نوری طلعت میں عارض کا اجالا کیا کہنا
واللیل کی پیاری نکہت سے زلفوں کا مہکنا کیا کہنا

انھیں کا حسن زیبا رونق گلزار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں کبھی سرو چماں ہو کر

تمھیں جلوہ نمائے شان وحدت یارسول اللہ
تمھیں پردہ کشائے باب کثرت یارسول اللہ
الم نشرح لک صدرک تمہاری شان میں آیا
کہ تم ہو حامل اسرار قدرت یارسول اللہ
وہ شاہ مدینہ وہ شاہ دوعالم
رسولوں کے وہ تاجدار اللہ اللہ
وہی قاسم رزق خلق خدا ہیں وہی صاحب گنج ارض وسما ہیں
غریبوں یتیموں کے مشکل کشا ہیں یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

معراج میں کیا کیا ان کو ملا وہ جانیں کہ ان کا رب علا
بے پردہ جمال حق دیکھا تھا کوئی نہ پردا کیا کہنا

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کے بعد اب مدینہ امینہ سے ان کی وابستگی ملاحظہ کیجیے۔ مدینہ شہر محبوب خدا ہے، عاشق کے لیے شہر حبیب سے بڑھ کر حسین اور پیارا شہر و دیار نہیں ہوتا اور یہ مدینہ تو حقیقتاً جان سکینہ

ہے۔شہر شفاعت، مرکز انوار و رحمت جس کا مرتبہ عرش علا سے بھی بڑھ کر ہے اور جس کے جمال پر حسن فردوس خود قربان ہے۔''مدینہ'' کے تعلق سے ''ریاض عقیدت'' میں ۵/نعتیں ہیں۔

ا۔ ردیف ''مدینہ ہے'' ۲۔ردیف ''مدینہ'' ۳۔ردیف '' مدینہ'' ۴۔ ردیف ''مدینے کے'' ۵۔ردیف ''مدینہ''

''مدینہ امینہ'' پر فدائیت سے پر چند اشعار دیکھیے۔

عشق کا مقتضیٰ مدینہ ہے
روح کا مدعا مدینہ ہے
جس کی خوشبو سے ہے بسا عالم
پھول وہ جانفزا مدینہ ہے

اس شعر میں تشبیہ بہت ہی حسین اور عطر بیز ہے۔مدینہ کو پھول کہا ہے۔ایک شعر میں مدینہ کو ''مہ پرضیا'' کہا ہے۔

جس کی طلعت سے ہے جہاں روشن
وہ مہ پرضیا مدینہ ہے

مدینہ کی زمیں کا ذرہ آنکھوں سے لگا لوں میں
ہے میرے خاتم دل کا نگینہ یارسول اللہ

یہاں بھی تشبیہ کی بہار لائق دید ہے۔

تصور میں جب آتے ہیں مدینہ کے گلی کوچے
تڑپ اٹھتے ہیں میرے دل کے ارماں یارسول اللہ

ہر مومن کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے مدینہ کی حاضری نصیب ہو اور اگر موت وہاں آئے تو پھر کیا کہنا موت پر حیات کی تمام رعنائیاں قربان ......قبلہ مفتی نانپارہ بھی انھیں حسین تمناؤں کا اظہار بانداز والہانہ کرتے ہیں۔

رجبؔ کی تمنا ہے اس سال یارب
یہ آنکھیں ہوں اور رہ گزار مدینہ
مری روح پاجائے معراج ایماں
جو تقدیر سے ہو نثار مدینہ

طیبہ کا مجھے جب کوئی ذرہ نظر آیا
ایماں نے کہا گوہر یکتا نظر آیا

کلام رجبؔ کا داخلی پہلو

مدنی محبوب کے سیرت وصورت کا بیان اور منعوت علیہ السلام سے عشق وعقیدت کا اظہار......ان سب کا شمار نعتیہ شاعری کے داخلی پہلو میں ہی ہوتا ہے، لیکن اس عنوان کے تحت ممدوح یعنی حضور جان نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شاعر کے عشق وعقیدت کا اظہار معنی آفرینی کے جلووں کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے اور فدائیت کے شباب کے ساتھ فکر کی نزاکت وبلاغت سے بھی حظ اٹھائیے۔

متاع عشق مل جائے جو ان کے پائے زیبا پر
تصدق ہوں مرے ارمان دل اشک رواں ہوکر

حرا سے جس کے جلوے چارسو عالم میں پھیلے تھے
مجھے وہ عارض زیبا دکھا دو یا رسول اللہ

مرے آقا مہک اٹھے یہ میرا جامہ ہستی
جو پاؤں آپ کا پیارا پسینہ یارسول اللہ

تمہارے عشق میں رہنا ہی زہد و پارسائی ہے
مرا ایماں تمہارے آستانہ کی گدائی ہے

دل جگر جاں سب برائے مصطفیٰ
سب تصدق سب فدائے مصطفیٰ

یہ سنگیں قلب پھر پڑھنے لگیں سرکار کا کلمہ
عیاں ہو پھر وہی شان رسالت یارسول اللہ

پاجائے تصور مرا تصدیق کا جلوہ
یارب یہ ترا بندہ جو پاجائے مدینہ

آرزو یہ ہے کہ موت آئے وہیں
جس جگہ ہیں تاجدار زندگی

تاجدار زندگی کہنے میں ندرت ہے اور خوب صورت استعارہ ہے۔ لاریب حضور جان جہاں بھی ہیں اور جان ایماں بھی۔

جو یاد میں ان کی مرتا ہے مرتا ہی نہیں وہ جیتا ہے
قسمت کے دھنی کو ملتا ہے یہ عشق کا سودا کیا کہنا

طنز ونشتریت

بدمذہبوں سے عداوت سنت الٰہیہ ہے، مدحت گران مصطفیٰ حسانؔ و بوصیریؔ اور جامیؔ و رضاؔ کی سنت ہے اور ایمان کی علامت وحلاوت ہے۔ مفتی نانپارہ حضرت رجب نے بھی بدمذہبوں کا رد کیا ہے اور طنز ونشتر کی کھٹک سے کلام کو ملاحت بخشی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

کریں آج دعوے غلط لاکھ نجدی
قیامت میں دیکھیں گے عزت تمہاری
در و دیوار روشن اندرون خانہ تاریکی
ہے دل گندہ تو حاصل کیا بدن کے جگمگانے سے

خوگر جام نجد سے کہہ دو
اپنا تو میکدہ مدینہ ہے

بفضل الٰہی غلام رضاؔ ہے رجبؔ بندۂ باب غوث الوریٰ ہے
اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

بد نظر رفض والے ہوئے مردہ دل
فضل اصحاب خیرالوریٰ دیکھ کر

فلسفہ حیات اور کید نفس

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے نعت پاک کے حوالے سے نفس کی بدی اور قوم مسلم کی بے عملی پر نظمیں لکھی ہیں اور اللہ و رسول سے فریاد بھی کی ہے۔ دونوں کے مطلع حسب ذیل ہیں ۔

اللہ اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

مفتی نانپارہ حضرت رجبؔ نے اس رنگ میں بھی اپنے دادا مرشد اور مرکز عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تتبع کیا ہے۔ ایک نظم نفس کے مکر و کید پر ہے، جس کا مطلع ہے ۔

بندہائے غم سے وہ آزاد ہے
عشق حق سے جس کا دل آباد ہے

اب یہ شعر دیکھیے! نفس کی بدی سے حضرت رجبؔ دافع بلا سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے فریاد کرتے ہیں ۔

نفس کے زنداں میں مولا گھر گیا
یا نبی فریاد ہے فریاد ہے

اسی نظم میں حضرت رجبؔ راہ سلوک طے کرنے کا سلیقہ بھی بتاتے ہیں ۔

سالک منزل سمجھ کر رکھ قدم
نفس ظالم بڑا کیّاد ہے
خوشۂ رنگین دنیا کو نہ دیکھ
تیرے پیچھے نفس کا صیّاد ہے

فلسفی پر طنز کا یہ انداز بھی دیکھیے ۔

فلسفی سن وحدت واحد نہ چھوڑ

قلب تیرا مائل اعداد ہے

مقصد زیست رب کی بندگی ہے۔ زندگی بے بندگی عبث ہے۔ لیکن اللہ کی بندگی اللہ کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و اتباع کے بغیر ممکن نہیں۔ پس حضرت رجبؔ فرماتے ہیں۔

زندگی میں بندگی جس نے نہ کی
اس نے بس دیکھا ہے خواب زندگی

اب فرماتے ہیں کہ زندگی یہ ہے۔

نام مولیٰ پر جو دل سے مٹ گیا
ہوگیا وہ نامدار زندگی

قوم مسلم کو تلقین

اولاً حضرت رجبؔ قوم مسلم کی بربادی پر اپنے آقا اور سارے جگ کے داتا کشتی امت کے کھیون ہار، سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کرتے ہوئے طالب امداد ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو عشق رسول میں رچ بس کر عمل کی تلقین بھی کرتے ہیں، بعد میں انھیں فتنہ دنیا سے ہوشیار و خبردار فرماتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

مسلماں کثرت انبوہ باطل سے نہ گھبرائیں
عطا ہو ایسا صبر واستقامت یارسول اللہ

خبر لو دستگیر امت کہ بد سے بد تر ہوئی ہے
یہ پیش باب شہ رسالتِ رسول ذی احترام کہنا

مسلمانوں کی رسوائی کا سبب کیا ہے، حضرت رجبؔ سے سنیے۔

روش اسلاف کی مسلم نے چھوڑی ہوگیا رسوا
جسے دیکھو مصیبت کا ہے اس کے لب پہ افسانہ

مسلمانوں کو اس طرح تلقین فرماتے اور خبردار کرتے ہیں۔

کبھی سیل رواں چمکار کے بستی کو ڈھاتا ہے
کہیں دھوکا نہ کھا جانا کسی کے مسکرانے سے
ملے رہتے ہیں غیر جنس کتنے جنس گندم میں

رجبؔ ہشیار رہنا ہر کسی کے آنے جانے سے
ہوا مشروط ایماں انتم الاعلون کا مژدہ
نہیں ایماں تو کیا حاصل ہے نعروں کے لگانے سے

مناقب بزرگاں

حضور کے اصحاب وعترت اوران کے نائبین اولیا وعلما سے اظہار عقیدت، عقیدت رسول ہی کے توسط سے ہے۔ حضرت رجبؔ نے ان صاحبان عظمت سے بھی اظہار عقیدت کیا ہے اوران کی عظمتوں کو اجاگر فرمایا ہے۔ ان مناقب پر کوئی تبصرہ نہ کرکے صرف حضرت رجبؔ کی اولیاے کرام سے عقیدت کے تعلق سے یہ شعر پیش کررہا ہوں ۔

عجب نہیں کرم خاص اولیا سے
فنا کے بعد کی منزل میں نیک نام ہوا

اپنے مرشد، مرشد اجازت اور دادا پیر اعلیٰ حضرت سے حضرت رجبؔ کی عقیدت دیکھیے ۔

شاہ عبدالعزیز بجنوری
ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں

صدقہ میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے
باب عطاے حضرت احمد رضا ملا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام
نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا

اللہ نے اپنا فضل کیا دامان رضا جو تجھ کو دیا
واللہ رجبؔ ہے تیرا بھلا یہ نعمت مولیٰ کیا کہنا

تشبیہ واستعارات

تشبیہ واستعارہ عروس شاعری کے زیور ہیں، جن سے شاعری کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ کلام رجبؔ میں تشبیہات واستعارات کے حسین جلوے موجود ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے ۔

مدینہ کی زمیں کا ذرہ آنکھوں سے لگالوں میں
ہے میرے خاتم دل کا نگینہ یارسول اللہ

دھبہ عصیاں کا گل کی صورت ہے
قطرۂ چشم زار کیا کہنا
شفق اوج جن کا پاک لہو
شہدا کا وقار کیا کہنا

جس کی خوشبو سے ہے بسا عالم
پھول وہ جانفزا مدینہ ہے
چشم ایماں سے کوئی دیکھے تو
منظر والضحیٰ مدینہ ہے

رونق صحن حرم زینت کعبہ تم ہو
عزت مسجد اقصیٰ شہ بطحا تم ہو
تمھیں ہو مظہر کن فی الحقیقت یارسول اللہ
تمھیں تخمیر آب و گل کی حکمت یارسول اللہ

مرے گنجینۂ مدحت کا عنواں یارسول اللہ
مرے مطلع کی زینت حسن دیواں یارسول اللہ

رجب کر اُمید ان کے لطف وکرم پر نہ گھبرا نہ گھبرا نہ کر دل کو مضطر
بلائیں گے تجھ کو شہ ہفت کشور تجھے سن یہ مژدہ دیا جارہا ہے

اگر جاتا ہے کوئی صاف دل بادہ فروشوں تک

ہوا و حرص کا اس کو پلا دیتے ہیں پیمانہ

اقتباسات

والفجر کی نوری طلعت میں عارض کا اجالا کیا کہنا
والیل کی پیاری نکہت سے زلفوں کا مہکنا کیا کہنا
(قرآن کریم)

ہوا ظاہر یہی مالم تکن تعلم کے جلووں سے
کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ
(قرآن کریم)

بھذا البلد سے یہ ہے صاف ظاہر
پسند خدا ہے دیار مدینہ
(قرآن کریم)

لب پہ سرکار کے ہے انا القاسمُ
شادمانی سے اپنے گدا دیکھ کر
(حدیث پاک)

ایکم مثلی نے بخشا یہ سبق ایمان کا
بے مماثل ہے وجود پاکِ حضرت واہ واہ
(حدیث پاک)

تلمیحات

معراج کی نورانی شب میں وہ قربت اسریٰ کیا کہنا
وہ اوج تدلیٰ کیا کہنا وہ راز فاوحیٰ کیا کہنا

خلیل اللہ کی تم ہی ہو دعوت یارسول اللہ
ہو روح اللہ کی تم ہی بشارت یارسول اللہ

اشارہ میں شق ہو قمر پلٹے سورج یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کر دیں انگشت قدس سے پانی یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

شب ہجرت جو اٹھا از رہ اخلاصِ عمل
کہو اعدا سے نہ تھا کیا وہی گام صدیق

حرا سے جس کے جلوے چار سو عالم میں پھیلے تھے
مجھے وہ عارض زیبا دکھا دو یارسول اللہ

خلاصۂ کلام

بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت قبلہ مفتی محمد رجب علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناعت بھی تھے اور نعت خواں بھی۔ آپ کا کلام شرعی و علمی وقار اور ادبی و فنی جمال کا خوبصورت نمونہ ہے۔ زبان و بیان کی سادگی مگر اس سادگی میں پرکاری اور جذبہ کے خلوص و التہاب نیز اصلیت نے کلام کو تاثیر سے بھر دیا ہے۔

ضرورت ہے کہ حضرت رجب قدس سرہ العزیز کے غیر مطبوعہ عربی، فارسی اور اردو کلام کو زیور طبع سے آراستہ کر کے منظر عام پر لایا جائے، تاکہ امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دبستان نعت سے وابستہ حضرت رجب کی شعری استعداد عوام و خواص پر ظاہر ہو اور ان کے کلام کے حسن و تاثیر سے عقائد و ایمان اور ذوق و وجدان کو شادابی و عطر بیزی حاصل ہو اور شعر و ادب کی تاریخ میں ایک باب کا اضافہ ہو۔

کلام رجب پر تبصرہ کے بعد قارئین خود حضرت رجب کے اس شعر ؎

بلبل قدس یا ہزار خیال
آپ کے نعت خواں کو کیا کہیے

کے مطابق جو چاہیں کہیں اور سمجھیں...... وہ بلبل قدس بھی ہیں، ہزار خیال بھی، بلبل ہند بھی، بلبل ریاض عقیدت بھی!

بلبل ہند کی شاعری اور عشق رسول

از : علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی
شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

جس طرح اللہ رب العزت جل مجدہ کی حمد وثنا ایک مسلمان کے لیے فلاح وکامیابی کی ضامن اور اس کے عروج وارتقا کا اہم ذریعہ ہے، اسی طرح اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وستائش اور نعت خوانی سعادت دارین کا سرچشمہ بھی۔ جس نے نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنایا، وہ دین ودنیا کی نعمتوں سے شادکام ہوا اور ہر منزل پر فائز المرام۔

جب کوئی انسان ایمان وعمل اور صدق نیت کے ساتھ عشق ومحبت کی اس وادی میں قدم رکھتا ہے، تو پھر دنیوی جاہ وجلال اور ملک ومال اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس کا روحانی رشتہ محبوب سے ایسا مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے، جس کی راہ میں بڑی سے بڑی مادی طاقتیں بھی رکاوٹ نہیں بنتیں۔ وہ اپنی رفتار وگفتار، عادت واطوار اور عمل وکردار سے یہ ثابت کر دکھاتا ہے کہ اس نے جس ہستی سے تعلق اور رشتہ استوار کیا ہے، اس کی ہر ہر ادا پر مرمٹنے کا جذبہ اس کے سینے میں موجزن ہے، دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے عداوت اس کا شعار دائم ہے، بلکہ اس کے ایمان کی پختگی اس حد تک قائم ہے کہ اپنے خونی رشتوں کو بھی بالائے طاق رکھ کر اپنے ممدوح ومحبوب کے مقابل سب کو ہیچ گردانتا ہے۔ اس کا قلم اٹھتا ہے، تو محبوب کی ناموس عظمت کی حفاظت میں، زبان کھلتی ہے تو مدح وستائش میں اور جوارح سے کام لیتا ہے تو ممدوح کا اسوۂ عظیم کا عکس جمیل اس کے وجود میں نمایاں ہوتا ہے۔

عہد رسالت میں صحابۂ کرام نے قدم قدم پر اپنے اس والہانہ جذبہ وایثار کی مثالیں قائم کیں اور رہتی دنیا کے لیے اپنے انمٹ نقوش چھوڑ گئے، اس زاویہ نگاہ سے جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کیا جائے، تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سرفہرست نظر آئے گی، جنھوں نے اپنے محبوب وممدوح کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا اور کبھی کسی حال میں دریغ نہ کیا۔

اس مقدس جماعت کے بعد ہر دور میں تقلید کرنے والے لوگ میدان عمل میں رونما ہوئے اور عشق وعرفان کا درس دے کر امت مسلمہ کو سرمایۂ زیست وحیات بخشا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کچھ اسی طرح کے عشق ومحبت کا تقاضا کرتی ہے، یعنی جو نعت حضور لکھنے کے لیے قلم اٹھائے اور اپنے جذبات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا چاہے، وہ اپنی اس کیفیت کو ضرور سامنے رکھے، کہ جو کہنا چاہتا ہوں، اس میں کوئی تصنع تو نہیں، ورنہ خالی بناوٹ سے

کچھ حاصل نہ ہوگا۔

نعت کے لغوی معنی ہیں: تعریف کرنا، لہذا نعت رسول کا وضعی معنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کرنا ہوا۔ لیکن اب نعت کے دائرہ میں محض لغوی معنی کے طور پر آپ کے حلیۂ مبارکہ اور قدوقامت کی رعنائیاں ہی شمار نہیں کی جاتیں، بلکہ یہ لفظ اپنے معنی لغوی سے تجاوز کرکے اب ہمہ گیر وسعت کا حامل بن گیا ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کے واقعت، سیرت کے حالات، خواہ ان کا تعلق آپ کی رفتار وگفتار سے ہو یا عادات واطوار سے۔ نشست وبرخاست سے ہو، یا عمل وکردار سے، حتی کہ آپ کے جملہ منسوبات، بلکہ آپ کے دشمنوں کا رد وابطال بھی اسی دائرہ میں شمار ہوتا ہے۔

سرخیل نعت گویاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں جب ہدیۂ محبت وعقیدت پیش کرنے کے لیے حاضر آتے، تو آپ کے اشعار جہاں سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد پر مشتمل ہوتے، وہیں اعدائے دین کی توہین وتنقیص بھی واضح الفاظ میں موجود ہوتی، دونوں صورتوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز واکرام ہوتا، دعاؤں سے نوازے جاتے اور بارگاہ رسالت سے اس بات کی سند دی جاتی، کہ تمہارا ہر طریقہ ہمارے دربار میں مقبول ومحمود ہے۔

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد اقدس میں منبر بچھاتے، حسان اوپر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومفاخر بیان کرتے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے طعنہ ہائے کفار کا رد کرتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تک حسان، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے، اللہ عزوجل جبرئیل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

اس مژدۂ جانفزا اور بشارت عظمیٰ کو پیش نظر رکھ کر عشاق رسول نے اپنے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیا اور پوری زندگی اس کا وظیفہ پڑھتے رہے، جہاں تعریف وتوصیف کے غلغلے بلند کیے، وہیں دشمنان رسول پر بجلیاں بھی گرائیں۔ جہاں مدح وستائش کے گن گائے، وہیں اعدائے دین کی مذمت اوران کے ردوابطال کا طریقہ بھی اپنایا۔ قارئین کرام! شعرائے اسلام کے نعتیہ کلام کو ملاحظہ کریں، تو ہمارے ان تمہیدی کلمات کی مزید وضاحت ہوجائے گی۔

بلبل ہند حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ نانپاروی علیہ الرحمہ علمائے ہندوستان میں عظیم خصوصیات کے حامل تھے اور رشد وہدایت میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ پوری حیات طیبہ خدمت دین متین اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں بسر فرمائی۔

علم کی نورانیت سے تو قلب منور تھا ہی، عمل و کردار، زہد و تقوی، عبادت و ریاضت، اوراد و وظائف اور اتباع سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی آپ کی ذات ستودہ صفات مزین تھی، غرض یہ کہ ایک عالم باعمل کے لیے جو چیزیں لازم ہوتی ہیں، ان پر آپ شدت سے عمل پیرا رہے، خود کو عمل سے آراستہ کیا، تو دوسروں کی بھی اصلاح فرمائی۔ علمائے کرام کو انبیائے کرام کی وراثت درا ہم و دنانیر کی صورت میں نہیں ملتی، بلکہ علم وعرفان، تبلیغ و عمل، خلوص وللّٰہیت اور اصلاح خلق خدا کی شکل میں دی جاتی ہے، جو ان امور پر کاربند رہا، وہ بلاشبہ وارث نبی کہلانے کا مستحق ہے، جس نے اپنی اصلاح کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا، اور ملت اسلامیہ سے خیر خواہی اور جذبہ خیر سگالی کو اپنا شعار بنایا، وہ واقعی نائب رسول ہے۔

آپ کی حیات طیبہ میں ایک عنصر غالب ملتا ہے اور وہ ہے، عشق رسول، جس کی بدولت ان کو ''بلبل ہند'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کے عشق ومحبت اور خلوص ووارفتگی کا اظہار ان کے ان دردمندانہ اشعار سے ہوتا ہے، جو آپ کے نعتیہ مجموعوں کی زینت ہیں، لوگوں میں عشق رسالت کا والہانہ جذبہ پیدا کرنا اور ملت اسلامیہ کو حب رسول کی دولت سے مالا مال کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ فرماتے ہیں ؎

صبا مدینے میں جاکے میرا شہ عرب سے سلام کہنا
ادب سے جالی کے سامنے تو یہ میرے دل کا پیام کہنا
یہ کہنا جا کر حضور والا ہے درد فرقت سے دل دوپارہ
بلا لو طیبہ میں پھر خدارا یہی تو اے خوش خرام کہنا
یہ عرض کرنا تمھارا منگتا حضور رو رو کے کہہ رہا تھا
صبا کرم سے سلام میرا تو پیش خیر الانام کہنا
(ریاض عقیدت: ص ۴۸)

مزید فرماتے ہیں ؎

مدینہ کا وہ روح افروز منظر مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہا ہے
الٰہی ہو پھر ان کے در پہ مرا سر یہی دل میں ارمان اب آ رہا ہے
وہ کعبہ کا کعبہ وہ جنت کی جنت وہ جالی سے چھن چھن کے انوار رحمت
مسلسل تصور میں اشک ندامت مرا دیدۂ شوق برسا رہا ہے
(ریاض عقیدت: ص ۲۶)

مزید عرض کرتے ہیں ؎

مرا جو کچھ ہے حال قلب مضطر یارسول اللہ
عیاں ہے آپ کے سب لوح دل پر یارسول اللہ
غم و رنج و الم کی بدلیاں گھر گھر کے آتی ہیں
تمھارے بے نوا منگتا کے سر پر یارسول اللہ

یہاں یہ بات خاص طور پر ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے، کہ حمد ونعت کے ذریعہ اپنے جذبات واحساسات کا اظہار شاعر اس لیے نہیں کرتا، کہ میرے کلام سے ممدوح کا مقام ارفع واعلیٰ اور بلندو بالا ہو جائے گا، بلکہ یہاں حامد و مدح خواں اپنے ہی کلام کو زینت بخشتا ہے۔ چناں چہ بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت کے موتی لٹانے والے شاعر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی میں نے اپنے کلام کے ذریعہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف نہیں کی، بلکہ آپ کے نام اقدس کی بدولت اپنے کلام کو زینت بخشی۔

اور واصف شاہ ہدیٰ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں نے ہمیں عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ناموس مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کے احترام سے روشناس کیا اور عشق ومحبت کا درس دیا، بلبل ہند علیہ الرحمہ کی شبانہ روز جدو جہد بھی یہی تھی، کہ وہ اہل اسلام کے قلوب کو عشق رسول کی دولت عظمیٰ سے سرفراز کریں اور اس نعمت کبریٰ کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھ کر اپنی سچی غلامی کا ثبوت دیں۔ چناں چہ آپ نے اس چیز کا درس اپنے منظوم کلام کے ذریعہ احسن وجوہ سے پیش فرمایا۔

لہذا آپ کا کلام عشق رسول کی لازوال دولت سے معمور نظر آتا ہے، جس میں غیرت عشق، آداب عشق، سوزش عشق اور نوائے عشق کی جھلکیاں صاف دکھائی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ۔

غیرت عشق :

تمھارے آستانے کے گدا آخر کہاں جائیں
تمھارا چھوڑ کر رحمت کا داماں یارسول اللہ　　　(ص ۱۹)

تمہارا آستانہ چھوڑ کر آخر کہاں جائیں
کہ ہے کافی ہمیں داماں تمہارا یارسول اللہ (ص۲۰)

سوزش عشق:
دور ہر درد ہو دل سے مرے اے شاہ زمن
عشق کا درد رہے یہ نہ کہیں کم ہوجائے (ص۳۱)

جو راہ عشق میں مرتے ہیں مر کے جیتے ہیں
انھیں کو زیست کا ہے لطف اس قرینے میں (ص۳۳)

دل جگر جاں سب برائے مصطفیٰ
سب تصدق سب فدائے مصطفیٰ

گویا آپ کا مجموعہ کلام عشق و مستی کا پھوٹتا ہوا آبشار ہے اور بے خودی و وارفتگی کا حسین گلدستہ، بلبل ہند اپنی نوا سنجی سے عشاق کے دل تڑپاتے اور سوزش عشق سے دیوانوں کے قلوب کو گرماتے ہیں۔ اس میں عشق و محبت، خلوص و عقیدت، حقیقت و معرفت اور لطائف و نزاکت کے بے شمار پھول ہیں، جن کی سج دھج نہایت دل کش منظر پیش کرتی نظر آتی ہے۔

زبان و بیان کی پاکیزگی، علم و فن کی پختگی، فکر و خیال کی ندرت اور حب صادق کی لطافت سے مالا مال ''ریاض عقیدت'' بلاشبہ اسم با مسمّٰی ہے، جو اپنی عقیدت کے باغوں سے پھولوں کا مہکتا گجرا لیے، بارگاہ رسالت میں نذرانہ پیش کرنے کے لیے سجایا گیا ہے۔ اس باغ کا ہر پھول عقیدت کیشوں کے لیے سوغات کا مظہر کامل ہے، معنوی سوز و گداز کے ساتھ ادبی اور فنی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ مجموعہ اہمیت کا حامل ہے۔

صنعت طباق و تضاد : اہل فن کے نزدیک کلام میں ایسے دو لفظوں کا لانا جن کے معنی ایک دوسرے سے جدا ہوں، خواہ دونوں اسم ہوں، یا دونوں فعل، یا دونوں حرف، مثلاً بلبل ہند فرماتے ہیں ؎

اگر ہو حق پہ تو باطل کا ترک لازم ہے
اگر ہو عشق میں پختہ تو پھر نہ خام رہو (ص۵)

اس شعر کے پہلے مصرع میں حق و باطل ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دوسرے مصرع میں پختہ اور خام میں تضاد ہے ۔

آپ پر غیب و شہادت کے سب اسرار کھلے
مرحبا فائز انوار فـــــاوحـــــیٰ تم ہو

اس شعر کے پہلے مصرع میں غیب اور شہادت آپس میں متضاد ہیں۔

جلوۂ وحدت ہے کثرت میں عیاں
نور حق سے کل جہاں آباد ہے　　(ص۵۱)

اس شعر کے پہلے مصرع میں وحدت اور کثرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

صنعت ترصیع : پہلے مصرع کا ہر لفظ دوسرے مصرع کا ہم قافیہ ہو جیسے ۔

تمھیں جلوہ نمائے شان وحدت یارسول اللہ
تمھیں پردہ کشائے باب کثرت یارسول اللہ　　(ص۱۶)

پہلے مصرع میں جلوہ، دوسرے میں پردہ، پہلے میں نمائے، دوسرے میں کشائے، پہلے میں شان، دوسرے میں باب، پہلے میں وحدت اور دوسرے میں کثرت ہم قافیہ ہیں، ساتھ ہی وحدت و کثرت میں تضاد ہونے کے سبب صنعت طباق بھی ہے۔

آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ کا قلب وجگر قرآن وحدیث کی شراب معرفت سے سرشار تھا، اسی لیے آپ کے ذوق سلیم کو تسکین اسی وقت ہوتی تھی، جب اپنے ممدوح ومحبوب کی مدح وستائش قرآن وحدیث کی تلمیحات واقتباسات سے فرماتے۔ آپ کے مختصر مجموعہ میں اس چیز کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

تلمیح : متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرے، تو یہ تلمیح ہے۔ اور اگر قرآن وحدیث کا کوئی ایسا ٹکڑا جس کو بعینہ قرآن کی آیت یا حدیث نہ کہا جائے تو یہ اقتباس کہلاتا ہے۔ دونوں صنعتوں میں بلبل ہند قدس سرہ کی طبع آزمائی ملاحظہ کیجیے ۔

سورۂ فتح کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا.

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔

یہ آیت صلح حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے نازل ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی ہوئی اور صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبارک بادیاں دیں، اس فتح سے صلح حدیبیہ مراد ہے، جو درحقیقت فتح عظیم کا سبب بنی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى.

اور بے شک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی، تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے، راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا، جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہ گاران امت بخش دیے جائیں، تو آیت واحادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ حضور کی شفاعت مقبول اور حبیب کی مرضی مبارک سے گنہ گاران امت بخشے جائیں گے۔ سبحان اللہ! کیا رتبہ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لیے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے اعلان عام فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ.

اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے اس آیت کو دریافت فرمایا، تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے، میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔

ان تینوں آیتوں کے مفاہیم سامنے رکھیے اور پھر بلبل ہند کے یہ اشعار پڑھیے ؎

محبوب کی فتح ونصرت میں اعلان فتحنا کیا کہنا
مرضی میں حبیب خالق کی تنزیل فترضی کیا کہنا		(ص۱۰)

رفعنا سے ظاہر ہے رفعت تمھاری
فتحنا سے روشن ہے عظمت تمھاری

والفجر (الفجر آیت ۱) اس صبح کی قسم

والليل اذا يغشىٰ (الليل آیت ۱) اور رات کی قسم جب چھا جائے۔

والضحىٰ والليل اذا سجىٰ (الضحیٰ آیت ۱،۲) چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب پردہ ڈالے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبح کی قسم اور دوسری میں رات کی قسم یاد فرمائی۔ بعض مفسرین نے فرمایا، کہ چاشت اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوئے عنبریں سے۔

ان آیات کے مذکورہ معانی ذہن میں رکھتے ہوئے بلبل ہند کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھیے ؎

والفجر کی نوری طلعت میں عارض کا اجالا کیا کہنا
واللیل کی پیاری نکہت سے زلفوں کا مہکنا کیا کہنا

کوئی دیکھے تو والضحیٰ کی قسم، عارض نور بار کیا کہنا
شان والیل اے تعالی اللہ زلف مشکیں بہار کیا کہنا (ص ۳۴)

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی.
پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔
ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی. (النجم آیت/ ۸، ۹، ۱۰)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوہ اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا، حضور حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے، پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہوئے، تو قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احبا میں جو نزدیکی متصور ہوسکتی ہے، وہ اپنی غایت کو پہنچی۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خاص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی فرمائی، کہ وحی بے واسطہ تھی اور یہ خدا اور رسول کے درمیان راز اور اسرار ہیں جن پر کسی کو اطلاع نہیں اور کوئی ان کا متحمل بھی نہیں ہوسکتا۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی. (النجم آیت/ ۱۷)
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال قوت کا اظہار ہے، کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں، آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا، اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ داہنے بائیں کی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ کی طرح بے ہوش ہوئے، بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔

ان آیات کے معانی و مطالب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بلبل ہند نے فرمایا۔

معراج کی نورانی شب میں قربت اسریٰ کیا کہنا
وہ اوج تَدَلّٰی کیا کہنا وہ راز فاوحیٰ کیا کہنا
آغوش دنیٰ میں جب پہنچے اسرار سب ان کے دل پہ کھلے

ماز اغ کی چشم حق بیں سے ہر چیز کو دیکھا کیا کہنا　　　(ص۱۰)

شب معراج مــا اوحــیٰ کے جلووں سے یہ ظاہر ہے

عیاں ہے آپ پر ہر راز پنہاں یارسول اللہ

اس آخری شعر میں صنعت طباق بھی ہے، کہ عیاں اور پنہاں کے معنیٰ میں تضاد ہے۔

لَااُقْسِمُ بِهٰذَاالْبَلَدِ. (البلد آیت ۱/)

مجھے اس شہر کی قسم

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم یاد فرمائی اور اس کے متصل دوسری آیت سے معلوم ہوا، کہ یہ عظمت مکہ مکرمہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رونق افروزی کی بدولت حاصل ہوئی، تو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو رونق بخشی، تو بلا شبہ وہ بھی اللہ رب العزت کے یہاں پسندیدہ ہے، بلبل ہند نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے ؎

بھــــذا البــلــــد سے یہ ہے صاف ظاہر

پسند خدا ہے دیار مدینہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. (الانشراح آیت ۱/)

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا، ہدایت و معرفت اور موعظت و نبوت اور علم و حکمت کے لیے یہاں تک کہ عالم غیب و شہادت اس کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ اور روحانیہ کے لیے مانع نہ ہو سکے اور علوم لدنیہ اور احکام الٰہیہ و معارف ربانیہ و حقائق رحمانیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے۔ بلبل ہند فرماتے ہیں ؎

الــم نشــرح لک صــدرک تمھاری شان میں آیا

کہ تم ہو حامل اسرار قدرت یارسول اللہ

ہوا ظاہر یہی مــالــم تـکـن تـعلم کے جلووں سے

کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ

اس آخری شعر میں صنعت طباق بھی ہے کہ غیب و شہادت میں تضاد ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ. (النساء آیت ۱۱۳/)

اور تمھیں سکھا دیا، جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

یعنی امور دینیہ و احکام شرع و علوم غیب اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ. (آل عمران: ۱۳۵)

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ غلبہ و فتح اور کامیابی کے لیے صاحب ایمان ہونا شرط ہے، لہذا جو گروہ ایمان نہیں رکھتا، وہ اس دنیا میں بھی خائب و خاسر اور ذلیل و خوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہمیشہ کی ذلت اس کا مقدر۔ اب اگر وہ ظاہری نعروں کے ذریعہ اپنا غلبہ چاہے تو یہ خیال خام و جنون مدام ہے۔ بلبل ہند نے اسی طرف اشارہ فرمایا ؎

ہوا مشروط ایماں انتــم الاعلـــون کا مژدہ
نہیں ایماں تو کیا حاصل ہے نعروں کے لگانے سے

(ص۵۰)

صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً .(البقرہ آیت/۱۳۷)

ہم نے اللہ کی رینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی ہے۔

یعنی جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں نفوذ کرتا ہے، اسی طرح دین الٰہی کے اعتقادات حقہ ہمارے رگ و پے میں سما گئے۔ ہمارا ظاہر و باطن، قلب و قالب اس کے رنگ میں رنگ گیا، ہمارا رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے، بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے، ظاہر میں اس کے آثار و اوضاع افعال سے نمودار ہوتے ہیں۔ نصاریٰ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے، یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا، تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے اب یہ سچا نصرانی ہوا۔ اس کا اس آیت میں رد فرمایا، کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

اب بلبل ہند کا یہ شعر پڑھیے اور ان کے حسن تخیل اور جودت طبع کی داد دیجیے۔ فرماتے ہیں ؎

صبـــغۃ اللہ و مـــن احســـن کا ہے ایسا نکھار
رنگ عرفاں جو ہر ہستی کا آب زر بنے

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما انا قاسم و اللہ یعطی.(بخاری شریف)

میں ہی تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

ہر چیز ہر زمانہ میں ہر جگہ ہر شخص کو حضور ہی کے دربار سے ملتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ مالک کل اور مختار کائنات ہیں۔ ان کے دربار سے ہر منگتا اپنی مرادوں کی جھولیاں بھر کر لوٹتا ہے اور کبھی کسی کو محروم نہیں کیا جاتا ہے۔

عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اس شاہانہ دربار میں سائلوں کی بے روک ٹوک رسائی اور اس باب رحمت سے ہر ایک کی حاجت روائی کی منظر کشی بلبل ہند نے اس طرح فرمائی۔

دوڑے آتے ہیں منگتا ہر اک سمت سے
دامن قاسم دوسرا دیکھ کر
لب پہ سرکار کے ہے انــا الــقــاسـمُ
شادمانی سے اپنے گدا دیکھ کر

ان تمام چیزوں کے ساتھ آپ کے کلام میں ایک اور چیز بطور خاص ملتی ہے اور وہ ہے امام احمد رضا قدس سرہ کے کلام کا عکس جمیل۔ بلاشبہ امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کلام عشق وعرفان میں ڈوبا ہوا کلام ہے اور اس کے بارے میں یہ مقولہ ''کلام الامام امام الکلام'' زبان زد خاص وعام ہے۔ بلبل ہند کے کلام کا جب مطالعہ کیا، تو امام احمد رضا کے کلام سے مستفاد اور کیف وسرور میں ڈوبے ہوئے اشعار درجنوں کی تعداد میں موجود پائے۔ چند آپ بھی ملاحظہ کیجیے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

یہ نہیں کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

بلبل ہند یوں نغمہ سرا ہیں۔

بہار باغ رضواں حق ہے لیکن
مری جنت ہے کاشانہ نبی کا

امام احمد رضا معجزہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا یوں بیان کرتے ہیں۔

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر دیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمھارے لیے

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

بلبل ہند اس کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں۔

اشارہ میں شق ہو قمر پلٹے سورج یہ قدرت نہیں ہے پھر اور کیا ہے
رواں کردیں انگشت اقدس سے پانی یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

امام احمد رضا معراج کی شب حضور کا بارگاہ خداوند قدوس میں قرب خاص اور اسرار الٰہی کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

بلبل ہند نے اپنے دو شعروں میں اس کو یوں بیان کیا۔

تعالی اللہ دنیٰ کے راز اور انسان کی عقلیں
جہاں جبریل سے عارف ہیں حیراں یارسول اللہ
شب معراج ما اوحیٰ کے جلووں سے یہ ظاہر ہے
عیاں ہے آپ پر ہر راز پنہاں یارسول اللہ

امام احمد رضا مدت العمر مدح سرائی کرتے رہے اور عشق رسالت کے گن گاتے رہے، لیکن فیصلہ یوں سنا گئے۔

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ

اور بلبل ہند نے بھی اپنی تمام تر نغمہ سنجیوں کے باوجود یہی کہا۔

ثنا سرکار کی اور میرا امکاں یارسول اللہ
خدا خود آپ کا جب ہے ثناخواں یارسول اللہ

ثنا آپ کی کب رجبؔ سے ہو ممکن
خدا خود کرے جب کہ مدحت تمھاری

اور راقم الحروف نے امام احمد رضا کے اس شعر پر مضمون ختم کردیا۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

بلبل ہنداور عشق رسول : ریاض عقیدت کے آئینے میں

از : حضرت مفتی محمد ابوالحسن قادری مصباحی
صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

تاجدار اہل سنت ، ماہتاب رشد وہدایت ، واقف اسرار شریعت حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد رجب علی قادری رضوی مصطفوی عزیزی علیہ الرحمۃ والرضوان عبقری شخصیت کے مالک تھے ، بحر علم ومعرفت کے شناور ، بلند پایہ فقیہ ، بالغ نظر متکلم ،فکر ساز مدرس ،سحر انگیز خطیب ، وجد آفریں نغمہ سنج ، عاشق زار رسول تھے ۔علمی جاہ وجلال ، فضل وکمال اور متعدد گونا گوں کمالات کی بنیاد پر اکابر ملت وافاضل اہل سنت کے یہاں امتیازی مقام رکھتے تھے ۔ احقاق حق وابطال باطل ،حق گوئی وبے باکی میں درج ذیل شعر کے مصداق تھے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ صوبہ اتر پردیش کے روحانی وعرفانی اقدار کے حامل مشہور ومعروف ضلع بہرائچ شریف کے ایک ایسے قصبہ میں تولد ہوئے ،جس کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر کامل تعارف ہے ۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ متعدد قابل ستائش اوصاف کے پیکر تھے ،آپ کی صفات حمیدہ میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف سب سے زیادہ نمایاں اور ہر وصف پر غالب تھا ،آپ نے اپنی پوری حیات ثنائے رسول وتوصیف نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف رکھی ۔آپ مدح رسول کے دونوں طریقے نظم ونثر کے بیک وقت بادشاہ تھے ۔گویا آپ جہاں ایک باکمال ادیب ونثر نگار تھے ، وہیں شاعر بااقتدار بھی تھے ۔شعر وشاعری ،نظم وادب کے شہر یار تھے ۔ یوں تو شاعری کی چند صنفیں ہیں ،حمد ،نعت ،منقبت ،مثنوی ،غزل ،قصیدہ ،مستزاد ، رباعیات ، قطعات مگر آپ نے اپنی شاعری کا محور ومرکز زیادہ تر صنف نعت گوئی کو بنایا تھا ۔نعت تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ مستعمل اور مقبول ہے ۔نعت کا لغوی معنی ہے تعریف وتوصیف اور فن شاعری میں حضور جان جاناں ،خلاصہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بیان کرنا ،انواع سخن میں نعت گوئی انتہائی مشکل اور دشوار تر ہے ،اگر کہا جائے کہ نعت نگاری تلوار کی دھار پر یا وادی پرخار میں چلنے کے مترادف ہے ،تو بجا ہوگا ، کیوں کہ زور قلم ، جولانی

طبع، جوش بیان کے باعث گام گام پر اعتدالی حد سے مجاوزت کا امکان اور خطرہ ہلاکت خیز کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جس مقدس ومحترم ذات کی باعظمت بارگاہ میں دانستہ وغیر دانستہ ادنی سوے ادب بھی حبط اعمال کا سبب ہو، اس کی مدح وثنا میں لب کشائی بڑے ہوش وحواس کا کام ہے۔ نعت نگاروں پہ یہ حقیقت نہاں نہیں۔ خود امام شعروادب، معلم عشق مصطفیٰ مجدد اعظم، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف ایک مشکل ترین صنف ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوجاتی ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔'' (الملفوظ ج ۲ ص ۴)

اسی کی ترجمانی عرفی شیرازی کے درج ذیل شعر سے ہوتی ہے ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہوشیار کہ بردم تیغ است قدم را

نعتیہ شاعری مشکل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی خیر وبرکت، فیروز بختی وسعادت اخروی، کامرانی، خدا اور رسول کی خوشنودی کا باعث اور نتیجہ خیز ہے۔ اسی لیے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مقبولیت وعروج وترقی کے اعتبار سے ہر صنف سخن پر فائق رہی، خالص شعرا ہوں یا جلیل القدر ائمہ علم وفن، ارباب فکر وفضل ہوں یا مفسرین ومحدثین ہر ایک نے محبوب خاطر رکھا، ان میں اکثر نے نعت نگاری کو اپنی زندگی کا قابل فخر سرمایہ سمجھا، جن عشاقان مصطفیٰ نے بارگاہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عقیدت ومحبت، الفت وارادت کا پھول پیش کیا ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، اسی سلسلۃ الذہب میں عالم افضل، فقیہ اَجل، شاعر بے بدل حضرت مفتی نانپارہ کی ذات گرامی بھی ہے۔

پھر نعتیہ شاعری میں الفاظ کے تار وپود کی آراستگی کے ساتھ والہانہ عقیدت والفت، حب صادق، سوختہ دل، وارفتگی شوق، سوز نہاں، چشم گریاں، قلب بریاں، درد ہجراں، اضطراب وبے قراری، مزاج عشق امر لابدی ہے، اس لیے ممدوح سے مداح کا جس درجہ رشتہ مضبوط ہوگا، اسی اعتبار سے اس کے اشعار میں روح شاعری اور حسن وعشق کی جلوہ گری ہوگی، اسی لیے اس صنف پر طبع آزمائی ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ وہی اس مشکل مگر مبارک راہ میں کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہوتا ہے، جو عشق رسول کا مذاق رکھتا ہے، جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شوریدہ حال، آشفتہ خاطر، وارفتہ ہوش رہتا ہے، جس کا دل وجد وشوق، فدائیت کا ذوق وارفتگی واضطراب رکھتا ہے ؎

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

گویا نعت نگاری ایک وہبی اور عطائی نعمت ہے، جس میں عنایت ربانی، توفیق ایزدی فضل رحمانی کرم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عاشق ذیشان حضرت مفتی نانپارہ کی تالیف ''ریاض عقیدت'' کے درج ذیل نعتیہ اشعار منہ بولتے شاہد ودلیل ہیں کہ رب ذوالمنن نے جہاں انھیں قادرالکلام عظیم پایہ سخنور اور بے مثال شاعر بنایا تھا، وہیں اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ اور سچا محبّ بنایا تھا۔ بادۂ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جام سے سرشار قلب مضطر، دھڑکتے دل، مچلتے جذبات سے سرفراز فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد متوسطات واعلیٰ درجات کے لیے رب قدیر کے فضل وکرم سے آپ نے اس شہر بریلی کا رخ کیا، جو عشق وعقیدت کا مرکز، محبت رسول کا لالہ زار ہے، جہاں آداب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سکھائے جاتے ہیں، الفت رسالت کے گل وگلاب مہکتے ہیں، مدحت مصطفیٰ کے حسین گلدستے سجائے جاتے ہیں، فضاؤں میں توصیف رسول کے سحر انگیز دل آویز نغمے گونجتے ہیں، جب اس چمن کی خوشبو آپ کے مشام جاں تک پہنچی، تو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دینے والی شخصیتوں نے نگاہوں سے آپ کے دل میں عشق ووارفتگی کی بجلیاں بھر دیں۔

پھر تو ہجر رسول وفراق حبیب مقبول کی بے قراری وبے تابی، اضطراب وبے کلی کا یہ عالم ہوا، کہ آپ کا حال منادی تھا۔

جلاکر خرمن ہستی کو ان کی دید کر اے دل
تماشا آج بھی تو دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

اور آپ کا قال گویا تھا۔

مر رہا ہوں مجھے طیبہ میں بلا لو جو شہا
بالیقیں پھر مرے جینے کا سہارا ہوجائے

میں شوق زیارت میں اڑ جاؤں یارب
سوئے گلشن پر بہار مدینہ

چھوڑیے سب غم مدینہ کو چلیں

ہے وہیں عیش و قرار زندگی

مجھے درکار ہے ہر دم بہار جلوۂ زیبا
نہیں میں طالب گلزار رضواں یارسول اللہ

رات دن میں ترے محبوب کا جلوہ دیکھوں
یا خدا تو مجھے نزدیک مدینہ کردے

بلا لو اپنے روضے پر خدارا یارسول اللہ
کرم کا اپنے پھر کردو اشارہ یارسول اللہ
رجبؔ کو مستقل سرکار میں اپنی بلا لیجے
نہیں ہے ہند میں رہنا گوارا یارسول اللہ

اور عاشق دل سوز کے عشق کا تقاضا ہے کہ اپنے محبوب وممدوح کی مدح وثنا، تعریف وتوصیف کا گلدستہ تیار کرے، والہانہ عقیدت ومحبت، الفت وارادت کا اظہار کرے، اسی وجہ سے صاحب تذکرہ حضرت مفتی نانپارہ نے مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی بنالی اور اس کے لیے شاعری لازم حیات جزء لاینفک بلکہ اپنا حرز جاں وطغرائے ایماں بنالیا۔ کیوں کہ شاعری محبوب کی تعریف وثنا اور ارادت قلبی کے اظہار کے تمام ذرائع میں سب سے زیادہ موثر اور نفیس ذریعہ ہے، صورت وسیرت، حسن وجمال، فضل وکمال، رعب وجلال کا ذکر جس دل آویزی اور دل کشی نیز حسن وخوبی سے نظم میں کیا جاسکتا ہے، دوسرے اسلوب میں نہیں ہوسکتا، سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی بادۂ حجاز کے سرمستوں میں گلہائے عقیدت ونذرانہ الفت پیش کرنے کا طریقہ نظم وشعر کے اندر نقطۂ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ تقریباً ہر بستی اور شہر میں عاشقان مصطفیٰ کے نغمے گونجنے لگے تھے ؎

مستی عشق مصطفیٰ قریہ بہ قریہ کو بہ کو
بادۂ فیض جام جام کیف عطا سبو سبو

معلوم ہوا، کہ ممدوح کو رب قدیر کی جانب سے عشق وعقیدت کی وارفتگی ملی تھی، وہیں زبان وبیان پر ملکۂ تامہ، ادائے مافی الضمیر پر قدرت کاملہ، فنکاری وحسن آفرینی، لب ولہجہ کی بلند آہنگی، طنطنۂ بیان کی سحر کاری، ہمہمۂ خیال، زمزمۂ کلام کی دل آویزی بھی۔

یہی سبب ہے کہ آپ کا نعتیہ کلام تقدیس الوہیت، عشق رسالت، محبت صحابہ، الفت اولیا کا چھلکتا ہوا جام ہے، فکر وفن، حسن وعشق کی تابکاری، مضمون کی تازہ کاری، فنکارانہ کاوش، والہانہ جذبات، الفت ومحبت کی نیرنگی، نیز فصاحت وبلاغت، حلاوت وملاحت، لطافت ونزاکت، لخلخۂ افکار، زمزمۂ بیان کا سدابہار چمن ہے یا تشبیہات کی سادگی اورنکھار، استعارات کی جودت، لہجے میں گھلاوٹ اوروارفتگی طرز ادا کی شگفتگی، سرشاری وطرب انگیزی، فکر میں رفعت ورعنائی، خیال کی شادابی جیسے عناصر کا غازہ ہے۔

لیجیے مداح رسول بلبل ہند حضرت علامہ الحاج مفتی محمد رجب علی قدس سرہ کے عشق وعقیدت کی چند جھلکیاں ''ریاض عقیدت'' کے آئینے میں ملاحظہ کیجیے:

مقام عشق نگاہ عشق میں

عشق وصال حبیب کی طلب، ہجریار کے درد کا نام ہے، عاشق کے لیے عشق ایک لازوال اور بے مثال دولت ہے، زندگی کا سب سے بہترین سرمایہ ہے۔اسی لیے اس کی تمنا ہوتی ہے کہ یہ آتش عشق ہمیشہ مشتعل رہے، میرے ممدوح شاعر ایک سچے عاشق تھے، آپ کے یہاں بھی عشق نعمت بے بہا ہے، آپ اس کے ہمیشہ قائم رہنے کی دعا کرتے ہیں۔

رہے تا دم مرگ شاہ مدینہ
مرے دل میں الفت محبت تمہاری

دور ہر درد ہو دل سے مرے اے شاہ زمن
عشق کا درد رہے یہ نہ کہیں کم ہوجائے

تمہارے عشق میں رہنا ہی زہد و پارسائی ہے
مرا ایماں تمہارے آستانہ کا گدائی ہے

آپ کے یہاں درد عشق اور درد ہجر خود لذت ودوا ہے، وہی سکون جان وجگر ہے، درد کی لذت کو اہل درد ہی جانتے ہیں، وہ مریض اچھا جوان کے درد کا بیمار ہے۔

ہجر میں غم کہاں بے قراری کہاں طفل ناداں نے سمجھا نہ راز نہاں
ہجر میں ہجر کا درد ہے خود دوا اس دوا سے مرا دل بہلتا رہے

ہزاروں غم ہیں دل میں مگر ان کی محبت کا
فقط اک درد ہے میرے لیے آرام جاں ہوکر

اعتقاد عشق

عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ وہ شخص مردہ ہے جس کی روح بدن سے جدا، حرکت قلب ونبض بند ہوگئی ہو، مگر عاشق جاں سوختہ نگاہ عشق میں محبوب کے نام پر یا راہ عشق میں مرنے والا مردہ نہیں ہوتا، گرچہ روح بدن سے منفصل ہوگئی، بلکہ حقیقت میں وہی صاحب حیات ہے، مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کا تصور عشق ملاحظہ ہو۔

نام مولیٰ پر جو دل سے مٹ گیا
ہوگیا وہ نامدار زندگی
جو راہ عشق میں مرتے ہیں مرکے جیتے ہیں
انہیں کو زیست کا ہے لطف اس قرینے سے

جو یاد میں ان کے مرتا ہے مرتا ہی نہیں وہ جیتا ہے
قسمت کے دھنی کو ملتا ہے یہ عشق کا سودا کیا کہنا

مرکز عشق

عشق وایماں سے سرفراز حضرات کے یہاں مدینہ طیبہ کائنات عشق کا مرکز ہے، عرش بریں کے نورانی قافلے ہوں یا فرش زمیں کے کاروان شوق سب کی نگاہ توجہ ارض طیبہ ہی کی سمت ہے، کیوں کہ اسے محبوب خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس دیار ہونے کا شرف حاصل ہے، مگر بلبل ہند علیہ الرحمہ کے پروانہ فکر کی ندرت تخیل و وسعت پرواز دیکھیے ، آپ کے یہاں مدینہ طیبہ ایک محدود جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جہاں کہیں حبیب خدا جلوہ گر ہوجائیں، وہیں مدینہ ہوجاتا ہے، رشک ارم ورشک گلزار رضواں بن جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

میرے دل میں رجب وہ آجائیں
پھر کہوں دل مرا مدینہ ہے
آپ آجائیں مرے دل میں مکیں ہوجائیں

مرا اجڑا ہوا گھر رشک ارم ہوجائے

دیارحبیب نگاہ عشق میں

عاشق دل سوز کی نظر میں محبوب کے زلف وگیسو، دہن ورخسار، لباس وپیراہن پیارے ہوتے ہیں، دیار محبوب کے بام ودر، کوچہ وبازار، صحراوکوہسار، ذرہ وغبار بھی بڑے عزیز اور سکون قلب وجگر کا سامان ہوتے ہیں۔ مدینہ طیبہ دیار حبیب ہونے کی حیثیت سے کاروان شوق کے دلوں کی دھڑکن ہے، عاشق مصطفیٰ حضرت مفتی نانپارہ پر قربان ہوجائیں آپ کی نگاہ میں مدینہ دل بیمار کا مداوا ہے، اس کے ذرات رشک مہ وانجم ہیں، ان کے حسن ولمعان پر کہکشاں کا جمال بھی نثار ہے، راہ طیبہ کے خار بھی خار نہیں گل وگلاب سے بہتر ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں ؎

محبوب ہوئے تارے قرباں ہوئے سیّارے
بے پردہ اگر ذرے چمکے ہیں مدینے کے

عرب کی زمیں پر چمکتے دمکتے
جواہر کے وہ کوہسار اللہ اللہ

نگاہوں میں مومن کی خار مدینہ
فزوں ہیں نزاکت میں لاکھوں گلوں سے

مدینہ کی زمیں کا ذرہ آنکھوں سے لگالوں میں
ہے میرے خاتم دل کا نگینہ یارسول اللہ

اچھا نہ ہو بیمار جو عالم کی دوا سے
کہہ دو کہ وہ جلد چلا جائے مدینہ

زندگی ہی میں پہنچ جائے سوئے خلد بریں
جیتے جی جس کا مدینہ میں گزر ہوجائے

خار رہ مدینہ کو کہنا کبھی نہ خار
ہر خار رنگ و حسن میں گل سے سوا ملا

ذکرحبیب نگاہ عشق میں

من احب شیئا اکثر ذکرہ۔محبوب کا تذکرہ ہی عاشق کے دل کا سکون قلب کی راحت کا سامان ہوتا ہے، ذکر میں کبھی وصل نہ ہوتو لذت ذکر بھی وصل سے ہم کنار کرتی ہے۔

ع　　ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

عشاقان ومداحان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت مفتی نانپارہ کا اونچا مقام ہے، ذکر حبیب آپ کا طغرائے ایماں تھا،آپ کی کتاب ''ریاض عقیدت'' تذکرہ محبوب کا مرقع اورسوز وشوق کا حسین گلدستہ ہے۔آپ ذکر حبیب میں گم ہوکر یوں گویا ہیں۔

ذکر ان کا ان کی مدحت ہو رجبؔ
ہے یہی اپنا شعار زندگی

تعالی اللہ کیا شان جمال مصطفائی ہے
کہ صورت آپ کی خود خالق یکتا کو بھائی ہے

آپ کو دیکھ لے جو شاہ مدینہ اس کو
جلوۂ حق کا بلا شبہ نظارہ ہوجائے

حکومت ہے، جن کی زمین وزماں پر
وہ آقا ہیں بااختیار مدینہ

انھیں کا حسن زیبا رونق گلزار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں کبھی سرو چماں ہوکر

انھیں کے فیض رحمت سے ہرا ہے گلشن ہستی
وہ آئے ہیں جہاں میں عالم امکاں کی جاں ہوکر

ہوئے رب کے محبوب فخر دوعالم
انہیں دست قدرت نے کیسے سنوارا

رسولوں کے سرور دوعالم کے رہبر
شہنشاہ ذی اقتدار مدینہ

پھر ذکر حبیب کی خاطر توفیق ایزدی کی طلب ملاحظہ فرمائیں۔

نہ چھوٹے مرے ہاتھوں سے تمہارا دامن رحمت
تمہارا ذکر ہو ہر دم لبوں پر یارسول اللہ
انھیں کا تصور ہو آنکھوں میں ہر دم لبوں پر انھیں کا ہو مذکور پیہم
رہے دل کا دائم اسی در پہ سرخم یہ طاعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

بارگاہ حبیب میں باریابی کی بے تاب آرزو

محبوب کی زیارت لقائے حبیب کتنی بڑی سعادت ہے، عاشق کامل ہی جانتا ہے وہی قلب بیکل کے لیے کل، دل بے قرار کے لیے قرار، زخمی جگر گھائل دل کا مرہم ارمان وآرزو کا تکملہ ہے۔ عاشق کی تمنا یہی ہوتی ہے، کہ محبوب کا جلوہ زیبا، طلعت رعنا، نگاہوں کے سامنے رہے یا اسے بال وپر مل جائیں اور زمان ومکان کی وسعت، بعد ومسافت چشم زدن میں طے کر کے جلد از جلد دیار حبیب میں باریاب ہوجائے اور رخ لالہ وطلعت پر قربان ہوجائے، یہی وجہ ہے کہ عاشق شیفتہ حال، شوریدہ خاطر دیار حبیب میں حاضری کے لیے منتظر نگاہوں، مضطرب آہوں کے ساتھ وقت موعود کا انتظار کرتا، اس کے اسباب تلاش کرتا، شام وسحر دعائیں کرتا، دوسروں سے دعاؤں کی التجائیں کرتا ہے، کبھی یہی حال مفتی نانپارہ کا تھا۔

دکھا دیجیے جمال روئے انور یارسول اللہ
چمک اٹھے مہ وانجم مقدر یارسول اللہ

رجبؔ کو حضوری ہو طیبہ میں حاصل
دعا یہ کریں اہل الفت خدا را

رجبؔ کی تمنا ہے اس سال یارب
یہ آنکھیں ہوں اور رہ گزار مدینہ

کسی دن خواب میں وہ جلوۂ زیبا دکھادیجیے
چمک اٹھتا مقدر کا ستارہ یارسول اللہ

یارسول اللہ پوری ہو رجبؔ کی آرزو
سر خمیدہ آپ کے در پہ ہو مصروف درود

خداوندا رجبؔ کو باریابی پھر میسر ہو
شہ ارض و سما کے اس مبارک آستانے میں

ہو مرے حال پر ایسی عنایت یارسول اللہ
بلائے جاؤ آقا اور میں آؤں مدینے میں

مدینۃ الرسول شہر طیبہ پہنچنے کی بے تابی دیکھیے، فرماتے ہیں۔

میں شوق زیارت میں اڑ جاؤں یارب
سوئے گلشن پر بہار مدینہ
مرے دوستو کیا ہے دل میں نہ پوچھو
مرا دل ہے اب بے قرار مدینہ

المدد اے رحمت عالم بلا لیجیے مجھے
ہند میں یہ بے کس و بے بس بہت مجبور ہے

رجب کو مستقل سرکار میں اپنی بلا لیجیے
نہیں ہے ہند میں رہنا گوارا یارسول اللہ

پھر قلب بے تاب اور دل پر اضطراب کو آپ کا درس صبر وشکیب دیکھیے ۔

ضبط کر اے دل نہیں زیبا ہے اتنا اضطراب
دیکھ طیبہ کا حسیں وہ لالہ زار آہی گیا

ارض محبوب کا سفر کرنے میں آپ کو زحمت وتکلیف نہیں ہوتی، بلکہ معراج علم وعرفاں کا مزہ ملتا ہے۔آپ خود لب وا ہیں ۔

مزہ ملتا ہے ہر گام پر معراج عرفاں کا
شہ معراج کے صدقے ہمیں طیبہ کے جانے میں

بے مثال آرزو

عاشق جاں نثار ممدوح شاعر کی بے مثال تمنا وطلب ملاحظہ کریں،کونین کی عظمتیں قربان ہوں ۔

وہ آنکھ چاہیے جو محبت کی آنکھ ہو
وہ دل ملے کہ درد کا جس کو مزہ ملا

گلشن طیبہ ہو اور میں نعت خواں
خوب ہو لیل و نہار زندگی

نقد جاں لے کر جو طیبہ میں رہوں
خوب چمکے روزگار زندگی

رہے تا دم مرگ شاہ مدینہ
مرے دل میں الفت محبت تمہاری

ذوق دیدار بطحا میں یہ دل مرا لمحہ لمحہ ادب سے مچلتا رہے
آرزوؤں کا ہوتا رہے تکملہ دل کا ارمان یوں ہی نکلتا رہے

سامنے ان کا نورانی دربار ہو اور مجھے اپنے جرموں کا اقرار ہو
اور اشک ندامت مرا باادب ان کے پائے مبارک پہ ڈھلتا رہے
ہر ایک سانس ان کی محبت میں گزرے
انہیں کا تصور ہو ایماں ہمارا

مری روح پاجائے معراج عرفاں
جو تقدیر سے ہو نثار مدینہ

تعلیم عشق

رسول عمیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا دیوانہ ہی حقیقتاً آداب بارگاہ کی قدر و عظمت سے واقف ہوتا ہے، اسی طریقۂ حاضری کی تعلیم و ہدایت، عشق والفت اپنا فریضہ سمجھتا ہے، مفتی نانپارہ کی تعلیم عشق اور جذبات دیکھیے ؎

رہرو راہ طیبہ ذرا دیکھ کر
جا مگر عشق کا راستہ دیکھ کر

آداب محبت میں ہر گام اٹھے تیرا
اے زائر طیبہ یہ کوچے ہیں مدینے کے

سلامی کی خاطر جو روضہ پر آنا تو اشک عقیدت کو پیہم بہانا
جو ہو دل میں ارماں وہ سب کہہ سنانا نظر کو اٹھانے کی کوشش نہ کرنا
عقیدت کے سر کو تو چوکھٹ پہ رکھ کر لبوں پر سلام اور تسلیم لا کر
مرادیں در شاہ سے اپنی پا کر نظر کو اٹھانے کی کوشش نہ کرنا
تجھے یہ محبت کی دولت مبارک عقیدت کی تجھ کو امانت مبارک
یہ الفت کی آتش دل زار اپنی کبھی تو بجھانے کی کوشش نہ کرنا
محبت کے گرداب میں جب تو آئے سفینہ کو ہرگز نہ اپنے بڑھائے
بہ توفیق خالق وہیں ڈوب جائے تو کشتی ترانے کی کوشش نہ کرنا

آخری تمنا

پروانے شمع فروزاں پر اپنی پیاری جان مچل مچل کر قربان کر دیتے ہیں، ایسے ہی عاشق زندگی بھر آتش عشق میں جلتا ہے، آخر میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ قلب وجگر کے ساتھ جان بھی در حبیب ہی پر نثار کرے محبوب کی نگاہوں کے سامنے روح قفس عنصری سے پرواز کرے اس کے قدموں میں سلسلہ حیات منقطع ہو، یہی پاکیزہ جذبات حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے سینے میں انگڑائیاں لے رہے تھے۔ ملاحظہ ہو ؎

مرا پیمانہ عمر رواں چھلکے مدینے میں
تمھیں کو دیکھ کر نکلے مری جاں یارسول اللہ

یہ دعا ہے کہ ان کے قدموں میں رجبؔ
کاش ہو اختتام زندگی

الٰہی مرا خاتمہ خیر سے ہو
مدینہ میں پیش مزار مدینہ

آرزو ہے مروں چوم کے باب عالی
ختم اس طرح میری زیست کا غم ہوجائے

مری روح پاجائے معراج عرفاں
جو تقدیر سے ہو نثار مدینہ

معصیت کار ہوں میں گنہ گار ہوں اے رجبؔ اپنے جرموں کا اقرار ہے
ہو نہ ہو میری بخشش تمنا یہ ہے ان کے قدموں میں یہ دم نکلتا رہے

میدان شعر و ادب کا یہ شہسوار عشق وعقیدت کا شہنشاہ، آسمان علم وفضل کا نیر تاباں، اسلام وسنیت کا مہر درخشاں اپریل ۱۹۹۸ء میں رحمت الٰہی کے جلووں میں گم ہوگیا ؎

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بلبل ہند کی اردو شاعری میں فنی محاسن - ایک سرسری جائزہ

از : حضرت مولانا محبّ احمد قادری علیمی
استاذ دار العلوم اہل سنت علیمیہ جمدا شاہی بستی

بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ علامہ رجب علی علیہ الرحمہ ماضی قریب کی ان قدآور علمی شخصیتوں میں سے تھے، جن پر اہل سنت کو ناز تھا، آپ بہترین عالم دین، مبلغ، مفتی اور مناظر کے ساتھ ساتھ سچے عاشق رسول تھے اور رسول گرامی سے والہانہ لگاؤ نے آپ کو شاعر بھی بنا دیا۔ چناں چہ تذکرہ علمائے اہل سنت کے مصنف لکھتے ہیں:

''ذات رسالت پناہی سے والہانہ وابستگی نے شاعر بنادیا، جوش ومستی سے لبریز نعتیہ اشعار کہتے ہیں۔'' (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۹۴ از مولانا محمود احمد قادری)

آپ کی شاعری میں عشق رسول کے جلوے جا بجا ملتے ہیں، تاہم فنی محاسن سے بھی صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔ استعارے، کنایات، مجاز، تشبیہ، تلمیح، حسن تعلیل اور دیگر شاعری کی صنعتوں سے آپ کی اردو نعتیہ شاعری کا انتخاب ''ریاض عقیدت'' پر ہے۔ ذیل میں آپ کی اردو شاعری میں فنی محاسن کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حسن مطلع

علامہ عبد الستار ہمدانی ''فن شاعری اور حسان الہند'' میں حسن مطلع کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں، اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے۔ عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے مصرع کے دونوں مصروں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کرتا ہے، کیوں کہ فن وادب کے اعتبار سے یہ ضروری امر ہے۔ مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرع ثانی میں ردیف اور قافیہ کا التزام کرتا ہے، دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال ضروری نہیں، لیکن پھر بھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے اور اس کا شمار شاعر کے فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبیِ فن کو سراہنے کے لیے ایسے شعر کو حسن مطلع سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعرا کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں۔'' (فن شاعری اور حسان الہند ص ۸۹)

بلبل ہند رجب نانپاروی کے کلام میں بھی حسن مطلع کے بہت سارے اشعار پائے جاتے ہیں، ایک ہی جگہ

حسن مطلع کے چھ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تمہیں نور خدا ہو سر وحدت یارسول اللہ (مطلع)
تمہیں ہو ہر حقیقت کی حقیقت یا رسول اللہ

تمہیں ہو مظہر کن فی الحقیقت یارسول اللہ (حسن مطلع)
تمہیں تخمیر آب وگل کی رحمت یا رسول اللہ

تمہیں جلوہ نمائے شان وحدت یارسول اللہ (حسن مطلع)
تمہیں پردہ کشائے باب کثرت یارسول اللہ

خلیل اللہ کی تم ہی ہو دعوت یارسول اللہ (حسن مطلع)
ہو روح اللہ کی تم ہی بشارت یارسول اللہ

ہو ڈالی نعت کی اور دست رحمت یارسول اللہ (حسن مطلع)
مزہ دیں پھر یہ گلہائے عقیدت یارسول اللہ

کہوں میں عرش اس دل کو کہ جنت یارسول اللہ (حسن مطلع)
مکیں ہے آپ کی جس میں محبت یارسول اللہ

پکارے کیوں نہ ہر مشکل میں امت یارسول اللہ (حسن مطلع)
کہ ہو سب کے لیے پیغام رحمت یارسول اللہ

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اشعار حسن مطلع کے ہیں، جن کا اس مختصر مضمون میں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

اقتباس

''چنا ہوا کلام''یعنی شاعر اپنے شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا ٹکڑا لے اور اس عبارت کو عربی زبان میں ہی شعر میں نظم کرے۔ (فن شاعری ص ۱۱۶)

بلبل ہند کی شاعری میں یہ صنعت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لیس للانسان الا ما سعیٰ کو یاد کر
درمیان راہ اے طالب یہ کیسا ہے قعود (ریاض عقیدت ص ۱۳)

(۲) الم نشرح لک صدرک تمہاری شان میں آیا
کہ تم ہو حامل اسرار قدرت یارسول اللہ

(۳) ہوا ظاہر یہی **مالم تکن تعلم** کے جلووں سے
کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ (ریاض عقیدت ص۱۷)

(۴) ہوا ہے **من رآنی قد رأی الحق** سے یہی ظاہر
تمہاری دید ہے حق کی زیارت یارسول اللہ (ریاض عقیدت ص۲۰)

مندرجہ بالا اشعار میں (۱) **لیس للانسان الا ماسعی**، (۲) **الم نشرح لک صدرک** (۳) **مالم تکن تعلم** یہ سب قرآنی آیتوں کے ٹکڑے ہیں اور چوتھے شعر میں **من رآنی قد رأی الحق** حدیث پاک کا ٹکڑا ہے۔

تضاد

شعر میں ایسے دو لفظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں، پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں اس صنعت کو صنعت طباق وتضاد بھی کہا جاتا ہے۔ (فن شاعری ص۱۲۳) جیسے مرزا غالب کا شعر ہے۔

فرش سے تا عرش رواں طوفاں تھا موج رنگ کا
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

اس شعر میں فرش وعرش، زمین وآسمان متضاد الفاظ ہیں۔ بلبل ہند رجب نانپاروی فرماتے ہیں۔

(۱) میں گدا وہ شاہ میں طالب مرے مطلوب وہ
مجھ سے بد نے مرحبا پایا یہ رشتہ غوث کا (ریاض عقیدت ص۶۰)

(۲) جو یاد میں ان کی مرتا ہے مرتا ہی نہیں وہ جیتا ہے
قسمت کے دھنی کو ملتا ہے یہ عشق کا سودا کیا کہنا (ریاض عقیدت ص۱۱)

پہلے شعر میں گدا اور شاہ (اسم) اور دوسرے شعر میں مرتا ہے اور جیتا ہے (فعل) متضاد ہیں۔

تلمیح

کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا یا کسی مشہور شعر اور کہاوت یا قرآن وحدیث کے واقعے کی طرف اشارہ کرنا جیسے شکیل بدایونی کا شعر ہے۔

مئے کوثر پلاتے ہیں جناب مصطفیٰ شاید

علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے (فن شاعری ص ۱۲۶)

اس شعر میں میدان کربلا میں سید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین کے شہزادے حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیاس اور ان کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت رجب نانپاروی کے کلام میں تلمیحی اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ لیجیے چند اشعار حاضر خدمت ہیں ۔

(۱) مرے آقا مہک اٹھے یہ میرا جامہ ہستی
جو پاؤں آپ کا پیارا پسینہ یارسول اللہ (ریاض عقیدت ص ۱۵)

(۲) جھکے آتے ہیں تارے آسماں سے چومنے چوکھٹ
تعالی اللہ تعظیم ولادت یارسول اللہ (ریاض عقیدت ص ۱۷)

(۳) وہ جس کی ایک مشت خاک سے کافر ہوئے اندھے
بڑھا دو پھر وہی دست کرامت یارسول اللہ (ریاض عقیدت ص ۲۰)

(۴) گندہ دل ہوتے ہیں کامل چور ہوتے ہیں ولی
کیا موثر ہے شہ جیلاں کی نسبت واہ واہ (ریاض عقیدت ص ۵۹)

پہلے شعر میں سرور کائنات کے پسینے کے خوشبودار ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک غریب شخص حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا، عرض کی، حضور! میری بیٹی کی شادی ہے اور میں اپنی بیٹی کے لیے عطر بھی نہیں خرید سکتا، لہذا مجھ کو کچھ عطا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پسینہ مبارک ایک شیشی میں بھر کر اسے عنایت فرمایا، جب دلہن کو وہ مطہر پسینہ لگایا گیا، تو ایسی خوشبو پھیلی کہ پورا شہر مدینہ مہک اٹھا اور خوشبو ایسی کہ اس سے بہتر کسی نے خوشبو ہی نہ سونگھی تھی۔

دوسرے شعر میں رسول اکرم کی ولادت باسعادت کے وقت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے، کہ رسول اکرم کی ولادت کے وقت قدسیوں کا میلا لگا ہوا تھا اور چاند تارے بہر سلامی حاضر در دولت ہوئے وغیرہ۔

تیسرے شعر میں ہجرت کی رات پیش آنے والے واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ جب کفار مکہ آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر کے سامنے پہرہ دے رہے تھے اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے اور صبح ہوکر لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کی ہدایت فرما کر ایک مٹھی خاک اٹھا کر آیت الکرسی پڑھی اور اسے کافروں پر پھینکا تو سب کے سب اندھے ہوگئے اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

چوتھے شعر میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کی طرف اشارہ ہے کہ جب ایک چور چوری کی

غرض سے آپ کے کاشانہ اقدس میں چھپ گیا اور وہ اندھا ہو کر راستہ نہیں پا رہا تھا کہ باہر نکل سکے یہاں تک کہ صبح کو کسی نے دستک دی کہ فلاں علاقے کا ابدال وصال کر گیا ہے اور وہاں کے لیے ایک ابدال چاہیے تو آپ نے اس چور کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ اسے لے جاؤ، چور بول پڑا، حضور! میں ابدال نہیں چور ہوں، آپ نے فرمایا، اب تک تو چور تھا، لیکن اب ابدال ہو گیا ہے۔

تلمیع

اس صنعت کو صنعت ملمع بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عروض میں ایک زبان کی نظم میں دوسری زبان کا ایک مصرع یا شعر یا اشعار ملا دیے جائیں۔ (فیروز اللغات ص۱۲۸۴)

تلمیع بڑی مشکل صنعت ہے، اردو ادب کے نامور شعرا کے دیوان اس صنعت سے خالی ہیں، اس صنعت سے متعلق علامہ ہمدانی صاحب مصروف برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے اچھے اچھے شاعروں کو لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔ اردو ادب کے اکثر و بیشتر شعرا کے دیوان اس صنعت کی مثال کے اشعار سے محروم ہیں، یہاں تک کہ جن کا شمار اردو ادب کے صف اول کے شعرا میں ہوتا ہے، ان میں سے مرزا اسداللہ خاں غالب کے پورے دیوان میں صرف ایک شعر پایا جاتا ہے۔'' (فن شاعری اور حسان الہند ص۱۲۳، ۱۲۴)

بلبل ہند کا کلام اس صنعت سے خالی نہیں ہے۔ ریاض عقیدت کے شروع میں یہ صنعت استعمال کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ؎

اے مسلماں تو مسلماں ہو کے پھر یہ روبہی　　　　شیر ہے تو تیری رگ رگ میں بھرا ہے کیوں جمود
بر مزار ما نباید اہتمام اغنیاء　　　　سائبان ما فقیراں ہست ایں چرخ کبود
جرمہائے من بخش و عیبہائے من بپوش　　　　از طفیل سرور دیں یا غفور یا ودود
یارسول اللہ پوری ہو رجبؔ کی آرزو
سر خمیدہ آپ کے در پہ ہو مصروف درود (ریاض عقیدت ص۳)

حسن تعلیل

شاعر اپنے تخیل سے کسی چیز یا امر کی کوئی ایسی وجہ (علت) بیان کرے، جو در اصل اس کی علت نہیں ہوتی۔ (فیروز اللغات ص۵۶۹)

یعنی کسی وصف کے لیے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو جیسے غالب کا شعر ہے ؎

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئے

شاعر نے بلبل کے غزل خواں ہونے کی علت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے، جو حقیقی نہیں ہے۔
(فن شاعری ص ۱۳۷)

بلبل ہند کے یہاں بھی یہ صنعت موجود ہے، لیجیے آپ بھی ذوق سخن کو شاد کام کریں ؎

دیکھا جو مدینہ کے گلستاں کے نظارے
ماتھے پہ بہاروں کے پسینہ نظر آیا (ریاض عقیدت ص ۴۲)

اس شعر میں بہاروں کے ماتھے پہ پسینہ آنے کی علت مدینہ منورہ کے گلستاں کے نظارے بیان کی گئی ہے، جو حقیقی نہیں ہے، بلکہ یہ ایک شاعرانہ تخیل ہے۔

تشبیہ بلیغ

ایسی تشبیہ جس میں حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ محذوف ہو۔ (البلاغۃ الواضحۃ ص ۲۱)
بلبل ہند فرماتے ہیں ؎

نیر مکہ ہو تم ماہ مدینہ تم ہو
رب کے تم نور ہو اللہ کا جلوہ تم ہو (ریاض عقیدت ص ۹)

اس شعر میں نیر اور ماہ سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے، گویا آپ کی ذات کو نیر اور ماہ سے تشبیہ دی گئی اور وجہ شبہ اور حرف شبہ محذوف ہے۔

مقابلہ

شعر میں پہلے چند ایسے الفاظ کا استعمال کرنا، جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں، ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا، جو اول الذکر کے اضداد ہوں، جیسے جگر مراد آبادی کا شعر ہے ؎

حسن ازل تو آج بھی بے پردہ ہے مگر
نظارہ کے ہجوم نے مستور کردیا

اس شعر میں حسن کے مقابلے میں نظارہ اور بے پردہ کے مقابلہ میں مستور ہے۔

بلبل ہند یوں نغمہ سنجی فرماتے ہیں ۔

تم آقا ہو میں بندہ ہوں دھنی تم ہو میں منگتا ہوں
مرا دامن تمہارا دست رحمت یارسول اللہ　(ریاض عقیدت ص۱۷)

اس شعر میں آقا کے مقابلے میں بندہ، دھنی کے مقابلے میں منگتا اور دوسرے مصرع میں دامن کے مقابلے میں دست ہے۔

مراعات النظیر

شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو، اس کو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں ۔یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا، جن میں آپس میں تضاد نہ ہو اوران میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہو، مثلاً چمن کے ساتھ گل وبلبل کا ذکر کرنا۔(فن شاعری ص ۱۵۷)

جیسے جگر مرادآبادی کا شعر ہے ۔

سمجھائے کون بلبل غفلت شعار کو
محدود کرلیا ہے چمن تک بہار کو

اس شعر میں بلبل، چمن اور بہار کا ذکر ہے، جن میں آپس میں مناسبت ہے ۔بلبل ہند رجبؔ نانپاروی یوں گویا ہیں ۔

(۱)　جس کی خوشبو سے ہے بسا عالم
پھول وہ جانفزا مدینہ ہے　(ریاض عقیدت ص۸)

(۲)　نہ وہ گلاب میں ہے اور نہ مشک وعنبر میں
وہ بوئے مست جو ہے آپ کے پسینے میں　(ریاض عقیدت ص۳۳)

پہلے شعر میں خوشبو، بسا، پھول، جانفزا باہم مناسبت رکھتے ہیں اور دوسرے شعر میں گلاب، مشک، عنبر، بو میں بھی کوئی تضاد نہیں ہے۔

دیوان رجب : ایک تاثر

از : خطیب نوری
حضرت مفتی محمد فاروق رضا صاحب رضاء القادری
مالک مکتبہ رضاء القادری بریلی شریف

الله رب محمد صلی علیه وسلما

نحن عباد محمد صلی علیه وسلما

نعتیہ شاعری کی ابتدا اوائل اسلام ہی سے ہو چکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں حضرت حسان، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاے کرام میں سیدنا امام التقیٰ والنقیٰ حضور غوث الوریٰ، عطائے رسول سیدنا خواجہ غریب نواز، سیدنا امام بوصیری، سیدنا شیخ سعدی شیرازی، سیدنا علامہ جامی، سیدنا محبوب الٰہی، امیر خسرو، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، سیدنا استاذ زمن علامہ حسن، سیدنا مفتی اعظم المتخلص بہ نوری علیہم الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ شہ پارے از اول تا ایں دم عرش شہرت وقبولیت پر فائز ہیں۔

شاعری نہایت اثر انگیز فن ہے، جس سے بہت سے پرائے اپنے اور ویران دل آباد ہو جاتے ہیں۔ اس فن میں وہی شعر گوئی قابل ستائش ہے، جو بیہودگی اور باطل خیالات سے پاک ہو، کیوں کہ وہ اشعار جن میں حدود شرع کا لحاظ نہ ہو، ہرگز قابل ستائش والتفات نہیں، بلکہ ایسی شاعری تو گناہ کا سبب بلکہ کبھی موجب کفر بھی ہوتی ہے۔ ایسے شعرا جو لغو خیالات اور کذب بلکہ کفری باتوں کو شعر کا جامہ پہناتے ہیں، ان کی مذمت کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ.

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔

مگر وہ شاعری جو حدود شرع کے مطابق ہو۔ تقدیس الوہیت اور عظمت رسول نیز تکریم محبوبان الٰہی کی آئینہ دار ہو، حقائق ومعارف کی منظر کشی کرے، یقیناً قابل ستائش اور لائق تحسین ہے۔ ایسی شاعری کی توصیف بتصدیق قرآن کریم:

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا.

بعض اشعار حکمت ودانائی سے پر اور جادو جیسا اثر رکھتے ہیں۔

ایسی شاعری کی تعریف بزبان رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملتی ہے۔صحابی رسول حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدحیہ اشعار سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور ہوکر اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی اور:

اللھم ایدہ بروح القدس

فرما کر ان کو دعا سے سرفراز فرمایا۔ بہر حال شاعری اگر حدود شرع میں ہے تو محمود ہے اور حدود شرع سے باہر ہے تو مردود ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نعتیہ شاعری نہایت ہی مشکل ہے۔امام الکلام سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''نعت رسول نہایت مشکل امر ہے اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔اگر بڑھتا ہے تو الوہیت کو پہنچا دیتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔لہذا نعتیہ شاعری کے لیے جہاں علم درکار ہے وہیں عشق وایمان سے لبریز سینہ بھی ضروری ہے۔''

فی الحال ذہنی طور پر کئی دیوان میرے سامنے ہیں،مگر سبحان اللہ سبحان اللہ کیا کہنا بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری نانپاروی علیہ الرحمہ کے شعری دیوان کا۔حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی شعر گوئی پر کچھ کہنا یقیناً آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔حضور مفتی صاحب قبلہ کی ٹکسالی زبان ہے۔پھر جو شخصیت عربی ادب وفارسی ادب پر کامل عبور رکھتی ہو اس کے لیے اردو کیا چیز ہے۔آسان اشعار کی زبان میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ بوجھل اور غیر مانوس زبان سے بالکل پاک ہے۔آپ کے کلام میں سادگی کے باوجود شعری محاسن بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ چناں چہ معنویت،زور بیان،تخیل کی بلند پروازی،جدت ترکیب اور تلمیحات واستعارات کا حسن جا بجا آپ کے کلام میں ملتا ہے۔

حضرت مفتی نانپارہ بلبل ہند علامہ شاہ الحاج محمد رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ صرف بلند پایہ شاعر ہی نہیں بلکہ مسلم الثبوت عالم ومفتی بھی تھے اور سب سے عجیب ولا جواب وصف یہ کہ وہ سچے عاشق رسول تھے،مدحت سرائے غوث وخواجہ وغازی تھے، نیز جاں دادۂ جملہ اولیاے امت تھے، بالخصوص فدائے اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم اور اپنے شیخ طریقت مرشد برحق پر قربان تھے،جس کی جھلک قارئین کو ''دیوان'' میں جگہ جگہ نظر آئے گی۔

میرے جیسا بے بضاعت حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے اشعار پر تبصرہ کرے، سچ تو یہ ہے کہ میں نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے اشعار سے بہت حاصل کیا ہے۔ پتہ نہیں کیسے حضرت علامہ مفتی محمد انور علی صاحب قادری مدرس مرکز اہل سنت منظر اسلام بریلی شریف نے مجھ جیسے کو حضرت مخدوم گرامی وقار حضرت علامہ محمود رضا جانشین حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ سے اس تصحیح وتبصرے کے کام پر لگا دیا۔ بہر حال کتابت کی تصحیح تو ضروری تھی ہی، اب رہا تبصرہ تو اپنے کسی مخدوم ومعظم مسلم الثبوت عالم ومفتی وعاشق رسول وفدائے اولیا کے کارناموں پر خادمانہ وغلامانہ انداز میں کچھ لکھنا یہ کوئی بری بات نہیں بلکہ سعادت مندی ہے۔ میں آج بہت خوش ہوں کہ میرے مخدوم

زادے نے مجھ کو ایسا کام سپرد فرمایا ہے، جس کی کوئی سطر اگر قبول بارگاہ الٰہی ہوگی تو یقیناً نجات اخروی کی ضامن ہوگی۔

حضرت مخدوم گرامی علامہ مولانا محمود رضا صاحب جانشین بلبل ہند کو یہ کام بہت پہلے کرالینا چاہیے تھا، مگر مرضی مولانا از ہمہ اولیٰ ؎

اے رضاؔ ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

خیر! دیر آید درست آید۔ مخدوم گرامی علامہ محمود رضا قادری یقیناً بے شمار مبارک باد کے مستحق ہیں اور وہ یقیناً اپنے والد ماجد سیدنا بلبل ہند قدس سرہ کے سچے جانشین ہیں کہ بے شک خلف صادق ایسے ہی ہوتے ہیں، جو ہر آن اپنے آبائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح کو خوش کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی مبارک و پاکیزہ روح یقیناً اپنے لخت جگر خلف صادق کے اس کارنامے سے خوش ہوگی، پھر یہ کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا نعتیہ دیوان جب طبع ہوکر منظر عام پر آئے گا، تو اہل سنت کی بھی آنکھیں تازہ اور جگر ٹھنڈے ہوں گے۔ واللہ العظیم آپ کے اشعار کو میں نے دیکھا اور بغور دیکھا، آپ کے اشعار میں جہاں اپنے مذہب مہذب کا اظہار و اقرار ہے، وہیں مذاہب باطلہ کا رد و انکار بھی ہے، جن لوگوں نے حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تقاریر سنی ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی تقاریر جہاں اصلاح معاشرہ کی چاشنی لیے ہوئے تھی، وہیں دوستوں پر گل و شبنم اور دشمنان دین و رسالت کے لیے تیغ و سنان۔ آپ اپنے شیخ طریقت مرشد برحق حضرت محبوب الاولیا سیدی علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد عبدالعزیز صاحب قبلہ قادری بجنوری علیہ الرحمہ اور سرکار مفتی اعظم ہند مجدد ابن مجدد نوری بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد و مجاز و ماذون تھے۔ دیکھنے والے خوب جانتے ہیں، کہ آپ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پر اپنی جان چھڑکتے تھے اور شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی آپ کو بہت چاہتے تھے۔ حضور بلبل ہند قدس سرہ جب کہیں سے سفر کرکے بریلی شریف پہنچتے تو حضور شہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند کے مہمان ہوتے۔ چوں کہ جمعرات کو بعد نماز عشا حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دولت خانے پر میلاد پاک ہوتا تھا، آج بھی ہوتا ہے، تو اگر جمعرات کو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ قیام فرماتے، تو یقیناً مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی موجودگی میں محفل میلاد پاک کے اندر اپنا کلام ضرور پڑھتے اور حضور مفتی اعظم ہند نیز حاضرین محفل سے خوب خوب داد لیتے۔

حضور ریحان ملت حضرت علامہ شاہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ سے چوں کہ عجیب دوستانہ تعلق تھا، کبھی کبھی بیٹھک میں حضور ریحان ملت اپنا کلام سناتے اور بعد میں فرماتے، ہاں بھئی مفتی صاحب! اب آپ بھی کوئی

تازہ کلام سنائیے، بہر حال حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ بھی اپنا تازہ کلام سناتے اور چند منٹ میں محفل گرم ہو جاتی اور ایک دوسرے کو خوب خوب داد و تحسین سے نوازتے۔ خانقاہ رضویہ پر اعراس مبارکہ اور جلسہ دستار میں آپ شرکت فرماتے، خانوادہ رضویہ میں آپ کی محبوبیت کا یہ عالم تھا، کہ قل کے وقت شجرہ شریف آپ ہی پڑھتے تھے، بہر حال بڑی خوش آئند بات ہے کہ صاحب زادہ عالی وقار حضرت علامہ محمود رضا دامت برکاتہم العالیہ حضور بلبل ہند سیدی مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کا نعتیہ دیوان طبع کرا رہے ہیں، یقیناً اس کی اشاعت ایک خوش آئند اقدام ہے۔ مولا تعالیٰ جانشین بلبل ہند علامہ محمود رضا دام ظلہ الاقدس کو دارین میں سعادتیں عطا فرمائے۔ ہر آفت سماوی وارضی سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے اور اپنے والد ماجد سیدی بلبل ہند علیہ الرحمہ کا سچا جانشین بنائے اور آپ کے کلام بلاغت نظام سے اہل سنت کو مستفید و مستفیض فرمائے۔ مجھ فقیر قادری نے جو کچھ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے مبارک کلام پر تبصرہ کے الفاظ تحریر کیے ہیں، یہ میری خوش قسمتی ہے، ورنہ حضرت بلبل ہند کا کلام کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ میری اس بات کی تائید قارئین ضرور کریں گے۔

آپ کا فارسی کلام ایسا جاں گداز ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں۔ آپ نے سنگلاخ زمینوں میں بھی کلام لکھا ہے، جس سے ظاہر کہ آپ کو زبان و بیان پر کافی عبور حاصل تھا۔ آپ عربی الفاظ بھی اپنے کلام میں لاتے ہیں، مگر بڑی خوبی کے ساتھ، کہ اگر عربی داں پڑھے تو اس کی روح ایمان جھوم اٹھے۔ آپ کو عربی و فارسی پر بے مثال عبور حاصل تھا، آپ نے پوربی زبان میں بھی اشعار کہے ہیں اور خاص اپنے یہاں کی دیہاتی زبان میں بھی اشعار قلم بند فرمائے ہیں۔ اس زبان کی چاشنی کا مزہ ہی کچھ اور ہے، بس پڑھتے جائیے اور جھومتے جائیے۔

حضور مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے حمد و نعت و منقبت کا اہل سنت کو ایسا ذخیرہ عطا فرما دیا ہے کہ حضرت کا کلام جب جب پڑھا جائے گا، روح میں تازگی و بالیدگی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب طبیب جان و روح، مالک لوح و قلم سید عرب و عجم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اور جملہ اہل سنت کو حضور بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ قدس سرہ کے فیضان علمی سے ہمیشہ فیضیاب رکھے اور ان کے فیوض و برکات سے دارین میں سرخروئی بخشے۔ آمین ثم آمین **یارب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم**

بلبل ہند : بحیثیت بلبل باغ مدینہ

از : حضرت مولانا محمد مسیح اللہ فیضی مصباحی
استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی

کچھ لوگ زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ نہیں رہتے اور کچھ زندہ نہ ہوتے ہوئے بھی زندہ رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں ہی صورتیں شخص واحد میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اکثر و بیشتر لوگ کوشش کرتے ہیں کہ وہ جسمانی طور پر زندہ رہیں، مگر یہ کام آسان ہے نہ ہر کس و ناکس کے لیے ممکن۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی طبعی زندگی میں واقعتاً انسانوں جیسی زندگی گزارے اور اس آرزو وتمنا کی کوشش میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوسری زندگی وتمنا تشنۂ تکمیل رہ جائے اور وہ اس حیثیت تک نہیں پہنچ پاتا کہ اپنی طبعی موت مرنے کے بعد وہ زندہ رہ سکے۔ ہر آدمی اپنے ماسوا سے طبعاً مختلف ہوتا ہے۔ انھیں برگزیدہ ذوات قدسیہ میں سے طوطی ہند فخر ہند بحر العلوم حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ اپنی نوع کے دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف تھے، کہ اپنی طبعی زندگی میں زندگی سے لطف اندوز ہونے اور اسے اپنانے کے لیے کبھی حریصانہ کوشش نہیں کی۔ اس لیے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ جاوید ہو گئے اور ایسا اثاثہ وسرمایہ چھوڑ گئے، جو ان کے نام مبارک کو رہتی دنیا تک باقی رکھنے کے لیے کافی ہے۔ اس کا زندۂ جاوید ثبوت آپ کا نعتیہ کلام ''ریاض عقیدت'' ہے، جو آپ نے عشق رسول میں سرشار ہو کر تیار کیا ہے، اگر مفتی صاحب کا کوئی کارنامہ نہ ہوتا تو بھی صرف آپ کا نعتیہ دیوان عشق رسول کے علم بردار عظمت صحابہ کے نگہبان اور اولیاے امت و بزرگان ملت کے احترام کے پاسدار ہونے کی شہادت و گواہی کے لیے کافی ہوتا۔ عشق رسول ہی ایک ایسا سرمایہ حیات ہے، جو ایک عاشق صادق کو مراحل عروج وترقی طے کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے، یہی عشق مکمل ایمان کی دلیل ہے کہ عاشق اپنے معشوق کی ہر ہر ادا سے اتنا پیار کرتا ہے، جتنا وہ کسی دوسری چیز سے پیار نہیں کرتا ہے، عشق کی یہ دولت اتباع سرکار سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ .

تم فرما دو کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین. (بخاری)

تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اس

کے اعزہ واقارب سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

مدنی دربار سے بلبل ہند کا خطاب

عشق کی یہی وہ اسپرٹ تھی، جو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے اندر موجزن تھی، جس سے عشق رسول کے پھول جھڑتے تھے اور نعت نبی کا حسین گلدستہ سجا کر آپ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ مدنی دربار سے آپ کو بلبل ہند کا بھاری بھرکم خطاب ملا۔

اردو نعتیہ شاعری کا وجود

''اردو نعتیہ شاعری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے، جتنی خود اردو شاعری۔ یہ زبان اپنے ارتقائی دور میں ان بزرگ و برتر ہستیوں کے سایۂ عاطفت میں پلی، جن کا مقصد حیات خلق اللہ کی خدمت اور دین حق کی حمایت و اشاعت اور تبلیغ تھا۔ صوفیہ کرام اور بزرگان دین نے تصوف کے مسائل ونکات کو عوام تک پہنچانے کے لیے جس زبان کو چنا، وہ ابتدائی صورت میں اردو ہی تھی۔ حضرت فریدالدین گنج شکر، حضرت امیر خسرو، مخدوم الملک حضرت شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت حمید الدین ناگوری، حضرت گیسودراز بندہ نواز، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور دیگر بزرگوں کی تصانیف اس کا بین ثبوت ہیں، جن میں اردو کے ابتدائی نمونوں کے ساتھ کہیں کہیں حمدیہ اور نعتیہ اشعار بھی ہمیں ملتے ہیں، غرضیکہ انھیں بزرگوں کے طفیل وہ تمام خوبیاں جو عربی فارسی شاعری کی شناخت رہی ہیں، اردو کو بھی وراثت میں ملیں، جن میں ایک اہم ورثہ نعتیہ شاعری کا ہے۔'' (ماہنامہ استقامت مفتی اعظم نمبر)

نعت گوئی کا مقصد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ وخصائل جمیلہ کا تذکرہ فرمایا ہے اور حق تو یہ ہے کہ ایک انسان سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی کماحقہ تعریف وتوصیف ممکن ہی نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف لامحدود ہیں، تو ان لامحدود اوصاف کا تذکرہ بھی وہی کرسکتا ہے، جو اس کا خالق ہے، ہاں اتنا ضرور ہے، کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارکہ میں نعتیہ اشعار کہہ کر ایک عاشق اپنی آخرت کو سنوارتا و عقبیٰ کو نکھارتا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کا بندوں پر انعام ہے، کہ خدا نے ارشاد فرمایا:

تزودوا فان خیر الزاد التقوی.

تم لوگ توشہ بناؤ اور سب سے بہترین توشہ تمھارے لیے تقوی و پرہیزگاری ہے۔

اور عشق رسول ہی تمام تقوی و پرہیزگاری کا منبع و سرچشمہ ہے۔

قاطع کفر و بدعت عارف کنوز حکمت غلام حضرت مولیٰ علی حضرت علامہ الحاج مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری عشق و معرفت کا سنگم ہوتی ہے اور شوق محبت کا پیہم ثبوت دیتی ہے، جس میں محامد قرآن وحدیث کی روشنی میں جلوہ بار ذہن و دماغ ہوتے ہیں، فرقت محبوب اور ہجر یار میں تڑپ اٹھتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں ۔

ہجر میں غم کہاں بے قراری کہاں طفل ناداں نے سمجھا نہ راز نہاں
ہجر میں ہجر کا درد ہے خود دوا اس دوا سے مرا دل بہلتا نہیں

آپ کا یہ شعر فاضل بریلوی کے شعر کا بالکل آئینہ دار ہے، جس میں فاضل بریلوی نے درد محبت اور فراق یار کی نقشہ کشی کی ہے ۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

پھر طوطی ہند اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

سامنے ان کا نورانی دربار ہو اور مجھے اپنے جرموں کا اقرار ہو
اور اشک ندامت مرا باادب ان کے پائے مبارک پہ ڈھلتا رہے
اس کو بخشیں گے جام کرم برملا مالک حوض کوثر حبیب خدا
درد فرقت سے جو دل تڑپتا رہے آتش ہجر میں دل جو جلتا رہے
معصیت کار ہوں میں گنہ گار ہوں اے رجب اپنے جرموں کا اقرار ہے
ہو نہ ہو میری بخشش تمنا یہ ہے ان کے قدموں میں یہ دم نکلتا رہے

آپ عام شعرا و ارباب سخن کی طرح ہمہ وقت اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے، بلکہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے اور سوزش عشق آپ کو بے تاب کرتا ہے تو آپ محبت وعقیدت کا نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش کرتے ہیں، جو آپ کے سوز عشق کا سامان ہوتا ہے ۔

رجب پہ سرکار اک نظر ہو اسے بس اب دامنوں میں لے لو
صبا یہی لو لگی ہے دل کو اسی کو تو صبح وشام کہنا

جس کی نعت گوئی کا محور و مرکز قرآن مقدس ہو، وہ قرآن جو سراپا رشد و ہدایت ہے، جس کی حفاظت کی ضمانت خود خداوند کریم نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے، جس کا ایک ایک حرف و ایک ایک نقطہ اتنا برمحل ہے کہ اس کے مقام پر کسی دوسرے حرف یا نقطہ کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے، جو **لا تبدیل لکلمات اللہ** کا معلن ہے، جو دستور حیات ہے اور جو

جمیع علوم وفنون کا منبع وسرچشمہ ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمانہ کا کما حقہ بیان ہے اور جس نعت گوئی کا دوسرا مرکز احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو قرآن مقدس کی سچی تفسیر اور قرآن کے اجمال کی مکمل تفصیل ہے، تو اس کی روشنی میں جب نعتیہ اشعار کہے جائیں گے، وہ جملہ غیر شرعی امور سے منزہ ومبرا ہوں گے، ان کے اندر کسی لغو و بے کار بات کا شائبہ تک نہیں ہوگا اس ضابطہ ومعیار کے مطابق جب حضرت بلبل ہند کی نعتیہ شاعری کو دیکھا جاتا ہے، تو ذہن ودماغ عش عش کر اٹھتا ہے، کہ اللہ کے اس بندے کے سامنے اسلامی اعتقادات ونظریات کس قدر وافر مقدار میں ہمیشہ موجود رہے کہ نعت پاک کا ایک ایک شعر مکمل قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتا ہوا نظر آرہا ہے اور مقام نبوت وعصمت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پاسداری کرتا ہوا بھی نظر آرہا ہے۔

”بعض شعرا غلبۂ عشق اور جوش عقیدت میں احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں، یوں ہی بہت سے شاعروں نے منصب رسالت کا بیان شایان شان نہیں کیا ہے، جب کہ بارگاہ رسالت میں افراط وتفریط دونوں سے حذر لازم ہے۔ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خدا کے بندے ہیں، جو عام بشر تو کیا دیگر انبیا ورسل سے بھی افضل وبرتر ہیں، اس لیے رسول محترم کے منصب کا بیان کس قدر نازک ہے، یہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔“ (والفجر)

اللہ پاک کا بے پایاں کرم ہے کہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اپنے تمام نعتیہ کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو قرآن وحدیث کے مطابق ہی بیان فرمایا ہے۔

آپ کے نعتیہ کلام ”ریاض عقیدت“ سے ایک نعت پاک کی مختصر تشریح پیش کر رہا ہوں، جسے پڑھنے کے بعد آپ کے جملہ کلاموں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اشارہ میں شق ہو قمر پلٹے سورج یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کردیں انگشت اقدس سے پانی یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

اس شعر میں حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ لوگوں سے مخاطب ہو کر سوال کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے منکرو! وہ نبی جس کی انگلی کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آئے، جس کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جائے اور جس کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری ہو جائیں، تو یہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟

معجزہ شق القمر

اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا، کہ اگر تم اللہ کے نبی ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ، ایسا مطالبہ ان لوگوں نے اس لیے کیا تھا، کہ کفار مکہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے اور چوں کہ آسمان پر جادو کا اثر نہیں

ہوسکتا تھا، اس لیے انھوں نے آپ سے مطالبہ کیا اور چاند کے دوٹکڑے کرنے کا سوال کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دوٹکڑے فرمادیے، یہاں تک کہ لوگوں نے جبل حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔(بخاری شریف)

ڈوبے سورج کا پلٹنا

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوے مبارک پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمارہے تھے، کہ آپ کو نیند لگ گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی، سرکار جب نیند سے بیدار ہوئے اور واقعہ دریافت کیا تو بارگاہ رب قدیر میں یہ دعا کیا:

اللهم انه كان فى طاعتک و طاعة نبيک فاردد عليه الشمس.

اے اللہ علی تیری اور تیرے نبی کی اطاعت میں تھا، اس لیے اس کے لیے سورج واپس لوٹادے۔

سورج ڈوب چکا تھا، مگر آپ کے ارشاد کے مطابق واپس پلٹ آیا۔

حتى رفعت على الجبال فقام على فتوضا وصلى العصر ثم غابت الشمس. (شمائل رسول ج ۱ ص ۱۸۹)

انگشت نبوت سے پانی کے چشمے کا جاری ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو کی تعداد میں مقام زورا پر تھے، وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں برتن پیش کیا گیا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا، آپ نے اپنا دست اقدس پانی میں رکھا:

فجعل الماء ينبع من بين اصابعه فتوضا القوم.

تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلنے شروع ہو گئے، جس سے تمام لوگوں نے وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک سفر کا حسین منظر بیان کرتے ہیں، کہ ٦ ر ہجری میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ روانہ ہوئے، مقام حدیبیہ پر قافلے نے پڑاؤ کیا، آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے حدیبیہ کا کنواں خشک ہو گیا۔قافلہ کے شرکا پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان ہوئے، آپ کو اطلاع دی گئی، اس وقت آپ کے پاس لوٹے کے برابر برتن میں پانی تھا:

فوضع النبى صلى الله عليه وسلم يده فى الاناء فجعل الماء يفور بين اصابعه كامثال العيون قال فشربنا وتوضانا.

آپ نے اپنا دست مقدس اس برتن میں رکھا، تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے، ہم سب نے اس پانی سے پیا اور وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کہ اس وقت آپ کتنے افراد تھے، تو انھوں نے فرمایا، کہ اتفاقاً پندرہ سو تھے، اگر وہاں ایک لاکھ ہوتے تب بھی پانی کم نہ ہوتا۔

اسی کی جانب امام عشق ومحبت نے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

غور کا مقام ہے کہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کے اس شعر میں کتنی جامعیت ہے کہ آپ نے صرف ایک شعر میں بڑی جامعیت وخوبی کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین تین معجزات بابرکات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اسی نعت پاک کا دوسرا شعر ملاحظہ کریے اور غور کیجیے کہ اس کے ایک ایک حرف ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہیں کہ دوسرا حرف اس کے مقام پر لایا نہیں جاسکتا۔

ولادت کا دن ہے بتوں کے ہیں سرخم شیاطین عالم پہ چھایا ہے اک غم
ہے ایوان کسریٰ میں ہیجان و ماتم یہ ہیبت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت کائنات میں پائے جانے والے تمام بت اوندھے منہ سر کے بل گر پڑے تھے اور جملہ شیاطین عالم مغموم وحزیں تھے اور ایوان کسریٰ لرزہ براندام تھا، اس کے محل میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی تو کیا یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وہیبت کا پرتو نہیں ہے۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اس شعر کو مواہب اللدنیہ کے مندرجہ ذیل اشعار کی ترجمانی کے بطور پیش فرمایا ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ حضرت بلبل ہند کا یہ شعر علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ کے عربی اشعار کا ترجمہ ہے، تو بالکل حق بجانب ہوگا۔

ضاء ت لمولده الآفاق واتصلت
بشرى الهواتف في الاشراق و الطفل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت کائنات منور ہوگئی اور دن رات پیہم ہاتف غیبی کی بشارت سنائی جانے لگی۔

صرح كسرى تداعى من قواعده
وانقض منكسرَ الارجاء ذاميل

اور کسری بادشاہ کا محل جڑ سے تھرا گیا اور کجی کی طرف مائل ہو کر ٹوٹ پڑا۔

ونــار فــارس لــم تــوقــد ومــا خــمــدت
مــذ الف عــام ونهــر الــقــوم لــم يسل

اور فارس کی وہ آگ جو ہزاروں سال سے بجھی نہ تھی، جب بجھ گئی، تو روشن نہ ہو سکی اور اس وقت کی مشہور نہر سوکھ کر پھر نہ بہی۔

خــرت لــمـبـعـثــه الاوثــان وانبعثـت
ثـواقـب الشهــب تــرمـى الجن بـالشعل

آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت روئے زمین پر پائے جانے والے تمام بت منہ کے بل اوندھے گر گئے اور فرشتے شہاب ثاقب سے شیاطین کو مارنے لگے۔ (مواہب اللدنیہ بحوالہ المدیح النبوی)

حضرت بلبل ہند کے اس شعر میں کتنی جامعیت ہے کہ آپ نے صرف ایک شعر کے اندر وہ تمام باتیں ذکر فرما دی ہیں، جو مذکورہ اشعار میں ہیں۔ اب اسی نعت پاک کے تیسرے شعر کو ملاحظہ فرمایئے جس میں بلبل ہند نے اپنے عشق تمام اور جذبات کلیہ کو ماوی و مرجع قرار دیتے ہوئے باعث فخر وانبساط تصور فرمایا ہے۔

انھیں کا تصور ہو آنکھوں میں ہردم لبوں پر انھیں کا ہو مذکور پیہم
رہے دل کا دائم اسی در پہ سرخم یہ طاعت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ہمیشہ ان کی آنکھوں میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوۂ جہاں آرا کا تصور رہے اور زبانوں پر پیہم آپ کا تذکرہ ہو اور دل ہمیشہ آپ کے در مبارک پر جھکا ہو تو یہی سب سے بڑی اطاعت وفرماں برداری ہے۔

"نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) وہ نعت گوئی جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہو جاتی ہے (۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہو جاتی ہے۔ (مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری ایک تحقیقی مطالعہ ص ۸۴)

بلاشبہ حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے نعت پاک کے اس شعر میں پورے طور سے قسم ثانی کو اختیار فرمایا ہے، جس میں عشق وایمان کی تمام راہوں کو طے کر کے جذبات محبت و وفور عشق کا اظہار فرمایا ہے، اسی کی جانب اشارہ کر کے امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا ہے ؎

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

اس مضمون کو بلبل ہند کے شیخ شہزادہ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند آل الرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس

طرح ادا فرمایا ہے۔

سنگ در جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ

پھر امام عشق و محبت نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے　　　بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
دل میں روشن ہے شمع عشق حضور　　　کاش جوش ہوس ہوا نہ کرے
اے رضاؔ سب چلے مدینے کو　　　میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

پھر حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ ایک دوسرے مقام پر اپنے جذبات وخیالات کا اظہار اسی انداز میں کرتے ہیں، جیسے کہ امام عشق و محبت نے کیا ہے۔

میں شوق زیارت میں اڑ جاؤں یارب
سوئے گلشن پر بہار مدینہ
مرے دوستو کیا ہے دل میں نہ پوچھو
مرا دل ہے اب بے قرار مدینہ
الٰہی مرے غازیٔ دیں کا صدقہ
دکھا دے کرم سے دیار مدینہ
رجبؔ کی تمنا ہے اس سال یارب
یہ آنکھیں ہوں اور رہ گزار مدینہ

ذرا دونوں کلام کا موازنہ کریے تو معلوم ہوگا کہ حضرت امام عشق و محبت اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے کلام کا کیسا عکس عالم پر برس رہا ہے، اس حقیقت کا آپ نے خود ایک دوسرے مقام پر برملا اعتراف فرمایا ہے۔

صدقہ میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے
باب عطائے حضرت احمد رضا ملا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں کا غلام
نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا
ورد زباں ہے نعرۂ غازی قدم قدم
خوش کیوں نہ ہو رجبؔ کہ اسے کیا سے کیا ملا

حضرت بلبل ہند کی اسی نعت کے چوتھے شعر کو دیکھیے جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کو بیان فرما کر اہل سنت و جماعت کے اعتقادات و معمولات کو بیان فرمایا ہے ۔

وہی قاسم رزق خلق خدا ہیں وہی صاحب گنج ارض و سما ہیں
غریبوں یتیموں کے مشکل کشا ہیں یہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات الٰہیہ کے رزق کو تقسیم کرنے والے ہیں اور آپ ہی زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک و مختار ہیں اور آپ ہی غریبوں یتیموں کے مشکل کشا ہیں یہ سرکار کی رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔

آپ کا قاسم نعمت ہونا

کائنات عالم میں جس کسی شے کا ظہور ہوتا ہے اور عالم میں جسے بھی کوئی چیز ملتی ہے، کوئی رتبہ ملتا ہے، تو وہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملتا ہے، آپ ہی ان چیزوں کی تقسیم کرنے والے ہیں، جس کے تعلق سے آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

انما انا قاسم و اللہ یعطی.(بخاری)

میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

اسی کو امام عشق و محبت نے اس انوکھے انداز میں بیان فرمایا ہے ۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

پھر امام عشق و محبت نے اپنے مشہور زمانہ سلام میں عرض کیا ہے ۔

اصل ہر بود و بہبود تخم وجود
قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام

سرکار زمین و آسمان کے مالک ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بینما انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی.(بخاری)

میں سو رہا تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار نے ارشاد فرمایا:

والی مفاتیح الجنة یوم القیامة ولا فخر.

روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی، مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں، کہ قیامت کے دن خازن نار اہل محشر سے مخاطب ہوکر کہے گا، کہ اے اہل محشر یقیناً اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا ہے، کہ جہنم کی چابیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دوں۔

حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ ہر نبی کے دو وزیر دنیا میں اور دو وزیر آسمان پر ہوتے ہیں۔

فاما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر. (ترمذی)

آسمان کے میرے دونوں وزیر تو وہ جبرئیل ومیکائیل ہیں اور زمین کے میرے دونوں وزیر ابوبکر وعمر ہیں۔

امام اہل سنت اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنے مشہور زمانہ سلام میں فرماتے ہیں۔

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں

اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

کتنے انوکھے انداز میں حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے معمولات اہل سنت کو ایک شعر میں بیان فرمایا ہے، وہ بھی ایسے نرالے انداز میں کہ ہر حرف اپنے مقام پر بالکل مستحکم اس سے بہتر اس مقام پر کوئی دوسرا لایا نہیں جا سکتا۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوقات میں سب سے افضل ہیں، عطائے ربانی سے آپ تمام اشیا کے مالک ومختار ہیں، اسی عقیدے کی ترجمانی حضرت بلبل ہند نے اس شعر میں کی ہے، یہی سلف صالحین وائمہ مجتہدین کا عقیدہ رہا ہے اور فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اسی کی تاکید فرمائی ہے، جب ہم حضرت بلبل ہند کے اس شعر کو غور سے پڑھتے ہیں، تو آپ کی فطری وادبی صلاحیت پر عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے کہ شعر بالکل مقفّٰی ومسجع ہے اور عام الفاظ میں اہل سنت و جماعت کے معمولات ومعتقدات کی وضاحت وتشریح فرمادی ہے اور دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی اسی نعت کا پانچواں شعر ملاحظہ فرمایئے جو قرآن وحدیث کا مکمل آئینہ دار اور اس کی کما حقہ تفسیر ومعتقدات اہل سنت و جماعت کا مبین وموضح ہے۔

خدا کے کرم سے کھلے غیب ان پر عیاں ہوگیا کل جہاں لوح دل پر

وہ دیکھ آئے معراج میں سارے منظر یہ عظمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے آپ عالم الغیب ہیں، سارا جہاں اور اس کی تمام اشیا آپ کے دل پر بالکل واضح ومنور ہوگئیں، آپ نے معراج کی شب تمام منظر ملاحظہ فرمایا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نہیں ہے تو پھر اسے کیا کہا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما.

اور اللہ نے آپ کو وہ سکھا دیا، جو آپ نہیں جانتے تھے، یہ آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل واحسان ہے، حضرت بلبل ہند نے اس شعر میں کرم سے یہی اللہ کا فضل مراد لیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انی لاریٰ مالا ترون واسمع ما لا تسمعون.

یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سن رہا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے:

هل ترون قبلتی ههنا فو الله ما یخفی علی خشوعکم و لا رکوعکم.

کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میرا قبلہ ادھر ہے قسم خدا کی مجھ پر نہ تمھارا رکوع پوشیدہ ہے نہ خشوع۔

معراج کی شب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی کا شرف نصیب ہوا، جس کا تذکرہ قرآن مقدس میں اس طرح موجود ہے:

ما کذب الفوأد ما رأی افتمارون علی مایری ولقد رآہ نزلة اخری.

جو کچھ انھوں نے دیکھا، وہ محض خیال آرائی نہیں ہے، کیا تم اس کے ساتھ اس چیز میں جھگڑا کرتے ہو جس کا اس نے مشاہدہ کیا ہے اور اس نے اسے دوسری دفعہ اترتے ہوئے دیکھا۔

یعنی جو مشاہدات شب معراج ہوئے، وہ تمام حقیقت تھے، محض وہم یا خیال آرائی نہ تھی، اگر محبوب کہہ رہا ہے کہ رب ہے تو مان لو کیوں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ کہہ رہا ہے، تم اس کے مشاہدہ کے بعد بھی جھگڑ رہے ہو، یہ تمھاری بدبختی ہے، اس نے تو اپنے رب کا دیدار واپس آتے ہوئے دوبارہ کیا، دیدار کے موقع پر آپ کی چشمان مقدس کی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مازاغ البصر وما طغیٰ.

نہ نگاہ کج ہوئی نہ بے قابو۔ (شرح سلام رضا ص ۳۶۹)

اسی لیے تو امام عشق ومحبت نے سرکار کے علوم غیبیہ کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے ۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے مذکورہ شعر میں بڑے عمدہ انداز میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کو بیان کرتے ہوئے شب معراج دیدار الٰہی اور جملہ اشیا کی منظر کشی کی ہے اور امام عشق و محبت نے اپنے مشہور زمانہ سلام میں فرمایا ہے ؎

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی اسی نعت کا چھٹا شعر جس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ مخلوقات الٰہیہ سے افضل ثابت کر کے نجدی وہابی کی تردید کی ہے ؎

معزز ہوا جن کا نام گرامی وہ سلطان والا رسول حجازی
انھیں کو گھٹائیں یہ نجدی وہابی خباثت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اور آپ کی ذات بابرکات سب سے زیادہ معزز و مکرم ہے ،جن کی شان مبارک میں یہ نجدی وہابی و بدعقیدہ توہین کرتے ہیں اور آپ کو عام مخلوق میں شمار کرتے ہیں تو کیا یہ خباثت و بدبختی نہیں ہے۔

آپ کا نام مبارک محمد کتنا افضل ہے،اس کا اندازہ قرآن مقدس کی اس آیت کریمہ سے لگایا جاسکتا ہے:

ومامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل .

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے انبیاے کرام علیہم السلام دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے نام مبارک کا تذکرہ آپ کی مدح میں کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے ؎

وشق له من اسمه ليجله
فذوالعرش محمود و هذا محمد

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نام پاک سے آپ کا نام مشتق فرمایا تا کہ آپ کی عزت افزائی فرمائے۔لہذا عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

غور کا مقام ہے،جس خدا نے اپنے محبوب کے لیے اپنے نام سے ایک نام مشتق فرمایا ہو،اس نام کی عزت وعظمت اور بزرگی وبرتری کا عالم کیا ہوگا اور جب نام کی عظمت کا یہ عالم ہے ذات کی عظمت و بزرگی کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لفظ مصطفیٰ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

هو من اشهر اسمائه والاصطفاء الاختيار من الصفوة وهي الخلاصة.

یہ آپ کا مشہور نام ہے، اصطفا کے معنی انتخاب کے ہیں اور یہ صفوۃ سے بنا ہے جس کا معنی خلاصہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو اپنے لیے منتخب فرمالیا۔

ان الله نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی الله علیه وسلم خیر قلوب العباد فاصطفاه لنفسه.

اللہ رب العزت نے بندوں کے دلوں کی طرف توجہ فرمائی تو حضور کے قلب مبارک کو سب سے افضل پایا، لہٰذا اپنی ذات کے لیے منتخب فرمالیا۔

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے سرکار کی اسی عظمت وجلالت کو اپنے اس شعر میں بیان فرمایا اور وہابیوں کے باطل عقائد ونظریات کی تردید کرتے ہوئے ان کے ان معتقدات کو جن سے شان رسالت میں توہین وگستاخی کا ظہور ہوتا ہے، خباثت وفتور عقل پر مبنی قرار دیا ہے حق یہ ہے کہ آپ پوری کائنات میں سب سے افضل اور اللہ کی عطا سے پوری کائنات کے مالک ومختار ہیں۔ یہی عقیدہ عامۃ المسلمین کا سلفاً وخلفاً رہا ہے اور امام اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے جس کو آپ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ۔

حق یہ کہ ہیں عبد الٰہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی اسی نعت پاک کا مقطع ملاحظہ فرمائیے جس کو حضرت نے عشق وعرفان کے بحر ناپیدا کنار میں مستغرق ہوکر تحریر فرمایا ہے، جس سے آپ کی سرکار سے سچی محبت کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ۔

ہنسیں لوگ ہنستے رہیں کچھ نہیں غم رجبؔ ہے گدائے شہنشاہ عالم
خطاکار پر ہو کرم ان کا پیہم یہ قسمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تشریح : رجب کی خستہ حالی پر اگر لوگ ہنستے ہیں، تو ہنستے رہیں، اسے کسی قسم کا غم واندیشہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ شہنشاہ دوعالم مالک ارض وسما کے در کا گدا وفقیر ہے، اس لیے کہ خطاکاروں پر بھی آپ کا مسلسل فیضان کرم ہوتا ہے، یہ اوج قسمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک سچے مسلمان اور عاشق کامل کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی گدائی ہی سب سے افضل واعلیٰ ترین دولت ہے، جس شخص کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا در پاک نصیب ہو جائے، اس کو پھر کسی در کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ اس کو اصل الاصول کا حصول ہو جاتا ہے اور اس در کی گدائی کے شرف سے مشرف ہو جانے کے بعد اس کو دنیا کی تمام چیزیں حقیر معلوم ہوتی ہیں اور وہ تمام کائنات میں اپنے اس رتبہ کی وجہ سے سرخ رو ہوتا ہے۔

سرکار کا خطا کاروں پر کرم

سرکار کا خطا کاروں پر کرم تو اتنا ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ ہو جائے اور سرکار اس کے لیے بارگاہ الٰہی میں شفاعت نہ فرمائیں، تو خدا اس کی بخشش نہ فرمائے، اللہ رب العزت اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.

اور اگر مسلمان اپنی جانوں پر ظلم کرلیں اور اے نبی وہ تمھاری بارگاہ میں آ کر اللہ سے مغفرت چاہیں، اور رسول بھی ان کی مغفرت کی دعا کریں تو وہ ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔

تو خطا کاروں پر سرکار کا یہ کرم ہے کہ خطا کی حالت میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائیں تو سرکار اپنے کرم سے ان کو بخشش کا پروانہ عطا فرماتے ہیں، آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

خيرت بين الشفاعة وبين ان يدخل شطر امتى الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واكفى هل ترون انها للمومنين المتقين ولكنها للمذنبين الخطائين. (ابن ماجه)

مجھ کو شفاعت اور میری آدھی امت کے جنت میں داخل ہونے کے درمیان اختیار دیا گیا، تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا، کیوں کہ یہ عام اور کافی ہے کیا تم یہ سوچتے ہو کہ میری یہ شفاعت متقی اور پرہیز گار مسلمانوں کے لیے ہوگی؟ نہیں! بلکہ میری شفاعت گنہ گاروں کے لیے ہوگی۔

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اپنے اس شعر میں سرکار کو شافع یوم النشور اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ثابت فرمایا ہے۔

یہ ہے آپ کی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت ومحبت آپ کا یہی عشق ایسا ہے جو دنیا وآخرت میں آپ کی سرخ روئی کا ذریعہ وسبب ہے۔ یہ تو میں نے آپ کی صرف ایک نعت پاک کی مختصر سی تشریح پیش کی ہے، اگر آپ کے جملہ کلام کی تشریح کی جائے، تو آپ کے سامنے حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا بحر بیکراں نظر آئے گا۔

خداوند قدوس تمام مسلمانوں کو حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ جیسا عشق عطا فرمائے اور آپ کی خواب گاہ کو منبع انوار وزیارت گاہ خلائق بنائے۔ **آمین بجاه النبی الحبیب علیه التحیة والثناء الجمیل**

ریاض عقیدت کی بہار

از : مولانا عبدالرحمٰن قادری بریلوی
استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

خارجی ہوں نہ رافضی ہوں میں　　　بندۂ مرتضیٰ علی ہوں میں
شاہ احمد رضا کے در کا غلام　　　سگ دربار سنجری ہوں میں
غوث اعظم کی چشم رحمت سے　　　سائل باب قادری ہوں میں
شاہ عبدالعزیز بجنوری　　　ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں
میرے آقا ہیں سید سالار　　　ان کے دامن سے ملتجی ہوں میں
میرے ہادی ہیں مفتیٔ اعظم　　　فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں

اک گنہ گار مستحق سزا
تہی داماں رجب علی ہوں میں

(ریاض عقیدت)

صاحب اوصاف کثیرہ، منبع الطاف کبیرہ، امام الواعظین، سند المناظرین، نعت گوے خیر الوریٰ، عاشق غوث ورضا، بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت ''دنیاے عشق وادب'' اور جہان حق وسنیت کے لیے محتاج تعارف نہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے عقیدت وارادت اور وابستگی رکھنے والے تمام حضرات واقف ہیں کہ حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ نے اپنی حیات مبارکہ کی ایک ایک ساعت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور سنیت کی ترویج واشاعت مین صرف کی۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت گوئی ونعت خوانی ان کے فضائل وکمالات کا واضح بیان، ان کی سیرت مطہرہ اور حیات مقدسہ کا مبارک ذکر، دشمنان رسول کی تردید وسرکوبی، محبوبان خدا کا دل پذیر تذکرہ، اصلاح عقائد واعمال پر متاثر کن تقریر اور ''راہ عشق وعلم وعمل'' پر خلق خدا کو گامزن کرنا آپ کی زندگی کا حسین ترین مشغلہ تھا۔

آپ نے ہزاروں تشنگان علم کو جام علم وادب سے سیراب کیا اور لاکھوں گم گشتگان راہ کو ''ہدایت حق وصواب'' کی منزل رفیع عطا کی۔ آپ جن راہوں سے گزرے بدعت وبطلان کے کانٹوں کو صاف کرتے گئے اور عشق وعقیدت کے گلشن مہکاتے گئے۔ جن گلیوں سے گزرے اسلام وسنیت کے پھولوں کی دل آویز خوشبو پھیلاتے

چلے گئے۔جن شہروں سے گزرے بدعت و بدعقیدگی کے محلات ڈھاتے گئے اور مذہب مہذب مسلک اعلیٰ حضرت کے قلعے بناتے گئے اور قدم بہ قدم، شہر بہ شہر، منزل بہ منزل یہ اعلان کرتے گئے ؎

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا

بلبل ہند حضرت مفتی صاحب قبلہ قدس سرہ اپنے عہد کی عظیم وجلیل، بلند پایہ، رفیع المرتبت قابل تقلید، لائق اتباع، واجب الاکرام، عالی محاسن، نابغۂ روزگار، سراپا علم وفضیلت اور باکمال ویکتا شخصیت تھے۔ان کی ذات والا صفات ان گنت محاسن واوصاف اور فضائل وکمالات کی جامع تھی۔وہ دنیاے خطابت کے حکمراں تھے، تو میدان تدریس کے شہسوار بھی، وہ لوح وقلم کے رمز شناس تھے، تو رشد وہدایت کے ساقی بھی۔انہوں نے اپنے دست کرم سے لاکھوں افراد کو طریقت ومعرفت کے جام پلائے اور اپنے دامن میں سمیٹ کر انھوں نے ''گلزار غوثیت'' کی خوشبو سے مہکا دیا۔وہ اپنے عہد کے عظیم ادیب وخطیب تھے، وہ صوفی باصفا تھے، وہ بلند پایہ عالم وفاضل تھے، وہ عظیم محدث ومفتی تھی، وہ جامع شرائط پیر طریقت تھے، وہ قلم برداشتہ مصنف ومحرر تھے، ان کی خصوصیت اور وصف خاص یہ تھا، کہ وہ شیدائے غوث ورضا تھے ؎

عاشق اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام
رہبر اہل سنت پہ لاکھوں سلام
عشق وعلم وفضیلت پہ لاکھوں سلام
اے رجبؔ تیری عظمت پہ لاکھوں سلام

اس مضمون میں صاحب تذکرہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے جمیع اوصاف ومحاسن اور علمی کمالات کا جائزہ لینا مقصود نہیں ہے، بلکہ ان کی شاعرانہ خوبی اور شعری صلاحیت کو خراج عقیدت پیش کرنا مقصود ہے، اس لیے کہ حضرت مفتی رجب علی صاحب رجبؔ نانپاروی ایک بلند فکر، صاحب فن نعت گو شاعر بھی تھے۔آپ جس طرح علم حدیث وافتا میں دسترس رکھتے تھے، اسی طرح نعت گوئی میں بھی کمال مہارت کے مالک تھے۔آپ کی نعت خوانی کا بھی کوئی جواب نہیں اور نعت گوئی کا بھی جواب نہیں۔آپ جب نعت گنگناتے تھے، تو تمام حاضرین وسامعین پر وجد کی کیفیات طاری ہوجاتی تھیں اور خلوص دل سے جذبہ عشق وعقیدت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوکر سننے والے دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر عشق نبی کی مقدس وادیوں میں پہنچ کر نعت کے حسین جلووں میں گم ہوجاتے تھے۔نعت خوانی کی کرامتوں نے آپ کو بلبل ہند کا اعزاز بخشا۔

پہلے حج کے دوران قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج شاہ ضیاء الدین مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانۂ دولت

پر حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا ''مولوی محمد رجب علی صاحب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام سنائیں۔'' چنانچہ آپ نے اسی وقت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ نعت شریف ''لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا'' پڑھنا شروع کی۔ آپ پڑھتے جارہے تھے اور سامعین کیف وسرور میں جھومتے جارہے تھے۔ بعد اختتام حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے آپ کو بلبل ہند کے خطاب سے نوازا اور برجستہ فرمایا ''**یاعندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی** ''۔ اسی وقت سے آپ ''بلبل ہند'' سے مشہور ہوئے۔ (اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب مطبع المجمع الرجبی جامعہ عزیز العلوم نانپارہ ص ۱۵)

آپ کا مجموعہ کلام ''ریاض عقیدت'' پڑھنے کے بعد آپ کی شاعرانہ مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری تمام فنی نقائص ومعائب سے پاک وصاف اور شعری محاسن وخصوصیات سے مزین ومرصع ہے۔ کتاب ''ریاض عقیدت'' جہاں رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات وکمالات، تصرفات ومعجزات، شمائل وخصائل، سیرت وکردار، عادات واطوار، عظمت وجلالت، رفعت وسیادت اور یکتائی وبے مثالی کے خوش رنگ وخوش ادا اور خوش منظر پھولوں کا حسین وجمیل گلدستہ ہے، وہیں شاعر فن کار حضرت مفتی صاحب قبلہ کی عقیدت ومحبت، عشق وایمان، جذبہ صادق، فکر وفن اور شعری کاوش وصلاحیت کی آئینہ دار بھی ہے۔

آپ نے تمام اصناف شعر وسخن کو نظر انداز کر کے صرف نعت کی شاعری ہی کو اپنی عقیدت ومحبت اور فنی مہارت وصلاحیت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اہل فہم وادراک اور ارباب شعر وسخن اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ نعتیہ شاعری تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، مگر اس عاشق رسول کے لیے تلوار کی اس دھار پر چلنا کیا مشکل جو کل قیامت کے دن تلوار کی دھار سے بھی زیادہ باریک ''پل صراط'' پر عشق رسول کے طفیل بخیر وخوبی اور بعافیت وآسانی گزر جائے گا۔ جب کل ''عشق رسول'' تلوار کی دھار سے زیادہ باریک ''پل صراط'' پر ''عاشق صادق'' کو بخیر وعافیت گزار دے گا، تو آج عاشق صادق کے لیے تلوار کی دھار پر چلنا (نعت کہنا) کیا مشکل ہوسکتا ہے۔ عشق سے لبریز چند اشعار ملاحظہ کیجیے اور اپنے عشق وعقیدت کو پختگی بخشیے ۔

تمہارے عشق میں رہنا ہی زہد و پارسائی ہے
مرا ایماں تمھارے آستانے کی گدائی ہے
مرا دل ہی نہیں اس در پہ مست سجدۂ الفت
فرشتوں کی عقیدت میں وہاں پر جبہ سائی ہے

(ریاض عقیدت)

عشق کے تعلق سے امام عشق ومحبت، امام احمد رضا فاضل بریلوی کے یہ شعر ملاحظہ کریں اور اس کے بعد مفتی

صاحب قبلہ کے ''مبنی بر عشق'' اشعار پڑھیں اور غور کریں کہ حضرت مفتی صاحب نے اعلیٰ حضرت سے ''اکتساب فیض'' کرتے ہوئے کتنے معیاری اور قابل آفریں اشعار کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے
طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

(حدائق بخشش)

مفتی صاحب کے اشعار میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فیضان کی واضح جھلک ملاحظہ کریں۔

متاع عشق مل جائے جو ان کے پائے زیبا پر
تصدق ہوں مرے ارمان دل اشک رواں ہوکر

بندہاے غم سے وہ آزاد ہے
عشق حق سے جس کا دل آباد ہے

کروں کیا آپ پر صدقے تہی دستی ہے اے مولیٰ
دل وجاں میرے سب تم پہ ہیں صدقے یارسول اللہ

تصور میں جب آتے ہیں مدینے کے گلی کوچے
تڑپ اٹھتے ہیں میرے دل کے ارماں یارسول اللہ

نعت کا شاعر جہاں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ''وجود مسعود'' کی تعریف وتوصیف اور مدح وستائش کا خوگر ہوتا ہے، وہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار وگفتار، عادات وخصائل، اطوار وشمائل، معمولات ومشغولات، عطا وسخاوت، الطاف ونوازشات اور احسان وعنایات کو بھی ''جامۂ شعر'' پہنا تا ہے۔ چناں چہ حضرت مفتی صاحب

قبلہ کے یہ شعر پڑھیے۔

سبز کرتا ہے کشت ایماں کو
ابر لطف و سخا مدینہ ہے
خالی دامن کوئی گدا نہ پھرا
سب کا حاجت روا مدینہ ہے

نعمت خالق یکتا کا خزانہ تم ہو
لطف کا، جود کا، احسان کا دریا تم ہو
خلق کو خالق عالم سے ملانے والے
درد کے، رنج کے، ہرغم کے مسیحا تم ہو
شب اسریٰ کے دولہا کی یہ ہے رفتار کا عالم
کہ اک ساعت میں لوٹ آئے مکاں سے لامکاں ہوکر
مقابل میرے آقائے مدینہ کی فصاحت کے
زباں کے جودھنی تھے رہ گئے وہ بے زباں ہوکر
رشک فردوس فخر باغ ارم
آپ کے گلستاں کو کیا کہیے
والضحیٰ تابش جمال مبیں
عارض ضوفشاں کو کیا کہیے
مشک کے یا گلاب کے مخزن
گیسوئے جان جاں کو کیا کہیے

تمام شعراے نعت نے بارگاہ مصطفوی میں خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لواحقین ومنسوبین ومعتقدین ومحبین اور واصفین وذاکرین کی تعریف وتوصیف کو بھی اپنی شاعری کا ''جزولازم'' سمجھا۔اسی ''روش حسن'' پر چلتے ہوئے، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے بھی صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاے امت کی بارگاہوں میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنا اپنی سعادت وسربلندی کی ضمانت تصور کیا۔''ریاض عقیدت'' کے آخری صفحات اس دعوے کی دلیل ہیں۔

نعت کی شاعری کا یہ پہلو بھی اہل دانش سے مخفی نہیں، کہ شعرائے نعت نے جہاں صالحین امت کے دیار میں محبتوں کی نذر گزاری، وہیں گستاخان رسول، منافقین زمانہ اور اعدائے اولیا کی مذمت واہانت اور تحقیر وتذلیل بھی اپنے تئیں لازمی سمجھی، بلاشبہ ''مصطفیٰ جان رحمت'' کی نعت اولیاے امت کی منقبت اور گستاخان رسول کی اہانت قرآنی منشا کے عین مطابق ہے۔ قرآن نے، جہاں مصطفیٰ جان کرم کی نعت میں:

ومارسلنک الا رحمة للعالمین.

ولکن رسول الله وخاتم النبیین

محمد رسول

فرمایا، وہیں اولیاے امت کے تعارف میں:

الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون.

ان اولیاء ه الا المتقون.

والصدقین والشهداء والصالحین

وغیرہا اور دشمنان دین گستاخان رسول کی مذمت وہجو میں

وماهم بمؤمنین

تبت یدا ابی لهب

فرمایا۔ معلوم ہوا، کہ نعت نبی کے ساتھ ساتھ اعداے نبی کی تذلیل اور ہجو ''سنت الٰہیہ'' ہے اور اسی سنت الٰہیہ پر بارگاہ مصطفوی کے مقبول ترین شاعر، صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر امام احمد رضا بریلوی تک اور امام احمد رضا بریلوی سے حضرت مفتی رجب علی صاحب تک ہر شاعر نعت نے عمل کیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ نبوی میں مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ

''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے، تا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم کی مدحت بیان کریں اور آپ کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله یؤید حسانا بروح القدس ما دام یدافع عن رسول الله.

بے شک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے، جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں۔ ایک روایت ''یفاخر'' یعنی حضور کا فخر بیان کرتے ہیں۔ آیا ہے۔ حضور اکرم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اس کے چبھنے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق

تبارک وتعالیٰ جسے زبان عطافرمائے اور گویائی کی طاقت وقوت بخشے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کی ہجو و مذمت میں کوتاہی نہ کرے، اس لیے کہ سب سے بہترین عمل یہی ہے۔ (مدارج النبوۃ مترجم ج ۲)

اس سے معلوم ہوا، کہ دشمنان رسول کی ہجو بھی ''رضائے مولیٰ'' کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ہر صاحب زبان کو چاہیے کہ نعت نبی کے ساتھ ساتھ گستاخان نبی کی مذمت بھی کرے، اسی ''طریق حسانی'' پر عمل کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب قبلہ نے دشمنان خدا اور رسول کی مذمت واہانت بھی کی اور اتنے شائستہ اور دل نشیں انداز میں کی، کہ جس کا کوئی جواب نہیں۔ آپ کی تقریر پر تاثیر میں بھی بدعقیدوں کا رد بلیغ ہوتا تھا۔ آپ نہایت علمی وتفہیمی انداز میں بڑی موزونیت کے ساتھ ان کا رد فرماتے تھے، جو نہایت موثر ثابت ہوتا، تقریر کی طرح آپ کے نعتیہ کلام میں بھی گستاخان رسالت کا نہایت دل نشیں رد پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے ؎

ملے رہتے ہیں غیر جنس کتنے جنسِ گندم میں
رجب ہشیار رہنا ہر کسی کے آنے جانے سے

کریں آج دعوے غلط لاکھ نجدی
قیامت میں دیکھیں گے عزت تمھاری

آپ کے در سے جو پھر آیا
دوزخی ہے وہ شقی برباد ہے

آپ کا مجموعہ کلام ''ریاض عقیدت'' اظہار تمنا، جذبۂ عشق، استمداد واستعانت، شان اعجاز، فضیلت ولایت اور ہدیہ خلوص کے حسین پھولوں سے مہکا ہوا ہے۔ آپ نے لحہ بہ لحہ تقدس رسالت اور درجۂ غلامی کو ملحوظ رکھا ہے اور جابجا امام احمد رضا قدس سرہ کی نسبت پہ فخر کرتے ہوئے، ان کی عقیدت ومحبت کی ڈالیاں پیش کی ہیں، جن کے صلے میں بارگاہ رسالت سے آپ پر انعام واکرام کی برسات ہوئی اور آپ مقبول عوام وخواص ہو گئے۔ مسلمانوں نے آپ کو اپنا عظیم پیشوا مانا اور بزرگان کرام نے آپ کو اپنے دامن کرم میں پناہ دی۔ چناں چہ آپ خود نغمہ سرا ہیں ؎

فضل خدا ہے شکر بجالا رجب تجھے　　دامان پاک حضرت غوث الوریٰ ملا
صدقے میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے　　باب عطائے حضرت احمد رضا ملا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام　　نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا
ورد زباں ہے نعرۂ غازی قدم قدم　　خوش کیوں نہ ہو رجب کہ اسے کیا سے کیا ملا

حضرت رجبؔ نانپاروی : قتیل مدینہ

یہ مضمون ہمیں مضامین کی فائل میں ملا، مگر مضمون نگار کا نام درج نہیں تھا، اس لیے ہم قلم کار کا نام و پتہ درج نہ کر سکے، اس مضمون کے محرر قارئین میں سے اگر کوئی صاحب ہوں ،تو ضرور مطلع کریں۔(مرتب)

گزرے ہوئے چند سال اہل سنت و جماعت کے لیے خصوصاً اور پورے عالم اسلام کے لیے عموماً بڑے ہی پر آشوب اور صبر آزما رہے ہیں، کیوں کہ کئی اکابر اہل سنت اور مفکرین ملت اس عرصہ میں داغ مفارقت دے گئے۔ مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ رجب علی قادری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی، قائد ملت حضرت علامہ محمد حنیف قادری، فخر القرا حضرت قاری احمد ضیاء ازہری رضی اللہ عنہم اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ یہ حضرات اپنی گونا گوں خوبیوں کے باعث ملت اسلامیہ کے لیے سرمایۂ افتخار تھے۔ ان کے وجود سے علمی دنیا میں بہار ہی بہار تھی، پوری دنیاے سنیت ان حضرات ذوی الاحترام کے علم و تحقیق اور فکر و دانائی کی خوشبو سے معطر تھی، لیکن آہ آج ان حضرات کے وصال پر ملال سے دنیاے علم و سنیت میں ایک ماتم بپا ہے، ہر علم دوست کی آنکھ پرنم ہے۔ ہر سنی درسگاہ اداس ہے اور ہر خوش عقیدہ مسلمان اپنے ان محسنین کی مغفرت اور روحانی درجات کی بلندی کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے۔ یہ وہ اکابر علما ہیں، جن کی علمی، دینی، اصلاحی اور سماجی خدمات اور کارنامے کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔

ان برگزیدہ ہستیوں میں مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ رجب علی قادری نور اللہ مرقدہ (۱۹۲۳ء-۱۹۹۸ء) کئی اعتبار سے امتیازی شان کے مالک تھے۔ آپ جہاں ایک بلند پایہ عالم دین، بے مثل مدرس اور کئی عمدہ اور مفید کتابوں کے مصنف تھے، وہیں آپ حد درجہ خوش فکر نعت گو شاعر بھی تھے۔ خوش الحانی کے ساتھ نعت خوانی میں آپ کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہی سبب تھا کہ آپ بلبل ہند کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ بے پناہ خوش اخلاق انسان بھی تھے، جس کے باعث ایک دنیا آپ کی گرویدہ تھی۔ یقیناً آپ کے وصال پر ملال سے عالم سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پر ہونا آسان نہیں۔

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو یوں تو میں نے بہت قریب سے کبھی نہیں دیکھا ہے، لیکن عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف میں ایک دوبار دیکھنے کی سعادت ضرور حاصل کی ہے۔ میانہ قد، گندمی رنگ، سادہ لباس، سوز و گداز میں ڈوبی آواز، آپ کی صورت اور آپ کی رس گھولتی ہوئی آواز شاید ہی کبھی پردۂ ذہن سے محو ہو سکے۔ میں

نے کبھی سوچا بھی نہ تھا، کہ حضرت کی شخصیت پر مجھ ہیچ مداں کو کبھی قلم اٹھانا پڑے گا، لیکن آپ کے صاحب زادہ والا تبار مولانا محمود رضا قادری کا حکم نامہ آن پہنچا کہ آپ ابا حضور کی شخصیت کے کسی پہلو پر ایک مقالہ ضرور تحریر کردیں اور پھر آپ نے حضرت کی شخصیت سے متعلق ضروری مواد بھی فراہم کر دیا۔ نتیجتاً یہ مختصر مقالہ سپرد قلم کر رہا ہوں۔ اگر صاحب زادہ والا تبار اسے حضرت کی سوانح حیات میں شائع کر دیں، تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی کہ حضرت کی بارگاہ میں منثور خراج عقیدت پیش کرنے والوں میں مجھ ناچیز کا بھی نام شامل ہو جائے گا۔

مرد حق آگاہ، عارف باللہ یگانۂ روزگار، بحر معرفت کے غواص، صوفی باصفا حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمہ ایک حساس، خوش فکر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ زبان و بیان پر قدرت کاملہ کے ساتھ ساتھ آپ کو فن شاعری پر پورا عبور حاصل تھا۔ آپ کا نعتیہ کلام ''ریاض عقیدت'' اس وقت میری نظروں کے سامنے ہے۔ ''ریاض عقیدت'' پڑھ کر حضرت مفتی نانپارہ کے شاعرانہ کمال کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس میں آپ کو زبان کی لطافت بھی ملے گی اور تخیل کی بلند پروازی بھی۔ معنی آفرینی بھی ملے گی، اور سحر انگیزی بھی، جدت تراکیب بھی ملے گی اور حسن استعارہ بھی، تشبیہ بھی ملے گی اور تلمیح بھی، ردیف و قوافی کی ندرت بھی ملے گی اور فکر و شعور کی بالیدگی بھی۔ علاوہ ازیں ''ریاض عقیدت'' کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ یہ موصوف کی تاجدار انبیا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم، بزرگان دین اور مشائخ کبار رضی اللہ عنہم سے والہانہ محبت و عقیدت اور بے پناہ وارفتگی و وابستگی کا عکاس بھی ہے۔

''ریاض عقیدت'' میں حضرت مفتی نانپارہ نے ''شہر مدینہ'' کا ذکر بار بار کیا ہے۔ آپ کی شاید ہی کوئی نعت ہو، جس میں مدینہ پاک کا ذکر نہ ہوا ہو اور ہر جگہ ایک نئے ڈھنگ اور ایک نئے عنوان سے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے مدینہ پاک کے پاکیزہ تصور نے آپ کو اس درجہ اپنی گرفت میں لے رکھا تھا، کہ آپ اس کے حصار سے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ نکل پاتے تھے۔ یا دانستہ نکلنے کی کوشش ہی نہیں کرتے تھے۔ یہی تصور مدینہ اور اس کا ہمہ وقت ذکر آپ کی روحانی غذا تھی کہ جب تک ذکر مدینہ سے خود کو مشرف نہ کر لیتے تھے، سکون قلب میسر نہ ہوتا تھا۔ نزدیک مدینہ رہنے کی آرزو کا سبب شاید یہی تھا۔

رات دن میں ترے محبوب کا جلوہ دیکھوں
یا خدا تو مجھے نزدیک مدینہ کردے

دنیا میں یوں تو قدرتی مناظر، دیدہ زیب نظاروں، دل کش عمارات، خوب صورت جھیلوں، مترنم آبشاروں کے اعتبار سے کشمیر و پیرس جیسے ان گنت شہر ہیں، لیکن دیوانہ رسول اور عاشق حبیب خدا کے نزدیک اگر دنیا میں کوئی شہر سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے افضل و اعلیٰ بلکہ رشک خلد اور فردوس بداماں ہے تو وہ صرف اور صرف شہر مدینہ ہے، کیوں کہ یہی وہ شہر ہے، جہاں کونین کے دولہا، باعث تخلیق کائنات، گلشن ہستی کی اولین بہار، مصطفیٰ جان

رحمت، شمع بزم ہدایت، محبوب خدا آسودۂ خاک ہیں۔ اور یہ ایک زندہ حقیقت اور ناقابل تردید صداقت ہے کہ ایک عاشق کے نزدیک وہی شہر سب سے خوب صورت اور افضل ہوتا ہے جہاں اس کا دل بر اور محبوب قیام پذیر یا آسودۂ خاک ہو۔ اسی حقیقت کی ترجمانی ڈاکٹر اقبال نے یوں کی ہے۔

خاک طیبہ از دوعالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ دروے دل بر است

یعنی مدینہ پاک کی خاک شریف دونوں جہاں سے افضل ہے، کیوں کہ یہاں اپنا محبوب جلوہ افروز ہے۔
اس حقیقت کی تائیداس آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے:

لااقسم بهذاالبلد و انت حل بهذاالبلد.

مجھے اس شہر مکہ کی قسم کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم یاد فرما کر اس کے مرتبہ اور توقیر کو بڑھایا، تو اس کی علت محبوب کے قیام کو ٹھہرایا، لیکن جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو بعد ہجرت مدینہ منورہ افضل ہوگیا۔ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ اس میں فقہا کا آپس میں اختلاف ہے، لیکن امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کیا کہتے ہیں، اس کو بھی سن لیں اور آپ کے مبارک فیصلہ پر نعرۂ تحسین بلند کریں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

امام عشق ومحبت نے فیصلہ فرمادیا، کہ مذہب عشق ایک انوکھا مذہب ہے۔ اس مذہب میں عقل کے لیے مداخلت کا کوئی راستہ نہیں۔ بقول ڈاکٹر اقبال۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عشق رسول کی ایک ایسی ہی شمع تھی، جو حضرت مفتی نانپارہ کے دل میں بھی فروزاں تھی۔ دیوانگی آخری حدوں کو چھورہی تھی، لیکن اس دیوانگی میں بھی ہوش کا دامن نہ چھوٹتا تھا۔ شریعت کا پاس ولحاظ ہر آن رہتا تھا۔ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کا نشہ آپ پر ایسا طاری تھا کہ ہر لمحہ اسی نشہ میں سرشار رہتے تھے اور اسی سرمستی وسرشاری نے تو آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وفادار اور متبع بنادیا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر آن سیرت رسول اپنے سامنے رکھتے۔ کوئی عمل، کوئی کام سنت نبوی کے خلاف نہ ہو، اس کا آپ بھرپور خیال رکھتے۔ آپ نے اپنے عمل سے دنیا کو بتادیا کہ جو جتنا بڑا عاشق رسول ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑا ان کا متبع اور پیروکار بھی ہوتا ہے۔ آپ کی پوری زندگی اگر

خدمت دین، تبلیغ سنیت اوراحقاق حق وابطال باطل سے عبارت تھی تو یہ بھی اسی عشق رسول کا نتیجہ تھا۔

ایک عاشق کی زندگی کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ وہ خلوت وجلوت ہر حال میں اپنے محبوب اور دلبر کو کثرت کے ساتھ یاد کرتا رہتا ہے، کبھی اس کی عین ذات کو یاد کرتا ہے، تو کبھی اس کے شہر کو کبھی اس کے گھر کو یاد کرتا ہے تو کبھی اس کے مزار کو، وہ کبھی اپنے محبوب کو یا اس سے منسوب چیزوں کو یاد کرنے سے تھکتا نہیں، بلکہ اس طرح اس کا سوز عشق اور فزوں تر ہوتا ہے اور وہ اس آتش عشق پر صدقے اور نثار ہوا جاتا ہے۔ کیوں؟ امام عشق ومحبت کی زبان سے سنیے ؎

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

غالبا یہی وہ سب سے بڑا سبب ہے کہ ہم جب ''ریاض عقیدت'' کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ہم قدم قدم پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پاکیزہ شہر، مقدس دیار، نورانی تربت، سبز گنبد، سنہری جالیوں اور منبر ومحراب کی جلوہ سامانیوں کا ذکر جمیل پاتے ہیں اور یہ ذکر بڑے ہی والہانہ انداز میں کیا گیا ہے۔ جیسے کوئی وارفتگیٔ شوق کی انتہاؤں میں محو پرواز ہوکر یا کوئی عاشق دل گیر یاد محبوب میں دیوانگی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہو۔ ذیل میں ''ریاض عقیدت'' میں شامل ایک بہت ہی خوب صورت چھوٹی بحر کی ایک نعت پاک کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حضرت رجب نانپاروی کو مدینہ پاک سے کس درجہ محبت تھی اور کیوں تھی ؎

عشق کا مقتضا مدینہ ہے
روح کا مدعا مدینہ ہے

کیا بتاؤں میں کیا مدینہ ہے
حرم مصطفیٰ مدینہ ہے

کعبۂ دل کی فیض باری سے
اپنا قبلہ نما مدینہ ہے

طالبان شفائے دل کے لیے
نسخۂ کیمیا مدینہ ہے

حضرت رجب نانپاروی گلشن مدینہ کا نظارہ کرنے سے پہلے ہی ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے اور بارگاہ الٰہی میں شب وروز یوں محو دعا رہا کرتے تھے ؎

الٰہی دکھا دے دیار مدینہ
یہ آنکھیں بھی دیکھیں بہار مدینہ

مری روح پاجائے معراج ایماں
جو تقدیر سے ہو نثار مدینہ
الٰہی مرا خاتمہ خیر سے ہو
مدینہ میں پیشِ مزار مدینہ
مرے دوستو کیا ہے دل میں نہ پوچھو
مرا دل ہے اب بے قرار مدینہ
رجبؔ کی تمنا ہے اس سال یارب!
یہ آنکھیں ہوں اور رہ گزار مدینہ

اور جب بخت خفتہ بیدار ہوا، قسمت کا تارا جگمگایا، دل کے ارمان پورے ہوئے اور نظروں کے سامنے محبوب خدا کا مقدس دیار آیا، تو اس وقت آپ کی کیفیت کیا ہوئی، وہ آپ ہی کی زبانی سنیے ؎

مدینہ کا نظر کے سامنے جب سبزہ زار آیا
مری آنکھوں کو چین آیا مرے دل کو قرار آیا
سامنے روضہ کا منظر نور بار آہی گیا
مضطرب دل کو بحمد اللہ قرار آہی گیا
ضبط کر اے دل نہیں زیبا ہے اتنا اضطراب
دیکھ طیبہ کا حسیں وہ لالہ زار آہی گیا

ایک عاشق کی دلی تمنا یہی ہوتی ہے کہ وہ جب دیارِ محبوب میں پہنچے، تو وہ پھر کبھی وہاں سے واپس نہ آئے۔ وہیں اس کی روح نکلے اور اسی مقدس ومعطر دیار میں اس کا مزار بنے۔ یہی وہ تمنا تھی، جو حضرت رجب کے دل میں بھی موجود تھی، لیکن جب نیرنگئ تقدیر سے اس مقدس دیار کو الوداع کہنا پڑا، تو اس وقت ہجر مدینہ نے ان کے دل کو کباب سوختہ بنا دیا اور یہ شعر نوک قلم پر آیا، جو ان کی دلی کیفیات کا واضح عکاس ہے ؎

مدینہ جا کے پھر آنا ارے اے وائے ناکامی
بتا اے دل مجھے آخر کہاں آیا کہاں ہوکر

جب عاشق ایک بار مدینہ پاک کی دل کش بہاروں اور اس کی منور فضاؤں کو دیکھ لیتا ہے، تو پھر اس کی دیوانگی اور وارفتگی کچھ اور سوا ہو جاتی ہے، اس کا مدینہ پاک کی یاد میں تڑپنا، سسکنا اور بلکنا دیکھنے والوں کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ دراصل دیارِ محبوب کو دیکھے بغیر جنوں خیزی کا عالم کچھ اور ہوتا ہے اور دیکھنے کے بعد کی جنوں خیزی کا عالم کچھ اور

ہوتا ہے۔ دیکھنے کے بعد آتش شوق کچھ اس انداز سے بھڑک اٹھتی ہے کہ ایک عاشق کو مدینہ کے بغیر اپنی زندگی ایک لق ودق صحرا کے مثل ویران وسنسان نظر آنے لگتی ہے۔ اس کو مدینہ کے بغیر ایک لمحہ سکون دل میں میسر نہیں آتا۔ اس کی نظروں میں تو بس ہر وقت دیار محبوب کے در و دیوار، سبز گنبد کے دل کش نظارے، سنہری جالیوں کا حسن، جنت کی کیاری کا جمال، منبر ومحراب کی جلوہ سامانی سمائی رہتی ہے۔ وہ تو بس ہر وقت یہی دعا کرتا رہتا ہے کہ اے کاش ایک بار پھر مقدر کا ستارہ جگمگا اٹھے، صحراے زندگی میں آرزو کے پھول کھل اٹھیں یعنی عین مواجہہ اقدس میں کھڑے ہو کر بارگاہ محبوب میں درود وسلام کی سوغات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ یہی حال حضرت رجب ناناپاروی کا بھی تھا۔ بارگاہ رسول میں دوبارہ حاضری کی درخواست پیش کرنے کے لیے درد بھرے لہجے میں باد صبا سے عرض گزار ہیں ۔

صبا مدینہ میں جا کے میرا شہ عرب سے سلام کہنا
ادب سے جالی کے سامنے تو یہ میرے دل پیام کہنا
یہ کہنا جا کر حضور والا! ہے درد فرقت سے دل دوپارہ
بلا لو طیبہ میں پھر خدارا، یہی تو اے خوش خرام کہنا

الغرض جب ''ریاض عقیدت'' میں ذکر مدینہ کی خوشبو کچھ اس طرح پھیلی ہوئی ہے، کہ ایک قاری کا ذہن بھی اس خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے اور وہ بھی خود کو اسی ضوبار، ضیاپاش اور عطر بیز وادی میں پہنچا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے، حضرت رجب نے اپنی نعتوں میں کثرت سے مدینہ پاک کا ذکر کیا ہے اور اس قدر عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ کہ ایک صاحب ذوق قاری کی سمجھ میں نہیں آتا، کہ وہ حضرت رجب کے حسن بیان کی تعریف کرے یا حسن خیال کی۔ ''ریاض عقیدت'' درحقیقت نعتوں کے ایک حسین گلدستے کا نام ہے اور اس میں شامل نعتیں حضرت رجب کے دلی جذبات واحساسات اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق ومحبت کی شاندار عکاس ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ فنا فی الرسول کی منزل میں تھے، واضح رہے کہ آپ کی محبت صرف دعوے تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ کی سیرت کو بہت قریب سے دیکھنے والوں کا یہ مشاہدہ ہے کہ آپ نے محبت کے تقاضے کو بھی پورا کیا ہے۔ سیرت رسول کے سانچے میں ڈھلی آپ کی آئینے کی طرح صاف شفاف بے ریا اور باطہارت زندگی اس امر کی روشن دلیل ہے، ورنہ محبت کا دعوی تو بہت سے لوگ کرتے ہیں، لیکن ان کی عملی زندگی محبت رسول کی چاشنی سے خالی ہوتی ہے۔ یہ تو کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں، جن کی زندگی کا ہر پہلو بولتا ہے کہ وہ عاشق رسول ہیں۔ یہی وہ سچائی ہے، جس کا ذکر مقبول دہلوی نے بایں الفاظ کیا ہے ۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

حضرت رجب کا نعتیہ مجموعہ ''ریاض عقیدت'' اگر چہ کل چونسٹھ صفحات پر مشتمل ایک مختصر مجموعہ ہے، لیکن در

حقیقت یہ ایک ایسا شاہکار ہے، جس کی بدولت حضرت رجب کا نام ہر دور میں ادب واحترام کے ساتھ لیا جائے گا اور ہر انصاف پسند مورخ تاریخ ادب اردو میں آپ کے نام کو ایک عظیم نعت گو کی حیثیت سے نمایاں مقام دینے پر مجبور ہوگا۔ کیوں کہ اس میں محض دلی جذبات واحساسات کی ترجمانی ہی نہیں ہے، بلکہ زبان کی چاشنی، فنکارانہ چابک دستی، صنائع وبدائع کا حسین وخوب صورت استعمال اور اعلیٰ و پاکیزہ افکار وخیالات اور محسوسات ومشاہدات کے گہر ہائے آبدار بھی ہیں کہ جن کو دیکھ کر اور پڑھ کر ارباب ذوق جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ ذیل میں ''ریاض عقیدت'' سے چند حسین اور خوش نما پھول حساس اور باذوق قارئین کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ یہ اشعار جہاں ارباب ذوق کے مشام جاں کو معطر کرنے والے ہیں، وہیں حضرت رجب علیہ الرحمہ کے ایک سچے عاشق رسول، قتیل مدینہ اور قادرالکلام شاعر ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ تو لیجیے یہ چند منتخب اشعار نمونہ کلام کے طور پر پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جس وقت گل باغ مدینہ نظر آیا
دل بولا کہ جنت کا خلاصہ نظر آیا

وہ جی بھر کے جلوؤں کا ان کے نظارہ
حصول سکون و قرار اللہ اللہ

چھوڑیے سب غم مدینہ کو چلیں
ہے وہیں عیش و قرار زندگی

تسلیم ہے زیبائی جنت کی مگر رضواں
کیا تم نے کبھی گلشن دیکھے ہیں مدینے کے

آپ آجائیں مرے دل میں مکیں ہوجائیں
مرا اجڑا ہوا گھر رشک ارم ہوجائے

اچھا نہ ہو بیمار جو دوعالم کی دوا سے
یہ کہہ دو کہ وہ جلد چلا جائے مدینہ

ذوق دیدار بطحا میں یہ دل مرا لمحہ لمحہ ادب سے مچلتا رہے
آرزوؤں کا ہوتا رہے تکملہ دل کا ارمان یوں ہی نکلتا رہے

مدینہ کے راہی مدینہ پہنچ کر مدینہ سے آنے کی کوشش نہ کرنا
وہ جنت کا پرکیف گلزار پاکر کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا

بلبل ہند : عقیدت وارادتِ رضا کے آئینے میں

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت کنز الکرامت جبل الاستقامت آیۃ من آیات اللہ معجزۃ من معجزات رسول اللہ حضرت علامہ الحاج الشاہ الحافظ القاری امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حیات کا لمحہ لمحہ ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت کے لیے تج دیا۔زندگی کی ایک ایک سانس شان الوہیت اور عظمت رسالت کی پاسداری کے لیے وقف کردی۔اپنی ساری توانائیاں صرف کر کے ایمان کے لٹیروں سے مسلمانان ہند کے ایمان کا تحفظ کیا۔آپ کی کوششوں کی بدولت قلوب مسلمین میں ایمان کی بجھتی ہوئی شمعیں پوری قوت کے ساتھ روشن ہوئیں۔جن خوش بخت مسلمانوں نے امام احمد رضا کی تعلیمات سے روشنی حاصل کی اور فیضان امام احمد رضا سے اپنے ایمان وعمل کو محفوظ ومصئون کیا،انہوں نے خود کو ان کی طرف منسوب کیا اور ان کی طرف نسبت کو اپنی حقانیت وصداقت کی ضمانت سمجھا۔امام احمد رضا کی ذات سے اپنی عقیدت وارادت کا رشتہ جوڑا اور خود کو رضوی بریلوی کہلانے میں فخر محسوس کیا۔اور ان کا یہ انتساب کچھ ایسا مضبوط ومستحکم ہوا، کہ بعض علمائے حرمین نے اسے مسلمانان ہند کی سنیت کا معیار قرار دیا۔چنانچہ فرمایا:

اِذَا جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْھِنْدِ فَسَئَلْنَاهُ عَنِ الشَّیْخِ اَحْمَدُ رِضَا خَانُ فَاِنْ مَدَحَهٗ عَلِمْنَا اَنَّهٗ مِنْ اَھْلِ السُّنَّةِ وَاِنْ ذَمَّهٗ عَلِمْنَا اَنَّهٗ مِنْ اَھْلِ الْبِدَعِ ھٰذَا ھُوَ الْمِعْیَارُ عِنْدَنَا.(حیات اعلیٰ حضرت)

جب کوئی شخص ہندوستان سے آتا ہے تو ہم اس سے شیخ احمد رضا خان کے بارے میں پوچھتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ اہل سنت وجماعت سے ہے اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔یہی ہمارے نزدیک جانچنے کا معیار ہے۔

امام احمد رضا کی طرف انتساب کو سنیت وحقانیت کی ضمانت سمجھنے والوں میں بہت نمایاں نام بلبل ہند،مفتی اعظم نانپارہ مظہر حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے ۔حضور عالی جاہ کی عقیدت وارادتِ رضا ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ نے خود کو حب رضا میں فنا کر دیا تھا اور اپنی علمی وعملی زندگی میں ہر ہر قدم اعلیٰ حضرت کے بتائے ہوئے خطوط پر رکھا۔ساری تبلیغی ودعوتی سرگرمیاں،دینی وملی خدمات اور علمی وادبی کارنامے مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق انجام دیے۔مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت اور اسی مسلک حق پر تلقین استقامت آپ کی زندگی کا حاصل ہے۔آپ کے اشعار میں عشق رضا کا رنگ خوب ابھرتا دکھائی دیتا

ہے۔نرالے طرز میں امام احمد رضا کی غلامی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں ۔

شاہ احمد رضا کے در کا غلام
سگ دربار سنجری ہوں میں
اعلیٰ حضرت کے فیض جاری سے
حنفی ہوں بریلوی ہوں میں

امام احمد رضا کے دامن کرم سے وابستگی کو نعمت عظمیٰ سمجھتے ہیں ۔

اللہ نے اپنا فضل کیا دامان رضا جو مجھ کو دیا
واللہ رجب ہے تیرا بھلا یہ نعمت عظمیٰ کیا کہنا

بندہ مومن اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، مگر اسے امید کرم بھی ہوتی ہے، بلبل ہند کے یہاں بھی یہ اعتراف ایک اچھوتے انداز میں پایا جاتا ہے، اس اعتراف کے ساتھ وہ یہ امید کرتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت جیسی مقرب الٰہی شخصیت کا دامن کرم ان کے سر پر سایہ فگن ہے، اس لیے وہ رحمت الٰہی سے محروم نہ رہیں گے ۔

میں بد ہوں بد سے بد ہوں لیکن مجھے خوشی ہے
سایہ کناں ہے مجھ پر دامان اعلیٰ حضرت

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی اور آپ کی نسبت قادریت ایک بہت بڑا فخر ہے، کیوں کہ جس نے یہ نسبت حاصل کر لی وہ سرکار غوثیت مآب کے فرمان عالی شان ''**ان یدی علیٰ مریدی کالسماء علی الارض**'' (یعنی بے شک میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسے ہی ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر) کے مطابق حضور غوث اعظم کی پناہ میں آجاتا ہے، پھر اسے نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ اندیشہ۔حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے بھی یہ فخر حاصل کیا اور آپ کو یہ فخر بھی سرکار اعلیٰ حضرت کے در سے ملا، اس لیے کہتے ہیں ۔

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ
مجھ سگ ناکارۂ در کو رجب اپنا کیا
میرے آقا میرے مرشد اعلیٰ حضرت واہ واہ

اور جو یہ جام قادریت پالیتا ہے، پھر اسے کسی دشمن کی پرواہ نہیں ہوتی، کیوں کہ بارگاہ قادریت کا یہ پیغام اس کے کانوں میں رس گھولتا رہتا ہے ۔

مُرِیْدِی لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ

عَــزُوْمٌ قَــاتِــلٌ عِــنْـدَ الْـقِتَــالِ

اے میرے مرید دشمن سے خوف نہ کر اس لیے کہ میں ہی اس کے مقابلے کے لیے تیری طرف سے کافی ہوں۔

یہی وجہ ہے، کہ بلبل ہند نے حق بولنے، حق کہنے اور لوگوں کو حق کی دعوت دینے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ غلامی رضا اور گدائی غوث الوریٰ کے سہارے دشمنان دین اور اعدائے خدا ورسول سے نبرد آزما رہے اور ان کی مخالفتوں کے طوفان میں بھی حق وصداقت کا پرچم بلند کیا۔ اس تناظر میں دیکھیں، کہ آپ نے اس شعر میں نجدیوں کو کیسی تنبیہ کی ہے ۔

بفضل الٰہی غلام رضا ہے رجب بندہ باب غوث الوریٰ ہے

اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

امام احمد رضا کے عشق وارادت کا نتیجہ تھا، کہ زندگی کے آخری دور تک جب کہ اعضا پر ضعف طاری ہو گیا تھا، طبیعت ناساز رہنے لگی تھی، عرس رضوی میں شرکت کرتے رہے اور فاتحہ قل کے وقت شجرہ خوانی کا شرف حاصل کرتے رہے۔ اگر کبھی بیماری یا معذوری کی وجہ سے بریلی شریف حاضر نہ ہو پاتے، تو عرس کی تقریبات اپنے گھر ہی پر منعقد کرتے اور عالم تصور میں مزار اعلیٰ حضرت پر پہنچ جاتے۔ آپ تو فنا فی الرضا تھے، اپنے مریدین و متعلقین کو بھی اعلیٰ حضرت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے اور انھیں عرس رضوی میں شرکت کی تاکید کرتے، بارہا اپنے پیسوں سے گاڑیاں کر کے لوگوں کو بریلی شریف بارگاہ رضا کی حاضری کے لیے بھیجا۔ آپ کی ترغیب سے مریدین میں ایک ایسا امنگ پیدا ہو گیا ہے، کہ وہ بھی عرس رضوی میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، آج بھی جب کہ آپ ہمارے درمیان نہیں، آپ کے مریدین شہر محبت بریلی شریف میں کثیر تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔

اپنے مکان کو ''رضوی منزل'' سے موسوم کیا اور اس کے صدر دروازے پر یہ شعر کتبہ کرایا ۔

کاشانۂ رضا است ہمیں خس کدہ رجب

واللہ اندریں است مُرا فرح و صد طرب

اسی لیے آپ کے در دولت پر حاضر ہونے والے کو یا اس راہ سے گزرنے والے کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں، کہ بلبل ہند کو امام احمد رضا سے کیسی محبت ہے۔

ایک موقع پر اعلیٰ حضرت کے کچھ حاسدین نے آپ کی رضویت کی مخالفت کی اور آپ کے سامنے سخت مشکلات کھڑی کیں اور کچھ ایسی صورت پیدا کی کہ آپ اعلیٰ حضرت کا نام بھی زبان پر نہ لائیں، مگر آپ نے مخالفین کو شیر ببر کی طرح للکارا اور فرمایا ''رضوی منزل اور مدرسہ عزیز العلوم کی ایک ایک اینٹ رضوی ہے۔''

یہ اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے آپ کی ارادت وعقیدت، عشق ومحبت کا ثبوت کافی ہیں۔

دینی وعلمی، دعوتی وتبلیغی خدمات

بلبل ہند : اسلام وسنیت کے عظیم مبلغ وداعی

از : مرشد طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر
سید فخر الدین اشرف اشرفی
سجادہ نشیں آستانہ مخدوم سمناں کچھوچھہ شریف

باسمہ تعالیٰ وتقدس جل وعلا وبکرم حبیبه النبی الامی الکریم علیه افضل الصلوات واکرم التسلیمات.

دنیا اور دنیا کی ہر شے فانی ہے، جو بھی اس کارخانہ قدرت میں قدم رکھتا ہے، اپنی حیات فانی کی معینہ مدت گزار کر دار بقا کی طرف کوچ کرتا ہے۔ یہ دنیا دارالعمل ہے، اس میں انسان جیسا کرے گا، اسی کے مطابق آخرت کی دائمی زندگی میں جزا وسزا کا مستحق ہوگا۔ خالق کائنات پروردگار عالم جل شانہ نے کامیابی وعدم کامیابی کے سارے راز اور تمام تفصیلات اپنے مقدس کلام قرآن حکیم اور اپنے پیارے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ واضح اور غیر مبہم طور پر بیان فرمادیا ہے:

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملواالصلحت.

اللہ عزوجل شانہ نے دارین میں حقیقی کامیابی کا دارومدار ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر رکھا ہے اور عمل سے ایمان کو مقدم رکھا ہے، بغیر ایمان صحیح اعمال برباد وبے کار، ایمان وصحت کی تکمیل کے بعد اعمال صالحہ کو اپنی اور اپنے پیارے رسول امام الانبیا خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے:

ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما.

اور یہ بھی اللہ عزوجل نے اعلان فرمادیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین خدائے ذوالجلال کی اطاعت ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع الله.

اور یہ بھی اعلان فرمادیا، کہ جس کسی کو خدائے وحدہ لاشریک لہ کی بارگاہ کا مقرب ومحبوب بننا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پیارے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیروی کرے اور ایک سچے وفادار غلام کی طرح حضور راحۃ العاشقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلے نہ بھائی بن کر برابر چلے، نہ بابا بن کر آگے بڑھے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ.

معلوم ہوا کہ رسول کائنات تاجدار کونین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت عام اور ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت وحقانیت پر ایمان کامل اور یقین محکم کے ساتھ ان کی محبت میں سرشار ہو کر وفادار غلام کی طرح رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کرنے اور ان کے نقش قدم کے آئینے میں زندگی کے لیل ونہار گزارنے ہی میں حقیقی وحتمی کامیابی وکامرانی کا راز مضمر ہے۔

اور اس راہ کے مسافروں کو اپنے ایمان وعمل کے احوال وکوائف کے مطابق امتحان وآزمائش کی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور جب بندۂ مومن اخلاص کے ساتھ اپنی آزمائش وامتحان میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اللہ عزوجل اسے اپنی بارگاہ کا مقرب ومحبوب بنا کر مقبول خلائق بھی کر دیتا ہے۔

مولانا ممدوح بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری رضوی نوری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان متوفی یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز چہارشنبہ کی زندگی پاک کا اگر جائزہ لیا جائے اور میزان شریعت پر رکھ کر پرکھا جائے، تو بلا شبہ ان تمام خوبیوں کے حامل نظر آئیں گے، جن سے انسان کی حقیقی کامیابی وابستہ ہے۔ اگر ایک طرف آپ علمائے ربانیین کی صف میں ایک جید عالم تھے، تو دوسری طرف، **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (حدیث) کے مظہر اتم بھی تھے۔ دین ومذہب کے تحفظ اور اسلام وسنیت کی بقا وفروغ کے لیے آپ نے اپنی پوری زندگی وقف فرما دی تھی، تحفظ ناموس رسالت کے لیے آپ نے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ دشمنان دین ومذہب اور سبوح وقدوس جل وعلا اور اس کے پیارے محبوبین انبیا واولیا علیہم السلام ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس بارگاہوں کے بے ادبوں اور گستاخوں خصوصاً وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ غیر مقلدیہ وغیرہم کی سرکوبی کے سلسلے میں آپ نے ذوالفقار حیدری اور درۂ فاروقی کی یاد تازہ کر دی اور **محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کی زندہ مثال قائم کر دی۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے آئینہ میں زندگی کے لیل ونہار گزرتے گئے۔ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار دوستوں سے محبت کرنا اور ان کے دشمنوں سے عداوت ونفرت کرنا ان سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا یہ ایک مومن کی شان وپہچان ہے۔ شمالی ہند قصبہ نانپارہ متصل نیپال جیسے کوردہ علاقے میں اسلام وسنیت کے فروغ اور سنی مسلمان بھائیوں کے ایمان وعقیدے کے تحفظ اور انھیں کج روی وبداعمالیوں کی بے راہ روی سے نکال کر دلوں میں عشق ومحبت رسول کی شمع جلا کر اعمال صالحہ کا خوگر بنانا اور انھیں کفار ومشرکین مرتدین ومنافقین اور نت نئے گمراہ فرقوں سے دور کرنا یہ مولانا ممدوح کے مشن کا خاص حصہ تھا، جس میں حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی اور ایک مرکزی وآہنی ادارہ عزیز العلوم کے نام سے قائم فرما کر آئندہ کے لیے بھی بہتر انتظام فرما دیا، جس سے ہزاروں طلبہ عالم، حافظ، قاری بن کر ملک

وبیرون ملک کے دور دراز علاقوں میں پہنچ کر دین وسنیت کا بخوبی کام انجام دے رہے ہیں۔اسلام کی حقانیت کا پرچم بلند کررہے ہیں۔اللہ عزوجل کی بارگاہ کے مقربین ومحبوبین کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ انھیں قبولیت فی الارض کی نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔مولانا ممدوح حضرت علامہ رجب علی صاحب مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی قبولیت فی الارض کا نظارہ ومشاہدہ ان کے جنازے میں شریک عوام وخواص ، علما ومشائخ اہل سنت کی ڈھائی لاکھ سے زیادہ تعداد سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔حضرت علامہ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کی کامیاب ترین زندگی اوران کے فضل وکمال کی بلندی کا حقیقی راز اپنے وقت کی عظیم المرتبت شخصیت مرجع خلائق محبوب عوام وخواص علما ومشائخ اپنے دور کے قطب وقت ولی کامل، تاج الفقہا شہزادہ امام اہل سنت شیخ المشائخ حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دامن سے وابستگی اوران کی بارگاہ کے خلیفہ مجاز ہونے کی بنیاد پر اظہر من الشمس ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ و جل شانہ کی بارگاہ کے مقربین ومحبوبین کی چند ساعت کی صحبت کیمیا اثر سے زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے، جو مراحل صد سالہ ریاضت وعبادت بے ریا سے نہیں طے ہو پاتے، وہ ان کی نگاہ کرم سے پل بھر میں حل ہوجاتے ہیں، سچ کہا گیا ہے۔

ع　　　نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه سیدنا و شفیعنا و نبینا وحبیبنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعلی آله واصحابه وازواجه وذریاته واهل بیته وعترته و عشیرته واولیاء امته و علماء ملته اجمعین وعلینا معهم یا ارحم الراحمین . آمین ثم آمین فقط والسلام ماهو المسنون

بلبل ہند : دینی وعلمی خدمات کے تناظر میں

از : حضرت مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں پی۔ایچ ڈی
قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار

حضرت بلبل ہند کے والد ماجد ایک درویش صفت بزرگ تھے، انھیں علما سے بے پناہ عقیدت تھی، بزرگوں کی بارگاہ میں ہمیشہ نیازمندانہ حاضری دیتے تھے، آپ کی دلی آرزو تھی کہ اپنے فرزند کو عالم دین کی شکل میں دیکھوں، اس لیے آپ کو مکتب کی مروجہ تعلیم کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لیے ایسے علما کی بارگاہ میں سپرد کردیا، جو دین کی سربلندی کے لیے جان دینے کا ولولہ اور تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دست قاتل کو مروڑ دینے کا حوصلہ رکھتے تھے ۔

عشرت قتل گہہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

اب آپ ایک شائستہ ماحول میں زندگی کے لیل ونہار گزار رہے ہیں، جہاں کے مکینوں کے قدم اس شائستگی سے اٹھتے ہیں، کہ درودیوار کو بھی خبر نہیں ہوتی، وہاں کی عام سرگرمیاں طبیعت میں پاکیزگی، خیالات میں صحت، فکر میں بلندی اور علم میں عروج کمال بخش ہیں، طہارت نفس اور شعور وآگہی اعجاز کمال کی بلندی کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ شجاعت کا پیکر، محبت کا مجسمہ اور جرأت کا کوہ گراں بنادیتی ہیں، وہاں کا ہر ذرہ باطل کو ہمیشہ للکارتا رہتا ہے ۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا

امام التارکین رئیس المحدثین حضرت علامہ عبدالعزیز خاں محدث بریلوی ثم بجنوری قدس سرہ معرفت وطریقت میں جہاں شہرہ رکھتے تھے، وہیں علم وفن میں بھی آپ کا سکہ ملک کی درسگاہوں میں رواں تھا، جسے چاہ لیا، استاذ الاساتذہ بنادیا، آپ کی ہمہ جہت نگرانی میں حضرت علامہ مفتی شاہ محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمہ کے شب وروز نکھرنے لگے، یہاں تک کہ آپ اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھنے لگے، آپ جہاں بھی رہے، عالمانہ وقار کے ساتھ اپنی صدی میں اسلامی تہذیب وثقافت کے روشن مینار تھے، وہیں ایسے رہبر تھے، جو اپنے اسلاف کا قابل فخر نمونہ تھے۔

آپ علم وادب کے دبستان کی حیثیت رکھتے تھے، آپ ایک ایسے عالم دین تھے، جن کے دبدبۂ حیدری کے سامنے دیوبندیوں، وہابیوں، رافضیوں، نیچریوں اور قادیانیوں کے کلاہ افتخار کو بھی مضطربانہ جھکنا پڑتا تھا۔ آپ ایسے مناظر تھے، کہ باطل کے خرمن پر قہر وجلال کی بجلی بن کر گرتے اور چشم زدن میں دشمن اسلام کے آشیانے خاکستر

ہوتے نظر آتے۔ ان کے یہاں کیا نہیں تھا، علم کی پہنائیاں بھی تھیں، ادب کی دلچسپیاں بھی تھیں، فنون کی دلکشیاں بھی تھیں، تقریر کا بانکپن بھی تھا، گفتگو کی دلنوازی بھی تھی اور پرسوز دل کی دھڑکن بھی۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

علامہ مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی ایسی باوقار شخصیت تھی، جس پر سنیت کو ناز تھا، وہ اپنی قوم کے ایسے محبوب رہنما تھے، جن میں بہت ساری اچھوتی خوبیاں موجود تھیں او بے شمار نادر خیالات مجتمع ہو گئے تھے، اس لیے وہ لاشعوری طور پر قوم کے ذہن وفکر کے محور بن گئے تھے، اسی لیے ان جانے طور پر دل ان کی طرف کھنچتا ہے اور آنکھیں انھیں ڈھونڈتی ہیں۔ ان کی خدمات جلیلہ کا اگر جائزہ لیں گے تو ایک دفتر درکار ہے، اس وقت مختصراً پیش ہے:

خدمت خلق

ایک بزرگ سے پوچھا گیا، کہ خدا تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں، آپ نے جواب دیا، کہ موجودات عالم کا ہر ذرہ خدا تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے، مگر سب سے نزدیک تر راستہ خلق خدا کی راحت کا انتظام ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا، کہ اس گروہ کے اوراد و وظائف اور عبادتیں اتنی ہیں، جو بیان سے باہر ہیں، مگر کوئی عبادت خدمت خلق سے افضل اور مفید تر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: **ای صدقة افضل قال خدمة عبد فی سبیل اللہ او ظل فسطاط**۔ کون صدقہ زیادہ افضل ہے، فرمایا، بندے کی خدمت خدا کی راہ میں کرنا، یا سائے کی غرض سے خدا کی راہ میں شامیانے لگانا (یا خدا کی راہ میں اونٹ اور کشتی دینا)

مذکورہ حدیث اور ماقبل کی روایت کی روشنی میں علامہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا جائزہ لیا جائے، تو وہ حدیث پاک کا عملی نمونہ نظر آتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کا قیام اس میں غریب و یتیم طلبہ کی زندگی کو سنوارنے کا اعلیٰ انتظام خدمت خلق ہی کے جذبے کی تسکین ہے۔ مسافروں، غریبوں اور پریشان حال انسانوں کے کھانے، لباس اور دوا کا انتظام کرتے، رات دن کی جاں کاہ مشقت اٹھا کر علم انفع سے سنوار کر کارزار حیات میں کھڑا کر کے لاکھوں انسانوں کو قائد اور رہنما بنا دینا خدمت خلق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

تعلیمی خدمات

قیامت ہوگی پھر برپا دیار علم و دانش میں
کہ میخانے سے پھوٹی صبح کی پہلی کرن ساقی

حضرت مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ بالغ نظر مفکر تھے، جن کی نگاہ دیکھ رہی تھی کہ سوز حیات ابدی سے محرومی اب کالجوں اور یونیورسٹیوں ہی میں نہیں ہے بلکہ ہمارے اکثر دینی مدارس میں زیادہ افسوس ناک حد تک ہے۔

مذکورہ اسباب وعلل نے حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور کیا، کہ وہ ہندوستان میں تعلیمی انقلاب برپا کریں، اس جذبہ کی تسکین کے لیے آپ نے نانپارہ کی سرزمین پر دارالعلوم عزیز العلوم قائم کیا۔ اور اس کا اہتمام رکھا کہ گورنمنٹ کی سازشی پلاننگ سے پاک رکھ کر بھی کامیابی کے عروج کمال پر پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ تعلیمی نظام میں اسلامی مزاج کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس طرح ایک فرد کا مزاج ہوتا ہے، ملکوں کا مزاج ہوتا ہے، فوجوں کا مزاج ہوتا ہے، تہذیبوں کا مزاج ہوتا ہے، اسی طریقہ سے نظام تعلیم کا بھی ایک مزاج ہوتا ہے اور مزاج بہت اہم چیز ہے۔ مزاج ہی ہے کہ جو انسان کی زندگی پر حکومت کرتا ہے، اس کی تشکیل کرتا ہے، اس کے جذبات اور اس کے احساسات کی تنظیم کرتا ہے، ان کو ایک مقصد پر لگاتا ہے اور اس سے شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جو سب سے نمایاں پہلو اور گراں بہا پہلو ہے، وہ ہے ان کا اخلاص، پڑھنے والوں میں اور پڑھانے والوں میں بھی اخلاص کا جذبہ بھر دیتے تھے، جو کام کرتے تھے، رضائے مولیٰ کی طلب میں کرتے تھے، اس کا نتیجہ پر بہار ظاہر ہوتا تھا۔

دوسرا پہلو جوان کی زندگی کا نکھرا ہوا تھا، وہ احترام کا جذبہ تھا، وہ اپنے اساتذہ کا احترام، اپنے اکابر کا احترام، کتابوں کا احترام، حد یہ ہے کہ اردو میں لکھا ہوا، معمولی کاغذ کا ٹکڑا اگر راستہ میں مل جاتا، تو اس کو ضرور اٹھاتے اور جذبہ احترام سے چومتے اور اسے کسی اونچی جگہ رکھ دیتے۔ اس وقت ان کا ولولہ جذبہ احترام قابل دید ہوتا، جب وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر لیتے یا سن لیتے، اگر الفاظ میں ضمیر بھی حضور کی طرف راجع ہوتی تو آپ درود شریف ضرور پڑھتے اور والہانہ جذبہ کے ساتھ پڑھتے۔

تیسری چیز جو دل کو موہ لینے والی تھی، وہ ان کا ایثار تھا۔ ایثار وجد وجہد ہی ہمارے مذہب کی روح ہے۔ وہ مذہب کے لیے، ملت کے وقار کے لیے، رات کو رات نہیں سمجھتے، جب بھی ضرورت ہوتی، ہر وقت ہر لمحہ اور ہر جگہ جانے کے لیے تیار رہتے۔ ان کی مذکورہ خصوصیات کا نتیجہ مدرسہ عزیز العلوم کی شکل میں گلشن علم کی بہار لیے اپنی عطر بیزی سے ایک عالم کو معطر کیے ہوئے ہے۔ پروردگار عالم اس گلشن علم کو ہمیشہ بہار بدوش رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آج بے شمار فرزندان اسلام مزاج سنیت کے پیکر بن کر قائدانہ صلاحیت کے ساتھ بے شمار انسانوں کو اپنی منزل تک پہنچانے کا کام انجام دے رہے ہیں اور کامیاب ہیں۔

مناظرہ

باطل طاقتوں کے مقابلے میں حق کا مزاج یہ ہے کہ جب تحفظ ناموس رسالت کا موقع آتا ہے، تو یہ کفن بردوش مجاہد بن کر میدان کارزار میں اتر جاتے ہیں، پہاڑ کی بلندی اور سمندر کی موجیں جو اٹھ اٹھ کر آسمان چھونے کی کوشش کرتی ہیں، ان کی راہ میں کبھی حائل نہیں ہوتی ہیں ۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑادیے گھوڑے ہم نے

فاروقی جلال اور اویسی محبت کے امین بن کر اور اپنے اسلاف کی طرح شجاعت کا پیکر بن کر باطل کے بڑے سے بڑے مجمع کو درہم برہم کر دیتے۔

حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے مناظر تھے، جو باطل کے خرمن پر قہر وجلال کی بجلی بن کر گرتے ہیں اور چشم زدن میں دشمن رسول کے آشیانے خاکستر ہو جاتے ہیں، آپ جب میدان مناظرہ میں باطل کو للکارتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا، کہ انگارے برس رہے ہیں، ان کے جملے خنجر سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کیے، بہرائچ شریف کا علاقہ آپ کی اسی خصوصیت کی بنا پر سنی صحیح العقیدہ انسانوں کا مرکز بنا رہا۔

ادبی خدمات

شاعری کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ مفکرین کی بے شمار رائیں ہیں۔ شاعری کا معنی شعور کے ہیں اور شعور اصل میں احساس کو کہتے ہیں، اس بنیاد پر شاعر وہ شخص ہے، جس کا احساس قوی ہو، اس کی طبیعت پر جو خاص اثر پڑتا ہے، وہ اگر موزوں الفاظ کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے، تو اس کو ہم شاعری کہتے ہیں، اس سلسلہ میں مفکرین کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

شاعری کسی چیز کا اس طرح بیان کرنا کہ اس کی اصل تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے، یا وہی اثر دل پر طاری ہو جائے۔

شاعری خیال واحساس کے باطنی زمان ومکان کی توضیح وتعبیر ہے واردات قلب کا ایک آئینہ ہے، جس میں اوروں کو بھی اپنے دل کی بات نظر آتی ہے، جگر بریلوی کہتے ہیں ۔

شعر ہے ایک جذبہ موزوں
شاعری دل کی ترجمانی ہے

مندرجہ بالا افکار کی روشنی میں حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جائزہ لیا جائے، تو یہ کہنا پڑے گا کہ اچھے شعرا میں سے ایک نام علامہ مفتی رجب علی صاحب کا بھی ہے۔

علامہ مفتی رجب علی صاحب کے کلام میں جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ جذبے کی فراوانی ہے اور ان کا والہانہ پن ہے وہ کہتے ہیں ؎

حال پر میرے کرم اے مرے مولیٰ کردے　　یاد سے اپنی تو روشن مرا سینہ کردے

رات دن میں ترے محبوب کا جلوہ دیکھوں　　یا خدا تو مجھے نزدیک مدینہ کردے

میرا ہر لمحہ ہر اک سانس عبادت میں کٹے　　میرے اللہ مجھے ایسا تو بندہ کردے

کربلا والے شہداء کا بنوں میں خادم　　دل میں وہ شوق شہادت مرے پیدا کردے

حرمت و عزت و توقیر رسالت کے لیے　　مرے اس عزم کا سامان مہیا کردے

اہل بیت نبوی کا میں رہوں سائل در　　اور اس دل کو فداکار صحابہ کردے

یہ گنہ گار رجبؔ ہے ترا محتاج کرم　　لطف اس پر بہ طفیل شہ بطحا کردے

حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب جس موضوع کو چھوتے ہیں اور جو بات کہتے ہیں متاثر کیے بغیر نہیں رہتے، اس لیے کہ از دل خیزد بر دل ریزد کے مصداق ہیں۔ آپ کو بھی دعوت فکر دے رہا ہوں، پڑھیے اور جھومیے ؎

ذوق دیدار بطحا میں یہ دل مرا لمحہ لمحہ ادب سے مچلتا رہے
آرزوؤں کا ہوتا رہے تکملہ دل کا ارمان یوں ہی نکلتا رہے
ہجر میں غم کہاں، بے قراری کہاں طفل ناداں نے سمجھا نہ راز نہاں
ہجر میں ہجر کا درد ہے خود دوا اس دوا سے مرا دل بہلتا رہے
سامنے ان کا نورانی دربار ہو اور مجھے اپنے جرموں کا اقرار ہو
اور اشک ندامت مرا با ادب ان کے پائے مبارک پہ ڈھلتا رہے
اس کو بخشیں گے جام کرم برملا مالک حوض کوثر حبیب خدا
درد فرقت سے جو دل تڑپتا رہے آتش ہجر میں دل مچلتا رہے
مصطفیٰ کے طفیل اے خدائے جہاں دامن غوث ہو مجھ پہ سایہ کناں
میرے گھر بھر کو سیرابی دل ملے چشمہ قادریت ابلتا رہے
معصیت کار ہوں میں گنہ گار ہوں اے رجبؔ اپنے جرموں کا اقرار ہے
ہو نہ ہو میری بخشش تمنا یہ ہے ان کے قدموں میں یہ دم نکلتا رہے

علامہ مفتی رجب علی کا دل نواز کلام دل سے ٹکرا کر جگر میں اتر تا ہے ۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کرگئی

کے مصداق ان کا ہر شعر پڑھیے اور سر دھنیے وہ کہتے ہیں ۔

تعالی اللہ کیا شان جمال مصطفائی ہے
کہ صورت آپ کی خود خالق یکتا کو بھائی ہے
گنہ گاران عالم پر گھٹا رحمت کی چھائی ہے
نوید بخشش امت صبا طیبہ سے لائی ہے
تمھارے عشق میں رہنا ہی زہد و پارسائی ہے
مرا ایماں تمھارے آستانہ کی گدائی ہے
میں قرباں یارسول اللہ تمھاری چشم رحمت کے
اشارہ میں اسیر قید عصیاں کی رہائی ہے
مرا دل ہی نہیں اس در پہ مست سجدۂ الفت
فرشتوں کی عقیدت میں وہاں پر جبہ سائی ہے
ستارے رقص میں ہیں ماہ تاباں مسکراتا ہے
شب میلاد کیسی دھوم سے دنیا میں آئی ہے
بھٹک سکتا نہیں راہ حقیقت سے کوئی رہرو
کہ رہبر آپ کے اصحاب دیں کی رہنمائی ہے
رسائی بارگا غوث اعظم تک ہوئی میری
رجب مرشد کے صدقے میں مری بگڑی بن آئی ہے

علامہ مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کو پڑھنے کے بعد یہ بات یقین کے احاطے میں آجاتی ہے کہ آپ اپنے وقت میں جہاں عربی ادب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے وہیں اردو ادب میں بھی اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک مخلص داعی ومبلغ اور بے باک علم بردار

از : مفتی محمد سلیم بریلوی
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

اعلیٰ حضرت، خلفائے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت: مجدد دین وملت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو قدرت کی جانب سے احیائے دین وسنت، معاشرتی اصلاح، مذہب مہذب، عقائد حقہ، افکار صحیحہ کی ترویج واشاعت اور تبلیغ وترسیل کے لیے پیدا فرمایا گیا تھا۔ آپ نے دین ومذہب اور عقائد حقہ میں گمراہ فرقوں کے ذریعہ داخل کی جانے والی باطل کی آمیزش کو اپنی خداداد صلاحیت اور وہبی وکسبی علوم کے ذریعہ نکال باہر کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا۔ بدعقیدگی سے لوگوں کو متنبہ کیا، قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور افکار اسلاف کی روشنی میں مذہب اسلام کے حق وصحیح افکار ونظریات اور عقائد ومعمولات کو صاف وشفاف اور سہل ترین انداز میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ ''ما انا علیہ و اصحابی'' سے مزین وآراستہ راہ مستقیم کو مسلمانوں کے سامنے واضح وآشکارا کیا۔ سلفاً وخلفاً تسلیم شدہ اعمال وعقائد کو رائج فرمایا۔ اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ گمراہ افکار ونظریات کا ردّ بلیغ فرمایا۔ اپنی تصنیفات وتالیفات اور اپنے فتاویٰ کے ذریعہ دین حق، مسلک حق اور حق وصحیح افکار ونظریات کو بے شمار نقلی وعقلی دلائل وبراہین سے مدلل ومبرہن فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے گمراہ فرقوں کی جعلسازیوں اور ان کی پھیلائی گمراہیوں سے امت مسلمہ کو محفوظ کرنے کے لیے میدان عمل میں اتر کر عملی طور پر بھی بے مثال کوششیں کیں۔ تحریکیں چلائیں، تنظیمیں قائم فرمائیں، بے شمار اداروں اور تحریکوں کی سرپرستی فرمائی، جس کی وجہ سے دیکھتے ہی دیکھتے امت مسلمہ کے سامنے حق وباطل کی حد امتیاز واضح ہوتی چلی گئی۔ جن کی قسمت میں حق کو قبول کرنا لکھا تھا انہوں نے حق کو قبول کر کے ضلالت وگمرہی کے گڑھے سے اپنے آپ کو محفوظ انداز میں نکال لیا اور جن کی قسمت میں حق کا قبول کرنا نہ لکھا تھا انہوں نے حق وباطل میں امتیاز پیدا ہو جانے کے بعد بھی محض ہٹ دھرمی کی بنیاد پر ضلالت وگمرہی کو اپنے گلے سے لگائے رکھا۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فروغ، تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عظمت اولیا کے لیے وسیع پیمانے پر جس طرح تحریک چلائی اس کے لیے بلاشبہ ایک کارآمد، نہایت متحرک وفعال ٹیم اور ایک مخلص جماعت کی ضرورت تھی۔ اعلیٰ حضرت کا یہ بے مثال وصف ہے کہ آپ نے ہر محاذ پر جہاں احقاق حق اور ابطال باطل کی کامیاب ترین کوششیں فرمائیں وہیں آپ نے کام کے افراد بھی تیار کیے

،افراد سازی آپ کا انتہائی نمایاں وصف ہے۔آپ کی خدمات دینیہ کو بارگاہ الٰہی اور بارگاہ مصطفوی میں جو قبولیت حاصل ہوئی اس کی واضح ترین دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے شہزادوں، اپنے خلفا اور اپنے تلامذہ کی صورت میں ایسے ایسے لعل وگوہر اور آفتاب و ماہتاب عطا فرمائے کہ جنہوں نے آپ کی تحریک تحفظ ناموس رسالت اور تحریک تحفظ عظمت اسلاف کو متحدہ ہندوستان کے علاوہ دنیا کے بیشتر خطوں تک پہنچانے کا زرّیں کارنامہ انجام دیا۔آج جہاں کہیں بھی اہل سنت وجماعت رہتے اور بستے ہیں وہاں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کا نام عوام وخواص، مرد وعورت، بوڑھے جوان، خواندہ وناخواندہ اور بچوں کی زبان پر جاری وساری ہے۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور افکار ائمہ کی روشنی میں سلفاً وخلفاً چلے آرہے عقائد حقہ اور معمولات حقہ کو آسان لب ولہجے میں واضح وروشن کر کے جس طرح مدلل ومبرہن فرمایا وہ یقیناً ایک بے مثال اور عبقری کارنامہ ہے۔قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال اکابر واسلاف سے ماخوذ انہیں عقائد ومعمولات کا نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہے جس کے فروغ کے لیے اعلیٰ حضرت کے شہزادوں، اعلیٰ حضرت کے خلفا اور اعلیٰ حضرت کے احباب وتلامذہ نے بھر پور کوششیں کیں۔

اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ایک طرف اعلیٰ حضرت کے شہزادوں نے امام احمد رضا کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل کے لیے تحریک تحفظ ناموس رسالت اور تحریک تحفظ عظمت اولیا کی کمان کامیاب ترین انداز میں اپنے ہاتھوں میں لے لی، تو وہیں دوسری طرف اعلیٰ حضرت کے خلفا اور تلامذہ نے بھی اپنے اپنے علاقوں اور خطوں میں ان شہزادگان گرامی کے شانہ بشانہ اس تحریک کے فروغ میں بے پناہ کوششیں کرنا شروع کر دیں۔یہ بھی نہایت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت ہی کی طرح اعلیٰ حضرت کے شہزادوں کو بھی ان کے خلفا، تلامذہ، دوست واحباب اور مریدین ومتوسلین کی صورت میں ایسے ایسے نایاب اور بے مثال مخلص داعی ومبلغ افراد ملے کہ جنہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بلند کرنے، ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ترویج واشاعت اور تبلیغ وترسیل ہی کو اپنی زندگی کا اہم مقصد بنالیا۔سرکار حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلفا، تلامذہ، مصاحبین ومعتقدین نے اپنے قائد ورہنما کی سرپرستی میں ہند وبیرون ہند کے بے شمار خطوں تک ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ترویج واشاعت کا کام کیا ۔وہابیہ ودیابنہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے گمراہ کن افکار ونظریات اور کفری عقائد سے امت مسلمہ کو محفوظ ومامون رکھنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے شہزادگان گرامی کے ساتھ مل کر ان مخلص خلفا وتلامذہ نے اپنے شب وروز کو ایک کر دیا۔تبلیغی دورے کیے، جلسے کیے، جلوس نکالے، کتابیں لکھیں، رسالے نکالے، مناظرہ کیے، مباحثے کیے، امامت کی، خطابت کی، غرض کہ جس طرح ہو سکا، انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مخلصانہ طور پر بے پناہ کوششیں اور محنتیں کیں۔ان حضرات کی انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کے بیشتر حصوں میں اہل سنت کا علم لہرا رہا ہے۔گلستان

سنیت مہک رہا ہے۔عقائد اہل سنت کی جلوہ گری نظر آ رہی ہے اور معمولات اہل سنت کا دور دورہ ہے۔

علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ: اعلیٰ حضرت کے شہزادگان کے ایسے ہی خلفا میں سے ایک بھاری بھرکم نام مفتی نانپارہ بلبل ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی بہرائچی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالعزیز محدث بجنوری علیہ الرحمہ کے شاگرد و مرید تھے۔حضرت محدث بجنوری وہی عظیم محدث ہیں کہ جنہوں نے یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں کافی زمانہ تک درس حدیث دیا۔آپ عاشق اعلیٰ حضرت تھے اور اعلیٰ حضرت کے شہزادگان سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے آپ ایک مخلص داعی اور مبلغ تھے۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے چھوٹے بھائی اور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر محترم حضرت علامہ مفتی محمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی نماز جنازہ حضرت محدث بجنوری علیہ الرحمہ ہی نے پڑھائی تھی جب کہ خاندان اعلیٰ حضرت میں اس وقت کئی بزرگ موجود تھے۔خود سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔لیکن اس کے باوجود حضرت محدث بجنوری کا مفتی محمد رضا علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ پڑھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خاندان اعلیٰ حضرت کے بزرگ حضرت محدث بجنوری کو بے پناہ قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور انہیں نہایت بلند مقام دیتے تھے۔یہی وہ محدث بجنوری ہیں کہ جو علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کے استاذ بھی ہیں اور مرشد کامل بھی۔استاذ ومرشد کی نگاہ کیمیا ہی کا یہ اثر تھا کہ وہ بچہ کہ جس نے ضلع بہرائچ کی نانپارہ نامی بستی کی سرزمین پر ایک عام گھرانہ میں جنم لیا تھا وہ فیض مرشد سے مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم ومخلص داعی اور علمبردار بن کر افق سنیت پر درخشندہ وتابندہ ہو گیا۔حضرت محدث بجنوری کی تعلیمات کا ہی یہ اثر تھا کہ حضرت علامہ مفتی رجب علی کو مرکز اہل سنت بریلی شریف، اعلیٰ حضرت اور شہزادگان اعلیٰ حضرت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔وہ محدث بجنوری علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ کیا ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے وہ بریلی ہی سے وابستہ ہو گئے۔اپنے ایک کلام میں علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے ؎

خارجی ہوں نہ رافضی ہوں میں — بندۂ مرتضیٰ علی ہوں میں
شاہ احمد رضا کے در کا غلام — سگِ دربارِ سنجری ہوں میں
غوث اعظم کی چشم رحمت سے — سائل باب قادری ہوں میں
ہوں مسلماں میں سنی و حنفی — بوحنیفہ کا مقتدی ہوں میں
اعلیٰ حضرت کے فیض جاری سے — حنفی ہوں بریلوی ہوں میں
شاہ عبد العزیز بجنوری — ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں
شجرہ میرا دیکھ لے کوئی — باقری ہوں میں جعفری ہوں میں

میرے آقا ہیں سید سالار		ان کے دامن سے ملتجی ہوں میں
میرے ہادی ہیں مفتی اعظم		فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں
اک گنہگار مستحق سزا		تہی داماں رجب علی ہوں میں

اعلیٰ حضرت کا دراور اعلیٰ حضرت کے شہزادے تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کو کیسے حاصل ہوئی خود ان کی زبانی ملاحظہ فرمائیں ۔

صدقہ میں تجھ کو حضرت عبد العزیز کے		باب عطائے حضرت احمد رضا ملا
سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام		نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا
وردِ زباں ہے نعرۂ غاری قدم قدم		خوش کیوں نہ ہو رجب کہ اسے کیا سے کیا ملا

ان تمام اشعار سے بخوبی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دربار اعلیٰ حضرت سے آپ کو جو وابستگی حاصل ہوئی اس میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث بجنوری علیہ الرحمۃ والرضوان کا اہم کردار ہے اور اس بات کو علامہ رجب علی نے کبھی فراموش بھی نہ کیا بلکہ اپنے بہت سے اشعار میں تحدیث نعمت کے طور پر اس کا برملا اظہار بھی فرمایا۔

خلافت مفتی اعظم ہند: شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کو مؤرخہ ۲/ربیع الاول ۱۳۷۷ھ میں اپنی اجازت و خلافت سے نوازا۔ آپ کو جو سند اجازت ملی ہے وہ قلمی ہے۔ اس اجازت نامہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت عطا فرمائی ہے وہیں مجموعہ اعمال اور دیگر اذکار و اشغال کی بھی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت نامہ میں لگی اپنی مہر کے نیچے ایک اور خاص ہدایت آپ کے لیے تحریر فرمائی ہے جس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ یہ خاص اجازت حضرت مفتی اعظم ہند کچھ خواص حضرات ہی کو عطا فرماتے تھے جن میں سے ایک حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ حاشیہ کی وہ خاص عبارت یوں ہے جو سرکار مفتی اعظم ہند کے قلم سے تحریر کی ہوئی ہے۔

”مجموعہ (مجموعہ اعمال) کی نقل کرالیں، کاشف الاستار شریف سے بھی تعویذات، اعمال وغیرہ مجرب نسخے نقل کرلیں۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ“

سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قلم سے تحریر فرما کر جو اجازت نامہ عربی زبان میں علامہ مفتی رجب علی صاحب کو عطا فرمایا تھا اس کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفیٰ والصلاۃ والسلام علیٰ نبینا حبیبہ المصطفیٰ و علی جمیع عبادہ الذین

اصطفیٰ وعلی اٰل سیدنا و مولانا محمد المجتبیٰ وصحبه اولی الصدق والصفا والتقی والنقیٰ. خصوصا علی الاربعة الخلفاء اما بعد! فیا ایها الاخ فی الدین المتین والطریق المستبین ناصر السنة کاسر الفتنة مفتی الشرع المتین ذالفضل الجلی مولانا المولوی محمد رجب علی سلمه ربه العلی الولی. سألتنی اجازة السلسلة العالیة البهیة القادریة البرکاتیة الرضویة واجازة مجموعة الاعمال والاذکار والاشغال. قد اجزتک علی برکة الله تعالیٰ ثم علی برکة رسوله الاعلیٰ علیه التحیة والثناء الی یوم الجزاء. بارک الله تعالیٰ لک تقدس و تبارک. وارجو منک ان لا تنسانی وقت الدعاء ادع لی صباحا ومسآء. تقبل الله دعاء ک .وجعلک وجعلنی من المقبولین. اٰمین قا له بفمه وکتبه بقلمه. الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری غفرله ۲/ربیع الاول ۷۷ ۱۳ھ.

ملاحظہ فرمائیں کہ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن بھاری بھرکم القاب وخطابات سے حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب کو مخاطب فرمایا ہے۔ آپ کو ''ناصر السنۃ'' اور ''کاسر الفتنہ'' بھی قرار دیا آپ کو ''مفتی شرع متین'' بھی تحریر فرمایا اور ''ذوالفضل الجلی'' بھی لکھا۔ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عطا کردہ ان خطابات کی روشنی میں ہم حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے گوشوں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ ان خطابات سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اہل سنت وجماعت کی نصرت وحمایت، سنتوں کے فروغ، عقائد اہل سنت کی ترویج واشاعت، معمولات اہل سنت کی ترسیل وتبلیغ، احقاق حق، ابطال باطل، گمراہ فرقوں کے فتنوں کو کچلنے اور ان فتنوں سے عوام اہل سنت کو بچانے کے لیے وقف تھی۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے بے مثال جدوجہد کی۔ آپ نے اس کام کے لیے، دینی ومذہبی خدمات کی انجام دہی کے لیے، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے ایسے ایسے پسماندہ اور دور افتادہ خطوں کا انتخاب کیا کہ جہاں عموماً علما ومشائخ نہیں پہنچ پاتے۔ مہینوں آپ ان پسماندہ اور دور افتادہ بستیوں کا دورہ کرتے، وہاں کبھی پیدل تو کبھی مشکل ترین سواریوں پر سفر کرتے۔ غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ دیہاتوں میں گھوم گھوم کر اعلیٰ حضرت کا ذکر کرتے، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کی ترسیل کرتے۔ ان علاقوں اور خطوں میں آپ نے بے پناہ مصائب اور تکلیفیں برداشت کرکے اہل سنت کے عقائد اور معمولات اہل سنت کو فروغ بخشا۔ یہاں کے لوگوں کو مرکز اہل سنت سے وابستہ کیا، سلسلہ رضویہ کا فروغ کیا۔

آپ نے جن علاقوں میں سنیت کی تبلیغ فرمائی ان میں ضلع کانپور شہر اور ضلع کانپور دیہات کی چھوٹی چھوٹی

بستیاں، کالپی شریف کا خطہ، جھانسی اور باندہ کا علاقہ اور ٹیکم گڑھ کی سرزمین خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ فقیر راقم الحروف ضلع کانپور دیہات کے قصبہ امرودھا میں واقع انجمن مدرسہ زینت الاسلام میں کئی سال تک تدریسی خدمات سے وابستہ رہا۔ ان ایام میں راقم کا مذکورہ خطوں اور علاقوں میں کافی آنا جانا رہا۔ جہاں بھی گیا حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کا ذکر سنا۔ بڑے بوڑھوں اور بزرگوں کو کہتے سنا کہ اگر علامہ مفتی رجب علی کے دورے یہاں نہیں ہوئے ہوتے تو ان علاقوں اور خطوں کو وہابیت و دیوبندیت نے اپنی چپیٹ میں لے لیا ہوتا۔ یہ ان کا کرم ہے کہ آج یہاں پر سنیت زندہ وتابندہ ہے۔ وہیں کے لوگوں نے فقیر کو آپ کے طریقۂ تبلیغ کے بارے میں بھی بتایا کہ حضرت یہاں تشریف لاتے، مہینوں چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کا دورہ کرتے۔ کبھی مسجد میں تقریر کرتے تو کبھی کسی نمایاں جگہ لوگوں کو اکٹھا کر کے سمجھاتے۔ اس طرح جب آپ دیکھتے کہ ماحول سازگار ہو چکا ہے اور لوگوں میں دینی و مسلکی بیداری آچکی ہے تب آپ ان علاقوں میں سے کسی مرکزی علاقے کا انتخاب فرما کر ایک بڑے جلسے کے انعقاد کی تاریخ متعین فرما کر اس میں کثیر تعداد میں شرکت کرنے کی لوگوں سے اپیل کرتے پھر اس جلسہ میں آپ خود ہی تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شان وشوکت کے ساتھ لاتے اور ہزاروں ہزار افراد کو آپ کے دست حق پرست پر بیعت کراتے۔ اس طرح گویا کہ آپ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلہ دعوت وتبلیغ کے ''مقدمۃ الجیش'' اور ''ہراول دستے'' کا کام انجام دیتے تھے۔ آج ان خطوں میں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار مریدین پائے جاتے ہیں۔ سلسلہ رضویہ سے وابستہ ہزاروں افراد وہاں پر موجود ہیں۔ سرکار مفتی اعظم ہند کے آپ نے ان خطوں میں بے شمار دورے کرائے۔ اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ مفتی رجب علی مرکز ومسلک اور اپنے مرشد اجازت کے تئیں کتنے مخلص ووفادار تھے۔ انہیں خود بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ اگر وہ چاہتے تو ان خطوں میں اپنے بے شمار مریدوں کی ایک فوج تیار کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ سرکار مفتی اعظم ہند کے دامن کرم سے براہ راست ان حضرات کو وابستہ کرایا البتہ جہاں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف نہ لے جاسکے وہاں بوجہ مجبوری آپ نے ان حضرات کو اپنے سے مرید کیا یا جب سرکار مفتی اعظم ہند کا وصال ہو گیا تب آپ نے ان خطوں میں لوگوں کو مرید کیا۔

ان علاقوں میں کئی جگہ آپ نے کئی مسجدیں تعمیر کرائیں، کئی ادارے قائم کئے اور کئی تنظیمیں اور تحریکیں قائم فرمائیں۔ جس مدرسہ سے فقیر وابستہ تھا اس کے قیام میں بھی علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کا اہم کردار رہا ہے۔ قصبہ امرودھا کے لوگوں میں آپ نے دینی حمیت کا جذبہ بیدار فرمایا، انہیں اس بستی میں ایک دینی ادارے کے قیام کے لیے آمادہ فرمایا اور جب وہاں کے افراد اس کے لیے کمربستہ ہوگئے تو آپ نے سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک سے ''انجمن مدرسہ زینت اسلام'' کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ اس ادارے نے اس خطہ اور اس

بستی میں سنیت کے فروغ کے بے مثال کارنامے انجام دیے۔آج بھی یہ ادارہ دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہے۔

بہرحال فقیر کا خود کا یہ مشاہدہ ہے کہ آپ نے زمینی سطح پر ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ترویج واشاعت کا کام کیا۔آپ نے صرف تقریریں نہیں کیں اور نہ ہی صرف منصوبہ سازیاں کیں بلکہ زمین پر اتر کر ایک عام انسان کی طرح آپ نے گھوم گھوم کر سنیت کی تبلیغ فرمائی۔

حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کے اندر دین وسنیت کا ایک درد تھا،ایک تڑپ تھی اور اس کے فروغ کی ایک للک تھی۔وہ سنیت کے فروغ کے لیے سیماب کی طرح بے چین ومضطرب رہا کرتے۔بدمذہبوں سے بے پناہ نفرت کرتے۔جس علاقہ کے بارے میں سن لیتے کہ وہاں بدمذہب اپنی گمراہی پھیلانے کے لیے کوشاں ہیں تو فوراً ہی تن تنہا مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ان سے مقابلہ کرتے،مباحثہ کرتے اور انہیں اس خطہ سے بھگا کر ہی دم لیتے۔ضلع کانپور دیہات میں کئی ایسے گاؤں اور بستیاں ہیں کہ جہاں کے بارے میں آپ نے سنا کہ وہاں تبلیغی جماعت کے گرگے اپنے کفری اور گمراہ کن عقائد ونظریات پھیلانے کے لیے آنے لگے ہیں تو آپ یہ سن کر بے چین ہوگئے۔اکبرپور،بارا،جھانسی،افسریا،سٹی،راجپور،ٹیکم گڑھ،کالپی شریف کے اطراف وجوانب میں واقع بستیاں اور دیہات جیسے بہت سے خطے ہیں کہ جہاں پر آپ نے تبلیغی جماعت کے لوگوں کے منصوبوں کو ناکام فرمایا۔معروف دیوبندی مولوی ''صدیق ہتھوڑوی'' نے ان خطوں میں خاص کر قصبہ امرودھا ضلع کانپور دیہات اور اس سے متصل بھوگنی پور وغیرہ میں پاؤں جمانے کی بہت کوششیں کیں لیکن علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ مہینوں یہاں پر جمے رہے اور آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور صدیق ہتھوڑوی کو یہاں سے اپنا بوریا بستر اسمیٹ کا بھاگنا پڑا۔ان واقعات کے آج بھی چشم دید گواہ یہاں پر موجود ہیں۔راقم سے ان خطوں کے بڑے بوڑھوں نے براہ راست ان واقعات کو بیان کیا ہے۔اسی ضمن میں قصبہ امرودھا کے کچھ بزرگوں نے یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ہمارے قصبہ امرودھا میں ایک ڈاکٹر،مولوی صدیق ہتھوڑوی کے جال میں پھنس گیا اور وہ درپردہ یہاں پر وہابیت ودیوبندیت پھیلانے کی کوشش کرنے لگا۔یہاں کے چند ناخواندہ نوجوانوں اور کچھ عمر دراز لوگوں کو اس نے دھوکے میں رکھ کر اپنے گھر پر جمع کیا اور ان سے کہا کہ ایک بہت پہنچے ہوئے بزرگ اور ایک بہت بڑے عالم دین ہمارے گھر پر آنے والے ہیں آپ حضرات ان کی زیارت کریں اور ان سے فیض حاصل کریں۔وہ سیدھے سادھے لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ پہنچا ہوا بزرگ مولوی صدیق ہتھوڑوی ہے۔علامہ مفتی رجب علی صاحب کو ان کے اس خفیہ منصوبہ کا علم ہوگیا۔اس وقت آپ کالپی شریف میں تھے فوراً ہی امرودھا تشریف لائے۔یہاں کے معزز اور کٹر سنی حضرات کو صدیق ہتھوڑوی کا شجرۂ نسب بتایا۔اس کے شیطانی منصوبہ سے بھی ان حضرات کو آگہی بخشی۔وہاں کے دیندار اور

سرکار مفتی اعظم ہند کے مخلص مریدوں نے جب یہ سنا تو آگ بگولہ ہوگئے اور فوراً ہی اس ڈاکٹر کے گھر پر سب نے مل کر چھاپا مارا۔صدیق ہتھوڑوی اس وقت اپنی محفل جمائے ہوئے بیٹھا تھا اور وہاں کے سیدھے سادھے لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی کوشش کررہا تھا۔یہ ناگہانی افتاد دیکھ کر وہ حواس باختہ ہوگیا۔جوتے چھوڑ کر ننگے پاؤں اسے بھاگنا پڑا۔پھر وہاں کے بزرگوں نے کہا کہ علامہ مفتی رجب علی صاحب یہاں پر موجود ہیں اگر تمہارے صدیق ہتھوڑوی میں دم ہو تو انہیں واپس لاؤ اور مفتی صاحب سے مناظرہ کراؤ تا کہ حق واضح ہو جائے۔صدیق ہتھوڑوی یہاں سے بھاگ کر ۱۰رکلومیٹر دور واقع ''راجپور'' نامی ایک بستی میں روپوش ہو چکا تھا۔اس کے گرگوں نے اس تک یہ خبر پہنچائی لیکن وہ مفتی صاحب سے مناظرہ کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا اور حیلے بہانے کرتا ہوا وہاں سے بھاگ کر اپنے علاقے ہتھوڑا چلا گیا۔اس واقعہ سے اس علاقہ میں دیوبندیت کا مکروہ چہرہ لوگوں کے سامنے آگیا اور اس سے سنیت کو بہت فائدہ پہنچا۔

حضرت علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی بے مثال دینی ومسلکی خدمات کے بہت سے نقوش آج بھی ان علاقوں میں روشن ومنور ہیں۔بہت سی یادداشتیں یہاں کے باشندوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی صاحب قلم انہیں ان کے سینوں سے نکال کر سینۂ قرطاس پر نقل کرے۔اللہ تعالیٰ علامہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی دینی ومسلکی خدمات کو قبول فرمائے۔آمین

بلبل ہند : محسن بہرائچ

از : مفتی غلام محی الدین صدیقی رضوی
سابق پرنسپل مدرسہ غوثیہ بدرالعلوم دوناکہ بہرائچ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وآله الفخیم

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ اکثر
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

مذہب اہل سنت کے بے باک ترجمان، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نگہبان، حضرات اولیاے کرام کے عاشق صادق اکابر ملت کے جانشین و وارث بلبل ہند علامہ مفتی شاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار بھی انھیں تاریخ ساز ہستیوں میں ہے، جو ہوا کے رخ پر نہیں چلتے، بلکہ ہوا کو اپنے رخ پر چلاتے ہیں۔طوفان جن کے سفینے کو ڈوبا تا نہیں ہے، بلکہ سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچا تا ہے۔حضرت مفتی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز متعدد صفات حمیدہ کے حامل تھے۔آپ کی سخاوت وطلبہ پر شفقت کے متعدد واقعات زبان زد ہیں۔ فرائض وواجبات کی پابندی، سنن ومستحبات پر مواظبت کا یہ عالم تھا کہ بیماری وضعیفی میں بھی ان امور سے غافل نہیں رہتے تھے،اولیاے کرام سے تعلق قلبی ان سے سچی محبت کا یہ حال تھا کہ جب فاتحہ کرتے تو ہندو پاک ودیگر مقامات کے بہت سے اولیاے کرام کی بارگاہوں میں نام بنام نذر عقیدت پیش کرتے۔ جب وہ حضرات اولیا کرام کے مبارک ناموں کا ذکر پاک ان کے القاب کے ساتھ شروع کرتے، وہ منظر بڑا قابل سماع ہوتا تھا۔آپ نے نانپارہ شہر میں جو آپ کا وطن مالوف ہے، مدرسہ عزیز العلوم کے نام سے ایک عظیم الشان اسلامی ادارہ قائم فرمایا، جو تقریباً چالیس سال سے اشاعت علم دین میں مصروف ہے۔

لیکن ان متعدد صفات حمیدہ وفضائل جمیلہ میں آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ضلع بہرائچ والوں کو سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی نورانی وعرفانی شخصیت سے قریب کیا، امام احمد رضا بریلوی کا تعارف کرایا۔امام اہل سنت کی مقدس بارگاہ سے منسلک کیا اور ہزاروں لوگوں کو سرکار اعلیٰ حضرت کے نورانی شہزادے تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کرا کے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل کرایا۔جب کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان خود بھی شیخ طریقت تھے،کئی سلسلوں سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی، ہندوستان کے متعدد صوبوں میں آپ کے بے شمار

اہل عقیدت ومحبت اوراہل ارادت پھیلے ہوئے ہیں۔

لیکن بارگاہ اعلیٰ حضرت سے آپ کوایسی عقیدت ومحبت تھی کہ اگرحسن اتفاق سے نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ اختر رضا ازہری میاں صاحب قبلہ مدظلہ النورانی (علیہ الرحمۃ والرضوان) اورحضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان دونوں حضرات موجود ہوتے اور پھرکوئی شخص آپ کے پاس مرید ہونے کے لیے آتا تو فرماتے، مجھ حقیر سے مرید مت ہو، جاؤ جاؤ وہ حضرت تشریف فرما ہیں، جاؤان سے مرید ہو جاؤ، اتنے بڑے بزرگ کی موجودگی میں مجھ سے مرید ہونے آئے ہو۔ حالاں کہ علم وفضل، تقوی وطہارت اورفتوی نویسی کی صلاحیت میں آپ کوئی معمولی مقام نہ رکھتے تھے، بلکہ اپنے دورمیں اپنے بہت سے ہم عصروں سے درجوں فوقیت رکھتے تھے۔

میرا (راقم الحروف کا) وطن ضلع گونڈہ کا آخری پوربی حصہ ہے، جہاں سے بستی کی سرحد بہت قریب ہے، جب میں تدریسی خدمت کے سلسلہ میں بہرائچ شریف آیا، تو معلوم ہوا، کہ یہاں شہر بہرائچ میں تاجداراہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی مدعو ہوکر تشریف نہیں لائے، ہاں سرکار غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، یوں بہرائچ شریف میں آپ کی تشریف آوری ہوئی ہے، مگرکسی کے یہاں نہیں بلکہ بارگاہ سرکار غازی میں، تو میں نے اندازہ کیا، کہ شہر بہرائچ میں سلسلہ رضویہ سے منسلک بہت ہی کم افراد ہوں گےاور حقیقت میں بھی ایسا ہی تھا، آج سے دس سال قبل شہر بہرائچ میں چند حضرات بریلی شریف سے مرید تھے۔ (پھر جب ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء سے باقاعدہ جلسوں میں حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ کی آمد ہونے لگی، پھر سیکڑوں لوگ بریلی شرف سے متعلق ہوگئے۔)

لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی، جب بھنگا، چہلوا، علاقہ ترائی، نیپال گنج، بابا گنج، مہین پوروہ، امام گنج، قیصر گنج، مہراج گنج، بدلا چوراہا، ناصر گنج، رسیا بازار وغیرہ وغیرہ ضلع بہرائچ کے قصبوں اور دیہاتوں میں موقع بموقع میلاد شریف کے تعلق سے میری آمد ورفت شروع ہوئی اور بہت سے مولوی صاحبان، حفاظ کرام، مسجدوں کے ائمہ عظام اورعام مسلمانوں سے ملاقات ہونے لگی اور میں اپنی عادت کے مطابق پوچھتا، کہ آپ کہاں سے مرید ہیں، آپ کوشرف بیعت کس بزرگ سے حاصل ہے تو ان کی زبانوں پراسی پاکیزہ شخصیت فرشتہ خصلت نورانی ہستی کا نام آتا، جسے سنتے ہی چہروں پر بشاشت اورلبوں پرمسکراہٹ آجاتی ہے، یعنی تاجداراہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں قبلہ قدس سرہ النورانی ؎

معطر ہے اسی کوچہ سے گلشن اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

میں متعجب ہوکر پوچھتا کہ ان غیر مربوط قصبوں، کوردہ دیہاتوں میں آپ نے سرکار مفتی اعظم ہند کا جلوہ کہاں

دیکھ لیا؟ حضرت سے ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ وہ کہتے نانپارہ میں! مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں پڑھتا تھا، تو سرکار مفتی اعظم ہند تشریف لائے تھے، وہیں مرید ہوا تھا۔

تب میں نے اندازہ کیا کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے بہرائچ کے مسلمانوں کو بارگاہ اعلیٰ حضرت سے جوڑنے میں کتنا اہم رول ادا کیا ہے۔ بے شک بے شک بہرائچ والوں پر ان کا احسان ہے، یقیناً وہ محسن اہل بہرائچ ہیں۔ مولائے کریم بہرائچ کے مسلمانوں کی طرف سے انھیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی قبر انور کو اپنی رحمتوں اور برکتوں کا مخزن بنائے، ان کے مزار اقدس کو شفاخانہ بنائے ؎

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

انھوں نے نانپارہ و بہرائچ والوں پر احسان کیا، کہ انھیں مسلک اعلیٰ حضرت سے قریب کر کے بہرائچ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، ممکن ہے کہ بعض حضرات ان کے اس کارنامہ کو احسان تسلیم نہ کریں، اس لیے ہم بطور دلیل ایک واقعہ پیش کرتے ہیں:

چودہویں صدی ہجری میں اعلیٰ حضرت امام بریلوی کے بعد سب سے عظیم علمی و عبقری شخصیت مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے۔ حضور صدر الشریعہ کے استاذ فن حدیث یعنی استاذ المحد ثین حضور محدث سورتی علامہ وصی احمد صاحب قبلہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور محدث سورتی محدث اسحٰق سہارن پوری محشی بخاری کے شاگرد تھے اور گنج مرادآباد شریف کے مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ سے مرید تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے استاذ اور اپنے پیر کا تذکرہ کم کرتے تھے، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ذکر پاک بار بار کرتے اور ان سے بڑی عقیدت و محبت کا اظہار فرماتے۔ ایک دن کچھوچھہ شریف کے حضور محدث اعظم ہند قبلہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے (جو اس وقت طالب علم تھے اور حضرت محدث سورتی سے پڑھ رہے تھے) پوچھا کہ

''حضور! آپ اپنے استاذ اور پیر کا تذکرہ تو بہت کم کرتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت کا ذکر و چرچا بار بار کرتے رہتے ہیں، تو حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا، سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے، جو میں نے مولوی اسحاق صاحب محشی بخاری سے پائی، سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے، جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب سے حاصل ہوئی، بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے، جس کو میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا، میرے سینہ میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ والے کو بسانے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں، جب سے میں اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا، مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی، اس لیے ان کے تذکرہ سے میری روح میں

بالیدگی پیدا ہوتی ہے اوران کی یاد سے میرے دل کو سکون ملتا ہے۔''

آج دنیا میں سرکار اعلیٰ حضرت تو نہیں رہے، لیکن ان کی نورانی کتابیں ان کا مقدس مزار ان کا ایمانی اور عرفانی سلسلہ باقی ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک باقی رہے گا، تو حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہرائچ و دیگر بہت سے علاقہ والوں کو بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت کے دربار سے اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے اعلیٰ حضرت کی نصیحتوں سے جوڑ کر ان کے ایمان کو حلاوت بخشی ہے اور رسمی ایمان والوں کو حقیقی ایمان والا بنایا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے قریب کر کے ان کے ایمان کو محفوظ و مضبوط بنایا ہے۔ اس لیے وہ بلا شبہ محسن اہل ایمان اور محسن اہل بہرائچ ہیں۔

کان پور کے مشہور و مستند عالم دین حضرت علامہ مفتی محمد الیاس خاں نوری بارہ بنکوی صدر آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما اتر پردیش حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس سچے شیدائی نے ملک کے طول وعرض میں مسلک اعلیٰ حضرت کی دھوم مچادی اور کتنے منتشر اور بکھرے ہوئے بھولے بھالے مسلمانوں کو مرکز اہل سنت بریلی شریف سے جوڑ کر ایک مرکز پر مرتکز کر دیا آپ کے وعظ کی محفلوں میں اکثر یہ نعرہ گونجتا رہتا تھا، ہمارا مرکز بریلی شریف، ہمارا مرکز بریلی شریف۔'' (اظہار حق وصواب ص ۲۰)

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں دیگر امور میں سرکار اعلیٰ حضرت وسرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کے ہم مزاج وہم خیال تھے، وہیں رد وہابیہ ودیابنہ میں بھی انھیں سرکاروں کے طریقہ پر گامزن تھے، یعنی وہابیوں، دیوبندیوں کا نام لے کر رد کرتے تھے اور صاف صاف حکم شرع سناتے تھے، چناں چہ آپ کی ایک تحریر ملاحظہ کیجیے، جس میں آپ نے برادران اہل سنت سے کھری سنیت پر گامزن رہنے کی تاکید شدید فرمائی ہے:

''برادران اہل سنت سے معروض کہ اس پر آشوب دور میں اپنے کو اور اپنے متعلقین کو ہر بدمذہب ہر گمراہ وہابی دیوبندی اور تبلیغی وغیرہ سے بچائیں اپنے عقائد واعمال کی تصحیح او درستگی میں پیہم کوشاں رہیں اور بری باتوں سے بچیں۔'' محمد رجب علی قادری (ریاض عقیدت ص ۶۶ پشت ٹائیٹل)

اور یہ شعر سنیے جس میں آپ نے وہابیوں کا نام لے کر ان کی خباثت کو آشکارا کیا ہے۔

معزز ہوا جن کا نام گرامی وہ سلطان والا رسول حجازی
انھیں کو گھٹائیں یہ نجدی وہابی خباثت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

۱۹۴۶ء میں بھدرسہ ضلع فیض آباد کے وہابیوں نے حضور شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا تھا اور آپ کو جیل میں پہنچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا، تقریباً ۲ رسال تک یہ مقدمہ چلا، ۱۹۴۸ء میں اہل سنت کو فتح مبین حاصل ہوئی اور وہابی شکست کھا کر ذلیل ورسوا ہوئے۔ اس مقدمہ میں ایک خاص بات یہ تھی

کہ شیر بیشہ اہل سنت نے مجسٹریٹ کے سامنے کچہری میں اہل سنت کی حقانیت اور وہابیوں دیوبندیوں کی بے دینیت آشکارا کردی تھی۔ اس وقت بہت سے علماے اہل سنت نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت کو مبارک بادی کے خطوط بھیجے تھے اور حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے بھی مبارک بادی کا خط بھیجا تھا۔ اختصاراً ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت جوردوہابیہ میں مشہور تھے، حضرت مفتی نانپارہ ان سے کیسی عقیدت ومحبت رکھتے تھے:

”رفیع المدارج، عظیم المناقب، وسیع المحامد، ناصر الملۃ والدین
کاسر الکفرۃ والمرتدین، علم بردار سنیت، مظہر حضور اعلیٰ حضرت
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بلاشک وشبہ یہ کامیابی اہل سنت وجماعت کے لیے پیغام حیات ہے، مبارک ہو آپ کا جذبۂ صادقہ اور مبارک ہو یہ کامرانیاں اور شادمانیاں حضور کو اور ہم جملہ اہل سنت وجماعت کو

مبارک فضل رب العالمیں ہو　　مبارک فضلِ ختم المرسلیں ہو
مبارک صدقہ غوث الوریٰ ہو　　مبارک صدقہ احمد رضا ہو
مبارک باد اے مرد مجاہد　　مبارک باد اے ماہ محامد
مبارک باد اے چرخ ہدایت　　مبارک باد اے مہر شریعت
زہے قسمت عجب فتح مبیں ہے　　کہ جس سے شاد ہر قلب حزیں ہے
اجالا سنیوں کا منہ ہوا ہے　　وہابیوں کا منہ کالا ہوا ہے
اگر مقبول ہو میرا عریضہ　　تو جاگ اٹھے ابھی اپنا نصیبہ
الٰہی ہر جگہ ہو ذکر و چرچا　　جناب حضرت حشمت علی کا
رہیں قائم یہ ترویج سنن میں　　ہے بلبل نغمہ خواں جب تک چمن میں

والسلام مع الاحترام
احقر رجب علی القادری غفرلہ
پنج شنبہ ۷/ذی الحجۃ الحرام ۱۳۶۷ھ/ ۲۱/اکتوبر ۱۹۴۸ء
(از نانپارہ ضلع بہرائچ)

یہ مکتوب طویل اور اشعار کثیر ہیں، ہم نے چند اشعار اور تھوڑا مضمون نقل کیا ہے، جسے تفصیل کا شوق ہو وہ ترجمان اہل سنت مطالعہ کرے۔

آپ حق گو اور بے باک خطیب بھی تھے اور سچ تو یہ ہے کہ آپ اپنے دور میں ترجمان اہل سنت تھے، آپ کی

تقریریں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے مملو ہوتی تھیں، آپ کی تقریروں میں امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کا ذکر پاک اور وہابیوں ودیگر باطل فرقوں سے دور ونفور رہنے کا اعلان ضروری ہوتا تھا۔ آپ کی پرجوش پردرد اور ولولہ انگیز تقریروں میں حضور شیر بیشہ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریروں کی جھلک ملتی تھی، آپ اپنی تقریروں میں دین کے دشمنوں، ایمان کے ڈاکوؤں وہابیوں اور دیوبندیوں کی ایسی خبر لیتے تھے کہ ان کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔

ایک بار آپ دہلی میں حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف پر حاضری دینے کے لیے جا رہے تھے۔ مزار شریف سے کچھ پہلے راستہ ہی میں تبلیغیوں کا مرکز پڑتا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت کو پریشان کرنے کے لیے چند لڑکوں کو لگا دیا۔ جب حضرت قبلہ وہاں پہنچے تو وہ کئی لڑکے سامنے آ گئے اور وہابی بے حیاؤں کی پرانی عادت کے مطابق قرآن عظیم کی ان آیات کریمہ کے معانی پوچھنے لگے، جو بتوں کے متعلق ہیں اور وہابی لوگ اپنی بدبختی کی بنا پر ان آیتوں کو اولیاے کرام اور اولیاے کرام کے مزاروں پر چسپاں کرتے ہیں۔ حضرت مفتی نانپارہ جو علوم قرآنیہ کے عمدہ محقق اور بہترین فاضل تھے، آپ نے ان سب آیتوں کا ترجمہ کیا اور فرمایا، اچھا اب تم لوگ ان آیتوں کی شان نزول بتاؤ۔

شان نزول سنتے ہی سب کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور سب رفو چکر ہونے لگے، تو حضرت نے اپنی گرجدار آواز میں ان سبھوں کو للکارا، ارے کمینو! تمہیں شرم نہیں آتی، اولیاے کرام سے تمہیں اتنی دشمنی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جن آیتوں کو بتوں کے متعلق نازل فرمایا ہے، تم ان آیتوں کو اولیاے کرام سے متعلق کرتے ہو۔

ہم نے یہ واقعہ حضرت علیہ الرحمہ کی ایک کیسٹ سے سنا ہے، مدھیہ پردیش میں کوئی مقام جتارا شریف ہے، وہیں ایک کانفرنس میں حضرت نے خطاب فرمایا تھا۔ یہ کانفرنس غالباً ۱۹۹۳ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اسی کیسٹ میں یہ بیان ہے کہ حضرت مفتی نانپارہ نے ایک وہابی کو للکارتے ہوئے فرمایا تھا:

''میرا گھر نانپارہ ہے، وہیں چلے آنا، مگر ہم کھانا نہ کھلائیں گے، پانی نہ پلائیں گے، کیوں کہ وہابیوں کو کھانا کھلانا ناجائز ہے، وہابیوں کو پانی پلانا بھی ناجائز ہے، وہابیوں سے رشتہ کرنا بھی ناجائز ہے، وہابیوں کو لڑکی دینا بھی ناجائز ہے، وہابیوں کی لڑکی لانا بھی ناجائز ہے، ان سے ایسے دور رہو، جیسے سانپ بچھو سے دور رہا جاتا ہے، کیوں کہ اگر کسی کو بچھو سانپ نے کاٹ لیا، تو اس کی جان چلی جائے گی اور اگر کسی کو وہابیت نے ڈس لیا، تو اس کا ایمان چلا جائے گا۔''

یہ تھی حضرت مفتی نانپارہ علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ قادری رضوی بانی مدرسہ عزیز العلوم کی حق گوئی اور اعلان شرعی۔ مولا تعالیٰ ان کے مریدوں کو اور ہم سب مسلمانوں کو ان کے نورانی فرمان پر عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ سچ فرمایا تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ العزیز نے ؎

دشمن جاں سے کہیں بد تر ہے دشمن دین کا
ان کے دشمن سے کبھی ان کا گدا ملتا نہیں

آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے، آپ کی نعتوں کا مجموعہ، ریاض عقیدت کے نام سے چھپ چکا ہے۔ آپ کے کلام میں آمد ہی آمد ہے کہیں بھی آورد کا پتہ نہیں چلتا، شگفتگی ولطافت، برجستگی وجدت طرازی سے آپ کا کلام بھر پور ہے۔ جس میں حمد الٰہی بھی ہے اور نعت رسالت پناہی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیم اور اولیاے کرام کی شان میں منقبتیں بھی ہیں۔ حضرات اولیاے کرام سے عقیدت ومحبت کا اظہار اور ان سے قلبی ربط کی خوشبو تو سطر سطر سے پھوٹی پڑ رہی ہے۔ ایک مقام پر آپ نے چند ہی اشعار میں امام الائمہ سرکار امام اعظم ابوحنیفہ، سرکار غوث اعظم شہنشاہ بغداد، بادشاہ ہندوستان سرکار خواجہ غریب نواز سنجری اجمیری، امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی، تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند، محدث شہیر علامہ عبدالعزیز بجنوری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور شہید اعظم ہندوستان سالار مسعود غازی بہرائچی قدس سرہ العزیز سے اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے یوں عقیدت ومحبت کے مہکتے ہوئے پھول کھلائے ہیں ؎

شاہ احمد رضا کے در کا غلام　　سگ دربار سنجری ہوں میں
غوث اعظم کی چشم رحمت سے　　سائل باب قادری ہوں میں
اعلیٰ حضرت کے فیض جاری سے　　حنفی ہوں بریلوی ہوں میں
شاہ عبدالعزیز بجنوری　　ایسے مرشد کا نسبتی ہوں میں
میرے ہادی ہیں مفتی اعظم　　فیض سے ان کے مہتدی ہوں میں
میرے آقا ہیں سید سالار　　ان کے دامن سے ملتجی ہوں میں

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نسبت پر اظہار مسرت کرتے ہیں ؎

دامان رضا مجھ کو ملا خوش ہوں رجب میں
بخشش کا مری خوب وسیلہ نظر آیا

اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

اہل نسبت جانتے ہیں نسبت باب رضا
ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ
مجھ سگ ناکارہ در کو رجب اپنا کیا

میرے آقا میرے مرشد اعلیٰ حضرت واہ واہ

نسبت سرکار غوثیت اور نسبت سرکار اعلیٰ حضرت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور نسبت اعلیٰ حضرت کو فضل خداوندی سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فضل خدا ہے شکر بجا لا رجبؔ تجھے
دامان پاک حضرت غوث الوریٰ ملا
صدقہ میں تجھ کو حضرت عبدالعزیز کے
باب عطائے حضرت احمد رضا ملا

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی غلامی کا اعلان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

سب کو خبر ہے مفتی اعظم کا ہوں غلام
نوری میاں کا نور بھرا سلسلہ ملا

انھیں مضامین کو دوسرے مقام پر ایک نئے انداز سے یوں بیان کرتے ہیں۔

بفضل الٰہی غلام رضا ہے رجبؔ بندۂ باب غوث الوریٰ ہے
اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

کعبہ شریف کی زیارت سے فارغ ہونے والے حاجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اور انھیں زیارت مدینہ طیبہ کی دعوت دیتے ہوئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اس شعر میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ نے روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا کعبہ بتایا ہے۔ میرے ممدوح حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اس عقیدے کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کیا مبارک یہ عقیدہ ہے مجدد کا مرے
اے شہنشاہ جہاں کعبہ کا کعبہ تم ہو

آپ کے اوصاف حمیدہ میں ایک صفت استغنا و قناعت بھی تھی، چناں چہ آپ نے بطور تحدیث نعمت اس کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

خدا کے فضل سے مجھ پر کرم ہے غوث اعظم کا
ہو رشک اہل دولت پھر نہ کیوں حال فقیرانہ

تہی داماں فقیر قادری کا حال تو دیکھو
ہے خالی جیب اس کی دل مگر رکھتا ہے شاہانہ

آپ کا ایک بہت مشہور شعر آپ کے متعلقین اکثر پڑھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اکثر اس شعر کو پڑھتے تھے۔

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق وسیلہ کے قائل ہیں، وہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ نور پر بھی زینہ بہ زینہ حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ چناں چہ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں۔

بریلی کالپی مارہرہ و بغداد سے ہوکر
میں طیبہ آؤں یوں زینہ بہ زینہ یارسول اللہ

وہ مسلمان کتنا خوش نصیب ہے جس کے دل میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت بس جائے، حضرت مفتی نانپارہ فرماتے ہیں کہ ایسا خوش بخت دل تو عرش اعلیٰ ہے یا پھر فردوس بالا ہے۔ داد دیجیے آپ کے حسن تخیل اور بلند پردازی کو کہ عرض کرتے ہیں۔

کہوں میں عرش اس دل کو کہ جنت یا رسول اللہ
مکیں ہے آپ کی جس میں محبت یارسول اللہ

ہم سنی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔ بے شک بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے عالم ہیں اور ہمارے اس دعوی پر قرآن عظیم کی یہ آیت شاہد ہے:

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا. (النساء : ۱۱۳)

اور سکھا دیا تمہیں تمہارے رب نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اسی عقیدہ صحیحہ کی طرف اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہوا ظاہر یہی **مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَم** کے جلووں سے
کہ تم ہو عالم غیب و شہادت یارسول اللہ
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مولائے کریم اپنے پیارے حبیب رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے مرقد پر رحمتوں کے پھول برسائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بلبل ہند کی دینی وتبلیغی خدمات

از : بابائے فارسی
حضرت مولانا منشی سیف الدین شمسی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الفارسی جامعہ شمس العلوم گھوسی، مئو

موت التقی حیاۃ لا نفاد لھا
قد مات قوم وھم فی الناس احیاء
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اس جہان رنگ وبو یا سرائے فانی میں ہر روز بے شمار افراد عدم سے وجود اور وجود سے عدم کی طرف انتقال مکانی کرتے ہیں اور یہ سلسلہ ابتدائے آفرینش سے صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ نہ جانے کتنے عظمت واقتدار اور دبدبہ وصولت رکھنے والے افراد پیدا ہوئے اور بالآخر اپنی زندگی کا سفر تمام کرنے کے بعد فنا کے گھاٹ اتر گئے ۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بس نامور کہ زیر زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش کہ روئے زمیں بر نشاں نماند
آن پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک
خاکش چناں بخورد کزو استخواں نماند
خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

لیکن اسی جہان فانی میں ایسی مقتدر اور محترم ہستیاں بھی عالم وجود میں آئیں، جو اپنے حسن عمل اور کارہائے نمایاں کے سبب زندۂ جاوید ہوگئیں اور جن کے نقوش صفحۂ ہستی پر ہمیشہ کے لیے مرتسم ہوگئے۔

ایسی ہی برگزیدہ اور منتخب روزگار ہستیوں میں بلبل ہند، امام المتکلمین، صاحب زہد وتقوی، پیکر اخلاص ووفا مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ الشاہ مولانا رجب علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نابغۂ روزگار شخصیت بھی ہے، حضرت

موصوف اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے، جنھوں نے مختلف علوم وفنون اور خداداد لیاقت کے ذریعہ ملت بیضا کا عظیم اور مہتم بالشان کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مفتی نانپارہ کے وصال کو ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے، چند سال پہلے کی بات ہے، جب حضرت اپنی پوری تاب وتوانائی اور جولانیت کے ساتھ دینی خدمات انجام دے رہے تھے، وہ زمانہ سچ پوچھیے، تو ہم سنیوں کے سُن (بے حسی) کا زمانہ تھا، علمی اور قلمی کام کی انجام دہی میں پوی قوم انتہائی تساہل اور سست واقع ہوئی تھی، جب کہ غیر کے خیمہ میں پوری تندہی کے ساتھ زندگی کے ہر مذہبی شعبہ میں بے پناہ سرگرمی اور جدو جہد نظر آتی تھی۔ خواہ تعلیم وتربیت کا میدان ہو یا فکروفن کا بیابان یا تبلیغ کے ذریعہ ماحول سازی کا حسین خیابان ہر جگہ ان کی برتری اور تیز روی نظر آتی تھی، تاہم ایسے پرآشوب ماحول میں ہمارے مسلک کے چند مخلصین حضرات نے دین متین اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسوۂ رسول، اسوۂ اصحاب، اسوۂ ائمہ اور خصوصاً امام اہل سنت، عظیم البرکت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشن کو آگے بڑھانے اور فروغ دینے میں اپنا سب کچھ لگا دیا۔ اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر شرارۂ تہہ خاکستر کو شعلۂ جوالہ بنا دیا، جس کی تپش سے مسلک باطل کے بڑھتے ہوئے قدم تھم گئے، جس کی سوزش سے شر پسندوں کا خرمن خس وخاشاک جل اٹھا۔

ایسے ہی برگزیدہ افراد میں خلیفہ مفتی اعظم نانپارہ خطیب الہند ملقب بہ طوطیٔ ہند حضرت علامہ الشاہ مولانا رجب علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی بھی ہے۔

حضرت کا ایک خاص میدان ''خطابت'' بھی تھا، اس وقت موصوف کی تقریر کا پورے ملک میں غلغلہ تھا، آپ کی شرکت جلسہ کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی، آپ کی خطابت ایسے موثر انداز میں ہوتی تھی کہ مجمع پر آپ کی تقریر کا گہرا نقش ثبت ہو جاتا تھا۔ علمی، دینی، اسلامی اور اخلاقی مواد اور مبلغ علم کے ساتھ ساتھ آپ کا طرز بیان بے حد دلکش اور آپ کی آواز اتنی مدھ بھری تھی کہ لوگ آپ کی خطابت کی شیرینی اور مٹھاس میں گم ہو جاتے تھے۔

گھوسی کے جلسہ میں بھی حضرت کی تشریف آوری ہوتی رہتی تھی، راقم الحروف کو بھی حضرت کی متعدد تقاریر سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ گھوسی جس کو ''مدینۃ العلما'' کہتے ہیں، جس کی دھمک پورے بھارت وش میں محسوس کی جاتی ہے، چناں چہ یہاں آنے کے بعد اچھے اچھے مقرر فلاپ ہو جایا کرتے ہیں، مگر جب حضرت کی تقریر شروع ہوتی تو سارا مجمع گوش برآواز ہو جاتا اور لوگوں پر ایسا سکوت طاری ہوتا کہ گویا کوئی متنفس موجود نہیں، اصل میں اس وقت خطابت کی مقبولیت کا معیار یہی تھا، آج کل کی طرح خطیب اور مخاطب کے پرشور داد وتحسین کا ماحول نہیں تھا، بلکہ لوگ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مقرر کی باتوں کو سنتے تھے اور کہیں کہیں سبحان اللہ ماشاء اللہ کہتے تھے، چناں چہ حضرت والا کی تقریر میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی تھی۔

حضرت مفتی ناناپارہ علامہ رجب علی علیہ الرحمہ جس طرح میدان خطابت کے شہسوار تھے، اسی طرح فن شاعری بالخصوص نعت گوئی کے رمز سے بھی پورے طور سے آشنا تھے اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ آپ حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کے سایہ کرم میں تھے، جو جملہ علوم وفنون کے ماورا نعتیہ شاعری میں بھی اپنے والد گرامی اعلی حضرت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر، محبت رسول میں سرشار، عشق وعرفان کے سمندر میں غوطہ زن ہوکر اپنے آقا کی مدح سرائی کرتے تھے، جن کے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفیٰ کی خوشبو آتی ہے، اسی خانوادہ سے فیضیاب حضرت موصوف نے بھی محبت رسول کو اپنی شاعری کا سرمایہ بنایا، نعتیہ شاعری بڑا جوکھم بھرا فن ہے، ذراسی بے احتیاطی شاعر کو قعر مذلت میں گرادیتی ہے، جسے عرفی نے کہا ؎

عرفی مشتاب کہ ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہوشیار کہ ہردم دم تیغ است قدم را

حضرت مفتی صاحب جب جلسوں میں شرکت فرماتے اور منبر خطابت پر رونق افروز ہوتے تو اکثر مجمع سے آواز بلند ہوتی کہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا کلام سنایا جائے، چناں چہ حضرت اپنے لحن داؤدی میں کلام الامام امام الکلام کی وجد آفریں نعت ہائے مبارکہ پیش کرتے پوری بزم پر ایک وجد وسرور کی کیفیت طاری ہوجاتی اور سارے سامعین عالم بے خودی میں پورے وقار وتمکنت اور کیف ونشاط کے ساتھ کلام کو سنتے اور کبھی کبھی نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کے ذریعہ دلی جذبات کا اظہار کرتے۔

بلبل ہند کا خطاب

پہلے حج کے دوران جب قطب مدینہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ خلیفہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے کاشانہ دولت پر حاضر ہوئے، تو حضرت نے فرمایا، کہ مولوی رجب علی صاحب! اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا کلام سنائیں، چناں چہ اسی وقت آپ نے اعلیٰ حضرت کی مشہور زمانہ نعت ''لم یات نظیرک فی نظر'' پڑھنا شروع کیا، آپ پڑھتے جاتے تھے اور سامعین کیف وسرور میں جھومتے جاتے تھے، بعد اختتام حضرت قطب مدینہ نے آپ کو ''بلبل ہند'' کے خطاب سے نوازا اور برجستہ فرمایا:

یاعندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی.

اس وقت سے آپ، بلبل ہند مشہور ہوگئے۔ آپ کی آواز نہایت لطیف پرکشش ودل فریب تھی، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کلام اکثر گنگنایا کرتے تھے۔ ارباب حل وعقد کی رائے ہے کہ آپ کو کلام اعلیٰ حضرت پڑھنے کا ملکہ حاصل تھا۔ (ماخوذ از رسالہ فرستادہ مولانا محمود رضا قادری)

حضرت مفتی نانپارہ خود ایک فطری اور نکتہ رس شاعر تھے اور شاعری کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف تھے، آپ نے اپنی شاعری کو حمد ونعت اور مناقب اولیا کے محور پر مرکوز رکھا، لیکن آپ کے کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسن عقیدت کے علاوہ آپ نے شاعری کے اصول وضوابط کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ بیشتر اشعار میں حضور اعلیٰ حضرت کے کلام کا رنگ وآہنگ نظر آتا ہے۔ مثلاً

خدا کی عطا سے اسی کی رضا سے
تمھیں سے ملا ہے ہمیں جو ملا ہے
بھلائی کا طالب ہے بندہ تمہارا
زمانہ کا اے شاہ تم سے بھلا ہے

انھیں کا حسن زیبا رونق گلزار ہستی ہے
کبھی سنبل کی صورت میں کبھی سرو چماں ہوکر
ابھی تک پرتو عارض سے ذرے جگمگاتے ہیں
مہکتے ہیں وہ کوچے آپ گزرے ہیں جہاں ہوکر
مقابل میرے آقاے مدینہ کی فصاحت کے
زباں کے جودھنی تھے رہ گئے سب بے زباں ہوکر
ارے اے ڈوبنے والے نبی کو یاد کر دل سے
وہ آئے ہیں جہاں میں دستگیر بے کساں ہوکر

جلسوں میں اعلیٰ حضرت کے کلام کے علاوہ اپنے نعتیہ اشعار بھی پیش کرتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔ آپ کی شاعری ایک مکمل مضمون کی متقاضی ہے، میں شاعرانہ نقد ونظر رکھنے والے حضرات سے التماس کرتا ہوں کہ وہ حضرت کی شاعری پر کام کریں اور اپنی گراں قدر رائے کو منظر عام پر لاکر قوم کو ''بلبل ہند'' کے کلام سے روشناس کرائیں۔

بلبل ہند بحیثیت عظیم داعی

از : حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان برکاتی
استاذ و مفتی دار العلوم وارثیہ لکھنؤ

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ ۲۴ ر ہزار یا دو لاکھ ۲۴ ر ہزار انبیا و مرسلین کو دنیاے فانی میں مبعوث فرمایا، انھوں نے اپنے زمانہ نبوت اور دائرہ دعوت میں اس مقدس فریضے کی انجام دہی فرمائی۔ ہر نبی نے انتہائی مخلصانہ جد و جہد اور بے لوث سعی پیہم کے ساتھ اپنی قوم کو راہ حق پر گامزن فرمانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ اسی سلسلۃ الذہب کی سب سے اہم اور مقصود بالذات آخری کڑی امام الانبیا، خاتم پیغمبراں، فخر رسولاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنے اوصاف و کمالات کا مظہر اتم بنا کر سرزمین مکہ میں مبعوث فرمایا اور آپ کے دائرۂ نبوت و رسالت کو اس قدر وسیع کیا کہ زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماورا فرما کر کل کائنات ارضی و سماوی بلکہ پورے عالم کے لیے رسول معظم بنایا، حتی کہ انبیاے سابقین بھی آپ کے مقتدی و امتی ہوئے، جس کا ظہور شب اسریٰ میں ہوا اور ان شاء اللہ العزیز بروز قیامت ہوگا، یہی وجہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت اپنی نبوت پر قائم رہتے ہوئے آپ کی امت بن کر تشریف لائیں گے اور آپ ہی کی شریعت کی تبلیغ فرمائیں گے۔ لہٰذا یہ بات شمس و امس کی طرح واضح ہے کہ جس جس ذرے کا اللہ تبارک و تعالیٰ رب ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس اس ذرے کے رسول ہیں، ہر نبی نے دعوت توحید دی اور فرمایا، کہ ''اللہ ایک ہے'' اس جہت سے سارے انبیاے کرام داعی الی اللہ ہیں، مگر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ''داعیا الی اللہ'' فرما کر آپ کی شان و عظمت ظاہر فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ میدان دعوت و تبلیغ میں جو بے مثال جانبازیاں اور عظیم الشان قربانیاں آپ کی ذات ستودہ صفات میں ملتی ہیں، وہ کہیں اور متصور نہیں ہوتیں۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں جس قدر مجھے اذیتیں دی گئی ہیں، کسی نبی کو وہ تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں، آپ نے امام الانبیا ہونے کا ایسا حق ادا کیا، کہ پوری دنیا ورطۂ حیرت میں ہے صرف ۲۳ ر سال کے مختصر عرصے میں ربانی پیغامات کو پوری دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا، پھر آپ کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ و تابعین نے آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس مشن کو آگے بڑھایا، مرور زمانہ کے ساتھ ہر دور میں علما اور اولیا کی شکل میں اسی مشن کو فروغ دینے کے لیے مقدس جماعت اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا میں بھیجتا رہا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ زریں سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ داعی کے اندر جس قدر خوبیاں، کمالات اور اوصاف جمیلہ و عادات محمودہ موجود ہوں گے، اسی اعتبار سے اس کی دعوت موثر اور کامیاب و کامراں ہوگی، ماضی قریب میں جن علمائے ربانیین اور فضلائے راسخین نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں کارہائے نمایاں اور زریں خدمات انجام دیے ہیں، ان میں ایک عظیم نام فقیہ اجل، عالم بے بدل، مفتی اتم، شاعر مکرم، زاہد معظم، داعی محترم حضرت علامہ شاہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ کی ہے، جنھوں نے دعوت و تبلیغ کے پر خار میدان میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، جن کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ میں اپنی علمی بے بضاعتی اور مطالعہ کی محدودیت کا اعتراف کرتے ہوئے اجمالی طور پر صرف چند سطور حضرت والا تبار علیہ الرحمہ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

دعوت و تبلیغ کے مقدس فریضے کی انجام دہی کے لیے داعی کو کچھ مخصوص اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے تا کہ اس کی دعوت اثر انداز اور دیر پا ہو۔

علم و مطالعہ کی وسعت

پہلی چیز ہے علم و مطالعہ کی وسعت۔ بغیر علم یا ناقص علم و مطالعہ سے کبھی کبھی تبلیغ کا اثر الٹا اور غیر موثر ہوتا ہے بلکہ علم و آگہی سے عاری و خالی مبلغ دین و ملت کا نقصان کر دیتا ہے، جب ہم اس وصف میں بلبل ہند علیہ الرحمہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں، تو آپ اس خصوص میں بہت ہی اونچائی پر نظر آتے ہیں۔ آپ کی شخصیت مختلف قسم کے علوم و فنون سے آراستہ اور نوع بنوع صلاحیتوں کی حامل نظر آتی ہے، جس پر آپ کی وقیع تصانیف اور گراں قدر تحریریں شاہد عدل ہیں۔ تقریری و تبلیغی دورے اور بیعت و ارشاد کے تقاضے انسانی زندگی کو کس قدر مصروف کر دیتے ہیں، یہ اہل علم و دانش اور صاحب فہم و فراست پر مخفی نہیں ہے، مگر بلبل ہند علیہ الرحمہ باوجود یکہ مسلسل دوروں پر رہتے، اس کے باوجود معیاری تصنیف و تالیف کا معتد بہ ذخیرہ آپ کے وفور علم، استحضار جزئیات و کلیات اور وسعت مطالعہ کی بین دلیل ہے۔ زبان و بیان اور قلم و قرطاس پر ایسی قدرت اور دستگاہ حاصل تھی کہ فارسی و عربی دونوں زبانوں میں بولنے یا لکھنے کے لیے دقت نہیں محسوس کرتے تھے۔ ہمارے شریک تدریس مولانا فاروق مصباحی نے بتایا، کہ ایک بار دار العلوم ربانیہ میں حضرت تشریف لائے اور بوقت رخصت جب کہ نکلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت علامہ سید ربانی صاحب نے تاثر نامہ رقم کرنے کے لیے پیش کش کی، حضرت نے قبول فرماتے ہوئے کھڑے کھڑے بغیر سابقہ تیاری کے ایک صفحہ تاثر نامہ بزبان عربی تحریر فرما دیا، اسی طرح آپ کا نعتیہ مجموعہ ''ریاض عقیدت'' اور دیگر کلام پڑھنے اور سننے سے محسوس ہوتا ہے کہ فارسی زبان و ادب پر بھی آپ کو خاصی

مہارت حاصل تھی۔ظاہر ہے کہ محدث بجنوری اور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ جیسی عبقری شخصیتوں نے جس کی علمی و عملی تربیت فرما کر روحانی اسرار اور رموز کا فیضان فرمایا ہو اس کی کثرت علم اور دقت نظر کا ہم جیسے کم علموں کو اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

داعی کا عمل و اخلاص

دعوت و تبلیغ کے موثر اور کار آمد ہونے کے لیے داعی کا باعمل اور مخلص ہونا از حد ضروری ہے اگر داعی کے اعمال اس کے اقوال کی تکذیب کر رہے ہوں یا اس کے قول و فعل میں تضاد ہو تو سامع پر اس کا اثر اچھا نہیں ہوتا ہے۔اگر ہم کردار و عمل اور اخلاص و للّٰہیت کے اعتبار سے بلبل ہند علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، تو بلا شبہ آپ تاجدار اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے پرتو اور ان کے تقوی و طہارت کے سچے آئینہ دار نظر آتے ہیں، بلکہ مفتی اعظم ہند کے بعد خوف و خشیت، عشق و ایمان، حق گوئی و بے باکی، تقوی و طہارت اور نفاست و پاکیزگی میں چند ہی شخصیتیں ہیں، جو آپ کی شریک و سہیم نظر آتی ہیں، یقیناً آپ ایک ایسے داعی اعظم تھے کہ آج بھی نام آتے ہی تقوی و طہارت کا معنی و مفہوم ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے۔حدیث رسول میں طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے، میں بغیر کسی مبالغہ کے یہ بات لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ صفائی و ستھرائی کا اس قدر آپ اہتمام فرماتے تھے کہ اس معاملہ میں آپ کا ثانی و ہم پلہ چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑے گا، نیز مسلک و مشرب کے معاملہ میں اس قدر آپ متصلب و مضبوط تھے کہ ذرہ برابر مسلکی معاملہ میں آپ سمجھوتہ نہیں فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے تصلب دینی کے حسین اثرات آپ کے مریدین و متوسلین، حاشیہ نشیں حضرات، سفر و حضر میں ساتھ رہنے والے اور آپ کی نجی محافل و مجالس میں بیٹھنے والوں میں آج بھی پائے جاتے ہیں۔

داعی کا عشق رسول

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی لازوال اور بیش بہا دولت ہے کہ یہ ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان کی جان ہے، جس انسان کو اس دولت سے جتنا زیادہ حصہ نصیب ہو جائے، وہ اتنا ہی سعادت مند اور خوش نصیب ہوتا ہے، حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ باغیرت، باوفا اور ایسے سچے عاشق رسول تھے، کہ آپ کے رگ و ریشے میں عشق رسول کا جوہر سمایا ہوا تھا، جس کا اظہار و اعلان آپ کی تحریر و تقریر و نعتیہ شاعری سے ہوا کرتا تھا، آپ کی نعتیہ شاعری پڑھنے کے بعد علامہ جامی و شیرازی اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہم کا عشق رسول یاد آ جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دعوت و تبلیغ کے موثر و کار آمد ہونے میں عشق رسول کا بڑا دخل ہے، کیوں کہ داعی جس درجہ کا عاشق رسول ہوگا، اسے اپنے دعوتی مشن

سے اتنا ہی لگاؤ اور پیار ہوگا، کیوں کہ یہ مشن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے جو جتنا بڑا عاشق رسول ہوگا اسے اپنے آقا کے مشن سے اتنا ہی لگاؤ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ دین کیسے پھیلے اور اگر قوم نے آپ کی دعوت سے اعراض وانحراف کیا، تو آپ مضمحل اور کبیدہ خاطر ہو جاتے جس کی تسلی کے لیے آیات ربانیہ کا نزول ہو جاتا، کفار ومشرکین نے تمام ممکنہ کوششیں کر ڈالیں مگر آپ نے دعوت کو بند نہ کیا، چناں چہ آپ کے خطبات میں ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' کے الفاظ کا پایا جانا اسی جذبے کی ترجمانی اور عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضور مفتی نانپارہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کا وافر حصہ ملا تھا، چناں چہ آپ فراغت کے بعد تدریس وامامت میں بہت کم وقت گزار کر دعوت وتبلیغ اور بیعت وارشاد میں اس طرح منہمک ہوئے کہ لوگوں کی اصلاح وتعمیر اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سفر وحضر جہاں بھی موقع پاتے، آپ مناسب اصلاح فرماتے، شریعت کے خلاف ذرہ برابر کوئی بات برداشت نہیں کرتے، یہ ادا بھی ان کے عشق رسول کی علامت ونشانی تھی، آپ کی تبلیغ میں اخلاص کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا، کبھی بھی کسی کی جیب پر نظر نہیں گئی، بلکہ اگر کوئی ضرورت مند آپ کے سامنے اپنی حاجت پیش کرتا، آپ فوراً جیب میں ہاتھ ڈالتے جو آجاتا، عنایت فرماتے، اس ادا سے جہاں آپ کے جود وسخا کا اندازہ ہوتا ہے وہیں آپ کے مخلص ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حق گوئی وبے باکی

داعی کی دعوت اس وقت کامل ومکمل ہوتی ہے، جب اس کے اندر جرأت وبے باکی کامل طور پر موجود ہو اور دنیاوی سود وزیاں کا احساس نہ رہے، ورنہ بہت سارے مقامات پر وہ سمجھوتے ومصالحت پسندی سے کام لے گا، جس سے اس کی دعوت ناقص اور ادھوری رہ جائے گی، خود سوچیے اپنوں کے لیے دین کے معاملے میں نرم گوشہ اختیار کرنا یہ پیار ومحبت نہیں بلکہ عداوت ودشمنی ہے۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ نے اپنے نواسے کے منہ سے صدقے کی کھجور باہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، تم سید زادے ہو تمہارے لیے صدقہ روا نہیں۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ حق گوئی وراست بازی میں اپنے اسلاف کی سچی یادگار تھے، چناں چہ سنت وشریعت کے خلاف کسی کو بھی پاتے فوراً تڑپ جاتے اور برمحل مناسب اصلاح فرماتے، دور حاضر میں بالعموم دیکھا جاتا ہے کہ منبر رسول پر ذاکرین وواعظین سے غیر شرعی جملے نکل جاتے ہیں اور اچھے اچھے لوگ دوستی وتعلقات نبھانے کے لیے یا ضرر وشر سے بچنے کے لیے درگزر کرتے ہوئے چشم پوشی سے کام لیتے ہیں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان کے اندر حق گوئی کا وصف مفقود یا کمزور ہو جاتا ہے مگر واہ رے بلبل ہند علیہ الرحمہ منبر رسول پر آپ کا جلال ووقار اور عالمانہ رعب ودبدبہ ایسا قائم رہتا کہ مائک پر آنے کی ہر ایک کی ہمت نہیں ہوتی اور اگر کسی سے خلاف شرع کوئی جملہ نکل جاتا بلا خوف لومہ لائم اپنے مرشد

اجازت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سچی جانشینی اور اپنے عشق رسول کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً توبہ کراتے اور سامعین یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دین وملت کا صحیح درد

داعی کی دعوت وتبلیغ میں جاذبیت، کشش، رقت آمیزی، سوز وگداز اور تاثیر وترغیب جیسی عمدہ صفتیں اسی وقت پائی جاتی ہیں، جب وہ دیگر کمالات کے ساتھ دین وملت کا صحیح درد اور سچی تڑپ رکھتا ہو، ورنہ جن داعیوں میں نام ونمود، سمعہ وریا کاری، اظہار فن اور حصول زر جیسے فاسد عناصر موجود ہوتے ہیں، ان کی دعوت میں کوئی دم نہیں ہوتا، بلکہ ایسے دعاۃ ومبلغین کی دعوت وقتی ہوتی ہے اور سامعین وحاضرین پر ان کی دعوت اپنی دیرپا چھاپ نہیں چھوڑ پاتی، مگر ہمارے ممدوح سرکار بلبل ہند علیہ الرحمہ قوم وملت اور دین وسنیت کا سچا درد رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا فرمان سامع کے قلب وجگر میں اتر جاتا اور وہ اسی وقت اس پر عمل کے لیے آمادہ ہو جاتا، ہمارے رفیق درس مولانا فاروق مصباحی نے بتایا کہ آپ نے جتارا میں اپنے ایک مرید سے فرمایا، کہ تم برتنوں کا کاروبار کرو اور پھیری لگانا بند نہ کرنا، کچھ عرصہ بعد وہ شخص ترقی کر گیا اور اس کی بڑی دکان بھی ہو گئی، پھر بھی اس نے پھیری لگانا بند نہیں کیا اور وہ یہی کہتا تھا کہ میرے پیر نے فرمایا تھا کہ پھیری لگانا بند نہ کرنا اس طرح ایک نہیں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپ کے حکم کو لوگوں نے پتھر کی لکیر مانا۔ بندیل کھنڈ کے بیشتر علاقوں اور خطوں میں آپ کی تبلیغ کے حسین اثرات آج بھی آپ کے داعی اعظم ہونے کا پتہ دے رہے ہیں اور لوگوں کو اس بات کا اقبال واعتراف ہے کہ اس علاقے کی سنیت داعی اعظم حضور مفتی رجب علی نانپاروی علیہ الرحمہ کی مرہون منت ہے، بہر حال آپ کی زندگی ایک قابل تقلید زندگی تھی، ضرورت ہے کہ ان کی زندگی کے حسین گوشوں کو مزید اجاگر کیا جائے اور ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے، آخر میں ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں، شہزادہ بلبل ہند، خطیب شیریں مقال حضرت مولانا محمود رضا قادری اور ان کے تمام رفقاے کار کو جنھوں نے بلبل ہند علیہ الرحمہ کی زندگی کو یکجا کرنے کا عزم محکم کیا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ قدیر تمام مراحل کو آسان فرمائے اور اس عمل کو قوم وملت کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب

از : حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی
ردولی شریف

شیخ طریقت مقتدائے اہل سنت عارف حق بلبل ہند حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ساری زندگی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق میں گزری اور انھیں دونوں بزرگوں کے علمی مقامات، مسلک اور نظریات کی اشاعت میں زندگی کی تمام توانائیاں صرف کردیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ یہی وجہ ہے کہ گلستان رضویت کے اس شگفتہ پھول کی خوشبو سے ہندوستان کا چپہ چپہ مہک اٹھا۔ بلبل ہند کو اللہ تعالیٰ نے ان گنت خوبیوں کا مالک بنایا تھا، علم وفضل، تقوی وطہارت، اخلاق ومروت، عمدہ خصائل، سخاوت وشجاعت، مہمان نوازی، خوردنوازی کے مرقع تھے۔ شعروشاعری کا بہت اچھا ذوق تھا، نعت ومنقبت کے ہزارہا اشعار آپ کی یادگار ہیں، مگر جب بھی نعت پاک یا منقبت پڑھتے تو اپنے لکھے ہوئے اشعار کے بجائے سرکار اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے اشعار ہی پڑھتے تھے اور کچھ اس انداز سے پڑھتے تھے کہ علمائے اہل سنت یہ کہنے میں حق بجانب ہوے کہ ''سرکار اعلیٰ حضرت کی تحریر فرمودہ نعتوں کو پڑھنے کا صحیح حق بلبل ہند مفتی نانپارہ کو حاصل ہے۔''

حقیقت بھی یہی ہے کہ بلبل ہند جس وقت عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں سرشار ہوکر کلام رضا پڑھتے، اپنی پرسوز اور پرکیف مستی بھری آواز کا جادو جگاتے حاضرین مسحور ہوکر جھوم جھوم جاتے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جذبوں میں بھیگی ہوئی نعتوں کے ذریعہ سامعین کے دل ودماغ کو آسودگی اور عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی سوغات میسر آجاتی تھی۔

اجمیر معلیٰ، بہرائچ شریف، بریلی شریف، پیلی بھیت شریف کے علاوہ ملک کے متعدد اجلاس اور کانفرنسوں میں حضرت کے پرمغز خطابات سننے کی سعادت میسر آئی، بلاشبہ حضرت کی ذات پاک **الحب فی اللہ والبغض فی اللہ** کی زندہ تصویر تھی۔ سفر وحضر، خلوت وجلوت اور جلسہ وجلوس میں ہر جگہ ہر وقت صرف اور صرف ایک ہی پیغام ہوتا تھا، کہ دشمنان خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی نفرت، دلی بغض اور سخت عداوت رکھو اور اللہ والوں سے سچا عشق، دلی محبت اور عقیدت رکھو۔ تقریر ہو یا تحریر، وعظ ہو یا نصیحت سب کا حاصل اور خلاصہ صرف اور

صرف یہی ہوتا تھا۔

پیارے حبیب کو پکار پیارے نبی کا نام لے
دامن مصطفیٰ میں آ پائے رسول تھام لے

مظہر اعلیٰ حضرت حضور شیر بیشۂ اہل سنت مرشد برحق حضرت علامہ مفتی حافظ قاری الحاج ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں پیلی بھیتی علیہ الرحمہ سے بھی حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، بارہا سفر وحضر وجلسہ وجلوس اور مناظروں میں ساتھ ساتھ رہے، وصال مبارک کے بعد ہر سال عرس حشمتی میں بہ نفس نفیس شرکت فرماتے تھے اور جب جب شرکت ہوئی، خطاب سے بھی نوازا کرتے تھے۔ عرس حشمتی میں قل سے پیشتر اکثر آخری خطاب بلبل ہند حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ ہی کا ہوتا تھا، جسے سننے کے لیے زائرین عرس حشمتی سال بھر مشتاق رہتے تھے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے بارہا سنا ہے کہ جب مفتی نانپارہ سرکار اعلیٰ حضرت کی نعتیں پڑھتے یا خطاب فرماتے تھے، تو حضور شیر بیشۂ اہل سنت کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

حضور مفتی نانپارہ کی تقریر کا ایک ایک لفظ وہابیوں، دیوبندیوں، بدمذہبوں اور خصوصاً صلح کلیوں کے لیے خنجر خونخوار اور نیزۂ برق بار کا کام کرتا تھا اور کیوں نہ ہو کہ دشمنان نبی کے ساتھ شدت وغلظت کا برتاؤ کرنا ہی خلق محمدی اور یہی خلق عظیم ہے۔ جس طرح مسلمانوں کا آپس میں مہربان نہ ہونا اخلاق عظیمہ کے خلاف ہے، اسی طرح دشمنان دین سے بقدر استطاعت شدت ونفرت نہ کرنا بھی خلق عظیم کے خلاف ہے۔ قرآن عظیم میں شان رسالت میں گستاخی کرنے والوں کو ابتر کہا گیا، ہانپنے والے کتے سے تشبیہ دی گئی، گستاخ نبی کی اصل میں خطا (حرامی) ہونا بیان فرمایا گیا، یہاں تک کہ گستاخ رسول کے چہرے کی تمثیل سور کی تھوتھنی، کتابیں لادنے والے گدھے سے دی گئی۔ جبھی تو سرکار اعلیٰ حضرت نے پیغام دیا۔

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

بلاشبہ سرکار اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات اور مسلک حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان اور بے باک نقیب کا نام عارف حق طوطی ہندوستان مفتی نانپارہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

حق تعالیٰ ہمیں بھی انھیں کے نقش قدم پر چلنے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

بلبل ہند : پرچم رضویت کا سچا محافظ ونگراں

از : خلیفۂ جانشین مفتی اعظم ہند
مولانا قاری محمد یونس رضا خاں حشمتی ڈنڈوہ بزرگ قنوج

متاع زندگی جس نے لٹادی عشق احمد ﷺ میں　　　　خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

سرزمین ہند کے گوشہ گوشہ میں اولیاے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے، کہ ملک ہندو پاک کا مسلمان ان احسانات سے صبح قیامت تک سبک دوش نہیں ہوسکتا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ برصغیر ہندو پاک میں اسلام انھیں اولیاے دین کے ذریعہ پھیلا اوران کی محنت ومشقت سے اسلام کو عروج پہنچا، کہ آج ہر چہار جانب شمع اسلام روشن ومنور ہے، ہر طرف بہار ہی بہار ہے، انھیں اولیاء اللہ کی صف میں شہسوار میدان علم وفضل، پرچم رضویت کے سچے محافظ ونگراں، تاریک دلوں کو عشق وایمان کی روشنی سے چمکا دینے والی شمع فروزاں، اسلام کی حقانیت کو ثابت کر کے باطل کے ناپاک چہرے سے نقاب الٹ دینے والا محقق دوراں، دنیاے وہابیت ونجدیت کے لیے صبح قیامت تک تیغ براں، محبوب الاولیا حافظ احادیث کثیرہ وصاحب اوصاف جمیلہ حضرت بلبل ہندوسندھ ومحدث اعظم ومفتی اعظم شہر نانپارہ علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی قادری عزیزی نور اللہ مرقدہ النورانی کی ذات والاصفات ہے۔

آپ ایک مایہ ناز عالم دین، ایک عظیم مفتی وشیخ الحدیث تھے، آپ کے پرسوز خطبات سے ملک کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے، تقریر سے قبل کلام اعلیٰ حضرت اس انداز سے پڑھتے تھے، کہ غلامان مصطفیٰ مست وبے خود ہوجایا کرتے تھے، شہزادہ شیر بیشۂ سنت کی موجودگی میں جب سرکار مفتی اعظم نانپارہ تقریر کے لیے کھڑے ہوتے، تو ایسا لگتا، کہ قرآن وحدیث ہاتھ میں ہے اور ایک طرف سے پڑھ پڑھ کر سناتے جارہے ہیں، اتنی روانی سے قرآن مقدس کی آیات طیبہ کی تلاوت کرتے اور احادیث مبارکہ سناتے، کہ جس طرح ایک قرآن کا حافظ مسجد میں کھڑے ہوکر نماز تراویح پڑھاتا ہے، دلائل وبراہین کی اتنی کثرت کہ علما دنگ رہ جاتے۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھوٹے دعویداروں کا اس طرح رد کرتے، کہ ان کی ساری تقیہ بازی وچاپلوسی لحوں میں کھلتی نظر آتی اور فرماتے، کہ اے عشق رسول علیہ السلام کے مکار جھوٹے دعویدارو! اگر تمھیں عشق رسول اور محبت صحابہ وعظمت اولیا کا درس لینا ہے، تو امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت ومیرے مفتی اعظم کی بارگاہ میں آؤ، مگر آہ وہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق ہماری ظاہری نگاہوں کے سامنے موجود نہیں، لیکن ان کے کارنامے ان کی بتائی ہوئی باتیں، ان کی حیات مبارکہ کے اوراق ہم میں موجود ہیں، ہم ان سے سبق حاصل کریں گے، ہم ان کے پاکیزہ کردار سے اپنے کردار بنائیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبرانور پر رحمت وانوار وغفران کی بارش نازل فرمائے اوران کے درجات بلند کرے اور علامہ محمود ملت ابوالخالد محمد محمود رضا قادری زید مجدہ کو ان کے چھوڑے مشن کو زندہ وتابندہ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین وآلہ واصحابہ اجمعین

احقاق حق وابطال باطل

از : مولانا منظور احمد مصباحی
خطیب وامام مدینہ مسجد سائن، ممبئی نمبر۲۲

۹۲/۸۶ء

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کائنات عالم میں بے شمار قد آور شخصیتوں نے جنم لیا، لیکن ان میں سے کچھ ایسی شخصیتیں سینۂ کرۂ ارض پر جلوہ گر ہوتی ہیں، جو خود اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو ایک نئے اسلوب اور اچھے طریقہ سے قوم کے سامنے پیش کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن یہ کب تک ہوا، جب تک نبض ہستی تپش آمادہ رہی، جیسے ہی پروانۂ اجل بذریعہ قاصد ربانی موصول ہوا، جسم بے جان ہوا۔ آہ وفغاں کی مجلس گرم ہوئی، آہستہ آہستہ لوگوں نے قرطاس ذہن سے مٹایا اور بھول گئے۔ حضرات! کیا ایسا ہر حکم کلی طور پر لگانا درست ہوگا؟ فکر صالح رکھنے والا مفکر اور مورخ جواب دے گا، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور بولے گا لیجیے اسی آسمان کے شامیانے تلے اور فرش زمین پر کچھ ایسی نابغہ روزگار وحید عصر فقید المثال افراد قدم رنجہ ہوئے ہیں، جن کو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکتا ہے۔ اگر مورخ تعصب کی عینک اتار کر ان تقدس مآب شخصیتوں کے بارے میں حق بیانی سے کام لیتا نظر آئے، تو یقیناً ان پر وقار اور باعظمت شخصیتوں کا نشان قدم نہ جانے کتنے گم گشتگان منزل کے لیے مشعل راہ بن کر ان کو رشد وہدایت کی روشن وتابناک راہوں پر گامزن کرتا نظر آئے گا۔ انھیں فقید المثال باعظمت شخصیات میں سے بلبل ہند نجم الملۃ والدین خلیفہ ونمونہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ حضور مفتی ناناپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد رجب علی قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے۔

حضور بلبل ہند مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ کے بیان اور گفتگو کی پختگی کا حال یہ ہوتا کہ جیسے کوئی جملوں کے شربت عملی کا جام پلائے جارہا ہو۔ گفتگو کی جامعیت اور معنویت کا عالم یہ ہوتا کہ عوام تو چہ معنی علما حیران وششدر رہ جاتے، ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی نے مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ کو مضمون پہلے ہی سے بتا دیا ہے اور وہ پوری تیاری سے گفتگو فرمارہے ہیں، حالاں کہ جس مسئلہ پر بھی علما کچھ جاننا چاہتے، مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ علم وعرفان کا ایسا جام پلاتے، جس سے اس سوال کے متعلق کوئی بھی جواب باقی نہ رہتا اور سوال کرنے والے مجلس مفتی ناناپارہ سے سیراب ہوکر ہی

اٹھتے۔ مسائل شرعیہ کے ایک ایک گوشہ کو اجاگر کرنا اور مخاطب کو دلائل و براہین سے مطمئن کرنا یہ حضرت کی خصوصیت خاصہ تھی۔ اعتقاد کی پختگی کا تو یہ عالم کہ پوری زندگی مذہب حقہ مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند فرماتے رہے اور کہتے رہے۔

جگاؤ جوت عشق نبی کی کچھ ایسی
عقیدہ سارے جہاں کا بریلوی ہوجائے

جب کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کا علاقہ بدعقیدوں کا اڈہ بنا ہوا تھا، لیکن مرد آہن نے اپنے آقا علیہ السلام کی عطا کردہ عشق و عرفان کی بے مثال پونجی کو اپنے سینے میں سجائے رکھا، اسی اٹوٹ ہتھیار کی بدولت ہر لمحہ بدعقیدوں کو چیلنج کرتے رہے اور ان کے کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہا کرتے تھے۔

بظاہر جسم دبلا پتلا، نحیف و ناتواں، لباس ہلکا پھلکا، دو پلی ٹوپی ہلکی کڑھی ہوئی، مزاج میں نہایت درجہ سادگی، اخلاق نہایت بلند پایہ، ہر ایک کہتا مجھ سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتے۔ اور سینہ علم و معرفت کا ایسا گنجینہ جس کی مثال کم نظر آئے۔ عشق رسول میں ایسی وارفتگی کہ جب اپنے مولا کی شان میں نعت پاک گنگناتے تو مست و بے خود ہوجایا کرتے تھے اور عشق رسول سے سینہ اتنا روشن و مزین کہ باطل دیکھ کر راہ فرار اختیار کرلیتا۔ جب احقاق حق وابطال باطل پر اتر آتے تو دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے، جس کی زندہ و تابندہ مثال آپ کی کتاب ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' ہے، جس میں دلائل و براہین کا سیل رواں انڈیل رکھا ہے، کہ سلام بحالت قیام کا منکر اگر تعصب کو بالائے طاق رکھ کر مطالعہ کرے تو بغیر توبہ کیے نہ رہ سکے گا۔ آپ جس بھی حیثیت سے بلبل ہند علیہ الرحمہ کے گوشۂ حیات پر نظر ڈالیں، تو وہ زندگی کے ہر لمحے میں ایک سچے عالم ربانی، عاشق رسول، عابد شب زندہ دار، غربا و مساکین پر نہایت درجہ کرم فرما، یادگار اسلاف، نمونہ سلف صالحین ثابت ہوتے نظر آتے ہیں۔ دار العلوم کے طلبہ پر نہایت درجہ مشفق و مہربان اور اساتذہ کرام کو ہر لمحہ اچھی تعلیم و تربیت کی تلقین فرماتے رہتے۔ گویا کہ مفتی نانپارہ کی زندگی مبارکہ سلف صالحین کی زندہ و تابندہ تمثیل نظر آتی ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ حضور والا کے مرقد پر انوار پر رحمت و انوار کی موسلا دھار بارشیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

حضور بلبل ہند: مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک بے باک نقیب

از : حضرت مولانا تبریز عالم قادری رامپوری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

بلبل ہند، جامع شریعت وطریقت، مظہر سرکار مفتی اعظم ہند حضرت الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری برکاتی رضوی عزیزی ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین، جید فقیہ، بے مثال منتظم اور خوش گو شاعر کی حیثیت سے عوام وخواص میں خاصے مقبول تھے۔ علوم دینیہ پر مکمل مہارت حاصل تھی، ان سب خصوصیات کے ساتھ ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے وفادار تھے اور پوری زندگی اسی مسلک حق کی ترجمانی میں گزاری۔ مسلک کے غداروں سے کبھی کسی طرح کا سمجھوتا نہیں کیا اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہیں، جب کہ آپ آقائے نعمت کنز الکرامت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت ہم شبیہ غوث اعظم سیدی آقائی سرکار حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک معتمد ومعتبر خلیفہ تھے اور سالوں سرکار مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں رہ کر پورے ملک میں مذہب وملت کی خدمت کی ہے۔ میں نے بلبل ہند کو اپنے استاذ اور ہندوستان کے ہزاروں علما کے استاذ مدرس اعظم ہند امام العلماء جامع معقولات ومنقولات شیر رضویت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن رضوی اَعْلَمِ بستوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع اجودھیا (فیض آباد) (ولادت یکم جولائی ۱۹۴۸ء وصال ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۲۰۱۹ء) کی زبان مبارک سے سن کر جانا۔ میرے استاذ روناہی شریف میں درس دیتے وقت اکثر حضرت مفتی نانپارہ کا ذکر کرتے تھے اور بلبل ہند کے زیر اہتمام جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم قصبہ نانپارہ میں گزارے گئے اپنے تقریباً دس سالوں کو یاد کر کے کہتے تھے کہ مجھے جو کچھ عشق اعلیٰ حضرت ملا، وہ مفتی نانپارہ کی بدولت ملا۔ مفتی نانپارہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف کردہ کتابیں مجھے عطا فرماتے اور فرماتے، مولانا ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔

اور میں نے اکثر اپنے استاذ کی زبان مبارک سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے، کہ میں نے مفتی نانپارہ سے بڑا عاشق اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نہیں دیکھا ہے۔ مفتی نانپارہ بریلی شریف کے بزرگوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ سرکار مفتی اعظم ہند کی حیات مبارکہ میں جب عرس اعلیٰ حضرت دار العلوم منظر اسلام کی چھت پر ہوتا تھا، تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بوقت قل شریف ارشاد فرماتے تھے کہ دعا مولوی رجب علی کریں گے۔ اور حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مفتی نانپارہ عرس اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں دعا فرماتے تھے۔

اور میں نے کئی بار امام العلما کی زبان مبارک سے ایک اہم واقعہ یہ بھی سنا ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ

الرحمہ کے وصال کے بعد موضع بڑا گاؤں تھانہ رونا ہی ضلع اجودھیا (فیض آباد) میں اپنے مریدین کی چاہت پر ایک جلسہ میں تقریر فرمارہے تھے، کہ دوران تقریر جب مجمع کو جوش آیا، تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر نعرہ لگایا اور آخر میں نعرہ لگا دیا حضور مفتی اعظم ہند اور اس کی نسبت اس نیت کے ساتھ بلبل ہند کی طرف کر دی کہ اب آپ ہی مفتی اعظم ہند ہیں۔ بس اتنا سننا تھا، کہ حضور طوطی ہند کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا اور یہ کہہ کر فوراً تقریر بند کر دی کہ اجی اعلیٰ حضرت بھی ایک ہیں اور مفتی اعظم ہند بھی ایک ہیں، اب کوئی دوسرا اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند نہیں ہو سکتا اور ناراضگی کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور صلوۃ وسلام پڑھوا دیا۔ حاضرین نے بہت معذرت کی اور مزید تقریر کرنے کی درخواست پیش کی، مگر حضرت قطعی تقریر کے لیے تیار نہ ہوئے۔ یہ تھی بریلی شریف سے آپ کی عقیدت۔ آپ نے سات سال دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی اس دوران ہی سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے محبوب نظر تھے، سرکار علیہ الرحمہ جہاں جانا ہوتا تو آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس طرح آپ کو شروع ہی سے بزرگوں کی صحبت ملی۔ اسی بابرکت رفاقت نے آپ کو بے مثال شخصیت بنا دیا۔

اور سرکار علیہ الرحمہ آپ پر بڑا اعتماد فرماتے تھے، یہی وجہ تھی کہ کچھ ہی سال گزرے تھے کہ ہم شبیہ غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے آپ کو جماعت رضائے مصطفیٰ سے وابستہ فرما دیا اور اس کی تمام تر خدمات آپ کے سپرد کر دیں اور دعاؤں سے نوازا۔

آپ نے بھی پوری دلچسپی اور خلوص کے ساتھ جماعت رضائے مصطفیٰ کا کام کیا۔ حسن کارکردگی کی وجہ سے ہی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا آپ پر اعتماد بڑھتا گیا اور اپنی خلافت سے نوازا۔ پھر تو آپ نے وہ کام کر کے دکھایا، جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ آپ نے خلق خدا کو بریلی شریف کی طرف پھیرا، جس سے لوگوں کے عقیدے کی حفاظت ہوئی اور سرکار مفتی اعظم ہند کی حیات میں آپ نے کبھی کسی کو مرید نہیں کیا، بلکہ جو بھی بیعت کی گزارش کرتا تو آپ اس کو سرکار مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں لے جاتے اور مرید کروا دیتے۔

ویسے تو آپ نے پورے ملک میں ہی مسلک رضا کی نشر و اشاعت کی ہے، مگر سرکار مفتی اعظم ہند نے کچھ خاص علاقے آپ کے حوالے کر دیے تھے، جن میں ناسک، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش میں کھر گاپور، جتارا، بلدوگڑھ بلکہ پورا ضلع ٹیکم گڑھ، جھانسی، کانپور، کوڑے بھار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی خدمات ہی کا نتیجہ ہے کہ پورے ضلع ٹیکم گڑھ میں وہابیوں کی ابھی تک ایک بھی مسجد نہیں ہے اور نہ ان شاء اللہ کبھی ہوگی۔ میں نے ٹیکم گڑھ کے مختلف علاقوں میں درجنوں تقریریں کی ہیں اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے، بلکہ میں آپ کے مریدین میں جہاں تقریر کرنے گیا، تو میں نے وہاں کے سامعین کی زبانوں سے یہ نعرہ ضرور سنا کہ "ہمارا مرکز بریلی شریف" آپ کے تمام مریدین متصلب ہیں اور بریلی شریف اور تمام بزرگوں سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں، سرکار غوث اعظم

کی توشہ شریف کی فاتحہ کرنے کا جذبہ کوئی آپ کے مریدوں سے سیکھے۔ توشہ شریف کے فاتحہ کو آپ نے ایک نئی پہچان دی ہے۔ الغرض آپ نے اپنی پوری زندگی دین متین کی خدمت میں گزاری اور اس سلسلے کو باقی رکھنے کے لیے آپ نے اپنی جوانی ہی میں دین کے تحفظ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے اتر پردیش کے ضلع بہرائچ شریف کے قصبہ نانپارہ میں اپنے مرشد شریعت وطریقت خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث بجنوری علیہ الرحمہ کی یاد میں ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک مدرسہ عزیز العلوم ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور پورے علاقے کے لیے مرکزیت کی اہلیت رکھتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے مدرسے کے داخلہ فارم میں بھی مسلک رضا سے وفا کا عہد لیا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ ہمارے جامعہ کے طلبہ روزانہ بعد سلام یہ نعرہ ''ہمارا مرکز بریلی شریف، ہمارا مسلک مسلک اعلیٰ حضرت'' ضرور لگاتے ہیں۔ یہ نعرہ ہمارے جامعہ کی امتیازی شان ہے۔ جامعہ کی مختلف دیواروں پر بریلی شریف کے بزرگوں کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ آپ کے مکان ''رضوی منزل'' کے گیٹ پر حضور مفتی اعظم ہند، حضور محدث بجنوری اور حضور محدث اعظم ہند کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے ہیں، یہ آپ کی بزرگوں سے محبت کی واضح دلیل ہے۔

لاکھوں لوگوں کو آپ کے دست پاک پر بیعت کا شرف حاصل تھا، آپ عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے، اکابر علما بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، آپ کے گھر آیا ہوا کوئی مہمان بغیر کھانا کھائے نہیں جا سکتا تھا، مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے، صوم وصلوۃ کے نہایت پابند تھے اور ہر نماز میں جماعت کا التزام فرماتے اور جب موقع ملتا، خلق خدا کی رہبری کے لیے خطاب بھی فرماتے، خطبہ جمعہ اتنا شان دار پڑھتے تھے کہ عوام وخواص اس کا انتظار کرتے تھے، عموماً خطبہ اعلیٰ حضرت سے آغاز فرماتے اور بلا تکلف نہایت فصیح وبلیغ عربی میں اپنے موثر کلمات استعمال فرماتے، جو عشق رسول وصحابہ وبزرگان دین صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہوتے تھے اور اتنی خوبصورتی سے ادا فرماتے تھے کہ لگتا تھا، کہ کوئی عربی النسل خطبہ دے رہا ہے۔ بہر حال وہ ایک بڑے فقیہ اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کا درد بھی رکھتے تھے، ہر سنی مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملتے، مریدین ومتعلقین کے ساتھ ہمیشہ شفقت فرماتے، جو ایک مومن کامل کی نشانی ہے، مجھے تو آپ کی زیارت نصیب نہ ہو سکی، مگر امام العلما علیہ الرحمہ کی گفت وشنید ونشست وبرخاست اور طرز زندگی دیکھ کر ایسا لگتا تھا، کہ حضرت نے سب مفتی اعظم نانپارہ سے سیکھا ہے۔ غرضیکہ ان کی ایک ایک ادا لائق تقلید ہے، ایسے ہی لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون .

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے حضور بلبل ہند کے مزار اقدس پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور ان کے فیضان سے اہل سنت وجماعت کو مالا مال فرمائے۔ آمین

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اخلاق وکردار

سادگی جن کا طرۂ امتیاز تھا

از : شیخ القرآن
حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الجامعہ، الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد

عالم ربانی، محقق لاثانی حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں عہد طالب علمی ہی سے واقف ہوں، جب کہ میں تلسی پور کے مشہور ادارہ انوار العلوم میں زیر تعلیم تھا، وہ برابر وہاں کے سالانہ اجلاس میں ہر سال مدعو کیے جاتے تھے۔

سلطان المناظرین حضرت مولانا عتیق الرحمٰن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مدرسہ کے ناظم اعلیٰ تھے، ان کے زیر اہتمام نہایت نظم وضبط و باقاعدگی سے سالانہ اجلاس ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے والوں میں سب سے زیادہ محبوب ومقبول حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، کیوں کہ وہ نعت شریف مخصوص لہجے وانوکھے انداز میں جب پڑھتے تھے، تو سامعین پر کیف وسرور طاری ہوجاتا تھا، اپنی ترنم ریزی ونغمہ سرائی سے سب کو مدہوش و بے خود بنادیتے تھے، پورے مجمع پر سناٹا طاری ہوجاتا تھا۔

خوش الحانی وخوش نوا سریلی آواز میں نعت شریف پڑھنے والے شعرائے کرام کے تعارف کے وقت عندلیب گلشن رسالت، بلبل باغ مدینہ، طوطیٔ نغمہ سرا وغیرہ الفاظ سے ان کی عزت افزائی کی جاتی ہے اور فی الواقع جو حضرات نعتیہ کلام سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، ان کی جتنی بھی عزت وتوقیر کی جائے کم ہے۔ کس کو نہیں معلوم کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی نعتیہ شاعری کی بنا پر بہت نوازتے تھے اور ان کے لیے مسجد نبوی میں منبر شریف پر بیٹھ کر نعتیہ کلام پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے، لیکن ساری نوازشیں والقاب ان خوش بخت شعرا کے لیے ہونے چاہئیں جن میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبۂ صادق پایا جائے، جو نیکوکاری و پرہیزگاری کے وصف سے متصف ہوں۔

اس لیے میری نظر میں پیر طریقت حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات کے لیے عندلیب گلشن رسالت، بلبل باغ مدینہ، حسان الہند جیسے معزز القاب بہت موزوں اور خوب خوب چسپاں ہیں۔ وہ صرف نعت خواں شاعر ہی نہیں تھے، بلکہ اسلام کے شرائع واحکام کے پابند، تقوی و پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ، ہندوستان کے صف اول کے عالم دین تھے۔ اگرچہ نعت خوانی میں ان کو امتیاز کا درجہ حاصل تھا، کیوں کہ

جب وہ اپنی پر درد آواز سے نعت شریف پڑھتے تھے، تو سننے والوں پر وجد وکیف طاری ہوجاتا تھا اور وہ رقیق القلب ہوکر چشم پرنم ہوجاتے تھے، لیکن یہ ان کی شخصیت کا ایک مستحسن وروشن پہلو ہے، ان کو اسی ایک دائرہ میں محصور رکھنا ان کے ساتھ ناانصافی ہوگی، بلکہ وہ اچھے خطیب ومقرر، اعلیٰ درجہ کے فقیہ ومفتی، قرآن حکیم واحادیث کریمہ پر گہری نظر رکھنے والے عالم دین ہونے کے علاوہ مکارم اخلاق سے بھی متصف تھے۔ تاہم وہ سادہ زندگی گزارنے کے عادی تھے، ان کی سادگی بہت دلربا تھی، اس میں تصنع وبناوٹ کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔

ادھر ان سے میری ملاقات بہت کم رہی، بمبئی میں دوتین مرتبہ ان کی زیارت سے مشرف ہوا، تو ان سے مزید متاثر ہوا۔ تین چار سال پہلے کا واقعہ ہے، کہ میں ''مصطفیٰ بازار'' میں مقیم تھا، میرے شاگرد رشید مولانا محمد معین الحق علیمی مالک علیمی دربار ہوٹل نے علی الصباح مجھ کو یہ اطلاع دی کہ رات میں ماسٹر رُعب صاحب کا انتقال پرملال ہوگیا، اسی طرف سے جنازہ گزرے گا، ناریل واڑی قبرستان میں ان کو سپرد خاک کیا جائے گا، آپ بھی ان کی نماز جنازہ اور دعاے مغفرت میں شریک ہوں، کیوں کہ مرحوم آپ سے یک گونہ قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور قبرستان مسجد کے سامنے پہنچا، تو وہاں دیکھا، ایک سفید پوش بزرگ صرف کرتا اور پاجامہ میں ملبوس تھے، ان کے سرمبارک پر دستار اور جسم اطہر پر جبہ نہیں تھا، نہایت سادہ لباس زیب تن کیے تھے، لیکن چہرہ بشرہ سے وقار وتمکنت، متانت وسنجیدگی اور نورانیت ٹپک رہی تھی، وہ بالکل خاموش ایک عام آدمی کی طرح ایک طرف کھڑے تھے، ان کے ہمراہ نیازمندوں اور ارادت مندوں کا کوئی گروہ نہیں تھا، وہ اس وقت کسی سے گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں تھے، ایسا محسوس ہورہا تھا، کہ وہ کسی اور دنیا کی سیر کررہے ہیں، غالباً وہ اس شہر خموشاں سے عبرت حاصل کررہے تھے، جس کے باعث ان کے دل میں خشیت الٰہی اور خوف آخرت طاری تھا۔ حقیر راقم الحروف نے مولانا علیمی سے دریافت کیا، کہ یہ کون بزرگ ہیں، جو تفکر میں ڈوبے نظر آتے ہیں؟ مولانا موصوف نے کہا، حضرت! کیا آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ ہندوستان گیر شہرت رکھنے والے نیک طینت عالم دین حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب ہیں، جو اپنی خوشنوائی سے دلوں کو مسخر کرلیتے ہیں، مصطفیٰ بازار کی بڑی مسجد میں عرصہ تک خطیب وامام رہے، اب بھی محلے میں ان سے عقیدت ومحبت رکھنے والے لوگ اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور بمبئی شہر میں ان کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے، ان کے مریدین ومتوسلین مختلف مقامات میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔

مولانا علیمی صاحب کے تعارف سے میں حیرت واستعجاب میں پڑ گیا، کہ ایک بلند مرتبہ عالم دین عام آدمیوں کی طرح معمولی لباس میں ملبوس نظر آرہا ہے۔ اور مجھ کو بہت پہلے سے ان کی نیکوکاری ودین داری، تواضع وفروتنی کا علم تھا، بلکہ ان کی بہت شہرت سن چکا تھا، اس لیے یہ سوچنے لگا، کہ دلکش وضع قطع اور دل فریب لباس فاخرہ ظاہر بیں نگاہوں میں قبولیت کا سبب بنتا ہے اور کبھی انسان تھوڑا بہت مرعوب بھی ہوجاتا ہے اور کچھ لوگوں کے دلوں میں

جھکاؤ پیدا ہوتا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ انسان کی عظمت و بڑائی اس کی سر بلندی و سرفرازی کا راز اس کے مکارم اخلاق، اس کے دین و دیانت اور اعلاے کلمۂ حق کے سلسلہ میں اس کی جد و جہد میں مضمر ہے اور اس کی بہترین مثال حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اگر ان کی ساری خوبیوں کو یکسر فراموش کر دیا جائے اور آخرت میں کام آنے والے ان کے تمام اعمال صالحہ سے صرف نظر کر لیا جائے، تو بھی کہا جا سکتا ہے، کہ ان کے عظیم المرتبت ہونے کے لیے جذبۂ عشق نبی سے سرشار ہو کر ان کی نعت گوئی و زمزمہ سنجی بہت کافی و وافی ہے۔ ویسے کون سی ایسی خوبی تھی، جو اس پیکر اخلاص اور عالم باعمل میں نہیں پائی جاتی تھی، ان کی ایک ایک خوبی یاد کر کے ان کے نیاز مند و ارادت مند بلکہ ملت اسلامیہ کے افراد سفر آخرت کے لیے زادراہ تیار کر سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ مولاے قدیر ملت اسلامیہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے، نیز ان کے مراتب و درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

بلبل ہند کے اخلاق وعادات کی جامعیت

از : علامہ صابر القادری محمد نسیم بستوی
بانی مدرسہ اہل سنت یار علویہ انوار الاسلام
قصبہ سکندر پور بستی

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری بانی دار العلوم عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف جماعت اہل سنت کے ان بلند پایہ، سرمایہ افتخار اور شہرۂ آفاق اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام میں سے تھے، اپنے گونا گوں محاسن، اخلاق وکردار کے سبب سے ملک و جماعت کے طبقۂ عوام وخواص کی ایک بھاری تعداد جن کے خداد علم وفضل، عالمانہ شان وشوکت اور عارفانہ خصوصیت وروحانیت کی دل کی گہرائیوں سے مداح ومعترف ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہند و پاک ہی نہیں، بلکہ بیرونی اسلامی دیار وامصار میں حضرت بلبل ہند قدس سرہ کا اسم گرامی نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آپ کے زبردست دینی، علمی اور روحانی کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے، جس کا قدرے اندازہ حضرت مفتئ اعظم نانپارہ وفدائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی وشیدائے مخدوم اہل سنت حضور مفتئ اعظم نوری بریلوی کے قائم کردہ تعلیمی مرکزی ادارہ عزیز العلوم کے سالانہ جشن دستار فضیلت اور عرس قادری رجبی کی نورانی وعرفانی تقریبات میں انتہائی ادب ونیاز مندانہ عقیدت سے حاضر ہونے والے ملک کے ہر صوبہ اور ہر شہر وقصبہ، دیہی علاقوں اور مسلم آبادیوں کے خوش عقیدہ اور متصلب سنی مریدین، معتقدین اور حضرت کی درسگاہ عالیہ کے پروردہ فیض یافتہ تلامذہ وفارغ التحصیل علما کے پرشوق وسراپا ذوق کے عاشقانہ و پروانہ وار ہجوم وازدحام پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے ہی سے اسی دم اندازہ ہو جاتا ہے۔

معطر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی
کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اس روح پرور وقابل تقلید منظر کا مشاہدہ عرس واجلاس میں خود راقم السطور نے اپنے سر کی آنکھوں سے کیا ہے اور اس شاندار مجمع زائرین کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں ایک روحانی کیف وسرور محسوس کیا اور حضور استاذ گرامی کی

خدمت میں یہ شعر نذر کرنے پر مجبور ہوگیا۔

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اخلاق وعادات کی ہمہ گیری وجامعیت

حضور بلبل ہند علامہ مفتی الشاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری کے اخلاق وعادات کی ہمہ گیری وجامعیت خداداد اور فطری تھی، اس میں کوئی تصنع سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے قریبی احباب وحاضر باش خدام کا اجتماعی بیان ومتفقہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں پر حد درجہ شفیق ومہربان اور بزرگوں کی بارگاہ میں سراپا ادب ونیاز مند نظر آتے تھے۔ اپنے اساتذہ کرام ومشائخ عظام کی تعظیم وتکریم کرنے میں بے مثال ونادر روزگار تھے۔ انھیں اخلاقی خصوصیات کی عظمت وکرامت تھی، کہ آپ اپنے نقطۂ وجود سے حیرت انگیز طور پر پوری دنیائے سنیت میں پھیل گئے۔ جذبۂ اخلاص وحسن نیت کے سہارے خاک کے ایک معمولی ذرے سے اخلاق کی بلندیوں پر پہنچ کر رشک آفتاب وماہتاب بن گئے۔ آپ کی حیات مبارکہ کے حالات وواقعات اس حقیقت کے شاہد ہیں۔ عزم مصمم وغیر متزلزل ارادے سے حضرت مفتی صاحب نے جس نیک منصوبے کی تکمیل کے لیے قدم اٹھایا، اسے اختتام کی منزل تک پہنچا کر دم لیا۔ غالباً آپ اس مستحکم عزم ویقین کے ساتھ مخلصانہ ونتیجہ خیز جدوجہد فرماتے تھے۔

تدبیر کے دست زریں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
قدرت بھی مہرباں ہوتی ہے جب کوشش انساں ہوتی ہے

یہ بات غالباً ۱۹۴۴ء یا ۱۹۴۵ء کی ہے کہ جب شعیب الاولیا علیہ الرحمہ بانی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی نے مجھ کم ترین پر انتہائی کرم فرماتے ہوئے اور میرے تعلیمی مستقبل کو سنوارنے کے لیے مجھے اپنے مرید خاص جناب حاجی ضیاء اللہ صاحب سوداگر چرم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کی رفاقت ومصاحبت میں بغرض حصول تعلیم نانپارہ بھیج دیا، جہاں میری مستقل قیام گاہ حاجی صاحب مرحوم کے دولت خانے پر تھی، تقریباً ایک سال تک حضرت مفتی صاحب قبلہ کی درسگاہ میں میں حاضر ہوتا رہا اور اکتساب علم وفن کرتا رہا، اس مدت کے دوران قریب سے ان کی وسیع الظرفی، دریادلی، فیاضی وسخاوت، مہمان نوازی، شفقت وعنایت اور ایثار وقربانی کے واقعات ومناظر برابر اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ ان حقائق کی گہرائیوں میں پہنچ کر میں نے یہی فیصلہ کیا، کہ حضرت اپنے وجود میں ناقابل تسخیر چٹانوں کو مسخر ومحکوم بنانے کی طاقت رکھتے ہیں اور اس زندہ حقیقت پر مکمل ایمان ویقین رکھتے ہیں ''**السعی منی والاتمام من اللہ**''۔

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
خود بخود غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

حضرت مفتی صاحب قبلہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم وعمل کی مجسم تصویر تھے اور انھیں کے مسلک کی تائید وحمایت اور ترویج واشاعت کے لیے شب وروز کوشاں رہتے تھے اور اسی دینی وتبلیغی مقصد کے تحت اپنا تعلیمی ادارہ دارالعلوم عزیز العلوم کے نام سے جاری فرمایا تھا، جو اس وقت اساتذہ وطلبہ اور نہایت فعال ومتحرک ارکان کے اعتبار سے تعلیمی دنیا میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دارالعلوم بفضلہ تعالیٰ تعمیرات کے لحاظ سے بھی ممتاز ونمایاں نظر آتا ہے، جو زمین کے ایک وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی مسلمانوں کے دیندار طبقے اور علم دوست، سرمایہ دار حضرات کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔ آپ مخدوم اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے جانثار مرید اور ان کے مظہر وآئینہ دار خلیفہ ومجاز تھے، ان کے علاوہ ہندوستان کی قابل ذکر بزرگ شخصیتوں اور بلند پایہ سجادہ نشینوں کی بارگاہوں سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کرتے رہتے تھے، جس کی مزید تفصیلات آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل زیر ترتیب کتاب میں پیش کی جائے گی۔

محمود ملت حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب قادری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ نانپارہ بہرائچ حضرت مفتی صاحب کے بلند اخلاق واعلیٰ کردار کے مظہر وآئینہ دار ہیں اور آپ کے نقش قدم پر چل کر آپ کے تمام روایات وتعلیمات سابقہ آب وتاب کے ساتھ قائم وبرقرار رکھنے کے لیے پیہم جدوجہد فرمارہے ہیں اور اس کے نقش ونگار کو پہلے سے کہیں زیادہ کامیاب سے کامیاب ترین شکل وصورت میں ڈھالنے کے واسطے مخلصانہ ومجاہدانہ سعی وکوشش سے کامیابی کی اعلیٰ ترین منزلوں سے قابل رشک حد تک کامیاب ہورہے ہیں۔ شافی مطلق حضرت سجادہ نشین محمود ملت زید مجدہم کو مکمل صحت وشفا عطا فرمائے اور انھیں دارین کی سعادتوں، رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے نوازتا رہے، نیز خانقاہ قادریہ رجبیہ سے وابستہ جملہ مریدین متوسلین محبین اور معاونین کو ان کا بہترین شریک کار بنائے، خصوصیت کے ساتھ بلبل ہند شیخ طریقت مجاہد سنیت کے محبوب ادارہ دارالعلوم عزیز العلوم کو حوادث روزگار سے محفوظ رکھ کر شاہراہ ترقی پر گامزن فرمائے۔ آمین۔ دل کی گہرائیوں سے بارگاہ رب العالمین میں دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب کے صدقہ وطفیل میں حضور مفتی صاحب کی جملہ دینی علمی اور روحانی یادگاروں کو استحکام وبقا عطا فرمائے اور آپ کے مزار پرانوار پر شب وروز رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔ آمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
غنچہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بلبل ہند : حسن اخلاق وکردار کاعظیم پیکر

از : خلیفہ بلبل ہند حضرت مفتی شمس الدین بہرائچی
سابق شیخ الحدیث مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ شمالی ہند کے سرحدی علاقہ قصبہ نانپارہ میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء کو وصال فرمایا۔ حضرت بلبل ہند برصغیر ہندو پاک کے مقتدر علماے دین ومفتیان شرع متین میں سے تھے، ان کی پوری زندگی خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وقف تھی۔ اخلاص وللّٰہیت کا پیکر بن کر مسلک اعلیٰ حضرت جوعین دین اسلام ہے، جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، اس کی خدمت میں زندگی کی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

حضرت بلبل ہند منظر اسلام مرکز اہل سنت سے فارغ تھے، منظر اسلام کے اس عظیم سپوت نے تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہو کر آسمان شریعت وطریقت کے شمس وقمر بن کر اس کی کرنوں اور شعاعوں سے ہزاروں گم گشتگان راہ حق کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا اور اپنے دامن کرم سے وابستہ فرما کر ان کے قلوب کو نور ایمان وعشق رسالت سے منور ومجلّٰی فرمایا، جو ہزاروں کی تعداد میں آج بھی موجود ہیں۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ تحصیل نانپارہ میں پیدا ہوئے، یہ وہی نانپارہ ہے، جہاں کے ایک صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی بارگاہ میں یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ نواب نانپارہ کی شان میں منقبت کہہ دی جائے، تو اعلیٰ حضرت نے ان کی اس خواہش کی طرف توجہ فرما کر عشق ومحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کہی، جس کا مطلع ہے ؎

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور اس نعت پاک کے مقطع میں نواب نانپارہ کی خواہش کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ؎

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کی ایک تحصیل ہے، وہ بہرائچ شریف جہاں سلطان الشہد اسیدی سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابدی آرام گاہ ہے، جن کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے، جہاں حضور غازی پاک کے فیضان کرم سے جذامی، مبروص اور لاعلاج مریضوں کو شفاوصحت ملتی ہے۔حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ جب نانپارہ سے باہر کا سفر فرماتے ،تو حضور سلطان الشہد ارضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ فیض رساں میں ضرور حاضری دیتے اور وہاں حاضری دینے کے بعد جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ تشریف لاتے اور سفر سے واپسی میں بھی حضرت کا یہی معمول ہوتا۔جامعہ کے اساتذہ کرام پر بے پناہ شفقت فرماتے ، یہ ان کی شفقت ہی کا ثمرہ ہے کہ اکثر اساتذہ کرام کو اپنی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ بسا اوقات کثیر تعداد میں مہمان تشریف لاتے ، ان مہمانوں کے ساتھ حضرت کا حسن سلوک قابل دید ہوتا ،مہمان آپ کے اخلاق کریمانہ حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوکر جاتے کہ دوبارہ پھر حضرت کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کی تمنا ان کے دلوں میں ہوتی۔حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ حسن اخلاق کا عظیم پیکر تھے۔

ایک مرتبہ فقیر حضرت کے ہمراہ ٹیکم گڑھ سے جھانسی کے لیے بذریعہ کار روانہ ہوا، راستے میں جہاں کہیں نماز کا وقت ہوتا، گاڑی روک دیتے اور نماز کی ادائیگی کے بعد آگے کا سفر ہوتا، اگر راستہ میں کسی غریب مرید کا گھر پڑتا تو وہاں تھوڑی دیر کے لیے ضرور رکتے ،اس کی خیریت معلوم کرتے اور پھر حسب ضرورت اپنی جیب خاص سے اس کی امداد ضرور فرماتے ، اگر مرید لینے سے انکار کرتا،تو اس کو سمجھاتے اور اس کو اپنی شفقت ومہربانی سے لینے پر آمادہ فرماتے ،حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا یہ ایسا وصف تھا، جو آج کل کے پیروں میں کم ہی پایا جاتا ہے، جو غریب ونادار مریدوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔جھانسی پہنچنے کے بعد فرمایا، کہ آج مولانا محمود رضا سلمہ ممبئی سے بذریعہ ٹرین پشپک ایکسپریس آرہے ہیں اور اپنے ساتھ کائنات کا عظیم سرمایہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موے مبارک لارہے ہیں، جس مجلس میں حضرت نے ذکر فرمایا،لوگ مسرت وشادمانی سے جھومنے لگےاور پوری فضا نور ونکہت میں ڈوب گئی۔فقیر نے عرض کیا، کہ حضور مجھے اسی ٹرین سے جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں،تاکہ موے مبارک کی برکتوں سے مالامال ہوتا ہوا جانے کی سعادت مجھے بھی حاصل ہو،حضرت نے اس گزارش پر کرم فرماتے ہوئے بخوشی اجازت عطا فرمادی اور ٹرین کے وقت پر احباب ومریدین کے ساتھ اسٹیشن تشریف لائے۔حضرت اپنے صاحب زادے حضرت مولانا محمود رضا سے کس قدر محبت فرماتے تھے، وہ اسٹیشن پر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کو ملا، جب تک ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی رہی، حضرت موجود رہےاور جب ٹرین چلی،تو دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ میں ایک خوبی یہ بھی تھی ، کہ آپ علماے دین اور طالبان علوم نبویہ سے بے حد

محبت فرماتے تھے، مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ (جس کے بانی و سربراہ تھے) کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کا جب اہتمام فرماتے، تو جہاں اس میں شریک ہونے کے لیے ملک کے مختلف اطراف وجوانب سے مریدین واحباب حاضر ہوتے، کثیر تعداد میں علمائے کرام، مشائخ عظام، مدارس اسلامیہ کے اساتذہ وطلبہ بھی شرکت فرماتے اور واپسی میں جو بھی مل کر آتا تو حضرت خواہ طالب علم ہی کیوں نہ ہو نذرانہ دے کر رخصت فرماتے اور عزیز العلوم کے اساتذہ کرام سے اکثر یہ سننے کو ملا، کہ اگر حضرت کبھی کسی سے ناراض ہوکر سخت کلامی فرمادیتے تو بعد میں اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس سے استعذار فرماتے، یہ حضرت کی خردنوازی تھی۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر گوشہ امتیازی شان کا حامل تھا، جہاں وہ ایک زبردست عالم باعمل تھے، وہیں تقوی وطہارت کے عظیم پیکر تھے، غربا پروری، اغنیا سے بے نیازی، اہل سیاست سے بے اعتنائی یہ وہ خوبیاں ہیں، جوان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ اسلام وسنیت کا عظیم سرمایہ تھے۔

انھوں نے قوم کو اپنی عظیم یادگار مدرسہ عزیز العلوم عطا فرمایا اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے اس عظیم کارخانہ کو اپنی دنیوی حیات ہی میں ترقی کے بام عروج تک پہنچایا۔ محدود وسائل اور مالی دشواریوں کے باوجود گورنمنٹ کی گرانٹ کو واپس کردیا اور تاحیات برملا اس سے بیزاری کا اظہار فرماتے رہے اور اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے کہ نہ مجھے گورنمنٹ کی امداد چاہیے اور نہ ہی کسی بدعقیدہ وہابی دیوبندی کا چندہ۔ یہ مدرسہ غریب سنی بریلوی مسلمانوں کے چندہ سے چلتا ہے اور ان شاء اللہ ایسے ہی چلتا رہے گا۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے تالیف وتصنیف شدہ رسائل اور نعتیہ کلام کے مجموعے جن میں کچھ کی طباعت ہوچکی ہے اور ابھی کچھ کی طباعت باقی ہے، فقیر نے مولانا محمود رضا صاحب قبلہ سے گزارش کی ہے کہ حضرت کے جملہ رسائل کی طباعت کروادیں جو قوم کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ علامہ موصوف نے وعدہ فرمالیا ہے، مولیٰ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ حضور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے جملہ رسائل قوم کے ہاتھوں میں ہوں۔

حضرت مفتی صاحب کے جانشین وسجادہ نشین حضرت علامہ الحاج الشاہ محمود رضا صاحب حضرت کے عظیم سپوت ہیں، کہ جنھوں نے حضرت کے وصال کے بعد کم عمری میں جملہ ذمہ داریوں کو حتی المقدور سنبھالا اور ان کے نقش قدم پر چل کر دین متین کی خدمت انجام دینے کی سعی بلیغ کررہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے علامہ موصوف کو اپنے والد ماجد حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے مشن کو فروغ دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

بلبل ہند کی سیرت وکردار کے تابندہ نقوش

از : فقیہ اسلام عالم ربانی
حضرت علامہ شاہ مفتی محمد عبدالحلیم اشرفی قادری
رضا کالونی شانتی نگر ناگ پور

گرامی قدر عالی مرتبت حضرت مولانا محمود رضا صاحب قادری مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عوافی مطلوب!

بہت پہلے آپ کا محبت نامہ نظر نواز ہوا تھا، جس میں آپ نے بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، مظہر مفتی اعظم ہند بلبل باغ رضا حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد رجب علی قادری مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کے کسی شعبے پر مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا، کچھ اپنی علالت اور کچھ مصروفیات کی وجہ سے تعمیل حکم سے قاصر رہا، وقت گزر جانے کے بعد میں نے نسیاً منسیاً کر دیا تھا، لیکن کچھ دن قبل آنجناب کے فون نے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا، طبیعت کا اضمحلال کسی طویل مضمون سے مانع ہے، سوچا، چلو، انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھا لینے کے فارمولے پر عمل ہو جائے، ابھی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو پردہ فرمائے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے ہیں، جن خوش نصیبوں نے حضرت کو دیکھا ہے، وہ اس حقیقت واقعیہ کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہیں گے کہ مفتی صاحب اپنی بعض خصوصیات میں منفرد اور فقید المثال تھے۔

مفتی صاحب کو میں نے عہد شباب سے بوڑھاپے کے آخر تک دیکھا اور خوب دیکھا......انھیں مسجدوں میں دیکھا......مدرسوں میں دیکھا......جلسہ گاہوں میں دیکھا......ان کی خلوت دیکھی......ان کی جلوت دیکھی......ان کی صبح دیکھی......ان کی شام دیکھی......سفر دیکھا......حضر دیکھا......انھیں الٹ پلٹ کر دیکھا......کبھی تنقیدی نظر سے بھی دیکھا۔ مگر خلاف مستحب بھی قدم اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا، مفتی صاحب کی زندگی کو مختلف زاویے سے دیکھیے تو آفتاب نیم روز کی طرح نکھری اور چمکتی دمکتی نظر آئے گی۔

تصلب فی الدین

ان کا عقیدہ ملک ہندو پاک میں کھلی ہوئی کتاب کے مانند تھا، مثلاً وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے نہ صرف پابند

تھے، بلکہ اس کی نشر واشاعت ان کی زندگی پاک کا نصب العین تھا۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ذرہ برابر بھی مداہنت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے تصلب کا یہ عالم تھا، کہ انھوں نے اپنی روداد میں بڑی صفائی سے اعلان کر دیا تھا، کہ ہمارے مدرسہ کو صرف سنی حضرات ہی چندہ دیں۔

عبادت وریاضت

عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا، کہ کئی کئی دونوں تک شب بیداری فجر کی نماز پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی، بلکہ حتی الامکان مسجد میں با جماعت نماز ادا فرماتے۔

تقوی وطہارت

تقوی وطہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ احتیاط کا یہ عالم کہ اگر سر راہ چند مشکوک چھینٹے پڑ جاتے تو ''الیقین لا یزول بالشک'' کے باوجود اپنے بدن اور کپڑے کو پاک کرتے، ان کی اس تقوی والی زندگی کو دیکھ کر سیدنا امام اعظم کی یاد تازہ ہو جاتی، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا، کہ اگر مقدار درہم سے کم نجاست کپڑے پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا، نماز ہو جائے گی، لیکن اس آدمی کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب اس نے دیکھا، کہ امام کے کپڑے پر باریک چھینٹے پڑے، اسے دریا کے کنارے پاک کرتے نظر آرہے ہیں۔ سائل نے کہا، امام آپ نے ہمیں مسئلہ یہ بتایا تھا، کہ مقدار درہم سے کم نجاست لگ جائے، تو نماز ہو جائے گی اور آپ دو چار چھینٹوں کو اس قدر اہتمام سے پاک کر رہے ہیں۔ امام نے جواب دیا، وہ فتوی تھا اور یہ تقوی ہے۔ ظاہر ہے تقوی کی منزل فتوی کی منزل سے بہت اونچی ہے۔ امام المتقین سیدنا سرکار مفتی اعظم نانپارہ کو اس زاویے سے دیکھیے تو پورے طور پر شریعت مطہرہ کی طرف سے چھوٹ کے باوجود احتیاط پر عمل کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ان کے تقوی کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

ایک مرتبہ نواڑی ضلع ٹیکم گڑھ والے جشن معراج منا رہے تھے، رجب المرجب کی ۲۷؍ ویں شب تھی، جلسہ کی صدارت حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو کرنی تھی۔ فقیر (راقم الحروف) بھی اس جلسہ میں مدعو تھا، ۹؍ بجے جلسہ شروع ہوا، دس ساڑھے دس بجے تک مقامی علما نے اسٹیج سنبھالا، ساڑھے دس بجے اسٹیج فقیر کے سپرد ہوا، مفتی صاحب کا شدت سے انتظار ہوتا رہا، جب ڈیڑھ بجے رات تک تشریف نہیں لائے، تو صلوۃ وسلام پر جلسہ اختتام پذیر ہو گیا۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ میں اسٹیج ہی پر کچھ احباب سے مصروف گفتگو رہا، کہ مفتی صاحب کی جیپ سیٹی بجاتی ہوئی اسٹیج کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ حضرت مفتی اعظم نانپارہ جیپ سے باہر تشریف لائے، چہرہ پر سفر کی

صعوبتوں کے آثار نظر آرہے تھے۔ سلام و مصافحہ کے بعد ارشاد فرمایا، معاف کیجیے، میں کانپور سے چلا، جیپ کیچڑ میں پھنس گئی، بڑی مشکلوں سے باہر نکالی گئی، کچھ کلومیٹر چلنے کے بعد انجن فیل ہو گیا اور گاڑی بند ہوگئی، رات کے سناٹے اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بڑی دشواریوں سے گاڑی چالو ہوئی، جس کے سبب یہاں تک پہنچنے میں تاخیر ہوئی، صبح کو جب حضرت نے جھانسی کے لیے عزم سفر فرمایا، تو بانیان جلسہ نے بطور نذرانہ ایک لفافہ پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے لینے سے انکار کر دیا، لوگ ہر چند اصرار کرتے رہے، مگر آپ نے یہ کہہ کر اس لفافے کو واپس کر دیا، کہ اگر میں جلسہ میں شریک ہوجاتا، تو اس کا مستحق تھا۔ اصرار پیہم کے باوجود آپ نے نہ صرف نذرانہ واپس کر دیا، بلکہ ان حضرات نے جھانسی سے ناسک روڈ تک دو ٹکٹ کا ریزرویشن کروایا تھا، اس کے پیسے بھی آپ نے اپنی جیب سے ادا کر دیے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی، حضرت کے ایک مرید جناب یعقوب صاحب نے اپنی طرف سے پانچ روپے نذرانہ پیش کیے، اسے بطیب خاطر قبول فرمایا، مگر جلسہ کا نذرانہ کسی قیمت پر قبول نہیں فرمایا۔ کس قدر درس عبرت ہے، آج کے ان پیشہ ور مقررین کے لیے کہ A.C کا کرایہ وصول کر لینے کے باوجود نہ جلسہ میں پہنچے نہ ہی کرایہ کا روپیہ واپس کیا، جو ان کے لیے جائز نہیں۔

سخاوت و فیاضی

سخاوت و فیاضی میں آپ ضرب المثال تھے۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ وسیع رہتا۔ "**اکرمو االضیوف علی حسب المراتب**" کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے، علما و مشائخ کا بے حد احترام فرماتے۔ ان کی ضیافت خود فرماتے، انواع واقسام سے دسترخوان کو بھر دیتے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا، کہ والد صاحب کہا کرتے تھے، مہمان نوازی کرو اگر چہ گھر پھونک کر ہو۔

اخلاق و کردار

اخلاق و کردار میں آپ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ ہر ملنے والے آپ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، یہ آپ کے اخلاق حسنہ کا نتیجہ تھا، کہ قدرت نے آپ کو ہر دلعزیزی بخشی تھی۔ علم و فضل، زہد و تقوی اور بے شمار خوبیوں کے باوجود مزاج میں تواضع وانکساری پائی جاتی، ہر کس و ناکس کو باریابی کا شرف حاصل ہوجاتا، ہر آنے والے سے مسکرا کر خیریت دریافت فرماتے، آنے کا مقصد پوچھتے، اگر ضرورت مند ہوتا، تو اس کی ضرورت پوری کرتے، کبھی ایسا بھی دیکھا گیا کہ آپ کے پاس ایک ایسی چیز ہے، جس کی آپ کو خود ضرورت ہے، مگر کوئی حاجت مند سوالی بن کر سوال کر دیتا، تو آپ ایثار سے کام لیتے اور وہ شے سائل کو عطا فرما دیتے۔ سلام میں اکثر

پہل کرتے۔ اگر کوئی مسلم بچہ سامنے آجاتا، تو اسے بھی بے جھجک سلام کرتے۔

عشق رسول

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی گھٹی اور خون کے ایک ایک قطرے میں پیوست تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشق ومحبت کا جو پیغام دنیا کو دیا تھا، آپ نے جامعہ منظر اسلام کی چٹائی پر بیٹھ کر اپنے اساتذہ کرام خصوصا خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالعزیز محدث بجنوری وسیدی مفتی اعظم وسرکار ملک العلما وعلامہ شاہ احسان علی محدث اعظم بہار علیہم الرحمۃ والرضوان سے وہ درس لیا اور خوب یاد رکھا۔ یہی وہ عشق تھا، جس نے آپ کو ایک جگہ چین سے رہنے نہیں دیا ۔

مکتب عشق کا انداز نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

کے مصداق

اک جگہ رہتے ہیں یہ عاشق بے دم کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

کے مکمل آئینہ دار بن کر رہے۔ اسی عشق ومحبت کی دین تھی کہ اکابر علمائے اہل سنت آپ سے بے پناہ محبت فرماتے۔ حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان اکثر اپنی تقریر سے پیشتر آپ سے سرکار اعلیٰ حضرت کی نعت پاک سنتے، آپ نہایت والہانہ انداز میں اس طرح نعت پڑھتے کہ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی۔ علما ومشائخ صدائے تحسین اور عوام نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی صدا بلند کرتے۔

اسی بنا پر قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت نے شہر مدینہ میں ہزاروں کے مجمع میں آپ کو بلبل ہند کے خطاب سے نوازا اور شیر بیشہ سنت علامہ شاہ حشمت علی قدس سرہ نے بلبل باغ رضا کے لقب سے ملقب فرمایا۔ حضرت ممدوح مکرم شیر بیشہ سنت کے وصال کے موقع پر اپنے تعزیتی اشعار کے مقطع کے شعر میں یوں عرض گزار ہوئے ہیں ۔

یہ رجب کیا ہے اک ترے فرمانے سے
بلبل باغ رضا مظہر اعلیٰ حضرت

آپ نے اعلیٰ حضرت کے پڑھائے ہوئے سبق کو اتنا یاد رکھا، کہ کسی سے دوستی کرتے تو اللہ کے لیے اور دشمنی کرتے تو اللہ کے لیے۔ ایک مرد مومن کی شان بھی یہی ہے۔ آپ الحب للہ والبغض للہ کی چلتی پھرتی مکمل تصویر تھے۔

بلبل ہند مفتی اعظم ناناپارہ قدس سرہ علم وفضل، زہد وتقوی، جود وسخا، اخلاق وکردار، تواضع وانکسار، صبر وضبط، تحمل وبردباری کے پیکر تھے۔ آپ کی زندگی سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھلی تھی۔ یہی آپ کی بزرگی کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ آپ کا کوئی قدم خلاف سنت نہیں اٹھتا تھا۔ الاستقامت فوق الکرامت اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک شخص دس سال تک حاضر باش رہا، دس سال کے بعد اس نے جانے کا عزم مصمم کرلیا۔ سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا، اے شخص! تم یہاں کس لیے آئے ہو اور کیوں واپس جارہے ہو؟ شخص مذکور نے جواب دیا، سرکار آپ کی بزرگی اور آپ کی ولایت کا چرچا سن کر آپ کی خدمت میں حاضر آیا، تاکہ آپ سے کوئی کرامت دیکھ کر مرید ہوجاؤں، مگر افسوس اس طویل عرصہ میں آپ سے کسی کرامت کا صدور نہیں ہوا اور آج مایوس واپس جارہا ہوں، ارشاد فرمایا، سچ بتاؤ اس طویل عرصہ میں تم نے میرا کوئی قدم خلاف شرع اٹھتے ہوئے دیکھا؟ اس نے کہا، نہیں خدا کی قسم خلاف مستحب بھی اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ فرمایا، سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ میں سنت وشریعت کا پابند ہوں۔ یہ واقعہ آج کے ان نام نہاد باباؤں کے لیے درس عبرت ہے، جو نماز روزے سے دور رمضان مقدس میں سر راہ پان کھاتے بیڑی سگریٹ پیتے نظر آتے ہیں، ان سے کہیے تو جواب دیتے ہیں، ہم طریقت والے ہیں، گویا ان کے زعم باطل میں شریعت کی مخالفت ہی طریقت ہے۔ (العیاذ باللہ) اور طرح طرح کی شعبدہ بازی سے کام لے کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں ؎

آں خویشتن گم است کرا رہبری کنند

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں: ''الکرامة حیض الاولیاء''

کہتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہوا میں جانماز بچھائی اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، تو دوسری طرف حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنا مصلیٰ پانی پر بچھایا اور مصروف عبادت ہوگئیں، جب دونوں اپنی مشغولیات سے فارغ ہوئے، جناب رابعہ بصریہ نے فرمایا، حسن بصری آپ کا فضاؤں میں جائے نماز بچھانا اور میرا پانی پر مصلیٰ بچھانا کمال نہیں۔ آپ نے ایک پرندے کا کام کیا اور میں نے ایک تنکے کا۔ اصل کرامت شریعت پر استقامت ہے۔ اس تناظر میں جب مفتی صاحب کو دیکھتے ہیں، تو برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مفتی صاحب اپنے وقت کے بزرگ اور ولی تھے، ان کا استقامت فی الدین ہی ان کی بزرگی کی دلیل تھی۔

آہ ایسے تقدس مآب چہرے کو دیکھنے کے لیے آنکھیں بے تاب۔ ان کے خطاب نایاب کو سننے کے لیے دل

بے چین اوران کے ناصحانہ کلمات سننے کے لیے روح مضطرب ہے۔انھیں کہاں ڈھونڈیں،انھیں کہاں سے لائیں، دستورقدرت میں ایسانہیں کہ گیا ہوا دوبارہ واپس آئے،مگرسن لیجیے،بلبل ہند مفتی رجب علی اپنے حسن کارکردگی کی بنیاد پرکسی فرد کا نام نہیں، بلکہ ایک متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے، جو اپنی ذات میں ایک دنیا آباد کیے ہوئے تھے۔آج وہ نہیں ہیں،مگر جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم اوران کے شہزادے مولانا محمد محمود رضا قادری مہتمم وصاحب سجادہ ان کی دویادگاریں ہیں۔جامعہ عزیز العلوم میں جب تک قال اللہ و قال الرسول کا درس ہوتا رہے، مفتی اعظم نانپارہ کا نام زندہ وتابندہ رہے گا۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

مولائے کریم مفتی صاحب کے صاحب زادے کوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

ایں دعاازمن واز جملہ جہاں آمین باد
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

بلبل ہند: جامع کمالات علمیہ وعملیہ

از : حضرت مولانا مفتی عبدالسلام برکاتی رضوی
صدر شعبہ افتاوتدریس جامعہ انوارالاسلام تلسی پور، بلرام پور

با فیض، مرجع خلائق، خدارسیدہ، مردم خیز، ہمہ گیر شخصیات میں سے مہتم بالشان شخصیت حضرت بلبل ہند عارف باللہ، مقرب بارگاہ رب علا، عاشق محبوب کبریا، حافظ احادیث کثیرہ، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، فخر العلماء والمحدثین، نجم الملۃ والدین، فخر الخطباء والواعظین، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی صاحب نور اللہ مرقدہ وعم فیضہ و انار درجتہ کی ہے۔ بلبل ہند بلاشبہ جامع کمالات علمیہ وعملیہ، شریعت وطریقت کے مجمع البحرین، درسیات میں یدطولیٰ رکھنے والے، میدان خطابت میں عظیم، قدرآور، تبلیغ وارشاد میں قطب الارشاد ہیں۔ حضرت نے اپنے علمی عملی تبلیغی ارشادی ثقافتی فیضان کرم کے وہ نقوش چھوڑے ہیں، جوتا قیام قیامت غیر معدوم و انمٹ ہیں، جوراستہ آپ نے قائم فرمایا، وہی راہ نجات وصراط مستقیم ہے۔ آپ نے اپنے عملی وارشادی کدوکاوش سے لاکھوں گم گشتگان راہ ہدایت کوراہ نجات وصراط مستقیم پر کامل گامزن فرمادیا، جن پر نگہ کیمیا اثر ڈالا، ان کو اس طرح راہ راست پر مستقر فرمایا، کہ وہ ہادی بن گئے۔ ع 'خود نہ تھے جوراہ پراوروں کے ہادی بن گئے'

تقوی وطہارت، خشیت وانابت، خلوص وللّٰہیت، اشاعت مذہب وملت میں آپ بلاشبہ ولی کامل، مرشدنا الاعظم، شبیہ غوث اعظم سیدنا سرکار مفتی اعظم عالم قدس سرہ کی عملی تفسیر تھے۔ احقاق حق وابطال باطل آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اسی لیے ہراعتبار سے آپ نے احقاق حق وابطال باطل میں اپنی پوری زندگی صرف فرمادی۔ پرآشوب ماحول میں بھی ہندوستان میں پرچم اسلام (مسلک اعلیٰ حضرت) لہرادیا اور جملہ مذاہب باطلہ خصوصا وہابیوں دیوبندیوں تبلیغیوں، صلح کلیوں کی تیز وتند یلغار کے سامنے آہنی دیوار بن کر حق کی حمایت میں ہمیشہ کمر بستہ رہے۔

حضرت بلبل ہند کی استقامت کا یہ عالم تھا، کہ آپ کے پائے استقلال کو دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہ کرسکی۔ آپ کی ثبات قدمی کے سامنے دشمنوں کی عداوت، حاسدوں کی نکتہ چینی اغیار کے طعنے، اپنوں کی ترچھی نگاہیں، سب مجبور و بے بس ہوکر رہ گئیں۔ دین متین کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو اپنے قدموں سے روند ڈالا، کوہ گراں بن کر دھوم مچادی اور بہت سے منتشر بکھرے ہوئے مسلمانوں کو مرکز اہل سنت بریلی شریف سے جوڑ دیا۔ چناں چہ آپ کی دل نشیں موثر تقریر ووعظ کی محفلوں میں اکثر یہی نعرہ گونجتا تھا، کہ ہمارا مرکز بریلی ہے، ہمارا مرکز بریلی ہے۔

رسول کائنات علیہ السلام سے اس طرح محبت کرنے والا، بزرگان دین سے اس طرح سچا عشق رکھنے والا میری

نظر میں کوئی جچتا نہیں ہے۔اسی محبت کی عملی تفسیر یہ ہے کہ جب آپ نے مرکزی جامعہ ثقافتی مدرسہ بنانے کا عزم مصمم کیا،تو نام بزرگان دین ہی کی طرف منسوب تجویز فرمایا''جامعہ عالیہ رضویہ مصطفویہ عزیز العلوم''۔

حضرت بلبل ہند کیا تھے؟ تو ذہن کے پردے سے یہی جواب ابھرتا ہے۔حضرت بلبل ہنداولیاءاللہ کی برکت وفیضان کا جلوہ زیبا تھے۔مرشدناالاعظم ،ولی اکمل،سرکارشبیہ غوث اعظم سیدی مفتی اعظم عالم کی نگہ کیمیا اثر کی بدولت سرچشمہ رشدوہدایت تھے۔حضرت بلبل ہندامام اعظم کا تفکر تھے۔حضرت امام رازی کی حکمت تھے۔خواجہ ہند کی شاہانہ سطوت واقتدار کے وارث تھے۔غوث الوریٰ کے الطاف وعنایات کا گہوارۂ فیض تھے۔حضرت نے دعا دی،تو مقدر سنور گئے۔ادنیٰ توجہ ہوئی تو نصیب سدھر گیا۔نگاہ توجہ اٹھی،تو قسمت میں بہار آ گئی۔قدم اٹھے تو تقدیر کی دنیا بدل گئی۔زبان ہلی،تو باب اجابت کھلا اور ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوگئی،ضرورت مند جس ضرورت کے لیے آیا، اس کی ضرورت عطائے ربی سے ضرور پوری فرماتے،خواہ دینی ضرورت ہو یا دنیاوی۔

آپ کے مریدین،متوسلین،معتقدین،جو کانپور،مہوبہ،ٹیکم گڑھ،کلیان،ناسک،بمبئی ودیگر مقامات پر ہیں، ان کو دیکھا کہ جو جاہل،صراط مستقیم سے دور راہ نجات سے منحرف برائے نام اسلامی لیبل لگائے،شریعت اوراحکام دین سے کوسوں دور تھے،لیکن جب حضرت بلبل ہند کے قریب ہوئے اور آپ نے اپنی نگاہ کیمیا اثر کو ڈالا،تو تاریک دل سیاہ قلب میں کامل نور آ گیا،فرائض تو فرائض ہیں،سنن ومستحبات کے کامل پابند ہوکر وہ بھی مرجع خلائق بن گئے۔

بلاشبہ یہ کمال اور خوبی صرف اور صرف شبیہ غوث اعظم،سرکار سیدنا ومرشدنا مفتی اعظم عالم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ القوی العزیز اور آپ کے مریدین ومعتقدین ہی میں میں نے دیکھا یا پھر ممدوح معظم حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے مریدین میں نظر آ رہا ہے۔یہ فیضان کرم جو آج بلبل ہند کا جاری ہے اور بفضل اللہ تا قیام قیامت جاری رہے گا،اس کا سبب خاص ولی کامل سرکار مفتی اعظم عالم قدس سرہ کی والہانہ محبت ہے، جو آپ بلبل ہند سے فرماتے تھے۔

ایسا کیوں نہ ہو جب کہ سفر وحضر،خلوت وجلوت ہر حال میں حضرت بلبل ہند نے سرکار مفتی اعظم عالم کی خاص خدمت فرما کر جام عشق ومحبت اس طرح پیا تھا،کہ ہم عصر علماومشائخ میں کئی حیثیت سے ممتاز ومنفرد نظر آ رہے ہیں۔

حضرت بلبل ہند کا تقوی

آپ اگر سفر میں بھی ہوتے،تو بڑا لوٹا،مصلی ضرورت کے مطابق اشیا،جسم پر شرعی لباس،خادم ساتھ میں، نماز کا وقت ہوا بلا تاخیر اگر وضو رہتا بھی جب بھی تازہ وضو فرماتے،کیوں کہ تازہ وضو نور علیٰ نور ہے۔مصلی بچھا کر نماز ادا فرما لیتے،میں نے دیکھا،کہ سفر میں بھی سنت غیر موکدہ کا التزام فرماتے۔

کپڑے میں ذرا سا شبہ ہوتا بلا تاخیر تبدیل فرمالیتے، اگر کپڑا وقت پر موجود نہیں ہے، تو فوراً دھلا لیتے، میں نے لکھنؤ اسٹیشن پر دیکھا، کہ چھینٹ پڑنے کا شبہ ہوا، فوراً کپڑا تبدیل فرمایا، مصروف وضو ہو گئے۔ میں نے وضو کا اندازہ کیا، تو بالکل سنت کے مطابق۔

حضرت ہر وقت وضو کی حالت میں رہتے، سونے سے قبل تازہ وضو فرماتے، آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا، تبلیغ وارشاد فرمانا، ہر ایک طور وطریقہ میں سنت کی کامل پیروی تھی۔ آپ فرائض تو فرائض ہیں، کثرت مصروفیات کے باوجود سنن کے غایت درجہ پابند تھے۔ یہ صرف ظاہری نہیں تھا، بلکہ حقیقی محبت نبی علیہ السلام کا نتیجہ تھا، اسی لیے برملا آپ فرماتے ہیں۔

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
سب کچھ ملا حضور کا گر نقش پا ملا
یہ راہ راہ وصل خدا ہے اسی لیے
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

حضرت کی مہمان نوازی

اگر کوئی مہمان حاضر خدمت ہوتا، تو کمال خوشی کے ساتھ اس کی ضیافت اس طرح فرماتے، کہ خود مختصر تناول فرماتے اور اپنے دست مقدس سے انواع واقسام کے اشیا مہمان کی پلیٹ میں نکالتے رہتے، مہمان شکم سیر ہو جاتا، جب بھی نوازش کرتے رہتے۔ میں نے غور کیا، تو اس طریقہ میں اسلاف خصوصاً جان عالم سرکار ابدقرار علیہ السلام کی پیروی ہے، بہت سی احادیث اس پر شاہد ہیں، کہ وفود آقا علیہ السلام کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوتے، دسترخوان بچھتا، میرے آقا بھی تشریف فرما ہوتے، سرکار اپنے دست مقدس سے نوازش فرماتے رہتے اور خود مختصر تناول فرماتے۔

دل نشیں انداز بیان

دل کش، دل نشیں، عمدہ آواز، دل فریب انداز میں پہلے حدیث پاک سرکار ابدقرار علیہ السلام عربی متن کے ساتھ پیش فرماتے، پھر شرح وبسط کے ساتھ اس کی تشریح فرماتے، کہ ہر طرف سے داد وتحسین کی آوازیں بلند ہو جاتیں، پھر مجدد اعظم دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی وہ نعت مقدس جو قرآن، حدیث پاک کا ترجمہ یا ترجمانی ہوتی، اپنی دل کش آواز کے ساتھ مترنم ہو کر دل کش انداز میں پیش فرماتے، کہ مجمع پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، عوام بے خود ہو کر نعرہ ہائے تکبیر ورسالت اس طرح بلند فرماتے کہ پوری فضا گونج جاتی۔

میں نے کئی مقام پر دیکھا، کہ آپ کی دل نشیں تقریر سن کر بہت سے فاسد عقائد والے، تائب ہو کر راہ نجات مسلک اعلیٰ حضرت پر کامل کاربند ہو گئے اور آپ کے معتقد اس طرح ہو گئے کہ آپ کے سلسلہ ارادت میں داخل ہو کر وہ بھی بریلی والے ہو گئے اور بطور فخر کہتے ہیں ع ہم ہیں بریلی والے

مرکزی دارالعلوم کا قیام

۱۹۴۶ء میں مرکزی دانش گاہ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت وسند فضیلت حاصل کرنے کے بعد عرصہ دراز تک خدمت دین متین کے ذریعہ طالبان علوم سرمدیہ وتشنگان علوم نبویہ کو کامل طور پر سیراب فرمایا اور اپنی سریلی آواز ودل نشیں مواعظ حسنہ سے مسلک اعلیٰ حضرت (راہ نجات) کا پیغام پورے ملک میں پہنچایا۔ آپ نے شمال ہند نیپال سے متصل کوردہ علاقوں کی طرف نظر دوڑایا، کہ بدمذہبیت کی یلغار لادینیت کی تیز وتند آندھیاں چل رہی ہیں، تو سلطان الشہدا سرکار غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی راجدھانی بہرائچ شریف کی مشہور تحصیل نانپارہ میں مرکزی درسگاہ کی بنیاد ڈالی اور آناً فاناً اس کو دارالعلوم بنا دیا۔ ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء کو مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی۔ دارالعلوم کے قیام نے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ ہر چہار جانب سے دشمنان مصطفیٰ علیہ السلام کھل کر سامنے آ گئے اور اس بطل عظیم، شیر غوث ورضا کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لیے اسکیم تیار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت کے قتل کا منصوبہ بنالیا، مگر خدائے حافظ وناصر نے ایسی فتح ونصرت عطا فرمائی، کہ اعدا کو دنیا ودین دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا اور مسلک اعلیٰ حضرت کا واحد بے باک، حق گو، حق پسند نقیب بانگ دہل یہی اعلان کرتا رہا۔

ہے فضل رب چراغ عزیز العلوم پر
اے حاسدو یہ تم سے بجھایا نہ جائے گا
دست کرم مفتی اعظم کی چھاؤں میں
گنجینۂ علوم عزیز العلوم ہے

بلاشبہ جس کام کی بنا خلوص وللّٰہیت پر ہو اس کام میں برکت اور خدا کی نصرت ہوتی ہے اور وہ اپنے عروج وارتقا کی منزل کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ حضرت بلبل ہند نے ادارہ خلوص وللّٰہیت، ترقی دین متین کے جذبہ کے ساتھ قائم فرمایا، اسی لیے اس ادارہ کی شاخیں تناور ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئی ہیں۔ اب اس مدرسہ کو آفات روزگار وحاسدوں کے حسد کچھ نہیں کر سکتے ؎

دین حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

حضرت نے مدرسہ قائم فرمانے کے بعد بحمد اللہ عمدہ، باصلاحیت جملہ فنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے والے اساتذ کا انتخاب بھی کیا اور تعلیم کی ترقی طلبہ میں اعلیٰ صلاحیت پیدا ہونے کے اسباب پر کڑی نظر رکھتے تھے۔
حضرت بلبل ہند نے یہ مزاج بنایا تھا، کہ مدرسہ کا عمومی چندہ نہیں ہوگا، نہ مستقل کوئی سفیر ہوگا، لیکن ۱۹۹۶ء کے سالانہ اجلاس میں جب میں نے شرکت کی اور ختم بخاری شریف بھی کرایا، دستارفضیلت جن طلبہ کی ہوئی، ان کی تعداد ڈیڑھ درجن تھی اور مطبخ میں کھانے والے دوسو سے زائد طلبہ تھے۔ اس ہوش ربا گرانی میں بغیر عمومی چندہ کے دشوارکن امر تھا۔ یہ حضرت کی کرامت ہے۔ بفضل ربی آج بھی مدرسہ اسی آن وشان سے چل رہا ہے۔ حضرت کے وصال کے بعد فکر دامن گیر تھی، کہ اب مدرسہ اور حضرت کے دوسرے مشن کا کیا ہوگا لیکن سپوت باپ کے سپوت بیٹے معدن رشد وہدایت، مخزن علم وحکمت، شہزادہ بلبل ہند حضرت محمود ملت علامہ الحاج الشاہ مولانا محمود رضا صاحب زید فضلہ ومجدہ نے اپنے ناتواں کندھے پر اس بار کو رکھ لیا اور مدرسہ کو اس طرح بام عروج پر پہنچایا۔ خدا سے دعا ہے کہ حضرت محمود ملت کے بازوؤں میں اور توانائی پیدا فرمائے اور بطفیل حبیبہ الکریم **علیہ الصلوۃ و التسلیم** حضرت بلبل ہند کے ہر مشن کی تکمیل پر ان کو استحکام عطا فرمائے۔

تدریسی مہارت

حضرت بلبل ہند چوں کہ خود بھی درسیات کے جملہ فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اس لیے تدریس پر کڑی نظر رکھتے تھے، وہ یہ کامل طور پر جانتے تھے، کہ مدرسہ کی اصل روح تعلیم کا استحکام ہے، استاذ الاساتذہ جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ مدفیضہ بیان فرماتے ہیں، کہ گاہے بگاہے دوران درس حضرت بلبل ہند استاذ کی پوری پوری تقریر سنتے تھے، اگر قدرے اشکال ہوتا، فوراً اس کی تصحیح فرمادیتے۔ منطق کی مشکل ترین معرکۃ الآرا کتاب حمد اللہ، ملاحسن میں قدرے اشکال ہوا، تو حضرت نے پوری بحث کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا، کہ اس کا اشکال کامل ختم ہوگیا۔ ایک اور مؤقر استاذ کا بیان ہے کہ میرے زیر تدریس فقہ حنفی کی معتبر مشکل کتاب ہدایہ آخرین تھی، میں مصروف تدریس تھا، کہ حضرت نے دروازے کے باہر کھڑے ہوکر میرا بیان سماعت فرمایا، پھر اپنے حجرہ خاص خانقاہ حسینیہ میں تشریف لے گئے، مجھے بلایا اور بغیر کتاب سامنے رکھے ہوئے، پوری تشریح اور اس سبق کی وضاحت، عقلی ونقلی حنفی دلائل کی تشریح کی، کہ میرا دماغ روشن ہوگیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ درسیات میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ مدرسہ عزیز العلوم کا تعلیمی نظام بحمد اللہ اتنا بلند ہوا، کہ ہزاروں طالبان علوم نبویہ بہرہ ور ہوکر مرکزی درسگاہوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

تبلیغی دورے

احقاق حق ، ابطال باطل، گم گشتگان راہ ہدایت کو راہ نجات عطا فرمانے کے لیے خلوص وللّٰہیت کے موثر جذبے کے ساتھ اپنے کاشانہ اقدس سے نکلتے، تو لازمی طور پر آپ کے ساتھ مصلّی ، بڑا لوٹا، جو وضو و دیگر ضروریات کے لیے کافی ہو و دیگر اشیا شرعی ضرورت پوری کرنے والے ہوتے، منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوتے۔ آپ نے التزاماً ان علاقوں کا دورہ فرمایا، جہاں لوگ شرعی احکام سے ناواقف راہ نجات سے دور، مسلک حقہ، مسلک اعلیٰ حضرت سے کوسوں دور تھے، وہاں پہنچ کر ان کو تبلیغ احکام اسلام فرمائے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو واضح فرمایا، آپ کی زبان فیض ترجمان میں خدائے ذوالجلال نے وہ اثر پیدا فرمایا تھا، کہ لوگ جوق در جوق آپ کے گرویدہ وشیدا ہو جاتے اور راہ نجات مسلک اعلیٰ حضرت ہی پر گامزن ہو جاتے۔ میں نے ٹیکم گڑھ، مہوبہ، کھر گاپور، کانپور، ناسک میں دیکھا کہ حضرت بلبل ہند نے ان کے دلوں پر وہ نقش چھوڑا ہے کہ حضرت کی ذات ستودہ صفات کا تصور کرتے ہیں، تو دل میں نور آنکھوں میں سرور آجاتا ہے اور جب حضرت کا نام آتا ہے، تو دل بارگاہ بلبل ہند کی طرف جھکتا چلا جاتا ہے اور تصور بلبل ہند میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ حضرت بلبل ہند اگر کسی کو بھی شریعت کے خلاف کرتے ہوئے دیکھتے بے خوف وخطر بلا رعایت اس کو شریعت کے حکم سے آگاہ وخبردار کرتے۔ امیر ہو یا سیٹھ، بادشاہ ہو یا نواب، غنی ہو یا محتاج، اگر غیر شرعی امور کرتے دیکھتے تو بلا خوف وخطر، بغیر تامل وتکلف کے اس طرح تنبیہ فرماتے، کہ پہلے حدیث خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام عربی کلمات کے ساتھ پیش فرماتے، پھر اس کی تشریح کرتے، مسئلہ شرعیہ بیان کرتے۔ وعید شدید کا ذکر کرتے، وہ مجرم فوراً نادم ہو کر تائب ہو جاتا۔

حضرت بلبل ہند نے ظاہری مادی حالات سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، اہل دول، اہل ثروت کے سامنے کبھی نہ جھکے، نہ امیر وبادشاہ، غنی وسیٹھ کا پاس ولحاظ کیا، صرف اور صرف خدائے قادر وقیوم کی ذات پر کامل بھروسہ، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام کے کرم، بزرگان دین کی عنایت پر نظر رکھا۔ بحمد اللہ بڑا سے بڑا کام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوتا رہا۔

بلبل ہند کی ولایت کی واضح علامتیں

حدیث مقدس کی معرکۃ الآرا کتاب، کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب، بخاری ومسلم شریف میں ہے کہ رسول کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کہ ”خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ شرعی امور کی پابندی کر کے جب میرا مقرب ہو جاتا ہے، تو فرشتگان عظام میں میں اعلان کر دیتا ہوں کہ فلاں بندہ میرا محبوب ومقرب ہو گیا

ہے، میں اس بندہ سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس بندہ سے محبت کرواور میرے اس بندہ کی محبت عام انسانوں کے دلوں میں ڈال دو۔

اس حدیث پاک کو سامنے رکھیں اور حضرت بلبل ہند کی شخصیت کی طرف نظر ڈالیں کہ خواہ کانپور کے آپ کے عشاق ہوں یا ٹیکم گڑھ یا کلیان کے باشندے حضرت سے ان کی محبت دنیاوی جاہ وجلال، مال ومنال کی بنیاد پر نہیں تھی، بلکہ اس بنیاد پر تھی کہ آپ مقرب بارگاہ رب العالمین، عاشق رحمۃ للعالمین تھے۔اگر نظر اٹھی تو تقدیر کی دنیا بدل گئی۔قسمت کا ستارہ چمکنے لگا۔حضرت راضی ہوگئے، تو دنیا بھی سنورے گی، آخرت بھی بنے گی۔

میں نے ۱۹۹۶ء میں جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم کے سالانہ اجلاس منعقدہ مورخہ ۹،۱۰/شعبان المعظم کے آخری اجلاس میں دیکھا، کہ حضرت کی طبیعت علیل ہے، غایت درجہ صاحب فراش ہیں، خانقاہ حسینیہ میں آرام فرما ہیں، عموماً بیماری کی وجہ سے لوگوں کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے، لیکن حضرت کا رخ زیبا روز روشن کی طرح چمک رہا ہے، بعد نماز عشا حضرت کو کرسی پر لاکر بٹھایا گیا، توشۂ غوث اعظم کا اہتمام تھا، ختم بخاری شریف کی تقریب سعید بھی، حاضرین سامعین دیگر صوبہ جات، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، اتر پردیش کے مختلف شہروں سے اپنی ذاتی گاڑیوں سے تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت کو کرسی پر اسٹیج کے نیچے ہی بٹھایا گیا، ناسک کی عرشی پارٹی والے منقبت پڑھنے لگے، جس کا مصرع طرح یہ تھا ع 'سلامت رہیں مفتی نانپارہ'

پورا مجمع زار وقطار آہ وزاری، گریہ وبکا کے ساتھ رو روکر دعا کر رہا ہے، حضرت بلبل ہند نے اپنی نحیف مگر موثر آواز میں ارشاد فرمایا، کہ گریہ وزاری نہ کریں، ورنہ میں اچھا نہیں ہوں گا۔اتنا سننا تھا، کہ مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا۔آہ وبکا بند ہوگئے، دل ہی دل میں دعا کرنے لگے۔قارئین اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت کی زبان مقدس میں خدا نے کس قدر اثر پیدا فرمایا تھا یہ بلبل ہند کی ولایت کی واضح علامت ہے۔

کرامتیں

حضرت بلبل ہند کی بے شمار کرامتیں ہیں، لیکن میں صرف چار عینی کرامتوں کو معرض تحریر میں لاتا ہوں:

(۱) تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور کے مشہور متعارف گاؤں جعفر آباد کے سالانہ اجلاس میں حضرت بلبل ہند ۱۹۷۵ء میں تشریف لائے۔ایک شخص محمد رضا نامی مرگی کی شدید بیماری میں مبتلا تھا۔یہ عارضہ دن میں کئی بار ہوتا تھا، ماہر ڈاکٹروں سے علاج ومعالجہ کراتا رہا، لیکن مایوسی ہی مایوسی رہی، حتی کہ ممبئی کے مشہور اسپتال میں زیر علاج رہا، جسم کا چیک اپ بھی کراتا رہا، لیکن بیماری سے شفایاب نہ ہوسکا، علاج ومعالجہ میں ہزار ہا ہزار روپے صرف ہوگئے، بیماری دور نہ ہوئی، بہت سے روحانی معالجین نے بھی طبع آزمائی کی، اپنے تعویذ گنڈوں کا شعبدہ دکھایا، لیکن شومیٔ قسمت اس

کو شفا نہ ملی۔ اس مریض کی قسمت کا ستارہ چمکا، خلیفہ سرکار مفتی اعظم عالم، حضرت بلبل ہند کی جلوہ فرمائی ہوئی، حضرت کے جمال جہاں آرا کو دیکھا، قدم بوسی سے مشرف ہوا، اپنی کیفیات، زندگی کی روداد، علاج ومعالجہ کے حالات، دعا تعویذ کی شعبدہ بازیوں کو بیان کرکے رونے لگا۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور اپنی زبان فیض ترجمان سے مسیحانہ انداز میں ارشاد فرمایا، ٹھیک ہے طبیعت صحیح ہوجائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، حضرت نے تناول فرمایا، کچھ کھانا بطور تبرک چھوڑ دیا، ارشاد فرمایا، محمد رضا اس کو کھالو طبیعت ٹھیک ہوجائے گی۔ محمد رضا مریض نے تبرک کھالیا، کھانا تھا، کہ اس کی لاعلاج بیماری ختم ہوگئی، ابھی گزشتہ سال اس کا انتقال ہوا ہے، آخری سانس چلنے تک یہ بیماری اس کے قریب نہیں آئی۔

حضرت کے اس تبرک میں وہ کون سا مقناطیسی جوہر تھا، جو لاعلاج بیماری کے لیے علاج بن گیا، تو جواب یہی ملے گا، کہ وہ خدائی طاقت تھی، جو خداوند قدوس نے آپ کی زبان وذات میں پیدا فرمادی تھی۔

(۲) اس کرامت کے راوی مولانا نیاز احمد بستوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت کے ہمراہ جھانسی ریلوے اسٹیشن پر اس وقت پہنچے کہ جس ٹرین سے ہم لوگوں کو سفر کرنا تھا، وہ پلیٹ فارم پر کھڑی تھی، نماز عصر کا وقت ہوچکا تھا، ٹرین نے پہلی سیٹی دے دی، حضرت بلبل ہند نے نماز عصر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم ہی پر مصلی بچھا دیا، میں نے عرض کیا، حضور! ٹرین چلی جائے گی، سیٹی دے چکی ہے، تو حضرت نے مطمئن ہوکر ارشاد فرمایا، مولانا! جس خدا کے حکم سے ٹرین چلتی ہے، اسی کی عبادت کرنے جا رہا ہوں۔ مولانا کا بیان ہے کہ میں نے بھی حضرت کی اقتدا میں نیت باندھ لی، لیکن دغدغہ لگا رہا، سامان ٹرین میں ہے، اگر ٹرین چلی گئی، تو کیا ہوگا، لیکن واہ رے بلبل ہند کا توکل علی اللہ، گارڈ نے جھنڈی دکھائی، ٹرین چلنے لگی، تھوڑی دور جاکر ٹرین خود بخود رک گئی۔ حضرت نے تعدیل ارکان کی رعایت کے ساتھ نماز ادا کی، معمولات کا وظیفہ بھی کیا، دعا بھی کی، اس میں تقریباً دس منٹ صرف ہوگیا، ٹرین کھڑی ہے، گارڈ ڈرائیور، پسنجر، اسٹیشن ماسٹر ہر ایک پریشان ہیں، اسٹیشن والا مائک سے اعلان بھی کررہا ہے لیکن ٹرین کھڑی ہے۔ پورا عملہ حیران وششدر ہے، لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ صوفی منش، خدا رسیدہ، اللہ والا مصروف عبادت ہے سب کی نظر حضرت پر لگی تھی، حضرت نے ٹرین پر قدم رکھا کہ ٹرین چلنے لگی، سچ کہا ہے کہنے والے نے ؎

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(۳) اس کرامت کے راوی حضرت مولانا مفتی محمد زماں ہیں، اس وقت وہ مالیگاؤں مہاراشٹر کے مفتی وقت تھے، ایک شخص مالیگاؤں کا رہنے والا تھا، اس کی طبیعت علیل ہوئی، بمبئی جسلوک اسپتال میں زیر علاج تھا۔ شفا نہیں مل رہی تھی، لاکھوں روپے خرچ ہوچکے تھے، گھر والوں نے حضرت سے دعا کی درخواست کی، حضرت بلبل ہند نے

فرمایا، کہ اسپتال سے نکال لیا جائے، مریض کو اسپتال سے نکالا گیا، حضرت کی بارگاہ ناز میں پیش کیا گیا۔ آپ نے مریض کو دیکھا، پانی پر دم فرمایا، توشہ غوث اعظم کی منت مانی، حضرت کا دعا فرمانا تھا، منت ماننا تھا کہ لاعلاج بیماری ختم ہوئی، مریض بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

(۴) آپ کا وصال مقدس ۳/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ یکم اپریل ۱۹۹۸ء میں ہوا، گرمی کی وجہ سے حضرت کی نعش مبارک کو برف میں رکھ دیا گیا، تین شبانہ روز برف میں گزرے، عموماً نعش برف میں رکھنے سے کڑی ہو جاتی ہے، جس کا مشاہدہ روز ہوتا ہے، ایک مچھلی رکھ دیجیے، تھوڑی دیر میں کڑی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ دیکھا گیا کہ تین شبانہ روز گزر گئے، لیکن نعش روئی کی طرح نرم، جسم مقدس گرم، چہرہ تر وتازہ لگتا ہے، نور برس رہا ہے۔

بوقت غسل انگلیاں ہل رہی ہیں، جسم گرم ہے، نعش کا تین دن تک برف میں رکھنے کے باوجود نرم رہنا، جسم کا گرم رہنا، انگلیاں ہلنا یہ آپ کی ابدی زندگی کی واضح علامت ہے۔ بلاشبہ سچ کہا اعلیٰ حضرت نے ؂

آنکھ والے ترے جوبن کا تماشہ دیکھیں
دیدۂ کور کو کیا نظر کیا دیکھے

اور دوسرے عاشق نے یوں کہا ؂

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

حضرت کا مشن

بلبل ہند کا مشن بہت طویل وعظیم ہے، جس کا عظیم بوجھ معدن صدق وصفا، منبع علم وعطا حضرت بابرکت، محمود ملت حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب زیدہ مجدہ کے ناتواں کندھوں پر پڑ گیا ہے۔ لائق صد مبارک باد ہیں، حضرت محمود ملت کہ اس گراں بار مشن کو زندہ وتابندہ ترقی دے رہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ حضرت محمود ملت کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین

بلبل ہند : کردار وعمل کا پیکر جمیل

از : جانشین محسن ملت
حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب
مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامی رائے پور چھتیس گڑھ

پتہ نہیں کس عالم جذب وکیف میں قطب مدینہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مہاجر مدینہ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو بلبل ہند کے خطاب سے نوازا تھا کہ بریلی سے لے کر حجاز تک ہر جگہ وہ اسی لقب سے پہچانے جانے لگے۔ کشمیر سے لے کر کنیا کماری تک اور بنگال سے لے کر مہاراشٹر تک جہاں بھی ان کا تذکرہ کیجیے ہر جگہ وہ ایک سچے عاشق رسول اور تقویٰ وطہارت کا مینارۂ نور بن کر اپنی روشنی بکھیرتے دکھائی دیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ عندلیب چمن رسالت کی صورت میں عشق وعرفان کے نغمۂ سرمدی سے دنیا کو روح بلالی کا متوالا بناتے نظر آئیں گے۔ آپ کی ذات گرامی ایک طرف علم وعرفان، فقر وغنیٰ، تقویٰ وطہارت کے ساتھ افتا وقضا کا پیکر جمیل بن کر کردار وعمل کی دنیا کو شریعت وطریقت کی عطر بیز نکہتوں سے معطر ومنور کر رہی تھی تو دوسری طرف آپ شعر وادب کی پرنور محفل میں بلبل ہزار داستان کی طرح نعت رسول کی زمزمہ سنجیاں کرتے اور حلقۂ یاراں میں اپنی پرنور مسکراہٹوں سے پژمردہ قلوب کو نئی زندگی دے کر کردار وعمل کا پیکر بناتے دکھائی دیں گے۔

سلطان الہند، شہنشاہ ہندوستاں خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گہر بار پر رحمت ونور کے برستے ساون سے کون ناواقف ہے۔ ان کے کاکل ورخ کی جلوہ گاہ سے عطر بیز نکہتوں کا نہ ٹوٹنے والا جو سلسلہ ہے اس کے فیوض وبرکات سے ساری دنیا مستفیض ہے۔

آج ہر مسلمان آپ کی شاہانہ سطوت آپ کے باجبروت اقتدار اور آپ کی پر جلال شوکت سے اس طرح واقف ہے کہ جہاں سلطان الہند کہیے فوراً اس کی نگاہوں کے سامنے گنبد خضریٰ کی تجلیات سے شرابور آپ کے دھولے گنبد کا منظر گھوم جائے گا۔ روحوں کی تطہیر، ایمان کی پاکیزگی کے ساتھ فردوس حجاز کی نسیم بہاراں سے قلب وجگر کو معطر ومنور کرنے اور دھولے گنبد کی تجلیات سے نہاں خانۂ قلب کو جگمگانے کے لیے صدیوں سے ایک عالم عرس کے مقدس موقع پر آپ کے دربار گہر بار پر ٹوٹا رہا ہے۔ اس موقع پر علم وعرفان کی تجلیات میں شرابور علمائے کرام تقویٰ وطہارت کے فیضان سے سرشار، مشائخ عظام اور بحر حقیقت ومعرفت کے اولیا واقطاب کے قافلے در قافلے جس طرح وہاں پہنچتے ہیں اور سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض وبرکات کے گوہر آبدار سے اپنا کاسۂ

گدائی بھرتے ہیں اس کی نظیر پورے ہندوستان میں کہیں اور نظر نہیں آتی۔

بلبل ہند حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان تو عشق وعرفان کے پیکر تھے۔اسی لیے رجب المرجب کا بابرکت چاند دیکھتے ہی وہ ہر طرف سے کٹ کر صرف خواجۂ پاک کا ہو کر رہ جاتے تھے۔اس موقع پر آپ کا قیام مشہور خادم آستانہ وکیل جاورہ حضرت سید احمد علی صاحب علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر خانقاہ عالیہ رضویہ میں آستانے کے قریب ہوا کرتا تھا۔ جہاں آپ کے چاہنے والے حاضر ہوتے اور آپ وہاں انہیں شرف ملاقات سے مشرف کرتے۔اسی جگہ غالباً ۱۹۸۵ء میں سب سے پہلی ملاقات کا میں نے بھی شرف حاصل کیا۔نام تو بہت سنا تھا اور آج تو پہلی بار قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو پتہ چلا کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ، جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔

ان کے اطراف چاہنے والوں کے ساتھ علمائے کرام بھی نظر آئے جو ایک مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ اس طرح جواب دے رہے تھے جیسے فقہ کی کئی کتابیں انہیں ازبر ہوں جس سے مجھے ان کی علمی بلندی اور فقہی گہرائیوں کا اندازہ ہوا۔ جب پہلی بار میں نے ان سے شرف ملاقات حاصل کیا تو انہوں نے میرا تعارف جانا اور جب میں نے خلیفۂ اعلیٰحضرت، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی صاحب فاروقی (بانی مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ رائے پور چھتیس گڑھ) کا ذکر کیا تو ان کا نام سنتے ہی آپ نے والہانہ انداز میں اٹھ کر مجھے سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محسن ملت کی وہ ذات تھی جنہوں نے کفرستان میں عشق وعرفان کا چراغ جلا کر سیکڑوں کو مسلمان بنایا۔اور پھر بڑے جذباتی انداز میں دیر تک ان کا تذکرہ کرتے رہے اور پوری محفل کو ان کے ذکر جمیل سے معطر ومنور کرتے رہے۔اسی دوران آپ نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ غالباً ۱۹۶۳ء کی بات ہے جب عرس رضوی کے موقع پر حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ بریلی شریف میں تشریف فرما تھے تاجدار اہل سنت حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاہانہ شوکت واقتدار کے سایہ میں ہندوستان کے مشائخ عظام اور علمائے کرام کا ایک نورانی قافلہ حضرت کے دولت کدہ پر حاضر تھا اور وہیں ایک نعتیہ محفل جمی ہوئی تھی جس میں دنیائے ترنم کے ایک سے ایک تاجدار اپنی مترنم آواز سے عشق وعرفان کے گلشن کو مہکا رہے تھے۔اسی محفل میں بلبل ہند حضرت مفتی صاحب نے بھی جھوم کر امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت کی نعت کچھ ایسے سوز وگداز اور درد کے ساتھ پڑھی کہ ساری محفل پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔حضرت محسن ملت پر تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ کی آنکھوں سے ساون بھادو کی لڑیاں جاری ہوگئیں رحمت ونور کے اس پر کیف ماحول میں عشق وعرفان کی تجلیات میں شرابور حضرت محسن ملت کیف وسرور کے عالم میں ایک ایک شعر پہ جھوم رہے تھے اور ہر ہر تان پر مچل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بریلی کی دھرتی پر گنبد خضریٰ کی تجلیات ساون بھادوں کی طرح برس رہی ہوں اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ اس میں شرابور ہو کر ایسے مستانہ وار جھوم رہے تھے جیسے ان کی نگاہوں کے سامنے سے پہاڑوں،

دریاؤں اور صحراؤں کے سارے حجابات اٹھ چکے ہوں اور وہ گنبد خضریٰ کے سامنے کھڑے جذب وکیف اور سرمستی کے کسی اور ہی عالم سے گزر رہے ہوں۔

جہاں علوم ظاہری میں بلبل ہند حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک عظیم مقام تھا اور جہاں منصب افتا کو آپ نے وقار بخشا وہیں دنیائے تصوف میں بھی آپ انفرادی حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں۔عشق وعرفان کی دنیا میں آپ کو جو اہمیت حاصل تھی اور گنبد خضری کے مکین سید المرسلین ﷺ سے آپ کو جو والہانہ عشق تھا اس نے آپ کو دنیائے عشق ومحبت کا ایسا منارۂ نور بنا دیا جس کی بلندیوں کو سمجھنے کے لیے دنیائے تقویٰ وطہارت کے بڑے بڑے تاجداروں کو ٹوپیاں سنبھالنی پڑتی ہیں اور جس کی نشاط انگیز کرنوں اور عطر بیز اجالوں میں صدیوں کاروان عشق وعرفان اپنی منزل مقصود بھی طے کرتے رہیں گے اور ان کے ذکر جمیل سے دلوں کے آفاق پر حقیقت ومعرفت کا پھریرا لہراتا رہے گا۔عشق وعرفان کی نکہت انگیز اور عطر بیز دہلیز سے آپ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ پر عقیدت ومحبت کے جو گوہر آبدار لٹائے ہیں اس کی نشاط انگیز چمک اور فرحت انگیز مہک سے ایک عالم کی نگاہ خیرہ ہے۔

حرم کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ڈالی تھی اور بیت المقدس کی تعمیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تاریخی کردار ادا کیا وہ سارے جہاں پہ ظاہر ہے۔مگر جلد ہی شیطانی مکروفریب اور شروفساد نے اسے مرکز توحید سے بدل کر مرکز شرک وبت پرستی میں تبدیل کر دیا۔ان کے بعد کئی انبیائے کرام اور رسولان عظام کی آمد ہوتی رہی مگر شرک وبت پرستی کا دبدبہ اپنی جگہ قائم رہا ساری معلوم تاریخ میں یہ اعجاز صرف سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو حاصل ہے کہ آپ نے شرک وبت پرستی پر توحید کو دائمی فتح عطا کر کے اسلام کا ایسا بول بالا فرمایا کہ خدا کی برکتوں کا امین یہ مقدس گھر ہمیشہ کے لئے شرک کی ظلمت اور اس کی غلاظت سے محفوظ ہو کر فرزندان توحید کے قلب وجگر کے سرور اور ان کے کیف ومستی کا ذریعہ بن گیا۔اسی طرح آپ نے حرم کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو جو رونق بخشی اور اپنی حکمت عملی سے اس کے تقدس کو جو بلندی عطا کی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے بلبل ہند حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس شعر میں اس کی جس طرح ترجمانی کی اس کے اظہار کے لیے میں نے لغات کی ورق گردانی میں طویل وقت گزار دیا مگر سوائے اس کے دوسرا لفظ نہیں ملا جسے کوزہ میں سمندر بھرنا کہا جاتا ہے۔

رونق صحن حرم زینت کعبہ تم ہو
عزت مسجد اقصیٰ شہ بطحا تم ہو

رسول پاک ﷺ کو بارگاہ خداوندی سے جن خصوصی انعامات واکرامات سے نوازا گیا اس میں واقعۂ معراج کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔رب کائنات کی تجلیات سے عالم امکان جگمگا رہا ہے وہ ذات چناں قریب تر کہ

رگ جاں سے بھی زیادہ نزدیک ہے وہیں اس کا ادراک اور اس کا دیدار اتنا بعید کہ وہم وگمان کی ہزاروں منزلوں سے گزرنے کے بعد بھی اس کا دیدار ناممکن ، شعور وادراک جہاں دم توڑ دیتے ہیں ، نگاہوں کی چمک جہاں موت وزیست کے مرحلہ میں داخل ہوجاتی ہے اور آنکھوں کی بصارت جہاں بے بسی کا اظہار کرنے لگتی ہے ۔ وہاں رسول پاک ﷺ کی سرمگیں آنکھوں نے بچشم سر جس طرح دیدار خداوندی کا شرف حاصل کیا قرآن نے اپنے معجزانہ انداز میں اس کی جس طرح منظر کشی کی ہے اس کی صحیح حلاوت کو وہی جان سکتا ہے جو قرآن کے اسلوب بیان اور طرز تکلم سے کما حقہ آشنا ہو۔ قاب قوسین کے ذریعہ جس منظر کی عکاسی کی گئی ہے اور عقیدہ وایمان کے جن باریک گوشوں کی طرف اس کے ذریعہ رہنمائی کی گئی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کا یہ شعر جس طرح حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے اس کا صحیح لطف وہی اٹھا سکتے ہیں جن میں نگاہ بصارت کے ساتھ قلبی بصیرت بھی حاصل ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ۔

خسرو ملک خدا فائز قرب قوسین
رہرو عرش بریں خلد کے دولھا تم ہو

ایک عاشق صادق کے لیے محبوب کی جلوہ گری اور ان کی تشریف آوری دولت کونین ہی سے نہیں بلکہ خدائی انعام واکرام کی جلوہ گاہ جنت الفردوس کی نشاط انگیز فضاؤں اور کیف آور ہواؤں سے بھی بڑھ کر مسرت انگیز اور کیف آور ہوا کرتی ہے ، اس سلسلے میں حضرت مفتی صاحب نے سرکار کی بارگاہ میں جو معروضہ پیش کیا وہ اتنا نشاط انگیز اور کیف آور ہے کہ سن کر عشق وعرفان کی دنیا انگڑائی لینے لگتی ہے اور ایک مومن مچل مچل کر اس رحمت ونور کے آبشار میں بھیگتا چلا جاتا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں ۔

آپ آجائیں مرے دل میں مکیں ہوجائیں
میرا اجڑا ہوا گھر رشک ارم ہوجائے

جہاں آپ ایک قادر الکلام شاعر ، ایک باوقار مفتی ، ایک دوررس مفکر اور ایک تقوی شعار خطیب کے روپ میں مردہ قلوب کو نئی زندگی دے کر جلوۂ طور سینا کا فیضان بانٹ رہے تھے وہیں ضرب ید اللہ کا پرتو بن کر ایوان باطل پر زلزلہ بھی ڈال رہے تھے ۔ اس سلسلے میں '' فاتحہ ونذر ونیاز کا ثبوت '' نامی کتاب اٹھا کر دیکھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک قہر خداوندی کی بجلی ہے جو خرمن باطل کو خاکستر کر رہی ہے کتاب کی سطر سطر پر جہاں اہل ایماں کے لیے گلشن طیبہ کے مہکتے پھول نظر آئیں گے جس کی نکہت باری اور عطر بیزی سے مومن کی مشام جاں معطر ومنور نظر آئے گی وہیں صفحہ صفحہ میں غیظ وغضب کی ایسی بجلیاں تڑکتی دکھائی دیتی ہیں جس کی کڑک اور جس کی دھمک سے باطل پرستوں کے کلیجے کانپ رہے ہیں اور اس کی ہیبت سے وہ اپنی فلک بوس عمارتوں میں اور پہاڑوں کی چٹانوں کا غرور توڑ دینے والے مستحکم قلعوں میں بھی خشک بید کی طرح لرزاں وترساں ہیں ۔ اس سلسلے میں آپ نے وہ حدیث پاک تحریر کی

جس کے نور ونکہت سے ایک طرف قلب مومن جھوم رہا ہے تو دوسری طرف شیطانی مکر وفریب کی تاریکیاں دم توڑ رہی ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حدیث روایت کی ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے ص ۲۰۶ پر اسے نقل کیا ہے جس میں رسول پاک ﷺ نے میت کو پانی میں ڈوبنے والے فریادی کی حیثیت سے پیش فرما کر اور دعا واستغفار کا منظر بتا کر ایصال ثواب کی اہمیت کو اس طرح اجاگر فرمایا ہے کہ پتھر سے پتھر دل اور بخیل سے بخیل انسان بھی مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے بعد حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے وہ حدیث بھی نقل فرمائی جس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہم اپنے مردوں کے واسطے جب صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں یا دعا کرتے ہیں تو کیا یہ انہیں پہنچتا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے مثال دے کر اہل قبور کی فرحت وانبساط کو جس طرح روشن فرمایا اس نے نذر ونیاز کو اتنا باوقار بنا دیا کہ اس کی تجلیات سے قبر کی تاریکیاں بھی سمٹنے لگتی ہیں اور مرنے والے کی آخرت بھی جگمگانے لگتی ہے۔ حدیث کا غیر مبہم ارشاد ہے کہ قبر والا اس سے اتنا سرور حاصل کرتا ہے اور اسے اس سے اتنی مسرت حاصل ہوتی ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی ہدیہ کا طبق اور نذرانہ کے طشت وسینی کو دیکھ کر خوشی ومسرت اور فرحت وانبساط میں جھومنے لگتا ہے۔ گویا دعا واستغفار اور حج وغیرہ کے ایصال ثواب پر قبر کی دنیا میں ایسی خوشی ومسرت کی چاندنی پھیلتی ہے جس سے صاحب قبر عذاب و پریشانی سے نکل کر سکون ومسرت کی دنیا میں مسکرانے لگتا ہے یہ ہدیہ ان کے لیے خوشی ومسرت کا ایک نیا جہاں لے کر آتا ہے اور قبر کی تاریکی کو اپنی تنویر سے جگمگا جاتا ہے۔

یقیناً جہاں ہدیوں کا لین دین ہو، تحفہ وتحائف کی دنیا مسکرا رہی ہو وہی لوگ اس کی مسرت اور اس کی خوشی کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں اور جس قوم میں دھرتی کے اوپر سے لے کر دھرتی کے نیچے تک ہر جگہ اس کا فقدان ہے اور جن کے قلوب بخالت کی ظلمت سے تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں وہ اس کی برکتیں کیا سمجھیں اور وہ اس کی تنویر سے کیسے فیضیاب ہو سکتے ہیں؟ حدیث کی گہرائی اور ہدیہ، طبق، تحفہ، طشت وسینی کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لیے پہلے وہ قلب وجگر چاہیے جہاں خلوص ومحبت کے گلشن مہک رہے ہوں، انسانی ہمدردی کی چاندنی چمک رہی ہو اور اخوت و مروت کی کہکشاں مسکرا رہی ہو۔ خشک جگر، بخیل قلب اور مردہ دماغ اس کی اصلیت کو کیا سمجھے اور ہدیہ طبق کی برکتوں کو کیسے جانے۔

حدیث کے بعد مصنف نے کردار صحابہ بھی پیش کیا اور زمانۂ دراز سے امت کے معمولات سے بھی استشہاد کیا

یہاں تک کہ علما و صلحا کے کردار اور ان کے متوارث و متواتر عمل کے استشہاد کے بعد منکرین کو مخلصانہ نصیحت کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں

''کاش اب بھی محرر صاحب اپنی تحریر کی قباحت اور اپنے لکھے کی سفاہت و جہالت ملاحظہ فرما کر حق کی طرف رجوع فرمائیں۔'' (فاتحہ ونذر و نیاز کا ثبوت ص ۲۷)

اور سوز وگداز سے لبریز قلب کی بے چینی و بے قراری صاف جھلک رہی ہے جس میں محرر صاحب کے پردے میں امت کی سرفرازی، ملت کی سرخروئی کے ساتھ گمرہی کی دلدل میں پھنسے ظلمت و تاریکی کے پرستاروں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بے قرار مضطرب دل، بے چین روح اور متفکر دماغ کا ایسا سنگم دکھائی دیتا ہے جہاں حیدری جاہ وجلال، حسینی عزم وارادہ، برکاتی فیوض و برکات کے ساتھ رضوی ہمت وحوصلہ کا ایک جہاں آباد نظر آتا ہے۔

غرض کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ ایک قادر الکلام شاعر، ایک بلیغ البیان خطیب، ایک فقہی بصیرت رکھنے والے مفتی ہونے کے ساتھ ایک ایسے عظیم رہنما اور شیخ طریقت بھی تھے جہاں روح بلالی اور فلسفۂ غزالی گھلتے ملتے نظر آتے ہیں، حسینی عزم اور حسنی تحمل کی شجر کاریاں دکھائی دیتی ہیں اور مجددی جلال اور بریلوی جمال اپنا جوہر دکھاتے نظر آتے ہیں۔

آج ضرورت ہے کہ حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ان کی تصانیف کو دیگر زبانوں میں منتقل کیا جائے خصوصاً ہندی میں اگر وہ منتقل ہو جاتی ہیں تو نہ جانے کتنے تاریک دل روشن و منور ہو کر ایک جہان کو روشنی بانٹنے لگیں گے اور نہ جانے کتنے ظلمت پرست اور تاریکی کے پرستار دور جاہلیت سے نکل کر حسینی کردار ادا کرنے لگیں گے ساتھ ہی ساتھ پژمردہ قلوب کو نئی زندگی، پریشان خیال کو سکون و مسرت کی چاندنی بھی ملے گی اور اس کی عطر بیز نکہتوں سے ایک مومن کا چہرہ گلشن میں کھلے ہوئے گلاب کی طرح مسکرانے بھی لگے گا۔

بلبل ہند کا دینی تصلب

از : حضرت مفتی عبد الرحمٰن قادری رضوی
استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم.

امابعد ! قرآن عظیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباء ھم أو ابناء ھم أو اخوانھم أو عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ و یدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون. (پ۲۸/المجادلۃ/آیت ۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں، اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں، اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (کنز الایمان)

حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان.

(مشکوۃ شریف ص ۱۴)

جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے الفت ومحبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت وعداوت کی، اللہ ہی کے لیے کسی کو کچھ دیا اور اسی کے لیے کسی کو کچھ نہ دیا تو بے شک اس نے ایمان مکمل کر لیا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد رسالت ہے:

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ. (مشکوۃ شریف ص ۴۲۷)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے دوستی اور محبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے دشمنی اور عداوت ہو۔

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند بدر العلما حضرت علامہ الشاہ مفتی بدر الدین احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ مذکورہ حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''بظاہر **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** پر عمل کرنا بہت آسان معلوم ہوتا ہے، لیکن عمل کرنے والوں سے پوچھیے وہ بتائیں گے کہ سال بسال روزہ رکھنا، رات بھر سجدے میں پڑا رہنا، دن بھر وظیفہ اور قرآن مجید پڑھنا آسان ہے، مگر اپنی زندگی کو **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** کے سانچے میں ڈھال لینا صرف دشوار نہیں بلکہ بہت دشوار ہے۔ چناں چہ آپ کو بڑے بڑے نام نہاد مشائخ وصوفی عبادت وریاضت، ذکر وفکر، تہجد واشراق اور چاشت وغیرہ اعمال میں بہت چاق وچوبند نظر آئیں گے لیکن جب ان کو **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** کی کسوٹی پر کس دیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرے جوگی ہیں اور باقی ڈھونس ہی ڈھونس ہے۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** کے معیار کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت اسی وقت ممکن ہے جب حضور کے دشمنوں وہابیوں، دیوبندیوں، چکڑالویوں، نیچریوں، قادیانیوں اور ندویوں سے نفرت کی جائے، انھیں اپنا دشمن قرار دیا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ اپنے مکتوبات جلد اول ص ۳۲۵ مکتوب ۲۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''محبت خدائے عزوجل ومحبت رسول او علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتحیات بے دشمنیٔ دشمنان او صورت نہ بندد، ع ''تولا بے تبرا نیست ممکن'' دریں جا صادق است۔ یعنی اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی کیے بغیر اللہ ورسول کی محبت وجود میں نہیں آتی۔ (جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ مثل اس جگہ کے متعلق ہے کہ دوست کے دشمن سے علاحدگی وبیزاری کے بغیر دوست کی محبت ممکن نہیں۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۲۱)

بلبل ہند، مفتی نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ان مقبولان بارگاہ خداوندی میں سے ایک ہے، جنھوں نے دین ومذہب اور مسلک کی خاطر حالات سے کبھی بھی شریعت کے خلاف سمجھوتہ نہیں کیا، بلکہ اپنی پوری زندگی احقاق حق وابطال باطل اور دین ومذہب کی نصرت وحمایت میں صرف کر دی۔ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ مختلف خوبیوں کے حامل تھے، جن میں دینی تصلب آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اپنے اور غیر سب جانتے ہیں کہ حق گوئی میں کسی کے طعن وتشنیع کی ہرگز پرواہ نہ کی۔

ہزار بار نتائج سے ہو کے بے پرواہ
اسی کا نام لیا جس کا نام لینا تھا

زندگی بھر **الحب فی اللہ و البغض فی اللہ** کے معیار پر سختی سے قائم رہے اور ہزاروں لوگوں کو اس کا درس بھی دیا، دینی تصلّب کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے استاذی الکریم حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد ناظم علی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی) تحریر فرماتے ہیں کہ ''جن دنوں میں مدرسہ صدر العلوم ریلوے

مسجد بڑگاؤں گونڈہ میں تدریسی خدمات پر مامور تھا، حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے عرس پاک کے موقع پر آپ کے مقدس آستانہ پر اکتساب فیض اور حصول برکت کے لیے حاضر ہوا، حضرت مفتی سید افضال احمد صاحب قادری اور مولانا سید ظفیر احمد صاحب اور دیگر اساتذۂ مدرسہ مذکورہ بھی حاضری کے لیے آستانۂ پاک پر حاضر تھے، بہرائچ شریف اور دور دراز مقامات کے مدارس کے عظیم الشان علما وفضلا کثیر تعداد میں شریک تھے، جن میں حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب اور حضرت علامہ مفتی سید عارف صاحب رضوی سابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ فاتحہ خوانی کی ایک مجلس آستانہ پاک کے روبرو منعقد کی گئی، زائرین کا بے پناہ ہجوم اس مقدس تقریب میں شرکت کے لیے حاضر تھا، پروگرام جاری تھا، کچھ دیر کے بعد حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات رونق افروز ہوئی، دیکھا، کہ حاضر باش سارے علما وفضلا آپ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، فلک شگاف نعرے لگ رہے ہیں، مصافحہ ومعانقہ ودست بوسی کا حسین سلسلہ بھی دیدہ زیب تھا۔ اب کیا تھا ۔

بڑھ گئی زینت میکدہ کچھ اور
جب سے رندوں میں اک پارسا آگیا

میں نے اس وقت موجود علما میں آپ کی شخصیت ایک نمایاں شخصیت دیکھی، حضرت علامہ مفتی سید عارف صاحب قبلہ رضوی سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف نے اپنی جلالت علمی کے باوجود کمال احتیاط کے ساتھ گراں قدر القاب سے آپ کا تعارف فرمایا اور آپ کے علم وفضل وکمال کو واشگاف فرمایا۔ آپ رونق اسٹیج ہوئے، ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا اور علوم ومعارف کے گوہر آبشار لٹائے ۔

تمام میکدہ سیراب کردیا جس نے
نگاہ یار تھی جام شراب تھا کیا تھا

آپ نے ارشاد فرمایا، کہ آیت کریمہ ”**واعتصموا بحبل اللہ جمیعا**“ کی تفسیر میں جہاں مفسرین کرام نے تفسیریں فرمائیں وہیں ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ ”**حبل اللہ**“ سے مراد اللہ کے رسول سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

محبت رسالت ارکان ایمان کا جز ولاینفک ہے ۔

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں

ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

آپ نے بڑی جرأت و بے باکی کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم ارشاد فرمایا کہ جن کے سینے عشق رسالت سے خالی ہیں، ان کی نمازیں، روزے اور دکھاوے کی ساری چیزیں بروز قیامت ''ھبـــاءً مـنـثـــوراً '' ہوجائیں گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سینہ عشق رسالت کا مدینہ بنایا جائے اور ان شاتمان رسول کے دجل وفریب سے اپنے کو دور رکھا جائے، جو میلاد رسول پاک، قیام تعظیمی اور حاضری مزارات پر برملا سخت تنقیدیں کرتے ہیں۔ اولیاے کرام کے تقدس کو پامال کرنے کی ناپاک سازشیں کرتے ہیں اور ذاتی منفعت کے لیے مزارات اولیاے کرام کے گرد چکر لگاتے ہیں، ایسے لوگوں سے سخت احتراز کیا جائے کہ حدیث پاک میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم.

اپنے کو ان سے دور رکھو کہ کہیں راہ راست سے بہکا نہ دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

بہرائچ شریف میں اور وہ بھی خاص آستانۂ پاک پر ایسی جرأت و بے باکی کے خطابت آپ کے تصلب فی الدین کی واضح ترین مثال ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
ہم دار پہ چڑھ کے ناحق نہ کہیں گے　　　ہم حضرت منصور کے سجادہ نشیں ہیں
تا حشر رہے گا تری جرأت کا ترانہ　　　اے مرد خدا اہل محبت کی زمیں پر
ایمان کی دنیا پہ عیاں کرکے حقیقت　　　احسان کیا آپ نے کل اہل جہاں پر

یہ واقعہ جہاں آپ کی جرأت و بے باکی پر دال ہے، وہیں آپ کے روشن علمی فضل وکمال کی واضح مثال ہے۔ میں نے دوران تقریر دیکھا، کہ آپ کی اس حق گوئی و بے باکی اور علمی فضل وکمال کو دیکھ کر علما وفضلا کی عظیم ترین جماعت فرط مسرت میں ڈوبی ہوئی تھی اور سبحان اللہ ماشاء اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(بحوالہ قلمی مضمون)

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ خطابت کے بادشاہ تھے، اپنی خطابت میں بھی آپ ہمیشہ برادران اہل سنت کو دینی تصلب کا خوب خوب درس دیتے، جس کی ایک مثال ابھی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ناسک کے ایک پروگرام میں حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ جبل احد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' میرے حضور نبی کریم تاجدار

مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبل احد کو دیکھا اور فرمایا ''**ھذا جبل یحبنا و نحبہ** '' یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس پہاڑ سے محبت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ہے کہ پہاڑ سے حضور محبت فرماتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کے دروازے پر اس پہاڑ کو مقام ملے گا...................جب ایک پہاڑ حضور سے محبت کرے اور حضور پہاڑ سے محبت کریں تو برادران اسلام! اے مردو! اے عورتو! اگر تمھیں ہمیں اللہ کے پیارے رسول نبی کریم علیہ السلام کی محبت نصیب ہو جائے، تو ہم تم پر سرکار مدینہ کا کیسا پیار ہوگا۔ بولو! صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

اس لیے اے عورتو! اے مردو! میں سب سے گزارش کروں گا کہ عقیدہ میں پکے سنی رہنا، کسی بد مذہب کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، کسی بدعقیدہ کی اقتدامت کرنا، کسی گمراہ رنگے ہوئے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر گمراہ نہ ہو جانا، گھوڑی پر سوار ہو کر آئے 'السلام علیکم' لال کپڑے، پیلے کپڑے، نرالا صافہ، یہ وہ، آؤ مرید ہو جاؤ، ہر ایک کے مرید نہ ہونا ؎

پانی پیو چھان کے   مرشد کرو جان کے

ایک بیان میں جوائمہ اور خطبا، گستاخان خدا اور رسول، وہابیوں اور دیوبندیوں کا رد نہیں کرتے، ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بدعقیدہ لوگوں سے اپنے سماج کو بچایا جائے، گمراہوں سے اپنے گھر کو بچایا جائے، بد مذہبوں سے اپنی مسجدوں کو بچایا جائے، کون کہتا ہے کہ فتوی نہیں ہے، اس نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کو پڑھا ہی نہیں ہے، اس نے حضرت مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی کی کتاب انفع الشواہد کو پڑھا ہی نہیں، جس میں لکھا ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کو مسجد سے باہر کر دیا جائے۔ دیکھو کتاب اعلیٰ حضرت کی، فتاوی رضویہ پڑھو، محدث سورتی علیہ الرحمہ کی کتاب پڑھو۔ اے جاہلو! اے بے خردو! تم ان کے منہ لگتے ہو، جنھیں اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو دیکھنے کا موقع نصیب ہوا ہے، تم ان سے الجھتے ہو، یہ الجھنا اچھا نہ ہوگا۔ اپنی مسجدوں کو بچاؤ، ان سے کوئی رشتہ نہ رکھو، جو بد مذہبوں کو اپنے یہاں کھانا کھلائے، دعوت میں بلائے، تقریر میں بلائے، شادی میں بلائے اور مجھے تو کوئی شخص نہ بلائے جو اپنی شادی میں کسی بدعقیدہ کو بلائے، وہ مجھے نہ بلائے، میں کبھی نہ آؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کئی جگہ مجھے فریب دیا گیا، لیکن اب اعلان سے میں کہہ رہا ہوں، میں کسی شادی میں نہیں آ سکتا، جس میں وہابیوں کو دعوت دی جائے، آقائے مدینہ سرور عالم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ آخری زمانے میں دجال ہوں گے، کذاب ہوں گے ''**یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباء کم** '' ایسی باتیں گڑھ کر تمہارے سامنے لائیں گے جسے نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، جب ایسے لوگ آ جائیں تو ان کو اپنے سے دور رکھو اور اپنے کو ان سے دور رکھو۔ یہ اماموں کی کمی ہے، یہ خطیبوں کی کمی ہے، جو جو امام ایسا کرتے ہوں، کہ میٹھے میٹھے وعظ کہتے ہوں، نماز پڑھو، نماز پڑھو، مگر وہابی کا رد نہ کرتے ہوں، یہ ان کی خامی ہے، نماز کے لیے تو سنی علما بھی کہتے ہیں، نماز کے لیے تو وہابی بھی کہتے ہیں، تو ایک جاہل آدمی کہے گا، کہ میاں نماز کی بات یہ بھی کہتے ہیں، نماز کی بات وہ بھی

کہتے ہیں تو کیوں نہ ان کی طرف چلے آئیں، نماز صحیح ہے، مگر روح نماز عشق مصطفیٰ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز! یقیناً مسلمان نماز پڑھیں، مگر نماز کے معلم میرے مصطفیٰ ہیں، قرآن میں فرمایا جاتا ہے "**تعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا**" پہلے نبی کی تعظیم کے لیے حکم ہے، نبی کی توقیر کے لیے حکم ہے پھر تسبیح خدا پڑھنے کا حکم ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم مقدم ہے، اس کے بعد عبادت کی جائے، اگر تعظیم نبی نہیں ہے، نماز منہ پر ماری جائے گی۔ قرآن فرماتا ہے "**عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ تسقی من عین آنیۃ**" عمل کریں گے، مشقت بھریں گے، نتیجہ یہ ہوگا بھڑکتے ہوئے جہنم میں جائیں گے۔ کون؟ وہی عمل کرنے والے جن کے دلوں میں عشق مصطفیٰ کی چمک نہیں ہے۔"

ایک جلسے میں دوران تقریر وہابیوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بلاؤ، کہیں چلے جاؤ، چھانٹ کے لے آؤ اور میں ان کے سامنے اشرف علی تھانوی کی عبارت پیش کردوں کفر ہے یا نہیں؟ میں ثابت کردوں کہ کفر ہے، تم ثابت کراؤ کہ کفر نہیں ہے، ہوجائے، ہم بلالیں اپنے علما کو تم بلالو اپنے مولویوں کو پھر اسی ناسک میں آل انڈیا مناظرہ ہی ہوجائے۔" (ماخوذ از آڈیو کلپ حضور مفتی ناناپارہ)

حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ خطابت کی طرح تصنیف و تالیف میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، آپ کی جملہ تصنیفات میں بھی دینی تصلب کے اعلیٰ نقوش موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے افراد دلدل سے نکل کر تیقن وایمان کی راہ پر آجاتے ہیں۔ محفل میلاد وقیام تعظیمی کے منکرین وہابیوں دیوبندیوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اور سنیوں کو ان سے دور ونفور رہ کر دینی تصلب کا درس دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"بالجملہ میلاد شریف وقیام وسلام مستحسن ومستحب ہے، جن کے جواز واستحباب پر علمائے اسلام کے روشن کلمات ہیں اور قرون ثلٰثہ میں کسی امر کا نہ ہونا ہی اس کے عدم جواز کو کافی نہیں کہ اصل علت خیر وشر ہے اور حدیث شریف میں جس بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے وہ یقیناً بدعت ضلالت ہے اس سے بدعت حسنہ کو کوئی علاقہ نہیں۔ منکرین قیام کی مت ہی نرالی ہے کہ ان کے مذہب نامہذب کی تباہی، حقیقت سے بے راہی وہٹ دھرمی پر ہے، جیسا دیس ویسا بھیس ان کا شیوۂ عمل، کہیں تو قیام کو بالکل ناجائز کہیں، کہیں خود اس پر عمل کریں، کسی جگہ بزم اقدس کی شرکت کو بالکل ممنوع قرار دیں، کہیں خود ہی حصہ لیں، سلام وقیام بلاشک مظہر تعظیم حضرت رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ معاذ اللہ اس کے انکار پر محبت ایمان کا مقتضی یہی کہ ضرور کیا جائے۔

محفل میلاد کے متعلق چند عبارات مخالفین فرقۂ وہابیہ طاغیہ کی کتب معتبرہ مسلّمہ مؤمن بہا سے نقل کی جاتی ہیں کہ احقاق حق وازہاق باطل ہو دنیا دیکھ لے کہ وہابیوں کے اماموں اور مقتداؤں نے کیا کیا گلریزیاں کی ہیں، جن کی حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے تمام اذناب وہابیہ چیخ وپکار کیا کرتے ہیں۔

سوال: محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔ فقط رشید احمد (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۳۱ مکتبہ تھانوی دیوبند)

سوال: چہلم وغیرہ کی مجلسیں بتخصیص دن کے منع ہے یا بالکل ہی نہ کرنا چاہیے اور اس مجلس میں جانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب: مجالس مروجہ زمانہ ہذا میلاد وعرس، سویم وچہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے کہ اکثر معاصی وبدعات سے خالی نہیں ہوتی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد (فتاوی رشیدیہ کامل کتاب البدعات ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

سوال: مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب: مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کہ امور مکروہہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔ (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۱۵ کتاب البدعات مکتبہ تھانوی دیوبند)

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

الجواب: عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانے میں درست نہیں وعلی ہذا عرس کا جواب ہے۔ الخ

(فتاوی رشیدیہ کامل ص ۱۳۴ مکتبہ تھانوی دیوبند)

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۱۴۸ ابلال پریس)

پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادۃ اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکتیں قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تواریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہیں یہ فرضی خرافات بناتے ہیں۔ الخ (ایضاص ۵۲ کتب خانہ امدادیہ)

بلحاظ اختصار یہ چند عبارتیں وہابیوں کی باعث فخر کتابوں سے بحوالہ صفحات ومطابع وحصص درج کی گئی ہیں حق پسند حضرات بغور پڑھ کر اندازہ لگائیں کہ وہابی ذکر حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مٹانے کے لیے کیسے ساعی ہیں اور اس بزم اقدس کو بدعت و ناروا کہہ کر کیا کیا گہرریزیاں کرتے رہتے ہیں، مگر واضح رہے، جن کے ذکر شریف کو

مولیٰ عز وجل رفعت وعظمت عطا فرمائے بے مقداروں کی کیا حیثیت کہ گھٹا سکیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرماتے ہیں ۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

(بحوالہ ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ ص ۵۶)

بات بات پر شرک وبدعت کی رٹ لگانے والے اور قرون ثلاثہ کی دہائی دینے والے وہابیہ دیابنہ کی خبر لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمانو! وہابیہ کی مت ہی نرالی ہے مسلمانوں کے اعمال حسنہ کو کفر وبدعت شرک وظلمت کہنا یہ انھیں کا شیوہ ہے کہیں تو بھولے پن میں آکر یہ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھیں لہذا بدعت ہیں، کہیں اس طرح گلفشانیاں ہوتی ہیں کہ صاحب یہ باتیں لوگ فرض سمجھنے لگے اس وجہ سے ممنوع ہیں وغیرہا من الاکاذیب۔ لہذا اس عاجز نے خیال کیا، کہ ان بدعتیوں کی بکواس کی کھلی چھپی قباحتیں ذرا اور طشت از بام کیجیے کہ مسلمان ان کیادوں کے کذب وفریب سے آگاہ ہوجائیں اور نام نہاد مولویوں کا کیا دھرا ذرا اور بھی بے نقاب ہوجائے اور دنیا پر یہ چیز بے غبار ہوکر واضح ہوجائے کہ یہ ان شرک وبدعت کی پھنکیاں اڑانے والوں کی ابلہ فریبیاں اور کیادیاں کتنی طویل وعریض اور ان کی سیاہ کاریاں کیسی کثیر ووافر ہیں۔ **فاقول وباللہ التوفیق عز شانہٗ**''

اس کے بعد بدعت کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کر کے متعدد حوالہ جات کے ذریعہ بدعت کی حقیقت واضح کرنے کے بعد آخر میں تتمہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''الغرض ان تمام تصریحات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ہر وہ فعل جو زمانہ سرکار دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام میں نہ ہو مطلقاً بدعت سیئہ وناجائز نہیں ہوسکتا ورنہ ایسے امور ناجائز وناروا ٹھہریں گے جن کا وجود زمانہ برکت نشاں حضور سید الانس والجاں علیہ السلام میں نہ تھا اور اب وہ معمولہ اہل اسلام ہیں، اس وقت بوجہ شدت وتصلب فی الدین وبسبب کنور نور وسرور ایمان وقربت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت سی ایسی باتیں جو اب مروج ہیں احتیاج میں نہ تھیں پھر جوں جوں عہد سعادت مہد سے بعد ہوتا گیا دین میں تکاسل اور امور اسلامیہ سے تغافل رونما ہوا، فلہٰذا علمائے ربانیین نے لوگوں کی خیر وفلاح کے واسطے شریعت سے صدہا وہ امور استخراج فرمائے کہ جن کی وجہ سے قلوب کو رشد وہدایت وفوز وفلاح ملی، کیا نہ دیکھا کہ عہد صداقت مہد جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بکثرت صحابہ قراء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوگئے، ضرورت محسوس ہوئی کہ جمع قرآن کریم ہو پھر اس امر میں اختلاف وقوع پذیر ہوا، بالآخر اس بات پر جملہ اصحاب باصفا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع واتفاق ہوگیا کہ اگرچہ یہ

کام یعنی جمع قرآن بایں ہیئت وصورت مجوزہ زمانہ ختم الرسل علیہ وعلیہم الصلوۃ والتسلیمات میں نہ ہوا، مگر مصلحت دینی واسلامی مدنظر ہے کہ اسی میں لوگوں کی فلاح وفوز دارین ہے، کیا معلوم نہیں احادیث کریمہ حضور صاحب لولاک علیہ السلام، زمانہ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جمع کی گئیں، کیا خبر نہیں کہ قرآن کریم پر اعراب یعنی زبر زیر پیش کس دور میں لگائے گئے پھر کبھی اگر کوئی جاہل واجہل کہے کہ یہ سب باتیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں نہ ہوئیں لہذا بدعت ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ تو یہ اس کی جہالت وخباثت قلبی ہے ورنہ ہر مسلمان جس کی آنکھیں نور ایمان سے روشن ہیں پکار اٹھے گا کہ اگر چہ یہ امور زمانہ سرکار دوعالم علیہ السلام میں نہ ہوئے مگر سب جائز وافضل واعلیٰ ہیں کہ اس امت سرکار دوعالم علیہ السلام کی بہتری و بہبود ہے۔

افسوس ان تنگ نظران جہاں پر کہ نیاز وفاتحہ، میلا دشریف گیارہویں شریف وغیرہا تمام اعمال حسنہ کو اس بنا پر ناروا کہیں کہ یہ سب حضور علیہ السلام کے دور پر انوار میں نہ تھیں، مگر مدرسے بنانا، چندے مانگنا، چینی کی پلیٹوں میں مرغ مسلم جھاڑنا، نفیس نفیس کپڑے اور عجیب عجیب ساخت کے لباس استعمال کرنا وغیرہا امور جدیدہ کثیرہ میں انہاک ہونا کیوں کر ناروا وبدعت نہیں ہوتا۔ افسوس ان کم خردان بزم پر کہ جس امر سے تعظیم محبوب خدا علیہ السلام وعظمت محبوبان بارگاہ رب علاعزمجدہ ظاہر ہو، جس چیز کے کرنے سے مسلمانوں کے احیاواموات کو فائدہ پہنچے، حیات وممات کے لیے جو طریقے نفع بخش ومستحسن ہوں وہ سب حرام ومذموم بدعت وناجائز ٹھہریں مگر جہاں اپنے پیٹ اور تزین کا معاملہ ہو اس میں کلام نہ کریں۔

مسلمانو! اسی کا نام ہے دین دے کر دنیا لینا، عوام مسلمین کو یہ دھوکا دینا کہ ہم یوں منع کرتے ہیں کہ لوگ فرض سمجھتے ہیں کتنا مضحکہ خیز ہے بے شرمی، اور بے شرمی اور بے غیرتی کا علاج ہی کیا، دین کے ساتھ دیانت بھی کھو چکے یہ محض فریب دہی ہے، مسلمان فرض کو فرض واجب کو واجب اور مستحب کو مستحب ہی سمجھتے ہیں، یہ ان بے عقلوں کی عقل خام کا کرشمہ ہے، کہ مستحب کو بدعت وحرام کہنے اور سمجھنے لگے یہ تمام امور حسنہ جن میں بزم میلا دشریف وفاتحہ ونیاز گیارہویں شرف وفاتحہ وچہلم وغیرہا داخل ہیں یہ سب جائز وروا اور درست ہیں ان کو بدعت ضلالہ سے کسی قسم کا کوئی علاقہ نہیں یہ سب امور مستحسنہ سے ہیں اللہ پاک قبول حق کی توفیق بخشے۔ آمین (اظہار حق وصواب ص ۳۰)

ناگ پور کا رہنے والا عبدالرزاق نامی ایک بدمذہب شخص نے ۱۹۴۵ء میں دہلی سے شائع ہونے والے اخبار وحدت میں شریعت کے خلاف اپنے باطل عقائد پر مشتمل ایک مضمون شائع کرایا، حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو جب وہ تحریر دکھائی گئی تو آپ کے دینی تصلب نے انگڑائی لی اور اس کے نتیجے میں ''رد البطله'' نامی کتاب اہل سنت کے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر وجود میں آ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو شعر وسخن کا بھی ملکہ عطا فرمایا تھا، ریاض عقیدت نامی کتاب اس بات پر شاہد

عدل ہے۔آپ کے اشعار میں بھی آپ کا دینی تصلب صاف نظر آتا ہے۔میں تصلب دینی پر مشتمل چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

اگر ہو حق پہ تو باطل کا ترک لازم ہے
اگر ہو عشق میں پختہ تو پھر نہ خام رہو
مٹادو شورش ابنائے دشت نجدیت
رہِ ہدیٰ پہ بہ صد ذوق تیزگام رہو
کریں آج دعوے غلط لاکھ نجدی
قیامت میں دیکھیں گے عزت تمہاری
جس کی طلعت سے ہے جہاں روشن
وہ مہ پر ضیا مدینہ ہے
خوگر جام نجد سے کہہ دو
اپنا تو میکدہ مدینہ ہے
رہرو راہ نجد سے کہہ دو
وصل کا راستہ مدینہ ہے
اشارے میں شق ہو قمر پلٹے سورج یہ قدرت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
رواں کردیں انگشت اقدس سے پانی یہ قوت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
معزز ہوا جن کا نام گرامی وہ سلطان والا رسول حجازی
انھیں کو گھٹائیں یہ نجدی وہابی خباثت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

غرض کہ آپ کے جملہ خطابات،تصنیفات واشعار میں جگہ جگہ تصلب دینی کے تابندہ نقوش موجود ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بلاشبہ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اپنے دور میں دینی تصلب کے ایک روشن بلند مینار تھے،جس سے ہزاروں تاریک دل چمک اٹھے اور آج بھی آپ کے مرقد منور سے فیض کا دریا جاری ہے۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

اللہ تعالیٰ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے فیض کرم کو عام وتام فرمائے اور آپ کی علمی وروحانی یادگار جامعہ عزیز العلوم کو،اس کے اساتذہ کو دن دونی رات چوگونی ترقی عطا فرمائے۔**آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین**

بلبل ہند : علم وعمل،تقوی وطہارت کا عظیم مینار

از : مولانا بشیر احمد قادری
استاذ مدرسہ مظہر اسلام دھاراوی ممبئی

الحمد لله الذی هدانا سواء الطريق وجعل لنا التوفيق خير رفيق اعوذبالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم اولئک کتب فی قلوبهم الايمان . صدق الله العلی العظيم

الٰہی میری عقیدت کی آبرو رکھ لے
ترے ہی نام سے آغاز کر رہا ہوں میں
مری روداد جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کو داستاں معلوم ہوتی ہے
جبین حسن دلبر کی وہ نورانی نہیں جاتی
پڑا ہے لاکھ پردہ پھر بھی تابانی نہیں جاتی
قدوم میمنت نے جب سے گلشن کو شرف بخشا
گلستاں سے گلستاں کی گلستانی نہیں جاتی
خرد کو مائل پرواز کررہا ہوں میں
جنون عشق کو ہمراز کررہا ہوں میں
مفتی رجب کی شان عزیز العلوم ہے
ملت کا پاسبان عزیز العلوم ہے

لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے اس رب لم یزل کا جس خدائے قدوس نے مجھ جیسے کم علم بے بضاعت کو ایسی عظیم شخصیت کی بارگاہ پروقار میں عقیدتوں کے پھول پیش کرنے کی ہمت واستقلال عطا فرمایا،جن کے بارے میں خود خداے وحدہ لاشریک کا ارشاد برحق ہے:

اولئک کتب فی قلوبهم الايمان.

یہ وہ لوگ ہیں،جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے۔

بے شمار صلوۃ وسلام کے گلدستے اس نبی برحق کی بارگاہ پرعظمت میں نچھاور ہوں،جن کا فرمان عالی شان ہے:

العلماء ورثة الانبياء.

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله.

ولی اللہ بے شک مظہر شان الٰہی ہیں
جو ان کے منہ سے نکلے عین فرمان الٰہی ہے

حضرات! آپ جس دور کا بھی مطالعہ کریں گے اور اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھیں گے، اس دور کا جائزہ آپ کی نظروں کے سامنے اندھیرے کے پردے سے نکل کر اجاگر ہوتا ہوا دکھائی دے گا، جب الحادو بے دینی کا دور آیا، ظالموں نے ظلم کا لبادہ اوڑھ کر اپنے سروں کو ابھارا اس وقت پروردگار عالم نے ظلم کے پنجوں کو توڑنے کے لیے ایک نہ ایک نئی شخصیت کو دنیاے انسانیت میں مبعوث فرمایا، ماضی کے حالات کو نگاہوں کے سامنے رکھیں، جس وقت سیدنا سرکار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شریعت مطہرہ کے خلاف آوازیں اٹھائی گئیں، اس وقت ان آوازوں کے اٹھانے والوں کا منہ توڑ جواب سیدنا صدیق اکبر نے دیا، عمر فاروق اعظم کے زمانے میں قرآن اور صاحب قرآن کے خلاف طعن وتشنیع کے گیت گائے گئے، اس وقت ان گیتوں کے گائیکوں کو صفحہ دہر سے عمر فاروق اعظم نے نیست ونابود کیا اور اسلام اور بانی اسلام کا پرچم بلند و بالا فرمایا۔

غرضیکہ جس جس دور کا آپ مطالعہ کریں گے، اس دور میں خدا کے نیک بندوں نے سینہ سپر ہوکر قانون اسلام پر آنے والی گولیوں کو اپنی چھاتیوں سے لگایا ہے۔

غوث اعظم کی بارگاہ میں حاضری دے کر آستانے کی دہلیز کو چوم کر عقیدت کی نگاہوں سے دیکھوتو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ کے ان مقدس ولیوں نے کس کس طرح اسلام کے بول بولے۔خواجہ غریب نواز کی چوکھٹ پر آواز دے کر پوچھو کہ اے غریب نواز آپ نے دنیا میں کس طرح سے اسلام کا پیغام دنیاے بشریت کو دیا ہے، تو خواجہ غریب نواز کی تربت انور سے آپ کو اپنے سوالوں کا تسلی بخش جواب ملے گا۔سرکار غازی علیہ الرحمہ کے آستانے کی خاک کو اپنی نگاہوں کا سرمہ بنا کر بصیرت کی نگاہوں سے دیکھوتو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اسلام کس مذہب حق کا نام ہے اور اس کی اشاعت وتشہیر کس انداز میں کی جاتی ہے۔امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا سرکار امام اعظم وامام شافعی ودیگر ائمہ مجتہدین کے در کا سوالی بن کر حاضر ہوجاؤ آپ کو مذہب اسلام کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

سرکار مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ احمد سعید مجددی رام پوری، علامہ فضل حق خیرآبادی چشتی، علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی، مارہرہ مطہرہ وبریلی شریف ودیگر جگہوں پر آرام فرما جملہ بزرگان دین کے قدم ناز پر اپنی جبین نیاز کو خم کرکے عرضی لگاؤ تو آپ کو ان تمام مردمان خدا کی بارگاہوں سے جلابخش جواب ملتا ہوا نظر آئے گا، شہزادہ اعلیٰ حضرت امام

المسلمین سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی قدم بوسی کرلو، آپ کو مذہب اسلام کی حقانیت معلوم ہوجائے گی اوران تمام ذوات ستودہ صفات وبندگان خدا کے علم وعمل، سیرت وکردار کو ایک جگہ سمیٹ دوتو مظہر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ بلبل ہند مفتی محمد رجب علی قادری نوری برکاتی علیہ الرحمہ کی ذات اقدس ایک عاشق رسول کانمونہ بن کر منصۂ شہود پرآجاتی ہے۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جوایک سچے پکے عاشق رسول ہوکراپنی زندگی گزارتے رہے۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جو بارگاہ رسول سے وراثت میں ملے ہوئے نیابت رسول کے تاج زریں کوزیب تن فرما کر نیابت کا حق ادا کرتے رہے۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جوصحابہ کرام کے قدم ناز کی دھول کواپنی نظروں کا سرمہ بنا کرزندگی گزارتے رہے۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے ائمہ عظام کی زندگی پاک کوتوشۂ آخرت سمجھا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جوغوث وخواجہ جیسی عظیم شخصیتوں کا نمونہ بن کر اپنے دور حیات کوگزارتے رہے۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے احقاق حق وابطال باطل کواپنی زندگی کا عظیم سرمایہ بنا کررکھا تھا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے دشمنان رسول واسلام کی بیخ کنی فرما کرانسان کے مردہ دلوں کی کھیتیوں میں محبت رسول کا بیج بویا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے راس انسان پرتنی ہوئی ردائے دشمنی کا پردہ چاک کردیا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے اطاعت دین وسنیت پرمرمٹنے کا حوصلہ ہم سنی غریبوں کوعطا فرمایا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم ہند کے مشن کو عام فرمایا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے تبلیغ اسلام کی خاطر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ بارگاہ رسول میں خراج تحسین پیش فرمادیا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ............جنھوں نے علم قرآن وحدیث سے عاری ونابلد انسانوں

کے دلوں میں علم قرآن وحدیث کا سمندر جاگزیں فرمادیا۔

کون مفتی نانپارہ............وہ مفتی نانپارہ...........جن کے علم وفہم کا اعتراف بڑے بڑے ارباب علم ودانش نے کیا۔

کون مفتی نانپارہ ....وہ مفتی نانپارہ...........جنھوں نے بڑے بڑے رؤسا اور امرا کو اگر مذہب حق کے خلاف دیکھا تو اپنی جوتیوں سے ٹھوکر مار کر انھیں ہٹا دیا اور بتا دیا، کہ مذہب اسلام ایک ایسا مذہب مہذب ہے جو رئیسی اور امیری میں چور ہو کر تکبر وگھمنڈ کو کبھی بھی پسند نہیں فرماتا ہے۔

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات والا تبار محتاج تعارف نہیں۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاؤں کا نام مفتی رجب علی ہے۔

صحابہ کرام کے لطف وکرم کا نام مفتی رجب علی ہے۔

شہدائے عظام کی نورانیت کا نام مفتی رجب علی ہے۔

ائمہ عظام کی نوازشوں کا نام مفتی رجب علی ہے۔

غوث وخواجہ کے عاشق حقیقی کا نام مفتی رجب علی ہے۔

مخدوم سمناں کی عنایتوں کا نام مفتی رجب علی ہے۔

غازی شہید کی کرامت کا نام مفتی رجب علی ہے۔

مارہرہ مطہرہ کے بزگوں کی خدمت گزاری کا نام مفتی رجب علی ہے۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کے حقیقی مظہر کا نام مفتی رجب علی ہے۔

بلکہ یوں کہیے کہ عشق رسول میں ڈوب کر سیرت صحابہ کو اپنا کر اولیائے عظام کے کردار پر مکمل طور پر مر مٹنے والی ذات کا نام مفتی رجب علی ہے۔

عشق رسول

اب لگے ہاتھوں نظر کی ایک جھلک عشق رسول پر ڈالیں تاکہ عاشق رسول کا عشق بے حجاب وبے نقاب ہو جائے، عشق رسول کا تو یہ عالم تھا، کہ اگر آپ حالت سفر میں ہوں، گاڑی چل رہی ہو، راستے میں اگر کہیں حضور کا اسم مبارک آپ کی نظروں میں آجائے، تو آپ اپنے مریدوں سے فرماتے، کہ رک جاؤ، یہاں میرے سرکار کا اسم مبارک نقش ہے پہلے فاتحہ پڑھو، پھر آگے قدم بڑھایا جائے گا، اتنا کہہ کر آپ گاڑی سے نیچے آجاتے اور اس قدر وارفتگی اور عشق کے بحر زخار میں غوطہ زن ہو کر دعا فرماتے کہ بسا اوقات آپ کی چشمان مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلنا شروع کر دیتیں۔

یہ ہے عشق رسول، یہ ہے محبت نبی،عشق رسول کی بات آئی ہے تو نہایت ہی مشہور ومعروف صحابی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔

عشق رسول ہی کا تو ایک چراغ تھا،جس کی لو کو بلال حبشی نے اپنے سینے میں لگا کر بانگ دہل فرما دیا تھا۔

جو مال مانگو تو مال دیں گے جو جان مانگو تو جان دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہوگا ہرگز نبی کا جاہ وجلال دیں گے
حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے
لب پہ ترا نام رہے دل میں تری یاد رہے

مفتی نانپارہ کی وہ ذات جن کا کردار بولے نبی نبی،جن کی گفتار بولے نبی نبی،جن کا انداز تکلم بولے نبی نبی، جن کا نغمہ ترنم بولے نبی نبی،جن کی تقریر بولے نبی نبی،جن کی تحریر بولے نبی نبی،جن کی ہر ہر روش بولے نبی نبی اور یہیں پر بس نہیں،مفتی نانپارہ کی سراپا تصویر بولے نبی نبی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ضلع بہرائچ کے ایک بہت ہی مشہور ومعروف شہر نانپارہ کے محلّہ گھوسی ٹولہ میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء بمطابق ۲۸/رجب المرجب ۱۳۴۳ھ کو ہوئی۔

آپ کا مولد ومسکن نانپارہ شریف ہے،حیات طفولیت آپ نے اپنے گھر پر ہی گزاری، بعدہ ابتدائی تعلیم نانپارہ ہی میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۰ء میں بریلی شریف کی عظیم دھرتی پر حصول تعلیم کی خاطر مدرسہ منظر اسلام میں زیر تعلیم ہوئے، بعد فراغت آپ نے نانپارہ ہی میں خدمت خلق کا بارگراں اپنے سر پر رکھ کر نہایت ہی عظیم دینی درسگاہ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم کا قیام ۴/جنوری ۱۹۵۸ء میں فرمایا۔

آپ نے اپنی گراں قدر زندگی اسی جامعہ کو سونپ دی اور تاحیات اسی جامعہ کی تمام تر کارگزاریوں میں مصروف عمل رہے۔ یہ وہی جامعہ عزیز العلوم ہے،جس کے لیے قطب الاقطاب حضور مفتی اعظم ہند نے نانپارہ تشریف لاکر حضرت کے مکان میں جلوہ نشیں ہوکر دعا فرمائی اور فرمایا کہ مولانا رجب علی!فکر نہ کرنا ان شاء اللہ العزیز اگر تم مہیب اندھیرے میں رہو گے تو بھی تمھارے لیے رحمت خداوندی کی کرنیں جگمگاتی نظر آئیں گی اور یہ جامعہ پھلتا پھولتا رہے گا۔آمین ثم آمین

یہی تو وجہ ہے کہ جب بھی حضور مفتی اعظم نانپارہ نے کسی کو جامعہ عزیز العلوم پر انگشت نمائی کرتے ہوئے دیکھا یا جامعہ پر کوئی آنچ آتے ہوئے دیکھا تو فوراً فرما دیا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
ہے فضل رب چراغ عزیز العلوم پر
اے حاسدو! یہ تم سے مٹایا نہ جائے گا
کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

تقوی

اب آیئے میں آپ کو حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات والا تبار سے تقوی وطہارت کے متعلق جہان تقوی وطہارت کی سیر کراؤں تا کہ نظافت وستھرائی کے پردے اجاگر ہو جائیں، میرے قلم کے اندر وہ طاقت ورفتار نہیں کہ ایک بزرگ صفت ولی اللہ کے تقوی پر حرکت کرے، لیکن کرم ہے، حضور مفتی نانپارہ کا کہ میرے قلم شکستہ نے صفحہ قرطاس پر جنبش کیا۔

حسن اتفاق ایک مرتبہ آپ نے مجھ غلام سے فرمایا، کہ بشیر چلو! سبزی منڈی سے سبزی خرید لائیں، میں نے عرض کیا، حضور غلام حاضر خدمت ہے، تفصیل میں نہ جا کر میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ جب نانپارہ کی سبزی منڈی پہنچے، سبزی خریدی اور لے کر چلنے لگے، اچانک ایک بکری راستے سے گزر رہی تھی، اس کے جسم پر گرد وغبار، مٹی کے کچھ آثار نمودار تھے، حضرت کے پیر سے اس بکری کا جسم مس ہو گیا، فوراً حضرت نے فرمایا، پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے اپنا پیر اور پائجامہ دھویا اور فرمایا، کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بکری کسی ایسی جگہ بیٹھ ہوگئی ہو جہاں نجاست لگی ہوئی ہو، اس لیے احتیاطاً دھو لینا بہتر ہے، اب آپ کو خود بخود معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ نظافت وستھرائی کو کس طرح گلے لگایا کرتے تھے اور اسی پر بس نہیں یہاں تک بھی میں چشم دید بات قلم بند کرنے کی جرأت کروں گا کہ آپ نے مدرسہ میں کسی سے ایک گلاس پانی طلب نہیں فرمایا اور اگر کہیں آپ نے منگایا بھی تو فوراً پانچ دس روپے دے کر رسید حاصل فرمالی، یہ ہے حضور مفتی اعظم نانپارہ کے تقوے کی ایک جھلک۔

جن کا تقوی میں کوئی بھی ثانی نہیں
مفتی نانپارہ پہ لاکھوں سلام

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اب اسی کے ساتھ ساتھ آپ کے فتوے کو بھی دیکھ لو، تاکہ حقیقت سے آشنا ہو جاؤ، حضور عاشق رسول فقیہ اسلام اور عالم متبحر تھے، سنت وشریعت کے متبع تھے، اسرار ورموز دین سے واقف تھے، بدعات ومنکرات کے لیے شمشیر برہنہ تھے، قلم کے سطوت وصولت سے ان کے تار وپود بکھیرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، جس کے معترف بڑے بڑے ارباب علم ودانش رہے ہیں، حضرات باتیں تو بہت زیادہ ہیں، مگر طوالت کی بناپر مختصراً بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضور مفتی نانپارہ نے جس باغ کو اپنے خون جگر سے سینچا اور جس کی آبیاری اپنے لہو سے کی اسی باغ کا نام ہے

''جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم''

یہ ایسا باغ ہے جس باغ سے نہ جانے کتنے تشنگان علوم دینیہ اس کا شیریں ثمر کھا کر اپنے دل کی دھڑکنوں کے دریچے کھول کر الحمدللہ آج بھی ہندو پاک کے گوشے گوشے میں خدمت خلق کرتے وحضور اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم ہند وحضور مفتی نانپارہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مشن کو عام کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، اسی جامعہ کی پاسداری ونگہبانی کے لیے ایک ایسا لعل چھوڑا ہے، جس لعل کو قوم آج شہزادہ طوطی ہند مخدوم ابن مخدوم محمود ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد محمود رضا قادری نوری برکاتی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ **دام اللہ ظلہ علینا وعلی سائر المسلمین**

میں تہہ دل وصمیم قلب سے بارگاہ رب ذوالمنن میں عرض پرداز ہوں کہ مولا تعالیٰ جملہ مسلمانان عالم کو حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے فیوض باطنی سے مستفیض ومستنیر فرمائے اور حضور والا کی تربت انور پر رحمتوں کے پھول برسائے ؎

مفتی رجب علی کی تربت پہ پھول برسے
وہ طوطیٔ زمانہ روپوش ہوگیا ہے

اور عزیز العلوم کو دن بہ دن عروج وارتقا کی منزلوں پر فائز فرمائے، شہزادہ بلبل ہند محمود ملت حضرت علامہ محمد محمود رضا قادری برکاتی نوری کو جامعہ کی پاسداری کرنے کی توفیق بخشے۔

عزیز العلوم ومحبین عزیز العلوم پر یمی دوار ومعاونین ومخلصین اور جہاں جہاں حضرت کی جلوہ گاہیں رہیں اور جملہ فدایان رجب کو پروردگار عالم ہر ظالم کے ظلم سے ہر حاسد کے حسد سے ہر شریر کے شر سے ہر مفسد کے فساد سے تا قیام قیامت محفوظ ومامون فرمائے۔

صاحب سجادہ حضرت علامہ محمد محمود رضا قادری سجادہ نشیں خانقاہ رجبیہ کے علم وعمل، حیات وزندگی میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

برگ حنا پہ لکھتا ہوں درد جگر کی بات شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دل ربا کے ہاتھ

بلبل ہند کے اوصاف واخلاق

از : حضرت مولانا خلیل احمد نوری
مقام چھلوا، بھنگا، شراوستی

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

مرجع اہل سنت، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، طوطیٔ ہند حافظ الحدیث الحاج علامہ ومولانا مفتی رجب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ ذات پاک ہے، جس کا تعارف از خود آفتاب نیم پہر سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کی ذات پر روشنی ڈالنا اولاً تو مجھ جیسے بے بضاعت کے بس کی بات نہیں، ثانیاً آفتاب کو چراغ دکھانے کے مساوی ہے۔ نانپارہ جو شہر بہرائچ شریف کے شمال مغربی سمت پر واقع ہے، ایک قصبہ ہے، مگر اب وہ قصبہ آپ کی بدولت منبع خیر و برکت ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ علاقہ نانپارہ مفتی نانپارہ کی ولادت سے قبل علم وفضل، شعور وآگہی سے یکسر خالی تھا، جملہ اہل سنن وتشنگان علوم بصیرت ایک ایک جرعۂ علم کے لیے ترستے تھے، بالآخر کرامت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور دعاے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بن کر اور فیض محدث عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہو کر آپ کی ذات تشریف لائی، پھر تو آپ کے وجود مسعود سے صرف نانپارہ یا علاقہ نانپارہ ہی روشن نہ ہوا، بلکہ ہند کے ہر گلشن علم میں عندلیب بوستان رضا کی نغمہ سنجی محسوس کی جانے لگی۔

آپ کی علمی بصیرت، خداداد ذہانت بے پایاں بلند تھی، اپنے ہم عصر علما میں نہایت ممتاز تھے، علماے کبار میں آپ کا شمار تھا، علم وعمل، زہد وتقوی، تدریس وافتا غرضے کہ بہت ساری خوبیوں کے آپ جامع تھے۔ ۴؍ جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ نے ایک ادارہ جامعہ مصطفویہ عزیز العلوم کے نام سے نانپارہ میں قائم کیا، ادارہ کے نام ہی سے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے، کہ آپ کو اپنے پیر ومرشد حضور محدث عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیسی والہانہ محبت تھی۔ آپ دور اندیش اور انجام بیں تھے، اسی لیے مستقبل میں دینی وعلمی فروغ کے لیے جو راستہ سب سے قوی تر تھا، وہی اختیار فرمایا (یعنی ادارہ قائم فرمایا) یہی وہ اٹل فیصلہ ہے، جس کے اہل صرف بزرگ صفت مرد مومن ہی ہو سکتے ہیں۔

زمانہ شاہد ہے کہ عزیز العلوم کا علمی آفتاب آج بھی ہند اور بیرون ہند ملکوں میں اپنی کرنیں بکھیرے ہوئے ہے، اس ادارہ کے تلامذہ دنیا کے گوشے گوشے میں مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت میں سرگرم عمل ہیں، یہ آپ کی انتھک کوشش کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا ثمرہ ہے، وہی نانپارہ کے لوگ اور اطراف نانپارہ کے لوگ جو دینی مسئلوں سے بالکل بے بہرہ اور دینی بزرگوں سے یکسر نا آشنا تھے،

بے دینیوں کے طوفان الحاد میں بہہ جانے کے مترادف تھے، مگر آپ کی جلالت علمی، عالمانہ روی اور فقیہانہ بصیرت اور زاہدانہ روش نے لوگوں کے دلوں کو بزرگوں کی محبت کا آئینہ بنادیا۔ اعلیٰ حضرت جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کا دیوانہ بنادیا۔ بددینوں سے نفرت وبیزاری اور الگ تھلگ رہنے کا خوگر بنادیا۔ بے شک آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے آئینہ دار تھے، مفتی اعظم ہند کے مشن کے علمبردار تھے، حضور جلالۃ العلم الحاج علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ کے ہم کردار تھے، بلا مبالغہ آپ مفتی اعظم نانپارہ تھے۔

عربی ادب وعروض وبلاغت، احادیث مع متن ورواۃ، اصطلاحات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ علاوہ ازیں دیگر فنون پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا، کہ بسا اوقات آپ کی حاضر جوابی پر علمائے کرام انگشت بدنداں ہوجاتے، ادارہ مذکور میں حاضر اساتذہ کی تدریس کو احیاناً سماعت فرماتے، خواہ وہ کسی درجہ کا درس ہو، اگر مفہوم یا عبارت میں ذرا بھی کجی دیکھتے، فوراً ٹوکتے، کچھ اساتذہ کی ادارہ سے برطرفی کا یہی سبب ہوتا تھا۔ تفقہ فی الدین کا یہ حال تھا، کہ بعض مسائل جو پیچیدہ ہوتے تھے، نہایت عام فہم سلیس زبان میں سمندر در کوزہ کے مصداق تھوڑے جملوں میں حل فرمادیا کرتے، باہر سے آئے ہوئے استفتوں کا جواب دینے میں تاخیر نہ کرتے، نکاح، اقتصادیات، موالات، بیع وشراء جیسے مسئلوں کو اساتذۂ ادارہ سے استفسار فرمایا کرتے، جواب صحیح ملنے پر بے حد مسرور ہوتے، بالخصوص جامع معقول ومنقول حضور سیدی استاذی مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے تو دن بھر میں دو چار بار علمی مذاکرات فرمایا کرتے۔

جہاں اور فنون پر عبور حاصل ہے، وہیں بلاشک آپ کو شعروشاعری کا ملکہ بھی حاصل ہے، آپ کے دیوان کا مجموعہ ''ریاض عقیدت'' آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔

بہر حال مفتی نانپارہ علم وعمل، فکر ودانش، زہد وورع کے ایک کوہ گراں تھے۔ آپ علم کے پیکر، تقوی و پرہیزگاری کے سراپا تصویر تھے، آپ کا علمی پایہ اتنا بلند تھا، کہ حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مقتدر عالم اور مناظر اہل سنت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بحرالعلوم جب کبھی تشریف لاتے، تو ملاقات ہونے پر مرحبا مرحبا تاج الفحول، مفتی نانپارہ کہہ کر استقبال فرماتے اور ایک دوسرے کی پیشانی کا بوسہ فرمایا کرتے۔

ایک بار خادم راقم السطور زمانۂ طالب علمی میں بموقع عرس رضوی مزار شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ پر بغرض حصول سعادت حاضر ہوا، بوقت شام مزار پرانوار پر مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ اپنے بوسیدہ اور پرانے جبے میں تشریف لائے، آپ کی یہ عادت پاک تھی کہ بزرگوں کے آستانے پر کوئی زرق برق لباس زیب تن فرما کر حاضر نہیں ہوا کرتے، آپ کی تشریف آوری پر عوام تو عوام، خواص، علمائے تابانہ آپ کی قدم بوسی کرنے لگے اور مچل مچل کر اپنی خوش عقیدگی کا نذرانہ پیش کرنے لگے۔ المختصر آپ علمائے زمانہ میں نہایت وجیہ اور قابل صدرشک تھے۔

مفتی اعظم نانپارہ کی علمی جلالت

جلسۂ دستار بندی کے موقع پر اکثر مقررین وواعظین دوران تقریر آپ کی موجودگی میں بلند آوازی کو پست آوازی میں تبدیل کر دیا کرتے ،مگر پھر بھی اگر بیان وزبان میں خامی دیکھتے ،تو اسٹیج ہی پر ٹوک کر روک دیتے اور توبہ کرواتے، چہرۂ پاک اتنا پر جلال تھا، کہ ملاحظہ کرنے پر گویا علمی شوکت کا ترشح ہوتا رہتا،تصنیف کتب کی جانب آپ کی توجہ کم تھی، تاہم وقتاً فوقتاً مختلف مسائل پر کچھ رسائل تصنیف فرمائے ہیں، جس سے آپ کے علم وفضل کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک کتاب بسلسلہ فاتحہ آپ نے تصنیف فرمائی ، دوسری ریاض عقیدت جو آپ کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے،مقبول خاص وعام ہے۔ غالباً آپ کا تصنیف کی جانب توجہ مبذول نہ کرنا، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جیسی عبقری شخصیت کی تصنیفات کثیرہ کا کافی ووافی ہونا ہے۔ نانپارہ اوراطراف بہرائچ دامن ہمالہ تک لوگوں کا رضوی اور رجبی سلسلے میں داخل ہوکر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دامن محبت سے وابستہ ہونا، آپ کے علمی وعملی کارنامے کی روشن دلیل ہے۔

مفتی اعظم ہند کی عقیدت ومحبت کا حیرت انگیز واقعہ

یوں تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر نسبت سے آپ کو بے حد پیار تھا،مگر شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور ابوالبرکات محی الدین آل رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس قدر عشق تھا، وہ اپنی نظیر آپ ہے،اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، کہ میرا حافظہ اگر دھوکا نہ دیتا ہو،تو غالباً ۱۹۷۱ء کے سالانہ جلسہ میں حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری ہوئی، جامعہ عزیز العلوم اب نانپارہ میں نہیں، بلکہ عاشقان رضا کے حلقۂ چشم میں سما چکا تھا، ہر طرف دیوانوں کا ہجوم ،تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی، زائرین ،شہزادۂ اعلیٰ حضرت پر پروانہ وار نثار تھے، گویا منبع خیر وبرکات شہزادۂ رضا کی ذات ابر رضا بن کر رم جھم رم جھم کی فوار برسا رہی تھی اور مدتوں کی پیاسی قوم اہل سنت مچل مچل کر اس بارش رحمت میں نہا رہی تھی، مفتی نانپارہ کی حالت کیا تھا، ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ آئے ،گویا ساری دنیا کی دولت آج مفتی صاحب کی گود میں اتر آئی تھی۔ رات اور دن جوق در جوق لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہور ہے تھے۔ ایک شب قیام کے بعد کچھ باہری مہمان سرکار مفتی اعظم ہند کو اپنے ساتھ لے جانے پر مصر ہوئے، مفتی نانپارہ پر ایک سکتہ طاری ہو گیا،تھوڑی دیر بعد آپ نے ایک جنون عشق میں بھرا ایسا جملہ ارشاد فرمایا،جس سے مجمع پر سناٹا سا چھا گیا''اے آنے والے مہمانو! میری حالت زار پر رحم کرو، میرے قلب وجگر کے سکون کو آج شب کے قیام کی بھیک میں دے دو، یہ آواز رجب علی کے حلق کی نہیں ہے،

بلکہ روح وقلب کی ہے، میں راہ میں لیٹ جاؤں گا، یہاں تک کہ مفتیٔ اعظم ہند کی سواری میرے جسم وسینہ پر ہو کر گزرے گی'' پھر کیا تھا، دیوانے کی ضد بھی تو اپنی جگہ اٹل ہے، اس طرح حضرت کا قیام دوسری شب بھی رہا۔

ناظرین کرام! یہ اسی والہانہ وارفتگی کا اثر ہے کہ حضور مفتی نانپارہ اپنی زندگی کے ہر موڑ کو بالکل حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے طرز حیات میں ڈھالے ہوئے تھے اور آپ کے جسم کے تار تار میں بریلی اور مارہرہ کے آقاؤں کی عقیدت ومحبت کے ساز تھے اور باغ اعلیٰ حضرت کے شگفتہ پھول تھے۔

'سلام اے بلبل باغ رضا قمریٔ مارہرہ'

مفتی نانپارہ کا زہد وتقوی

تقوی کے کئی معنی آئے ہیں۔ تقوی عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ بعض نے کہا، تقوی یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے، جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقوی حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے۔ یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔ ناظرین کرام! شریعت کے اس معیار پر اگر ہم لوگ مفتی نانپارہ کے تقوی وطہارت پر نظر کرتے ہیں، تو بے شک مفتی نانپارہ اس میں بھی بے مثل نظر آتے ہیں، چناں چہ آپ کی زندگی کے لمحات گواہ ہیں، کہ کوئی لمحہ یقیناً ایسا نہیں گزرا ہوگا، کہ جس لمحے میں آپ نے شریعت کے خلافت کوئی دنیاوی یا دینی کام انجام دیا ہو، کلام سلام طعام بیداری وخواب آمد ورفت، خرید وفروخت، تعلیم وتقریر، نشست وبرخاست، سفر وحضر، فکر ونظر غرضے کہ ہر مقام پر شریعت کا زیادہ سے زیادہ لحاظ فرمایا کرتے تھے۔ تقوی شعاری تو آپ کی عادت پاک میں داخل ہو چکی تھی۔ راقم الحروف کا مشاہدہ ہے کہ آپ شبہات سے بھی احتراز فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار نانپارہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھانے کے واسطے تیاری میں مصروف تھے، قریب الوقت خادم کو ساتھ چلنے کے لیے روک لیا، چند لمحے بعد دروازے کے سامنے کھڑے رکشا پر سوار ہو گئے، خادم بھی بغل میں بیٹھ گیا، ابھی کامل نشست بھی حاصل نہ ہوئی، کہ اتنے میں ایک کتا جو کچھ دور کھڑا تھا، کھانس دیا، اس کا کھانسنا ہوا، کہ مفتی صاحب کے چہرے کا رنگ زیروزبر ہو گیا، اس تغیر کی وجہ ہماری سمجھ میں نہ آئی، کہ جلال بھری آواز میں فرمایا، ابھی تم بیٹھے ہو؟ اور رکشے پر سے مجھ کو ڈھکیل دیا، خود نیچے تشریف لاکر پورے کپڑے (عمامہ شریف) جو زیب تن تھے، اتار دیا اور پھر دوسرا لباس پہن کر عید گاہ تشریف لے گئے۔ یہ تھی آپ کی تقوی شعاری۔ بعض لوگ مفتی صاحب کے اس طرز عمل کو دیکھ کر دبی زبان میں کہتے، کہ اس قدر نفس پر ایک طرح کا بوجھ ہے، ظاہری شریعت کا جو حکم ہو، عمل میں لایا جائے، مگر وہ لوگ جن کے پاس صرف ظاہری آنکھ ہے، اس کے علاوہ اور کہہ ہی کیا سکتے ہیں۔ ہاں رب العالمین نے جن کو اپنے خاص فضل وعطا

سے نوازا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ''یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی فرمانا چاہتا ہے، ان کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے، وہ اس مشقت نفس میں ہی اپنے لیے کامیابی کا راز سمجھتے ہیں۔

آپ اگر بازار سے کوئی دبیز کپڑا مثلاً چادر یا دری خرید کرلاتے، تو اس کو اس طرح استعمال میں نہ لاتے، بلکہ ان کپڑوں کو پہلے تین بار پانی سے پاک کرتے، پھر استعمال کرتے۔ اسی طرح مستعمل لباس کتنا ہی وزن دار اور موٹا ہوتا، مگر اسے پاک کرنے اور دھونے میں ذرا بھی نہ تھکتے۔ کڑاکے کی سردی میں وضو اور غسل سے بے حد فرحت محسوس کرتے، طلبہ کو اکثر یہ تعلیم فرمایا کرتے، کہ جو عشا کی نماز پڑھ لیتا ہے، وہ شب کا بادشاہ ہو جایا کرتا ہے، دو لوٹوں میں آپ کے وضو کی تکمیل ہوا کرتی، لوٹے بھی ایسے ہوتے، جن میں کم و بیش پانچ کلو پانی آتا، مدرسہ سے جو آگ لے کر حقہ نوش فرماتے، تو کوئلہ کا پیسہ ادا فرما دیتے۔ یہ تھی آپ کے تقوی کی معمولی جھلک۔

مفتی نانپارہ اور عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا و آخرت میں سب سے قیمتی جو سرمایہ ہے، وہ ہے نبی کا سچا عشق، یہ سودا وہی خوش نصیب کیا کرتے ہیں، جن کا قلب و ذہن حقیقت میں دنیاوی طمع حرص لالچ، ریا و سمعہ، زر و جواہرات، شہرت و ناموری ہر ایک سے پاک وصاف ہوا کرتا ہے، کیوں کہ قیام عشق رسالت کا اپنا الگ ایک مقام ہے، عاشق رسول جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مفتی نانپارہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر تھے، نانپارہ کے گلی کوچے، سڑک شاہراہ عام کثرت درود شریف کی پیہم عطر بیزی کو اپنی مشام جاں میں آج بھی مرتسم کیے ہوئے ہیں، آپ کا سینہ عشق مصطفیٰ کا مدینہ تھا۔ قدم قدم پر حضور پر درود وسلام کا نذرانہ تھا، نبی کے عشق کے سرور میں آپ کا انداز نرالا تھا، آپ دیوانۂ مصطفیٰ تھے، دیوانگی عشق رسول میں نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی، کہ جب کبھی آپ درمیان بازار تشریف لے جاتے اور راستے میں کاغذ کا کوئی ٹکڑا مل جاتا، جس پر نام اقدس مکتوب ہوتا (جیسے لعل محمد بیڑی) یا اس قسم کا کوئی ٹکڑا کاغذ کا ہوتا، تو بس عشق مصطفیٰ میں وارفتہ درود شریف کی کثرت ہونٹوں سے چومنا، آنکھوں پر رکھنا، یہ عمل کافی دیر تک رہتا، پھر نہایت ادب کے ساتھ کسی صاف مقام پر رکھا کرتے۔ مسجد نبوی شریف یا گنبد خضریٰ شریف یا نام اقدس کا کوئی طغریٰ مسجد یا مدرسہ میں لگا دیکھتے، تو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور درود شریف کی کثرت کرتے اور بار بار اپنے چہرے اور آنکھ پر دست راست پھیرا کرتے۔ ایک بار مدرسہ عزیز العلوم میں ایک معلق طغریٰ گنبد خضریٰ شریف پر عادت پاک کے بموجب کثرت درود وسلام بھیجتے رہے، کافی دیر کے بعد از خود فرمانے لگے ''مولانا! میری نظر جب ان پاک طغروں پر پڑا کرتی ہے، تو جب تک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی تصویر دل میں بسا نہیں لیتا ہوں، میں اپنی نظر کو ہٹاتا نہیں ہوں۔ یہ تھی دیوانہ مصطفیٰ کی ادا جو قیامت تک عاشقان رسالت کے لیے مشعل راہ رہے گی۔

مفتی نانپارہ کی کچھ خصوصیات

غالبًا یہ تجربہ ہر انسان کو ہوگا، کہ بڑھاپے میں اکثر اعضا ناکام ہوجاتے ہیں، بلکہ کچھ اعضا نذر ضعیفی بھی ہوجاتے ہیں، مگر کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں، جن میں روحی طاقت کے ساتھ روحانی قوت کارفرما ہوتی ہے، اسی لیے وہ معمر عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی بڑھاپے کی کمزوری محسوس نہیں فرماتے، بلکہ شریعت کے احکام کی بجا آوری مثلاً نماز روزہ، وضو وغسل فرائض نوافل میں قیام وقعود اسی تعدیل سے ادا کرتے ہیں، جیسے ایک طاقت ور سارے ارکان کو بحسن وخوبی ادا کرتا ہے، تمثیل کے لیے حضور تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کیجیے، تو یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی، کہ حضرت نے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک نفل بھی قیام کے ساتھ ادا فرمایا ہے، جب کہ آپ کی عمر پاک سو برس کے قریب تھی، اسی قدسی صفت والی ذات کے مظہر اتم مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ بھی اپنی عمر کی آخری ہچکی تک شریعت مطہرہ پر من وعن کاربند رہے۔ آپ کی بعض خصوصیات اس طرح ہیں:

پوری عمر آپ نے عینک استعمال نہ فرمایا۔ آپ باوجود حار مزاج کے نہایت رقیق القلب تھے۔ وہابیوں سے اس قدر نفرت تھی، کہ آپ نے متعدد بار ارشاد فرمایا، کہ میرے جنازے میں وہابی بدمذہب قطعی شریک نہ ہوں۔ علما نواز، مہمان نواز تھے، انصاف پسند تھے۔ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائیوں میں تھے۔ سال میں کئی بار توشہ مبارکہ سرکار بغداد میں نذر فرمایا کرتے تھے۔ شہزادۂ گلگوں قبا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہر سال ۲۰/صفر شب میں اپنے دست پاک سے بہ ہزار اہتمام کھچڑا پکا کر بعد نذر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بے شمار امتیازی خصوصیات کے آپ حامل تھے۔ خدا آپ کے مرقد انور کو انوار ورحمت سے پر فرمائے۔ آمین

مزار پاک مرجع انام نانپارہ محلّہ گھوسی ٹولہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

سلام اے تاجدار نانپارہ ظل روحانی
سلام اے حامی سنت غلام شاہ جیلانی
ترا محمود دنیا میں درخشاں ہو ترے جیسا
رہے سینے میں تیرے فیض کے جلووں کی تابانی
نگاہوں نے بہت ارباب علم و فن کو دیکھا ہے
نظر آتے تھے تیرے سامنے طفل دبستانی

بلبل ہند کا کمال تقوی وطہارت

از : حضرت مولانا علی قمر صاحب
استاذ جامعہ رضویہ قمر العلوم نوشہرہ وایا مچھر ہوہ ضلع شراوستی یوپی

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اسلام کا عظیم مجاہد شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا نگہبان سنیت کا بے مثال خطیب مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان، مفتی اعظم ہند کا شیدائی، محدث بجنوری کا سچا جانشین، وقت کا بہترین نباض، آبروئے سنیت، جن کو دنیا بلبل ہند کے خطاب سے جانتی اور مفتی اعظم نانپارہ کے لقب سے پہچانتی ہے، ان کا نام نامی حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب قادری ہے۔ آپ کا وصال ۳؍ذی الحجہ شریف ۱۴۱۸ھ بروز بدھ ہوا۔ رضی اللہ عنہ

متاع زندگی جس نے لٹادی عشق احمد میں
خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

آپ کی ذات خشیت الٰہی جل جلالہ وحب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گراں مایہ سرمایہ تھی، آپ تقوی وطہارت وتقدس وورع کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عملی نمونہ تھے، قوم مسلم کو ہمیشہ اس پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے رہے اور عمر کے آخری سانسوں تک قریہ قریہ نگر نگر شہر شہر بادۂ توحید الٰہی اور جام محبت نبی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں میں تقسیم فرماتے رہے اور کہتے رہے ''اے لوگو! قبر میں حشر میں نہ بی بی کام آئے گی، نہ بچے کام آئیں گے، نہ دنیا کی دولت کام آئے گی، وہاں کام آنے والے میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' ؎

قبر میں حشر میں میزاں پہ سر پل پہ کہیں
نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلّیٰ تیرا

لہذا انھیں جانو، مانو اور ان کی محبت کی شمع دل میں جلائے رکھو ؎

وہ کریم ہیں رجبؔ تو فقیر ان کے در کا
انھیں یاد تو کیے جا یوں ہی اشک دل بہا کر

یہ شاعرانہ تعلّی نہیں، بلکہ حقیقت حال پر مبنی شعر ہے، جب سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر جمیل آپ

فرماتے تو آنکھوں سے اشک محبت رواں ہوجاتے اور بعض اوقات درود شریف کی تکرار فرماتے، ہچکیاں بندھ جاتیں اور آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگتیں۔

تقوی وطہارت کی ساری رعنائیاں آپ کی ذات میں سمٹ گئی تھیں، اور یہ ساری دولت آپ کو قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین امام الاورعین شیخ الاسلام والمسلمین تاجدار اہل سنت فقیہ ملت ابوالبرکات آل رحمان محی الدین محمد مصطفیٰ رضا قادری مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل ہوئی۔

چوں کہ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کو حضرت شیخ طریقت مرشد برحق سیدنا مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قدر محبت تھی، جو عشق کی منزل سے بھی تجاوز کر گئی تھی اور مفتی اعظم ہند کی نوازش جب جوش میں آئی، تو آپ کو مفتی نانپارہ سے شیخ طریقت و پیر معرفت کی منزل تک پہنچا دیا اور راز حقیقت کی لذتوں سے آشنا فرما دیا۔

پر جمال استقبال

جب ۱۹۶۸ء/ ۱۳۸۹ھ کو سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نانپارہ تشریف لائے تو اس وقت مفتی نانپارہ کی کیفیت قابل دید تھی، خوشی کی انتہا نہ تھی، بہجت وسرور کا وہ عالم تھا، کہ ہم لوگوں کو ایک منظوم تہنیت لکھ کر عطا فرمائی، کہ تم سب مل کر پڑھتے ہوئے جلوس کی شکل میں اسٹیج سے مدرسہ عزیز العلوم تک آؤ چند شعر تہنیت کے یہ ہیں ؎

بحر ولایت مفتی اعظم　　　کان سخاوت مفتی اعظم
مہر سپہر اعلیٰ حضرت　　　بدر طریقت مفتی اعظم
نور نگاہ حضرت نوری　　　شمع ہدایت مفتی اعظم
خوش ہو رجبؔ کے گھر پر آئے　　　شان کرامت مفتی اعظم

ہم لوگوں نے حسب الحکم پیشوائی میں نعرہائے مسرت کے ساتھ یہ تہنیت بعد زیارت بارگاہ مفتی اعظم ہند میں پیش کیے۔ ٹرین سے اترنے کے بعد آپ کار میں تشریف فرما ہوئے، آگے آگے کار آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور پیچھے پیچھے تمام لوگ تہنیت پڑھتے ہوئے مدرسہ تک آئے۔

سرکار مفتی نانپارہ کی ترغیب سے ہم لوگوں نے اسی وقت داخل سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ مصطفویہ ہوکر دامن کرم مفتی اعظم ہند میں پناہ لیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

اسی وقت شہزادہ مفتی نانپارہ محمود ملت حضرت علامہ محمد محمود رضا صاحب خلیفہ ومجاز سجادہ نشیں آستانہ عالیہ رجبیہ ومہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کو تسمیہ خوانی کی دولت سے سرفراز فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ آپ نے اپنی جیب خاص سے کچھ نقدی اور تبرکات بھی عطا فرمایا۔

تقوی کی حقیقت

مفتی نانپارہ کی ذات تقوی وطہارت، زہد وتقدس میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے زہد وتقوی کا پرتو وآئینہ تھی۔

تقوی کی تحقیق میں جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ بستوی خلیفہ حضور مفتی نانپارہ فرماتے ہیں:

''تقوی، وقایہ سے بنا ہے، جس کے معنی زیادت حفاظت کے آتے ہیں۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی بیضاوی شریف میں رقم طراز ہیں:

المتقی اسم فاعل من قولهم وقاه فاتقی والوقاية فرط الصيانة وهو فی عرف الشرع اسم له من يقی نفسه عما يضره فی الآخرة.

یعنی متقی اسم فاعل کا صیغہ ووزن ہے، جو عربیوں کے قول **وقاہ فاتقی** سے ماخوذ ہے اور وقایہ کے معنی فرط الصیانۃ وزیادت حفاظت کے آتے ہیں اور متقی شرع مطہر کے عرف ومحاورہ میں اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کو آخرت میں ضرر ونقصان دینے والی اشیا سے بچالے۔

یعنی جو اپنے آپ کو مآثم اور خطاؤں سے محفوظ کرلے اور اس سے دور ونفور رہے، وہ متقی ہے، اسی بیضاوی میں ہے، تقوی کے تین درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ جہنم کے دائمی عذاب سے بچنا، شرک وکفر جیسے قبائح سے دور رہ کر ان سے براءت وبیزاری ظاہر کرنا اور یہی مطلب آیت کریمہ: ''**والزمهم كلمة التقوى**'' کا ہے۔ جو ہر بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا درجہ ہر اس شے سے بچنا اور دور رہنا جو خطا وگناہ کا سبب ہو، خواہ وہ شئ فعل سے ہو یا ترک فعل سے، جو بھی گناہ کا سبب ہو، اس سے بچنا، بعض لوگوں کے نزدیک گناہ صغیرہ کا ترک بھی تقوی کے مفہوم ومعنی میں داخل ہے، یہی معنی تقوی کا شرع مطہر میں متعارف ومشہور ہے اور یہی مطلب آیت کریمہ ''**ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا**'' کا ہے۔

(۳) تیسرا درجہ جو دونوں درجوں سے بلند ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ان تمام باتوں سے بچائے اور ان سے اپنے کو دور رکھے، جو اس کے قلب وروح کو حق تعالیٰ سے پھیر دیں اور اپنی پوری توجہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجائے، یہی تقوی حقیقی ہے اور یہی معنی آیت کریمہ'' **واتقوا الله حق تقاته** ''میں مطلوب ومقصود ہے۔ انتہی

مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے شب و روز کو جس نے مطالعہ کیا ہے، اس کے سامنے یہ حقائق روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجائیں گے کہ مفتی نانپارہ کی ذات تقوی کے ان تینوں درجوں کا مصداق تھی، کیوں کہ آپ میں خوف خدا بھی ہے، خشیت الٰہی بھی اور توجہ الی اللہ بھی ہے، احیاے سنت بھی اور اماتت بدعت بھی ہے۔ فرقہاے باطلہ کا ردو ابطال بھی اور حلقہاے رشد و ہدایت کی اصلاح بھی ہے، مجاہدہ نفس بھی ہے، آپ کے مزرع تقوی میں عمل کا بیج بھی ہے اور عمل کی باد بہاری سے چمن رجبی لالہ زار و ثمر بار بھی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گلشن عزیزی تا قیام قیامت پر بہار بھی رہے گا۔

مفتی رجب نے سینچا ہے خون جگر سے باغ
آئے نہ کبھی دور خزاں لالہ زار میں
(قمر چھلوی)

جس طرح حضور تاجدار اہل سنت ماحی کفر و بدعت، صاحب تقوی وطہارت، شہزادہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳۱۰ھ سے لے کر ۱۴۰۲ھ تک اپنے وجود مسعود سے دنیاے سنیت کو تقوی وطہارت پاک بازی و پاک نفسی اور اللہ اور اس کے پیارے حبیب جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت والفت اور ان کے محبوبوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اور احقاق حق و ابطال باطل کا عظیم درس دیا، اسی طرح مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ مفتی اعظم ہند کے تقوی وطہارت کا آئینہ بن کر پوری عمر سنت و شریعت پر کاربند رہ کر فرقہاے باطلہ کی تردید و بیخ کنی فرماتے رہے، طالبان علوم دینیہ سے لے کر حلقہ ارادت میں آنے والے سبھی لوگوں کو اتباع شریعت و محبوبان بارگاہ سے محبت والفت اور دشمنان خدا و رسول سے بغض و عداوت کی تلقین فرماتے رہے۔ رشد و ہدایت کی انجمن سے لے کر زہد و ریاضت کی شبستاں تک میدان تبلیغ سے مسند افتا تک آپ پرتو مفتی اعظم ہند دکھائی دیتے تھے۔ **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کی تفسیر اگر مفتی اعظم ہند تھے تو اس کا عکس جمیل مفتی نانپارہ ہیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

کارنامہ عظیم

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے مدرسہ عزیز العلوم کی تاسیس جنوری ۱۹۵۸ء میں ڈالی، مہتمم و منتظم کی حیثیت سے آپ نے مدرسہ کی باگ ڈور سنبھالی، پھر آہستہ آہستہ مدرسہ شاہراہ ترقی کی جانب بڑھنے لگا، آپ کے حسن

انتظام سے بہت جلد مدرسہ اس لائق ہو گیا، کہ قوم وملت کو اپنی تربیت گاہ سے لعل وگوہر یعنی علما وحفاظ عطا کرنے لگا۔ ابتدا میں مدرسہ کی مالی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ تھی، پھر بھی مفتی نانپارہ کی تدبرانہ حکمت عملی سے آگے بڑھتا رہا۔ آپ سرورآفریں وکیف آگیں لہجہ میں فرماتے ۔

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

یہ ساری مشکلات سامنے ہونے کے باوجود آپ نے کبھی اپنی زبان مبارک سے یہ کسی سے نہ فرمایا، کہ تم مجھے مدرسہ کا چندہ دو، بلکہ فرماتے، تمھاری سترہ مرتبہ غرض ہو اور دل میں دین وملت کا درد ہو تو مدرسہ میں جا کر اپنی رقم جمع کر کے رسید حاصل کرلو۔ مدرسہ عزیز العلوم کے سالانہ جلسوں میں برابر یہی جملہ دہراتے رہے اور فرماتے، میں بمبئی وناسک وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں جا کر ان سے بھی یہی کہتا رہتا ہوں ۔

دست سوال سارے ہی عیبوں کا عیب ہے
جو دست بے سوال ہے وہ دست غیب ہے

مفتی نانپارہ ایسا کیوں نہ فرماتے، چوں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستخطی نوشتہ آپ کے سامنے تھا، دور اعلیٰ حضرت میں بعض واعظین ومبلغین آپ سے نسبت ظاہر کر کے لوگوں سے نذرانہ اور آپ کے مدرسہ منظر اسلام کا چندہ کرنے لگے، جب آپ کو معلوم ہوا، تو آپ نے قلمی دستخطی حکم جاری کردیا:

''یہاں بحمد اللہ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکید کی جاتی ہے، کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین اور حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں، کہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔''

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

مفتی نانپارہ کا احتیاط فی الدین کمال تقویٰ ہے، آپ کسی دنیاوی سیاسی بازی گر کے شعبدے سے نہ کبھی متاثر ہوئے، نہ کسی سیاست داں کی کبھی حمایت فرمائی۔ راجہ سعادت علی نانپارہ کو حضرت سے بڑی ہی عقیدت تھی، آپ کو دل وجان سے مانتا تھا۔ آزادی ہند کے بعد پہلے مرحلے میں جب الیکشن شروع ہوا، تو راجہ نانپارہ مسلم لیگ پارٹی سے ٹکٹ لے کر میدان میں اترے اور انتخابی مہم شروع کی، تو سب سے پہلے حضور مفتی نانپارہ کے در دولت پر حاضر ہوئے اور دلی مدعا بیان کیا، ساتھ ہی یہ خواہش ظاہر کی، کہ حضرت ہماری حمایت فرمائیں اور ہماری گاڑی پر بیٹھ کر نانپارہ، اس کے مضافات

میں گھوم لیں، حضرت نے فرمایا، اس شرط پر گاڑی میں بیٹھ سکتا ہوں، جب تم گاڑی سے لاؤڈ اسپیکر بینر، جھنڈے، سب اتاردو۔ راجہ نے کہا، اس سے ہمارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ تب حضرت نے فرمایا، تو تم جاسکتے ہو، میرے بس کی بات نہیں، کہ الیکشن کی تشہیر کے لیے میں گاڑی پر بیٹھوں۔ راجہ نانپارہ چلا گیا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا، کہ میرا دامن بہت بڑے داغ سے داغ دار ہوتے ہوتے بچ گیا، یہ بھی تقوی کی حسین وخوب صورت کڑی ہے۔

ولی را ولی می شناسد

غالباً ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے۔ سالانہ جلسہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کا ہونے والا تھا، اس جلسہ میں رئیس اعظم اڑیسہ مناظر اہل سنت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان مدعو تھے۔ آپ کو پانچ بجے والی ٹرین سے نانپارہ پہنچنا تھا، لیکن دربار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی حاضری کی وجہ سے اس سے پہلے جو گاڑی آئی، اسی سے آکر بہرائچ شریف اتر کر حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری دے کر بذریعہ بس نانپارہ چار ہی بجے پہنچ گئے۔ لوگ پیشوائی کے لیے اسٹیشن پہنچ گئے، کار لگی ہوئی ہے، حضرت کا انتظار ہو رہا ہے، سارے اساتذہ اسٹیشن پر منتظر ہیں اور حضرت مجاہد ملت مدرسہ عزیز العلوم کے اندر تشریف فرما ہیں اور مفتی نانپارہ اپنے گھر کے اندر حضرت کے بیٹھنے کا انتظام فرما رہے ہیں اور ہم لوگ مدرسہ میں کھیل کود مٹر گشتی میں مشغول تھے، تھوڑی دیر پہلے مفتی صاحب قبلہ ہم لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر اندر چلے گئے، اب حضرت مجاہد ملت صاحب قبلہ مدرسہ کے اندر ایک معمولی سا بیگ لے کر داخل ہوئے، ہم لوگوں نے سوچا، کہ کوئی دیہات کے مولوی صاحب ہوں گے، ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ مکتب کے بچے جس ٹاٹ پر بیٹھتے تھے، ایک طرف بیگ رکھ کر حضرت اسی پر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد مفتی نانپارہ گھر سے مدرسے میں نکلے اور وہیں سے بچوں کو مخصوص انداز میں ڈانٹنے لگے، مجاہد ملت صاحب قبلہ مدرسہ میں دکھن پچھّم کی طرف بیٹھے تھے، مفتی صاحب گھر والے گیٹ سے مدرسے میں داخل ہوئے، آپ کے دروازے کے سامنے مدرسہ میں جالی دار دیوار تھی، جس سے دکھن کی طرف دکھائی نہیں پڑتی تھی، مفتی صاحب نے ہم سب کو پھٹکارتے ہوئے فرمایا، کہ تم لوگ ابھی تک صفائی نہیں کر پائے، جو سامان جہاں ہے وہیں پڑا ہے، صرف ایک گھنٹہ گاڑی پہنچنے میں رہ گئے ہیں، حضور مجاہد ملت صاحب قبلہ پہنچنے والے ہیں، یہ فرماتے ہوئے مفتی صاحب قبلہ مدرسہ کے صحن میں آگئے، اچانک حضرت کے چہرے پر آپ کی نظر پڑی، بے تحاشہ دوڑ کر مجاہد ملت صاحب قبلہ کے قدموں کو بوسہ دیا اور بار بار معذرت کے الفاظ زبان مبارک پر لاتے رہے کہ حضرت ہم کو پتہ نہیں تھا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں، حضور مجاہد ملت نے جواب دیا، اس میں کیا ہوا، حضرت! میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ حضور مفتی نانپارہ مجاہد ملت کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں اور حضور مجاہد ملت مفتی نانپارہ کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں۔ عجیب کش مکش کا عالم ہے، کافی دیر تک دلی

جذبات ایک دوسرے سے بغل گیر رہے، ہم لوگ حیرت واستعجاب میں ڈوبے ہوئے تھے، کہ یہ کون حضرت ہیں؟ بعد میں معلوم ہوا، کہ یہی اڑیسہ کے سب سے بڑے رئیس ہیں، جن کو دنیا مجاہد ملت کے خطاب سے جانتی ہے، وہ عظیم شخصیت یہی سادہ پوشاک والی ذات ہے، دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ مفتی صاحب قبلہ کس ادا سے منارہے ہیں اور مجاہد ملت کس شان بے نیازی سے فرماتے ہیں، مولانا اس سے اچھی جگہ کہاں ہے؟ ع ''صاحب تقوی تمہارے اتقا کو السلام'' بعد میں حضرت مجاہد ملت صاحب قبلہ اندر تشریف لے گئے۔

طہارت نصف ایمان ہے

ایک بار حضرت نے مجھ فقیر کو دوران طالب علمی ہی دو شیروانی تین کرتے تین پاجامے اور کچھ کپڑے صفائی کے لیے دیے، میں تالاب لاشپناہ سے صاف کر کے لایا اور مدرسہ کے اندر جو تار لگا ہوا تھا، ہلکے ہاتھوں صاف کر کے سوکھنے کے لیے ڈال دیا، کچھ دیر بعد حضرت اندر سے مدرسہ میں تشریف لائے، دیکھا، کپڑے تار پر پڑے ہیں، آپ نے تار کو بغور ملاحظہ فرمایا، کنارے کہیں مکھی کا گندہ لگا ہوا ہے، بس جلال بھرے تیور سے آگے بڑھے سارے کپڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ میں لیا، پھر زمین پر رگڑنے لگے، سب لوگ حیرت میں انگشت بدنداں ہیں، کہ مفتی صاحب ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ میں آگے بڑھنا چاہا، کہ حضرت کے ہاتھوں سے کپڑے لے لوں، مگر مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ نے جو میرے شفیق استاذ ہیں اور اس وقت صدارت کے منصب پر فائز تھے، مجھے اشارتاً منع فرمایا، میں اپنی جگہ رک گیا، کچھ دیر بعد جلال بھری کیفیت سے فرمایا، گندے تار پر کپڑے کیوں ڈالے گئے؟ اس کو صاف کیے بغیر کیوں کپڑے پھیلا دیے، اس کے علاوہ کچھ اور سخت سست کلمات سے میں نوازا گیا، میرے شفیق استاذ نے مجھے تنبیہ فرمائی تو حضرت کا جلال ذرا کم ہوا، سارے کپڑے وہیں زمین پر چھوڑ کر اندر چلے گئے۔ میں نے سارے کپڑے تالاب لے جا کر کمال پاکیزگی سے صاف کیا، پھر مدرسے میں آ کر تار کو تین بار پانی بہا کر صاف کیا اور کپڑے ڈال دیے، سوکھ گئے، سارے کپڑے مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، دوبارہ کپڑا کس سے دھلا؟ میں نے عرض کیا، حضور کچھ صابن بچا ہوا تھا، اسی سے دھلا، تب حضرت نے فرمایا، کہ تجھے معلوم نہیں ہے طہارت ایمان کا آدھا حصہ ہے، جس کی طہارت مکمل نہیں، اس کا ایمان مکمل نہیں، میں نے اثبات میں زبان ہلا دیا۔ پھر حضرت نے مجھے پانچ روپے عنایت فرمایا۔

اللہ اکبر مفتی نانپارہ کا کیا تقوی وطہارت تھی، میرے گاؤں چھلوا کا واقعہ ہے کہ ہم کئی اشخاص حضرت کے ساتھ جارہے تھے کہ اچانک آگے سے ایک کتا نکل پڑا، حضرت نے دیکھا، تو عصا شریف زمین پر پٹخ پٹخ کر دت دت فرماتے رہے، ساتھ میں چلنے والوں میں کوئی ہنس رہا ہے، کوئی حیرت میں ہے کہ کتا ابھی کسی کے فاصلے پر ہے اور

حضرت یہاں سے ڈانٹ رہے ہیں، میں نے دوڑ کر بھگایا، وہ چلا گیا۔ حضرت پاجامہ کرتہ سمیٹے سمیٹے گاؤں کے باہر تشریف لائے، فرمایا، کنواں کہاں ہے؟ عرض کیا، حضور یہاں کنواں بہت ہے، فرمایا، اس کنویں پر چلو جس کا پانی برابر نکلتا ہو، آپ کنواں پر تشریف لائے، پانی پیش کیا گیا، تو کرتے شریف کا دامن اور پاجامہ کے دونوں پائچے اور آستین شریف پر تین تین بار پانی بہا کر دھویا، ہم لوگ متحیر تھے، کہ ایسا کیوں فرمایا، تب حضرت نے ارشاد فرمایا، تم لوگ نہیں جانتے ہو کتا ناپاک ہے، اس نے اپنے جسم کو جھاڑا ہوگا، اس کی باریک باریک چھینٹیں آ کر کپڑے پر پڑی ہوں گی، جس سے کپڑے مشکوک ہو گئے۔ یہ کمال پرہیز گاری کی علامت ہے۔

حضور مفتی نانپارہ کو میرے یہاں کا گھی بہت پسند تھا، اکثر سالانہ جلسہ مدرسہ عزیز العلوم اور توشہ شریف کے لیے گھی جاتا تھا، ایک بار چھلو اتشریف لائے، تو میرے گھر کو زینت بخشی، آپ نے گھی طلب فرمایا، میں نے گھی کا پیپا پیش کر دیا، ڈھکن چٹکا ہوا تھا، اس کو کھولا تو دو چار عدد گھن اوپر گھی کے دکھائی دیے جو ڈھکن سے اندر چلے گئے تھے۔ اب حضرت کی نظر اس پر پڑی، تو فرمایا، اوپر چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں، نیچے بڑے بڑے ہوں گے۔ میں نے صفائی پیش کی، کہ حضرت ڈھکن ٹوٹا ہوا ہے، غلہ کے پاس پیپا رکھا ہوا تھا، جس سے گھن اندر داخل ہو گئے، یہ اوپر ہی ہیں، اندر کچھ کیڑے نہیں ہیں۔ حضرت نے نہ مانا، سارا گھی برتن میں انڈیل کر آگ پر گرما کر کھولایا، جب کچھ نہ ملا تب اطمینان ہوا۔

بین کرامت

میرے کھیت میں ایک کنواں ہے پہلے اس کی جو حالت تھی، وہ ناگفتہ بہ تھی، پانی ٹوٹ جاتا تھا، ذائقہ بھی ٹھیک نہ تھا، ایک بار مفتی نانپارہ اس کنویں سے پانی لے کر رفع حاجت کے لیے جنگل تشریف لے گئے، واپسی میں اس کنویں پر غسل فرمایا۔ بعد غسل آپ نے فرمایا، علی قمر! تمھارے کنواں کا پانی بہت ٹھنڈا ہے، اگر رمضان شریف کے مہینے میں کبھی آؤں گا، تو اسی سے غسل کروں گا اور گرم گرم پکوڑی کھا کر روزہ اسی کے پانی سے افطار کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بس کیا ہے کنواں کے سارے عیب اسی وقت ختم ہو گئے، پانی خوش ذائقہ اور ٹھنڈا ایسا کہ کیسا ہی آدمی گرمی سے پریشان ہو، دو چار ڈول نہا لے، ساری گرمی دور ہو جائے۔

بلبل ہند کے چند محاسن اخلاق

از : مولانا شبیر احمد اشرفی
استاذ دار العلوم نظامیہ رضویہ سنجے نگر گیورائی ضلع بیڑ مہاراشٹر

حضرت مفتی رجب علی صاحب قادری قدس سرہ جلیل القدر عالم دین ہونے کے علاوہ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے، حضرت مفتی صاحب کے علم وفضل، تقوی وطہارت، دلیری وبے باکی، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وجذبہ جاں نثاری سے کون واقف نہیں۔ دین وسنیت سے واقفیت رکھنے والا، اس حقیقت سے واقف ہے کہ آپ حق گو مفتی، بے باک خطیب، سچے مداح رسول، عاشق صادق اور فیاض طبع عالم دین تھے، لیکن یہاں پر میں صرف چند ان حقیقتوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا، جن سے میں بخوبی واقف ہوں۔

حق گوئی وبے باکی

چند مرتبہ آپ کی مجلس خطابت میں مجھے شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا، جس سے یہ بات معلوم ہوئی، کہ آپ کا طرز تکلم بے باکانہ اور مکمل خطاب حق گوئی پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ مسائل شرعیہ بلا امتیاز ادنیٰ واعلیٰ بیان فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً آپ کی تقریر کے درمیان ایک چیز دیکھی گئی، کہ کوئی شخص مجلس سے اٹھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا اور دوسری چیز یہ دیکھی گئی، جو درود شریف کی برکت اور آپ کی بزرگانہ کرامت قرار دی جاسکتی ہے، چوں کہ آپ کی تقریر قرآن وحدیث اور اقوال صالحین سے مدلل ہوا کرتی تھی، بسا اوقات ایسا ہوتا، کہ آپ کسی آیت یا حدیث یا قول کو بطور دلیل پیش کرنا چاہتے، مگر ذہن میں موجود نہ ہوتا، تو فوراً آپ درود شریف پڑھنے لگتے اور اپنے دست مبارک کو چہرے پر پھیرنے لگتے، تھوڑی دیر میں وہ آپ کی زبان پر آجاتا اور آپ بلا توقف پڑھنے لگتے۔

عوام ہوں یا خواص سب پر آپ کی تقریر کا گہرا اثر ہوا کرتا تھا، جیسا کہ میرے دل ودماغ میں آج تک آپ کی زبان فیض سے نکلے ہوئے دو شعر گونج رہے ہیں اور اکثر وبیشتر ان کو اپنا موضوع سخن بنایا کرتا ہوں۔

جو جیتے ہو تو اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤ
خدا توفیق دے تو خدمت اسلام کر جاؤ
ہمیشہ کے لیے رہنا نہیں اس دار فانی میں
کچھ اچھے کام کر لو چار دن کی زندگانی میں

تقوی وطہارت

آپ بڑے ہی نفیس طبیعت کے مالک تھے۔آپ کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی یکساں تھی، جیسا کہ میں نے مشاہدہ کیا۔ دارالعلوم اہل سنت شاہی مسجد ناسک میں میرا عرصۂ تعلیم ۹۱۔۱۹۹۲ء ڈیڑھ سال رہا، جس میں میں نے بارہا مشاہدہ کیا، کہ دارالعلوم اہل سنت میں پانی کی افراط ہونے کے باوجود آپ اپنے کپڑے گنگا بھیجا کرتے تھے، کہ دارالعلوم کا پانی میرے استعمال کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کپڑے صحیح طریقے سے پاک ہو سکتے ہیں اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ کپڑے خشک ہونے تک کپڑوں کی نگرانی ضروری ہوتی تھی۔ایک مرتبہ میں نے آپ کے ساتھ آئے ہوئے خادم سے دریافت کیا، کیا وجہ ہے کہ آپ کپڑوں کی اس قدر نگرانی کرتے ہیں، تو انھوں نے جواب دیا، کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ ایسے کپڑے استعمال نہیں فرماتے، جن پر سے کوا یا اس جیسا کوئی پرندہ اڑ جائے۔اسی سے آپ کے تقوی وطہارت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کیسے متقی و پرہیز گار تھے اور تقوی ہی وہ امر ہے، جس پر ولایت کا دارومدار ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے: ان اولیاء ہ الا المتقون۔

احترام سادات

یہ سچی محبت وعقیدت ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ پوری عمر مدحت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رطب اللسان رہے، جس کے ثمرے میں آپ کو طوطی ہند کا انوکھا لقب ملا اور قلوب عشاق کی تسکین کے لیے نعتیہ کلام کا انمول تحفہ ''ریاض عقیدت'' چھوڑ گئے۔ دوسرا عملی ثبوت جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ اپنے کپڑے دارالعلوم میں یا اپنے کسی معتقد کے یہاں نہیں دھلواتے تھے، بلکہ گنگا بھیجا کرتے تھے۔اتفاق کی بات کہ ایک مرتبہ میرے ہم سبق مولوی محمد اشفاق رضا نے مجھ سے کہا، کہ مفتی صاحب قبلہ کپڑے دھونے کے لیے دیے ہیں کیا آپ چلیں گے؟ میں نے کہا، زہے نصیب ضرور جاؤں گا۔

پھر ہم دونوں اور ایک تیسرا تینوں مل کر سائیکل سے گنگا پہنچے اور کپڑا صاف کر کے سکھائے اور نہا دھو کر لوٹ آئے۔مولوی محمد اشفاق رضا نے کپڑے پہنچا دیے اور سائیکل کا کرایہ لا کر بھر دیا۔کئی دن کے بعد مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے مجھے طلب فرمایا، میں نے فوراً مؤدب حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا، جواب دینے کے بعد آپ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا، کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ ہی ہیں، جو فلاں دن میرے کپڑے دھونے گئے تھے۔

میں نے عرض کیا، حضور اس میں کیا قباحت ہے؟ آپ ہمارے بزرگ ہیں، آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں! آپ

میرے کپڑے نہیں دھوئیں گے اور نہ ہی دوسرا کام کریں گے۔ اللہ اکبر! میں یہ سن کر دنگ رہ گیا، کیوں کہ اس وقت میری کوئی حقیقت نہیں تھی، میں درجہ چہارم کا ایک ادنیٰ طالب علم تھا، تب سے مجھے اس حقیقت پر کوئی شبہ نہیں رہا، کہ آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب ادنیٰ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام اس قدر دل میں ہے، تو خود رسول ذی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب کس درجہ اعلیٰ ہوگا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوگیا، کہ آپ کی زندگی کا مقصود عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کچھ نہ تھا، جو اللہ والوں کا سامان آخرت ہے اور جس کی بدولت انسان کے دامن میں ساری دنیا سما جاتی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

فیاضی

یوں تو آپ سب کے ساتھ فیاض تھے، مگر خصوصاً دینی طلبہ کے ساتھ دل کھول کر سخاوت کا ثبوت دیتے تھے، جس کی دلیل مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ اور آپ کے پروردہ و تربیت یافتہ علما و حفاظ ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ دار العلوم اہل سنت میں میرے ڈیڑھ سالہ طالب علمی کے زمانے میں آپ چند مرتبہ ناسک تشریف لائے اور اپنے فیض و کرم سے سب کو نوازتے رہے، لیکن جس بات نے میرے دل میں اثر پیدا کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ہر طالب علم کو دو دو یا پانچ پانچ کی نوٹ بھرے مجمع میں عطا فرماتے اور اعلان فرماتے، کہ اے ناسک کے باشندو! اس سے کہیں یہ نہ سمجھنا کہ میں تمھیں دکھارہا ہوں کہ میں بڑا سخی ہوں، بلکہ ان مہمانان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت تمھارے سامنے اس لیے کر رہا ہوں، تاکہ تم بھی ان کی قدر کرو اور ان کی خدمت کرتے رہو۔ میں نے آپ کی دی ہوئی نوٹ کو بطور تبرک رکھ لیا تھا، مگر ایک عرصہ کے بعد غفلت کی بنا پر خرچ ہوگیا یا گم ہوگیا۔ اللہ اعلم بالصواب

یہ ہے پیر طریقت، رہبر شریعت، قاطع کفر و بدعت حضرت علامہ مفتی شاہ رجب علی قادری صاحب کی حیات مقدسہ کی مختصر جھلک جو بالکل مبنی بر حقیقت ہے۔ **رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا**

بلبل ہند : بزرگوں کا وفادار سپاہی

از : مولانا شمس الدین قادری
خطیب سنی جامع مسجد مکرانہ
مہتمم جامعہ حنفیہ نجم العلوم مکرانہ، راجستھان

حضور شہزادہ مفتی نانپارہ کے حکم کی بنیاد پر ایک عبقری شخصیت پر کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں، گو کہ میں اس لائق نہیں کیوں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا، اپنی کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ چند سطور سپرد قرطاس کر رہا ہوں، مگر قلم لرزیدہ لرزیدہ! ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نازش سنیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مجاہد وقت، سراپا تقوی، حلم وکرم کے پیکر، رشد وہدایت کے نیر تاباں، کلک رضا بر دشمن مصطفیٰ، صاحب جود وعطا اہل الوفا حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ رضوی القادری البرکاتی رضی اللہ عنہ ملقب بہ طوطی ہند درحقیقت اپنے مرشد کامل کے پرتو جمیل تھے، جن کی زندگی کا ہر لمحہ تصور شیخ سے عبارت تھا، وہ اہل سنت کے دلوں کی دھڑکن تھے، بزرگوں کے سچے وفادار سپاہی بن کر رہنا ان کی حیات طیبہ کا نصب العین تھا، **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کی چلتی پھرتی تفسیر کا نام مفتی رجب علی تھا، وہ حق گوئی کے علم بردار تھے، آنکھوں میں شرم وحیا کا نور ہر آن دیکھا جا سکتا تھا۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت سے پورے بھارت میں مسلک اعلیٰ حضرت کی شمع روشن کرتے رہے، جس موڑ پر بھی باطل نے اپنا فرعونی سر ابھارا، اس کی سرکوبی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مسائل دینیہ پر ایسے کاربند تھے، جس کا جواب نہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل ان کا شیوہ تھا، قدرت نے حضرت طوطی ہند کو ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا، کہ ہر فن کے ماہران کی بارگاہ کی خوشہ چینی اپنے لیے باعث افتخار جانتے تھے۔ زبان میں غضب کی حلاوت، انداز بیان نہایت شستہ، شعلہ وشبنم کا حسین امتزاج ان کے ہر ہر خطاب میں دیکھنے کو ملتا تھا۔

بزرگوں کے اسمائے مبارکہ انھیں اس طرح یاد تھے، لگتا تھا، کہ کوئی حافظ قرآن تراویح پڑھ رہا ہے۔ بزرگان دین کے اسمائے مبارکہ سے پہلے القاب وآداب لگانا جزو لاینفک تھا، اپنے آقاؤں کی غلامی پر فخر کرتے تھے۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی جب بھی لیتے تو آنکھوں میں محبت وپیار کے قطرات دائرہ چشم کو توڑتے

ہوئے نظر آتے۔

وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے فی الفور مسئلہ کا تصفیہ کرنا انھیں خوب آتا تھا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے فاتحہ چہلم کے مبارک موقع پر ایک موڑ ایسا بھی آیا، کہ فضا مکدر ہونے کے قریب تھی، کسی خطیب نے دوران خطابت حدود شرعیہ کی پامالی کر ڈالی، بریلی کے اس ذمہ دار اسٹیج سے روایت سابقہ اور تعلیمات مصطفیٰ کے پیش نظر موصوف کی پکڑ کی گئی، مطالبۂ بسیار کے باوجود انھوں نے توبہ نہ کی اور اپنی ضد پر اڑے رہے، لاکھوں کے ہجوم عاشقاں میں یہ منظر قابل دید تھا، ایسے موڑ پر پروردۂ آغوش مفتی اعظم حضور مفتی رجب علی صاحب علیہا الرحمہ نے بڑی دانش مندی سے فضا کو مکدر ہونے سے بچایا۔

رضوی کچھار کا یہ شیر پوری زندگی اسلام کی فلاح و بہبود کا کام انجام دیتا رہا، اس کام کے لیے قدرت نے انھیں زبان وقلم دونوں کا مالک بنایا تھا، وہ ہر فن کو عشق رسالت پناہ کے معیار پر تولتے تھے۔ ایک بار میرے کچھ دوستوں نے حضرت کے سامنے یہ کہہ دیا کہ عربی ادب پڑھنے ندوہ جانا چاہتا ہوں، اتنا سننا تھا، کہ چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا، کیا تم پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غداروں سے عربی ادب سیکھو گے؟ جو لوگ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے ادب ہیں، وہ تمھیں عربی ادب کیا سکھائیں گے؟ ہاں یہ ضرور ہوگا، کہ عربی ادب سیکھنے کے لیے ان غداران رسول کے ہاتھ پاؤں چوموگے۔ ان کی تعظیم و توقیر کروگے، جو قطعاً حرام و ناجائز ہے اور فرمایا، پیارے بچو! مجھے بتاؤ، نجاست کے کھیت میں چلنے سے کیا تم پاک صاف رہوگے؟ نہیں ہرگز نہیں! سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا، الحمد للہ اب تو اپنے سنی اداروں میں بھی اس طرف اچھی خاصی توجہ دی جا رہی ہے، عربی ادب اپنے ہی اداروں میں سیکھو، پھر کچھ ایسے علما کے اسمائے مبارکہ بھی حضرت نے بتائے، جنھوں نے سنی اداروں میں ہی سب کچھ پڑھا، مگر عربی ادب کے ایسے ماہر ہوئے، کہ ندوہ والے بھی ان کے آگے شرمندہ ہیں۔ یہ باتیں اتنے جلال میں فرمائیں کہ ہم سب حواس باختہ ہو گئے، ہماری کبیدہ خاطری کو محسوس فرماتے ہوئے یکا یک شعلہ شبنم میں تبدیل ہوا اور دیر تک سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری پر انمول ہیرے موتی بکھیرتے رہے۔ آخرش ہم لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حق وہی ہے، جو حضرت فرماتے ہیں۔

جس موڑ پر جیسی ضرورت پیش آئی دین کا کام خوب سے خوب تر کیا، حق بات کہنا، ان کی زندگی کا نصب العین تھا، مدھیہ پردیش کے ضلع ٹیکم گڑھ کے شہر میں ایک بار ربیع الاول کے مبارک موقع پر حاضر ہوا، لوگوں نے بتایا، کہ حضور طوطی ہند بھی تشریف رکھتے ہیں، دل میں اشتیاق پیدا ہوا، کہ شرف نیاز حاصل کروں، مگر دو دن تک ملاقات کی سبیل نہ پیدا ہو سکی۔ رویت ہلال کا مسئلہ الجھا ہوا تھا، برسات پورے شباب پر تھی، ۲۹؍ کا چاند نظر نہیں آیا، نہ ہی شہادت شرعیہ گزری، ایسے موقع پر قوم کے کچھ جاہل ٹھیکیدار اپنے معمولات کے مطابق اپنی جہالت کی بالا دستی قائم

کرنے پر آمادہ تھے۔ ایک ریٹائرڈ داروغہ جی اپنی چودھراہٹ کے پیش نظر بغیر ثبوت ورویت کے ۲۹؍ کا چاند مان کر جلوس محمدی نکالنے کے درپے تھے، مزید برآں وہ اس کوشش میں بھی تھے، کہ حضور مفتی نانپارہ ہماری ہاں میں ہاں ملادیں، تاکہ میری مونچھ اونچی رہ جائے۔ جس وقت داروغہ جی اپنے حواریوں کے ساتھ حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اسی وقت ناچیز پہنچا، داروغہ جی نے اپنی رائے کو شریعت پر تھوپنا چاہا، میں نے دیکھا، کہ حضور مفتی نانپارہ کی آنکھیں غیظ وغضب سے سرخ ہواٹھیں اور فرمایا، داروغہ جی! یہ پولیس اسٹیشن نہیں ہے، جہاں آپ کی حکم عدولی نہ ہوسکے، یہ شریعت کی بات ہے، ہم دین سے مذاق کرنے والوں کو برداشت نہیں کریں گے، تمہیں خدا کا ڈر نہیں اور ساتھ ہی اپنے جرم پر مجھ سے صداقت کی مہر لگوانا چاہتے ہو، نکل جاؤ یہاں سے، تمھارے دماغ میں یہ بات کیسے آئی کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا سچا وفادار غلام شریعت مصطفیٰ کا خون ہوتے ہوئے دیکھنا برداشت کرلے گا، تم داروغہ ہوگے اپنے گھر کے لیے۔ غالبا ایسے ہی مواقع کے لیے شاعر مشرق نے کہا ہے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس مرد درویش نے شریعت مصطفیٰ کی پاسبانی کا حق ادا کردیا۔ ۹۵؍ فیصد ٹیکم گڑھ کی عوام ایک طرف اور اپنے مرشد کامل کا پیکر کامل ایک طرف، بادمخالف کے جھونکے ان کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کرسکے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا، کہ شمس الدین قادری! ایک سچے ذمہ دار عالم کو ان دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں مصلحین کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنے آقا کی وفاداری میں حالات کے سامنے سینہ سپر ہوجانا چاہیے، پھر نتیجہ کچھ بھی ہو۔

حضرات مکرم! ان حالات میں اچھے اچھے پسینے میں شرابور ہوجاتے ہیں۔ قدم بہک جاتے ہیں، عوام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں، لیکن اللہ والے کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتے، ان کی زندگی کا ہر قدم دین کی صلاح وفلاح کے لیے ہی اٹھتا ہے، جیسا کہ دنیا جانتی ہے کہ مفتی نانپارہ کو شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف اجازت وخلافت حاصل تھا، آپ کے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، جو ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہے۔ حضور مفتی نانپارہ کے جتنے مریدوں سے میری ملاقات ہوئی ہے، دین وسنیت میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح عکاسی ان میں دیکھنے کو ملتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہر ہر مرید کو مسلک اعلی حضرت کا جام پلایا کرتے تھے، جام بھی ایسا جس کا خمار تادم مرگ باقی رہے، شہر ناسک میں بھی غلامان طوطی ہند کی جلوہ آرائیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جہاں پر ہر قدم پر ایسا لگتا ہے کہ عرس کے زمانے کا رضا نگر سوداگران شہر محبت بریلی شریف ہے۔ ہر زبان پر اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، بریلی شریف مسلک اعلیٰ حضرت کا نغمہ ہوتا ہے۔

انصاف کی نظروں سے دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ مفتی نانپارہ کی ذات گونا گوں خصوصیات کی حامل تھی، وہ میدان خطابت کے بھی شہسوار تھے اور میدان مناظرہ کے علم بردار بھی، ان کی نعتیہ شاعری کو فن شعر گوئی کا کمال حاصل تھا۔ درس وتدریس میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کے فتاوے بڑی اہمیتوں کے حامل ہیں، تصنیف وتالیف کا ذوق بھی رب کریم نے خوب عطا فرمایا تھا، قوم وملت کا درد، سنیت کی فکر، علم دین کے فروغ کی خواہش ان کی حیات مبارکہ کا اٹوٹ حصہ رہا ہے۔ تقوی وطہارت میں حضور مفتی اعظم ہند کے پرتو کامل تھے، طالبان علوم نبویہ کو بڑی قدر کی نظروں سے دیکھتے تھے، فرماتے تھے، یہ مہمانان رسول ہیں، ان کی خدمت سے رضائے مصطفیٰ حاصل ہوتی ہے، ایسا مرد مجاہد جو زندگی بھر شیر رضا بن کر باطل افکار ونظریات کے حاملین کو للکارتا رہا اور یہ فرماتا رہا۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آج وہ ہمارے بیچ اپنی یادوں کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ چھوڑ کر چلا گیا، بزم گلشن رضویت میں مہک مہک کر مشام جان وایمان کو معطر کرنے والا پھول ہمارے درمیان نہ رہا، وہ کیا گئے، ہماری انجمنیں سونی ہوگئیں، ان کی یادیں ہی ہم پس ماندگان کے لیے درد دل کا مداوا ہیں، یوں ہر ہر پیدا ہونے والا مرنے کے لیے پیدا ہوا ہے، مگر کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جن کی غیر موجودگی سوہان روح بن جاتی ہے۔ حضور مفتی رجب علی قبلہ علیہ الرحمہ انھیں لوگوں میں سے تھے۔ سچ کہا ہے، سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

مولائے کریم ہمیں ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کے فرزندار جمند کو مفتی نانپارہ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت علامہ محمود رضا صاحب قبلہ کی عمر میں بے پناہ برکتیں ہوں، تاکہ سنیت کی دنیا تادیر ان سے فیض اٹھاتی رہے۔ فقط

بلبل ہند : دنیاے اخلاق کی ایک آفاقی شخصیت

از : مولانا محمد صلاح الدین رضوی اٹھروی
استاذ دارالعلوم تیغیہ علائیہ ضیاء القرآن چکنا شریف مظفر پور

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی و الصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمدن المصطفی وعلی آلہ واصحابہ وشھداء محبتہ واولیاء امتہ المکرمین بالکرامۃ الخارقۃ للعادۃ من عند اللہ العزیز الحکیم.

امابعد! ؎

نہ پوچھ کیفیت کشتگان عشق نبی
بڑے سکون سے ہیں آج بھی مزاروں میں

اس عالم فانی میں بے شمار انسان وجود پذیر ہوتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتے ہیں، کتنی ہستیاں صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں اور پردۂ عدم میں روپوش ہوگئیں۔ الغرض! اس نیلگوں آسمان کے نیچے فرش گیتی پر قدرت کا کرشمہ روز وشب نمودار ہوتا ہے، آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ لیکن کتنے لوگوں کو دنیا نے یاد رکھا اور کتنے افراد کو تاریخ نے اپنے اندر جگہ دی، ایسے فضائل وکمالات کی جامع، پاکیزہ و برگزیدہ ہستیوں کی تعداد بہت ہی مختصر دکھائی دیتی ہے، جو وادی ضلالت میں بھٹکنے والے کو منزل مقصود کی رہنمائی کریں اور تاریک دلوں میں محبت رسول کا دیپ جلائیں، دشمنان اسلام کے ناپاک ارادوں کو روند کر ایوان باطل کو منہدم کر دیں۔

آج ہم ایک ایسی ہی شخصیت کا ذکر کرنے جا رہے ہیں، جو اپنے افعال واقوال، کردار واعمال، اذکار واشغال، ارشاد واحوال، الفت ومحبت، اخوت ومروت، شرافت وصداقت، شفقت ورحمت، خلوص وللّٰہیت، امانت ودیانت، عدل وانصاف، رحم وکرم، جود وسخا، لطف وکرم، صبر ورضا، ایثار وقربانی، جوش وجذبہ، رافت ونرمی، قناعت وسنجیدگی، عہد ووعدہ، عبادت وریاضت، طاعت وبندگی، تقوی وپرہیزگاری، طہارت وپاکیزگی، زہد وبزرگی، ہمسائیگی وبھائی چارگی وغیرہ اخلاقی وروحانی خوبیوں کی بنا پر ہمارے لیے باعث تقلید اور مشعل راہ ہدایت ہے۔ جس نے ساری زندگی سنیت کی حفاظت وپاسبانی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ انھوں نے اپنے زہد وتقوی، اخلاق کریمانہ، روحانی قوت کے سبب انسانی دلوں میں اپنی گہری محبت وعقیدت کے نقوش چھوڑے یہی وجہ ہے کہ آج

بھی ان کے آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ عزیزیہ رجبیہ پر حاجت مندوں اور پریشان حالوں کا ازدحام دکھائی دیتا ہے۔ یہ ان کی ظاہری زندگی میں بھی تھا اور ان کے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمانے کے بعد بھی ہے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ جن کا ہر فعل رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا تھا، جن کی ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق تھی، جن کی صحبت سرچشمہ ہدایت تھی، شہنشاہ انبیاومرسلین، دیوان حشر کے صدرنشیں، طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق آپ کی رگ جان میں سرایت کیے ہوئے تھا، آنکھیں دیارمحبوب کو دیکھنے کے لیے بار بار تڑپا کرتی تھیں، مدینہ منورہ اوراس کی گلیوں کا تذکرہ آتے ہی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امنڈ پڑتا تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

مدینہ کا وہ روح افروز منظر مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہا ہے
الٰہی ہو پھر ان کے در پہ مرا سر یہی دل میں ارمان اب آرہا ہے
وہ کعبہ کا کعبہ وہ جنت کی جنت وہ جالی سے چھن چھن کے انوار رحمت
مسلسل تصور میں اشک ندامت مرا دیدۂ شوق برسا رہا ہے

مختصر یہ کہ آپ کے افعال وکردار میں محبت رسول وخشیت الٰہی نمایاں طور پر جھلکتی تھی۔ اس عظیم شخصیت کو دنیا قدوۃ السالکین، فخر المحدثین، نجم الملۃ والدین، زبدۃ المحققین، عمدۃ الواصلین، سند المفسرین، عاشق مفتی اعظم ہند، ملقب بہ طوطی ہند وبلبل ہند حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ المفتی محمد رجب علی قادری رضوی عزیزی المعروف بہ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان خلیفہ مظہر غوث اعظم حضور مفتی اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم آل رحمٰن محی الدین ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان وبانی جامعہ عزیز العلوم نانپارہ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔

موصوف علیہ الرحمہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، برگزیدہ صاحب علم وکمال، درویش صفت، فرشتہ خصلت بزرگ، راسخ الاعتقاد مرد مومن، فرد کامل تھے۔ وہ گفتار وعادات واطوار واخلاق کے اعتبار سے آفاقی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ والرضوان کو مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، آپ بلند پایہ ولی اور راسخ العلم مدرس، نکتہ سنج خطیب، حقائق نگار وفکر انگیز مصنف اور اعلیٰ درجہ کے ادیب وشاعر بھی تھے۔ ان ساری خوبیوں کے علاوہ متواضع شریف النفس، سلیم الطبع اور بلند اخلاق تھے، آپ کے بے انتہا تلامذہ آپ کے علم وفضل، آپ کے دینی تصلب نیز آپ کی تقویٰ شعار زندگی کا آئینہ ہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

آپ علیہ الرحمۃ والرضوان والد بزرگوار کے نہایت ہی چہیتے فرزند تھے، آپ کی پوری عمر بزرگوں کے زیر سایہ گزری اور فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے رہے، عبادت وریاضت اور تقوی وطہارت میں آپ درجہ کمال پر تھے، آپ کی خدمت میں جو شخص آتا، اس کو ظاہر وباطن میں پورا پورا شریعت مطہرہ سے آراستہ ہونے کی وصیت فرماتے اور ناخواندہ مبتدی کو الف سے شروع کرا کر سبق باطنی کا ہمراہ بھی بنادیتے تھے اور لوگوں کے ضمیر پر روشنی ڈال کر انھیں منزل مقصود تک پہنچاتے تھے ۔

نیر رشد و ہدیٰ تھے حضرت مفتی رجب
صاحب جود و سخا تھے حضرت مفتی رجب
نام جیسا آپ کا تھا کام ویسا کرگئے
بالیقیں مرد خدا تھے حضرت مفتی رجب
خاکسار رضوؔی کہتا ہے سنو اہل سنن
قلب مجروح کی دوا تھے حضرت مفتی رجب

آپ علیہ الرحمۃ والرضوان کی پوری عمر پڑھتے پڑھاتے بیت گئی، نہ جانے کتنے شاگردوں کو سنوار کر استاذ بنادیا اور کتنے جاہلوں کو پڑھا کر امام بنادیا، زندگی جوانی کی سرحد سے گزر کر بڑھاپے کے حدود میں داخل ہوچکی تھی، لیکن چہرے پر تھکن کے آثار نظر نہیں آتے تھے، زبان عام فہم دوران گفتگو اپنی بات کم وبیش کرتے اور لوگوں کی باتوں کو زیادہ سنتے تھے۔ تقریر نتیجہ خیز فرماتے، جب محفل میلاد شریف میں نہایت ہی ادب واحترام وخوش الحانی کے ساتھ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا کلام عشق رسول میں ڈوب کر گنگنانے لگتے تو معلوم ہوتا تھا، کہ وقت کی نبض تھم گئی ہو، سمندر کی موجیں ان کی سریلی آواز کو سن کر اپنی اپنی روانی بھول گئی ہوں، ہوائیں اپنی لہریں روکنے پر مجبور ہوگئی ہوں، ان کی آواز اتنی پرکشش اور سحر طراز تھی کہ دل کھنچنے لگتے تھے اور سننے والے بے قابو ہوجاتے تھے۔

آپ علیہ الرحمہ خود بلند پایہ صاحب دیوان شاعر تھے، اس کا زندہ ثبوت آپ کا نعتیہ کلام ہے، جو ’’ریاض عقیدت‘‘ و’’رضوان قدیر‘‘ کے نام سے طبع ہوا ہے۔ اردو، فارسی، اردو کلاموں کا دیوان ’’دیوان رجب‘‘ کے نام سے عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

بلبل ہند : شیفتۂ نعت رسول ﷺ

از : حضرت مولانا شبیر مسعودی
جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

ہندوستان کے اتری علاقہ ہمالہ کی گود میں ملک نیپال کی سرحد کے قریب صوبہ اتر پردیش کا ایک چھوٹا سا شہر ضلع بہرائچ شریف ہے، جو رقبے میں تو کوئی بہت بڑا نہیں، مگر عظمت وشہرت کے اعتبار سے پوری دنیا میں نہ سہی، برصغیر میں ضرور مشہور ہے۔

مورخین کہتے ہیں، کہ عاشق رسول حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھانجے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلاے کلمۃ الحق کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقے سے ہوتے ہوئے بہرائچ تشریف لائے اور یہیں کفار ومشرکین سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

تقریباً ایک ہزار سال سے آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے اور لاکھوں کروڑوں حاجت مندوں کا بلا تفریق مذہب وملت مرکز عقیدت ہے۔

بے شمار فرزندان توحید نے اس سرزمین پر جنم لیا، جنھوں نے اسلام کی اشاعت وبقا کے لیے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ علم وادب کے زیور سے ہر خطہ ہر زمانے میں مزین رہا۔ ماضی قریب میں یہاں سے ۳۵ رکلومیٹر دور قصبہ نانپارہ میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو مرحوم نبی بخش کے آنگن میں بلبل ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم انجمن حنفیہ میں حاصل کرنے کے بعد مزید حصول علم دین کے لیے آپ نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کا سفر کیا۔ دار العلوم منظر اسلام سے مولوی، عالمیت، فضیلت کی سندوں کے ساتھ ساتھ تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت قطب الوقت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ عالیہ قادری برکاتیہ رضویہ کی خلافت واجازت سے بھی نوازا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت بلبل ہند کی ذات لاکھوں عاشقان اعلیٰ حضرت کے لیے مرکز عقیدت بن گئی۔

سرکار مفتی اعظم ہند نے ممبئی کے ایک دستر خوان پر فرمایا، کہ مولوی رجب علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا، حضور! وہ تو آپ کو پہنچا کر اپنی قیام گاہ واپس چلے گئے تھے۔ مفتی اعظم نے فرمایا، ٹھیک کیا انھوں نے، یہی خودداری وحکم شرع ہے۔ جس کی دعوت نہ ہوا سے کھانے میں شریک نہیں ہونا چاہیے، مگر بعد میں فرماتے ہیں، کہ جب تک مولوی رجب علی نہیں آئیں گے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اب صاحب خانہ بھاگتے ہوئے حضرت بلبل ہند کی قیام

گاہ پہنچے اور حال بیان کیا، حضرت بلبل ہند مفتی اعظم کی اس درجہ نوازش و محبت پر خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے صاحب خانہ کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ اللہ اکبر سرکار غازی نے نبی بخش کے بیٹے کو یہ مقام عطا فرمایا، کہ قطب الوقت ان کا کھانے پر انتظار کر رہا ہے ؎

مفتی اعظم کریں کھانے پہ تیرا انتظار
اللہ اللہ تیری عظمت حضرت مفتی رجب

حضرت بلبل ہند کے کئی واقعات فقیر کو یاد ہیں، ٹیکم گڑھ، مدھیہ پردیش کے ایک جلسے میں شہزادہ صدر الشریعہ حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شہزادہ بلبل ہند حضرت علامہ محمود رضا صاحب، خطیب اہل سنت حضرت علامہ محمد مصعب خاں صاحب کے علاوہ ملک وملت کے اکثر علماو مشائخ موجود تھے، حضرت بلبل ہند نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے اہل محفل سے کہا، میں کچھ ضرورت سے قیام گاہ جا رہا ہوں، اب شبیر مسعودی نعت پڑھیں گے، کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھے، نہ مجھ سے مصافحہ کرے، ورنہ جلسہ متاثر ہوگا۔ حضرت منبر سے اتر کر ابھی جلسہ گاہ کے گیٹ ہی تک پہنچے ہوں گے کہ میں نے درود شریف کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عشق و محبت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش سے مشہور زمانہ نعت جو بزبان فارسی ہے ؎

بکار خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

شروع کی تو حضرت واپس تشریف لے آئے اور منبر سے نیچے ہی کھڑے کھڑے جیب میں جتنا روپیہ تھا، سب دے دیا اور مریدوں سے از راہ محبت فرمایا، منہ کیا دیکھ رہے ہو، تمھاری تجوری کب کھلے گی، چلو روپیہ دو۔ یہ اعلیٰ حضرت کی نعت ہے، یہ اعلیٰ حضرت کی نعت ہے۔ یہ فرماتے جاتے اور روپیہ مریدوں سے لیتے جاتے، حضرت پر ایک وجد طاری تھا۔ پورا مجمع جھوم رہا تھا۔ اللہ اکبر اس درجہ کا سرکار مدینہ سے لگاؤ تھا ؎

مصطفیٰ کی نعت پر جو جیب میں تھا دے دیا
مظہر عشق رسالت حضرت مفتی رجب

یادیں، باتیں اور ملاقات ومشاہدات

کیسا دیکھا کیسا پایا

از : محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہا
حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب قبلہ
صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور

طوطیٔ ہند حضرت علامہ ومولانا ومفتی والحاج شاہ رجب علی صاحب قبلہ قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں احقر نے تقریبا تین سال تک تعلیم حاصل کی، اس دوران آپ کی شخصیت کے سلسلے میں جو تاثر مجھے حاصل ہوا وہ یہ ہے:

(۱) آپ شریعت اسلامیہ کے بہت پابند تھے، ہر وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑوس کی مسجد میں باجماعت ادا فرماتے، خلق خدا کی ایذا رسانی سے گریز فرماتے، اگر آپ کو یہ احساس ہو جاتا، کہ میرے کسی قول، فعل سے کسی بندۂ مسلم کو ایذا پہنچی ہے، تو بلا تاخیر فوراً مجمع عام میں بھی معافی مانگ لیتے۔

(۲) آپ کے والد ماجد تو پہلے ہی مرحوم ہو چکے تھے، ماں کے ساتھ حسن سلوک کا آپ ایک مثالی پیکر تھے، ہر دم ان کی رضا جوئی، دلدہی میں لگے رہتے، میں سمجھتا ہوں، کہ شاید ہی ان کی والدہ ماجدہ کبھی ان پر ناراض ہوئی ہوں، آپ صحیح معنوں میں بارا بو الدتہ کے مظہر تھے۔

(۳) سادات کا بڑا احترام فرماتے، بزرگان دین کی محبت تو ان کے دل میں جیسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو، حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس کے روز بڑے اہتمام کے ساتھ مجلس فاتحہ منعقد کرتے، شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ اور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اعراس میں پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے، آپ مسلک اہل سنت کے سچے نقیب وخطیب تھے، سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بڑے شیدائی تھے، سرکار کا بڑا اکرام فرماتے اور حضرت علیہ الرحمہ بھی آپ کا بڑا خیال فرماتے۔

غالباً ۱۹۷۵ء میں آپ کی دعوت پر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نانپارہ تشریف لائے، تو اسی موقع پر یہ بندۂ عاصی داخل سلسلہ رضویہ ہوا، حضرت طوطیٔ ہند کی سفارش پر حضرت پیر ومرشد علیہ الرحمہ نے مجھے ایک تعویذ شفایابی کے لیے عطا فرمایا، میں اس وقت ایک بڑے مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا تھا، تعویذ پہننے کے ایک دو گھنٹے بعد میں تقریباً شفایاب ہو گیا، علاج کا خیال بھی چند دنوں کے بعد ذہن سے نکل گیا، لیکن شاید مرضیٔ مولیٰ میرے لیے ابتلا کی تھی،

وہ تعویذ نہ جانے کہاں کھو گیا، اور پھر وہ بیماری عود کر آئی اور آج تک وہ حق رفاقت ادا کر رہی ہے، وفادار ہو تو ایسا، میں دوبارہ حضور والا جاہ کی بارگاہ میں درخواست پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

(۴) مہمان نوازی تو جیسے آپ کی فطرت ثانیہ تھی، اس کا اعتراف ہر اس شخص کو ہوگا، جو زندگی میں کبھی ان کا مہمان بنا ہو۔

(۵) طلبہ پر آپ بڑے مہربان تھے، یعنی ان طلبہ پر جو ذہین، محنتی، پابند شرع ہوں، ورنہ شریروں، بالخصوص تعلیم سے جی چرانے والوں کے لیے وہ مخصوص وضع کا کوڑا رکھے ہوئے تھے، جسے کبھی کبھی استعمال کرتے، بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

تاہم ان کی تادیب ''جور استاذ بہ از لطف پدر'' کا نمونہ تھی۔

میرا اتمام اساتذہ کرام بالخصوص حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ بڑا خیال فرماتے، میں نے درج بالا سطور میں جس ''رفیق جانی'' یعنی علالت کا تذکرہ کیا ہے، ایک دفعہ اسی کے علاج کے لیے آپ اپنے ہمراہ مجھے لکھنؤ لے گئے، لکھنؤ کے مشہور سنی شاعر قیصر وارثی صاحب کے گھر پر قیام ہوا، جھوائی ٹولہ کے حکیم عبدالجلیل عرف منّو صاحب کو مجھے دکھایا۔ حکیم مَنّو صاحب لکھنوی مزاج، ناز و نعمت کے پلے انھیں کیا پتہ کہ مدارس کا مطبخ کیا ہوتا ہے، پرہیز میں انھوں نے ایسی غذا کا انتخاب فرمایا، کہ کم از کم مطبخ سے اس کی فراہمی محال عادی تھی، لیکن اس محال کو ممکن بلکہ واقع حضرت مفتی صاحب نے بنا دیا، آپ کے گھر سے صبح و شام دوران علاج ۱۸؍روز تک وہی شاندار غذا آتی رہی، میں طالب علم سوچوں کہ حکیم صاحب مَنّو ہیں یا مَنّ واحسان اچھا نسخہ تجویز کیا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا یہ احسان یاد رہے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں دارین میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

(۶) علم فقہ، حدیث، تصوف پر اچھی نظر تھی، عربی زبان میں بے تکلف کلام فرماتے، جامعہ اشرفیہ کے زمانہ تدریس میں ایک دو بار حضرت کی دعوت پر نانپارہ گیا تو کچھ علمی مسائل پر تبادلۂ خیال بھی فرمایا، آپ کی بحث فکر انگریز تھی، افسوس کہ وہ باتیں آج ذہن میں محفوظ نہ رہیں۔

آپ نے اخیر دور عمر میں دو بار احقر کو دعوت دی، مگر میں کچھ پریشانیوں اور مصروفیات کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، ورنہ میں کچھ قیمتی مواد پیش کر سکتا۔

(۷) آواز آپ کی بڑی پیاری و دلکش تھی، ایک دفعہ کچھوچھہ شریف کے ایک بزرگ عزیز العلوم تشریف

لائے، تو ان کی فرمائش پر آپ نے دو نعتیں پڑھیں، پورا مجمع جھوم اٹھا، ان نعتوں کے چند مصرعے یاد آ رہے ہیں، وہ یہ ہیں۔

آرزو ہے مدینے کے گلزار کا
اپنی آنکھوں سے ہردم نظارہ کروں
ہو کے جاروب کش ان کے کوچے کا میں
اپنی پلکوں سے ہردم بہارا کروں

باغ وحدت میں ایک پھول وحدت نما
یارسول خدا آپ کی ذات ہے
....
فہم سے ماورا آپ کی ذات ہے

(۸) ایک بار کا واقعہ ہے کہ بعد نماز فجر مدرسہ میں تشریف لائے، پیشانی سے کچھ بے قراری کے آثار نمایاں تھے اور علمائے کرام سے فرمانے لگے کہ آپ لوگ دعا فرمائیں کہ خیریت رہے، خیریت کی اطلاع ملے تو آپ لوگوں کو مٹھائی کھلاؤں گا۔

دوپہر کو خبر ملی، کہ حضرت سید العلما مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

فوراً قرآن خوانی کرائی پھر ایصال ثواب فرمایا، مٹھائی کا وعدہ ایک بزرگ کے فاتحہ کے تبرک کے طور پر پورا فرمایا۔

(۹) آپ عاشق رسول تھے، نجدیوں سے جلتے تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شیدائی تھے، آپ نے اپنے سفر حج کے موقع پر ایک نعت کہی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

مدینے کے راہی مدینے پہنچ کر مدینے سے آنے کی کوشش نہ کرنا
وہ جنت کا پر کیف گلزار پا کر کہیں اور جانے کی کوشش نہ کرنا
محبت کے گرداب میں جب تو آئے سفینے کو اپنے نہ ہرگز بڑھائے
بہ توفیق خالی وہیں ڈوب جائے تو کشتی ترانے کی کوشش نہ کرنا
بفضل الٰہی غلام رضا ہے رجب بندہ باب غوث الوریٰ ہے

اسے نجدیو! تم کبھی راہ حق سے ذرا بھی ہٹانے کی کوشش نہ کرنا

اردو، عربی، انگریزی رسم الخط بہت عمدہ تھا، کارڈ اور انتر دیسی پر اسم جلالت اور اسم رسالت لکھنے سے احتیاط فرماتے، طبیعت میں مزاح بھی تھا، کبھی کبھی مزاحیہ جملے بھی بول دیتے، دو بار سنا کہ شارح بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دام ظلہ العالی نائب مفتی اعظم ہند اور بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے بارے میں فرمایا، کہ یہ حضرات متبحر عالم دین ہیں۔ سال میں ایک دو دفعہ حضور غوث پاک علیہ الرحمہ کے توشہ شریف کی فاتحہ کرتے، اخلاق بلند تھا، ناسک میں آپ کے مریدین کی خاصی تعداد ہے۔

ناسک کے خطیب شہر حضرت حافظ منیر الدین صاحب دام لطفہ کے یہاں میں مہمان تھا، تو وہ بتانے لگے کہ یہاں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بارہا تشریف لا چکے ہیں اور آپ کی خدمت کا شرف ہم لوگوں کو خوب خوب ملا ہے، بعد میں حضرت نے یہ شہر حضرت مفتی شاہ رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے حوالے کر دیا، تب سے وہی یہاں تشریف لاتے اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کا کام انجام دیتے۔

محبی جناب مولانا محمود رضا صاحب زید مجدہ آپ کا مکتوب ملا، بلا تاخیر تعمیل حکم کر دیا ہے، فوری طور پر جو کچھ حضرت کے بارے میں ذہن میں آیا قلم برداشتہ نوٹ کر دیا ہے، رابطہ قائم رکھیں اور کچھ یاد آیا تو اس سے بھی آگاہ کر دوں گا۔

حضرت علیہ الرحمہ نیک دل، پاک باز، پابند شرع، مخلص، بے نفس، باصلاحیت عالم دین تھے، مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ان کی اہم یادگار رہے، خدائے پاک حضرت علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

یادیں ان کی باتیں ان کی

از : حضرت مولانا صوفی شاہ محمد نظام الدین رضوی
متولی درگاہ حضرت بابا منڈا شاہ
شہ مسا شریف ضلع بہرائچ شریف

لک الحمد یا اللہ والصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ الکرام واصحابہ العظام دائما ابدا.

نگاہیں کاملوں پر پڑتی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر

بقیۃ السلف ، حجۃ الخلف ، حامی سنت ، ماحی بدعت ، آبروئے اہل سنت ، شیر رضویت ، فخر الاماثل ، بدرالافاضل ، نجم الشریعۃ ، بدرالطریقۃ ، امام الواعظین ، ناصر الملۃ والدین بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات اور ساتھ ہی ساتھ آپ کی عظیم الشان خدمات محتاج تعارف وبیان نہیں۔ ان کے تعلق سے کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم بے بضاعت کا کام نہیں، بلکہ مہر درخشاں، نیر تاباں کو چراغ دکھانا ہے، میں کیا میری تحریر کیا، چھوٹا منہ بڑی بات ہے، مگر جانشین مفتی اعظم نانپارہ برادر عزیز محمود ملت علامہ مولانا محمود رضا صاحب قادری مدظلہ العالی جانشین حضور بلبل ہند کا حکم نامہ تشریف لایا، کہ تمھیں بھی کچھ لکھنا ہے، لہذا اپنی بے مایگی وکم علمی کے باوجود تعمیل حکم شہزادہ والا تبار ضروری سمجھتا ہوں اور اپنے محسن قدیم شہنشاہ علم وفن کے حضور بطور نذرانہ عقیدت یہ حقیر تحریر پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔

درحقیقت میں ان کا قدیم نمک خوار اور انھیں کے خرمن علوم وفنون کا خوشہ چیں از فارسی اول تا درجہ اوسطہ رہ چکا ہوں، جو کچھ پاس ہے، جامعہ عزیز العلوم ہی کا مرہون منت، اسی کی دین ہے، وہ دور جامعہ عزیز العلوم کا دور اولیں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، جب میرے جدامجد سراج السالکین محبوب المشائخ الحاج صوفی شاہ سید محمد ارشاد علی صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ سابق سجادہ نشیں مخدوم الملت حضرت بابا مُنڈا شاہ ولی علیہ الرحمہ شہ مسا شریف کی نظر انتخاب نے میرے لیے جامعہ عزیز العلوم جیسی درسگاہ علم وادب تجویز فرمائی اور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد فرما دیا۔ رحم وکرم کے بادل جھوم جھوم کر برسیں اس عاشق رسول کے نورانی گنبد پر، مجھے بڑی شفقت سے لیا اور در دولت سے چل کر قدرے تعارف کے ساتھ جامع منقول ومعقول حاوی فروع واصول رہبر

شریعت وطریقت زاہد شب زندہ دار صوفی باصفا زینت درس وافتا حضرت علامہ مولانا مفتی زین الدین صاحب قبلہ نعیمی بہاری دامت برکاتہم القدسیہ کے حوالہ فرمادیا۔ اس وقت جامعہ عزیز العلوم کی تعلیمی وتربیتی باگ ڈور حضرت اقدس ہی کے ہاتھ میں تھی اور جامعہ کا قیام (کاشانہ رضا یعنی) دولت خانہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ سے کچھ فاصلے پر محلّہ باڑے میں حضرت سید جمال اللہ شاہ صاحب چشتی علیہ الرحمہ کے مزار مقدس کے قریب ایک طویل وعریض کھپریل کے مکان میں تھا۔ میرے دور طالب علمی میں حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا مکان (کاشانہ رضا یا رضا منزل) ہی سے منسوب تھا، میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ بیٹھک میں فارسی کا یہ شعر ایک طغری میں آویزاں تھا ؎

کاشانۂ رضا است ہمیں خسکدہ رجب

واللہ اندریں ست مُرا فرح و صد طرب

اور باہر مکان کی دیوار پر (رضوی منزل) تحریر تھا اور آج بھی ہے۔

میں حضرت علیہ الرحمہ کی شفقتوں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا کہ بجائے مدرسہ مجھے کاشانۂ رضا ہی میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی اور خورد ونوش کا بھی انتظام اندرون خانہ ہی ایک مدت تک رکھا۔ میں نے دور طالب علمی کا نصف حصہ جامعہ عزیز العلوم کی روح پرور فضا میں گزارا ہے، جس کے اثرات دل ودماغ میں اب تک محسوس ہو رہے ہیں۔

فی الواقع جامعہ کو مفتی نانپارہ سے اور مفتی اعظم نانپارہ کو جامعہ سے کبھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔ جامعہ اور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا آپسی تعلق جزء الذی لایتجزی کی حیثیت رکھتا ہے اور کیوں نہ ہو جامعہ عزیز العلوم تو حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی اس دعائے مستجاب کا نام ہے، جو دوران علالت آپ نے سرزمین کانپور میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے حضور مانگی تھی کہ یا اللہ رب العزت! مجھے صحت وعافیت عطا فرمادے، میں تیری رضا کے حصول کے لیے ایک مدرسہ قائم کروں گا، جس سے تعلیم دین متین کا نشر اور مسلک اہل سنت وجماعت کی اشاعت ہو۔ ع بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ تیر دعا نشانۂ اجابت پر لگا، حضرت علیہ الرحمہ بفضلہٖ شفایاب ہوگئے اور جامعہ عزیز العلوم کا قیام عمل میں آگیا۔ سبحان اللہ مقبولان بارگاہ کی دعائیں بھی خلف کے لیے مشعل راہ ونمونہ عمل ہوتی ہیں۔ درحقیقت مفتی اعظم نانپارہ کی یہ دعا صرف اپنے ہی لیے نہیں، بلکہ تمام فرزندان اسلام کے لیے ہے، جس کا آج پوری قوم مشاہدہ کررہی ہے۔

دعائیں جہاں ایمان وعقائد کا آئینہ ہیں، وہیں خیالات وجذبات کی ترجمان بھی ہیں۔ یہ دعا حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کے اندرونی جذبات خلوص وللّٰہیت کا بین ثبوت ہے۔ اگر آپ کسی شخص کے قلبی تاثرات، خیالات، عقائد نیز اس کے پورے کردار وعمل کا صحیح اندازہ لگانا چاہیں، تو آپ پہلے یہ دیکھیں کہ وہ کیا دعا مانگتا ہے۔ ایک شخص کے اندر جو انسانیت موجود ہے، اس کی پوری تصویر یہی دعائیں ہیں، دعاؤں سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اس شخص کا تصور کائنات کے بارے میں کیا ہے اور وہ اپنی کیا حیثیت سمجھتا ہے، خداوند قدوس کے ساتھ بندے کے

تعلق کی نوعیت اس کی نظر میں کیا ہے، یہ بات پوری طرح تو ہمیں سرور کائنات فخر موجودات تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی دعاؤں میں نظر آتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت طیبہ مبارکہ کی اور کوئی تفصیل خدانخواستہ ہم تک نہ پہنچی ہوتی اور ہمیں صرف یہ معلوم ہو پاتا کہ پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کیا دعائیں فرماتے تھے، تو ان دعاؤں سے ہی آقا مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ، آپ کے بلند کردار، آپ کے مزاج مقدس، آپ کے مبارک خیالات، آپ کے پاکیزہ جذبات ، اللہ کے ساتھ خصوصی تعلق اور بندگی کے احساس وغیرہ کی پوری تصویر ہمارے سامنے ہوتی۔ جو دعائیں محبوب خدا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے حضور میں کی ہیں، اگر کوئی شخص ان دعاؤں پر ذرا غور کرے تو اس کا دل خود بخود گواہی دے گا کہ ان دعاؤں کے پیچھے جو کردار جھلک رہا ہے، وہ عام انسانوں سے کس درجہ مختلف اور کتنا بلند ہے، بلکہ یہی دعائیں اس کے اندر اس یقین کو پختہ کرنے کے لیے کافی ہیں کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ورسول ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر واضح ہو جاتا ہے کہ مقام دعا کس قدر بلند وعظیم ہے۔ **الدعاء مخ العبادۃ. الدعاء سلاح المومن** (حدیث پاک) میں اس کا بین ثبوت موجود ہے۔

میں نے حضرت مفتی اعظم ناںپارہ کے الفاظ دعا وانداز دعا کو بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے، جس سے حضرت کے اندرونی جذبات وکیفیات، خلوص وللّٰہیت کا پتہ چلتا ہے، بعد نماز عشا جامعہ عزیز العلوم کے ایک گوشہ میں کافی دیر تک دونوں ہاتھ کشادہ کر کے کاندھوں تک اٹھا کر سراپا عجز وانکسار کا پیکر بن کر بڑی الحاح وزاری سے دعا فرماتے۔ اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ایک اسم اعظم کو مکرر دہراتے ہی رہتے، کبھی اردو کبھی عربی الفاظ میں۔ غرضیکہ یہ انداز دعا دیکھنے اور سننے والے کے لیے قابل دید ولائق سماع ہوتا اور متاثر کیے بغیر نہ رہتا۔

در عباداللہ بودہ عبد خاص
نیک و صالح مرد کن اورا قیاس

حضرت کے قلب وجگر میں جذب حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس قدر عظیم الشان پیمانہ پر موجود تھا، اس کا اندازہ ان کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں سے کیا جا سکتا ہے، میں تو صرف دور طالب علمی میں اپنی اور اپنے ہم عصر رفقا کی وہ آپ بیتی بیان کر رہا ہوں، جس کا میں عینی شاہد ہوں اور میرے رفقا بھی۔ چوں کہ مزاج مبارک قدرے جلال آمیز واقع ہوا تھا، بایں معنی جب کبھی اس کا ظہور ہوتا اور طلبہ کی تربیت واصلاح کی خاطر برہمی کا اظہار فرماتے اور نوبت زدوکوب تک پہنچ جاتی، ایک دو اصلاحی ہاتھ استعمال ہو جاتے۔ ہم لوگ چوں کہ مزاج شناس تھے، لہذا بچت کے لیے وہ ہتھیار چلاتے، جس کا وار کبھی خالی نہ جاتا، وہ ہتھیار صدقہ رسول، وسیلہ رسول ہے۔ جہاں ہماری زبان سے نکلا، کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے صدقے میں وسیلے میں معاف فرما دیجیے، بس اتنا سننا ہوا کہ رخ برق بار رحم

وکرم، عفوودرگزر کا کھلتا ہوا گلاب ہوجاتا۔ چھڑی دور پھینک دیتے، زبان پر یہ الفاظ ہوتے ''اس ذات پاک پر تو میرا دل وجان قربان ہے، اس ذات پاک پر تو میرا دل وجان قربان ہے'' اور یہی دہراتے ہوئے اندر چلے جاتے۔

سبحان اللہ! رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ووسیلہ بھی کیا لاجواب شے وانمول چیز ہے، جس کی بہار خدائے پاک کی ساری خدائی میں ہے، جس کی دھوم عرش وفرش، آسمان وزمین ہر سمت مچی ہوئی ہے۔ درحقیقت حضرت مفتی اعظم نانپارہ وہ عاشق رسول ومحبّ صادق تھے، کہ جن کا سراپا احترام نبوت ورسالت میں ڈوب چکا تھا، جن کی نس نس نبی نبی بولتی تھی اور آخر عمر میں یہ چیز کمال عروج کو پہنچ گئی تھی ؎

تو چہ دانی وصف آں عالی وقار
عاشق صادق حبیب کردگار

آج پوری دنیائے سنیت میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں امام الفقہا، غوث الانام، قطب العالم، حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیدائی وفدائی، عاشق جاں نثار الحمدللہ موجود ہیں، مگر ان عشاق کی بھیڑ بھاڑ میں بھی مفتی اعظم نانپارہ کا اپنا الگ ایک مقام ہے، وہ دنیائے عشق ومحبتِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان میں مظہر مفتی اعظم ہند، تصور کیے گئے اور فنائیت میں فنا فی الشیخ کے درجہ میں گنے گئے ؎

لاجرم بودہ فنا فی الشیخ او
مظہر مفتی اعظم ہو بہو
او فنا فی الشیخ بودہ لا جرم
مظہر مفتی اعظم دم بدم

مفتی اعظم نانپارہ کا علمی وقار بھی تمام اہل علم، ارباب فکر ونظر کو مسلم ہے۔ وہ بیک وقت مفسر، محدث، مفتی، فقیہ، مصنف، مدرس، مقرر، شاعر، صاحب قلم سبھی کچھ تھے۔ حدیث دانی، تفسیر بیانی، فتوی نویسی ہر میدان کے شہسوار نظر آتے ہیں۔ درس وتدریس اگرچہ مشغلہ نہ تھا، پھر بھی کہنہ مشق مدرسین ان کی قوت حافظہ اور جلالت علمی کے سامنے لرزہ براندام ہوجاتے، لب کشائی کی جرأت وہمت نہ ہوتی۔

تقریری میدان میں تو اپنے وقت کے شہنشاہ خطابت بلبل ہندوستان بن کر پورے ملک کے طول وعرض میں چہکتے رہے، جہاں پہنچے، جس اسٹیج کو زینت بخشی، گویا اس کی کامیابی کی ضمانت بن گئے، مائک سامنے آیا، کہ بس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ خطبہ شروع۔ بغیر بسم اللہ زور سے پڑھے ہوئے میں نے خطبہ تقریر نہ سنا۔ پھر انداز بیان ماشاءاللہ اس کا جواب ہی نہ تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دریا اپنے پورے شباب پر بہہ رہا ہے، آمد کے سوا آورد کا شائبہ بھی نہ ہوتا، پوری فضا، سارا ماحول، عشق رسول میں ڈوب جاتا، مجمع میں جان پیدا ہوجاتی، غرضیکہ ہر چہار

جانب یہی عالم ہوتا تھا کہ ؎

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنادیا

میں نے سحبان الہند علامہ فصیحی غازی پوری، خطیب مشرق علامہ نظامی الہ آبادی علیہما الرحمہ کو جامعہ عزیز العلوم کے سالانہ اجلاس میں دیکھا، کہ یہ شہرہ آفاق خطبا رونق اسٹیج ہوجاتے اور بلبل ہندوستان اپنا وعظ شروع فرمادیتے تو یہ کاملین فن تقریر انھیں دیکھتے جاتے اور مرحبا صد مرحبا کی صدائیں بلند فرماتے ،قدرت کی فیاضی نے حضرت کو سب سے الگ انوکھا، نرالا، ایسا موثر انداز بیان عطا فرمایا تھا، جو تقریری دنیا میں بے مثال لاجواب ہے ؎

بلبل ہندوستان گویند اورا
نیست شک وشبہ غیر وخویش را
در حقیقت بود امام الواعظیں
ناصر سنت و ملت بالیقیں

اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ لوگ خاندانی شرافت وبزرگی، علمی وجاہت ووقار کی بنیاد پر جانے پہچانے جاتے ہیں، سماج وقوم میں عزت پاتے ہیں، قطع نظر اس سے ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا، مگر مفتی اعظم نانپارہ کے یہاں ایسا کچھ نہیں، آپ کی پشت پناہی شہرت وعزت ترقی مدارج ودرجات میں خاندانی معاملات کو کوئی دخل نہیں یہاں جو کچھ نظر آتا ہے، وہ صرف قدرت خداوندی کی جلوہ سامانیاں، فیضان رسالت پناہی کی کرم نوازیاں ہی ہیں، جنھوں نے مفتی اعظم نانپارہ کو اتنا بلند کردیا، کہ وہ اکیلے ہوکر دیکھتے ہی دیکھتے پورا سماج وخاندان، لہلہاتا ہوا گلستان، مہکتا ہوا بوستان، ابھرتا ہوا آفتاب، چمکتا ہوا ماہتاب، مسکراتا ہوا گلاب، دمکتا ہوا درنایاب بن گئے اور وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جنھیں پورا سماج وخاندان بھی مل کر نہیں کرسکتا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ آج ہمارا ضلع بہرائچ شریف صاحبان علم وفضل سے بھرا ہوا ہے، سیکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام ذوی الاحترام ہیں، جن میں مقررین، واعظین، مصنفین، مصلحین، مدرسین، ارباب فکرونظر، قائدین، شعرا، ادبا، زینت مسند افتا مفتیان عظام، سبھی لوگ موجود ہیں، مگر جواب مفتی اعظم نانپارہ نظر نمی آید۔ سچ تو یہ ہے کہ ضلع بہرائچ شریف ہی کیا پورے ملک میں ان کا جواب ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ درحقیقت وہ ایسا مینارہ نور تھے، جس نے پوری دنیائے علم وادب کو روشن ومنور کردیا۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم**

من چہ گویم وصف آں عالی جناب　　در ہمہ اوصاف بودہ لاجواب
در بہشت وخلد او باشد مدام　　یا رحیمُ یا کریمُ یا سلام

کچھ باتیں، چند ملاقاتیں

از : حضرت علامہ محمد قمر الحسن قمر بستوی صاحب
ہوسٹن، امریکہ

زمرۂ علما کے شہباز، عارف کامل، عاشق رسول، محبّ اولیا حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی علیہ الرحمہ بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ سے میں اس وقت متعارف ہوا، جب مجھے اپنے مخدوم مکرم حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب مدظلہ العالی مفتی وشیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور عہد طالب علمی میں مخدوم گرامی اپنے ہم رکاب نانپارہ ایک جلسے میں لے گئے۔ یہ پہلی ملاقات تھی، دار العلوم نانپارہ مہمان وعلما سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور ایک نحیف ونزاد شخصیت لمبا کرتا اور پاجامے کے پائنچوں کو پنڈلیوں تک سمیٹے کبھی یہاں اور کبھی وہاں حد درجہ مصروف تھی۔ مہمانوں کی تواضع، علما کے ساتھ محبت، طلبہ کے ساتھ شفقت اور پھر تھوڑی دیر بعد جلسہ گاہ میں۔ خدا جانے کہ کبرسنی میں اس قدر چاق وچوبند اور سرعت وتیزی کا یہ جوہر کیسے ان کے اندر موجود تھا؟ حالاں کہ اب عمر کا وہ حصہ تھا، کہ ایک جگہ استراحت فرماتے اور لوگ فیضان لینے بارگاہ تک آتے، مگر نہیں۔ یہ ابر سخا تھا، جو ہر کوہ ودامن پر برستا رہا اور ہر پیاسی زمین کے سینے کو سیراب کرتا رہا۔ مہمان علما کو کھانا کھلانے کے بعد حضرت موصوف نے فرمایا، کہ اب علما جلسہ گاہ تشریف لے چلیں۔ ادھر جلسہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ مہمان علما کو جلسہ گاہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی، تو حضرت موصوف علیہ الرحمہ خود تشریف لے گئے اور پہنچ کر تقریر شروع فرمائی۔ خطاب کیا تھا، کہ علم کا موجیں مارتا ہوا کوئی سمندر۔ معراج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خطاب تھا، اسٹیج پر موجود علما انگشت بدنداں، سب ورطۂ حیرت میں غرق، میرا حال یہ تھا، کہ سماعت میں ایسا مستغرق تھا، کہ خود سے بے خبر ایسا محسوس ہو رہا تھا، کہ جیسے کوئی عظیم محدث فن حدیث کی جولانیت دکھا رہا ہو اور کمال تو یہ تھا کہ صرف اردو میں مفہوم کی ترجمانی نہیں بلکہ سلسلۂ رواۃ کے ساتھ ساتھ متن حدیث اتنی روانی سے زبان پر مچل رہے تھے، کہ محسوس ہو رہا تھا، پھول جھڑ رہے ہیں، میں نے ایسی جامع بصیرت افروز اور معلوماتی تقریر معراج کے عنوان سے اب تک نہ سنی، شفا شریف، الخصائص الکبریٰ، دار قطنی، المواہب اللدنیہ، الوفا وغیرہ کی روایتیں اس قدر ازبر تھیں، کہ ہر شخص عش عش کر اٹھا۔

پھر ایک بار ۱۹۸۳ء میں حضرت موصوف نے ایک نعتیہ مشاعرہ کرایا، مخدوم مکرم حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ کے ہمراہ دوبارہ شرکت کا موقع ملا، مشاعرہ بہت کامیاب رہا۔ دوسرے دن حضرت موصوف نے اپنا نعتیہ دیوان دکھایا، اثنائے کلام میں حضرت نے فرمایا، کہ میرے اس دیوان کو حضور محدث اعظم ہند نے بھی دیکھا

ہے، کہیں کہیں کچھ رد و بدل بھی کیا ہے اور بعض امور پر حضور محدث اعظم ہند اور مفتی صاحب علیہما الرحمہ کے درمیان علمی بحثیں بھی ہوئیں۔ اس وقت کلام کی برجستگی اور مذاق ادب دیکھ کر طبیعت مچل رہی تھی۔

خدا جانے فتاوی کی کتنی جلدیں ہیں، کاش کوئی اکاڈمیکل ادارہ ان کی ان تمام خدمات جلیلہ کو قلمی رنگ دیتا اور ان کے چھوڑے ہوئے مہکتے ہوئے نقوش جادہ و منزل کے متلاشیوں کے لیے نشان راہ ثابت ہوتے۔

شریعت مطہرہ پر اتنی شدت سے عمل تھا، کہ فرائض و وجوب موکدات تو اپنی جگہ مستحب و مندوبات پر بھی ترک نہ تھا۔ ایک ثقہ راوی کے ذریعہ کسی امر پر قسم کھالی اور حنث سے بچنے کے لیے اس کو ایسا شرعی جامہ پہنایا کہ دار العلوم کے اساتذہ دنگ رہ گئے۔

اور یہ بات تو اظہر من الشّمس ہے کہ دار العلوم عزیز العلوم کے آپ روح رواں تھے، مگر اتنا بڑا مدرسہ اور لاکھوں کے اخراجات کے باوجود نہ تو ادارے کا کوئی سفیر تھا اور نہ ہی کوئی محصل، تاہم ادارہ مکمل ایک جامع دار العلوم کی شکل میں کام کرتا رہا، جب کہ از ابتدا تا دورۂ حدیث وہاں مکمل تعلیم ہوتی رہی اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، مجھے کچھ ارباب عقیدت نے بتایا تھا، کہ ایسے مواقع متعدد بار آئے، کہ ادارہ کے اخراجات اور مدرسین کے مشاہروں کے لیے پیسے نہیں ہوتے، تو حضرت علیہ الرحمہ گھر کے زیورات اور قیمتی اشیا کو فروخت کر کے مدرسین کی تنخواہیں دیتے اور مدرسہ کا خرچ چلاتے۔

جن دنوں میں نیپال گنج میں تھا، اکثر عزیز العلوم جانے کا اتفاق ہوتا اور حضرت علیہ الرحمہ کی نوازشات سے متمتع ہوتا، شفقت و خورد نوازی، علما کے ساتھ محبت اور دین کے دردمندوں کے ساتھ ان کی دردمندی کا حال بڑا جاذب و دل کش ہوتا، دولت کدہ پر علما کے لیے دسترخوان سجا ملتا اور ہر مہمان کی خاطر مدارات اس اپنائیت سے کرتے کہ دل مچل مچل جاتا۔

خاندان رضویہ سے والہانہ شیفتگی و عقیدت کا حال یہ تھا، کہ بچے بچے کا احترام اپنے اوپر لازم جانتے تھے اور اس عقیدت و احترام سے پیش آتے، کہ دیکھنے والے محو حیرت ہو جاتے۔ صلح کلیت سے شدید بیزار تھے۔ علماے اہل سنت کے باہمی مناقشات سے شدید نالاں تھے، ایک مرتبہ ایک نشست میں فرمانے لگے:

''ایسا وقت آیا ہے کہ پہلے غیروں سے جنگ لڑی جا رہی تھی اور اب اپنوں سے جنگیں ہو رہی ہیں، اب دل یہ چاہتا ہے کہ آبادی چھوڑ کر کسی جنگل میں چلا جاؤں کہ ایسی باتیں گوش گزار نہ ہوں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سنی آپس میں لڑ رہے ہیں۔''

خاندان رضویہ سے والہانہ عقیدت کا یہی اثر تھا کہ عرس رضوی کے موقع پر جب کہ بریلی شریف ہند و بیرون ہند کے ہزاروں علما ہوتے اور لاکھوں کا مجمع ہوتا، مگر شجرہ خوانی اور قل شریف کے اعزاز آپ کا حصہ ہو کر رہ گیا تھا، شجرہ

عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی تلاوت اس والہانہ پن سے کرتے، کہ عشق میں ڈوب جاتے اور ایسی رقت وکیفیت طاری ہوجاتی، کہ سننے والے وجد میں آجاتے، ان کی کس کس ادا کا ذکر کیا جائے، ہر ادا اس بات کا نظارہ پیش کر رہی ہے کہ ؎

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

جب سیدی حضور غازی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانۂ کرم پر حاضری دیتے، اس وقت استغفراق کی کیفیت دیدنی ہوتی، نیازمندی، احترام وعقیدت وادب صاحب مزار کی ایک مثال تصویر بن جاتے اور جذب کی کیفیت کا حال یہ ہوتا، کہ دیر تک استغاثہ میں غرق رہتے، پھر فاتحہ خوانی سے فارغ ہوتے، اس وقت چہرے پر جو تابش نورانی چمکتی، وہ بارگاہ میں قبولیت کی سند رکھتی۔ وہ ایک عارف کامل، درلیش حق گو، بے باک، جری اور دشمن دین سے حد درجہ نفرت کرنے والے تھے۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

از : حضرت مولانا عبدالجبار منظری برکاتی صاحب
بانی دارالعلوم برکاتیہ نیپال گنج ضلع بانکے نیپال

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ سے میری پہلی ملاقات شہر نیپال گنج نیپال میں جناب فریدالدین مستری صاحب مرحوم کے دولت کدہ پر ہوئی تھی، حضرت کا اسم گرامی میں نے اپنے پیرومرشد آقائے نعمت حضور سید العلما سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ سے جنک پور میں سنا تھا۔ حضور سید العلما نے حضرت مفتی جیش محمد صدیقی صاحب سے فرمایا تھا، کہ آئندہ جلسہ کریں، تو دیگر علمائے کرام کے ساتھ بلبل ہند حضرت رجب علی صاحب کو اپنے جلسہ میں ضرور مدعو کریں۔ اس وقت سے میرے دل میں مفتی اعظم نانپارہ سے ملنے کا شوق تھا، کہ وہ ہستی کیسی عظیم ہوگی، جن کے متعلق سرزمین ہند پر رشد وہدایت کے عظیم مرکز خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے صاحب سجادہ فرمائیں کہ جلسہ میں انھیں ضرور مدعو کیجیے گا، بہت محتاط شخصیت ہے۔

یوں تو ۱۹۶۸ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر دور سے زیارت ہوئی تھی اور فارغین کی فہرست میں میرا بھی نام تھا اور حضرت اپنے دست کرم سے فارغین کے سر پر دستار باندھ رہے تھے اور استاذ گرامی حضرت سید عارف صاحب قبلہ مدظلہ العالی نانپاروی جبہ پہنا رہے تھے، اس وقت میرے دل میں حضرت مفتی اعظم نانپارہ کی زیارت کا ذوق وشوق جو حضور سید العلما علیہ الرحمہ کے ارشاد گرامی نے پیدا کر دیا تھا اور بڑھ گیا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملاقات کے اسباب بھی پیدا فرمادیے۔

چناں چہ ۱۳۹۸ھ میں فروغ سنیت کے مشن پر حضرت شیر نیپال قبلہ نے مجھے نیپال گنج بھیجا تھا، یہاں آکر میں اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف ہوا، انھیں دنوں حضرت بلبل ہند کی تشریف آوری نپال گنج میں ہوئی، آپ کا قیام مستری فریدالدین صاحب کے دولت کدہ پر تھا، میں شرف ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا، سلام کا نذرانہ پیش کیا، دست بوسی کی، حضرت نے بیٹھنے کا حکم دیا، میں بیٹھا اور حضرت کو دیکھتا رہا اور ان کی ذات میں علم دین کی خوشبو اور شریعت وطریقت کی مہک کا احساس کرتا رہا۔ چہرہ پر گلاب کی طرح مسکراہٹ، باتوں میں بلا کی معصومیت، برجستگی اور بے تکلفی، تصنع اور دکھاوے سے کوسوں دور۔ پہلی ہی ملاقات میں زیارت سے دل باغ باغ ہوگیا۔

حضرت کی دریافت پر میں نے اپنا منصوبہ ظاہر کر دیا، حضرت نے دعائیں دیں اور کچھ نصیحت کی اور فرمایا: ”تم عظیم کام پر نکلے ہو، خلوص وللّٰہیت ہے، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے مشن میں کامیاب فرمائے، ہاں! یہ بات یاد رکھنا، دین کے کام میں بہت سی رکاوٹیں آتی ہیں، عوام سے طرح طرح کی نازیبا باتیں سننی پڑتی ہیں، اپنے کان میں روئی رکھ لینا، جواب دینے میں نہ الجھنا، تمہارا کام ہی عوام کی بے جا باتوں کا جواب ہوگا۔“

اس کے بعد ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت جب بھی نیپال تشریف لاتے، میں قیام گاہ معلوم کر کے زیارت کے لیے حاضر ہو جاتا، بہت قریب سے حضرت کی کتاب زندگی کے مطالعہ کا موقع ملا۔ حضرت مفتی اعظم نانپارہ شریعت وطریقت کے عطر مجموعہ تھے۔ فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کے اس قدر پابند تھے، کہ خط وکتابت میں ۹۲/۷۸۶ لکھتے تو داہنی جانب سے اعداد تحریر فرماتے کسی پریشان کو کوئی نقش دیتے تو نقش کے اعداد داہنی جانب سے تحریر فرماتے، شریعت کے اصول وضوابط کے پابند تھے۔

حضرت نے رویت ہلال سے متعلق ایک مکتوب مجھے بھیجا، شہادت شرعیہ سے ۲۹ر کی رویت ہلال ثابت ہو چکی تھی، اس کی اطلاع حضرت نے مجھے بھیجی تھی۔ کتاب القاضی الی القاضی کے جو اصول وضوابط فقہائے اسلام رحمہم اللہ نے وضع کیے ہیں، حضرت نے اس پر عمل کرتے ہوئے دو طالب علموں کو اپنے مکتوب پر گواہ بنا کر مکتوب کے ساتھ میرے پاس بھیجا تھا۔

ان باتوں سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، کہ حضرت مفتی نانپارہ شریعت کے معاملے میں کس قدر محتاط تھے۔ حضور سید العلما کی وہ بات یاد آئی کہ مفتی نانپارہ کو جلسہ میں مدعو کرنا بہت محتاط شخصیت ہے۔ ایک آل رسول کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات مفتی اعظم نانپارہ کی شخصیت کے لیے سند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام خدمات جلیلہ قبول فرمائے۔ آمین

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ سے ایک بابرکت ملاقات

از:خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی نظام الدین احمد نوریؔ
استاذ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف

بلبل ہند حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے ملاقات کا اشتیاق ایک زمانے سے تھا۔ بالآخر قسمت نے یاوری کی اور آپ کی حیات ظاہری کے دوران عرس قاسمی برکاتی کے حسین موقع پر مارہرہ مطہرہ کی مقدس فضاؤں میں جب عقیدتمندان شاہ برکات علیہ الرحمہ ایک بڑی تعداد میں مجتمع ہوکر سرزمین مارہرہ پر ہونے والی بارش رحمت ونور میں نہارہے تھے۔حسن اتفاق کہ میں بھی ان صالحین کی صحبت میں رہ کر شریک سعادت تھا کہ ایک کمرے میں جہاں علماء ومشائخ کا قیام تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخصیت جس کے چہرے سے آثار بزرگی ہویدا تھے۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ طوطئ ہند بلبلِ بوستانِ رضا حضور مفتی رجب علی صاحب قبلہ ہیں۔میں نے بڑھ کر دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔اس طرح مجھے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ سے پہلی اور آخری مگر نہایت بابرکت ملاقات کی سعادت میسر آئی۔شخصیت ایسی جسے دیکھ کر خدا کے سوا کچھ یاد نہ آرہا تھا میں سمجھ گیا کہ بیشک ان کے بارے میں جتنا سنا تھا اس سے کہیں زیادہ دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔اگر چہ حضرت سے ایک ہی ملاقات ہوئی مگر وہ اتنی پرُکیف وبابرکت اور روحانی تھی جسے آج تک یادرکھنا اپنے لئے سعادت جانتا ہوں۔بعد وصال جس بات نے مجھے سب سے زیادہ متأثر کیا وہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی تربیت مریدین ہے کیونکہ بارہا ان کے حلقۂ ارادت میں بسلسلۂ خطاب جانے کا موقع ملا مریدین کی شرعی وضع قطع، چہرہ مہرہ، پابندئ صوم وصلوٰۃ بالخصوص علماے اہل سنت سے ان کے مریدین کی والہانہ عقیدت اور مؤدبانہ طرز ملاقات سے حضرت کی شخصیت کی شناخت اور ان کی عبقریت کا اندازہ لگانا میرے لئے مشکل نہ تھا۔

علم وعلماء کی ناقدرشناسی کے موجودہ ماحول میں آج بھی ان کے مریدین اپنی مثال آپ ہیں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے جس انداز میں کلام اعلیٰ حضرت سے عشق رسالت کی جوت جگائی اس سے آج بھی اس بلبل بوستان رضا کی یاد ہزاروں سینوں میں باقی ہے۔انہوں نے عامۃ المسلمین کو مسلک اعلیٰ حضرت سے قریب کرنے میں نہایت نمایاں رول ادا کیا وہ صحیح معنوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مبلغ اور تحریک عشق رسالت کے عظیم داعی تھے اور کیوں نہ ہو کہ ان کے قول وعمل میں ہم آہنگی کے وصف خاص نے انہیں اپنے اقران میں ممتاز کر رکھا تھا وہ ایک عظیم روحانی پیشوا تھے جن کی پیروی کرنے کی بنا پر آج بھی ان کے مریدین ومتبعین ہندوستان میں جہاں بھی ہیں اپنی

گونا گوں خوبیوں کی بنا پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ بلاشبہہ آپ کی رحلت سے علم کا ایک باب اٹھ گیا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ''**ان اللّٰہ لا یقبض العلم انتزا عا ینتزعہٗ من العباد لٰکن یقبض العلم بقبض العلماء** ''یعنی اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے علم کو چھین لے گا بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھالے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت کریمہ: ''**اولم یرو انّا نا تی الا رض ننقص من اطرافھا**''(الرعد: آیت ۴۱) کی تفسیر اپنے قول **خراب الا رض بموت علما ئھا و فقھا ئھا و اھل الخیر منھا** سے کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی ویرانی اور بربادی کائنات کے علما وفقہا کی موت سے ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

الا ر ض تحیا اذا ما عا ش عا لمھا
متیٰ یمت عالم منھا یمت طرف

زمین زندہ رہتی ہے جب تک اس پر عالم زندہ رہتا ہے۔ جب کائنات کا کوئی عالم داعیٔ اجل کو لبیک کہتا ہے تو روئے زمین کا ایک حصہ موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا کا رواں گیا ہے
کئی دماغوں کا ایک انساں میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے

مولائے قدیر نبیرۂ بلبل ہند حضرت مولانا قاری محمد حسین صاحب زید مجدہ کو جزائے وافر عطا فرمائے انہوں نے ،،معارف بلبل ہند،، کے نام سے ایک عظیم وضخیم نمبر شائع کرنے کا نہ یہ کہ صرف عزم بالجزم کیا ہے بلکہ اسے عملی جامہ پہنا کر جس جذبۂ عقیدت کا ثبوت دیا ہے وہ قابل تعریف بھی ہے اور لائق تقلید بھی ،موصوف اپنے اس جذبۂ اسلاف شناسی کے لیے پوری جماعت اہل سنت کی جانب سے شکریہ ومبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس تاریخی دستاویز کو اللہ تعالیٰ شرف قبول سے نواز کر مولانا کو سعادت دارین سے مالا مال کرے۔

نام نیکو رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

بلبل ہند : یادوں کے جھروکوں سے

از : حضرت مولانا مرغوب حسن قادری ادروی
سابق شیخ الحدیث مدرسہ بحر العلوم مئو یو پی

کہے دیتی ہے صورت نقش پاک کی
ابھی گزرا ہے کوئی اس گلی سے

ضیغم اہل سنت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، عاشق رضویت وغوثیت، فدائے شیر بیشۂ اہل سنت فیضان مفتی اعظم ہند بلبل باغ مدینہ حضرت علامہ الحاج مولانا رجب علی صاحب مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار ان اکابر علما و مشائخ میں ہوتا تھا، جنھیں دنیا فراموش نہیں کرسکتی اور ہر سال عرس رضوی و حشمتی میں جن کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ ایک مست مئے الست، ایک دیوانۂ مصطفیٰ، ایک بزرگوں کی چلتی پھرتی تصویر بریلی شریف و پیلی بھیت کا ایک مرد میدان جس کے انگ انگ سے رضا و حشمت کی عقیدت و محبت کا درس ملتا تھا۔ سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند کا والا و شیدا، کہیں بھی ہوں مفتی اعظم کا ذکر جمیل ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

میری پہلی زیارت

آپ کی زیارت پہلی دفعہ ہمیں اس وقت ہوئی، جب کہ ہم لوگ گلستاں و بوستاں پڑھتے تھے، یہ ۱۹۶۲ء کی بات ہے، عرس صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان میں گھوسی تشریف لائے تھے۔ اس وقت گھوسی سے زیادہ ادری اور مبارک پور کے حضرات کا مجمع ہوتا تھا، استاذ جلیل حضرت علامہ الحاج مفتی مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی ادروی علیہ الرحمہ کی سربراہی میں ادری کے لوگ ٹوٹ پڑتے تھے۔ دوسری جانب استاذ العلما استاذی حضور حافظ ملت کی سربراہی میں دار العلوم اشرفیہ کا پورا اسٹاف اور اکثر طلبہ بھی حاضر ہوجاتے تھے۔

قدیم روضہ بھی ابھی تعمیر نہیں ہوا تھا، بس حضرت کے مزار کی تختی تھی اور چاروں جانب دو دو گز کا حاشیہ تھا، گھوسی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ بہرائچ سے کوئی مفتی صاحب تشریف لائے ہیں، انھیں کی خصوصی تقریر ہوگی۔ سیدی حضور مفتی اعظم ہند پابندی سے ہر سال اس عرس پاک میں تشریف لاتے تھے، چوں کہ ٹرین سے جانے کے لیے اندارا جنکشن ہی ایک اسٹیشن تھا، جس سے لوگ گھوسی جاتے، اس لیے حضرت ایک روز قبل ادری تشریف لاتے اور رات بھر رہ کر صبح نو بجے یا دو پہر کی ٹرین سے دو بجے گھوسی روانگی ہوتی۔ یوں ہی واپسی میں بھی حضرت ادری تشریف

لاتے اور رات والی ٹرین سے شاہ گنج ہوکر بریلی شریف تشریف لے جاتے۔ ادری میں میرے خالو و تایا مفتی مجیب الاسلام صاحب سابق مدرس و مفتی مظہر اسلام بریلی شریف کے دولت کدہ پر حضرت کا قیام رہتا، اس طرح ہر سال بہت سے بیرونی علما و طلبہ نیز ادری کے لوگوں کا ایک ازدحام ہوتا اور سب کے آگے آگے ایک قادری دولہا حضور مفتی اعظم کا سراپا ہوتا، لوگ قدم بوسی و دست بوسی کرتے کرتے قادری منزل پہنچ جاتے۔

اُس سال حسن اتفاق کہ پاکستان سے حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی بانی و مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی بھی تشریف لائے تھے، آپ پاکستان ہی سے ادری کے لیے ٹکٹ ایشو کراتے، چوں کہ آپ میرے بڑے تایا جناب حافظ محمد ظہور حسن کے ہم زلف (ساڑھو) تھے، اس لیے انھیں کے گھر تشریف فرما ہوتے۔ آپ ایک روز قبل ہی گھوسی جا چکے تھے، پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسری بیوی حضرت صدر الشریعہ کی پوتی اور حکیم شمس الہدیٰ صاحب کی صاحب زادی تھیں، اس لیے وہاں کا بھی حق بنتا تھا، اس طرح جدھر نگاہ پڑتی علما و طلبہ کی بھیڑ نظر آتی۔ شام ہوئی، جلوس چادر میں شرکت ہوئی، پھر رات میں بعد نماز عشا اجلاس میں شرکت ہوئی، نہ پوچھیے کیا حال تھا، پورا اسٹیج علما و مشائخ و اساتذۂ اشرفیہ سے بھرا ہوا تھا۔ بیچ میں حضور مفتی اعظم ہند کا نورانی چہرہ تو دوسری جانب حضور حافظ ملت اور اکثر حضور مجاہد ملت کا چہرہ زیبا ہوتا۔

حسب دستور نعت و منقبت کے بعد دو ایک ابتدائی تقریریں ہوئی، پھر مقرر خصوصی کی حیثیت سے ناظم اجلاس نے حضرت مفتی نانپارہ کا نعرہ بلند کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند کی دست بوسی کے بعد یہ سوچتے ہوئے کہ نیچے اکابر علما ہیں، کرسی پر نہیں بیٹھے، بلکہ دو زانو بیٹھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، حسب معمول سب سے پہلے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی نعت پاک ؎

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اس والہانہ انداز میں پیش فرمایا، کہ لوگ عش عش کرتے رہ گئے، اس وقت آپ کی جوانی تھی، شیروانی میں ملبوس تھے، اگرچہ جسم کوئی بہت لحیم و شحیم نہیں تھا، سر اور ڈاڑھی کے سارے بال ابھی کالے تھے، ایک بھی سفید بال نہیں تھا، آواز تو بلا کی مترنم اور بلند تھی، یہی وجہ ہے، کہ جب تقریر ختم ہونے لگی، تو علما کی فرمائش ہوئی، سرکار اعلیٰ حضرت کی مشہور نعت ؎

لم یات نظیرک فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

سنا دی جائے۔ چناں چہ آپ نے درود شریف کے بعد جب اعلیٰ حضرت کی یہ مشہور زمانہ نعت سنانی شروع کی، تو عجب عالم تھا، ایک سماں بندھ گیا تھا، خود بھی مست ہو کر ایسا پڑھ رہے تھے، گویا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوں اور مجمع بھی مست و بے خود تھا، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے پورا پنڈال گونج رہا تھا، اور ہے بھی تو ایسی نعت

،جس کی ندرت کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے۔

ایام طالب علمی کی ایک بات مجھے اب تک یاد ہے، ایک مرتبہ میں محمد آباد گوہنہ اشرفی لائبریری کے پاس کھڑا تھا، کہ محلّہ سیدواڑہ کے ایک شیعہ ادیب وشاعر صاحب کوئی کتاب لینے کے لیے لائبریرین ممتاز احمد صاحب سے ملے، باتوں ہی بات میں فرمایا، کچھ بھی ہو، ہم شیعہ مسلک کے ہیں، مگر مولانا احمد رضا صاحب کی نعت ''لم یات نظیرک فی نظر'' کی کوئی مثال نہیں ہے، میں نے بہت سے شعرا کے کلام سنے اور دیکھے، مگر اس نعت کا کوئی جواب نہیں ہے اور مقطع میں ارشاد اور ناطق کا لفظ ملا کر کلام کو ذو معنی کر دیا ہے، اس کا تو پوچھنا ہی نہیں ہے کہ کس خوبصورتی سے انھوں نے دونوں ناموں سے دو کام لے لیا ہے۔ اس شیعہ شاعر کا چہرہ بتا رہا تھا، کہ دل وجان سے یہ کلام اس کو پسند ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

بہرحال بلبل ہند علیہ الرحمہ نے تلاوت کردہ آیت کریمہ کی روشنی میں مفصل تقریر فرمائی۔ تقریر کا بھی حال یہی تھا، کہ سب لوگ آپ کا چہرہ دیکھ رہے تھے اور داد وتحسین سے نواز رہے تھے، تقریر میں آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی مکمل طور پر تشریح وتوضیح فرمائی اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا، جس میں بد مذہبوں خصوصیت کے ساتھ دیوبندیت وہابیت کے پرخچے نہ اڑائے ہوں، قل کے بعد عرس کی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

بریلی شریف اور پیلی بھیت کی یادیں

پھر اس کے بعد آٹھ نو سال تک نہ کہیں حضرت کا دیدار ہوا، نہ کوئی تقریر سننے میں آئی۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیاد کے بعد راقم الحروف بریلی شریف چلا گیا، اس کے بعد بریلی شریف، پیلی بھیت، بیسل پور اور ممبئی میں کئی بار ملاقاتیں ہوئیں اور کتنی تقاریر ونعتیں سنیں، اس کا شمار نہیں ہے۔

بریلی شریف اور پیلی بھیت کے ایسے دیوانے تھے، کہ قرب وجوار میں رام پور، بدایوں، آنولہ، کٹرہ، شاہجہاں پور، تلہر اور فرید پور جہاں بھی رہتے، وہاں سے بریلی شریف آستانے پر حاضری اور حضور مفتی اعظم ہند کی قدم بوسی کے لیے ضرور آجاتے۔

کئی دفعہ ایسا ہوا، کہ ہم لوگ محدث احسان علی صاحب علیہ الرحمہ کی درسگاہ میں ہوتے، آپ تشریف لاتے، تو پانچ دس روپے دے کر حضرت محدث صاحب کی دست بوسی اور مصافحہ کرتے، پتہ چلا، کہ محدث صاحب بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

اور بریلی شریف، پیلی بھیت کے عرس میں تو بلاناغہ ہر سال حاضری دیتے۔ ۱۹۶۹ء میں اجمیر شریف جاتے ہوئے، ناچیز نے پہلی دفعہ سرکار اعلیٰ حضرت کے آستانے پر حاضری دی اور پیلی بھیت سے بھی عقیدت اور بار بار ادری

میں حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام سننے کی بنیاد پر بھی پہلی دفعہ آستانہ حشمتی کی زیارت حاصل ہوئی، اگرچہ اس وقت آستانہ حشمتی کا بھی وہی حال تھا، جو آستانہ صدرالشریعہ کا تھا، مگر ۱۹۷۲ء سے تو کبھی کبھی ناغہ ہوا، ورنہ ہر سال پیلی بھیت بھی حاضری ہوتی رہی اور ہر سال حضرت مفتی نانپارہ کی زیارت ومصافحہ سے ہم لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔ عرس حشمتی کے اخراجات کو دیکھ کر اکثر از راہ ہمدردی آپ حاضرین عرس سے اپیل کرتے کہ یہ ہر سال جو آپ تعمیری کام دیکھ رہے ہیں، اس سے اندازہ ضرور لگتا ہوگا، کہ تعمیری کاموں کو چھوڑ کر خود زائرین عرس پر کس قدر بار پڑتا ہوگا۔ مجھ سے جانشین عرس حشمتی حضرت مولانا مشاہد رضا صاحب نے کچھ فرمائش نہیں کی ہے، کہ میں آپ سے اپیل کروں، نہیں بلکہ میں خود اپنے طور پر آپ حضرات سے عرض کر رہا ہوں کہ یہاں کے اخراجات کو دیکھ کر کسی نہ کسی فنڈ میں آپ زائرین بھی حصہ لیں، تو ان کاموں میں کس قدر سہولت ہو جائے گی، کوئی گوشت کا بار اٹھالے، کوئی چند بورے چاول کا انتظام کردے، کوئی اپنی جانب سے روٹی کا انتظام کردے، تو کس قدر آسانی ہو جائے گی۔ آستانہ حضور شیر بیشۂ اہل سنت سے غایت تعلق اور محبت کی بنیاد پر آپ ایسا کہتے اور حاضرین کو عمل پرا کساتے۔

فراغت کے بعد ۱۹۷۳ء میں حضور مفتی اعظم ہند وعلامہ قاضی عبدالرحیم صاحب علیہما الرحمہ کے حکم پر قاری رضی اللہ مرحوم کے ساتھ میں بیسلپور گیا، وہی میری سب سے پہلی ملاقات کی جگہ تھی۔ قاری رضی اللہ ناظم اعلیٰ اور یہ ناچیز صدرالمدرسین تھا۔ تقریباً تین سال کے اندر ہر سال عرس رضوی کے بعد بیسل پور میں عرس رضوی ہوتا، اس میں بھی ہر سال مفتی نانپارہ رہتے اور ویسے بھی کوئی خاص پروگرام ہوتا یا کسی مخصوص فرد کے یہاں میلاد پاک کا پروگرام رہتا، بالخصوص صاحب عرفان شریعت حضرت مولانا عرفان علی خاں صاحب خلیفۂ اعلیٰ حضرت کے یہاں جب کوئی پروگرام رہتا، تو آپ تشریف لاتے، پتہ چلا، کہ ایک زمانہ میں خلیفۂ مفتی اعظم مولانا صوفی مفتی وجیہ الدین صاحب امانی اور مفتی نانپارہ بیسل پور میں مدرسہ رضویہ اور مسجد تکیہ میں دونوں حضرات مدرس وخطیب تھے، دو ڈھائی سال رہ کر مفتی نانپارہ نے بیسل پور کو خیرآباد کہا اور اس کے بعد نانپارہ میں مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد ڈالی، پھر اسی ادارہ کو پروان چڑھاتے چڑھاتے، آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ بیسل پور جب بھی آپ تشریف لاتے، تو سرکار اعلیٰ حضرت کی نعت لم یات نظیرک فی نظر کی فرمائش لوگ ضرور کرتے اور رومال روپیوں سے بھر جاتا۔ یہی نہیں بلکہ مفتی صاحب کی لے اور ترنم ووارفتگی کا ایسا اثر لوگوں پر تھا کہ اگر کوئی اہم جلسہ ہوتا یا میلاد پاک کی کوئی بڑی محفل ہوتی اور کسی خوش گلو نعت خواں کو پاتے، تو بیسل پور والے کہتے، اگر اعلیٰ حضرت کی نعت جو مفتی صاحب سناتے تھے ''لم یات نظیرک فی نظر'' یاد ہو تو اسے سنائیے!

آداب نعت خوانی

دیکھیے ایک ہے نعت رسول کا پڑھنا اور سننا اور ایک ہے نعت پاک کا اثر پورے طور پر دل میں اتر جانا اور مکمل طور پر اس

میں غرق ہو جانا۔ آج کل کچھ علاقے ایسے ہیں، جہاں لگتا ہے، کہ گلی گلی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں اور بستی بستی، صحرا صحرا نعت خواں اور کچھ مقطع چور شعرا بھی ہیں، جو ایک ایک مصرع کو مکرر در مکرر کر کے اپنی مخصوص ایکٹنگ میں پیش کرتے ہیں اور مجمع کا حال یہ ہے، کہ شاعر نے لے کا صرف اظہار کیا، ایک سیکنڈ میں ماشاءاللہ! سبحان اللہ! کی نوازشیں شروع، اور شاعر نے جب گھوم گھوم کر مصرع اول دس پندرہ دفعہ گھما گھما کر پڑھنا شروع کیا، تو جتنا ہی وہ مکررات میں پڑتا ہے، اسی حساب سے نعروں کی بوچھار بھی شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرے مصرع پر پہنچا، ابھی مکمل بھی نہیں ہوا، کہ مصرع اول پر پھر واپس آ گیا اور اس قدر نعروں کی تکرار اور داد وتحسین کی گونج کہ سنجیدہ ذہن وفکر کا عادی انسان یا تو خاموشی سے اٹھ کر قیام گاہ پر لوٹ جاتا ہے یا مجبوراً منہ کو چھپائے ہوئے دم گھٹنے کا انتظار کرتا ہے۔ اس قدر ممبر رسول کے وقار کو مجروح کر دیا گیا ہے۔ خدا خیر کرے۔

مگر مفتی نانپارہ کا حال یہ تھا، کہ ادب سے ہاتھ باندھے رہتے، چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا، آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور پورا وجود گویا عشق رسول کے سانچے میں ڈھل جاتا، سچ کہا ہے کہنے والے نے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ایک دیوانہ جس طرح اپنے آپ کو بھول جاتا ہے وہی حال بسا اوقات آپ کا ہوتا، سیماب اکبر آبادی نے بڑی پیاری بات کہی ہے ؎

دیوانگیٔ عشق بڑی چیز ہے سیمابؔ
یہ اس کا کرم ہے جسے دیوانہ بنادے

دنیا والوں نے بہت کچھ کہا، مگر جو عشق حقیقی کا مزہ لوٹ چکا ہو اسے کسی کا کیا غم ؎

دیوانے کو تحقیر کی نظروں سے نہ دیکھو
دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

طوطی ہند

غالبًا اسی دیوانگی کا نتیجہ تھا، کہ پہلی بار جب حج وزیارت کی نیت سے مدینہ پاک ۱۹۴۷ء میں حاضر ہوئے، تو خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رضوی مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دولت کدہ پر بھی حاضری دی۔ قطب مدینہ کے کاشانۂ اقدس پر روزانہ بعد نماز عشا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام رہتا، اس کے بعد حاضرین کی ضیافت ہوتی اور بعد طعام رخصت کیا جاتا۔ جب میلاد پاک کا پروگرام شروع ہوا، تو قطب مدینہ نے فرمایا، مولانا رجب علی صاحب! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنائیں! تو آپ نے ''لم یات نظیرک فی نظر مثل

تو نہ شد پیدا جانا'' الخ سنایا۔ دو عالم کے آقا کی بارگاہ تھی، سننے والوں کو بھی اور سنانے والے کو بھی جو لطف و مزا آیا ہوگا، اس کو کچھ وہی لوگ جانتے ہوں گے۔ حضرت قطب مدینہ نے خوش ہو کر فرمایا ''**یا عندلیب الهند تغنی بالوادی فی مدح النبی الهادی**''، محفل سے جب باہر نکلے، تو اسی وقت سے آپ بلبل ہند کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

الحمد للہ! حقیر سراپا تقصیر کو بھی ۲۰۰۲ء میں حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، مولانا افتخار احمد صاحب گھوسوی کے دولت کدہ پر دعوت تھی، قطب مدینہ کے دولت کدہ کا تذکرہ ہوا، فرمایا، ٹھیک ہے، دو ایک روز میں چلا جائے گا۔ دو روز کے بعد مفتی شمشاد احمد صاحب امجدیہ گھوسی بھی مدینہ پاک پہنچ گئے، پھر ہم تینوں قطب مدینہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے، صاحب زادہ والا تبار حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ باحیات تھے، علیل اور لحیم الجثہ ہونے کے ناطے اٹھ نہیں سکے۔ پاکستان کے لوگ زیادہ تھے۔ فوراً میلاد پاک کا اہتمام ہوا۔ حضرت نے لیٹے ہی لیٹے فرمایا، کہ کوئی اعلیٰ حضرت کی نعت سنائے، ناچیز فوراً کھڑا ہو گیا، اور ''وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں'' سنانا شروع کیا، کہ اس درمیان حضرت کے شاہزادے اندر گئے اور کتابوں سے بھرا ہوا ایک جھولا لے کر آئے، جس میں مختلف کتابوں کے ساتھ استاذ زمن حضرت حسن بریلوی (سرکار اعلیٰ حضرت کے برادر خرد) کا نعتیہ دیوان ''ذوق نعت'' لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا، حضرت! اب اس کتاب سے دو تین نعتیں ہم دونوں مل کر ساتھ ساتھ پڑھیں، چناں چہ جب صفحہ کھولا گیا، تو سب سے پہلے جو نعت نظر آئی وہ یہ تھی ۔

(۱) دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

(۲) دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

(۳) تمھارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
تو میرا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

کچھ اور پڑھنے کے بعد شاہزادے نے کہا، اگر ہو سکے، ۲۰/ ۲۵ رمنٹ فضائل پر تقریر ہو جائے، ایسا موقع کہاں ملتا ہے، فوراً کھڑا ہو گیا اور ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض'' کو موضوع سخن بناتے ہوئے تقریباً تیس منٹ تقریر کی۔ پاکستان کے لوگ زیادہ تھے، سب نے کلمات تحسین سے نوازا۔ پھر حضرت نے مخصوص دعاؤں سے ہمیں نوازا، کچھ تبرکات اور شیرینی وغیرہ سے لطف اٹھا کر حضرت کی دست بوسی پھر آپس کے مصافحہ و معانقہ کے بعد مسجد نبوی کے صحن میں اپنی قیام گاہ کے پاس اترے۔ فالحمد للہ علی ذالک

راستے میں ایک جگہ پہنچے، جو مسجد نبوی سے قریب کا محلّہ تھا، مولانا افتخار احمد صاحب نے فرمایا، اس محلے کا نام عوالی ہے، کچھ گھروں کی بنیاد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اب تو اوپر سے عمارتیں بدل گئی ہیں، بنیاد کے پتھر

نظر آرہے ہیں، اسی محلے میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کے مکان تھے، اسی محلے میں عجوہ کھجور کے جس کو سرکار نے اپنے دست اقدس سے بویا تھا اور جو شفا کے لیے مشہور ہے، کافی پیڑ پہلے تھے، اب زیادہ دوسری جگہوں پر پائے جاتے ہیں ادھر کچھ ہی پیڑ رہ گئے ہیں۔

اب ان کھجور کی وادیوں میں بلبل کے چہکنے اور گانے کا تصور کیجیے اور بلبل ہند کا تصور کرتے ہوئے قطب مدینہ کا جملہ ''**یاعندلیب الھند تغنی بالوادی**'' کا لطف اٹھائیے۔

طیبہ کا پپیہا پھر کچھ دیر میں گائے گا
کچھ وقت گزرنے دو کچھ رات تو ڈھل جائے

عرس رضوی کی آخری شرکت

علما و مشائخ کے درمیان عرس رضوی کے موقع پر جب آپ اسٹیج پر ہوتے، تو نعت کی بھی فرمائش ہوتی اور اکثر دعا بھی آپ ہی کرتے۔ آپ کا وصال ۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ میں ہوا۔ اس سے پہلے کا جو عرس رضوی ماہ صفر میں ہوا، وہ عرس رضوی میں آپ کی آخری شرکت تھی، ضعف ونقاہت کا غلبہ تھا، مگر جب مذکورہ بالا کلام پیش کیا، تو لگتا تھا، آٹومیٹک طور پر پوری طاقت عود کر آئی ہو ۔

القلب شح والھم شجون دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

لگتا تھا، اپنا تن من دھن سب پھونک دیا اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کر رہے ہوں 'یہ جان بھی پیارے جلا جانا' پھر صلوۃ وسلام ہوا، خود ہی سلام پیش فرمایا اور دل کھول کر بھیگی پلکوں کے سائے میں ایک لمبی دعا فرمائی، اردو سے زیادہ عربی جملے دعا میں شامل رہے۔

عربی پر عبور

ویسے عربی زبان پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا، اور تلاش کیا جائے، تو بزرگوں کی مدح خاص کر اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند اور حضرت شیر بیشۂ اہل سنت پر بہت سے کلام مل سکتے ہیں۔ عرس حشمتی میں بار بار یہ دیکھنے میں آیا، کہ فی البدیہہ دو چار اشعار عربی میں کہتے اور جب مائک پر کھڑے ہوتے تو سنا دیتے۔ ایک مرتبہ جب کہ میں بیسل پور میں مدرس تھا، اس سال مبلغ اسلام میرے محسن وکرم فرما حضرت علامہ بدر عالم صاحب بدر القادری ہالینڈ بھی عرس حشمتی میں تشریف فرما تھے، ۲۳؍صفر کو عرس حشمتی ختم ہوتا ہے اور اسی روز سے عرس رضوی شروع ہوتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے

اچانک عربی میں دو تین اشعار آ گئے، فوراً ایک معمولی کاغذ پر نقل فرما لیا، پھر ہم لوگوں کو سنایا بھی، پھر مولانا بدالقادری صاحب سے فرمایا، ایسا ہے کہ عرس رضوی ۲۵؍صفر کو ختم ہوتا ہے اور ۲۶؍صفر کو بیسل پور میں اعلیٰ حضرت کا عرس لوگ مناتے ہیں، اگر گنجائش ہو، تو میرے ساتھ بریلی شریف سے ہوکر بیسل پور تشریف لے چلیں، آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا، میں وہاں منتظمین جلسہ سے کہہ دوں گا، وہاں مجھے بہت کچھ اختیار ہے، کئی بار کہا، بلکہ باصرار فرمایا، مگر چوں کہ موقع نہیں تھا، آپ کو کسی اور جگہ جانا تھا، اس لیے معذرت کر لی اور دعائیں لے کر رخصت ہو گئے۔

بلبل ہند اور ناسک و ممبئی

خط لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کیے رواں
افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں، جو ذہن کے دریچوں سے نکل کر قرطاس وقلم کی نذر ہوتی جارہی ہیں، مگر اب آیئے ہم آپ کو اس شمالی ہند سے نکل کر مہاراشٹر کی سیر کرائیں، ممبئی اور خاص کر ناسک جن کو آپ کا دارالسلطنت کہا جائے، تو بے جا نہیں ہوگا، جہاں مریدین کی کثرت اور جاں نثاروں کا ہجوم رہتا۔ یہ علاقہ سچ پوچھا جائے، تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند کے مریدین ومتوسلین کا ہے، آج بھی کوئی کسی کا مرید ہو، مگر حضور مفتی اعظم ہند کی عقیدت ومحبت سب پر غالب ہے، مسلک اعلیٰ حضرت پر جس قدر عمل یہاں ہے، میری دانست میں کہیں نہیں ہے، ہر چہار جانب سنیت کا اجالا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض وبرکات سے پورا شہر معمور ہے۔ شہر میں متعدد درگاہیں اور مزارات ہیں، جہاں پر زائرین کی آمد ورفت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سنی صحیح العقیدہ حضرات کا شہر ہے۔ کوئی بھی بدمذہب یہاں پر نہیں مار سکتا۔

استاذی حضور تاج الشریعہ کو بار بار کسی جگہ کے دورہ کی ضرورت نہیں تھی، اللہ رب العزت نے انھیں وہ مقبولیت عطا فرمائی تھی، کہ اور لوگوں کی برسوں کی کاوشوں اور محنتوں پر ان کا دو ایک دفعہ چلا جانا ہی کافی تھا، آپ کے دامن سے بھی یہاں کے کافی حضرات وابستہ ہیں، ناسک میں آپ کا استقبال جس شان وشوکت سے ہوا، ویسا یہاں ملک کے کسی اعلیٰ وزیر کا بھی نہیں ہوا۔

مگر مفتی نانپارہ حضرت مولانا رجب علی صاحب چوں کہ کئی بار حضور مفتی اعظم ہند کے ہمراہ بھی ناسک گئے، تن تنہا بھی آپ کو لوگ یاد کرتے، اس لیے حضرت کے وصال کے بعد دس بارہ سال کا عرصہ ایسا گزرا، کہ ہر چہار جانب مفتی نانپارہ حضرت بلبل ہند کا نعرہ خوب بلند ہوا، صرف آپ کے ہی مریدین نہیں، بلکہ حضور مفتی اعظم ہند کے بھی متوسلین آپ سے غایت الفت ومحبت رکھتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ

عزیز العلوم نانپارہ کی تعمیر وترقی میں ناسک کے اہل خیر کا نمایاں ہاتھ ہے۔

ایک کرامت آثار تقریر

ممبئی میں بھی آپ کی ویسی ہی قدر تھی۔ ۱۹۷۸ء سے لے کر ۱۹۹۵ء تک تقریباً اٹھارہ سال ناچیز کو عاشورۂ محرم کے پروگرام کے سلسلے میں ممبئی جانا ہوا۔ ۸؍محرم الحرام کو ہر سال سنی بڑی مسجد مدنپورہ میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت مناظر اعظم ہند علامہ حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس دن میں ۸؍بجے سے لے کر اذان ظہر تک ہوتا ہے، اس میں بھی اکثر حضرت بلبل ہند تشریف لاتے، یوں ہی سنی جمعیۃ العلما دفتر مدنپورہ کے زیر اہتمام ہر سال ۱۲؍محرم الحرام کو شہید اعظم کانفرنس اکثر مستان تالاب ناگپاڑہ کے وسیع صحن میں ہوتی، میری دانست میں دو مرتبہ دوسری جگہوں پر بھی منعقد ہوئی، مثلاً ایک سال .... میں اور ایک سال گونڈی کے احباب اہل سنت کے اصرار پر گونڈی میں۔ جلسہ پورے شباب پر تھا، شہزادۂ حضور محبوب ملت علیہ الرحمہ (برادر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت) حضرت مولانا منصور علی خاں صاحب خطیب وامام سنی بڑی مسجد و جنرل سکریٹری سنی جمعیۃ العلما کی اکثر نظامت ہوتی، جو بھی مقرر وشاعر ونعت خواں آتا، وہ اپنی مثال آپ ہوتا۔ نعرہ تکبیر و رسالت کی گونج میں حضرت بلبل ہند کو دعوت دی گئی، لیکن تعجب کہ کانفرنس کے موضوع سے ہٹ کر از ابتدا تا انتہا بریلی شریف وحضور مفتی اعظم ہند پر مکمل تقریر فرمائی، آپ نے بار بار زور دے دے کر فرمایا، اس وقت تنہا حضور مفتی اعظم ہند کی ذات گرامی ہمارے لیے رب کی جانب سے ایک نعمت عظمیٰ ہے، جس کو توفیق ہو، وہ بریلی شریف جا کر ان کا دامن تھام لے اور

تجھ سے در در سے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

کل نہیں آج، آج نہیں ابھی جائے، اور مفتی اعظم کے دامن سے وابستہ ہو جائے، کل کیا ہونے والا ہے، ابھی کیا ہو جائے، کوئی ٹھکانا نہیں۔ مفتی اعظم جیسا پیر کہاں کوئی ہے، اغلب گمان ہے کہ بارہ بج کر کچھ منٹ ہی پر آپ کی یہ تقریر ہو رہی تھی، ان کے بعد بہت مختصر تقریر شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب کی ہوئی اور تقریر کے بعد آپ فوراً ہی اپنی قیام گاہ رضا اکیڈمی تشریف لے گئے، ان کے پہنچتے ہی میں جتنی دیر ہوئی ہو، کہ کانفرنسوں کا جو دستور ہے، کچھ ریزریشن وغیرہ پاس ہوتا تھا، اتنی دیر میں ہم دو ایک احباب اوپر کی منزل "سنی تبلیغی جماعت جس کے بانی خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی تھے، کے دفتر میں چلے، کہ کچھ دیر کے بعد پھر اسٹیج پر آئیں گے، دفتر میں حضرت پھول والے بابا تشریف فرما تھے، شرف نیاز حاصل کر ہی رہے تھے، کہ اچانک ایسا لگا، کہ کسی آفت ناگہانی نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو، پوری دنیائے اسلام پر ایک زلزلے کی کیفیت طاری ہوگئی، صرف بریلی ہی نہیں، صرف ممبئی اور

ناسک ہی نہیں، بلکہ جو جہاں ہے، وہ ایک سکتے کے عالم میں ہوگیا، سو پوری دنیا کی سنیت یتیم وسوگوار ہوگئی ہو، پورے عالم اسلام، یورپ وامریکہ، انگلینڈ وہالینڈ، افریقہ وماریشش کسی کو بھی مستثنٰی نہیں کیا جاسکتا، خصوصا ہند و پاک کے علما ومشائخ پر تو شدید رنج وغم کی کیفیت طاری ہوگئی تھی، مائک بند ہوگیا، کاروائیاں مسترد ہوگئیں، ایک سناٹے کا عالم، خبر ملی، کہ ابھی ابھی رضا اکیڈمی سے حضرت محدث کبیر نے خبر جانکاہ دی ہے، کہ حضور مفتی اعظم ہند کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت پھول والے بابا پکار اٹھے، افسوس بہت بڑا سایہ ہم سے رخصت ہوگیا۔

نیچے اترے تو دیکھا، جس کو جو پا رہا ہے، بغل گیر ہوکر سسک رہا ہے، اسٹیج پر ایک دوسرے کو پکڑ پکڑ کر لوگ دہاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں ؎

روتی ہے گلے مل کے سحر شمع سحر سے　　　　کس صبح کے مشتاق کا ماتم ہے کہ فانی

سوال یہ ہے کہ حضرت بلبل ہند بار بار یہ کیوں فرما رہے تھے؟ کہ ابھی موقع ہے، ابھی جا کر مفتی اعظم کا دامن تھام لو، معلوم ہوا، وہ خود نہیں کہہ رہے تھے، کہلایا جارہا تھا۔ یہ ۱۹۸۱ء کی بات ہے ؎

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے　　　　معطر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی

اسی لیے اس تقریر کو میں مفتی نانپارہ کی کرامت پر محمول کر دیتا ہوں۔

بزرگوں کا ادب

مفتی نانپارہ اپنے بزرگوں کے ادب شناس تھے، یہی وجہ ہے، کہ جوانی ہو یا بڑھاپا کہیں رہیں، بزرگوں کا ادب فرماتے تھے اور بزرگوں کے ادب کا درس بھی دیتے تھے، حضرت صدر الشریعہ کے عرس میں حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت اور حضور مفتی اعظم ہند کا ادب دیکھا، تو نجی گفتگو میں بھی ان بزرگوں کے علاوہ اپنے اساتذہ بالخصوص محدث بجنوری حضرت مولانا عبد العزیز کا ذکر خیر کرتے بھی دیکھا۔ آج تو طلبہ کا جو حال ہے، خدا خیر کرے، جب تک پڑھتے ہیں، شاگرد رہتے ہیں، اگر ایک سال کے بعد دوسرے سال کتاب کسی اور مدرس کے پاس پڑ گئی، تو اتنے ہی دنوں میں ان کے حالات متغیر ہوجاتے ہیں، محسوس ہونے لگتا ہے، کہ حضرت اب کسی آسمان کی سیر کر رہے ہیں، یہ ایک طویل تجربہ ہے، مگر حضرت بلبل ہند نے ہمیں جو سبق دیا، اگر اس پر آج طلبہ عمل کرنے لگیں، تو علم وعمل میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے ؎

تو بن خود اپنے سفینے کا ناخدا اے دوست
خطر پسند ہواؤں کا رخ بدلتے ہیں

اللہ رب العزت ہمیں بلبل ہند مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین

بلبل ہند : یادیں، باتیں اور ملاقاتیں

از : محترم جناب بابورضوی صاحب
ناسک، مہاراشٹر

کروڑوں بار سورج مشرق سے جھانکتا ہے اور کائنات کے دامن پر سونا اگلتا ہوا مغرب کی وادیوں میں ڈوب جاتا ہے، لاکھوں مرتبہ چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے اور اپنی دودھیا چاندنی سے چاندنی بکھیرتا ہوا صبح کی آغوش میں گم ہو جاتا ہے۔ ہزاروں مرتبہ شفق کی خوبصورت رعنائیاں فلک کے دامن پر اپنا جلوۂ حسن دکھلاتی ہیں اور مسرت کے گوہر لٹاتی ہوئی شب کی سیاہ زلفوں میں چھپ جاتی ہیں، سیکڑوں مرتبہ ستارے نیلگوں فلک کے رخسار پر جگمگاتے ہیں اور کائنات پر بسنے والوں سے آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے دم سحر اوجھل ہو جاتے ہیں۔ تب کہیں جا کر کائنات کی پردہ نگاری سے اللہ تعالیٰ کا ایک محبوب اور مقرب بندہ جھانکتا ہے جو اپنی سحر نواز اور پیاری پیاری باتوں سے نورانیت بکھیرتا ہے اور سننے والوں سے خراج عقیدت سمیٹتا ہوا اِس فانی کائنات سے رخصت ہو جاتا ہے۔ بعد میں چاہنے والے اس کے قدموں پر خلوص و محبت کا خزانہ لٹاتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک شخصیت برادر طریقت محبّ گرامی خلوص و ایثار کے پیکر، نائب مفتی اعظم ہند (حضور گرامی مصطفیٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) مفتیِ نانپارہ فقیر کامل و عامل حضرت گرامی محمد رجب علی شاہ صاحب کی ہے۔ ایسے ہی نگہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز ہستیوں کے بارے میں شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خاموش بارگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہے تو خداوند قدوس پانی برساتا ہے جب بے زبان جانور تڑپ کر فریاد کرتے ہیں تو آسمان رحمت پر بدلیاں چھا جاتی ہیں، جب مضمحل اور تھکے ہارے پرندے حسرت بھری نگاہوں سے فضاء آسمانی کی طرف دیکھتے ہیں تو رحمت باراں کا نزول ہوتا ہے، جب خزاں آلود گلستاں خالق کائنات کی بارگاہ میں لباس نو کی بھیک مانگتا ہے تو بہاریں اپنا حسن نچھاور کر دیتی ہیں ....ناسک کی سرزمین اِس بات کی گواہ ہے کہ جب سچائی کا درخت مرجھا چکا تھا، جب ایمان کی کھیتیاں سوکھ چکی تھیں، جب انصاف کے پودے کمھلا چکے تھے، جب سنیت تار تار ہو چکی تھی، جب اہل سنت و جماعت کا شیرازہ بکھر چکا تھا، جب اہل محبت کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے، جب چاروں سمت سے ایمان کے لٹیرے سنیت پر حملے کر رہے تھے،

جب رسول اعظم حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی شان مقدس میں اہل باطل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں منہ توڑ جواب دیا اور رسول اعظم سیدنا ﷺ کی بے نظیر، بے مثال، لاجواب اور ذی وقار شخصیت کو، آپ کی اعلیٰ وارفع ہستی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ چند دریدہ دہن اور مفلوج ذہنوں کی اصلاح فرما کرانہیں حضور اکرم ﷺ کی محبت کی طرف پھیر دیا۔ اہل ناسک اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت گرامی کی ہی واحد شخصیت تھی جو بار بار اپنے خرچ سے ناسک آتی تھی اور فی سبیل اللہ سنیت کی اشاعت کرتی تھی، سنیت کی خدمت کرتی تھی اور شہنشاہ کون ومکاں ﷺ کے اوصاف حمیدہ سے ناسک والوں کو روشناس کرواتی تھی۔ اہل علم، اہل نظر، اہل قلم، سخن فہم، سخن شناس اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مشکل نعتیہ کلام کی باریکیوں کو اگر ناسک میں سب سے پہلے کسی نے اجاگر کیا ہے تو وہ حضرت گرامی ہی کی شخصیت تھی۔

حضرت گرامی کی باتیں تو بہت ہیں مگر میں وہی اہم باتیں پیش کروں گا جوان کے دل کی زبان تھی، جوان کے ضمیر کی آواز تھی۔ حضرت گرامی کے دل میں سنیت کا بہت درد تھا، اکثر تنہائی میں مجھ سے فرماتے تھے برادر طریقت بابو بھائی رضوی! دور بہت ہی نازک موڑ سے گزر رہا ہے ہر طرف بے راہ روی ہے سنیوں میں آپس میں دشمنی ہے اس کا فائدہ باطل فرقے اٹھا رہے ہیں۔ سنیوں کو رسم ورواج سے فرصت نہیں ہے دشمنان رسول ﷺ تاک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ہر سمت اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا ہے مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا پوری دنیا پر بڑا احسان ہے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں تن تنہا دیو بندی، وہابی، رافضی، نیچری اور دیگر تمام باطل فرقوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اوران کی دھجیاں اڑادیں۔ غیر تو غیر اپنوں نے بھی اعلیٰ حضرت کو بہت ستایا ہے مگر اس علم وفن کے بادشاہ نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور ہر فن میں اپنا لوہا منوالیا تقریباً پچاس علوم وفنون پر آپ نے کتابیں لکھی ہیں جس سمت آپ نے رخ کیا سکے بٹھا دیے ہیں لوگ آپ کے علم وفن کی باریکیوں کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ برادر طریقت! کیا بتاؤں جبلپور میں جب جلسہ ہوا تو اسٹیشن سے لیکر جلسہ گاہ تک چاہنے والوں نے آپ کا وہ شایان شان استقبال کیا کہ خلق خدا ششدر رہ گئی۔

حضرت گرامی کو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ سے بے انتہا محبت تھی آپ ہر تقریر وتحریر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار پیش کرتے تھے۔ ترنم اور آواز میں خلوص ومحبت کی چاشنی تھی انداز میں بلا کی دلکشی اور سوز تھا۔ تقریر آج کل کے پیشہ ور علماء کرام جیسی نہیں تھی ہر تقریر گل وبلبل کے ترانے سے پرے ہوتی تھی تقریریں ایسی ہوتی تھیں کہ چند لمحات میں قرآن حدیث اور فلسفہ ومنطق کے دریا بہادیتے تھے۔ اکثر تقریروں میں باطل فرقوں کا رد اتنے نفیس اور عمدہ انداز میں فرماتے تھے کہ اہل محبت خوشی سے جھوم اٹھتے تھے اور فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے یہ اشعار پڑھتے تھے کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت پاک اِس خوبی اور اِس انداز سے اور ایسے پاکیزہ طریقے سے پڑھتے تھے کہ سننے والے مدہوش ہوجاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی خوبیاں بیان کرتے وقت کبھی کبھار فرماتے برادر طریقت! فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو علماء عرب وعجم نے اپنا پیشوا تسلیم کیا تھا آپ کو یا '' ارشد العباد '' یا سلطان العلماء المحققین '' کے لقب سے نوازا تھا ارشد العباد یعنی بندوں میں بہت زیادہ ہدایت یافتہ یا سلطان العلماء المحققین یعنی علماء محققین کے بادشاہ یا **کشاف مشکلات العلوم فی الباطن و الظاهر** یعنی اے علوم کے ظاہر و باطن کی مشکلات کھولنے والے کبھی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی حمد پاک پڑھتے '' تجھے یک نہ اک بنایا تجھے حمد ہے خدایا '' اور فرماتے سبحان اللہ یہ حمد اور نعت کا مجموعہ ہے۔ کبھی چار زبانوں پر مشتمل یہ نعت پاک ایسے نرالے اور انوکھے انداز میں پڑھتے تھے کہ سننے والے بار بار کہتے تھے سبحان اللہ ماشاء اللہ'' یہ منفرد انداز صرف حضرت گرامی ہی کا ہے '' میں نے یہ نعت پاک بہت سارے نعت خواں حضرات کے منہ سے سنی ہے مگر حضرت گرامی کا یہ نعت پڑھنے کا انداز ہی کچھ اور تھا۔ نعت پاک پڑھتے جاتے اور فرماتے جاتے برادر طریقت بابو بھائی رضوی! توجہ فرمایئے گا آپ اہل علم ہیں آپ اہل قلم ہیں، مدبر ہیں، مفکر ہیں، آپ ادیب ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے محبت کا پاکیزہ جذبہ رکھتے ہیں آپ کا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دل کا واسطہ ہے اعلیٰ حضرت کے اشعار کی آپ نہایت عمدہ تشریح فرماتے ہیں۔ اگر ارباب دانش میری بات سمجھ لیں اگر اہل نظر میرے جذبات کی قدر کرلیں، اگر اہل ناسک میرے خیالات سے متفق ہوجائیں تو یہ میری سب سے بڑی کامیابی ہے۔

برادر طریقت! یہ نعت پاک عربی، فارسی، اردو اور پوربی (ہندی) ایسی چار زبانوں پر مبنی ہے شعرائے قدیم سے لے کر شعرائے جدید تک کسی نے بھی آج تک ایسی نعت نہیں لکھی ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے صرف شاعری ہی نہیں کی بلکہ عبادت کی ہے۔ شاعری کی دنیا کو پاکیزہ ذہن دیا ہے، جنت کا راستہ دکھلایا ہے، باشعور اور اہل محبت کو رسول اعظم ﷺ کی سچی عقیدت کا خزانہ دیا ہے کیجئے ملاحظہ فرمایئے۔ اپنے مخصوص انداز میں یہ عالم ربانی جب یہ نعت پاک پڑھتے اور مفہوم بتاتے تو روح خوش ہوجاتی اور دل بے ساختہ داد وتحسین کا نذرانۂ عقیدت ''سبحان اللہ'' پیش کرتا.........

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

یعنی یارسول اللہ ﷺ کسی نظر والے نے بھی آپ کی مثل نہیں دیکھا۔ کیوں کہ آپ کے جیسا کائنات کے رخسار پر پیدا ہی نہیں ہوا ہے جب پیدا ہی نہیں ہوا تو پھر آپ بے مثل، بے نظیر، لاجواب، لاثانی اور ذی وقار ہیں۔ دنیا کے راج کا تاج آپ ہی کے سر پر زیب دیتا ہے، آپ ہی دو جہاں کے بادشاہ ہیں۔

البحرُ علیٰ والموجُ طغیٰ من بے کس وطوفاں ہوشربا

منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یارسول اللہ ﷺ سمندر میں طوفانی موجیں اٹھ رہی ہیں، ہر سمت ہولناک اور ہوش اڑا دینے والا طوفان ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اے میرے آقا (ﷺ) میں اکیلا ہوں، بے کس ہوں، لاچار ہوں، بیچ منجدھار میں میری کشتی پھنسی ہوئی ہے، ہوائیں بھی میری مخالف ہو چکی ہیں۔ صرف آپ ہی کا سہارا ہے لہٰذا میری کشتی کو پار لگا دیجئے گا۔

یا شمس نظرت الی لیلی چوں بہ طیبہ رسی عرضے بکنی

تورے جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

اے آفتاب مشرق! تو نے میری رات دیکھی ہے کتنی سیاہ ہے، کتنی خوفناک ہے ایسی سیاہ اور اندھیری ہے کہ تیری روشنی بھی اس کا اندھیرا پن دور نہ کر سکی۔ اے سورج! جب تو مدینہ شریف کو پہونچنا تو بارگاہ رحمت میں میری یہ مودبانہ و عاجزانہ درخواست پیش کر دینا کہ اے آقا ﷺ اے کرم فرمانے والے آقا ﷺ آپ کی نورانی اور انوکھی روشنی سے دنیا منور ہے پھر میری رات کی تاریکی کیوں دور نہیں کی جاتی میرے آقا

یاقافلتی زیدی اجلک رحمے برحسرت تشنہ لبک

موراجیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اے قافلے والو! کچھ عرصہ اور ٹھہر جاؤ ایک تشنہ لب، خشک ہونٹ اور پیاسے کے حال پر رحم کھاؤ۔ ابھی مدینہ پاک سے روانگی کی خبر نہیں سنی ہے مگر ابھی سے میرا دل روانگی کے خوف سے کانپ رہا ہے ذرا سوچو دیار حبیب چھوٹنے کے بعد کیا حال ہوگا۔

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یارسول اللہ ﷺ آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے۔ آپ کی معطر زلف پاک جب چہرۂ انور کے گرد بکھرتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خوبصورت چاند کو آبدار بادلوں نے گھیر لیا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو اہل جغرافیہ کے نزدیک بارش کا نزول ہوتا ہے۔ لہٰذا اے میرے آقا ﷺ رحمت کی بارش

برسا دیجئے گا۔

الروح فداک فزد حرقا اک شعلہ دگر برزن عشقا

موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اے شہنشاہ دو جہاں ﷺ آپ پر میری جان قربان ہو۔ میرے عشق کی تپش، تڑپ اور محبت میں اور زیادتی کیجیے اور ایک دوسرا شعلہ دیجیے۔ میرا جسم، قلب اور دھن سب جل گیا ہے میری جان بھی جلا دیجیے گا۔

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ مرا

ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے اس مقطع کے شعر میں اظہار خاکساری اور عاجزانہ انداز میں فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ رضا کی آواز اور قلم کمزور (کچا) ہے نہ اِس کا یہ طریقۂ نعت گوئی ہے اور نہ یہ رنگ ہے مگر چونکہ ارشاد اور ناطق دونوں احباب کا اصرار تھا اِس لئے مجبوراً اُس راستے پر جانا پڑا۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت جب انتہا کے قریب پہونچتی تو جلال میں آجاتے اور فرماتے۔ برادر گرامی بابو رضوی صاحب! فاضل بریلوی کی نظر کامل نے حضور مفتی اعظم ہند کو مفتیٔ اسلام بنادیا، مولانا حامد رضا کو حجۃ الاسلام بنادیا، مولانا نعیم الدین مرادآبادی کو مفسر قرآن بنادیا، مولانا امجد علی صاحب کو فقیہ اسلام بنادیا، مولانا محمد اشرفی کو محدث اعظم بنادیا، مولانا ظفر الدین کو ماہر فلکیات بنادیا اور نہ جانے کس کو کیا کیا بنادیا۔ آپ کے جلسے میں ہزاروں علمائے کرام رہتے۔ مولانا حشمت علی علیہ الرحمہ پہلے وہابیہ کے مدرسہ میں پڑھتے تھے مگر جب کسی مسئلہ کے سلسلے میں بریلی شریف آئے تو اعلیٰ حضرت کے علم سے ایسے متاثر ہوئے کہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہوگئے اور وہابیہ کے خلاف مناظرہ کرنے لگے اس لئے اہل سنت آپ کو شیر بیشۂ سنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

نعت پاک ترنم سے پڑھنا دوران نعت اس کے مفہوم بتادینا، اشارتاً مشکل الفاظ کے معنی بتادینا حضرت گرامی کا فطری ملکہ تھا۔ آپ کو اہل طریقت ''عارف باللہ'' کہتے ہیں تو اہل شریعت ''مفتیٔ نانپارہ'' تو اہل محبت ''بلبل ہند'' آپ کو حضور مفتی اعظم سے بہت ہی محبت تھی حالانکہ آپ مفتیٔ اسلام پیر طریقت مولانا عبدالعزیز بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ انہیں کے نام سے ہے مگر پیر کے پردہ فرمانے کے بعد آپ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے طالب ہوئے اور طریقت کی منزلیں حضور مفتی اعظم ہند کی صحبت ہی میں طے کیں۔ اس لیے حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اِس لیے آپ طریقت میں حضور مفتیٔ اعظم کے مرید ہوئے۔ آپ اکثر فرماتے تھے یہ فقیر کو حضور مفتی اعظم ہند کی عطا ہے۔ یہ صرف آپ ہی کا کرم ہے کہ پندرہ بیس سال سے حضور کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے، حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں فقیر نے بہت کچھ

حاصل کیا ہے۔ آپ کی تحریریں بھی انوکھے انداز کی ہوتی تھیں ایسی نرالی کہ اسے مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے تھے خطوط میں ادبی پاروں سے سجی اصلاحی باتیں ہوتیں، سنیت کا ذکر ہوتا، دعائیہ کلمات ہوتے اور اہل سنت و جماعت کو تحفۂ سلام ہوتا۔ میں نے جب حضرت گرامی کی خدمت میں میری لکھی ہوئی بارہ صفحات کی ایک مختصر کتاب آفتاب ہدایت ﷺ جو میں نے ۱۹۸۰ء میں لکھی تھی پیش کی اور دعائیہ کلمات کی فرمائش کی تو حضرت گرامی نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کی تشریح دیکھ کر فرمایا، سبحان اللہ، بہت خوب، تشریح بہت عمدہ اور نفیس ہے اور مندرجہ ذیل خیالات تحریر فرما کر ارشاد فرمایا کہ صفحۂ اول پر فقیر کے یہ دعائیہ کلمات شائع فرمائیے گا تاکہ اہل علم، اہل نظر، اہل ادب اور اہل قلم کو معلوم ہو جائے کہ ہم آپ کو کتنا چاہتے ہیں اور آپ کے خیالات کتنے خوش ہیں۔

باسمہ سبحانہ

حامداً و مصلیا و مسلما

''محبّ سنیت، برادر طریقت بابو رضوی صاحب گلشن آبادی (ناسک) احقر کے شناسا اور کرم فرمائے دیرینہ ہیں۔ خدمت دین اور اشاعت مذہب اہل سنت کا پاکیزہ جذبہ رکھتے ہیں۔ موصوف کا یہ مضمون فقیر نے جگہ جگہ سے دیکھا ہے ارادہ تھا بالاستیعاب اِس کتاب کا مطالعہ کروں گا مگر یہاں کی حاضری میں یہاں کی مصروفیات اس باب میں مانع رہیں۔ مولیٰ تعالیٰ بابو میاں رضوی کو ان کی پاکیزہ نیت اور عمدہ کوششوں پر جزائے جمیل عطا فرمائے اور ان کا یہ ہدیۂ عقیدت حضور اکرم سیدنا و مولانا و شفیعنا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے دربار گوہر میں مقبول فرمائے آمین ''

محمد رجب علی قادری غفرلہ

یکم مارچ ۱۹۸۰ء

قارئین کرام ! حضرت گرامی کے خط کو، دعائیہ کلمات کو ایک بار پھر پڑھئے۔ یہ خاکساری، یہ تقوی و پرہیزگاری، یہ خلوص، یہ انداز فقیرانہ یہ ذرہ نوازی، یہ اردو ادب کی کلیوں سے سجا نفیس گلدستہ، یہ علم و ادب کا خزانہ، یہ خیالات عالمانہ، یہ احساسات فقیرانہ، یہ جذبات مدبرانہ اللہ اکبر۔ خاکسار کے ہر خط میں یہ انداز ملتا ہے اور یہ پیر طریقت، خلوص و ایثار کے پیکر، عارف باللہ، نائب مفتیٔ اعظم ہند طوطیٔ ہندوستان کی ذرہ نوازی ہے کہ خاکسار سے ہمیشہ مشورہ فرماتے اور دعائیں دیتے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کو نیک مشوروں کی جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

حضرت گرامی کی یادیں اور باتیں بہت ساری ہیں اگر انہیں صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا جائے تو ایک دفتر بن سکتا ہے۔ حضرت گرامی اکثر کہا کرتے تھے کہ دار العلوم اہل سنت ناسک میری ایک آنکھ ہے تو دار العلوم عزیز العلوم میری دوسری آنکھ ہے میں دونوں کا سرپرست ہوں۔ جب بھی دار العلوم اہل سنت ناسک میں خصوصی میٹنگ ہوتی

حضرت گرامی اپنی گراں قدر ہدایتیں، مشورے اور اصلاحی باتوں سے نوازتے تھے۔ اُس زمانے میں خاکسار بھی دارالعلوم اہل سنت ناسک کا ایک رکن تھا اکثر حضرت گرامی کے ساتھ شہر ناسک کے حالات پر گفتگو ہوتی تھی اور سنیت کے فروغ کے لئے کوششیں کی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ رات میں ایک اہم میٹنگ تھی ضروری مصروفیت کی وجہ سے میں میٹنگ میں حاضر نہ ہوسکا حضرت گرامی نے یاد فرمایا میں نے آنے والے صاحب سے فرمایا کہ حضور گرامی سے عرض کیجیے گا کہ ان شاء اللہ کل فجر کے بعد حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ میٹنگ میں کسی صاحب نے شکایت کی کہ حضرت گرامی! بابو رضوی رات میں اکثر میٹنگ میں نہیں آتے ہیں دوسرے روز جب میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت گرامی نے کسی قدر ناراضگی سے فرمایا کہ کل آپ کی غیر حاضری سے ہمیں بہت دکھ پہنچا آپ کا میٹنگ میں رہنا بہت ضروری تھا ہم نے سنا ہے آپ رات میں میٹنگ میں آتے ہی نہیں ہیں ؟ میں ادباً خاموش رہا مگر حضرت گرامی کے بار بار اصرار پر کہ کیا وجہ تھی بتایئے؟ میں نے نہایت مؤدبانہ عرض کی کہ حضرت گرامی! پہلے ایک بات بتایئے ماں کا درجہ کیا ہے؟ میں نے آپ کو اکثر آپ کی والدہ کو فون کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ اپنی والدہ محترمہ کی بغیر اجازت ناسک سے ممبئی نہیں جاتے ہیں فون پر اجازت ملنے ہی کے بعد سامان سفر باندھتے ہیں ایسا کیوں؟ حضرت گرامی کا چہرہ ایک دم حیرت زدہ رہ گیا۔ فرمایا ماں دنیا کی عظیم نعمت ہے ماں کا درجہ بہت بلند ہے ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، ماں کی فرماں برداری میں جنت ہے، ماں کی خدمت کرنا نفل نماز پڑھنے سے مقدم ہے حدیث شریف میں ہے ''ماں کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا'' اولاد پر سب سے پہلے حکم ماننے کا فرض ماں کا ہے، ماں کا جوٹھا شفا ہے، ماں کی دعاؤں سے ولایت ملتی ہے، ماں کی فرماں برداری میں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہے۔ دوران گفتگو میں نے کہا حضور گرامی! خاکسار کی والدہ محترمہ بہت ہی ضعیف ہے۔ قریباً نوے (۹۰) برس کی عمر شریف ہے۔ ان کا حکم ہے کہ بیٹا! رات میں زیادہ دیر سے آیا مت کرو تم رات دیر سے آنے کے بعد زنجیر کھٹکھٹاؤ گے میری نیند کھل جائے گی اور تم جانتے ہو بڑھاپے کی نیند کیسی ہوتی ہے؟ ضعیفی کی وجہ سے اٹھنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اور اٹھنے کے بعد نیند نہیں لگتی ہے۔ بس حضرت گرامی اِسی مجبوری کے تحت خاکسار مجبور ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت گرامی کی آنکھیں نم ہو گئیں جذبات میں اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے مجھے معاف کر دیجے گا میں معذرت چاہتا ہوں اور فوراً والدۂ محترمہ کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہو کر دعاؤں کے طالب ہوئے۔ میں نے کہا حضور گرامی! میری والدۂ محترمہ ولی کاملہ ہے اور یہ سب انہیں کی دعاؤں کا صدقہ ہے تو خوش ہو کر فرمایا بے شک دین و دنیا کی ساری نعمتیں ماں اور باپ کی دعاؤں سے ہی ملتی ہیں۔

یوں تو شہر ناسک میں حضرت گرامی کے بہت سارے مرید ہیں بابو سیٹھ کاغذی، مرحوم سید تراب علی صاحب، محمد صاحب خطیب، مولانا مشتاق صاحب، کاروان ادب کے ناظم شیخ سلیم (وکیل صاحب) اور شبیر احمد عرشی وغیرہ۔

ان میں حضرت گرامی بابو سیٹھ کا غذی اور محمد صاحب خطیب سے اکثر فرماتے تھے کہ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہے سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اکرم سیدنا ونبیناﷺ کے صدقے وطفیل میں سب کام بن جاتے ہیں مولیٰ تعالیٰ فقیر کا مددگار رہے کیوں محمد صاحب خطیب صاحب! آپ نے دیکھا ہے نا کتنے مہمان آتے ہیں مگر لنگری چائے کبھی بند ہوئی ؟ابراہیم ٹیلر صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ فقیر نے کبھی لنگری کے پیسے روکے نہیں ہیں۔فوراً پیسے ادا کر دیے جاتے ہیں۔ برادر طریقت! کبھی کبھی تو ساٹھ ساٹھ تک تعداد پہونچ جاتی ہے مگر مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک سیدناﷺ کے صدقے وطفیل میں فقیر کا ہر کام بنا دیتا ہے۔

ناسک شہر کے رئیس '' محلّہ کوکنی پورہ والے حضرت گرامی سے بہت عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور حضرت کو ان لوگوں سے بہت محبت تھی حضرت کی ضیافت کرنا، اپنے باغات میں کلام الٰہی کی مخصوص آیتیں پڑھوانا، دعائیں کروانا، تعویذات لینا یہ عقیدت مندوں کا خاص کام تھا اِس لئے حضرت گرامی کبھی کسی کو ناراض نہیں کرتے تھے۔ البتہ جب جلال میں آتے تو فرماتے فقیر نے کبھی اس کام کا صلہ طلب نہیں کیا، کبھی دارالعلوم عزیز العلوم نانپارہ کے لئے چندہ نہیں مانگا پورے ہندوستان میں مدرسے کا کوئی سفیر نہیں ہے۔ جو بھی اہل محبت عنایت فرماتے ہیں بحمدہٖ تعالیٰ پورا ہو جاتا ہے طلبا کا کھانے کا رہنے کا انتظام حضور اکرم ﷺ کے صدقے وطفیل میں ہو جاتا ہے۔ پوچھ لیجئے ناسک والوں کو کبھی میں نے چندہ کا تقاضہ کیا ہے؟ کبھی انگور کا ایک بکسا مانگا ہے؟ فقیر کا کھانا بہت ہی مختصر ہے سادہ کھاتا ہوں بغیر تیل کی روٹی تھوڑا سا سالن۔ کبھی نانپارہ آیئے گا اور فقیر کو مہمان نوازی کا موقع دیجئے گا۔ پوچھئے حافظ منیر الدین خطیب شہر سے فقیر حسب حیثیت کھلاتا ہے کہ نہیں؟ فقیر کا شیوہ ہے ''لٹا کے لوٹ'' اب یہ لنگری چائے ہماری ہی جانب سے پلائی جاتی ہے ہر ایک کو پلائی جاتی ہے امیر ہو کہ غریب ہو، بڑا ہو کہ چھوٹا ہو۔ فقیر کبھی کسی کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں رکھتا ہے۔ ابراہیم ٹیلر صاحب کو پوچھ لیجئے کیا یہ بات سچ نہیں ہے ابراہیم صاحب!

مرحوم حاجی محمد صاحب خطیب (رئیس ناسک) کے مکان پر آپ قیام فرماتے جب بھی آپ آتے اور لوگوں کو معلوم پڑتا کہ حضرت آگئے ہیں تو خلق خدا دوڑی چلی آتی۔ ہر ایک سے ملتے ایسے خلوص اور ملنساری سے ملتے کہ ملنے والا خوش ہو جاتا ہر ایک کی بات سنتے، ہر ایک کو مشورہ دیتے اور گھنٹوں تعویذات لکھتے بالکل حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی طرح، کبھی کسی کو نہیں دھتکارتے، تعویذات بھی دیتے اور نماز پڑھنے کی تلقین بھی کرتے، سنیت پر قائم رہنے کی ہدایت بھی کرتے۔ جب بھی دارالعلوم اہل سنت ناسک میں جاتے بچوں کو پیسے ضرور دیتے اور فرماتے یہ بچے مہمانان رسول ہیں ان کے لئے فرشتے اپنے نورانی پر بچھاتے ہیں۔ برادر طریقت بابو بھائی رضوی! ہم نے سنا ہے یہاں کے ناظم اعلیٰ بچوں کو بے جا مارتے ہیں یہ اچھا نہیں ہے۔ یہ میرے آقا ومولاﷺ کو ناراض کرنے والی باتیں ہیں۔ یہ غریب طلباء ہیں بہت دور دور سے آئے ہوئے ہیں انکے ساتھ محبتانہ سلوک ہونا چاہیئے۔ سنا ہے اراکین

دارالعلوم کے مدرسین سے بھی اچھا برتاؤ نہیں کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے، علم والا بہت عظیم ہوتا ہے آپ دانشمند ہیں ذرا سمجھایئے اجر اور ثواب ملے گا۔ حضرت گرامی! آپ ہی میٹنگ بلا کر سمجھائیں گے تو اچھا ہوگا جب یہ مشورہ میں دیتا فوراً میٹنگ طلب کی جاتی اور پھر حضرت گرامی جلال کے عالم میں ایسی ڈانٹ پلاتے ایسا سمجھاتے کہ عقل حیرت زدہ رہ جاتی، قرآن وحدیث کا ایسا نفیس درس فرماتے کہ ارباب دانش علم وادب محبت وشفقت اور عدل وانصاف کے موتی چننے لگ جاتے ایسا معلوم ہوتا کہ علم وادب کا دریا بہہ رہا ہے۔ اللہ اکبر قرآن وحدیث کی میں نے حضرت گرامی کے منہ سے ایسی ایسی باتیں سنی ہیں جو بڑے بڑے جید عالموں کے منہ سے نہیں سنی۔ حضرت گرامی نے اپنے علم کو کبھی چھپایا نہیں مجھ سے اکثر کبھی کبھار ایسی راز کی باتیں بتاتے جو تصوف کا انداز لئے ہوئے ہوتی تھیں عدل وانصاف کے معاملے میں کبھی چاپلوسی نہیں کی، طرفداری نہیں کی۔ کتنا بھی بڑا رئیس ہو کیسا ہی کروفر والا ہو کبھی ہاں میں ہاں نہیں ملائی۔ جب بھی بات کی سنیت کی خاطر کی اور اکثر فرماتے ''فقیر غریب ضرور ہے مگر محتاج نہیں ہے سوائے اللہ کے فقیر مضمحل ضرور ہے مگر مجبور نہیں ہے ''۔

الحاج حافظ منیر الدین خطیب شہر ناسک (خلیفۂ حضور مفتئ اعظم ہند) نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ بابو بھائی! ایک روز حضور گرامی مفتی محمد رجب علی شاہ صاحب نے ہمیں ساتھ لے کر دارالعلوم عزیز العلوم نانپارہ کا معائنہ فرمایا۔ معائنہ کے وقت یہ مشاہدہ فرمایا کہ صدر مدرس مفتی صاحب کا کمرہ بالکل سادہ ہے اور بھیا یعنی محمود رضا کا کمرہ نہایت ہی عالی شان ہے۔ فوراً مفتی صاحب کو بلایا اور نہایت پرخلوص انداز میں پوچھا مفتی صاحب! میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ آپ کا کمرہ ایسا اور محمود میاں کا کمرہ اتنا اچھا مفتی صاحب تو خاموش رہے مگر حضور گرامی نے بھیا کو بلانے کے لئے بھیجا جب محمود رضا آئے تو کمرہ کے بارے میں باز پرس کی بھیا نے ادب سے فرمایا کہ یہ کمرہ میں نے اپنے خرچ سے بنوایا ہے۔ حضرت گرامی نے فرمایا یہ بات تو اپنی ہے یہ آئے ہوئے مہمان کیا سوچیں گے؟ اِس لئے یہ کمرہ مفتی صاحب کو دیا جائے اور مفتی صاحب کا کمرہ محمود میاں کو دیا جائے۔

اِسی طرح حضرت گرامی کی خودداری کا یہ واقعہ بھی قابل رشک ہے۔ یہ واقعہ بھی خطیب شہر ناسک ہی نے سنایا ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف قریب تھا مدرسین نے تنخواہیں مانگیں اور ساتھ میں بریلی شریف جانے کے لئے کرایہ بھی مانگا۔ حضرت گرامی تھوڑی دیر پریشان رہے اور ہم لوگوں سے فرمایا کیا کیا جائے؟ میرے پاس اِس وقت پیسے نہیں ہیں مگر پھر بھی ان شاء اللہ کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائے گا یہ کہا اور بس کتابیں کھولیں اس میں سے کچھ پیسے نکلے صدری میں ہاتھ ڈالا پیسے نکلے، الماری میں سے پیسے نکلے، سوٹ کیس میں ہاتھ ڈالا پیسے نکلے، تکیے کے نیچے سے، کپڑوں کے نیچے سے اور خدا جانے کہاں کہاں سے پیسے نکال رہے تھے اور ہمارے پاس دے رہے تھے۔ جب ہم نے پیسے گِنے تو اتنے ہو گئے کہ تنخواہیں دینے کے بعد چار چار سو روپئے کرایہ بونس کے

طور پر دئے گئے۔ حضرت گرامی نے اطمینان کا سانس لیا اور فرمایا یہ سب میرے مولا کا کرم ہے وہ مسبب الاسباب ہے، وہ بڑا کارساز ہے، وہ اپنے بندوں کو شرمندہ نہیں کرتا ہے، وہ رحیم وکریم ہے، وہ نہایت رحم والا ہے۔ بیشک خلوص دل سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول بارگاہ ہوتی ہے۔

تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز شدت کا بخار تھا اور حضرت گرامی کی طبیعت بھی بے چین تھی۔ حضرت بار بار کہہ رہے تھے کہ برادر طریقت بابو بھائی رضوی صاحب! فلاں صاحب کے یہاں دعوت ہے جانا تو ہے مگر کیا کریں طبیعت مان نہیں رہی ہے تھوڑی دیر بعد اٹھے وضو کیا اور درود شریف کا ورد فرمایا اور میزبان کے مکان کی طرف مجھے ساتھ لے کر چل پڑے۔ صاحب خانہ سے کہا بابو رضوی کو میں نے اپنی طرف سے دعوت دی ہے آپ بھی دعوت دے دیجیے گا۔ سادہ کھانا کھایا، دعائیں فرمائیں اور فوراً خاکسار کے ساتھ قیام گاہ کی طرف چل پڑے راستے میں ایک کتا سامنے سے گزرا کتا بہت دور تھا مگر قیام گاہ پر پہونچتے ہی بخار کی حالت میں فوراً غسل فرمایا اور فرمایا کہ وہ قریب ہی سے گیا ہوگا اور اگر دور سے بھی گیا ہو تو احتیاطاً غسل کر لیا ہوں اکثر رات دیر تک گفتگو ہوتی بعدۂ عبادتیں وریاضتیں ہوتیں اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے۔ تھوڑی دیر آرام کرتے اور پھر خلق خدا آپ کے گرد جمع ہو جاتی پھر وہی سلسلہ شروع تعویذات، ہدایات، رد بدعات و منکرات، کبھی کبھار جلال کے عالم میں سنیوں کو ایسا درس دیتے کہ برائے نام سنی حیرت زدہ رہ جاتے فرماتے آج سنیوں نے رسم و رواج کو اسلام سمجھ رکھا ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے فرمودات پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ فاتحہ دینا مستحب ہے باعث خیر و برکت ہے مگر صرف فاتحہ دینے سے کام نہیں چلے گا نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے حج صاحب حیثیت پر فرض ہے مگر عقیدہ درست نہیں تو یہ سب بے کار ہے۔ آج مسجدیں سنیوں سے خالی ہیں باہر بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں مگر پانچ وقت نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ سلام عقیدت و محبت کا ثبوت ہے نہایت ہی پاکیزگی ہے ادب و احترام سے دو تین اشعار ایسے شاعر کے جو دین شناس ہو پڑھنا چاہیئے۔ بزرگوں کی بارگاہ میں ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے، عورتوں کو مزارات مقدسہ کے اندر جانا اور گھر سے زیارت کی نیت کر کے نکلنا منع ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز الملفوظ اور فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''عورت جب گھر سے یہ ارادہ کر کے نکلتی ہے تو اللہ اور اس کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ صرف حضور اکرم نور مجسم سیدنا ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت جائز ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ مقدس کی زیارت اگر کوئی ایمان کی آنکھوں سے کرتا ہے تو گویا اس نے حضور اکرم ﷺ کو حیات ظاہری میں دیکھا ہے اور یہ بات بھی ذہن نشیں کر لیجئے جس نے بھی حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھ لیا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ چوٹی رکھنا، کڑا پہننا، کان چھیدوانا، باگھ بننا، ریچھ بننا، بندر بننا یہ سب خرافات ہے اِسکا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ شہنشاہ ہندوستاں خواجہ غریب نواز رضی

اللہ عنہ کے مزار پر پھول چڑھایئے، ادب واحترام کا پورا پورا خیال رکھیئے، دوسری خرافات سے بچیئے، وہاں پر بہت ہی بدنظمی ہے۔ تیجہ، دسواں، بیسواں، تیسواں، چالیسواں اور برسی میت کے ایصال ثواب کے لئے جائز ہے یہ صدقہ ہے یہ غریبوں کا حق ہے، دولت مند نہ کھائیں، غنی نہ کھائیں، صاحب حیثیت نہ کھائیں، تصوف والے نہ کھائیں، اہل طریقت نہ کھائیں عملیات والے نہ کھائیں، ریاضتیں والے، عبادتیں والے، سخاوتیں والے نہ کھائیں یہ صرف غریبوں اور محتاجوں کے لئے ہے ورنہ دل سیاہ ہونے کا ڈر ہے دل مردہ ہونے کا ڈر ہے۔ ہاں بزرگوں کی نیاز پاک کھائیں، ان کے تبرکات کا ادب لازم رکھیں، انکے وسیلے سے دعائیں مانگیں یہ سب خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔ درود پاک کی کثرت رکھیں، استغفار پڑھتے رہیں شجرۂ مبارکہ کا ہر روز ورد کریں، کلام الٰہی کی تلاوت کریں۔ حدیث پاک میں آیا ہے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں، ان کے درجات بلند ہوتے ہیں انکی آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے انکی جائز مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ فقیر جو بات کرتا ہے قرآن وحدیث سے کرتا ہے عمل کیجئے فیض ضرور ہوگا انشاءاللہ نمازوں کی پابندی کرنے سے، ذکر خداوندی کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے، ذکر بہت بڑی عبادت ہے اہل طریقت کے درجات ذکر ہی سے بلند ہوتے ہیں۔ بزرگوں سے محبت رکھیں خصوصاً غوث اعظم پیران پیر شاہ جیلاں رضی اللہ عنہ سے، خواجۂ خواجگان ہند کے سلطان خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے، بزرگان عالم سے، صوفیائے کرام سے۔ برادر طریقت! فقیر کا یہ شعر یاد کر لیجئے گا بہت فیض رسانی اور رحمتوں کا ذریعہ ہے یہ شعر، ان شاءاللہ ؎

پیر پیراں میر میراں شاہ جیلاں غوث پاک
یک نظر برحال زاراں ماپریشاں غوث پاک

سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں یہ مدعا پیش کیجئے گا

بگرداب بلا اُفتادہ کشتی
ضعیفان شکستہ راتو پشتی
بحق خواجۂ عثمان ہارونی
مدد کن یا معین الدین چشتی

اعلیٰ حضرت علی محمد حسین اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی آزمودہ ہے بہت ہی مجرب اور کامیاب ہے ؎

غوث اعظم بمن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

کسی بزرگ کا یہ قطعہ بھی کامیابی اور سچائی کی دلیل ہے ۔

اے خالق ہر بلند وپستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
علم وعمل وفراخ دستی
ایمان وامان وتندرستی

تعویذات بھی دیتے اور نیک عمل کرنے کی تلقین بھی کرتے۔ تعویذ کے عوض کبھی کسی سے پیسے نہیں لیتے بلکہ کوئی غریب اپنی حاجت پیش کرتا تو اس کی حاجت کو پورا فرما دیتے اور فرماتے سخاوت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، سخی کی دعائیں قبول ہوتی ہیں افسوس صد افسوس لوگ راہ خدا میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تو ایک دے گا تو میں دس دوں گا۔ آج کل جاہل پیروں نے، جاہل باباؤں نے، کم ظرف فقیروں نے تعویذات کا دھندہ بنالیا ہے نقش کس طرح بھرنا چاہیے یہ معلوم نہیں عامل کو نقش بھرنے کا فن آنا چاہیئے اوقات معلوم ہونا چاہیئے تعویذات لکھنے کے اوقات ہوتے ہیں جس طرح دوا بنانے کی ترکیب ہوتی ہے اسی طرح تعویذات لکھنے کی بھی ترکیب ہوتی ہے، شمسی اور قمری تاریخیں ہوتی ہیں کواکب کی چالیں ہوتی ہیں، منزلیں ہوتی ہیں، قمر جب عروج کی منزل میں ہوتا ہے تو محبت اور ترقی کے تعویذات لکھے جاتے ہیں، باوضو ہنی ران پر رکھ کر قبلہ رخ بیٹھ کر منہ میں کھڑی شکر یا کوئی بھی میٹھی چیز رکھ کر خلوص دل کے ساتھ مدعا سامنے رکھ کر تب کہیں اس کے مثبت اثرات ہوتے ہیں۔ ان آیتوں پر مؤکل ہوتے ہیں جو یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور چاند جب زوال کی منزل میں ہوتا ہے یعنی پونم کی رات کے بعد تو نفرت و بربادی اور تنزلی کے تعویذات لکھے جاتے ہیں بائیں ران پر مشرق کی طرف منہ کر کے منہ میں کوئی بھی ترش چیز رکھ کر اور بربادی کے مقصد کو سامنے رکھ کر تو اس کے منفی اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ اکل حلال، صدق مقال، ترکیب کمال عملیات کے لئے ضروری ہے ترک حیوانات بعض عملیات کے لئے ضروری ہے۔ آتشی، آبی، بادی اور خاکی حروف کی پہچان ہونی چاہیئے۔ ابجد کے اعداد وشمار کی معلومات ہونی چاہئے۔ پروردگار عالم کے نام پاک کی باریکیاں معلوم ہونی چاہیئے۔ جو صفتیں اس کی ہیں اس کی نسبت سے وہ نام معلوم ہونا چاہیئے۔ آج کل لوگ یہ سب کچھ جانتے نہیں ہیں اور تعویذات لکھ کر دے دیتے ہیں اور انکے پیسے بٹورتے ہیں اِس سے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور جب سائل شکایت لے کر آتا ہے تو حیلے بہانے کر کے اس کو گمراہ کر دیتے ہیں یہ بہت بری بات ہے ایسے لوگ دین و دنیا میں بہت ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہر ایک کو نیک توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

حضرت گرامی رات دیر تک وظائف فرماتے تھے اور جب بھی شہنشاہ ناسک حضور سید صادق حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے حاضر ہوتے تو نہایت ہی گڑگڑا کر عاجزی وانکساری سے عربی، فارسی اور اردو

زبان میں ایسی ایسی جامع دعائیں مانگتے کہ سننے والے رو پڑتے ۔ لوگ حضرت کے حافظہ پر تعجب کرتے آخری عمر تک حضرت گرامی کا حافظہ، آواز اور انداز بیان کی شگفتگی قائم تھی یہ اللہ تعالیٰ کی بے نظیر نعمت عظمیٰ تھی لوگ اِس عمر میں نسیان (بھولنے) کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں مگر اللہ اکبر حضرت گرامی جو یاد کرتے وہ یاد ہو جاتا یہ خداوند قدوس کی بے مثل دین تھی ۔ بڑی ہی رقت آمیز عاجزانہ انداز سے دیر تک دعائیں مانگنا حضرت گرامی کا شیوہ تھا۔ خطیب شہر الحاج حافظ منیر الدین رضوی صاحب کے مکان پر ہر سال سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ (غازی میاں) کی فاتحہ خوانی میں لنگر شریف کا انتظام فرماتے اور لوگوں سے کہتے یہ وہ آستانہ ہے جو بہرائچ شریف میں ہے کوڑھی جذامی کے لئے کامل شفا ہے اس آستانے پر۔ کبھی کالپی شریف کا ذکر فرماتے اور عرض کرتے احمد ترمذی اور محمد ترمذی رحمۃ اللہ علیہم کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔ لوگوں کی مرادیں اِس آستانے پر خدا کے حکم سے پوری ہوتی ہیں یہاں پر بھورے بھائی کا ذکر فرماتے کہ بھورے بھائی ہمارے بہت ہی معتقد اور چاہنے والے ہیں ۔ پروردگار عالم ان کو ان کی خلوص نیت کا اجر عطا فرمائے آمین بھورے بھائی کالپی شریف میں رہتے ہیں ۔ کبھی طیب بھائی کا اور اکرام بھائی کا ذکر فرماتے اور ان کے لئے دعائے خیر کرتے ، کبھی محمود رضا (بھیا) کے لئے بارگاہ خداوندی میں خوب دعائیں کرتے فرماتے میرا یہ بیٹا بہت بڑا عالم بنے گا، نعت خواں بنے گا، دین کی تبلیغ کرنے والا بنے گا یہ کبھی ناکامیابی کا منہ نہ دیکھے میرے مولیٰ اس پر کرم فرما میرے مولا ۔ برادر طریقت ! آپ محمود رضا کے لئے سرکار ناسک سید صادق حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیے گا۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں جو سرکار کے قدموں میں رہتے ہو یہ بات ذہن نشیں کر لیجیے گا ۔

یک نفس بودن بہ پیش اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

یعنی کسی ولی کی بارگاہ میں ایک لمحہ بیٹھنا سو سال بے ریاء (بغیر دکھاوے کی) عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ پھر یہ منقبت بارگاہ صادق شاہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ میں پیش کر دیجئے گا۔

آپ کے در کا میں ہوں بھکاری مدنی سید صادق شاہ
کیجئے مشکل دور ہماری مدنی سید صادق شاہ
کام نہ کوئی میں کر پایا عمر کو اپنی یوں ہی گنوایا
فکر فردا مجھ کو ہے بھاری مدنی سید صادق شاہ
مشکلیں ہوجائیں گی آساں مجھ پر ہوگا فضل رحمٰن
آپ کریں گے جب غم خواری مدنی سید صادق شاہ

ہوں شرمندہ ہاتھ سے خالی رکھیئے لاج کہ میں ہوں سوالی
خالی ہے دامن ہے ناداری مدنی سید صادق شاہ
میری مدد کو آپ آجانا مجھ پہ کرم آقا فرمانا
سوئے عدم ہوجب تیاری مدنی سید صادق شاہ
آپ اگر دعا فرمائیں کوچ مدینہ ہم کرجائیں
فکریں ہماری دور ہوں ساری مدنی سید صادق شاہ
حال رجبؔ پر چشم عنایت دور ہو اس کی ساری غفلت
ایسی عطا کردو بیداری مدنی سید صادق شاہ

برادر طریقت بابو بھائی رضوی! شہنشاہ ناسک کے آستانے پر ہر روز حاضری دیجئے گا اور ہمارا اسلام عاجزانہ عرض کیا کیجئے گا۔شجرۂ قادریہ نوریہ رضویہ روز پڑھیئے گا اِس کے پڑھنے سے بہت فائدے ہیں۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے سعیِ پیہم کیجئے گا۔مسلک اعلیٰ حضرت نیا مسلک نہیں ہے بلکہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی ہے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے امام اعظم ہی کے مسلک کی اشاعت کی ہے۔امام اعظم کا قول ہے ''حضور اکرم سیدنا ﷺ کی شان مقدس میں گستاخانہ الفاظ سن کر اگر تمہارے چہرہ کا رنگ نہ بدلے تو سمجھ لینا تمہارے ایمان میں کمزوری ہے'' یہی تو مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہے ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

حضرت گرامی نے انگریزی کہاں سے سیکھی مجھے معلوم نہیں؟ مگر اتنا ضرور ہے کہ خطوط پر انگریزی میں پتہ لکھنا اور وہ بھی ایسی لپیٹی میں کہ اچھے اچھے انگریزی داں حیران رہ جائیں کہ یہ حضرت گرامی کی ہینڈ رائٹنگ ہے۔انگریزی بول چال میں صحیح تلفظ کا استعمال کرنا حضرت گرامی کی خداداد بات تھی۔باتیں تو بہت ساری ہیں اتنی ہیں کہ ایک دفتر بن سکتا ہے ایک کتاب بن سکتی ہے آخر میں دعا کی مقبولیت کا ایک واقعہ پیش کر کے اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ایک مرتبہ بارش نہیں ہورہی تھی ہر طرف بارش کے لئے دعائیں مانگی جارہی تھیں حضرت گرامی نے اپنے چاہنے والوں سے کھچڑی بنانے کے لئے کہا اور فاتحہ سے پہلے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نعت پاک پڑھی نعت پاک پڑھتے وقت آواز میں درد تھا، التجا تھی اور عاجزی تھی اور یہ خوبی عمر کے آخری وقت تک تھی۔بڑے بڑے علمائے کرام کو میں نے

دیکھا کہ وہ مفتی صاحب کو نعت پاک پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔ نعت پاک کو اپنے مخصوص ترنم میں شروع کیا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکا نے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت
بدوں پر بھی برسادے برسانے والے

'' ہم بدوں پر بھی برسادے برسانے والے '' اِس مصرع پر تکرار کرتے رہے اور عاجزانہ گزارش کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش کی بوندیں گرنا شروع ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اب دعائیہ کلمات ملاحظہ فرمائیے۔

مولا تو نے فقیر کی لاج رکھ لی، فقیر کی سن لی، بیشک تو رحیم وکریم ہے رحم فرمانے والا ہے، دعاؤں کا سننے والا ہے، مولا ہم خطا کار ہیں، سیاہ کار ہیں گنہ گار ہیں کچھ بھی ہیں مگر مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں ہمیں سیدھا راستہ چلا، وہ سیدھا راستہ جس پر تو نے انعام عطا کئے ہیں بچا اس راستے سے جس پر تیرا غضب نازل ہوا ہے مولا ہمیں نیک بنا، نمازی بنا ہمیں علم سیکھنے کی توفیق عطا فرما، مسلک اعلیٰ حضرت پر چلا آمین ثم آمین۔

یادرکھیئے دعائیں تقدیر معلق کو بدل دیتی ہیں، دعائیں غضب خداوندی کو ٹھنڈا کردیتی ہیں، دعائیں عبادتوں کی جان ہے، دعائیں نجات آخرت کا پیغام ہے دعائیں زندگی کا عظیم سرمایۂ حیات ہے، دعائیں سکون واطمینان کا ذریعہ ہے، دعائیں جنت لے جانے کا راستہ ہے، دعائیں پروردگار عالم سے قربت کا انداز ہے اس لئے پروردگار سے دعائیں مانگا کیجئے۔ خداوند قدوس ہمیں دعائیں مانگنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

ایک مرد صالح تھا نہ رہا، ایک مرد مجاہد تھا نہ رہا، ایک مرد حق تھا نہ رہا، ایک فقیر کامل تھا نہ رہا، ایک عابد شب بیدار تھا نہ رہا، ایک خلوص وایثار کا پیکر تھا نہ رہا، ایک عامل شریعت تھا نہ رہا، ایک کامل طریقت تھا نہ رہا، ایک حامی سنیت تھا نہ رہا، ایک ماحی بدعت تھا نہ رہا، ایک محافظ شریعت تھا نہ رہا، ایک خوش الحان سچا عاشق رسول تھا نہ رہا، ایک نائب مفتیٔ اعظم ہند تھا نہ رہا، ایک اچھا نعت خواں تھا نہ رہا، ایک ایماندار شاعر تھا نہ رہا، ایک قابل مقرر تھا نہ رہا بس یوں سمجھ لیجئے ایک ہر فن مولا تھا نہ رہا اِسی لئے میں نے حضرت گرامی کے لئے کسی استاذ فن کا یہ شعر منتخب کیا ہے ۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل فن
یہ وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا
یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا آغاز باب تھا

بلبل ہند سلطان الہند کے آستانے پر

از : خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند
پیرزادہ سید فرقان علی چشتی رضوی
سجادہ نشیں درگاہ معلیٰ اجمیر شریف

عطاے رسول سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز اجمیری قدس سرہ کا وہ باعظمت آستانہ ہے، جہاں اکناف عالم کے چپہ چپہ سے لوگ اپنی عقیدت ومحبت کا نذرانہ لے کر آتے ہیں اور پیش کر کے اپنی خالی جھولی کو گوہر مراد سے پر کرتے ہیں۔ اور جب لوٹتے ہیں، تو خواجہ کی الفت کا جام پی کر لوٹتے ہیں۔ ہندو ہوں کہ مسلم، سکھ ہوں کہ عیسائی بادشاہ ہو کہ رعایا، آقا ہو کہ غلام بلاتفریق مذہب وملت لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں بندگان خدا اور عاشقان اولیا ہر سال اور ہر ماہ کی اردو چھ تاریخ کو حاضر ہو کر اپنا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس پینتیس سالہ زندگی میں فقیر نے نہ جانے کتنے لوگوں کو آستانۂ خواجہ غریب نواز پر سلام کرتے ہوئے دیکھا، مگر جس ادب واحترام اور جس عقیدت ومحبت اور جذب وشوق کی پوری سرشاری سے حضور مظہر مفتی اعظم فقیہ عصر مقتداے زمانہ عاشق غوث وخواجہ سیدنا بلبل ہند مفتی محمد رجب علی قادری مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کو دربار خواجہ میں سلامی اور دعا مانگتے ہوئے پایا، اس انداز فقیرانہ جیسا آج تک میں نے عاشق نہیں دیکھا، ایسا لگتا کہ اس مرد قلندر کی دعا باب اجابت پر قبولیت کی سند رکھتی، جب چوکھٹ سے سر مبارک کو اٹھاتے ڈاڑھی شریف آنسووں کے قطرات سے تر ہوتی اور اسی عالم وجد میں الٹے پاؤں واپس ہوتے، سرکار خواجہ کے ادب ولحاظ کا یہ احتیاط تھا کہ جلدی آستانہ کے اندر جاتے نہیں تھے، کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے، اکثر آپ کو باہر چوکھٹ ہی پر دعا کرتے ہوے پایا۔ لوگ بزرگان دین کے مزارات طیبہ پر حاضری کی غرض سے جاتے ہیں، مگر آستانہ پر وقت کم گزارتے ہیں، زیادہ تر ادھر ادھر وقت صرف کر دیتے ہیں، مگر مفتی صاحب کا یہ معمول تھا، کہ آپ اجمیر شریف پہنچ کر فقط دربار خواجہ کا رخ کرتے تھے۔ اناساگر، ڈھائی دن کا جھونپڑا وغیرہ مقامات پر جا کر وقت گنوانے سے سخت منع کرتے تھے کہ جتنی دیر تم سیر وتفریح میں وقت برباد کرو گے، اتنی دیر میں بزرگان دین کے مزارات پر دعا کر کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لو گے۔ تارہ گڑھ پہاڑ پر جہاں بے شمار اولیاے کرام کی قبور ہیں، وہاں جانے سے بھی سخت منع فرماتے، کہ پہاڑ کے اوپر مت جاؤ نیچے ہی سے فاتحہ پڑھ لو کہ وہاں شیعہ لوگوں کا قبضہ ہے۔ ان کی ساری دکانیں ہیں، ان کے ہوٹل ہیں، ان کے ہوٹل پر کھانا حرام ہے، ان کی دکان کا پانی سامان خریدنا حرام ہے، لہٰذا اس بدمذہب گروہ فرقہ سے دور رہو۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلتا ہے کہیں دور سفر کے لیے تو اچھے اچھے

ملبوسات اور خوب صورت جوتے چپل پہن کر جاتا ہے خاص کر مہمانی یا کہیں میلا، شادی وغیرہ میں عموماً آدمی یہی سوچتا ہے کہ خوب زرق برق انداز میں رہا جائے، تاکہ دیکھنے والے دیکھ کر متاثر ہو جائیں کہ کوئی اچھے گھرانہ کا آدمی ہے۔ بہت بڑا سیٹھ ہے، مگر مفتی صاحب کی ذات نام ونمود اور دکھاوے سے ایک دم پاک وصاف تھی، اپنے اسلاف کے طور وطریقہ پر زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ آپ جب اجمیر شریف تشریف لاتے، تو آپ کا لباس شاہی نہیں ہوتا، لباس میں دکھاوا نہیں ہوتا، فقیرانہ انداز قلندرانہ مزاج ہوتا، ازسرتا پا سادگی ہوتی، لوگ جب دیکھتے تو نظروں میں نہیں لاتے، مگر جب یہی شخصیت میرے غریب خانہ رضوی منزل پر قدم رنجہ فرماتی، خواجہ کی چھٹی ہوتی، صبح کا وقت ہوتا، سرکار مفتی اعظم ہند وسرکار برہان ملت وسرکار مجاہد ملت ومفتی رضوان الرحمٰن صاحب مفتی مالوہ، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی، بدر ملت مولانا بدرالدین احمد گورکھپوری، سید خواجہ مظفر حسین ممبر آف پارلیمنٹ، وریحان رضا خاں، خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد علی فاروقی رام پوری، مولانا ساجد علی قادری بریلوی، مولانا سید الیاس قادری حشمتی، مولانا ظہور احمد قادری احسن المدارس کانپور، سید شاہ عبدالحق قادری، سید محمد عطاء الرحمٰن حسینی حقانی نوری، مفتی عبدالواحد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان وعلامہ تاج الاسلام مفتی اختر رضا خاں ازہری، نواسہ سرکار مفتی اعظم مولانا خالد علی خاں، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مفتی راجستھان مولانا اشفاق حسین نعیمی، مولانا غلام آسی پیا، مولانا محمد ہارون رضوی کھیڑا گجرات اور دیگر علماومشائخ کی انجمن ہوتی ہزاروں زائرین کا مجمع ہوتا، جیسے ہی مفتی صاحب قبلہ جلسہ گاہ میں تشریف لاتے، یکا یک نعرۂ تکبیر اللہ اکبر نعرہ رسالت یارسول اللہ مفتی اعظم نانپارہ زندہ باد کی فلک شگاف صداؤں سے رضوی منزل کے در ودیوار ہل جاتے، علمائے کرام آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور دست بوسی کرتے۔ یقیناً کسی شاعر نے اس کا بہت اچھا نقشہ کھینچا ہے ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، تب سے سرکار مفتی اعظم نانپارہ کو دیکھ رہا ہوں، کہ ان کی سالانہ چھٹی کبھی نہیں چھوٹی، ویسے تو آپ ۱۹۴۴ء سے اجمیر شریف برابر تشریف لا رہے تھے، میرے والد صاحب قبلہ حضرت مولانا سید احمد علی صاحب خلیفہ مفتی اعظم ہند ومجاہد ملت ومفتی نانپارہ کے ذریعہ اور ان کی وکالت سے ہی آستانہ پر حاضر ہوتے تھے۔ میرے گھر پر ہر سال خواجہ کی چھٹی میں سالانہ پروگرام میرے آباواجداد کے زمانہ سے چلا آرہا ہے، جس میں مذکورہ علما شریک ہوتے، اکثر میں نے دیکھا، کہ جلسہ کا افتتاح بھی آپ ہی سے ہوتا اور اس کا اختتام بھی آپ ہی کی شجرہ خوانی ودعا پر ہوتا۔ میرے والد آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور مفتی صاحب کی محبت کا یہ حال تھا کہ زندگی بھر اپنے حلقہ ارادت میں فرماتے رہے، کہ جب کبھی کوئی اجمیر جائے، تو وہ سید صاحب کے مکان رضوی منزل میں قیام کرے، جہاں سرکار مفتی اعظم قیام فرماتے ہیں اور سید صاحب ہی کے توسل سے آستانہ پر حاضری دے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

ایک بار ایسا ہوا، کہ آپ کے صاحب زادے علامہ محمود ملت بھی آپ کے ساتھ اجمیر شریف لائے تھے، اتفاق سے بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے خواجہ صاحب کے دروازے پر ان کی چپل غائب ہوگئی، آپ نے اپنے ابوجان حضرت مفتی صاحب سے چپل غائب ہونے اور دوسری خریدنے کی بات عرض کی، حضرت مفتی صاحب قبلہ اتنا خفا ہوگئے کہ ان کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا، فرمایا، تم یہاں چپل خریدنا چاہتے ہو، ارے یہ زمین، یہ وہ آستانہ ہے، جہاں اکبر جیسا پرجلال حکمراں بھی ننگے پیر آنے میں اپنی سعادت تصور کرتا تھا۔ بڑے بڑے سلاطین وقت سر کے بل آنے میں فخرمحسوس کرتے تھے، اگر تمھاری چپل گم ہوگئی ہے، تو دو چار دن صبر کرو، جب تک اجمیر میں ہو ننگے پیر چلو۔ یہاں کے گلی کوچے کے ذرات کو اپنی آنکھ کا سرمہ بناؤ، یہاں کے ہر چھوٹے بڑے کو قدر کی نگاہ سے دیکھو، یہاں نیچی نگاہ کر کے شاہراہوں پر گزارو، ہر دم خواجہ کا تصور دل میں کرو، یہاں سے قسمت بگڑتی بھی ہے، سنورتی بھی ہے۔ جب جلال کم ہوا، ارشاد فرمایا، کہ ان شاء اللہ جے پور چل کے چار پانچ جوڑا جوتا خریدوں گا۔ حضرت مفتی صاحب کی ہمیشہ یہ عادت کریمہ رہی، کہ کبھی آپ نے اجمیر شریف سے جوتا چپل نہیں خریدا۔ عرس مقدس کی زبردست بھیڑ بھاڑ میں اگر آپ کی چپل گم ہوجاتی تو ہفتوں جب تک اجمیر شریف میں قیام رہتا، جوتا چپل ہرگز نہ خریدتے۔ بلا چپل ہی ہر جگہ تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے جوتا خرید لیا اور اس کو ناناپارہ لے گئے، مگر جب آپ نے اسے پیر میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا، تو آپ کے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی، آپ کا جسم کانپنے لگا، آپ نے اسی وقت اسے بغیر پیر میں ڈالے ہوئے ویسے ہی کپڑے میں باندھ کر رکھ دیا اور آئندہ سال پھر جب اجمیر شریف تشریف لائے، تو اس جوتے کو خواجہ کے روضہ کے سامنے اپنے سر پر رکھا اور خواجہ سے معافی مانگنے لگے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات جاری تھے اور زاروقطار گڑگڑا کر رو رہے تھے۔ کبھی ان جوتوں کو سر پر رکھتے، کبھی آنکھوں سے لگاتے، کبھی سینہ سے چپکاتے، کبھی اس کو بوسہ دیتے۔ یقیناً میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے، جو مفتی صاحب اس طرح سے کر رہے ہیں۔ بعد میں فرمایا، کہ یہ وہی جوتا ہے جسے میں نے اجمیر سے خریدا تھا، مجھ سے بہت بڑی خطا ہوئی ہے، لہٰذا آپ یہ جوتے لے لیجیے، اس لیے کہ آپ سید ہیں اور سیدزادہ بھی، آپ ہمارے لیے دعا کیجیے۔

یہ تھا بزرگان دین سے عشق۔ اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ مجھے جو کچھ ملا ہے، سب اسی در کی بھیک ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک منت مانی تھی کہ خواجہ اگر مجھے ایک پوتا مل جائے تو آپ کے آستانہ پر گیارہ دیگوں کی نیاز دلواؤں گا۔ خدا کے فضل سے خواجہ کی بارگاہ میں یہ دعا مقبول ہوئی۔ مفتی اعظم ناناپارہ کی ذات والاستودہ صفات ارباب حل وعقد اور اہل علم وفضل میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ مفتی صاحب قبلہ کا تقویٰ وتقدس اور شہرت وبزرگی اور ان کی خداداد ذہانت وفطانت کو ارباب عقل ودانش بسروچشم تسلیم کرتے ہیں اور انھیں اپنا مقتدا وپیشوا کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں۔

بلبل ہند دیار اعلیٰ حضرت میں

از : حضرت مولانا شبنم کمالی پوکھریروی
دارالعلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ رحم گنج

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے

اس بزم گیتی میں انسانی تخلیق کے آغاز ہی سے حیات وممات کا سلسلہ جاری ہے، جو یہاں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا بھی ہے، مگر ہر جانے والا برابر نہیں۔ اکثر جانے والے ایسے ہیں، جن کی موت پر صرف ان کے گھر والے یا رشتہ دار ہی اپنے غم کا اظہار کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، لیکن جب ایک عالم کی موت ہوتی ہے، تو عالم سوگوار ہو جاتا ہے۔ فضائے بسیط پر رنج وغم کے بادل چھا جاتے ہیں اور ہر اہل دل کی آنکھیں نم ناک ہو جاتی ہیں۔ شاید عالم باعمل کے ظاہری فیوض وبرکات سے محرومی کا احساس انہیں بے تاب وبے قرار کر دیتا ہے، حالاں کہ ایک عالم باعمل کے روحانی فیوض اس کی وفات کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ پھر بھی بہت سے عمومی فوائد جو حیات ظاہری میں حاصل ہوتے ہیں، ان میں یقیناً کمی ہو جاتی ہے۔ اسی لیے عالم باعمل کی موت یقیناً ایک عظیم سانحہ اور دردناک حادثہ ہے، مگر اس حادثہ کو بھی ایک دن ہونا ہی ہے، اس لیے کہ ارشاد ربانی ہے **کل نفس ذائقة الموت** ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اسی قانون قدرت اور فرمان الٰہی کے مطابق بلبل ہند حضرت مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب نانپارہ بہرائچ یوپی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی آخر پردہ فرما گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کے عاشق صادق اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفا میں جہاں تک مجھے علم ہے، وہی آخری عالم اور معمر شخص باقی رہ گئے تھے، جو ہر سال بریلی شریف آکر عرس رضوی میں شرکت فرما کر اپنی حیات ظاہری کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ بھی اپنی عمر کے آخری ایام گزار رہے تھے، پیرانہ سالی کے تمام آثار ان کے اعضا وجوارح سے نمایاں تھے، مگر ان کے چہرہ پر جھریوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ یہ ان کے عالم باعمل ہونے کی واضح علامت تھی۔ قل شریف خصوصاً شجرہ خوانی میں

ان کو موقع ضرور دیا جاتا تھا۔ اس وقت ان کی آواز کی دل کشی لطافت اور نغمگی سے یہ احساس ہوتا تھا، کہ اگر عالم شباب میں ان کو بلبل ہند کا لقب دیا گیا تو وہ قطعی مبالغہ پر مبنی نہیں تھا۔ بلبل اگر بوڑھا بھی ہو جائے تو اس کی آواز کی مٹھاس، دل کشی، جاذبیت اور کشش میں کوئی کمی نہیں آتی، یہی معاملہ حضرت مولانا رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ عالم پیری میں بھی ان کی آواز میں مقناطیس کا اثر تھا۔ اگر کوئی شخص صرف ان کی آواز سنتا اور ان کے سانچہ ڈھانچہ کو نہیں دیکھتا، تو اسے یقین نہیں آتا کہ یہ آواز اسی پچاسی سال سے زائد عمر والے بوڑھے آدمی کی ہے، وہ یہی کہتا کہ کوئی خوش گلو انسان نغمہ سنجی کر رہا ہے۔

ع		بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

اگر کوئی آنکھ والا اپنی کھلی آنکھوں سے حضرت مولانا رجب علی صاحب قدس سرہ العزیز کی پیشانی دیکھتا تو ان کی کشادہ پیشانی میں ماہتاب رسالت کی نورانی چمک دیکھ کر بے ساختہ یہی بول اٹھتا کہ عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لوح جبیں میں انوار رسالت کی تجلیاں جلوہ فرما ہیں۔

ان کا قد نہ طویل تھا، نہ قصیر، بلکہ درمیانی تھا۔ اس کو یوں کہا جائے، تو بہتر ہے کہ خیرالامور اوسطہا کا حامل تھا۔ ان کا جسم نہ فربہ تھا، نہ لاغر، بلکہ ابتدا ہی سے چھریرا اور سڈول تھا، جس کو عرف عام میں کاٹھی کہا جاتا ہے۔ ہاں ضعیفی اور پیری نے اس میں کمزوری پیدا کر دی تھی۔ ان کا رنگ نہ گورا تھا نہ کالا بلکہ سیاہی اور سفیدی کا امتزاج لیے ہوئے گہرا اور سانولا تھا، جسے ہم گندمی رنگ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں، ہاں اس رنگ میں چمک اور دمک کی کوئی کمی نہیں تھی۔

آپ خلوت میں ہوتے یا جلوت میں مجمع میں ہوتے یا تنہائی میں، جب کسی سے مخاطب ہو کر محو کلام نہیں ہوتے، تو آپ کی زبان پر درود پاک کے جملے جاری ہوتے یا قرآنی آیتیں ہوتیں، یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ آپ کا قلب شریف جاری و ساری تھا اور وظائف قلبی و اذکار سری میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ الا ماشاءاللہ

وضع قطع اور لباس میں ہمیشہ سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ دیار اعلیٰ حضرت میں ہمیشہ ان کو اس حال دیکھا گیا کہ لباس سے کسی امتیازی شان کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ سفید کرتا، گنجی (بنیائن) سفید پائجامہ، سفید ٹوپی اور بہت ہوا تو ضرورتاً ایک صدری زیب تن فرماتے تھے۔ موسم سرما میں موسم کی مناسبت سے لباس میں کچھ اضافہ ہو جاتا تھا۔ مجلس میں کسی ممتاز جگہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ جہاں بھی جگہ مل جاتی، بیٹھ جاتے، البتہ حضرت کے جانے پہچانے لوگ جو آشنائے مرتبت اور واقف عظمت تھے، آپ کو عالموں کی صف میں لا کر بٹھا دیتے تھے۔ وہاں بھی انکسار اور تواضع کے ساتھ کسی تصنع کے بغیر بیٹھ جاتے تھے۔ بیٹھنے کی حالت میں اپنے جسم کو بہت کم حرکت دیتے تھے۔ ہاں زبان آہستہ آہستہ درود پاک کے ورد میں ہمیشہ مصروف رہتی تھی۔

عرس رضوی میں ہر سال پابندی کے ساتھ تشریف لاتے، مگر آخری قل شریف شجرہ خوانی اور دعا کے موقع ہی

سے اسٹیج پر نظر آتے۔ جب کبھی بیماری اور معذوری کے عالم میں بریلی شریف حاضر نہ ہو پاتے، تو یہ تقریب چشم نم کے ساتھ اپنے گھر ہی میں انجام دے کر تمام امور کی ادائیگی فرماتے اور حقیقت میں قلب وجگر کے ساتھ عالم تصور میں مزار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر حاضر رہتے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت کے ساتھ جو والہانہ اور فدایانہ تعلق تھا، اس کے پیش نظر دوری اور حجاب کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عاشق صادق جو اپنے تن من دھن کو اپنے محبوب پر فدا کر چکا ہو، اس کے لیے بعد مسافت اور حجاب نظر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میں یہ نہیں کہتا، کہ حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقام ولایت پر فائز تھے، صاحب کرامت بزرگ تھے یا ولی کامل تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے کہ عہد حاضر میں عام طور سے لوگ اسی کو بزرگ ولی اور قطب مانتے اور کہتے ہیں جو ہوا میں اڑتا ہو سمندر یا دریا کی سطح پر چلتا ہو، کبھی نظر آئے، کبھی غائب ہو جائے اور عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والے کارنامے دکھائے، حالاں کہ یہ تمام باتیں ایک شعبدہ باز یا کافر عیار سے بھی ظاہر ہوتی ہیں، اس لیے یہ چیزیں ولایت کی دلیل نہیں۔

اللہ کا ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا کی یاد آئے، جس کے شب و روز کے معمولات احکام شریعت کے مطابق ہوں، جو اپنے ہر کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو، جس کے معمولات احکام شریعت کے مطابق ہوں، جو اپنے ہر کام میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کو نمونہ بنائے، جس کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا بولنا اور خاموش رہنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو، جس کے معمولات میں فساد، خود غرضی اور ریا کاری کا شائبہ بھی نہ ہو۔ یہی معیار ولایت ہے اور یہی کسی کے ولی اللہ جاننے کی کسوٹی ہے۔ اس لحاظ سے اگر حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے اور ان کی سیرت وکردار پر غائرانہ نگاہ ڈالی جائے، تو بحمدہ تعالیٰ وہ اس معیار پر پوری طرح صادق آتے ہیں۔ اس لیے آپ ان کو ولی اللہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔

وہ حضرات جنھوں نے ان کی قربت میں زیادہ اوقات صرف کیے، ان کے معمولات کا مشاہدہ کیا۔ ان کی جوانی دیکھی، ان کا بڑھاپا دیکھا، ان کی حیات کے آخری برسوں کا معائنہ کیا، ان کی زندگی کے آخری ایام دیکھے، ان کے سفر وحضر میں شریک رہے، وہ ان کی عبادت وریاضت، زہد وتقوی، اوراد ووظائف، عجز وانکسار، حسن اخلاق اور خوبی کردار کے دل وجاں سے معترف ہیں۔ ایک مرد مومن کے ولی کامل ہونے کی اس سے زیادہ واضح علامت اور کیا ہو سکتی ہے۔

برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش کا کوئی بھی سنی عالم ایسا نہیں ہوگا، جو ان کے نام سے واقف نہ ہو، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا، کہ عالم اسلام یا ساری دنیا میں جہاں بھی خوش عقیدہ سنی اور اعلیٰ حضرت کے شیدائی مسلمان ہیں، وہ

حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے واقف ہیں، حالاں کہ حضرت نے ہمیشہ نام ونمود سے احتراز کیا اور سختی کے ساتھ اس پر عامل رہے۔

حد تو یہ ہے کہ آپ کے معتقدین ومتوسلین عزیزوں اور رشتہ داروں نے بھی کبھی اس کی طرف توجہ نہیں کی، جہاں تک میرا علم ہے (ہوسکتا ہے میری معلومات میں خامی ہو) اب تک حضرت مفتی صاحب کے فتاوے، تصانیف یا تقاریر کے مجموعے کی طباعت واشاعت بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ نہ ان کے نام پر مدارس قائم ہوئے، نہ انجمنیں وجود میں آئیں، نہ ان کے علمی وادبی کارناموں کے اعتراف میں جلسے ہوئے، نہ سیمینار ہوئے، نہ مقالے پڑھے گئے، نہ کتابچے شائع ہوئے، پھر بھی ان کے نام کی شہرت اوران کی ذات کی مقبولیت اللہ عزوجل کا خاص کرم ہے۔ ممکن ہے مستقبل میں اس کی طرف توجہ دی جائے۔

میں نے پہلی مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف اپنے مولد ومسکن موضع پوکھریرہ ضلع سیتامڑھی (سابق مظفر پور) بہار کے ایک جلسہ میں حاصل کیا۔ اس موقع پر حضرت کی تقریر سننے کی سعادت بھی میسر ہوئی، میں اس وقت ایک مدرسہ کا کم عمر طالب علم تھا۔ تقریر تو یاد نہیں رہ سکی، البتہ اسی وقت سے ان کا نام میرے ذہن میں محفوظ ہوگیا۔ ان کی شخصیت نے متاثر کیا۔ بحمدہ تعالیٰ آج بھی وہ پہلی زیارت میرے دل ودماغ پر نقش کالحجر کی طرح ثبت ہے، اس کے بعد مکمل ہوش کی منزل میں آنے کے بعد چند جلسوں میں ان کی تقریریں بھی سنیں، لیکن میں نے زیادہ تر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کو عرس رضوی کے موقع سے بریلی شریف ہی میں دیکھا اور بار بار دیکھا۔ پھر ان کے قریبی لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔

حضرت مولانا رجب علی صاحب میں جب تک چلنے پھرنے اور بولنے کی صلاحیت رہی، آخر تک بولتے رہے، شہر ممبئی میں محرام الحرام کی مخصوص مجلس میں خطاب فرماتے اور ذکر شہادت بیان کرنے کے لیے تقریباً ہر سال تشریف لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی جہاں ضرورت محسوس کی گئی اور دعوت دی گئی وہاں جاکر اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

مولانا کے مریدین یوں تو ہندوستان کے اکثر صوبوں میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں، لیکن مہاراشٹر اور ناسک میں نسبتاً مریدین کی تعداد زیادہ ہے، وہ اپنے ہر مرید کو چاہے کہیں کا بھی ہو، اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے اور سب کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن ناسک کے مریدوں میں وفاداری اور اطاعت شعاری کا جذبہ دوسری جگہ کے مریدوں کے مقابلہ میں کچھ اس طرح نمایاں رہا، کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی خواہشوں اور تمناؤں کا کچھ زیادہ ہی خیال فرماتے تھے اور ان کو وقت بھی زیادہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں پر اپنا فضل خاص فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بعض ایسی خوبیاں تھیں، جوان کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتی تھیں۔ ان میں قلب وجگر کی پاکیزگی، وضع قطع میں سادگی اور لوگوں سے ملنے جلنے میں تواضع کا وہ جوہر تھا، جس کی بنا پر سب ان کی عزت بھی کرتے تھے اور محبت بھی فرماتے تھے۔ بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ان کو بہت زیادہ عزیز اور محبوب رکھتے تھے۔ ذمہ دار لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ حضرت مولانا رجب علی صاحب حضور مفتی اعظم کے بڑے پیارے اور چہیتے عزیز تھے۔

حضرت مفتی رجب علی صاحب ایک قادرالکلام شاعر بھی تھے، وہ اپنی تقریروں سے پہلے حصول برکت کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کلام پڑھتے تھے، پھر اپنا نعتیہ کلام بھی کیف وسرور کے عالم میں سناتے تھے، کاش ان کا مجموعہ کلام بھی زیور طبع سے آراستہ ہو سکے اور اگر شائع ہوا ہو تو میری نگاہوں کو بھی شرف بخشے۔

مجھے افسوس ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں میری معلومات بہت کم ہیں، ان کی کوئی تصنیف بھی میرے سامنے نہیں، نانپارہ میں جانے کا مجھے اتفاق بھی نہیں ہوا۔۔ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ اس مدرسہ کے بارے میں بھی کوئی تفصیلی یا اجمالی علم مجھے حاصل نہیں، اس لیے میں حضرت کے متعلق اس سے زیادہ نہیں لکھ پایا، میں نے جو بھی لکھا ہے، یہ میرے قلبی تاثرات ہیں، جو حضرت کی عقیدت ومحبت میں نوک قلم سے صفحہ قرطاس پر آ گئے۔ میرے یہ چند جملے جوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر پیش ہیں، کاش انہیں قبولیت کا شرف حاصل ہو سکے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہمیشہ ان کی قبر انور پر رحمت ونور کی بارش نازل کرتا رہے، اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات ان کے معتقدین پر قیامت تک جاری وساری رہیں۔ **آمین بجاہ سیدالمرسلین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین یارب العالمین**

بلبل ہنداورآنکھوں دیکھا حال

از : مولاناشاکرعلی رضوی
استاذ دارالعلوم منظرحق ٹانڈہ فیض آباد یوپی

یوں تواس عالم انسانیت میں بہت سارے لوگ جنم لیتے ہیں اورمنازل زیست طے کرنے کے بعدراہی ملک عدم ہوجاتے ہیں، رفتار زمانہ اورشب وروز کی گردش انھیں گمنامی کے غارعمیق میں ڈھکیل دیتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی یادوں کے نقوش لوگوں کےقلوب واذہان سے مٹ جاتے ہیں، لیکن اسی عالم اسباب میں کچھ ایسی مقدس وپاکیزہ ہستیاں بھی جنم لیتی ہیں، جواپنے بلندافکاراورنیک کارناموں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن جاتی ہیں، ان کے خیال وافکار کدوکاوش ان کی ہر ہرادا پوری قوم کے لیے نمونہ حیات اوراس کی ترقی کا ضامن ہوتی ہے، انھیں پاکیزہ نفوس ہستیوں سے حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی تھے، جنھیں دنیاے سنیت مفتی نانپارہ بلبل ہندطوطی ہند کے نام سے جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔

زمانہ طالب علمی ہی سے میں حضرت کی ذات بابرکات سے متاثر رہااورمتاثر ہونے کی وجہ ان کے کمال علم وفن، اتباع سنت وشریعت، طہارت وتقوی، تصلب فی الدین جیسی وہ خوبیاں تھیں، جوکم لوگوں میں ایک ساتھ جمع ہوکرشخصیت کوعبقری بنادیتی ہیں اورکوئی بھی حقیقت پسندآدمی ان کااعتراف کیے بغیرنہیں رہ سکتااوراس کی وجہ یہ نہیں کہ میں بذات خودحضرت سے متعارف تھا، بلکہ اس کی وجہ میرے استاذ محترم محقق معظم دریاے محیط علوم نقلیہ ومرکز دائرہ فنون عقلیہ حضرت علامہ مفتی شبیرحسن صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی تھے۔ ابتدائی دورمیں چوں کہ میری کوئی کتاب استاذ محترم کے پاس نہیں تھی، مگرطلبہ کی زبانی یہ سنا کرتا تھا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ جمیع علوم وفنون پریکساں دسترس رکھتے ہیں اورکسی بھی فن کی کوئی بھی کتاب حضرت مفتی صاحب قبلہ کے پاس ہوتی ہے تو اسے بہت اچھے پیرائے میں سمجھاتے ہیں، حضرت کو جملہ علوم وفنون پرکافی مہارت حاصل ہے۔ وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ جب درجہ خامسہ میں پہنچا، تو حضرت کے یہاں میری ایک کتاب شرح جامی پڑ گئی، میں بہت خوش ہوا، اسباق شروع ہوئے تو حضرت استاذ محترم صاحب قبلہ نے اس انداز سے شرح جامی پڑھائی، کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، جس کانتیجہ یہ ہوا، کہ مزید دوسال میں نے شرح جامی کی سماعت کی، جماعت سادسہ اورسابعہ میں پہنچنے کے بعداتفاق سے میری جوگھنٹی خالی رہی، اس میں شرح جامی کی گھنٹی ہوتی تھی اورجب میں اپنی گھنٹی پڑھ کرنکلتا، تو بھاگتا ہوا جاتا، کہ کہیں شرح جامی کاسبق نہ شروع ہوگیا ہو، کمرہ کے پاس پہنچتا، تو درسگاہ کھچا کھچ بھرچکی ہوتی، بیٹھنے کی

بالکل جگہ نہیں ہوتی، مجبوراً کبھی دروازہ پر کبھی جنگلے کے پاس کھڑا ہو جاتا، مئی/ جون کے مہینے میں برآمدہ نہ ہونے کی وجہ سے سخت دھوپ لگتی تھی، لیکن پھر بھی برداشت کرتا اور بہت توجہ سے حضرت کی گفتار سنتا اور اسے نوٹ بھی کرتا۔ الغرض میں استاذ محترم سے بہت متاثر ہوا، اور حضرت کی بارگاہ میں خدمت کے لیے آنے جانے لگا اور استاذ محترم نے بھی بہت کرم فرمایا، کہ جو کتابیں داخل درس نہیں تھیں، انھیں بھی نکلوا کر خارج اوقات میں پڑھانا شروع کر دیا، مثلا میر زاہد، ملا جلال، قاضی مبارک، حمد اللہ، صدرا، مسلم الثبوت، حاشیہ مولانا فضل حق خیر آبادی علیٰ شرح السلم للقاضی وغیرہ۔ اور جب بھی خدمت میں حاضر ہوتا، تو اکثر مفتی نانپارہ کا ذکر جمیل فرماتے اور ان کے کمال علم وفن، اتباع سنت، طہارت وتقوی، تصلب فی الدین، عشق رسول، طلبہ ومدرسین پر شفقت ومہربانی، مہمان نوازی جیسی خوبیوں کو بیان کرتے اور یہی وجہ تھی کہ طالب علمی ہی کے زمانہ سے حضرت قبلہ مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات سے متاثر ہو گیا تھا۔

جب میں نائب دورہ میں تھا، تو مجھے آنکھ میں کچھ تکلیف محسوس ہوئی، میں نے استاذ محترم سے اس سلسلے میں عرض کیا، تو آپ نے فرمایا، میں نانپارہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے ساتھ چلو، بہرائچ شریف میں آنکھ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہے، اسے دکھا دیں، حضرت کی معیت میں بہرائچ شریف پہنچ کر ڈاکٹر کو دکھایا اور نانپارہ چلا گیا، اتفاق سے مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس وقت تشریف فرما تھے، حضرت کی قدم بوسی حاصل کی، یہ پہلا موقع تھا، کہ اب تک جس ذات کی تقدس وطہارت کو تصور وخیال میں بسائے ہوئے تھا، اسے اپنی ظاہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، حضرت کی ذات کیا تھی، اتباع سنت کی مکمل تصویر تھی اور عشق رسول تو حضرت کی ذات بابرکات میں کوٹ کوٹ کر سرایت کیے ہوئے تھا، کہ جب کبھی دوران گفتگو حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک آتا، تو سر کو جھکا لیتے اور آنکھوں کو بند کر کے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ منٹوں درود پاک پڑھتے رہتے، کبھی کبھی آنکھوں کو کھولتے تو آنسوؤں کے قطرات بھی ٹپک پڑتے۔ مفتی نانپارہ کی محبت اب تک جو میرے دل میں رچی بسی ہوئی تھی، وہ استاذ محترم کی دین تھی، مگر اب اپنی نگاہوں سے انھیں دیکھ کر مزید متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

چوں کہ عشا کے وقت پہنچا تھا، نماز سے فراغت کے بعد کھانے کے لیے خانقاہ حسینیہ میں طلب فرمایا، استاذ محترم کے ساتھ میں بھی حاضر ہوا، میری حیثیت ایک طالب علم کی تھی، میں نے چاہا، کہیں کنارے بیٹھ کر کھالوں، مگر آپ نے مجھے بھی استاذ محترم کی بغل میں بٹھایا، خود ایک طرف بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھوں سے ماحضر نکال نکال کر دینے لگے۔ میں حیران تھا، کہ جس کی جلالت علمی پر دنیائے سنیت کو ناز ہے، آج اپنے معمولی سے مہمان کی کس طرح میزبانی فرما رہا ہے۔ صبح جب واپسی کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے اپنی جیب خاص سے تین سو روپے استاذ محترم کو اور سو روپے مجھے عنایت فرمائے، میں نے لینے میں پس وپیش کیا، تو استاذ محترم

نے فرمایا، تبرک ہے۔ لے لو۔ میں حیران تھا کہ میں یہاں اپنے کام سے آیا، اتفاقیہ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا، مگر اتنا کرم اور شفقت فرمارہے ہیں، کہ سو روپے زادراہ کے طور پر بھی عنایت فرمارہے ہیں اور ایسا کیوں نہیں ہوتا، کیوں کہ آپ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک ''**من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنافلیس منا**'' کے مصداق اور مظہراتم تھے۔ مہمانوں کی میزبانی اور اپنے چھوٹوں پر شفقت آپ کی عادت کریمہ تھی۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں، اگر سب کو ذکر کیا جائے، تو مضمون طویل ہوجائے گا، اس لیے صرف ایک واقعہ اور ذکر کرتا ہوں۔

عرس رضوی میں بریلی شریف کے لیے روناہی سے بس جاتی تھی، جس پر طلبہ ومدرسین ہوتے تھے، پروگرام ہوتا تھا، کہ روناہی سے سیدھے بہرائچ شریف جانا ہوتا اور وہاں حضور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری دے کر راتوں رات سفر کر کے صبح کے وقت پیلی بھیت پہنچ جاتے اور مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہوتے اور فاتحہ پڑھتے، دوپہر تک وہیں گزار کر ۲۴ر صفر کی شام بریلی شریف پہنچ جاتے، ایک سال اتفاق سے ایسا ہوا کہ درگاہ بہرائچ شریف میں فاتحہ پڑھ کر عشا کی نماز پڑھی گئی، اس کے بعد آگے کے لیے روانہ ہوگئے، نانپارہ قصبہ سے گزرتے ہوئے ابھی ایک کلومیٹر آگے بڑھے تھے، کہ بس پنچر ہوگئی، سب لوگ وہیں اتر گئے، پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کے بننے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوگا۔ استاذ محترم نے فرمایا، کہ اتنا وقت لگے گا، تو چل کر عزیز العلوم ہو آئیں، اگر حضرت مفتی نانپارہ موجود ہوں گے، تو حضرت کی زیارت بھی حاصل ہوجائے گی اور دست بوسی بھی کرلیں گے۔ استاذ محترم جب چلنے لگے، تو پچیسوں اشخاص ان کے ساتھ ہوگئے، ابھی روڈ سے گلی میں داخل ہوکر چند قدم چلے ہی تھے، کہ کیا دیکھتے ہیں، کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ خانقاہ حسینیہ کے پاس چند طلبہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور کھڑے ہونے کا انداز بتارہا تھا، کہ جیسے ہم لوگوں کا انتظار فرمارہے ہیں، ایسا محسوس ہوتا تھا، کہ جیسے حضرت کو پہلے ہی سے معلوم ہوگیا تھا، کہ میرے کچھ مہمان آرہے ہیں، دست بوسی کے بعد سبھی لوگوں کو مہمان خانہ میں بٹھایا، اس وقت علما کے مابین ٹی وی، ویڈیو جیسا موضوع نزاع واختلاف کا باعث بنا ہوا تھا، کوئی اسے جائز قرار دے رہا تھا، کوئی ناجائز، الغرض اسی موضوع پر استاذ محترم اور حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے مابین کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور ہم سبھی لوگ ان کی باتوں کو سن کر محظوظ ہوتے رہے، رات کے ساڑھے دس بجے تھے، وقت بھی پورا ہوچکا تھا، اس لیے استاذ محترم نے اجازت مانگی، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا، ایسے کیسے ہوسکتا ہے، فقیر کے غریب خانہ پر مہمان آئیں اور بغیر کچھ کھائے پیے لوٹ جائیں، کھانا کھا کر جانا ہے، ہم سبھی نے سوچا ایک دو شخص کی بات ہوتی تو کھالیا جاتا پچیسوں لوگ موجود ہیں، اتنی جلدی کھانا کیسے تیار ہوگا اور پھر یہ ایک قسم کا بار ہے، میزبان تو رسماً بھی کہہ دیتا ہے، کھانے کا وقت ہے کھالیجیے! یہ سوچ کر

استاذ محترم و دیگران کے ہمراہی نے پھراجازت طلب کی، مگر حضرت مفتی صاحب قبلہ کا ایک ہی فرمان تھا، کہ غریب خانہ پر کھانا کھا کر جانا ہے اور پھر یہ دیکھ کر حیرت ہوئی، کہ چند ہی منٹوں کے بعد دسترخوان لگ گیا اور فرمایا، کہ کھاؤ کھانا حاضر ہے۔ ہم سبھی لوگوں نے شکم سیر ہوکر کھایا اور جب اجازت لے کر واپس ہونے کا ارادہ کر رہے تھے، اس وقت یہ دیکھ کر حیرت واستعجاب میں ڈوب گیا، کہ ساتھ ہی میں چند طلبہ کھانے کی گٹھری اٹھائے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں، حضرت استاذ محترم نے عرض کیا، حضور اس کی کیا ضرورت ہے، کھانا تو شکم سیر ہوکر کھا ہی لیا گیا، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا، یہ میرے ان مہمانوں کے لیے ہے، جو قصبہ نانپارہ میں موجود ہیں اور کسی وجہ سے یہاں نہیں آسکے، راستے میں جہاں کہیں انھیں موقع ملے گا کھالیں گے۔ یہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی کرامت نہ کہی جائے تو اور کیا کہا جائے کہ معمولی سے وقت میں پچاسوں آدمیوں کا کھانا تیار ہوگیا اور سبھی نے شکم سیر ہوکر کھالیا اور خانقاہ حسینیہ کے پاس ایسے کھڑے ہوئے ملے جیسے کہ پہلے ہی سے کسی معزز مہمان کی آمد کا انتظار رہا ہو۔

آج ہم میں سے کسی کے گھر رات کا کچھ وقفہ گزرنے کے بعد اگر ایک دو مہمان آجاتے ہیں، تو چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں اور دل ہی دل میں سوچنے لگتے ہیں کہ یہ کوئی ٹائم ہے آنے کا، پھر سے کھانے کا انتظام کیا جائے؟ اور عورتیں بھی الگ منہ سکوڑنے لگتی ہیں، مگر چوں کہ مہمان نوازی کا یہ شرف میرے آقا ومولیٰ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حضرت مفتی نانپارہ کو عطا ہوا تھا، کہ ایک دو نہیں ایسے ہزاروں مہمان بے وقت آپہنچتے تو اس سے انہیں تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ ان کی میزبانی کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔

وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ ایک ایسا وقت سعید آیا، کہ مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی سے فضیلت کی دستار بندی ہوئی، فراغت کے بعد استاذ محترم کے حکم سے ایک سال کے لیے مبارک پور چلا گیا اور مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور مشفق اساتذہ کرام کے زیر سایہ رہ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی، تعطیل کلاں گھر ہی پر رہ کر گزاری اور اس درمیان درسیات کی جو کتابیں میرے پاس تھیں، ان کا مطالعہ کرتا رہا۔ ۱۰ رشوال المکرّم کو حضرت استاذ گرامی نے رونا ہی طلب فرمایا، جب میں حاضر خدمت ہوا، تو حضرت نے فرمایا، ۱۵ رشوال کو عزیز العلوم نانپارہ کا مدرسہ کھلتا ہے اور تم ۱۴ رشوال کو وہاں پہنچ جاؤ اور درس وتدریس کا کام سنبھال لو اور محنت وتوجہ اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ پڑھانا شروع کردو اور ہر کتاب کو مطالعہ کرکے پڑھانا، اس طرح سے بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ میں جب نانپارہ پہنچا، تو عصر کا وقت تھا، چوں کہ راستہ دیکھا ہوا تھا، اس لیے پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی، عصر کی نماز ہو چکی تھی، اکثر طلبہ ومدرسین تفریح کے لیے نکل چکے تھے، عزیز العلوم کے آنگن میں جب پہنچا، تو آٹھ دس طلبہ نے مجھے ایک نیا طالب علم سمجھ کر آگھیرا، مولوی صاحب کہاں سے آئے ہو اور وہ اپنے سوالات کرنے میں حق بجانب تھے، کیوں کہ میں بہت کم عمر تھا، ڈاڑھی بھی بہت معمولی نکلی تھی، دیکھنے

میں درجہ خامسہ اور سادسہ کی جماعت کا طالب علم لگتا تھا، میں نے جواب دیا، میں پڑھنے نہیں آیا ہوں، یہاں کے اساتذۂ کرام میں سے کوئی موجود ہوں، تو میری ان سے ملاقات کراؤ۔ایک طالب علم سمجھ گیا غالباً اس کا نام محمد شاہد رضا چھلوی تھا، اس نے کہا، حضرت پڑھانے آئے ہیں، فوراً اس نے بیٹھنے کا انتظام کیا، مغرب تک بیٹھے مدرسے کے حالات کے بارے میں پوچھتے رہے، یہاں تک کہ اساتذہ عزیز العلوم تفریح سے واپس آ گئے، سبھی حضرات سے مصافحہ و معانقہ ہوا اور عزیز العلوم آنے کا مقصد و غرض بتایا، ماشاء اللہ سبھی حضرات اچھے سلوک سے پیش آئے، خصوصاً حضرت مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بستوی جو جلد ہی درس و تدریس کے لیے نانپارہ پہنچے تھے اور وہ مصباحی بھی تھے، مجھے اپنے کمرہ میں رکھا اور میرا ہر طرح سے خیال فرماتے رہے۔ کتابیں تقسیم ہو گئیں، درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا، رات کے دس بجے تھے اور میں مطالعہ میں مصروف تھا، اچانک مدرسہ میں ایک ہڑ بونگ سا مچ گیا، جس کو دیکھو خواہ مدرس ہو یا طالب علم سبھی مدرسہ سے نکل نکل کر خانقاہ حسینیہ کی طرف دوڑ رہے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، کہ مفتی نانپارہ حضرت مہتمم صاحب قبلہ سفر سے تشریف لے آئے ہیں اور طلبہ و مدرسین سلام و دست بوسی کے لیے جا رہے ہیں، میں بھی کمرہ سے نکلا اور باہر نکل کر مدرسین کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ سب کے ساتھ میں نے بھی سلام و دست بوسی کیا، مجھے دیکھ کر حضرت نے فرمایا، آپ رونا ہی سے آئے ہیں؟ میں نے جواب اثبات میں عرض کیا، تو فوراً مدرسہ کے شیخ الحدیث وصدر مدرس حضرت مفتی عبدالوحید صاحب قبلہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، مولانا! یہ رونا ہی کے شیخ الحدیث مفتی شبیر حسن رضوی کے بھیجے ہوئے ہیں، ان کے آرام کا خیال رکھنا اور انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے اور یہ فرما کر دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ میں سوچنے لگا، کہ اتنے دور دراز شہر ناسک سے اتنا لمبا سفر کر کے تشریف لا رہے ہیں اور اپنی تکلیف کا احساس نہیں ہے اور ایک نو وارد کے دکھ درد کا اتنا احساس ہے، ہم لوگ بھی اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے، اب مسئلہ میری تنخواہ کا تھا، صدر مدرس کی تنخواہ اس وقت نو سو روپے تھی، باقی ان کے علاوہ سینیئر مدرسین میں جن کا شمار ہوتا تھا، ان سب کی تنخواہیں چھ سو روپے تھیں، اسی لحاظ سے میری بھی تنخواہ چھ سو روپے متعین ہوئی، ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہیں گزرا تھا اور ہم تمام مدرسین ایک جگہ بیٹھے کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مفتی نانپارہ صاحب قبلہ مدرسے تشریف لا رہے ہیں، ادباً ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور جب حضور مفتی صاحب قبلہ بیٹھ گئے، تو اشارہ پا کر ہم لوگ بھی مودب ہو کر بیٹھ گئے، اس وقت آپ کے دست مبارک میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا، جس میں جملہ مدرسین و ملازمین کے اسما تھے، چوں کہ ہمیشہ سے یہ معمول تھا، کہ سال شروع ہوتے ہی، حضرت مفتی صاحب قبلہ جملہ مدرسین کی تنخواہوں میں از خود اضافہ فرمادیا کرتے تھے، کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی، چوں کہ مفتی صاحب قبلہ اساتذہ و مدرسین کی ضروریات کو سمجھتے تھے، اس لیے ان کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے، آج کل کے مدرسوں کے ناظمین کی طرح نہیں تھے

کہ مدرسین وملازمین چیختے چلاتے رہیں، اپنی ضروریات وپریشانیاں بیان کرتے رہیں، مگران کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، یہ بھی نہیں سوچتے کہ ضرورت کیا چیز ہوتی ہے، پریشانی کس چیز کا نام ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے، کہ بقرعید، محرم کی چھٹیاں ہورہی ہیں، مہینہ پورا ہونے میں ایک دودن باقی ہے، مگر تنخواہ نہیں ملتی اور یہ کہہ کرٹال دیتے ہیں کہ ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مدرسوں کے ناظمین کو ہدایت بخشے۔ لیکن اگر یہ سب خوبیاں کسی ذات میں تھیں، تو وہ ذات گرامی حضرت مفتی نانپارہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ کی تھی کہ ہمیشہ مہینہ پورا ہونے سے پہلے تنخواہیں سب کو دے دیا کرتے اور ضرورت پڑنے پر ۱۵؍۲۰؍تاریخ کو بھی تنخواہیں مل جایا کرتی تھیں۔ ہاں تو میں یہ عرض کررہا تھا، کہ جب مفتی صاحب قبلہ تشریف لائے، تو آپ کے دست اقدس میں کاغذ کا ٹکڑا اوراس میں مدرسین کے نام اوران ناموں کے سامنے کچھ گنتیاں لکھی تھیں، مدرسین سمجھ گئے کہ کاغذ اضافہ تنخواہ کے سلسلے میں ہے، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے جب پڑھ کر سنایا، تو معلوم ہوا، کہ صدر مدرس کی تنخواہ میں سوروپے اور باقی مدرسین کی تنخواہوں میں ۵۰؍۷۵؍روپے کا اضافہ ہوا ہے اوران ناموں کی فہرست میں میرا بھی نام تھا۔ آج سے چودہ سال پہلے کا واقعہ میں بیان کررہا ہوں، اس وقت ۷۵؍روپے کا اضافہ کوئی معمولی اضافہ نہیں تھا، مگر پھر بھی کچھ مدرسین کے چہرے پر ناگواری کے آثار دکھائی پڑے، حضرت مفتی صاحب قبلہ کے دریافت کرنے پر کچھ دیر تو خاموش رہے، مگر بغض وحسد جیسا وصف جو اکثر علما کا جزء لاینفک ہے، بھڑک اٹھا اور کہنے لگے، اضافہ کی مقدار تو ٹھیک ہے، مگر ہم مدرسین کے ناموں کی فہرست میں مولانا شاکر علی کا نام بھی ہے، جب کہ ان کی تنخواہ میں اضافہ نہیں ہونا چاہیے، یہ تو اسی سال آئے ہیں، اضافہ تو ان لوگوں کی تنخواہوں میں ہوتا ہے، جو پہلے سے کام کررہے ہوں اور بعض مدرس کا حال تو یہ تھا کہ جیسے اس بات پر تل گئے ہوں کہ ان کی تنخواہ میں اضافہ نہیں ہونے دینا ہے، مگراس کے برخلاف شہزادۂ بلبل ہند حضرت علامہ مولانا محمد محمود رضا قادری جانشین حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس بات پر مصر تھے کہ اضافہ ہونا چاہیے، کیوں کہ اگر چہ مولانا شوال میں آئے ہیں، مگران کی تقرری کا اعلان جلسہ دستار بندی کے موقع ہی پر کر دیا گیا تھا۔ گھنٹوں علما کے مابین یہ بحث، نزاع واختلاف کا باعث بنا رہا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ مدرسین کی بحث وتمحیص کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے، جب سب خاموش ہو گئے، تو آپ نے فرمایا، کہ میں مولوی محمد شاکر علی کے اضافہ تنخواہ کو منسوخ کرتا ہوں اوران کی تنخواہ ابتدا ہی سے پونے سات سو روپے مقرر کرتا ہوں، اس کے بعد کوئی لب کشائی کی جرأت نہ کرسکا۔ اس سے ایک طرف جہاں حضرت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مفتی نانپارہ خلیفہ حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے کہ چند سکنڈ میں الجھے ہوئے مسئلہ کا تصفیہ فرما دیا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے چھوٹوں پر کتنا مہربان تھے کہ حیثیت بدل دی اوراضافہ کو برقرار رکھا، آج مدارس عربیہ کے مدرسین وملازمین ایسے باعظمت اور مشفق مہتمم وناظم کی مثال پیش کرنے سے قاصر

ہیں، جنھوں نے ہمیشہ دوسروں کی پریشانی کو اپنی پریشانی اور دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، ٹھنڈی کا مہینہ تھا اور حضرت خانقاہ حسینیہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے آرام فرما رہے تھے، فقیر بھی حاضر خدمت تھا، ایک بڑھیا جس کا چہرہ افسردہ، بال بکھرے ہوئے تھے، ہانپتے کانپتے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی حضور! میرا ایک بچہ بیمار ہے، کوئی نقش عنایت فرمادیں، ہوسکتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ہی کے توسط سے میرے بچہ کو شفا عطا فرمادے۔ میرے بڑھاپے کا یہی ایک سہارا ہے اور وہ بھی بیمار ہے، آپ نے فوراً قلم کاغذ اٹھایا اور نقش لکھنا شروع کردیا۔ لکھنے کے بعد آپ نے فرمایا، اسے لے جاؤ بچہ کے گلے میں ڈال دینا، اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جو کچھ بھی ہاتھ میں آیا، اسے دے دیا اور فرمایا، جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارا بھلا فرمائے۔ بڑھیا جو افسردہ چہرہ لے کر آئی تھی، خوشی خوشی لوٹ گئی۔ یہ تھے حضرت قبلہ مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان جنھوں نے اس بڑھیا کی پریشانی کو اپنی پریشانی اور اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے اسے مانگنے کے سوا عطا فرمایا۔

وقت گزرتا رہا، درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ عزیز العلوم نانپارہ میں رہتے ہوئے تین سال گزر گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے ان ایام میں مجھے کسی طرح کی تکلیف کا احساس نہ ہوا، اگر کسی چیز کا احساس تھا، تو وہ وطن سے دوری تھی، چار چار، پانچ پانچ ماہ گزر جاتے، گھر لوٹنا میسر نہ ہوتا تھا، گھر کی یادیں ستاتی تھیں، والدین کی خدمت نہ کرپانے کا دکھ تھا، ان کی بھی تمنا تھی کہ قریب میں کوئی جگہ مل جاتی، تو بہتر ہوتا اور اس سلسلے میں استاذ محترم صاحب قبلہ کی بارگاہ میں کئی بار عرض بھی کرچکا تھا، الغرض والدین کی دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت استاذ محترم صاحب قبلہ کے توسط سے فیض آباد ضلع کے ایک مشہور ومعروف قصبہ ٹانڈہ کے دارالعلوم منظر حق میں جگہ مل گئی، اس سے جو مجھے گھر سے دوری کا احساس تھا، وہ ختم ہوگیا اور ہفتہ عشرہ میں گھر آنے جانے لگا، اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد اپنی سرگزشت سنانا نہیں ہے، بلکہ حضرت قبلہ مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے عدل وانصاف کو نمایاں کرنا مقصود ہے۔ ۱۹۹۱ء کی بات ہے، فقیر ۱۴؍ شوال کو عزیز العلوم پہنچ گیا اور ۲۵؍ شوال کو وہاں سے منظر حق ٹانڈہ چلا آیا، اتفاق سے صرف اسی سال تعطیل کلاں کے ایک مہینہ کی تنخواہ کسی وجہ سے نہیں مل سکی تھی، جب میں عزیز العلوم گیا تھا، تو اس وقت حضرت مفتی صاحب قبلہ باہر دورہ پر تھے اور واپسی میں حضرت سے ملاقات نہیں ہوسکی، جب آپ نانپارہ تشریف لائے اور مدرسین سے میرے چلے جانے کے بارے میں سنا تو آپ نے فرمایا، کچھ دن انھیں اور ٹھہرنا چاہیے تھا، میرے آنے کا انتظار کرلیتے اور اپنی تنخواہ لے کر جاتے، اس وقت مدرسہ کا حساب وکتاب حافظ سجاد علی صاحب کیا کرتے تھے، حضرت قبلہ نے انھیں بلایا اور فرمایا تعطیل کلاں اور شوال میں جتنے دن یہاں رہے سب کی تنخواہ مولانا کے یہاں بھجوادو۔ کچھ لوگوں نے عرض بھی کیا، حضور وہ شوال میں کل دس یوم ہی یہاں

رہے، اس درمیان صرف طلبہ کے آنے جانے اور داخلہ کا سلسلہ رہا پڑھائی لکھائی تو ہوئی نہیں، ایک سبق بھی تو نہیں پڑھایا، یہ دس دن کی تنخواہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان تقدس تو ملاحظہ فرمائیے، آپ فرماتے ہیں، کیا آپ لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ وہ اجیر خاص تھے اور اجیر خاص پر وقت کی پابندی ضروری ہوتی ہے، مولانا نے یہاں رہ کر وقت کی پابندی کی، جب آپ کے مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہی نہیں ہوا تھا، تو کس کو پڑھاتے، اس لیے وہ دس دن کی تنخواہ کے بھی مستحق ہیں اور اتنی ہی بات نہیں، بلکہ ایک مہینہ دس دن کی تنخواہ میرے غریب خانہ پر بھجوایا بھی۔ اس کے برخلاف اگر آج کل کے مدرسوں کے ناظمین ہوتے تو دس دن کی تو بہت دور کی بات ہے، تعطیل کلاں کا پیسہ بھی ہڑپ کر جاتے۔ ناظمین کو حضرت مفتی صاحب قبلہ کے عمل سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

عزیز العلوم نانپارہ سے چلے آنے کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب قبلہ جب بھی کسی قسم کا کوئی پروگرام کرتے، خواہ وہ جلسہ دستار بندی کا پروگرام ہوتا یا پوتا و پوتی کے عقیقہ کی تقریب ہوتی، دعوت نامہ ضرور ارسال فرماتے، فیض آباد بڑا گاؤں، چرہ، کوڑے بھار، سلطان پور میں چوں کہ حضرت کے مریدین کثرت سے تھے، اس لیے سال میں ایک دو بار مریدین کے اصرار پر تشریف لاتے اور جب حضرت کا تشریف لانا ہوتا، تو فقیر حاضر خدمت ہو کر سلام ودست بوسی وقدم بوسی کا شرف حاصل کرتا اور حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی فقیر کو اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازتے۔

ایک مرتبہ میں رونا ہی حضرت استاذ محترم صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، اس وقت مفتی نانپارہ کانپور میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کی طبیعت کئی ہفتہ سے علیل چل رہی ہے، فقیر نے حضرت کی صحت کے لیے دعا کی اور ٹانڈہ لوٹ آیا، ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ دن کے تین بجے کانپور سے فون آیا، کہ حضرت مفتی نانپارہ کا انتقال ہو گیا ہے، یہ خبر میرے اوپر برق تپاں بن کر گری، پہلے تو یقین نہ آیا، لیکن جب ذہنی حالات نارمل ہوئے، تو یقین نہ کرنے کا سوال ہی نہ اٹھتا تھا، کیوں کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یہ ایک ایسی زندہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں۔ یہ سلسلہ موت وزیست وکشاکش حیات ومرگ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری رہے گا، لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے کہ مرنے والے پر نالہ وشیون نہ کیا جائے، لیکن فطرت کے تقاضے بھی عجیب ہوتے ہیں، کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ مرنے والا کبھی واپس نہ آئے گا، مرنے والے پر آنکھیں آنسو بھی بہاتی ہیں اور دل غم واندوہ سے بھر آتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وقت دھیرے دھیرے جدائی کے زخم کو مندمل کر دیتا ہے، مگر یہ کلیہ ہر جگہ صادق نہیں آتا، بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جو نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی یاد آتے ہیں، تو دل کے زخم از سر نو تازہ ہو جاتے ہیں، آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جانے والا ابھی ابھی گیا ہو۔

ان کی جو یاد آئی تو آتی چلی گئی

ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

میں فوراً نانپارہ جانے کی تیاری کرنے لگا، تو حاجی صاحب نے فرمایا، کہ اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی آج بدھ ہی تو ہے، جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ تجہیز وتدفین ہوگی، میری سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی اور فوراً جانے کا ارادہ ترک کر دیا، جمعرات کو دوپہر تک پڑھایا اور اس کے بعد گھر چلا گیا، ایسی حالت میں جب کہ پوری دنیاے سنیت سوگوار اور ماتم کناں تھی، سونے کا کیا موقع تھا، رات رہبر سنیت اور پاسبان ملت کی رحلت کے حادثہ عظیمہ پر اشکباری میں گزر گئی، علی الصبح فیض آباد روڈ ویز پہنچا اور پہنچتے ہی بہرائچ شریف کے لیے بس مل گئی، ابھی تھوڑی ہی دور بس چلی تھی، کہ کسی کے ہاتھ دینے سے بس رک گئی، کیا دیکھا، کہ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب بارہ بنکوی بس پر چڑھ رہے ہیں، طبیعت کو قدرے سکون ہوا، کہ تنہا سفر کرنے میں جو دشواری اور پریشانی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ تنہائی کا احساس ہوتا ہے، وہ اب نہیں ہوگا، گیارہ بجے بہرائچ شریف پہنچے اور پہنچتے ہی نانپارہ کی بس مل گئی اور جمعہ سے پہلے نانپارہ پہنچ گئے، ابھی تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ حضرت مفتی صاحب کے جنازہ کو راجہ مسجد کی طرف لے کر بڑھ رہے ہیں، کچھ لوگوں کو روک کر دریافت کیا، تو انھوں نے بتایا، کہ پروگرام یہ طے ہوا ہے کہ راجہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد سعادت انٹر کالج کے میدان میں جنازہ کی نماز ادا کی جائے گی۔ یہ سن کر طبیعت مطمئن ہوگئی، کہ کچھ آرام کرنے کا موقع مل گیا۔ آگے جانے کے بجائے عزیز العلوم چلا گیا، وہاں دیکھا کہ بریلی شریف، پیلی بھیت، ناسک، کلیان، بمبئ، فیض آباد، بہرائچ شریف، لکھنؤ کے ہزاروں علماے کرام ومفتیان عظام تشریف فرما ہیں، عزیز العلوم پہنچ کر میں نے وضو کیا اور تھوڑی دیر آرام کے بعد بغل ہی کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی اور پھر علماے کرام کے ساتھ راجہ مسجد پہنچ گیا، جہاں مفتی نانپارہ کا جنازہ پہلے ہی سے رکھا تھا اور مسجد کے اندر اور باہر کی جگہیں کھچا کھچ سوگواروں سے بھری ہوئی تھیں۔ آس پاس کی سڑکیں گلی کوچے مکانات کی چھتیں کسی جگہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، چوں کہ اندرون قصبہ کوئی ایسا میدان نہیں تھا، جہاں جنازہ کی نماز ادا کی جاتی، لہذا قصبہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور سعادت انٹر کالج کے میدان میں عقیدت مندوں کے ہجوم کو دیکھتے ہوئے نماز جنازہ کی ادائیگی کا پروگرام رکھا گیا تھا، جب جنازہ راجہ مسجد سے سعادت انٹر کالج کے میدان کی طرف روانہ ہوا، تو ایسا جم غفیر تھا کہ جنازہ کو کاندھا دینا مشکل تھا، جب کہ عقیدت مندوں کے ہجوم کو دیکھتے ہوئے ان کی آسانی کے لیے جنازہ کے دونوں طرف چالیس فٹ لوہے کا پائپ لگا دیا گیا تھا تا کہ کاندھا دینے میں سہولت ہو، میں نے کاندھا دینے کی کئی بار کوشش کی، مگر ہر بار ناکام رہا، دو بار تو ایسا ہوا، کہ قریب پہنچ گیا اور ہاتھ لگانا ہی چاہتا تھا کہ لوگوں کا ایسا ریلا آیا، کہ سڑک سے نیچے چلا گیا اور کوشش بسیار کے بعد بھی کاندھا دینے کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ کچھ لوگ پہلے ہی انٹر کالج کے میدان میں پہنچ چکے تھے اور جب حضرت کا جنازہ وہاں پہنچا، تو لوگ کاندھا دینے کے

لیے ایسی عقیدت سے بڑھے کہ جنازہ کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ مجبوراً اس میدان میں جو سیاسی لیڈران کے لیے کافی اونچا اسٹیج بنا ہوا تھا، جنازہ کو اس پر رکھا اور اس طریقے سے مجمع کو کنٹرول کیا گیا، لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کر کے کسی طرح بمشکل تمام صفیں سیدھی کرائی گئیں، اس کے بعد حضرت کے جنازہ کو اتارا گیا۔

اب مسئلہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، چوں کہ حضرت کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ شہزادۂ قطب مدینہ شیخ فضل الرحمٰن مدینے پاک والے پڑھائیں، اگر وہ نہ آسکیں، تو سید امین میاں قبلہ پڑھائیں، وہ نہ پہنچ سکیں، تو حضرت علامہ اختر رضا ازہری میاں صاحب قبلہ پڑھائیں گے، کسی وجہ سے وہ موجود نہ ہوں، تو فرد الوقت علامہ سید اکبر میاں صاحب پڑھائیں، وہ موجود نہ ہوں، تو محبوب العلما علامہ سید محبوب اشرف صاحب قبلہ پڑھائیں وہ موجود نہ ہوں، تو میرے صاحب زادے مولانا محمود رضا قادری پڑھائیں گے۔ اول الذکر پانچوں بزرگ اس وقت باہر دورہ پر تھے، یا کسی غرض عارض کی بنا پر حاضر نہ ہو سکے، اس لیے وصیت کے مطابق صاحب زادہ حضور مفتی نانپارہ حضرت علامہ ومولانا محمد محمود رضا قادری جانشین حضور مفتی نانپارہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی، اس سلسلے میں اپنی رائے کچھ نہیں پیش کر سکتا، کیوں کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک جگہ اتنے لوگوں کو اکٹھا ہوتے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ مجھے اس کا اندازہ تھا، مگر علمائے ذوی الاحترام جنھوں نے بارہا کئی لاکھ مجمعوں سے خطاب فرمایا تھا، انھیں اس کا اندازہ تھا، ان کا اپنا خیال تھا، کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ یا سوا دو لاکھ تھی۔ ویسے دوسرے دن جو اخبار نکلا، اس کی رپورٹ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد نوے ہزار تھی، جو حقیقت میں غلط رپورٹ تھی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد جنازہ کو واپس لایا گیا اور خانقاہ حسینیہ کی بغل میں تدفین عمل میں آئی اور تین گھنٹہ شدید انتظار کے بعد مٹی دینے اور فاتحہ خوانی کی سعادت نصیب ہوئی۔

آج جب یہ بیتے لمحات یاد آتے ہیں تو اس دن عشاق مفتی نانپارہ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، لاکھوں افراد کی آہ وبکا، در و دیوار کا نالہ وشیون، فضا کی سوگواری سب کچھ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم حضرت علامہ ومولانا محمد محمود رضا قادری صاحب زادہ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کا سچا و پکا جانشین بنائے اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم**

ایک بافیض شخصیت جن کی یادیں ہمیشہ تازہ رہیں گی

از : حضرت مولانا حافظ محمد اکبر علی مصباحی
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

ہمارے یہاں عام دستور ہے کہ لوگ کسی شخصیت کو اس کی زندگی میں نہیں پہچان پاتے اور جب وہ اس خاکدان گیتی سے پردہ فرما جائے، تو اس کی قدر و منزلت کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ کچھ یہی حال میرا ہمارے محسن حضور بلبل ہند مفتی نانپارہ علامہ الحاج مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ کے بارے میں ہوا۔ جب میں مدرسہ عزیز العلوم میں زیر تعلیم تھا، اس دوران حضرت کو بارہا دیکھا، سات سال تک با ہوش و حواس حضرت کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا اور کئی بار آپ کی اقتدا میں راجہ مسجد نانپارہ میں نماز جمعہ ادا کی، مگر اس دوران بس اتنا ہی جان سکا، کہ حضرت بہت بڑے عالم و مفتی اور ہندوستان گیر شہرت کے حامل خطیب ہیں۔ ہاں! آپ کے وصال کے وقت جب کہ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا، آپ کی رحلت کی خبر سن کر اور اس خبر جانکاہ کی وجہ سے اشرفیہ کے در و دیوار پر رنج و غم کے آثار دیکھ کر ضرور آپ کے علوے شان اور فضل و کمال کی بلندی کا احساس ہوا اور مجھے محسوس ہوا کہ میرے علاقے کے اتنے بڑے عالم جن کے مدرسے میں تعلیم بھی حاصل کر چکا ہوں، میں ان کو پہچان نہ سکا اور ان سے کسب فیض یا حصول سعادت کا شرف نہ پا سکا، جس کا مجھے تا عمر ملال رہے گا۔

حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کی خبر مجھے اس وقت ملی، جب میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب کی درسگاہ میں پڑھ رہا تھا، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ نے وصال کی خبر جملہ مدرسین حضرات کے پاس تحریری طور پر پہنچائی اور طلبہ کو اپنی اپنی درسگاہ میں وصال کی خبر دینے کا فرمان جاری کیا۔ تھوڑی دیر بعد سینٹرل بلڈنگ کے گنبد ہال میں قرآن خوانی کا اہتمام ہوا، جس میں اساتذہ جامعہ و طلبہ شریک ہوئے اور آخر میں ممتاز الفقہا حضور محدث کبیر نے حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور ان کے تقوی و پرہیز گاری پر روشنی ڈالی اور کہا کہ وہ ورع پر عمل کرتے تھے۔

بعدہ میں اپنے ساتھی مولانا کرامت علی صاحب قبلہ اور مولانا امیر الحسن اور دیگر بہرائچی طلبہ کے ساتھ رخصت لے کر نانپارہ آیا، دوران سفر شب بھر حضرت کی یاد ستاتی رہی کہ آہ علم و فن کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ نانپارہ پہنچے، تو شہر کے گلی کوچے محبین، مریدین و متعلقین سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ وہ لوگ جو حضرت کے مخالفین تھے،

ان کی آنکھیں کھل گئیں کہ ہم لوگ حضرت کو سمجھ نہ سکے۔ ۵/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/۳/اپریل ۱۹۹۸ء بعد نماز جمعہ حضرت کی نماز جنازہ سعادت انٹر کالج کے وسیع وعریض میدان میں حضرت کے فرزندار جمند وجانشین حضرت محمود ملت مولانا محمد محمود رضا قادری قبلہ نے پڑھائی، سعادت انٹر کالج کے پورے میدان میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، پورا میدان علما، مشائخ، حفاظ، قرا، ائمہ، حضرت کے مریدین، متعلقین، محبین اور عام سنی مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا، ایک محتاط اندازے کے مطابق ڈیڑھ لاکھ لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ نماز جنازہ کے بعد کلمہ شریف، درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے حضرت کے جسد اطہر کو آپ کے دولت کدہ سے متصل زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ پوری قبر خوشبوؤں سے معطر تھی، دیر تک قبر انور پر پھول پیش کرنے والوں کا تانتا بندھا تھا، جو ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا، تقریبا وقت مغرب تک لوگ آپ کی قبر پر آتے رہے اور پھول ڈال کر اپنے عظیم محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

بڑی خوشی کی بات ہے، کہ حضرت کی حیات وخدمات سے لوگوں کو واقف کرانے کے لیے ''معارف بلبل ہند'' کے نام سے عظیم کتاب شائع ہورہی ہے۔ ناچیز بھی اس میں کچھ اپنے مشاہدات اور حضرت کے متعلقین سے سنی ہوئی باتیں، تحریر کر کے انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھانے کی کہاوت کے مطابق شرکت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

☆ حضور مفتی اعظم ناناپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان طلبہ پر نہایت مشفق ومہربان تھے، اگر کبھی کسی طالب علم کی سرزنش کرتے یا سزا دیتے تو کچھ دیر کے بعد اس طالب علم کو اپنے پاس بلاتے اور معذرت طلب کرتے ہوئے اسے پیسہ دیتے کہ دودھ پی لینا، دوا لے لینا وغیرہ۔

☆ حضور مفتی اعظم ناناپارہ پڑوسیوں کا خیال رکھتے تھے، حضور جب بھی دورہ سے واپس آتے تو پڑوسیوں کے گھر جا کر ان سے حال خیریت دریافت فرماتے اور ان کا ہر موقع پر خیال رکھتے۔

☆ مدرسہ عزیز العلوم جس کو آپ نے اپنے خون جگر سے سینچا اور تمام عمر مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لیے تگ ودو کرتے رہے، ہمیشہ اپنے متعلقین کو اس پر توجہ رکھنے کی ترغیب دیتے۔ وصال سے قبل سالانہ جلسہ کی آخری شب درمیان تقریر مریدین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''مزہ تو جب ہے کہ میرے بعد بھی اسی طرح ہمیشہ آتے رہنا اور مدرسہ کا خیال رکھنا اور توکلا علی اللہ مدرسہ کے سلسلے میں ہمیشہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی

عالم غیب سے ہوجائے گا ساماں کوئی

لوگوں کو دین اور دینی مرکزوں کی خدمت اور راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے ۔

ہمیشہ کے لیے رہنا نہیں اس دار فانی میں
کچھ اچھے کام کر لو چار دن کی زندگانی میں
جو جیتے ہو تو اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤ
خدا توفیق دے تو خدمت اسلام کر جاؤ

☆ والدہ محترمہ کی اطاعت وفرماں برداری تو اس حد تک تھی کہ بلا اجازت آپ سفر نہیں کرتے تھے، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ گاڑی پر مریدوں نے سامان رکھ دیا پوری تیاری ہو جاتی اور حضرت اجازت لینے کے لیے والدہ محترمہ کی بارگاہ میں جاتے، اگر اجازت ملتی تو سفر کرتے ورنہ سفر ملتوی کر دیتے تھے۔

☆ حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کو بزرگان دین سے جیسی محبت تھی، اب ایسی محبت کرنے والے لوگ نظر نہیں آتے۔ فاتحہ خوانی میں حضور بہت سارے بزرگان دین کا نام لے کر ایصال ثواب کرتے تھے، بالخصوص حضور غوث اعظم بڑے پیر دستگیر علیہ الرحمہ سے والہانہ عشق تھا، جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے، کہ آپ اپنے مدرسہ میں ہر جمعرات کو توشہ مبارکہ حضور غوث پاک کا اہتمام وانتظام کراتے تھے۔ توشہ پاک کے ادب واحترام کی سخت تاکید فرماتے اور ذرا سی کوتاہی پر سرزنش بھی کرتے تھے۔ سرکار غازی کے دیوانے تھے، ۱۳/۱۴ رجب المرجب عرس غازی علیہ الرحمہ میں حضرت کہیں بھی رہیں ضرورت شرکت کرتے تھے اور شب میں بھی اور قل کے وقت بھی آپ کی تقریر ہوتی تھی، جس میں بزرگان دین سے عشق ومحبت اور صوم وصلوۃ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بے حد عقیدت ومحبت تھی، سچا عشق ولگاؤ تھا، اپنے ملنے والوں اور مریدین کو اعلیٰ حضرت سے عشق کا سبق پڑھاتے تھے۔ امام العلما حضرت مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عشق اعلیٰ حضرت جو ملا ہے، وہ حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا فیض ہے، ان کے در سے ملا ہے۔ جب تک حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ باحیات تھے، تب تک حضرت لوگوں کو مرید کرنے سے گریز کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ بریلی شریف جاؤ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مرید ہو جاؤ۔ اور عرس رضوی میں شرکت کے لیے مریدین ومتوسلین کو ہمیشہ راغب کیا کرتے تھے۔ خود بھی شریک ہوتے اور قل شریف کے وقت آپ ہی شجرہ عالیہ قادریہ پڑھا کرتے تھے۔

☆ قدرت کی طرف سے بلا کی قوت حافظہ ملی تھی، مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ حافظ تو نہیں تھے، مگر کسی حافظ سے نسیان ہو جاتا تو حضرت فوراً اس کی اصلاح کرتے تھے۔ خانقاہ محمدیہ کالپی شریف کی جامع مسجد کے سابق امام حضرت حافظ صلاح الدین صاحب بتایا کرتے تھے، کہ حضرت کا رمضان شریف میں ایک مرتبہ کالپی شریف کا دورہ ضرور ہوتا تھا۔ جس رات حضرت کالپی میں قیام فرماتے تھے، نماز تراویح میں ضرور تشریف لاتے تھے اور مجھے لقمہ ضرور دیتے تھے، حضرت بہت پکے حافظ تھے، قرآن بہت اچھا یاد تھا۔ میں نے حافظ صاحب کو بتایا کہ حضرت حافظ

نہیں تھے، انھیں بڑا تعجب ہوا اور وہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے، کہ حضرت حافظ نہیں تھے۔

☆ مریدین پر بہت شفقت فرماتے تھے اور ان پر ہمیشہ اپنا فیض جاری رکھتے تھے۔ ناچیز کی حضرت کے بہت سے مریدوں سے ملاقات ہوئی، جس سے بھی بات ہوئی، اس نے یہی کہا کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ حضرت کی دعاؤں کا ثمرہ ہے اور مریدین کا حضرت اس طرح خیال فرماتے تھے کہ خطوط لکھ لکھ کر مریدین کے حال احوال معلوم کرتے۔ مریدین سے گفتگو پر یہ پتہ نہیں چل پاتا، کہ کس مرید سے حضرت کا گہرا تعلق تھا، لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ آپ اپنے مریدین میں چھوٹے بڑے، امیر غریب کا فرق نہیں کرتے تھے، سب کو ایک نظر سے دیکھتے اور سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے۔

☆ کالپی شریف میں حضرت کے محبین ومعتقدین ومریدین حضرات نے ناچیز کو بتایا کہ خانقاہ محمدیہ میں جو چمن دکھ رہا ہے اور اتنے اعلیٰ پیمانے پر جو عرس محمدی ہو رہا ہے، وہ حضرت کی محنتوں کا ثمرہ ہے، ورنہ یہاں کے لوگ ان بزرگوں کی حقیقتوں سے نا آشنا تھے۔

☆ کالپی شریف میں محلّہ عدل سرائے میں ایک خاندان ہے، جو دیوان خاندان کے نام سے مشہور ہے، اس میں جلا پور سکندرہ کے باشی جناب محمد ضیاء صاحب نے (ان کی اہلیہ شبانہ بیگم جو حضرت کی مریدہ بھی ہیں) ولد عزیز کے سلسلے میں حضرت کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کی، حضرت نے ایک سیب پر دم کر کے کھانے کے لیے دیا اور فرمایا کہ جاؤ ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا اور نام بھی اسی وقت محمد حسنین رضا رکھ دیا۔ جناب محمد ضیاء صاحب نے ناچیز سے بتایا کہ میرے گھر میں پہلے لڑکا ہی ہوا اور محمد حسنین رضا نام رکھا گیا۔

مذکورہ واقعہ کئی سالوں پہلے میں نے جناب ضیا صاحب سے سنا تھا، پھر اس کی مزید تحقیق کے لیے آج بتاریخ ۹ر فروری ۲۰۲۰ء بعد نماز فجر بذریعہ فون رابطہ کیا، تو انھوں نے حضرت کی ایک اور کرامت بتائی کہ میری اہلیہ شبانہ بیگم کو کافی دنوں سے ریڑھ کی ہڈی میں درد تھا، دوا علاج بہت کرایا، مگر ناکامی رہی، میں تھک ہار کر عاجز آ گیا اور بڑا مایوس رہنے لگا، مگر ابھی ۲/۳ر مہینے قبل حضور مفتی اعظم ناںپارہ علیہ الرحمہ خواب میں تشریف لائے اور میری اہلیہ کو پکارا، بیٹی! شبانہ کیا پریشانی ہے؟ میری اہلیہ بیدار ہوگئی، میں بھی جاگ گیا اور اہلیہ نے دروازہ کھول دیا اور کہا حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ تشریف لائے ہیں۔ جناب ضیاء صاحب نے بتایا، کہ اسی دن سے ریڑھ کی ہڈی کا درد ختم ہوگیا۔

غرض یہ کہ ہم نے حضور مفتی نانپارہ کو جیسا دیکھا اور ان سے متعلق جو کچھ سنا، اس کی روشنی میں یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں، کہ آپ ایک قابل تقلید شخصیت کے مالک، عالم وفقیہ اور دین وسنیت کے بے لوث خادم تھے۔ ایک شفیق مربی، ایک بافیض پیر، بزرگ صفت عالم ربانی، صاحب زہد وورع ولی کامل تھے۔ آپ کی یادیں متعلقین ومحبین کے ذہنوں میں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔

جھانسی میں قیام کے یادگار لمحات

از : جناب الحاج سلیم احمد قادری ولد مرحوم احمد حسین صاحب
سی پی مشن کمپاؤنڈ جھانسی

ہمارے پیرومرشد حضور مفتی نانپارہ حضرت شاہ مفتی محمد رجب علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماہ ستمبر ۱۹۹۷ء میں دل کے امراض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ناسک میں اپنے مریدین کے یہاں تھے، جہاں آپ کا علاج چل رہا تھا۔ ہمارے والد جناب احمد حسین صاحب بھی اس وقت باحیات تھے اور انھیں حضرت سے بے انتہا محبت تھی، حضرت بھی ہمارے والد صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ ہمارے بڑے بھائی جناب صدیق علی جھانسی کے میڈیکل کالج میں ملازمت کرتے تھے۔ حضرت جب بھی جھانسی تشریف لاتے، تو ہمارے غریب خانے محلّہ سی پی مشن کمپاؤنڈ میں قیام کرتے تھے، جہاں والد صاحب کے ساتھ ہم سلیم احمد اور ہمارے چھوٹے بھائی شاہد احمد مع اہل وعیال رہتے تھے۔ ہمارے بہنوئی جناب پیار محمد حضرت کے خاص مریدوں میں تھے، جنھیں حضرت بہت زیادہ چاہتے تھے اور سفر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جب حضرت تشریف لاتے، تو وہ بھی ساتھ رہتے اور ہماری بہنیں اور ان کے بچے وغیرہ بھی حضرت کی خدمت کے لیے ہمارے گھر آجاتے تھے۔ ہماری بھابھی رخسانہ بیگم، ہماری اہلیہ ناظرہ بیگم اور چھوٹے بھائی شاہد کی اہلیہ عصمت شہناز، ہماری چھوٹی بہن رومانہ فاطمہ سب مل کر مہمانوں کے انتظامات میں لگ جاتے۔ ہمارے بھائی صاحب کے بیٹے عارف اور آصف اور ہمارے بیٹے اویس احمد اور بیٹیاں آفریں فاطمہ اور مہ جبیں فاطمہ بھی حضرت کی خوب خدمت کرتے اور حضرت بھی ان سبھی بچوں کو بے حد دلار کرتے تھے۔ ہمارے بڑے بھائی صاحب جو اس وقت میڈیکل کالج کیمپس میں ہی رہتے تھے، حضرت ان کے یہاں بھی قیام فرماتے تھے۔ میڈیکل کالج کے پروفیسر ڈاکٹر پروین کماران کا چیک اپ کرتے تھے اور علاج وغیرہ بھی کرتے تھے، ڈاکٹر صاحب بھی حضرت کی بہت عزت کرتے اور خود ہی بھائی صاحب کے گھر یا ہمارے مشن کمپاؤنڈ کے گھر پر آکر حضرت کا چیک اپ وغیرہ کیا کرتے تھے۔

ناسک سے ہمارے پاس خبر آئی، کہ حضرت علاج کے لیے جھانسی آنا چاہتے ہیں، ٹیکم گڑھ سے حضرت کے دو مریدین ناسک کے لیے روانہ ہوئے اور حضرت ان کے ساتھ جھانسی ہمارے گھر مشن کمپاؤنڈ میں تشریف لائے۔ حضرت کے صاحب زادے جناب مولانا محمود رضا قادری بھی ساتھ تھے۔ حضرت کے ساتھ ناسک، کلیان، ممبئی اور کانپور سے حضرت کے کئی کئی مریدین بھی ہمارے گھر تشریف لائے، یہاں ہمارے بڑے بھائی جناب صدیق علی

صاحب ڈاکٹر پروین کمار کو ساتھ لے کر آئے اور گھر پر ہی حضرت کا چیک اپ کر کے کچھ دوائیاں دیں اور احتیاط بتائی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، کہ حضرت گھر پر ہی رہیں، اسپتال آنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ خود ہی روز یہاں آ کر انھیں دیکھتے رہیں گے اور علاج کرتے رہیں گے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب برابر آتے رہے اور حضرت کا علاج کرتے رہے، جس سے حضرت کو کافی آرام ہوا۔ حضرت کا ہمارے غریب خانے پر تقریباً نو دن قیام رہا اور یہ ہماری خوش قسمتی تھی، کہ ہم سب کو خدمت کرنے اور فیض پانے کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ حضرت کے قیام کے یہ دن ہم سب کی زندگی کے سب سے بہترین دن تھے، ان دنوں روزانہ حضرت کے دیدار کے لیے جھانسی، ٹیکم گڑھ، کھر گاپور، جتارا، چھترپور، کانپور کے علاوہ اور بھی کئی مقامات سے مریدین برابر آتے رہے، جس دن حضرت نے بتایا، کہ اگلے دن وہ کانپور کے لیے روانہ ہوں گے، اس دن گھر کے سبھی لوگ مایوس ہو گئے، ہم لوگوں نے اور باہر سے آئے تمام مریدین نے حضرت سے التجا کی، کہ ابھی انھیں کچھ دن اور یہاں رہ کر آرام کرنا چاہیے، لیکن حضرت نے اپنا پروگرام ملتوی نہیں کیا۔

اس روز رات کا کھانا کھا کر سب آرام کرنے چلے گئے، حضرت کے صاحب زادے مولانا محمود رضا صاحب، ہم سلیم احمد، ہمارے چھوٹے بھائی شاہد احمد، ہماری بہن رومانہ فاطمہ، بڑی بہن انیس فاطمہ اور ان کی بیٹیاں رافعہ خاتون، واصیہ خاتون وغیرہ ایک کمرے میں بیٹھ کر حضرت کی باتیں کرتے رہے، اسی بیچ ہم لوگوں نے مل کر حضرت کی شان میں کچھ اشعار لکھے، جو یہ ہیں ۔

میرے غریب خانے کا منظر ہے کتنا پیارا
تشریف لا رہے ہیں مفتی نانپارہ
پلکوں پہ ان کو اپنی میں کس طرح بٹھاؤں
ان کے سوا جہاں میں حامی نہیں ہمارا
ناچیز کے چمن میں وہ پھول یہ کھلا ہے
خوشبو سے جس کی مہکے اپنا چمن یہ سارا
آنے سے ان کے گھر میں سو چاند لگ گئے ہیں
میلہ لگا ہے گھر میں پھر عید سا دوبارا
جانے کے بعد ان کے کیا حال ہو ہمارا
کہنا نہیں مناسب سمجھو فقط اشارا
ناساز ان کی حالت دعا گو ہیں اہل خانہ

قائم رہے ہمیشہ ہم سب پہ ان کا سایہ
پوچھے کوئی یہ ان سے جا کرحسینؔ احمد
کیوں کر عطا کیا ہے یہ پیار ڈھیر سارا

دوسرے دن بتاریخ ۲۹/۹/۱۹۹۷ء دوپہر چھپرہ میل سے حضرت کو کانپور کے لیے روانہ ہونا تھا، صبح ناشتے کے بعد حضرت ہمارے گھر اپنے کمرے میں بیٹھے تھے، حضرت کے ساتھ آئے ہوئے مریدین کے علاوہ دوسرے مریدین اور ہمارے گھر کے سب لوگ بھی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، محمود میاں نے حضرت کو بتایا، کہ گھر کے لوگوں نے آپ کے لیے رات میں کچھ لکھا ہے۔ حضرت نے ناسک سے حضرت کے ساتھ آئے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو پڑھنے کی اجازت دی، ڈاکٹر صاحب نے اوپر لکھے ہوئے اشعار پڑھ کر حضرت کو سنائے، حضرت نے وہیں پر قلم اور کاغذ منگوایا اور یہ کلمات لکھے:

۷۸۶

جل شانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم

اللہ کا کرم ہے سرکار کی عنایت
سرکار غوث اعظم خواجہ کی ہے کرامت
پیران کالپی نے بخشی مجھے شفا ہے
اور دیتے ہیں دعائیں سب اولیائے ملت
میں بد ہوں بد سے بد ہوں لیکن مجھے خوشی ہے
سایہ کناں ہے مجھ پر دامان اعلیٰ حضرت
اس کی مثال یارو جھانسی میں کیا ملے گی
اس گھر کے سب مکینوں نے کی ہے جیسی خدمت
احباب میرے آئے نزدیک و دور سے سب
اکرام حاجی جی نے کردی کچھ ایسی شہرت
ناسک کا حال کیا تھا میلہ لگا ہوا تھا
احباب میرے سارے تھے جاں نثار خدمت
دل سے دعائیں دے کر میں آج جارہا ہوں
اللہ سب کو رکھے با عافیت سلامت

مجھ بد سے بد رجب کو تو رب شفا عطا کر
صدقہ میں اولیا کے کر مجھ پہ اپنی رحمت

اللھم استغفرک یا ربی من جمیع ذنوبی و عیوبی واتوب الیک من جمیع خطیئتی لااله الا الله محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله واصحابه الکرام وبارک وسلم اللھم صل علی سیدنا ومولینا و شفیعنا وشافعنا محمد رسول الله و آله واصحابه الکرام وبارک وسلم.

کتبه
محمد رجب علی قادری غفرلہ
مشن کمپاؤنڈ جھانسی
۱۹۹۷/۹/۲۹ء

''دل سے دعائیں دے کر میں آج جارہا ہوں ۔۔۔ اللہ سب کو رکھے باعافیت سلامت'' اس شعر کو پڑھتے پڑھتے حضرت کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور آپ کا گلا روندھ گیا، ہم سب گھر کے لوگ اور موجود سارے مہمان سبھی لوگ غمگین ہوگئے اور رونے لگے، حضرت کے ہاتھ سے کاغذ لے لیا گیا اور حضرت کو سنبھال کر پانی پلایا گیا، تاکہ اور پڑھنے پر حضرت کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ کافی دیر تک سب لوگ روتے رہے حضرت کے ساتھ آنے والے مریدین نے کہا، کہ ہم لوگوں نے اپنی زندگی میں حضرت کو کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت نے سبھی کو دعائیں دیں۔ ٹرین کا وقت ہوا، ہم سبھی لوگ حضرت کو ساتھ لے کر اسٹیشن گئے اور ٹرین میں بٹھایا، وہاں بھی حضرت نے بہت دعائیں دیں۔ آج ہم لوگ جو کچھ بھی ہیں، اللہ کے کرم اور حضرت کی دعاؤں کی بدولت ہیں۔ حضرت کی محبت، حضرت کی عنایت اور حضرت کا تقوی جس نے دیکھا، وہ آپ کا ہوگیا، یہی اللہ والوں کی شان ہے۔

ہر اک ادا نرالی ہر اک ادا عبادت
راہ رسول پر ہیں مفتی نانپارہ

بلبل ہند کا آخری سفر

از : مولانا محمد عمر رضا مسعودی
مقام دودھا نیپال

ناچیز نے مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کے دوران تعلیم مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی زندگی کے لمحات کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف پایا۔ جب مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ سفر سے واپس آتے، بچوں پر شفقتوں کا ہاتھ پھیرتے، کبھی پیسہ تقسیم کرواتے، کبھی پھل وغیرہ تقسیم کرواتے، آپ بچوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ جب سفر کا ارادہ فرماتے، تو طلبہ اور اساتذہ سے معافی طلب کرتے، جامعہ عزیز العلوم اور طلبہ واساتذہ کے لیے دعائے خیر فرماتے پھر سفر پر روانہ ہوتے۔ حضرت جب نانپارہ میں موجود نہ ہوتے، تو ہم طلبہ ان کی زیارت کے مشتاق ہوتے اور انھیں خوب یاد کرتے اور ان کی خدمت کے لیے بے چین رہتے تھے اور تمنا کیا کرتے کہ کاش زندگی کا ہر ہر لمحہ مفتی نانپارہ کی خدمت گزاری کے شرف سے مشرف ہوتا، مگر یہ ہماری کم نصیبی تھی کہ ایسا نہیں ہوسکتا تھا، کیوں کہ مفتی نانپارہ کو دین کی ترویج واشاعت اور مسلک اعلیٰ کی تبلیغ وترسیل کے لیے پیدا کیا گیا تھا، اس لیے وہ اکثر اس کار خیر کی انجام دہی کی خاطر سفر پر رہا کرتے تھے۔

ہم طلباے عزیز العلوم حضرت کی زندگی کا آخری سفر نہیں بھول سکتے۔ سفر پر روانگی کا ارادہ تھا، طبیعت علیل تھی، مجھ کو بلایا اور کہا بیٹا! جاؤ خانقاہ میں چادر وغیرہ بچھا دو۔ میں نے عرض کی، حضرت میری طبیعت چاہتی ہے، کہ آپ دھوپ میں آرام فرمائیں اور ناچیز آپ کی خدمت کرتا رہے۔ فرمایا چلو! میں چارپائی ''الدائرة القادریه'' میں لے گیا اور چارپائی ڈال کر اس پر فرش بچھا دیا، حضرت محو استراحت ہوئے۔ میں اور میرے چند ساتھی حضرت کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے اپنے لب مبارک کو جنبش دی اور فرمایا، کہ اب آپ لوگ جایئے! ہم نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی۔ نماز عصر کے وقت حضرت بیدار ہوئے اور نماز پڑھی۔ دوسرے دن سفر کے لیے روانہ ہونے لگے، تو سب کو بلا کر کہا کہ آپ لوگ خوب محنت سے پڑھیے! پھر حضرت نے ہم سبھوں کو الوداع کہا۔ مگر افسوس کیا معلوم تھا، کہ ہم حضرت کا آخری دیدار کر رہے ہیں اب اس کے بعد دیدار کے لیے آنکھیں ترس جائیں گی۔

مفتی نانپارہ تقریر کے لیے حلقہ مریدین میں گئے، مریدوں کو پتہ چلا، کہ حضرت کی طبیعت علیل ہے، تو باہمی مشورے سے کانپور کے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرا دیا، جہاں مشیت ایزدی کے مطابق زندگی کے آخری لمحات گزار کر واصل بحق ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت کا جنازہ نانپارہ لایا گیا اور مدرسہ پہنچا، تو ہم طلبہ کو ایسا محسوس ہوا، کہ ہمارے جسم میں قوت ہی نہیں ہے۔ لوگوں کا ازدحام تھا، بھیّا اور مریدین نے جہاں مکتب کی پڑھائی ہوتی تھی، وہاں جنازہ رکھنے کا مشورہ کیا۔ جنازے کی زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ لوگ اللہ کے اس مقبول ومحبوب بندے کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ مقبولان بارگاہ الٰہی کے در کی حاضری بہت بڑی خوش نصیبی اور سعادت مندی ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ۔

ہر کے خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیا

ہم نے حضرت کی ایک کرامت یہ دیکھی کہ جہاں پر جنازہ مبارکہ رکھا ہوا تھا، وہاں کی زمین دھنس گئی تھی اور پھر جب حضرت کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا تو ہم لوگوں نے غسل کے پانی کو بطور تبرک لے لیا۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے حضرت کا جنازہ راجہ صاحب والی مسجد کی طرف لایا گیا، مگر مجمع بہت بڑا تھا، اس لیے طے ہوا، کہ نماز جنازہ سعادت انٹر کالج نانپارہ کے وسیع وعریض میدان میں ادا کی جائے گی۔ چناں چہ لوگوں کے اندازے کے مطابق تقریباً ڈیڑھ لاکھ لوگوں نے سعادت انٹر کالج نانپارہ کے گراؤنڈ میں شہزادہ بلبل ہند محمود ملت حضرت علامہ محمود رضا قادری کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی۔ پھر مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ الدائرۃ القادریہ کے صحن میں حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کو سپرد خاک کیا گیا اور یہ محسن اہل سنت ہمیشہ کے لیے اہل سنت کی نگاہوں سے روپوش ہوگیا ۔

یہ بلبل گلستاں کس سمت کھو گیا ہے
جو جان انجمن تھا روپوش ہوگیا ہے

حضور مفتی نانپارہ مقرب بارگاہ الٰہی تھے، میں نے کبھی انہیں نماز قضا کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے جو بھی کام کیا اللہ ورسول کی رضا کے لیے کیا۔ ہماری کیا حیثیت کہ حضرت کی ہم تعریف قلم بند کرسکیں، ان کی زندگی کے کسی ایک گوشے پر بھی سوانح لکھی جائے تو قلم اور ہاتھ دونوں تھک جائیں، مگر وہ ایک گوشہ بھی مکمل نہ ہو سکے۔ حضرت نے ہم سب کو بے قرار کر کے حیات ظاہری سے حیات ابدی کو اختیار کیا مگر آج بھی ان کے مزار انور پر حاضری دیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ہمارے سامنے جلوہ بار ہیں۔ حضور! آپ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ مجھ گنہ گار کو اپنے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائیں اور اپنے دامن بابرکت سے وابستہ رکھیں۔ آمین

روحانیت اور تصرف و کرامات

بلبل ہند : شیخ کامل

از: شہزادہ اشرف الاولیا مولانا سید مظہر الدین اشرف
ایم۔اے (علیگ) بسکھاری، امبیڈکرنگر

نانپارہ بظاہر ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہ قصبہ بہرائچ (یوپی) کے قریب شمالی ہند ملک نیپال سے نزدیک واقع ہے۔ یہ مقام زمانۂ قدیم سے برصغیر کے ممتاز صوفیا، علما و مشائخ کا مسکن رہا ہے۔ یہاں سے تقریباً ۳۷ رکلومیٹر کے فاصلے پر غازی اعظم ہند حضرت سید سالار مسعود غازی شہید قدس سرہ العزیز کا مزار ہے۔ جو مرجع خلائق ہے۔ ہزاروں تشنگان حق و معرفت و دیگر قوم کے افراد آپ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

ضلع بہرائچ شریف کی دوسری عظیم ہستیوں میں حضرت سیدنا فیروز شہید قدس سرہ جو شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے اجداد میں سے ہیں آسودۂ خاک ہیں۔ مشہور کتاب ''اخبارالاخیار'' کے ضمیمہ میں حضرت محدث دہلوی نے ان کا مفصل حال قلم بند کیا ہے۔ بعد میں مشہور مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' میں اس کی مزید تفصیل تحریر کی ہے۔

حضرت شاہ بڈھن بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے مشہور مشائخ میں تھے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا رقم طراز ہیں کہ: ''آپ بڑے نامی گرامی اولیاء اللہ تھے۔ کثرت آبادی کا اپنی توجہ باطنی سے اللہ سے رشتہ جوڑ دیا۔''

صدر جہاں حضرت سید شاہ اجمل بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے نادر مشائخ تھے، جن سے سلطان ابراہیم شاہ شرقی بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ اکثر ملاقات کے لیے جاتا تھا اور آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال واپس آتا تھا۔ علاوہ ازیں سیکڑوں اولیاے کاملین اس خاک میں محو استراحت ہیں، جو برکف جام شریعت برکف مندان عشق کے مصداق تھے۔ جنھوں نے اپنی پوری زندگی کو دین حق کی خاطر فنا کر کے حیات سرمدی حاصل کی، جس کو کبھی فنا نہیں۔

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

انھیں گراں قدر روایتوں کے پاسدار و امین قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین راس الفقہاء والمحدثین بلبل ہند حضرت علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ تھے، جو روایتیں اپنے اجداد سے ملی تھیں، ان کو تادم واپسیں بڑی شان و شوکت سے نبھاتے رہے۔ آپ مشرباً قادری تھے۔ نورالملۃ والدین حضرت سیدی ابوالحسن قدس سرہ ''بہجۃ الاسرار'' میں فرماتے ہیں، کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، کہ اگر کوئی شخص حضور کا خادم ہوا ہو اور نہ اس نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو اور نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو، کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار

ہوگا۔ آپ نے فرمایا، جو اپنے نام کو میری طرف نسبت کرے اور اپنے نام کو میرے دفتر میں شامل کرے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے، جو شخص کسی ولی کا متوسل ہوگا ضرور ہے کہ وہ ولی اس کی مشکلوں میں دستگیری فرمائے گا۔

آپ کے والد جناب شیخ نبی بخش مرحوم عقیدہ کی صحت کے ساتھ اخلاق نبوی سے آراستہ وپیراستہ بزرگ تھے۔ آمدنی قلیل تھی، لیکن علم دین سے آپ کو بے حد لگاؤ تھا، اپنے صاحب زادے کو علم دین کی راہ پر لگایا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، مزید تعلیم کے لیے مشہور درسگاہ امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے دو صاحب زادگان حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں و مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہما الرحمہ کا دور بابرکت تھا، اچھے اخلاق اور تعلیمی دلچسپی کی وجہ سے تمام اساتذہ آپ سے شفقت فرماتے تھے، خاص طور سے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے دونوں صاحب زادے آپ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے، بریلی شریف سے دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ نانپارہ تشریف لائے، یہاں کچھ دن درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ بمبئی تشریف لے گئے، وہاں آپ ایک مسجد میں امامت فرمانے لگے، دوران قیام بمبئی آپ نے اپنی خطابت سے بمبئی کے عوام کا دل جیت لیا، بعدہ بمبئی کی واپسی پر آپ نے دین حق کی اشاعت کے لیے مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد ڈالی، حاسدین نے آپ کو اس کار خیر سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کی ریشہ دوانیاں شروع کیں، لیکن اس شیر حق نے اپنے عزم بالجزم سے سر موہٹنا گوارا نہ کیا۔ ع عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

پوری عمر دین متین کی ترقی وترویج میں وقف کردی۔ افسوس کہ اس حامل اہلیت علم وفضل کے سورج نے یکم اپریل ۱۹۹۸ء کو اپنے پیچھے لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر عالم ناسوت سے رشتہ منقطع کر دیا اور ایک بڑا حلقہ محروم ہوگیا اس چشمۂ فیض سے جو اس چشمۂ فضیلت سے جاری تھا۔

مرگ سے راز کھلا تیری دل آرائی کا — اک نیا دور ہے یہ تیری مسیحائی کا

مجھے امید ہے کہ مفتی محمود رضا صاحب زیب سجادہ خانقاہ رجبیہ نانپارہ اس عظیم عالم، صوفی، سنی صحیح العقیدہ کے نقوش جولافانی ہیں، قائم ودائم رکھیں گے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ علم وتقوی، فقر کی جامع تصویر تھے۔ شاعر رسول تھے۔ وہ ایسے کامل شیخ تھے، کہ جن کے آئینہ جمال میں تمام بزرگان دین کے جلوے دکھائی دیتے تھے۔ اپنی سیرت وکردار اخلاق واوصاف میں وہ سلف صالحین کے نمونہ تھے۔

ان کی رحلت نے ہر طبقۂ علم ودانش کو متاثر کیا۔ درد واضطراب کو تعزیتی خطوط میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، لیکن آج بھی مجھے خوشی ہے کہ یہ مسند فقر وتوکل جس کو حضرت مفتی صاحب نے سوز درون عشق سے آباد کیا تھا، قائم ودائم ہے۔ ع ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است

بلبل ہند : اہل تصرف کی انجمن کے ایک فرد

از : شہزادہ حضور قاضی ضیا محبوب مشائخ صوفی محبوب میناشاہ
زیب سجادہ آستانہ مینائیہ گونڈہ شریف

بلبل ہند شیخ طریقت عالم شریعت حضرت علامہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی حیات کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں کیا ہے، البتہ میری ان سے چند دفعہ کی بات وملاقات ضرور ہے، جو آج بھی میرے دل پر نقش کالحجر ہے۔ کبھی کبھار حضرت والا گونڈہ سے گزرتے، تو حضرت قطب الاقطاب سیدنا محمد امیر اکرام میناشاہ علیہ الرحمہ کے روضۂ پاک پر فاتحہ خوانی کے لیے ضرور حاضر ہوتے، پھر ضمناً اس ناچیز سے بھی ملتے، خیر وعافیت دریافت فرماتے، جامعہ امیر العلوم مینائیہ کی کارکردگی کو دیکھ کر اطمینان کا اظہار کرتے، بلند الفاظ میں مزید ترقیوں کی دعائیں فرماتے۔
کبھی کبھار میں نے ان کو مجالس دینیہ میں منبر وعظ پر رونق افروز دیکھا ہے، جب نعت حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نغمگی بربط دل پر چھیڑتے، تو سامعین مست وبے خود ہو کر تصور جاناں میں ڈوب جاتے۔ جب شمائل وخصائل سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے، تو دلوں کی دنیا عشق رسول سے جگمگا اٹھتی۔ جب اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں گستاخان نبوت کی جانب زمام گفتگو موڑتے تو ایسا لگتا، کہ آپ کی زبان نہیں خالد کی تلوار ہے، جو معاندین اسلام پر بجلی کی طرح کوندرہی ہے، دلوں میں ہل رہی ہے، خون میں تیر رہی ہے ؎

کلک رضاؔ ہے خنجر خونخوار برق بار　　　　اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

حضرت مفتی اعظم ناناپارہ علیہ الرحمہ کی بے نفسی منکسرانہ طبیعت اور سادہ وضع قطع سے اندازہ ہوتا ہے، کہ واقعی آپ ایک متقی کے زہد وورع، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، خشیت الٰہی کے اوصاف سے بہرہ ور ہیں۔
بے نفسی کی حالت تھی، کہ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو اس سے آپ کے شاداب وہشاش چہرہ پر کوئی نئی خوشی کا غازہ نمودار نہیں ہوتا، ایسے ہی جب کوئی برائی کرتا اور آپ کو معلوم ہو جاتا، تو آپ کی پیشانی پر غم وانتقام کی کوئی سلوٹ نہیں ابھرتی۔ ہاں کبھی بے دینوں کی طرف سے تاخت ہوئی یا حاسدین کی شورش بڑھی، تو آپ نے غمزدائے امت سرکار عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور عالم تصور میں حاضر ہو کر استغاثہ فرمایا۔

اک طرف اعدائے دیں اک طرف ہیں حاسدیں　　　　بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

حالات کی سنگینیوں کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے لاڈلے شہزادے سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے استمداد واستعانت طلب کرتے اور فرماتے ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

''ارادت'' خودسپردگی کا نام ہے کہ مرید صادق اپنے جان و مال کو اپنے مرشدان عظام کی ملک سمجھے، اپنے آپ کو بالکل بے حس و حرکت تصور کرے، اس وقت مشائخ کرام کی حمایت و نصرت آسمان کے بادل کی طرح سر پر سایہ فگن رہتی ہے اور مرید صادق ہزار مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی شگفتہ گلاب کی طرح مہکتا مسکراتا نظر آتا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضاؔ بول بالے مری سرکاروں کے

حضرت بابرکت مفتی رجب علی قادری (بلبل ہند) علیہ الرحمہ مرید صادق کے عہدہ سے ترقی کر کے ان اہل تصرف کی انجمن کے فرد ہو گئے، جو مریدین و متوسلین کی دستگیری و خبر گیری سے عمر بھر غافل نہیں رہے۔ محاسبۂ نفس، اعتراف خطا اور رجوع الی اللہ میں کوشش کرتے رہنا بزرگوں کی بنیادی ریاضتوں میں داخل ہے، چناں چہ صدیق اعظم جیسا سرخیل امت مقرب و برگزیدہ شخصیت کا ارشاد ہے، اے کاش کہ میں گھاس ہوتا، مجھے جانور چر لیتے، فاروق اعظم جیسے پاک باز فرماتے ہیں، اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا، کسی مومن کے سینے کا بال ہوتا۔ ہمہ دم اعتراف جرم و خطا میں لرزہ براندام رہنا اور رجوع الی اللہ یعنی توبہ و استغفار کے عمل کو حرز جاں بنانا اہل اللہ کا علامتی نشان ہے۔ اسی طرز حیات کو تواضع و انکسار سے تعبیر کرتے ہیں۔

کر کے تمھارے گناہ مانگیں تمھاری پناہ تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ محاسبۂ نفس کرتے ہیں تو عرض کرتے ہیں۔

آنکھ اٹھتی ہی نہیں دیں کیا جواب مجھ پہ بے پرسش ہی رحمت کیجیے

اس بنیادی ریاضت کا سلسلہ مفتی صاحب کی آخری سانس تک جاری رہا۔ بات بات پر وظیفہ استغفار بجالاتے تھے، حتی کہ دوسروں کی خطاؤں پر بھی آپ کی زبان کو توبہ و استغفار میں مستغرق دیکھا گیا۔ یقیناً مفتی اعظم نانپارہ اپنے رب کے حضور شادمانیوں سے ہم کنار ہوں گے، کیوں کہ رجوع الی اللہ کا یہی صلہ ہے، حضرت والا راہ سلوک کے جملہ احوال و مواجد سے خبردار تھے اور بے تکلف اس کو طے کرنے کے عادی تھے۔ آپ نے دینی و تبلیغی مشن کو تیز کرنے کے لیے دارالعلوم عزیز العلوم کی داغ بیل ڈالی اور ساتھ ہی بیعت و ارادت کے کاروان شوق کو بھی پروان چڑھایا، کہنا یہ ہے کہ آپ کی زندگی کے ہر زاویے کا سرا رشتہ رشد و ہدایت سے جا ملتا ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

بلبل ہند : ایک مرشد کامل

از : حضرت علامہ مفتی غلام نبی نظامی علیمی
استاذ و مفتی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اللہ رب العزت نے کائنات کی ہدایت کے لیے بہت سارے انبیائے کرام ورسولان عظام علیہم الصلوۃ والسلام کومبعوث فرمایااوراپنے محبوب مکرم سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بنا کر سب سے بعد میں بھیجا، آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، اب کوئی بھی نیا نبی نہیں آنے والا ہے۔اس کے بعد امت محمد یہ کے علماو صلحا کو ہدایت وارشاد کا فریضہ سونپ کر مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث بنادیا۔حدیث شریف میں ہے:

ان العلماء ورثۃ الانبیاء. (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۳)

کہ بے شک علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔

یعنی دعوت وتبلیغ کا جو فریضہ انبیاے کرام انجام دیتے تھے، اب امت محمد یہ کے علماو صلحا انجام دیں گےاوراس خیرالامم امت کے علماو صلحا، مرشدین ومصلحین نے یہ فریضہ ہر دور میں احسن انداز سے نبھایا۔نسل در نسل شریعت کے ظاہری احکام اور باطنی معارف منتقل کرتے رہے اوراس سچے دین پر قائم رہنے اوراس پر کاربند رہنے کا عہد لیتے رہے۔انھیں نفوس قدسیہ میں ایک نہایت ہی عظیم ، پاکیزہ ونرالی ذات ستودہ صفات فقیہ دوراں، امام زہد وورع ، مناظر اسلام، مظہر مفتی اعظم ہند، بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند ومحدث بجنوری وشیخ سعد اللہ مکی علیہم الرحمۃ والرضوان کی ہے۔جنھوں نے اپنی پوری زندگی مذہب اہل سنت ، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں گزار دی، گاؤں، گاؤں،شہر شہر جاکر مسلمانوں کو عشق مصطفیٰ کا جام پلاتے رہے اوراعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے مسلمانوں کا رشتہ مستحکم کرتے رہے۔

حضور مفتی نانپارہ جہاں بھی تشریف لے جاتے، اپنی بات نہیں کرتے، اللہ ورسول کے بعد اگر کسی کا تذکرہ زبان پر رہتا،تو وہ تاجدار عشق ومحبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ومفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ کا ہوتا، کیوں کہ مفتی نانپارہ یہ جانتے تھے، کہ جس کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محبت راسخ ہوگئی، اسے بد مذہبیت کا طوفان متزلزل نہیں کرسکتا۔یہی

وجہ ہے کہ جہاں جہاں بھی آپ کا تبلیغی دورہ ہوتا رہا، خواہ وہ ناسک ہو، ایم پی کے متفرق علاقے، یا کانپور، کالپی وغیرہ ہوں، سنیت پوری آب وتاب کے ساتھ چمک دمک رہی ہے۔

راقم الحروف نے نبیرہ مفتی نانپارہ حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے حلقہ ارادت کے کچھ علاقوں کا دورہ کیا، وہاں کی سنیت دیکھ کر فقیر نے بخوبی اندازہ کیا، کہ واقعی حضرت مفتی صاحب نے بڑے ہی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دین اسلام کی تبلیغ کی ہے اور جام عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔ حتی کہ ایم پی کے ایک ضلع ٹیکم گڑھ میں جب میں گیا، تو لوگوں نے بتایا، کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تبلیغ کا یہ نتیجہ ہے کہ اس پرفتن دور میں آج بھی پورے ضلع میں بد مذہبوں کی ایک بھی مسجد نہیں ہے۔ یہ سن کر میرا چہرہ کھل اٹھا اور زبان پر یہی جاری ہوا، کہ واقعی کام ہمارے بزرگوں نے ہی کیا ہے اور ہمارے اسلاف کے کام میں کتنا خلوص وللّٰہیت تھی کہ جس کی چمک دمک آج بھی باقی ہے۔

میں نے حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے تبلیغی حلقوں میں دیکھا، کہ لوگوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، معلوم کرنے پر پتہ چلا، کہ یہ سب کرم ہے مفتی نانپارہ کا۔ لوگوں نے بتایا کہ مفتی صاحب قبلہ اپنے روپے پیسے سے گاڑی کر کے لوگوں کو بریلی شریف لے جاتے تھے اور لوگوں کو شہر محبت سے وابستہ کرتے اور فرماتے کہ جس کے دل میں میرے اعلیٰ حضرت کی محبت رہے گی، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ گمراہ نہیں ہوسکتا ہے۔ اور بیعت کرتے وقت اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ بڑی تاکید کے ساتھ یہ عہد لیتے تھے کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر پوری زندگی قائم رہیں گے۔ لاکھوں افراد نے حضرت کے دست حق پرست پر اپنا ہاتھ دے کر یہ عہد کیا، جس کی رونقیں آج بھی نظر آرہی ہیں۔

اسی وعدے وعہد کو بیعت کہتے ہیں اب یہ امر وضاحت طلب ہے کہ بیعت کا ثبوت کہاں سے ہے اور اس کے فائدے کیا ہیں اور مرشد کیسا ہو؟ تو ملاحظہ فرمائیں:

بیعت کا معنی

بیعت کا لغوی معنی : حوالے کرنا، سپرد کرنا، فروخت کرنا۔

اصطلاحی معنی : مرید کا اپنے شیخ کامل کے ہاتھ پر اپنے نفس کو سپرد کرنے اور فروخت کرنے کا نام بیعت ہے۔ یعنی اپنے آپ کو مرشد کے حوالہ کردے اور اسے مطلقا اپنا حاکم ومالک جانے، اس کی ہدایت کے مطابق راہ سلوک پر چلے بغیر اس کی مرضی کے کوئی قدم نہ رکھے۔

بیعت کا ثبوت قرآن وسنت میں

اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ. (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

یعنی جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

نورالعرفان فی تفسیر القرآن میں مفسر شہیر مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس (آیت کریمہ) سے معلوم ہوا، کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنا لینا چاہیے، شریعت میں تقلید کرکے اور طریقت میں بیعت کرکے، تاکہ حشر اچھے کے ساتھ ہو، اگر صالح امام نہ ہوگا، تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید، بیعت و مریدی کا ثبوت ہے۔

اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو درخت کے نیچے بیعت کیا، تو اللہ تعالیٰ ان سے بہت خوش ہوا اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا. (پ ۲۶ الفتح ۴۸ آیت ۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے، تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ (کنزالایمان)

اور یہی بیعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا. (پ ۲۶، الفتح ۴۸ آیت ۱۰)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا، اس نے اپنے برے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا، وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا، تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ بندہ اپنا ہاتھ کسی مرشد کامل کے ہاتھ میں دیتا ہے، اس مرشد کا ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں، ان کا ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ میں اس طرح یہ سلسلہ چلتا چلتا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے، جنھوں نے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جس نے سرور کائنات کے ہاتھ پر

بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کی۔لہذا جو کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، وہ بالواسطہ اللہ سے بیعت کرتا ہے اور اس پاک سلسلہ سے منسلک ہو جاتا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تک لے جاتا ہے۔

اور بیعت صرف مرد حضرات کے لیے ہی نہیں تھی، بلکہ عورتیں بھی بیعت کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وائمہ ہادین ومشائخ کاملین نے اس سنت کو جاری ورائج رکھا اور خواتین کو باپردہ بیعت سے نوازتے رہے، جیسا کہ قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.(پ۲۸ الممتحنة ۶۰،آیت ۱۲)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں، اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ ہی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوئی کہ بیعت سنت ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت ہوتے تھے، اکثر ارکان اسلام کی استقامت کی بیعت کرتے، کبھی معرکوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے، کبھی ہجرت کے لیے، تو کبھی جہاد کے لیے جیسے بیعت رضوان وغیرہ۔

بیعت ہونے کے فائدے

اس پرفتن دور میں جب کہ بے راہ روی عام ہوگئی ہے، شریعت اسلامیہ سے دوری بڑھتی جارہی ہے، بد عقیدیت اپنا پیر پسارے ہوئے ہے، کسی مرشد کامل سے بیعت ہو جانا بے حد ضروری ہے، تاکہ ایمان وعمل کی حفاظت ہوتی رہے اور جو اس زمانے میں کسی کامل پیر سے بیعت نہیں ہوگا، اس کے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے اور ایمان کی حفاظت کا ایک ذریعہ کسی مرشد کامل سے مرید ہونا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مثل القلب کریشة بارض فلاۃ یقلبھا الریاح ظھرالبطن.(مشکوۃ ص ۲۲ باب الایمان بالقدر)

دل ایک پر کے مثل ہے جسے ہوا الٹتی پلٹتی ہے۔

یعنی دل کو خواہشات کی ہوائیں یہاں سے وہاں پھیرتی رہتی ہیں تو ضروری ہے کہ کسی کا دست توانا اس پر رکھ دیا جائے تا کہ وہ الٹنے پلٹنے سے محفوظ ہو جائے۔

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مرید ہونا سنت ہے اور اس سے فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتصال سلسلہ ہے۔'' اھ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۹ کتاب الشتی)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو پابند شرع ہو اس سے مرید ہونا بے حد ضروری ہے، اس لیے کہ اس زمانہ میں جو ایسے پیر سے مرید نہیں ہوگا، اس کے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔'' (فتاوی فقیہ ملت ج ۲ ص ۴۲۶)

بلکہ علمائے کرام نے مریدی کو اس قدر ضروری سمجھا، کہ بغیر پیر کے رہنے والے کو شیطان کا مرید تصور کیا، کیوں کہ پیر کامل اپنے مریدوں کو صحیح عقائد بتاتا ہے، اعمال خیر کی رغبت دلاتا ہے، بدعات وخرافات سے روکتا ہے۔ مشائخ سلسلہ صحیحہ متصلہ کے فیوض وبرکات پیر کے ذریعہ مرید پاتا رہتا ہے، جس سے شیطان کا داؤ نہیں چل پاتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے ''تفسیر عزیزی دیکھو آیہ کریمہ ''**صراط الذین انعمت علیهم**'' میں اس کی طرف ہدایت ہے یہاں تک فرمایا گیا ''**من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان**'' جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔'' (ج ۱۲ ص ۱۹۹)

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں: ''جو شخص بھی بغیر مرشد کے اس راستہ پر چلتا ہے، تو وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ وہلاک ہو جاتا ہے، اے ناسمجھ! اگر پیر کا سایہ نہ ہو تو شیطانی وسوسے تجھے بہت پریشان کریں گے۔'' اھ (بحوالہ بیعت وصالحین ص ۶۱)

مرشد (پیر) کیسا ہو؟

پیر ومرشد کے لیے علمائے کرام واولیاے عظام نے چند شرطیں بیان کی ہیں، مرشد کو ان شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے:

(۱) شیخ ومرشد سنی صحیح العقیدہ ہو یعنی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو اور معمولات اہل سنت وجماعت (مسلک اعلیٰ حضرت) کے مطابق زندگی گزارتا ہو۔

(۲) عالم ہو یعنی علم فقہ میں اتنی معلومات رکھتا ہو کہ ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔ جاہل صوفی نہ ہو کہ خود بھی گمراہی کی دلدل میں پھنسا رہے اور دوسروں کی بھی خیر نہ ہو۔

(۳) فاسق معلن نہ ہو مثلاً ڈاڑھی منڈا تا ہو، گانے باجے کا شوقین ہو، تارک صوم وصلوۃ ہو، غیر محارم عورتوں سے بے پردہ ملتا جلتا ہو، چاندی کی ایک انگوٹھی سے زائد (جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو) کئی کئی انگوٹھیاں پہنے ہوئے ہو، چھلا، چین زیت تن کیے ہوئے ہو تو وہ فاسق معلن ہے، وہ پیر نہیں ہوسکتا، اس سے بیعت ہونا ہرگز جائز نہیں۔

(۴) مرشد کامل کا سلسلہ حضور آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک باتصال صحیح پہنچتا ہو۔

حضور سید میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ والرضوان مرشد کامل کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں: ''جملہ عبادات فرائض وواجبات اور سنن ونوافل ومستحبات کی ادائیگی اور پابندی میں کوتاہ نہ ہو، پانچوں نمازیں، اذان واقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہو، حلال روزی کا پابند ہو اور ہر لقمہ جو غیر حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو یا مشتبہ ہو اس سے احتیاط کلی برتتا ہو، صدق مقال، سچا بول یعنی ہرگز جھوٹ، فحش زبان پر نہ لاتا ہو، کہ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے، دنیا کی حرص، اس کی لذتیں، اس کی خواہش ترک کرتا ہو، مخلوق خدا کی اس کی جانب رجوع اور مقبولیت پر کوئی توجہ نہ دیتا ہو، گناہوں، نافرمانیوں کو یکسر چھوڑتا ہو، اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بجالانا اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنا اپنے اوپر نہایت اہتمام سے لازم کرتا ہو، کشف وکرامات کا متوالا نہ ہو، بلکہ استقامت کا شیدائی ہو، اس لیے کہ خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے کہا جاتا ہے ''**الاستقامۃ فوق الکرامۃ**'' حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔'' (سبع سنابل شریف ص ۱۶۱)

ایسا ہی فتاوی مصطفویہ ص ۵۰ کتاب الحظر والاباحۃ اور فتاوی امجدیہ ج ۴، اور فتاوی فقیہ ملت ج ۲ ص ۴۳۴ کتاب الشتی میں بھی ہے۔

شرائط مرشد اور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ

مرشد کامل کے مذکورہ چاروں شرائط بلبل ہند حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ میں بدرجہ اتم موجود تھے، چناں چہ ان شرائط کی روشنی میں آپ کی حیات طیبہ کا جائزہ لیں، تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے، کہ آپ مرشد کامل اور سچے پیر تھے۔

(۱) مرشد کا سنی صحیح العقیدہ ہونا۔ جو حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کا پروردہ ہو، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا شاگرد وچہیتا خلیفہ ہو، اس کی سنیت اور تصلب فی الدین کا کیا کہنا۔ مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک سچے بے باک سپاہی تھے اور مسلکی معاملہ میں ذرا بھی سمجھوتہ گوارا نہیں فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی یہی تاکید فرماتے رہتے کہ بھائیو! مسلک اعلیٰ حضرت ہی پر مضبوطی سے قائم رہو، کیوں

کہ یہی راستہ ہمیں جنت میں لے جائے گا اور اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ بدعقیدیت کا جنازہ نکالتے رہتے تھے اور آپ جب تک دنیائے فانی میں باقید حیات رہے، نانپارہ وقرب وجوار اور آپ کے حلقۂ تبلیغ میں بدعقیدیت سرنہیں ابھار نے پائی۔ آپ وہابیت ودیوبندیت وتمام فرقہائے باطلہ کے خرمن پر بجلی بن کر آتے رہے اور لوگوں کو یہی پیغام دیتے رہے کہ ؎

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجیے

(۲) علم دین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر علم سے نوازا تھا، کہ اگر آپ کو جبل العلم کہا جائے تب بھی کم ہوگا کیوں کہ آپ پر پورا پورا فیضان تھا، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا آپ بیک وقت عمدہ مدرس، عظیم مفتی، ماہر خطیب، حاذق مقرر، حاضر جواب مناظر، قادر الکلام شاعر تھے۔ راقم الحروف نے امام العلما جامع منقولات و معقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے بارہا فرماتے سنا ہے کہ مفتی نانپارہ کا علم متحضر تھا، کتب درسی یا غیر درسی سے کوئی بات آپ سے جب بھی پوچھی جاتی، برجستہ تشفی بخش جواب عطا فرماتے۔ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے بلبل ہند حضور مفتی نانپارہ کے قائم کردہ دینی قلعہ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم میں تقریبا دس سال تک تدریسی خدمت انجام دی ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ملا حسن (فن منطق کی معرکۃ الآرا کتاب) جار مجرور کی بحث پڑھا رہا تھا، میری جوانی کا زمانہ تھا، خوب پرجوش تقریر ہورہی تھی، حضور مفتی نانپارہ دروازہ کے پیچھے سے میری پوری تقریر سماعت فرماتے رہے، جب بات مکمل ہوگئی، سامنے آگئے تو میں اور جو طلبہ تھے، سب کھڑے ہوگئے۔ زیر موضوع علمی بحث وتقریر سے مفتی نانپارہ بہت خوش ہوئے اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا، کہ مولانا میری ایک بات سنیے میں نے عرض کیا حضور! فرمائیں تو مفتی نانپارہ نے فرمایا کہ ؎

صدر سے صدرا نکال اور قال اقول بھول جا
عشق کے مکتب میں آکر دیکھ نرالا حال ہے

(صدرا فلسفہ کی ایک معرکۃ الآرا کتاب اور قال اقول منطق کی ایک بہت دقیق کتاب ہے)

میں نے عرض کیا، کہ حضور یہ آپ کا منصب ہے، ہم لوگوں کو ابھی اسی لائن میں رہنے دیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ مفتی نانپارہ کا علم کتنا پختہ تھا اور یہ سب عنایتیں تھیں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جیسا کہ امسال ۲۰۱۹ء

کے عرس تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے موقع پر جامعۃ الرضا بریلی شریف کے اسٹیج پر حضرت علامہ مفتی جلال الدین قادری مصباحی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے بیان فرمایا کہ میں نیا نیا اشرفیہ سے فارغ ہوکر بہرائچ شریف پڑھانے کے لیے آیا، عینی قیصر گنج مدرسہ میں ایک جلسہ تھا، تقریر کرتا رہا کہ ایک حدیث پاک تعمیر کعبہ کی میں نے پڑھا کہ راوی کی سند غلط ہوگئی۔ مفتی رجب علی صاحب اپنی جماعت کے بڑے جید عالم دین تھے، خاص پروردہ تھے مفتی اعظم ہند کے۔ مفتی صاحب تقریر بعد اسٹیج پر آئے، مجھے طلب فرمایا، کون مولانا تھے؟ میں نے کہا، فقیر تقریر کررہا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا، کہ حدیث صحیح پڑھی، سند غلط۔ میں نے کہا، حضور! میں نے مسلم شریف میں دیکھا ہے، تحویل سند کے ساتھ شاید یہی راوی ہیں، مفتی رجب علی صاحب نے کہا، غلط پڑھے ہو، کل جانا دار العلوم میں تو دیکھ لینا۔ میں نے جاکر دیکھا تو میری سند غلط تھی، مفتی رجب علی صاحب طوطی ہند فرماتے ہیں، مولانا! سنو میں نے پڑھا کم ہے پایا زیادہ ہے، میں نے کہا، حضور! کیا پایا؟ فرمایا، میری فراغت کے سال حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا، اچھی چٹنی پیستا تھا، برتن بڑھیا دھوتا تھا، کچھ پڑھا بھی ہے؟ حضور مفتی اعظم نے فرمایا، آج تیری دستار بندی ہے لے آ، جتنی کتابیں پڑھا ہے، پڑھ لے۔ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، مفتی اعظم ہر کتاب کا پہلا صفحہ اور مقدمہ کی مختصر سی عبارت پڑھاتے اور ارشاد فرماتے "رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر "، مفتی رجب علی فرماتے ہیں، سن لو مولانا! طالب علمی میں جس حدیث کو پڑھا ہوں اب تک میرے مفتی اعظم کے فیضان سے حرف بہ حرف اور سندوں کے ساتھ ہر حدیث مجھے یاد ہے۔ (ماخوذ از تقریر مفتی جلال الدین قادری مصباحی)

بلبل ہند جہاں علم وحکمت کے جبل شامخ تھے، وہیں علم کو پھیلانے کا جذبہ بے کراں بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، چناں چہ فروغ علم اور اشاعت دین وسنیت کی اسی فکر کا نتیجہ ہے کہ آپ نے دین اسلام کا ایک مضبوط قلعہ، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان بنام جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم ۱۹۵۸ء میں قائم فرما کر دین وسنیت کے تحفظ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا بہترین سامان فراہم کردیا۔ دشمنوں اور حاسدوں کی ہزارہا کوششوں کے باوجود جامعہ نہایت ہی سرعت کے ساتھ عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتا رہا اور دشمنان اسلام کے ہوش ٹھکانے لگاتا رہا۔

بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی مدرسہ عزیز العلوم قائد ملت نبیرہ بلبل ہند حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری مدظلہ العالی کے زیر اہتمام بڑی تیزی کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور فلاح وبہبود کی طرف رواں دواں ہے اور سیکڑوں تشنگان علوم نبویہ کو علم دین متین سے سیراب کررہا ہے۔

(۳) فاسق معلن نہ ہونا۔ اس تعلق سے عرض ہے کہ اس مقدس بارگاہ میں فسق وفجور کا تو شائبہ بھی نہیں گزرتا، بلکہ مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی ذات ایسی پاکیزہ ذات ہے کہ یہاں سے بے شمار فاسق وفاجر اپنے گناہوں سے تائب

ہوکر نیک وصالح بنے۔آپ صوم وصلوۃ کے اس قدر پابند تھے کہ سفر میں ہوں یا حضر میں نماز کا وقت ہوتو سب سے پہلے نماز پڑھتے ،اورادووظائف کرتے ، پھرکسی دوسری مشغولیت کی طرف متوجہ ہوتے۔آپ صرف متبع شریعت ہی نہ تھے، بلکہ تقوی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔آپ کے تقوی واحتیاط کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱)راقم الحروف سے مفتی نانپارہ کے کئی مریدوں نے اور مدرسہ عزیز العلوم کے پرانے اساتذہ مثلا حافظ وقاری عزیز رضا نوری صاحب، حافظ غلام محمد عزیزی صاحب، حافظ غلام محمد نوری صاحب (یہ حضرات مفتی صاحب قبلہ کے زمانہ میں مدرس رہ چکے ہیں) نے بیان کیا کہ حضور مفتی نانپارہ کومریدین ومتوسلین جب نذرانہ پیش فرماتے تو آپ ان سے دریافت فرمالیتے کہ مدرسہ کا ہے یا میرا نذرانہ؟اس کے بتانے کے مطابق ہرنوٹ پر جوآپ کا نذرانہ ہوتااس پر ذاتی اور جو مدرسہ کا ہوتا اس پر مدرسہ تحریر کردیتے یا نوٹ پر دھاگا وغیرہ لپیٹ کرنشان لگا لیتے کہ میرا ہے یا مدرسہ کا اور جب سفر سے واپس آتے ،تو جس پر مدرسہ لکھا ہوتا اسے مدرسہ میں اور جس پر ذاتی لکھا ہوتا اسے اپنے پاس رکھتے اور اتفاق سے اگرکسی نوٹ پر کچھ تحریر نہ ہوتا یا کوئی نشان نہ لگا ہوتا تو اسے بھی مدرسہ میں یہ فرماتے ہوئے دےدیتے کہ ہوسکتا ہے کہ مدرسہ کا ہی ہو۔

(۲)حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے خادم خاص اورآپ کے بھانجے حافظ عزیز رضا نوری صاحب نے بتایا، کہ حضرت کے احتیاط وتقوی کا یہ عالم تھا کہ اگرکبھی مدرسہ کے مطبخ کی آگ سے حضرت کا حقہ بھر دیتا،تو آپ فرماتے ،عزیز رضا!یہ لو کچھ روپے پہلے مدرسہ میں اس کا معاوضہ دےدوتب حقہ میرے قریب لاؤ۔

(۳)حافظ عزیز رضا نے بتایا، کہ میں حضور مفتی صاحب قبلہ کے ہمراہ بازار جاتا ،اس زمانے میں محمد انور بیڑی اورمحبوب بیڑی چلتی تھی، بیڑی کے بنڈل پر جوکاغذ چڑھا ہوتا،اس پر یہ نام درج ہوتے اورعوام الناس بیڑی پی کروہ کاغذ پھینک دیا کرتے تھے،حضور مفتی نانپارہ کی نظر اگراس کاغذ پر پڑ جاتی ،فوراً جھک کر اٹھالیتے اورصاف کرکے مجھے دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ،اسے گھر لے کر چلو، گھر پہنچنے کے بعد اس کودھوتے اور پاک صاف جگہ اسے احتیاط سے رکھتے اورارشادفرماتے اس کاغذ پر میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس نام لکھا ہوا ہے،اس پر اردوتحریر ہےاورلوگ کس قدر بےحرمتی کررہے ہیں۔معاذ اللہ

(۴)حافظ عزیز رضا صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ ایک طالب علم کوساتھ لے کر بازار مدرسہ کے لیے کچھ سودا خریدنے گئے ،راستہ میں مدرسہ کے دوچار روپے گرگئے ،حضرت اوراس طالب علم نے تلاش کیا،تاریکی کی وجہ سے روپے نہ مل سکے،آپ نے طالب علم سے فرمایا، کہ مدرسہ جاؤ، کچھ طلبہ اور لالٹین لے کر آؤ اور روپیوں کوتلاش کرو، ایک صاحب نے کہا،حضرت چھوڑیے دوچار روپے ہی تو ہیں، کیوں پریشان ہورہے

ہیں؟ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے فرمایا، کہ سنو! دو چار روپے کی بات نہیں ہے، یہ مدرسہ کا پیسہ ہے، کل بروز حشر اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا، کہ رجب علی تمہارے روپے تو نہیں گرے مدرسہ کے روپے کیسے گر گئے، تو میں بارگاہ خداوندی میں کیا جواب دوں گا۔ (اس طرح کے اور بہت سارے واقعات مجھ سے بیان کیے گئے، طوالت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں)

مذکورہ واقعات سے قارئین کرام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور بلبل ہند مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ تقوی کے کس بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

(۴) اتصال سلسلہ: سرزمین ہندوستان تک بیعت وخلافت کے کئی سلسلے پہنچے ہیں، مثلاً قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، وغیرہ لیکن جس سلسلے کی سند سب سے زیادہ قوی ہے، وہ قادری سلسلہ ہے کہ اس میں وقت کے بڑے بڑے علما و مشائخ ہیں، بلکہ صوفیاے کرام فرماتے ہیں، سلسلہ قادریہ مثل سمندر کے ہے بقیہ اور سلاسل حقہ اس سے نکلی ہوئی نہریں ہیں یعنی کوئی بھی سلسلہ برحق ہو اس میں قادری فیض ضرور پہنچا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

حضور مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ جس سلسلہ میں بیعت کرتے تھے یعنی سلسلہ قادریہ وہ متصل، قوی اور معتمد ہونے میں اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا آپ سلسلہ بیعت وخلافت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات بغیر کسی شک وتردد کے کہی جا سکتی ہے کہ حضور بلبل ہند مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت شریعت وطریقت کی ایسی جامع تھی، جس پر زمانہ جتنا ناز کرے کم ہے ؎

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

اللہ رب العزت ہم تمام غلاموں اور عالم اسلام کو آپ کے فیوض وبرکات وحسنات سے مستفیض ومستنیر فرمائے اور آپ کی تربت اقدس پر رحمت ونور کی بارش نازل فرمائے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

بلبل ہند : صاحب کمالات وکرامات بزرگ

از : حضرت مولانا جلیل احمد حشمتی

کانپور یوپی

جب دھرتی کا سینہ مہر خاور کی تیز وتند کرنوں سے خشک ہو جاتا ہے،تو قدرت اپنی رحمتوں کی پھوار سے اسے ہرا بھرا کر دیتی ہے۔ جب درختوں کو گرم اور جھلسا دینے والی ہوا، بے تاب کر دیتی ہے اور پتے خشک ہو کر زمین بوس ہو جاتے ہیں،تو اللہ کی رحمتیں ان پر متوجہ ہوتی ہیں، پھر ان کی تشنگی دور ہوتی ہے اور ہری بھری کونپلیں آمد بہار کا اعلان کرتی ہیں اور جب انسانوں میں دین سے دوری، عملی بے راہ روی بڑھتی ہے،تو پروردگار عالم کسی ایسی پاکیزہ خصلت خلوص وللّٰہیت کا پیکر اور ہمہ صفات متصف ذات کو پیدا فرماتا ہے،جس کی کاوش دینی ونگاہ کیمیا اثر بگڑے دلوں کو سنوار دیتی ہے۔ بھٹکے ہوئے قدموں کو صراط مستقیم پر لگانے ،سوئے جذبات دینی کو جگانے نیز ان تاریک دلوں میں علم وعمل کی شمع روشن کر کے انھیں منزل مقصود تک پہنچانے کا کام بخوبی انجام دیتی ہے اور ایسی شخصیت اہل علم وایمان کی زبان میں عارف باللہ عالم ربانی صوفی باصفا مرشد برحق پیر طریقت کے نام نامی اسم گرامی سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ ایسی ہی شخصیتوں میں ایک ذات بابرکت حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف عارف حق عالم باعمل بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ نانپاروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تھی، جو تاحیات بندگان خدا کے دلوں میں خشیت الٰہی اور محبت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی شمع روشن کرتے اور ان کے اصلاح عقائد وترغیب اعمال کا اہم اور مقدس فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضور مفتی نانپارہ، جو مسند رشد وہدایت پر مرشد کامل،مجلس علما میں فاضل یگانہ وعالم باعمل اور منبر خطابت پر خطیب باکمال ومقرر بے مثال، محفل شعر وسخن میں عظیم المرتبت قادر الکلام شاعر نعت پاک رسول علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔ جہاں تشریف لے جاتے،علم وفن کی بہار آ جاتی۔ وہ اپنوں میں شفقت وپیار کی شبنم اور شاتمان رسول کے لیے سنان وضیغم تھے۔

بلاشبہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ جس سے ملتے یہی سمجھتا، کہ حضرت مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ ان کی مزاج شناس آنکھوں میں سمندر جیسی گہرائی تھی۔ جملوں میں ان گنت حکمتیں پوشیدہ ہوتیں،لفظوں کے زیر وبم دانائی وفراست کی غمازی کرتے تھے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں، جو بڑی خاموشی وخلوص کے ساتھ خلق خدا کی رشد وہدایت وتزکیہ نفس کی پاکیزہ ومقدس خدمت میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔

حضور مفتی نانپارہ جنھیں اکابر علماے اہل سنت بلبل ہند کہہ کر پکارتے تھے۔ امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا بڑا مشہور نعتیہ کلام ''لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا'' جب محفل میں جھوم جھوم کر پڑھتے، تو علماے کرام وسامعین اہل سنت میں کوئی فرد ایسا نہ ہوتا، جو اس آواز اور پڑھنے کے انداز پر جھوم نہ جاتا۔ اکابرین کو یہ کہتے سنا کہ اس نعت پاک کو پڑھنے کا حق بلبل ہند مفتی رجب علی کو ہی حاصل ہے۔

حضور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے عقیدت کا یہ عالم کہ اکثر فرماتے، بحمدہ تعالیٰ میں ایسا رضوی ہوں، کہ میرے جسم کا رواں رواں رضوی، بلکہ میرے مکان کی ایک ایک اینٹ رضوی ہے۔ ایک بار راقم الحروف سے فرمایا، کہ میں پہلی بھیت حضرت شیر بیشۂ اہل سنت سے ملنے گیا، تو حضرت موصوف نے کھڑے ہوکر مجھ سے معانقہ فرمایا، میری پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا، کہ مولانا رجب علی! تم سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ تم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتے ہو۔ سبحان اللہ!

افسوس صد افسوس! کہ امام عشق ومحبت کا سچا عاشق، حضرت حجۃ الاسلام کا چہیتا، حضور سرکار مفتی اعظم ہند کا لاڈلا، حضور سرکار شیر بیشۂ اہل سنت کا دلارا اور دنیاے سنیت کا قائد، علما کی انجمن سے رخصت ہوگیا۔ ایسا عالم وفاضل بے بدل، ایسا مفتی شریعت، ایسا مرشد طریقت جو اپنی مثال آپ تھا، چلا گیا۔ ایک بے مثال خطیب ایک عظیم الشان مبلغ، ایک رفیع الدرجت رہبر قوم اور ایک ایسی شمع علم وعرفان جس کے گرد ہر وقت پروانوں کی بھیڑ رہتی تھی، جس نے لاکھوں تشنگان محبت کے دلوں کو عشق سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منور وتابناک کردیا، اپنے مالک کے حضور چلا گیا۔ آہ! یہ ایسا زخم ہے، جس کا علاج نہیں ملتا۔ ہم اپنا دکھ درد کس کو سنائیں، ہمارے اس درد کی دوا کہاں ملے گی۔ ہمارے دکھوں کو سن کر تسلی دینے والا جس کے ایک تبسم میں ہزاروں دلوں کا سکون تھا، رخصت ہوگیا۔ کوئی بتائے تو سہی ہم اپنی اشک بار آنکھیں کس کے دامن سے خشک کریں، ہمارے آنسوؤں کو جذب کرنے والے نے اپنا دامن سمیٹ لیا، آہ حضور مفتی نانپارہ۔ آپ تنہا نہ گئے، ہزاروں دلوں کا چین وسکون اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے پیچھے رنج ودرد والم کی ایک انمٹ داستان چھوڑ گئے۔ خالق کائنات نے ایک ذات میں کتنی خوبیاں جمع فرمادی تھیں، علم وفضل، زہد وتقوی، شان خطابت، خلوص ومروت، رشد وہدایت، جذبۂ ایثار، شفقت ومحبت، تفقہ فی الدین اور سب سے بڑھ کر تصلب فی الدین ان ساری صفات سے متصف ذات کا نام نامی حضور بلبل ہند علامہ مفتی محمد رجب علی تھا۔

میرے مخدوم! ہم آپ کی کون کون سی خوبیوں کو یاد کریں، آپ نے بنجر وسنگلاخ زمینوں میں عشق پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے گلستان سجادیے، جس کی نکہت سے آج پورے پورے علاقے معطر ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی ایسی شمع روشن فرمائی، جس کی روشنی سے گاؤں گاؤں قریہ قریہ تابناک ہوگئے۔ وہ زبانیں جو امام عشق ومحبت کے نام

پاک کی چاشنی سے محروم تھیں، وہ کان جو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے نا آشنا تھے، آج مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد اور ہمارا مرکز بریلی ہے، کے ایمان افروز نعروں سے رطب اللسان ہیں اور تن من دھن سے امام عشق ومحبت پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ حضور آپ جہاں گئے، امام عشق ومحبت کا نام لے کر گئے، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا کام لے کر گئے۔ مدھیہ پردیش کے وہ علاقے جو آپ کی توجہ کا خاص مرکز رہے، جیسے ٹیکم گڑھ، بلدوگڑھ، کھر گاپور، جتارا، بیجاپور وغیرہ وہاں آج اسلام وسنیت کے چمن لہلہار ہے ہیں، در و دیوار سے مسلک حق کی نکہتیں پھوٹ رہی ہیں اور بلا شبہ یہ حضور بلبل ہند کے فیضان کرم کا صدقہ ہے کہ ان علاقوں میں شاتمان رسول کا نشان نہیں۔ وہاں بفضلہٖ تعالیٰ تبلیغی جماعت کا گزر نہیں ہے۔ حضور مفتی ناناپارہ کی ذات والا صفات اس دور میں خدائے وحدہ لاشریک کی عظیم نعمت تھی، رب قدیر نے ایسی جاذب نظر شخصیت عطا فرمائی تھی، کہ جو مسلمان انھیں دیکھ لیتا، اس کے دل میں ایمان ویقین کا سرور پیدا ہو جاتا۔ جس کی نگاہیں اس مرد حق سے دوچار ہو جاتیں، ان نگاہوں کو جلال حق کی توانائیوں کا کیف مل جاتا، جو ان کے حضور چند لمحے بیٹھ جاتا، اس کا دماغ عشق وایقان کی نکہتوں سے معطر ہو جاتا۔ گفتگو کا انداز حکیمانہ دلوں کو مسحور کر دیتا تھا، آواز کی شیرینی کانوں میں حق وصداقت کا رس گھول دیتی تھی۔

آج مفتی ناناپارہ کا نام ہر خوش عقیدہ مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے، یہ حضرت کی زبردست دینی خدمت ومسلک اعلیٰ حضرت کی بھرپور نشر واشاعت کا نتیجہ ہے۔ حضرت کو عظمت وشہرت ووجاہت، فضل وکمال، علم وفضیلت وراثتاً نہیں ملی، بلکہ ان کی کاوش دینی نیز امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے والہانہ عقیدت اور عشق پاک رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا حسین وباوقار ثمرہ ہے۔ وہ اکثر فرمایا کرتے کہ کاش! زندگی کی آخری سانسیں دیار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں گنبد خضری کی چھاؤں میں نصیب ہو جاتیں۔ ان کے مریدین ومعتقدین نے اکثر یہ دیکھا ہوگا کہ حضرت درود شریف پڑھتے وقت سیدنا کی تکرار فرماتے تھے۔

راقم الحروف کو ان کی بے پناہ کرم فرمائیوں اور شفقتوں کے سبب کچھ جرأت وبے تکلفی ہو گئی تھی۔ ایک دن عرض کیا، حضور! آپ جو درود شریف پڑھتے وقت سیدنا سیدنا کی تکرار فرماتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، ارشاد فرمائیں، کیوں کہ بعض احباب مجھ سے پوچھتے ہیں؟ سن کر خاموشی اختیار فرمائی، میں نے چند لمحوں کے بعد ہمت کر کے پھر عرض کیا۔ تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: میاں جلیل حشمتی! میں جب درود شریف پڑھتا ہوں تو گنبد خضری کا تصور کرتا ہوں اسی تصور میں تکرار کرتا ہوں، جب تصور مکمل ہو جاتا ہے تو درود شریف کی تکمیل کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! کیا شان عشق رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

ایسی عظیم شخصیتیں عالم وجود میں کبھی کبھی آتی ہیں، جو بیک وقت علم وفضل وکمال کے درشہوار گلشن بیعت وارشاد کی فصل بہار، مسند افتا کے مفتی باوقار، شاہراہ شریعت وطریقت کے رہبر نامدار اور فیضان کرم وکرامت کا آبشار

تھے۔ حضرت نے جہاں اپنے دریاے علم وفضل سے بندگان خدا کو خوب سیراب فرمایا، وہیں اپنے کشف وکرامات سے بھی نہ جانے کتنوں کو مستفیض فرمایا۔

کرامت

راقم الحروف کے برادر عزیز جو بمبئی میں مستقل سکونت پذیر ہیں، انھوں نے مجھ سے بتایا، کہ میرے ایک دوست کا کسی سے کوئی جھگڑا ہو گیا تھا، دوسرے فریق نے پولیس میں رپورٹ کر دی، پولیس میرے دوست کو تھانے لے گئی، جب اس سے پولیس نے پوچھا، کہ تمھارے ساتھ دوسرا بھی کوئی شخص تھا، اس نے پولیس کے خوف سے یا کسی سبب سے میرا نام بھی لے لیا۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ پولیس ہمیں بھی لے گئی اور مقدمہ میں میرا نام بھی آ گیا اور پھر پیشیاں پڑنی شروع ہو گئیں۔ میں بہت پریشان تھا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کہ کیا کروں کس سے کہوں اور امکان سزا ہو جانے کا بھی تھا۔ معاذ اللہ۔ اس دوران میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، لیکن کچھ عرض ومعروض کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ممبئی میں مقیم تھے اور وہ دن میرے ججمنٹ کا تھا، میں سخت الجھن میں تھا، کہ پتہ نہیں کیا ہوگا؟ میں صبح قریب ۹ر بجے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے خیریت دریافت فرمائی، کچھ دیر توقف فرمایا، پھر مجھے اپنے قریب بلایا اور ایک تعویذ عنایت فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا، کہ یہ تعویذ لے لو۔ ناسک میں ایک صاحب کسی مقدمہ میں پھنس گئے تھے، بہت پریشان تھے، امکان تھا، کہ سزا ہو جائے (معاذ اللہ) میں نے انھیں یہی تعویذ دے دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ ہرے کپڑے میں سی کر داہنے بازو پر باندھ لیں اور جب کچہری جائیں تو مجسٹریٹ کے سامنے یا سلام یا اللہ پڑھتے رہیں، ان شاء المولیٰ تعالیٰ بری ہو جائیں گے، انھوں نے ایسا ہی کیا اور بحمدہ تعالیٰ بالکل بری ہو گئے، تم یہ تعویذ لے لو، اگر کبھی ضرورت پڑے، تو تم بھی ایسا ہی کرنا۔ میں نے تعویذ لے لیا، مجھ پر بالکل ایسی ہی افتاد پڑی تھی، ایسا لگ رہا تھا، کہ حضرت میرے ہی حالات بیان فرما رہے ہیں، اسی دن میرے ججمنٹ کی تاریخ تھی، حضرت کی یہ کھلی کرامت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے، وقت بھی کچہری جانے کا ہو رہا تھا، حضرت نے تعویذ عطا فرما کر کہا اب تم جاؤ۔ میں فوراً اپنے گھر آیا اور ہرے کپڑے میں تعویذ سی کر دائیں بازو پر باندھا اور یا سلام یا اللہ پڑھتا ہوا سیدھا کورٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب میری پکار ہوئی اور میں مجسٹریٹ کے سامنے پہنچا، اس کی نگاہیں میری نگاہوں سے ملیں، میں برابر یا سلام یا اللہ پڑھتا رہا۔ وہ میری جانب دیکھنے کے بعد ججمنٹ پر جھک گیا اور پھر خدا ورسول جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکرم اور حضور بلبل ہند کی کرامت سے مجھے مجسٹریٹ نے بے داغ بری کر دیا۔ میں حضرت کی ولایت کا قائل تھا ہی اب یہ عظیم الشان کرامت جس کا تعلق خود میری ذات سے تھا، بچشم خود دیکھ کر حضرت کی ترقی درجات کی دعائیں کرتا ہوا، اپنے گھر آ گیا۔

دوسری کرامت

کان پور کے دو حضرات حضرت کے ساتھ نانپارہ جارہے تھے، گونڈہ سے جب ٹرین نانپارہ کے لیے روانہ ہوئی، تو نصف سے زائد سفر طے کرنے کے بعد حضرت نے ایک صاحب سے فرمایا، نانپارہ پہنچ کر تم کھانے میں کیا پسند کروگے، انھوں نے عرض کیا، حضور جو بھی ملے گا، کھالیں گے۔ حضرت نے فرمایا، اپنی پسند بتاؤ، جب اصرار بڑھا، تو انھوں نے عرض کیا، کہ اگر کھچڑی ملے تو بہتر ہے۔ فرمایا اور کچھ؟ عرض کیا، اس میں دیسی گھی اور آم کا اچار ہو تو نہایت عمدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا، کہ سبزی میں کیا پسند کروگے؟ عرض کیا، سبزی میں آلو، گوبھی، مٹر ٹماٹر ہو تو کیا کہنے۔ اتنی گفتگو کے بعد حضرت خاموش ہوگئے، یہ دونوں بھی خاموش ہوگئے۔ جب ٹرین نانپارہ پہنچی، تو حضرت کے ہمراہ یہ دونوں حضرات بھی دولت کدہ پر حاضر ہوئے، سامان رکھنے کے بعد حضرت نے دونوں سے فرمایا، جاؤ تم لوگ منہ ہاتھ دھوکر فارغ ہولو۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو فارغ ہونے میں بمشکل پندرہ بیس منٹ لگے ہوں گے، جیسے ہی منہ ہاتھ دھوکر آئے، فوراً دسترخوان لگ گیا اور پھر دسترخوان پر وہی ساری چیزیں موجود تھیں، جن کی ہم نے خواہش ظاہر کی تھی، ایک چیز بھی کم نہ تھی۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، کہ اتنے قلیل وقت میں اتنی چیزوں کا تیار ہونا کیسے ممکن ہے۔ یہ یقیناً حضرت کی کرامت تھی، ورنہ ٹرین میں کوئی ٹیلی فون تو تھا نہیں کہ جس سے گھر اطلاع کردی جاتی اور نہ ہی دوران سفر حضرت نے ٹرین سے قدم باہر رکھا۔ بات یہی ہے کہ مولائے قدیر جل جلالہ اپنے ولیوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات ضرور پوری فرمادیتا ہے۔

اتر پردیش کا ضلع بہرائچ جو شاید اپنے محل وقوع کے اعتبار سے غیر معروف ہوتا، لیکن اللہ کے ایک مخلص ولی اسلام کے عظیم غازی شہید مکرم حضور سرکار سید سالار مسعود غازی شہید رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات کے سبب آج وہ ضلع بہرائچ شریف بن کر نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے۔ اسی ضلع کا ایک مسلم اسٹیٹ قصبہ نانپارہ ہے۔ اس نانپارہ کو شہرت دینے والی ذات حضور بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔ یہ حضرت کی ذات کا فیض ہے، کہ آج اس قصبہ کی شہرت نہ صرف ہندوستان گیر ہے، بلکہ ملک کی سرحدوں کو عبور کر چکی ہے۔ یہ سو فیصدی حقیقت ہے کہ آج نانپارہ کی شہرت حضرت کی مرہون منت ہے۔ اس سرزمین پر حضور امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت کے شہزادے وارشد تلامذہ وخلفا میں حضور تاجدار اہل سنت امام العلما مرجع الفقہا سرکار مفتی اعظم ہند وحضور افتخار الخطباء ابوالمحامد حضرت سید صاحب محدث اعظم ہند، وحضور شیر بیشہ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت امام المناظرین علامہ حشمت علی خاں صاحب قبلہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی دنیائے اسلام وسنیت کی عظیم وجلیل تاریخ ساز شخصیتیں رونق افروز ہوتی رہیں اور ان نفوس قدسیہ کی میزبانی کا شرف عظیم بلبل ہند علیہ الرحمہ کو

حاصل رہا۔اسی نانپارہ میں حضرت کا قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم جامعہ مصطفویہ عزیز العلوم جو حضرت کی عظیم الشان دینی خدمات اور حسن تدبیر کا شب وروز اعلان کررہاہے، نیز اپنی عظیم دینی خدمات کے سبب ہندوستان کی علمی وایمانی فضاؤں پر جگمگا رہاہے اور ارباب علم ودانش سے خراج تحسین وصول کررہاہے۔آج اس عظیم الشان ادارہ کے مہتمم حضرت کے لائق وفائق فرزند فاضل نوجوان عالم ذیشان حضرت علامہ محمود رضا صاحب قادری نوری ہیں، جن کے اہتمام وانصرام میں مدرسہ اپنی سطوت دینی وشوکت علمی کے ساتھ آسمان علم وفن پر شمس وقمر کی طرح روشن وتابناک ہے۔مولائے قدیر بطفیل حضور بشیر ونذیر صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم اس دینی قلعہ کو آسیب روزگار سے بچائے۔اور بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ عظیم یادگار شب وروز ترقی سے ہم کنار رہے۔آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم وعلیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

حضرت رہبر شریعت عارف باللہ بلبل ہند حضور علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان عرس حشمتی میں پیلی بھیت شریف برابر پابندی کے ساتھ تشریف لاتے رہے اور زائرین عرس حشمتی کو عرس میں آنے اور تعاون کرنے کی برابر ترغیب دیتے رہے۔

ایک بار عرس حشمتی کے موقع پر راقم نے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے فن شاعری وزود گوئی کے کمال کا عجیب منظر دیکھا، شب میں منقبتی طرحی مشاعرہ تھا، بعد عصر حضرت کی قیام گاہ پر پانچ حضرات حاضر ہوئے، جن میں مولانا محمد احمد ماہر حشمتی، مولانا محمد اسلم بیگ حشمتی، مولانا سعید اختر اور دو اور حضرات تھے، ان پانچوں نے حضرت سے عرض کیا، کہ حضور شب میں آج مشاعرہ ہے، ہم لوگوں کو مشاعرہ کے لیے کچھ اشعار عطا فرمادیں۔حضرت نے فرمایا، کہ اس وقت آپ لوگ آئے ہیں، اتنا وقت کہاں ہے، ابھی مغرب کا وقت ہونے والا ہے، آپ لوگوں کو دن میں آنا چاہیے تھا۔ان حضرات نے عرض کیا، حضور! کرم فرمادیں، تو آپ کے لیے کون سی مشکل ہے، حضرت نے کچھ سکوت فرمایا اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا لکھیے! پھر تو ان پانچوں حضرات نے قلم وکاغذ سنبھال لیا۔حضرت ایک مصرع ایک کو بولتے وہ لکھ لیتا، پھر دوسرے کو بولتے وہ لکھ لیتا، پھر تیسرے کو بولتے، وہ لکھ لیتا، اسی طرح پانچوں حضرات کو بولتے جاتے، وہ لکھتے جاتے، اس طرح یکے بعد دیگرے پانچوں حضرات کو تھوڑی دیر میں پانچوں منقبتیں مکمل کرادیں۔میری حیرت کی انتہا نہ رہی، میں سوچنے لگا، کہ اتنی دیر میں تو لوگ پانچ خط بھی نہ لکھ سکیں گے، جتنی دیر میں حضرت نے پانچ منقبتیں مکمل کرادیں، اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت نے خود بھی ایک منقبت حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی عربی میں تحریر فرمائی اور مشاعرہ میں سنا بھی دی۔سبحان اللہ! خالق کائنات نے جہاں حضور بلبل ہند کو علم

وفضل، زہد وتقوی، رشد وہدایت، خلوص ومحبت، تصلب فی الدین، بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، وہیں فن عروض میں بھی کمال عطا فرمایا تھا، بلاشبہ حضرت اپنے وقت کے امام الشعرا تھے۔

حضور شیر بیشہ سنت سے انھیں کتنی عقیدت ومحبت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضرت بلبل ہند عرس حشمتی میں برابر تشریف لاتے اور اپنے مدرسہ کے طالبان علم کو بھی بذریعہ بس پیلی بھیت شریف لاتے رہتے۔

حق گوئی کا ایک واقعہ

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی حق گوئی وحق پسندی کا ایک نادر واقعہ ملاحظہ فرمائیں: عرس حشمتی کے قل شریف کی محفل ہے، حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کا شاندار بیان ہورہا ہے، صاحب سجادہ حضرت علامہ مشاہد رضا خاں صاحب قبلہ قل شریف میں رونق افروز ہونے والے ہیں، حضرت صاحب سجادہ کی قیام گاہ پر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی بھی موجود ہیں، چلتے وقت حضرت صاحب سجادہ نے حضرت شارح بخاری سے محفل میں چلنے کے لیے کہا، حضرت شارح بخاری نے کہا، کہ میں نہ جاؤں گا، کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ مولانا رجب علی صاحب نے ایک ایسی محفل میں شرکت فرمائی ہے، جس میں کوئی وہابی موجود تھا۔ اس بات کو حضور صاحب سجادہ نے سنا اور خود محفل قل میں تشریف لاکر دوران تقریر ہی حضرت بلبل ہند سے مخاطب ہوکر ان کے کان میں شارح بخاری کی کہی ہوئی بات بتائی۔ پھر کیا تھا، حضور بلبل ہند کی تقریر کا رخ فضائل توبہ کی طرف مڑ گیا اور فرمایا کہ مجھ کو قطعاً علم نہیں کہ میری کسی محفل میں کوئی بدعقیدہ وہابی موجود تھا، پھر بھی میری لاعلمی میں بھی اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو، تو میں علی الاعلان آپ تمامی حضرات کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور پھر توبہ کے فضائل پر اتنی مدلل اور جامع ایمان افروز تقریر فرمائی کہ سارے مجمع کی آنکھوں میں آنسو تھے، خود حضور بلبل ہند بھی اشک بار تھے، حضور صاحب سجادہ کی آنکھیں بھی نم تھیں اور پھر ساری محفل نے دیکھا، کہ چند ہی لمحوں میں حضرت شارح بخاری بھی بھیگی پلکوں کے ساتھ محفل میں تشریف لے آئے اور حضور بلبل ہند کی پوری تقریر ذوق وشوق سے سماعت فرمائی۔ سبحان اللہ! علماے حق کی یہی شان بیان کی گئی۔

شیر بیشہ اہل سنت سے ربط وتعلق

حضور مظہر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے حضور بلبل ہند کے بڑے خصوصی روابط تھے، جس کی بنیاد حضور سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ کے مسلک حق سے عقیدت ومحبت اور اس کی ترویج واشاعت کا مقدس جذبہ صادق تھا اور یہی حضور شیر بیشہ سنت سے حضرت بلبل ہند کی عقیدت کا سبب تھا۔ ایک بار عرس حشمتی کے موقع پر فرمایا،

کہ نہ میں حضور شیر بیشہ سنت کا مرید ہوں، نہ شاگرد نہ خلیفہ لیکن الحمد للہ مجھے حضرت شیر بیشہ سنت سے ان کے ہزاروں مریدوں سے زیادہ عقیدت ہے۔ سبحان اللہ کیا شان تھی، بزرگوں کی۔

تقسیم ہند سے پہلے ایک انتہائی نازک دور ایسا بھی آیا، جب مسلم لیگ کی حمایت کا ایک طوفان تھا، جس کے تھپیڑوں میں بڑے بڑے قدم ڈگمگا گئے اور اپنے بیگانے دکھائی دینے لگے۔ ایسے پر آشوب دور میں حضور شیر بیشہ سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر پہاڑ کی طرح قائم رہے۔ اس وقت حضرت شیر بیشہ سنت سے لیگ کی حمایت سے متعلق سوال کیا گیا، حضرت نے انتہائی جرأت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں احقاق حق فرمایا اور ایک کتاب بنام اجمل انوار الرضا عالم وجود میں آئی اور پھر وہ کتاب علمائے اہل سنت کے پاس تصدیق کے لیے روانہ کی گئی۔ جن علمائے اہل سنت نے تصدیقات فرمائیں، وہ تصدیقات فتاوی اہل سنت کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمائی گئیں۔ اسی مبارک کتاب میں حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تصدیق بھی موجود ہے اور اس تصدیق کا پس منظر بڑا دلچسپ ہے اور اس سے دونوں بزرگوں کے عظیم تعلقات وقربت وشفقت ومحبت کے انوار درخشاں ہیں۔ اس واقعہ کے نقل کرنے کا مقصد بھی صرف اسی قدر رہے کہ دونوں بزرگوں کے قلبی روابط سے اہل سنت باخبر ہو جائیں اور اس ایمان افروز واقعہ کی نکہتیں قارئین اہل سنت محسوس فرمائیں۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے جو تصدیقی جملے اپنے مضمون میں تحریر فرمائے اور اس پر حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ نے ایک خط نانپارہ جناب حاجی ہدایت اللہ صاحب نام کے کسی بزرگ کے پاس حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تصدیق سے متعلق تحریر فرمایا اور پھر اس خط کے بعد حضور بلبل ہند نے جواباً جو حضور شیر بیشہ سنت کو تصدیقی تحریر روانہ فرمائی اس میں دونوں جانب سے شفقت ومحبت، توقیر وعظمت کے جو گلشن لہلہا رہے ہیں، اہل سنت ان دونوں بزرگوں کے قلمی شہ پارے انھیں کے مبارک ومسعود قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

مکتوب حضور شیر بیشہ سنت بنام حاجی منشی ہدایت اللہ صاحب نانپارہ:

''محبی ومخلصی محبّ سنیت عدو لا مذہبیت جناب منشی ہدایت اللہ خاں صاحب قادری رضوی ضیائی سلمہ ربہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مدت دراز کے بعد مکرمی محترمی جناب مولانا محمد رجب علی صاحب زیدت فیوضہم کا گرامی نامہ تشریف لایا، جس میں تصدیق کے صرف اسی قدر کلمات ہیں ''احقر بفضلہ تعالیٰ اجمل انوار الرضا کے مضامین حقہ کا موید ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک کا موافق۔ دعا فرمائیے کہ مولا عز وجل مجھے اور جملہ اہل سنت وجماعت کو اعلیٰ حضرت مجدد الملۃ قدس سرہ کے مسلک پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔'' ان کی خدمت میں بعد سلام عرض کیجیے کہ اجمل انوار الرضا کی تصدیق ان کلمات سے نہ ہوئی، مخالف کہہ سکتا ہے کہ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حمد ونعت اور رد کانگریس کے

جو مضامین اس میں ہیں وہ مضامین حقہ ہیں اور مسلم لیگ وسنی کانفرنس کے خلاف اس میں جو مضامین ہیں وہ مضامین باطلہ ہیں اور یہ حضرات سنی کانفرنس کا جو مسلک ہے، وہی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے۔تو مولانا نے ان الفاظ میں اجمل انوار الرضا کے صرف مضامین حقہ ہی کی تصدیق اور حضرات سنی کانفرنس کے مسلک سے موافقت فرمائی۔ یہ تصدیق تومن کانت بنته فی بیته کی سی ہوگئی۔لہذا برائے حق پسندی وحق گزینی صاف صاف بلاخوف لومہ لائم تحریر فرمایئے کہ اجمل انوار الرضا کے جملہ مضامین مضامین حق ہیں، میں ان کا موید ہوں، اجمل انوار الرضا میں کانگریس ومسلم لیگ ومومن کانفرنس وسنی کانفرنس کے متعلق جو شرعی مسلک ہے، وہی حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم اس کے بالکل موافق ہوں۔مولا تبارک وتعالیٰ اسی پر مجھ کو اور سب اہل سنت کو قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔آمین۔

یا اگر مولانا صاحب کے نزدیک اس میں کچھ مضامین باطلہ بھی ہیں تو ان کا مفصل شرعی ردوابطال تحریر فرما کر میری اعانت وہدایت فرمائیں۔انصر اخاک ظالما او مظلوما۔والی حدیث شریف کو پیش نظر رکھیں۔اپنے سنی بھائی کو جو حق سے ہٹا ہوا ہو حق کی طرف ہدایت فرمانا، اس کی اعانت وخیر خواہی ہے۔ورنہ معاف فرمایئے ان الفاظ میں جو انھوں نے تحریر فرمائے ہیں، تصدیق فرمانا درحقیقت مجھ گناہ گار خدمت گزار کو احمق وبے وقوف ٹھہرانا اور میرا مذاق اڑانا ہے۔انھوں نے اپنی تصدیق میں صرف ایک لفظ حقہ اضافہ فرما کر تصدیق کو تصدیق ہی نہ رکھا، اپنی اور سب سنی بھائیوں کی اور مولانا الممدوح ادامہ وایانا القدوس السبوح بالعز والنصر والفتوح کی خیریت لکھیے جواب بہت ہی جلد مفصل لکھیے، شدید انتظار ہے۔

عبید الرضا محلّہ بھورے خاں پیلی بھیت چہار شنبہ ۳؍شعبان ۱۳۶۵ھ

جوابی مکتوب حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ:

۷۸۶/۹۲ البحر الزخار والغیث المدار ناصر الشریعة الغراء کاسر البدعة الظلماء العالم العامل الفاضل الشهیر ذوالمجد والعز والفیض الکبیر ذوالجاه مولینا الشاه محمد حشمت علی القادری دام ظلکم العالی. بعد اهداء السلام المسنون. گرامی نامہ عزورود لایا، مولیٰ عزوجل بجاہ حبیبہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام رفع ہموم وغموم فرمائے۔خادم بکرمہ عزوعلا وبلطف حبیبہ علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والثناء بخیریت ہے۔عافیت مزاج عالی کا خواہاں۔میری تحریر میں مضامین حقہ سے تقیید اظہار صفت حسنہ مضامین کے لیے ہے، نہ وہ کہ مظنون ہوئی۔الحمد للمولی العزیز الکریم ثم الصلوۃ علی نبیہ وحبیبہ الرؤف الرحیم کم ترین خدام حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے مسلک کا حامی ہے اور یہ یقین کرتا ہے کہ حضرت اس مسلک مقدس کے بالکل موافق

ہیں۔ دعا فرمایئے کہ مولیٰ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت اور اس پر استقامت کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔
آمین والسلام

احقر محمد رجب علی غفرلہ
صدرالمدرسین مدرسہ مصباح العلوم انجمن حنفیہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

ان دونوں بزرگوں کی تحریر بار بار پڑھیے اور ان کی سطر سطر اور لفظ لفظ سے جواپنائیت واحترام اور حمایت حق کے جذبہ صادق کی نکہتیں پھوٹ رہی ہیں، ان سے مشام جاں کو معطر کیجیے۔ سبحان اللہ!

عرس حشمتی میں آخری شرکت

شہزادہ شیر بیشہ سنت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب رحمہ المولیٰ تعالیٰ علیہ سے حضور بلبل ہند صاحب قبلہ کے خصوصی دوستانہ تعلقات تھے، دونوں حضرات جب کبھی آپس میں مل بیٹھتے تو اکثر عربی میں دیر تک بے تکلف گفتگو فرمایا کرتے۔

حضور بلبل ہند کی علالت شدید تھی، حضرت مشاہد ملت نے موصوف کو عرس حشمتی میں شرکت کے لیے خط تحریر فرمایا اور اس میں یہ بھی تحریر کردیا کہ اگر علالت کے سبب سفر کے قابل طبیعت نہ ہو، تو دعا فرمائیں۔ خط میں اور کیا جملے تحریر فرمائے، یہ وہی دونوں بزرگ جانیں۔ لیکن زائرین عرس حشمتی نے دیکھا، کہ حضور بلبل ہند باوجود علالت شدیدہ کے عرس میں تشریف لے آئے۔ چہرہ مبارک سے شدید نقاہت صاف ظاہر ہورہی تھی، قل شریف کی محفل میں اپنی مبارک تقریر میں فرمایا، کہ میں اس شدید علالت کے سبب شرکت کے قابل نہ تھا، لیکن صاحب سجادہ حضرت علامہ مشاہد میاں صاحب نے خط میں ایسے جملے تحریر فرمائے، جو شاید اس سے پہلے میرے کسی محبّ نے نہ لکھے تھے، جنھیں میں نظر انداز نہ کرسکا اور باوجود شدید نقاہت کے حاضر ہوگیا۔ یہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی عرس حشمتی میں آخری شرکت تھی، دوسرا عرس آنے سے قبل ہی ماہ ذی الحجہ میں حضرت کا وصال مبارک ہوگیا۔ مسلمانان اہل سنت وجملہ اہل محبت وعقیدت توجہ فرمائیں، ان مبارک جملوں میں حضور شیر بیشہ سنت سے محبت اور شاہزادگان شیر بیشہ سنت سے قربت وشفقت کے آبشار موجزن ہیں۔

مولائے کریم ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی تمام مسلمانان اہل سنت کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خواب میں دیدار مصطفیٰ

میں مورخہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۸۵ھ بروز منگل عارف باللہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی خدمت میں

حاضر ہوا، اس زمانہ میں حضرت کا بانس منڈی میں جناب مولوی عبدالحنان صاحب رضوی کے مکان پر قیام رہتا تھا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا، کہ حضرت کو رات تیز بخار تھا، صبح کا وقت تھا، حضرت بستر پر لیٹے تھے، میں نے سلام عرض کیا، دست بوسی کی، خیریت معلوم کی، تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے جو چہرہ مبارک کو دیکھا، تو مجھے حضرت کی آنکھوں میں عجیب سی غیر معمولی مقدس چمک دکھائی دی، چوں کہ اس سے قبل میں نے کبھی حضرت کی آنکھ میں ایسی چمک نہیں دیکھی تھی، حیرت واستعجاب کے ساتھ کچھ دیر دیکھتا رہا، پھر میں ضبط نہ کر سکا اور دل کی بات زبان پر آہی گئی، میں نے عرض کیا، کہ حضرت آج کیا بات ہے کہ میں خلاف معمول آپ کی آنکھوں میں عجیب سی دلکش چمک دیکھ رہا ہوں، حضرت مسکرائے اور فرمایا، الحمدللہ مجھے آج خواب میں حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت کچھ تفصیل فرمائیں، فرمایا، اچھا کاغذ لو اور اس پر لکھو۔ میں نے کاغذ لیا اور قلم لے کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا، کہ کسی سفر میں جارہا ہوں، پھر میں مدینہ طیبہ پہنچا، وہیں قیام ہوا، جس مکان میں قیام ہوا، وہ پرانا مکان ہے، دو حضرات اور ساتھ میں اسی مکان میں مقیم ہیں، مکان ایسی جگہ پر ہے، جہاں سے روضہ اقدس سامنے نظر آتا ہے، یہ یاد نہیں کہ کتنے دن قیام رہا، دوران قیام یہ معلوم ہوا، کہ ایک ہجوم چلا آرہا ہے، چناں چہ معلوم کیا، تو پتہ چلا، کہ آقائے نامدار سرکار دو جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جنازہ اقدس آرہا ہے۔ یہ سن کر شرکت کے لیے بڑھا، دیکھا ایک زبردست ہجوم ہے، جو جنازہ اقدس کے ساتھ چلا آرہا ہے، یہ نہیں یاد کہ کون کون حضرات شریک تھے، بہر حال جنازہ مبارکہ کے ساتھ ہولیا۔ حجرہ شریف کے پاس جنازہ مقدس رکھا گیا، اس کے بعد کسی نے اطلاع دی کہ سرکار دو عالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم خود بخود اٹھ کر قبر انور میں تشریف لے گئے۔ سبحان اللہ! اس کے بعد حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوا، دیکھا کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر شریف میں جلوہ فرما ہیں۔ میں پائے مبارک کی جانب کھڑا ہو کر درود وسلام پڑھنے لگا۔ الصلوۃ والسلام علیک یا نعمت اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا مصباح اللہ۔ پھر میں نے دیکھا کہ پائنتیں جانب جناب مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں بھی حاضر ہیں۔ سبحان اللہ الحمدللہ اس طرح خواب میں مجھے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگئی۔

بلبل ہند : ایک باکرامت ولی

از : حضرت مولاناضیاءالدین قادری
استاذ مدرسہ عزیزالعلوم ناناپارہ ضلع بہرائچ شریف

اولیاے کرام اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے قرب خاص کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے۔ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں، کہ ولی وہ ہوتا ہے، جس کے ہاتھ سے کوئی عجیب وغریب واقعہ ظاہر ہو، یعنی جو کرامت دکھائے اسے ولی سمجھا جاتا ہے، جب کہ ولی حقیقت میں وہ ہے، جو قرآن وحدیث پر مکمل عمل کرے اور احکام شرع کے مطابق زندگی گزارے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لو نظرتم الی رجل اوتی من الکرامات حتیٰ یرتفع فی الھواء فلا تعتبر وابہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود“

اگر تم کسی کو دیکھو کہ اسے اس قدر کرامت دی گئی، کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے، تو اس سے دھوکا نہ کھاؤ، یہاں تک کہ یہ دیکھ لو، کہ وہ امر ونہی اور حدود شریعت کی حفاظت میں کیسا ہے۔

ہم حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی ذات کو اس معیار کے بالکل مطابق پاتے ہیں، آپ قرآن وحدیث پر عمل، حدود شریعت کی حفاظت اور امر ونہی میں اپنے ولی نعمت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے پرتو اور آئینہ تھے، اس دور میں مفتی اعظم ہند کے تقوی اور شریعت پر عمل کی مثال پیش کی جاتی ہے، اور بلبل ہند کو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے قدم بہ قدم چلنے کی وجہ سے مظہر مفتی اعظم ہند بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا یہ لقب آپ کے متبع شرع اور محافظ شریعت ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کو قریب سے دیکھنے اور جاننے والے آپ کے تقوی، طہارت، زہد وورع، خشیت الٰہی، عشق رسول، جود وسخا، جذبہ خدمت خلق، تواضع وانکسار غرض ہر دینی واخلاقی معاملے میں اتباع شریعت کا اعتراف کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آپ کا کوئی قدم احکام اسلام کے خلاف نہیں اٹھتا تھا اور آپ کو یہ گوارا نہ تھا، کہ آپ کے روبرو کوئی شخص خلاف شریعت کوئی کام کر جائے، یا شرعی نقطہ نظر سے قابل گرفت کوئی بات کہہ گزرے، آپ بلا چوں چرا لوگوں کی خلاف شرع باتوں اور کاموں پر ان کی اصلاح فرماتے اور انھیں دین کی صحیح فکر سے واقف کرتے تھے۔ یقیناً حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ اپنے ان اوصاف کی وجہ سے اللہ کے ولی کہلانے کے مستحق ہیں۔

کرامت اگرچہ معیار ولایت نہیں،مگر ولی کی ولایت کے اظہار کا ایک ذریعہ ضرور ہے،اس معیار پر بھی ہم حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی ذات کو ولی پاتے ہیں، کیوں کہ آپ سے بہت سی کرامتیں اور عجیب وغریب واقعات بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ چناں چہ کرامت کے قبیل سے بلبل ہند کے چند واقعات ہدیہ ناظرین ہیں:

(۱) میرے گاؤں شہ زورا فیض آباد کے جناب جمیل چچا کا بیان ہے، کہ میرے یہاں دولڑکے ہوئے، اور دونوں پانچ، چھ مہینے کے ہوکر انتقال کر گئے، میں بڑا پریشان ہوا، کہ کسی ظاہری سبب کے بغیر یہ دردناک حادثہ کیوں ہوجاتا ہے کہ دولڑکے ہوئے اور دونوں فوت ہوگئے۔ یہ ۹۰۔۱۹۸۹ء کی بات ہے، کہ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ ہمارے گاؤں میں حضرت سیدنا عبداللطیف علیہ الرحمہ کے عرس میں تشریف لائے ہوئے تھے، جناب حافظ سلیمان صاحب مرحوم کے دروازے کے سامنے بیٹھے تھے اور بہت سے لوگ آپ کے اردگرد جمع تھے، انھیں لوگوں میں ایک میں بھی تھا۔

جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب میری اس پریشانی سے واقف تھے، انھوں نے مجھ سے کہا، یہ بہت بڑے عالم بھی ہیں اور اللہ کے ولی بھی ہیں، ان سے اپنی پریشانی بتاؤ اور انھیں اپنے گھر لے چلو۔ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے کہا، کہ مولانا صاحب! میری پہچان تو حضرت سے ہے نہیں، تو میں ڈائریکٹ یہ کیسے کہہ دوں کہ میرے گھر چلیے اور یہ کیسے جائیں گے؟ مولانا عزیز الرحمٰن نے کہا، آپ کہیےتو، میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ میں نے حضرت سے عرض کرنے کی ہمت کی، پھر مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے پوری بات بتائی۔

حضرت مفتی نانپارہ نے میری پریشانی سنی، تو فوراً میرے گھر تشریف لائے اور گھر کے چاروں طرف دم کیا اور مجھ سے کہا ایک پارلے بسکٹ لاؤ، ایک بسکٹ پر کچھ دم کر کے مجھے دیا اور فرمایا کہ لو آدھا تم کھالینا اور آدھا اپنی بیوی کو کھلا دینا، اب کی بار تمہارے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام غلام محی الدین رکھنا۔

اللہ کا کرم رہا، کہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام غلام محی الدین رکھا اور وہ صحیح وسالم رہا اس وقت اس کی عمر ۳۰ رسال ہے۔ اس کے بعد بھی دولڑکے ہوئے اور وہ دوونوں بھی اللہ کے کرم اور مفتی نانپارہ کی دعا سے سلامت ہیں۔

(۲) رفیق گرامی حضرت علامہ مفتی غلام نبی نظامی صاحب قبلہ استاذ ومفتی مدرسہ عزیز العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ الحاج پیار محمد صاحب ضلع ٹیکم گڑھ ایم پی نے مجھ سے بیان کیا کہ ٹیکم گڑھ سے بلبل ہند کا بمبئی کا ارادہ سفر ہوا، تو میں نے دل میں سوچا، کہ کاش مفتی صاحب پرسوں سفر کرتے، تو میں بھی بمبئی حضرت کے ہمراہ چلا جاتا۔ بالآخر تیاری ہوگئی اور چوں کہ للت پور سے ٹرین پکڑنی تھی، اس لیے جیپ میں سامان وغیرہ رکھ دیا گیا اور حضرت کو تین چار لوگ بمبئی چھوڑنے جارہے تھے، للت پور سے ریزرویشن ٹکٹ تھا۔ حضرت جیپ میں سوار ہوگئے اور ملنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، لوگ مصافحہ ودست بوسی وقدم بوسی کررہے تھے، میں بھی آگے بڑھا، کہ حضرت سے

مصافحہ و دست بوسی کروں، حضرت نے فرمایا، کیوں پیارے! للت پور تک بھی چھوڑنے کے لیے نہیں چلو گے؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں! اور فوراً گاڑی میں بیٹھ گیا اور ہم سب للت پور اسٹیشن پہنچے، حضرت کو پنجاب میل سے سفر کرنا تھا، کچھ لمحات انتظار کے بعد ٹرین پلیٹ فارم پر آکر رکی اور حضرت کا سامان ٹرین میں رکھا جانے لگا، کہ دریں اثنا حضرت نے فرمایا، کہ سامان نیچے اتارو اور ٹکٹ واپس کر دو، میں آج سفر نہیں کروں گا اور کل کے لیے دو ٹکٹ نکال لو، ایک میرا اور ایک پیارے کا۔ ایک صاحب نے عرض کیا، کہ بس دو ہی ٹکٹ؟ تو حضرت نے فرمایا، کہ جب پیارے ساتھ میں ہیں، تو زیادہ لوگوں کی کیا ضرورت؟ کل کے لیے دو ٹکٹ نکال لیا گیا اور اس دن حضرت نے للت پور ہی میں اپنے ایک مرید کے وہاں قیام فرمایا اور دوسرے دن ہم پنجاب میل سے بمبئی کے لیے روانہ ہو گئے۔

(۳) الحاج پیار محمد صاحب نے مفتی غلام نبی صاحب قبلہ سے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ مفتی صاحب قبلہ للت پور سے بمبئی کا سفر کرنے والے تھے، ہم سب حضرت کو چھوڑنے اسٹیشن پہنچ گئے، ٹرین آکر رکی، حضرت کا سامان ٹرین میں رکھ دیا گیا اور جو حضرات مفتی صاحب کے ساتھ تھے، وہ ٹرین میں بیٹھ گئے اور ٹرین کے رخصت ہونے کا وقت قریب ہو گیا، تو حضرت بھی اپنے مریدین و معتقدین کو دعائیں دینے کے بعد ٹرین میں داخل ہونے لگے، ابھی ایک ہی قدم اندر داخل کیا تھا، کہ ٹرین سے اتر پڑے اور فرمایا، کہ سامان اتارو! لوگوں نے عرض کیا، حضور! ٹرین جانے والی ہے اور فرما رہے ہیں کہ سامان اتارو، ٹرین چھوٹ جائے گی۔ آپ نے فرمایا، چھوٹ جانے دو۔ بہر حال لوگوں نے جلدی جلدی سامان اتارا اور ٹرین چل دی۔ حضرت پلیٹ فارم پر ہی چٹائی بچھا کر ایک کنارے بیٹھ گئے اور آپ کے مریدین و متوسلین بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

پیار محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ٹہلتا ہوا، پلیٹ فارم سے ذرا آگے بڑھا، تو دیکھتا ہوں، کہ ایک خاتون پریشانی کی حالت میں دوڑتی ہوئی پلیٹ فارم کی طرف چلی آرہی ہیں اور یہی کہہ رہی ہیں کہ جب قسمت ہی خراب ہے تو کیا کریں۔ میں سمجھا کہ اسی ٹرین سے سفر کرنے والی رہی ہوگی، اس کی ٹرین چھوٹ گئی ہے۔ اس کی پریشانی دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھ لیا، کہ کیا بات کہ آپ اتنی پریشان ہیں؟ آپ کی ٹرین چھوٹ گئی ہے کیا؟ اس خاتون نے کہا، کہ نہیں نہیں جو ٹرین ابھی گئی ہے، اس میں ایک بہت بڑے حضرت سفر کر رہے ہیں، میں انھیں سے ملنا چاہتی تھی اور مرید ہونا چاہتی تھی، میں ایک غریب عورت ہوں، کافی پریشان حال ہوں، اسی اسٹیشن میں ملازمت کرتی ہوں، میں نے اسٹیشن ماسٹر سے کہہ رکھا تھا، کہ بڑے حضرت کا جب ٹکٹ بنے اور سفر کرنے والے ہوں تو مجھے پہلے ہی بتا دینا (للت پور اسٹیشن ماسٹر حضرت بلبل ہند کو پہچانتا تھا) اس نے مجھے بتایا تھا کہ آج حضرت پنجاب میل سے سفر کرنے والے ہیں، میں جلدی جلدی کام پورا کر کے گھر غسل وغیرہ کرنے چلی گئی تھی، آنے میں مجھے کچھ تاخیر ہو گئی اور حضرت چلے گئے۔

پیارے صاحب نے اس خاتون سے کہا، کہ تم جس حضرت کے لیے تڑپ رہی ہو، آگے بڑھ کر دیکھو، وہاں چند لوگوں کے درمیان وہی حضرت تو نہیں بیٹھے ہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا، تو اس کی خوشیوں کا ٹھکانا نہیں تھا، وہ پردے کے ساتھ حضرت کے قریب گئی، مفتی صاحب نے اس عورت سے بغیر کچھ پوچھے اپنا رومال آگے بڑھا دیا اور اسے مرید کر لیا اور دو تعویذ دیے اور فرمایا ایک بڑی بیٹی کو دے دینا اور ایک چھوٹی کو، ان شاء اللہ جلد از جلد بہتر رشتہ آجائے گا۔ اور جیب سے کچھ رقم نکال کر اس خاتون کو دینے لگے اور فرمایا، یہ لو اس کی نیاز کروا دینا، تو اس نے کہا، حضرت! مجھے آپ کو نذرانہ دینا چاہیے آپ مجھے ہی دے رہے ہیں، حضرت نے فرمایا، نذرانہ لینا سنت ہے، لیکن حاجت مندوں کو دینا بھی سنت ہے۔

وہ خاتون خوشی خوشی یہ کہتی ہوئی واپس ہو رہی تھی کہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں پڑی، میں جن کاموں کے لیے آئی تھی، میرے وہ سب کام ہو گئے۔

حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے کشف و کرامت کے ان تینوں واقعات سے آپ کی شان ولایت ظاہر ہے اور آپ کا باکرامت ولی ہونا ثابت ہے۔

بلبل ہنداور کشف وکرامات

از : مولانا نورالدین قادری
نانپارہ بہرائچ شریف

ولی کی تعریف

حضرت علامہ سعدالدین تفتازانی عقائد کی معروف اور مستند درسی کتاب شرح عقائد میں فرماتے ہیں: ''ولی اس شخص کو کہتے ہیں، جو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں میں مصروف رہتا ہو، گناہوں سے بچتا ہو، لذتوں اور خواہشات میں محو ہونے سے گریز کرتا ہو۔''

(شرح عقائد عربی طبع لکھنؤ ص ۱۰۵)

انھیں مقدس ہستیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ.

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقوی اختیار کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کی اصل اور بنیاد صرف دو چیزیں ہیں: ایمان اور تقوی۔ لہذا جو شخص ایمان والا نہیں یا ایمان تو رکھتا ہے، مگر اعمال صالحہ سے عاری ہے، احکام شرع سے دور ہے وہ ولی نہیں ہوسکتا۔

کرامت کی تعریف

یہی علامہ تفتازانی علیہ رحمۃ الباری کرامت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ولی سے صادر ہونے والا امر جس میں نبوت کا دعوی نہ ہو''۔

علامہ نے نبوت کی شرط کیوں لگائی؟ اس لیے تاکہ کرامت اور معجزہ کا فرق ظاہر ہوجائے کہ معجزہ نبی سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت سچے امتی سے۔

ایک تمثیل

کرامت کے مفہوم کو آسانی سے سمجھنے کے لیے ایک مثال پیش کرتا ہوں:

ایک مریض کو آپ کسی ڈاکٹر کے پاس لے گئے، ڈاکٹر نے اسے دوا دی، وہ مریض ٹھیک ہوگیا، تو یہ کوئی خلاف عادت واقعہ نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں کو موجب صحت بنایا ہے، جب کہ اس کے برعکس اسی مریض کو ایک ولی کے پاس لے گئے اور اس نے نہ مریض کو دوا دی، نہ کوئی انجکشن لگایا، بلکہ پھونک ماردی تو وہ شفا پا گیا، صحت یاب ہوگیا۔ ایک مریض ڈاکٹر کی دوا سے ٹھیک ہوا، دوسرا ولی کی پھونک سے اچھا ہوا، دوسری صورت کو کرامت کہیں گے، کیوں کہ پھونک مارنا موجب صحت نہیں، ورنہ ہمارے بھی پھونک مارنے سے مریض اچھے ہوجائیں۔

ضمناً یہ بات بھی ذہن نشیں کرتے چلیں، کہ آیا اولیاے کرام اور بزرگان دین سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے یا نہیں تو ہمارے پاس سب سے اہم مضبوط و مستحکم دلیل قرآن مقدس ہے، یہاں پر ہم قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ بطور حجت پیش کرتے ہیں، جن سے کرامات اولیا کا ثبوت ملتا ہے۔ ہمارا اور سب کا پاک پروردگار عالم فرماتا ہے:

وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

حضرت سیدنا عیسی روح اللہ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں، کہ وہ عہد طفولیت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں، جب حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو دیکھتے ان کے پاس گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل۔ آپ نے پوچھا اے مریم! یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے۔

حضرت مریم نبی نہیں تھیں، صدیقہ تھیں، ان کی کرامات کا سلسلہ بچپن ہی سے شروع ہوا، بے موسم کے پھل ملے، عہد شباب میں بلاشوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنیں، ناظرین انگشت بدنداں رہ گئے، طعن وتشنیع میں جن کی زبانیں دراز ہوئیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِیَ الْكِتَابَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِيًّا وَ جَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا وَ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا وَالسَّلَامُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا.

اس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی والدہ کی عصمت اور پاکدامنی کی ناقابل تردید گواہی دی کہ مخالفین کی گندی زبانیں صبح قیامت تک گنگ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انھوں نے کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دی، تو اس سے تروتازہ کھجوریں گرنے لگیں، جیسا کہ پروردگار عالم اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَهُزِّیٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطُ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا.

یہ سب کی سب حضرت مریم کی کرامتیں تھیں۔

دوسری آیت ملاحظہ ہو:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ظالم وجابر بادشاہ دقیانوس تھا، جو منکرین بت پرست کو قتل کروادیتا تھا، شہر افسوس کے سات اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت وصیانت کی خاطر آبادی کو خیر آباد کہہ کر پہاڑ کے ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ دقیانوس کو جب اطلاع ملی، کہ یہاں کے کچھ مسلمان یہاں سے فرار ہوگئے ہیں اور فلاں پہاڑ کے غار میں چھپے ہیں، تو اس نے غار کے چاروں طرف دیوار تعمیر کروادی تاکہ یہ غار ان کے لیے قبرستان بن جائے، مگر اس قادر وقیوم کی قدرت کا جلوہ دیکھو کہ اصحاب کہف ایک سال نہیں دو سال نہیں بلکہ تین سو سال تک اس غار میں سوتے رہے، اس طویل مدت میں نہ انھیں کھانے کی حاجت پیش آئی اور نہ پینے کی خواہش پیدا ہوئی، یہ ان اہل ایمان کی واضح کرامت ہی تھی، کہ تین سو سال کھائے پیے بغیر زندہ رہے، زمین کے موذی کیڑے مکوڑوں نے ان اجسام کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، تین سو سال بعد جب وہ منظر عام پر آئے تو لوگوں کو ماننا پڑا، کہ جو معبود حقیقی و مسجود تحقیقی اتنا عرصہ انھیں سلانے پر قادر ہے، وہ پروردگار مرنے کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

تیسری آیت ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا کی روحانی قوت اور کرامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ. (النمل)

جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا میں آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا۔

اللہ اکبر یہ کتنی بڑی کرامت ہے کہ ایک لمحے میں ملک سبا سے ملکہ بلقیس کا تخت لاکر بارگاہ سلیمانی میں حاضر کردیا جس تخت کی لمبائی اسی گز اور چوڑائی چالیس گز تھی۔

دلائل شرعیہ میں دوسری اہم دلیل حدیث شریف ہے، حضرت امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے، جس شخص نے میرے ولی سے دشمنی رکھی، میرا اس سے اعلان جنگ ہے، میرے بندے نے فرائض سے بڑھ کر کسی چیز کے ذریعہ میرا قرب حاصل نہیں کیا (فرائض ادا کرنے کے بعد) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ

میں (یعنی میرے جلال کا نور) اس کے کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، اگر مجھ سے وہ سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا کروں گا اور اگر میری پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (صحیح بخاری طبع کراچی ج۲ص۹۶۳)

اللہ تعالیٰ اس ولی کی آنکھیں اور کان بن جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کثرت عبادت واطاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی آنکھیں اور کان بن جاتا ہے۔

امام اجل حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارک پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور ولی کا کان بن گیا، تو وہ قریب وبعید کو سنے گا اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن گیا، تو وہ مشکل اور آسان کام اور قریب وبعید میں تصرف کرے گا۔''

جو صاحب ایمان فرائض وواجبات اور سنن ونوافل پر عمل پیرا ہو اور حرام کاموں سے بچے، وہ ولی ہے، لیکن حدیث شریف میں بیان کردہ مقام ہر ولی کو حاصل نہیں، بلکہ اولیائے کاملین میں سے بھی منتخب حضرات کو حاصل ہوتا ہے، اس حدیث کی وضاحت ترمذی شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله تعالىٰ.(ترمذی کتاب التفسیر)

مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی خلفائے عظام اور دیگر صحابہ کرام کی کرامت کے متعلق فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اولیاء عظام سے منقول واقعات وکرامات حقانیت کی دلیل ہیں۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے قبل وصیت کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، اے عائشہ! تمہارے دو بھائی اور تین بہنیں ہیں، میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ تمہاری والدہ کے شکم میں ایک بچی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں خطبہ کے دوران مقام نہاوند جو مدینہ منورہ سے تقریبا ڈیڑھ ہزار میل ہے، وہاں کی جنگ کو ملاحظہ فرما کر حضرت ساریہ کو پہاڑ کی جانب جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب بلوائیوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور چالیس شبانہ روز تک ان کو کھانا پانی سے محروم رکھا گیا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عالم بیداری میں فرمائی۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں جنگ خیبر کے موقع پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز

قبل ہی فرما دیا تھا، کہ کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرما دے گا، چناں چہ حضرت علی نے تنہا خیبر کے قلعہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور خارجیوں کے فتنہ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم فرما دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مقام حرہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ کر زہر کھالیا، مگر انھیں کچھ اثر نہ ہوا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روم کے علاقہ میں لشکر سے بچھڑ گئے، تو انھیں جنگل کے شیر نے راستہ بتلایا۔

ان اجلہ صحابہ کرام کی کرامات کا کون بدنصیب انسان انکار کرسکتا ہے، جن کی بدولت اسلام کی شوکت باقی ہے۔ صحابہ کرام کی سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات ظاہری میں حاضر ہوکر فیضان نبوت ورسالت سے بہرہ ور ہوکر ولایت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، ان مقدس صحابہ کرام کی استقامت علی الدین ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی کرامتیں تو شہرہ آفاق ہیں، جن کو شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام اور ابن تیمیہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ''حضرت شیخ کی کرامات تو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشائخ نقشبندیہ کے روحانی تصرفات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مشائخ نقشبندیہ کے عجیب تصرفات ہیں، وہ اپنی ہمت اور توجہ کسی مراد پر مرکوز کردیتے ہیں، تو وہ پوری ہوجاتی ہے، وہ طالب کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بیمار کی بیماری دور ہوجاتی ہے گنہ گاروں کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، وہ لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں، تو ان کے دل محبت وتعظیم سے لبریز ہوجاتے ہیں۔

امام نجم الدین عمر نسفی عقائد اہل سنت کی مشہور درسی کتاب عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

''اولیا کی کرامتیں برحق ہیں، مثلاً تھوڑے سے وقت میں طویل فاصلہ طے کرنا، بوقت حاجت طعام، مشروب اور لباس حاصل ہونا، پانی پر چلنا، ہوا میں پرواز کرنا، جانوروں اور پتھروں کا کلام کرنا، ان کی طرف توجہ کرنے والے سے مصیبت کا دور ہونا اور دشمن کے خطرے کا ٹل جانا۔''

الحمدللہ! ہم اہل سنت وجماعت کے خوش عقیدہ مسلمان کرامات اولیا کے قائل ہیں، جب کہ فرقہ باطلہ معتزلہ نیز وہابیہ نجدیہ اس کے سخت منکر ہیں۔ ان فرقہائے باطلہ کے انکار کی وجہ علامہ سعدالدین تفتازانی کے ایک ارشاد سے معلوم کیجیے۔ فرماتے ہیں:

''اولیا کی کرامتیں تقریباً اتنی ہی مشہور ہیں، جس قدر انبیائے کرام کے معجزے مشہور ہیں، اہل بدعت اور بدمذہبوں کی طرف سے کرامات کا انکار کرنا کچھ عجب نہیں ہے، کیوں کہ انھوں نے نہ اپنی کرامتیں دیکھی ہیں، جو گمان کرتے تھے، کہ ہم بھی کسی مقام پر فائز ہیں، حالاں کہ وہ عبادتوں کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے تھے، انھوں نے کرامتوں والے اولیا پر اعتراض کیا، ان کی کھال نوچنے کی کوشش کی اور ان کا گوشت چبایا (یعنی ان کی

غیبت کی)اورانھیں جاہل صوفیوں سے یاد کرتے ہیں۔'' (شرح عقائد لاہور ج ۲ ص ۲۰۴)

ان تمام تفصیلات سے آپ پر یہ بات آفتاب عالم تاب کی طرح عیاں ہوگئی کہ اولیاے کرام کی کرامتیں حق ہیں، اس کا منکر گمراہ، بے دین جہنمی ہے، اب آگے ہم ایک ایسے ولی کامل کی کرامات کا بیان کرتے ہیں، جو اہل سنت وجماعت کے مسلم الثبوت بزرگ محترم، جید عالم دین جن کے چہرہ مبارکہ کی لمحہ بھر زیارت مدت العمر بے ریا عبادت سے بہتر ہے، جن کے علمی فضل وکمال اور انقلاب آفریں مذہبی کارناموں کا ڈنکا آج ملک ہند وپاک کے گوشہ گوشہ میں بج رہا ہے، جن کی پیشانی میں نور چمکتا تھا۔ وہ اسلامیان ہند کے لیے قابل افتخار ہستی تھی، آج ان کو جوارالٰہی میں پہنچے ہوئے تقریبا چار سال ہوگئے، مگر صفحہ ہستی کا ہر نقش ابھی تازہ وتابندہ ہے۔ خانہ دل کا ہر گوشہ ابھی ان کی یادوں سے جگمگا رہا ہے، جسے دنیا مقتدائے اہل سنت مظہر مفتی اعظم بلبل ہند حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قدس سرہ کے نام سے پہچانتی ہے۔

پہلی کرامت

حاجی غلام دستگیر صاحب رضوی (ناسک) کا بیان ہے کہ میری اہلیہ کو ذیابیطس کی شکایت ہوگئی، بمبئی کے ڈاکٹر داتے ہارٹ سرجن کے پاس لے گئے، علاج کیا، دوائیں دیں، کہا، مرض بہت مشکل سے ٹھیک ہوگا۔ ہم لوگ واپس آگئے، کچھ دن گزرے تھے، کہ مرشد گرامی حضرت بلبل ہند قدس سرہ کا ناسک تشریف لانا ہوا، حضرت کی عادت کریمہ تھی، کہ نماز فجر کے لیے ہم سب لوگوں کو اٹھاتے تھے، حسب معمول ایک روز نماز فجر پڑھنے کے بعد حضرت میرے مکان پر تشریف لائے، ہم لوگوں نے عرض کیا، حضور! چائے وغیرہ بنوائی جائے؟ ارشاد فرمایا، بنواؤ! چائے بن کر تیار ہوئی، حضرت کو پیش کی گئی، چائے نوش فرمایا اور کچھ بچا کر میری اہلیہ کو عنایت فرمایا، میری اہلیہ نے عرض کیا، حضور! ذیابیطس کی شکایت ہے، ڈاکٹروں نے میٹھی اشیا کھانے سے پرہیز بتایا ہے، حضرت نے اتنا سنا تو فرمایا، برفی (ایک قسم کی مٹھائی) اور بالائی لاؤ، حاضر کی گئی اور آپ نے کچھ پڑھ کر دم کردیا اور فرمایا، اسے کھالو، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا مرض ختم ہوجائے گا، اس کے بعد سے بیس سال کا طویل عرصہ گزر گیا، مگر آج تک میری اہلیہ کو یہ شکایت نہیں ہوئی۔

دوسری کرامت

ناسک میں سراج احمد قادری کی اہلیہ کو ۱۹۸۱ء میں حمل قرار پایا، وضع حمل کے جب آخری ایام آئے، تو ناسک ہاسپٹل میں ڈاکٹر کے پاس لے گئے، تاکہ اگر دوائی وغیرہ کی ضرورت ہو تو دوا لے لی جائے، ڈاکٹر نے الٹراساؤنڈ

کرانے کے لیے کہا، سراج بھائی کی اہلیہ کا الٹراساؤنڈ ہوا، رپورٹ نہایت حیرت انگیز آئی، ڈاکٹر نے کہا، بچہ پیٹ میں باحیات ہے، مگراس کے جسم میں سرنہیں ہے، باقی سارے اعضا ہیں، سب لوگ حیرت واستعجاب میں ہیں، کہ اب کیا کیا جائے، ڈاکٹر حیرت زدہ ہے، کہ زندگی میں پہلی بار ایسا کیس دیکھ رہا ہوں، اس سے قبل اس قسم کا معاملہ میں نے دیکھا ہی نہیں، سب لوگ مایوسی کے عالم میں گھر واپس ہوئے، قسمت کی بات ان دنوں سرکار بلبل ہند قدس سرہ کا ناسک ہی میں قیام تھا، حسب معمول نماز فجر کے وقت **الصلوٰۃ! الصلوٰۃ!** کی صدا لگاتے ہوئے گھر تشریف لائے، سب کو بیدار کیا، خیریت معلوم کی، سب لوگوں نے انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے سارا واقعہ بتایا، حضرت نے ان کی اہلیہ کو بلایا اور اپنی چادر مبارک کو ان کے سر پر اڑھا کر دعا فرمائی اور کچھ پڑھ کر دم کیا، ارشاد فرمایا، جاؤ گھبرانے کی ضرورت نہیں، تمہارا بچہ صحیح سلامت ہے، بمبئ میں جب دوبارہ جانچ کرائی گئی، رپورٹ صحیح اور درست نکلی، مگر ابھی شکوک وشبہات باقی تھے، پھر اسی ڈاکٹر کے پاس لے گئے، جس نے عدم سر کی رپورٹ دی تھی، ڈاکٹر کے کہنے پر دوبارہ الٹراساؤنڈ کرایا گیا، بحمدہ تعالیٰ سابق ڈاکٹر کی رپورٹ بھی صحیح ودرست ثابت ہوئی، ڈاکٹر نے کہا، بات میری سمجھ میں نہیں آتی، کہ پہلی رپورٹ بھی میرے سامنے ہے اوراس میں یہ ہے اور دوسری رپورٹ اس کے برعکس ہے، پھر سراج بھائی وغیرہ نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک قادری بابا آتے ہیں، انھوں نے دعا کی تھی اور پھونک ماری تھی اور کہا تھا جاؤ سب ٹھیک ہے، ڈاکٹر بہت متاثر ہوا اوراس نے حضرت بلبل ہند سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

تیسری کرامت

ناسک میں ایک صاحب کا بچہ گم ہوگیا، ان کے والدین بے حد پریشان حال، سیکڑوں تدابیر اختیار کرلیں، مگر بچہ نہ ملنا تھا، نہ ملا، ہر جگہ سے مایوس ہوکر حضرت بلبل ہند قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی، حضور پندرہ دن ہوگئے ہیں، میرا بچہ کہیں غائب ہوگیا ہے، پتہ نہیں چل رہا ہے کہ زندہ ہے یا انتقال کرگیا ہے، مجھ پر کرم فرمادیں، آپ نے فرمایا، پریشان مت ہو، یہ ایک تعویذ لو اور یہ ایک چراغ ہے، تعویذ کو درخت میں لٹکا دینا چراغ کو بعد نماز مغرب جہاں وہ سوتا تھا، وہاں روشن کرنا اور بارگاہ خداوندی میں دعا کرنا کہ میرا بچہ واپس آجائے، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا گم شدہ بچہ فقط آدھے گھنٹے میں واپس آجائے گا، حسب ارشاد تعویذ درخت میں لٹکائی، چراغ روشن کیا، ابھی آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کیا دیکھتا ہے کہ اس کا بچہ اس کے گھر میں موجود ہے، پورے گھر میں خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

چوتھی کرامت

وڈالا بمبئ میں ایک عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی، ناسک کے بھی چند احباب تھے، وقت مقررہ پر داعی

کے گھر تشریف لے گئے، کھانا وغیرہ سے فراغت کے بعد نماز ظہر کا وقت ہو رہا تھا، اسی محلّہ میں ایک ایسے نل کے پاس آپ تشریف لے گئے، جو عرصہ دراز سے خراب پڑا تھا، پانی نہ نکلنے کی وجہ سے لوگ نل کے ارد گرد کوڑا وغیرہ پھینکنے لگے تھے، آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا نل چلاؤ، میں وضو کروں گا۔ مرید نے عرض کیا، حضور یہ نل خراب ہے، ایک مدت سے ایسے ہی پڑا ہوا ہے، آپ نے فرمایا، چلاؤ، ان شاء اللہ پانی نکلے گا، اللہ تعالیٰ میری بات رد نہیں فرمائے گا۔ آپ کے مرید نے جب نل چلایا، لوگ حیرت کی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ جس نل سے برسہا برس سے پانہ نہ نکلا ہو اس نل سے کتنا صاف اور ستھرا پانی آرہا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں وہ تاثیر دی تھی کہ جو فرمادیتے تھے وہ ہو کر رہتا تھا (منجانب شیخن خطیب ناسک)

پانچویں کرامت

جناب عبدالرحمٰن صاحب قادری (ٹیکم گڑھی) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نانپارہ جلسہ دستار فضیلت کے حسین موقع پر ہم لوگ حاضر ہوئے، الحمدللہ دستار فضیلت کے سارے پروگرام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوئے، سب لوگ اپنے اپنے گھر جانے کی تیاری کرنے لگے، ہم لوگ بھی تیار ہوئے، سب لوگ تیار ہو کر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچے، عرض کیا، حضور سامنے بس کھڑی ہے، اجازت عطا فرمادیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں، حضرت نے فرمایا، اس بس سے آپ لوگ ہرگز نہ جائیں، دوسری بس آرہی ہے، اس سے سفر کریں، یہی آپ لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ہے، جب تک آپ لوگ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو جائیں۔ راوی کا بیان ہے، کہ ہم میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جن کو حضرت کا روکنا گراں گزرا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی، کہ یہ الم ناک خبر آئی، کہ اس بس کا نانپارہ کے آگے اکسیڈنٹ ہو گیا ہے، کئی آدمی جاں بحق ہو گئے ہیں، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا، آپ لوگوں نے دیکھا، جانے کے لیے بضد تھے، ابھی کیا حال ہوتا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم سب لوگ دل ہی دل میں سوچنے لگے کہ واقعی حضرت اگر روکے نہ ہوتے، تو ہم لوگ بہت زیادہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے۔

چھٹی کرامت

یہی عبدالرحمٰن قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ للت پور کے سفر میں میں حضرت کے ساتھ تھا، جب ہم لوگوں کی گاڑی للت پور اور ٹیکم گڑھ کے بارڈر پر پہنچی، تو حضرت گاڑی سے قضائے حاجت کے لیے اترے، فارغ ہو کر گاڑی کے پاس تشریف لائے، ہم لوگوں نے عرض کیا، حضور! اس سال اس طرح سوکھا پڑ گیا ہے، برسات کا موسم بھی ختم ہونے والا ہے، مگر پانی کا یہ حال ہے، کہ غریب کسان پریشان ہے، کھیتیاں سب سوکھی جارہی ہیں، جانور سب

پیاس سے بے حال ہورہے ہیں، سب ندی نالے خشک ہوگئے ہیں، اتنا سننا تھا، کہ حضرت بلبل ہند ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی جانب اٹھا کر نہایت گریہ وزاری کے عالم میں دعا کرنے لگے، راوی کا بیان ہے کہ ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی، کہ کیا دیکھتے ہیں کہ پورب کی جانب سے ایک ابر کا ٹکڑا اٹھا اور چاروں طرف سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر جانب پانی ہی پانی نظر آنے لگا، ساری ندی نالے پانی سے بھر گئے، کھیتیاں سیراب ہوگئیں، راوی کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ آگے سفر کے لیے روانہ ہوئے۔

ساتویں کرامت

انہی عبدالرحمٰن قادری کا بیان ہے کہ جناب اسماعیل صاحب رضوی ٹیکم گڑھی سے حضرت نے فرمایا، کہ اسماعیل! صفرالمظفر کا مہینہ آرہا ہے، عرس رضوی کے ایام قریب سے قریب تر آتے جارہے ہیں، کہ یہاں سے کچھ لوگ بریلی شریف جارہے ہیں، میری خواہش ہے کہ امسال تم بھی چلو! اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں دعا کرنا اللہ نے چاہا، تو تمہاری پریشانیاں دور ہوجائیں گی، جناب اسماعیل رضوی نے آپ کی بات پر کچھ توجہ نہ دی، عرس رضوی سے کچھ قبل وہ کسی ضرورت سے للت پور گئے ہوئے تھے، مقدر کی بات سرکاران بریلی کی بارگاہ میں حاضری نہیں لکھی تھی، موت سر پر منڈلا رہی تھی، اچانک ٹرین سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور اسی جگہ موت واقع ہوگئی۔ ادھر سب لوگ عرس رضوی میں جانے کے لیے تیاریاں کرنے لگے، جب سب کے جانے کا وقت قریب آیا، تو سب لوگوں نے سوچا کہ حضرت کے فرمان کے مطابق اسماعیل کو بھی ساتھ لیا جائے، جب ان کا پتہ لگایا گیا، تو کہیں ان کا سراغ ہی نہیں ملا، سب گھر والے باہر والے حیران وپریشان ہوکر حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کیا، حضور! ایسا ایسا معاملہ ہے، حضرت نے فرمایا، تم لوگ للت پور کی طرف جاؤ اور وہاں تلاش کرو، ریلوے پٹری کی طرف ڈھونڈنے میں زیادہ توجہ دینا، لوگ گئے، ریلوے پٹری کے قریب تلاش کرنا شروع کیا، اچانک سب کی نگاہ ایک لاش پر پڑی، قریب سے دیکھا، تو جناب اسماعیل مرحوم کی لاش نظر آئی، سب کی چیخیں نکل گئیں، لوگ غش کھا کھا کر زمین پر گرنے لگے، والدین کا تو حال یہ تھا، کہ اپنے نور نظر کی پڑی ہوئی لاش کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا، کہ یہ لوگ بھی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردیں گے، لاش ٹیکم گڑھ لائی گئی، حضرت بلبل ہند نے نماز جنازہ پڑھائی، بعدہ ہم سب لوگ بریلی شریف روانہ ہوئے۔

آٹھویں کرامت

جناب شیخ شمس الدین صاحب (کھرگاپوری) کا بیان ہے کہ مرشد گرامی سرکار بلبل ہند نے فرمایا، تم لوگ

کھچڑے بناؤ، حضرت نے سب سامان مہیا کر کے دے دیے، شیخ شمس الدین وغیرہ بنانے میں لگ گئے، آگ تیز کردی، سستی اور کاہلی کی وجہ سے ایک دیگ کا مکمل کھچڑا جلا کر راکھ کر دیا، سب کو فکر لاحق ہوئی، کہ اب کیا کیا جائے، جلدی جلدی سب لوگوں نے دوسری دیگ کا انتظام کیا اور حضرت کو خبر نہیں دی کہ ایسا واقعہ ہو گیا ہے، جب کھچڑا پکنے میں زیادہ تاخیر ہوئی، تو حضرت اپنے حجرہ بغدادی منزل سے باہر تشریف لائے، فرمایا، شمس الدین! میری دیگ کے کھچڑے کو جلا کر رکھ دیا، تم کو ایسا کرنا چاہیے؟ جلدی بناؤ تا کہ میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے اور دو ایک آدمیوں کے علاوہ کوئی جانتا ہی نہیں تھا، حضرت کو کیسے معلوم ہو گیا، جب کہ حضرت اپنے حجرے میں تنہا بیٹھے تھے، نہ کوئی گیا نہ کوئی آیا، اس کے باوجود حضرت نے پورے واقعہ کی صحیح خبر دے دی۔

نویں کرامت

جناب چودھری عبدالجلیل (جتاروی) کا بیان ہے کہ نانپارہ سے میں اور نذیر بھائی حضرت کے ہمراہ کان پور کے لیے روانہ ہوئے، بارہ بنکی اور لکھنؤ کے درمیان گاڑی روکی گئی، استنجا وغیرہ سے فراغت کے بعد ہم لوگ آپس میں یہ بحث کرنے لگے کہ گاڑی کانپور میں فلاں ٹائم پہنچے گی، اختلاف رائے کی صورت میں ہم لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا، حضور! یہ گاڑی کتنے بجے کانپور پہنچے گی؟ آپ نے فرمایا، شام کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر۔ راوی کا بیان ہے، جب ہم لوگوں نے کانپور شفیع ہوٹل کے پاس گاڑی روکی اور اپنی اپنی گھڑیوں پر نظر دوڑائی، تو ٹھیک اتنا ہی بجا تھا، جس کے بارے میں حضرت نے فرما دیا تھا۔

دسویں کرامت

یہی عبدالجلیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اور ایک صاحب اور جن کا نام عبدالسلام ہے، ٹیکم گڑھ حضرت کے ساتھ گئے، ضروری کام کے تحت جلد ہی واپس بھی آنا تھا، حضرت نے ٹیکم گڑھ پہنچ کر عبدالجلیل بھائی کو شمس الدین صاحب کے گھر بھیج دیا، ادھر دوسرے صاحب (عبدالسلام) حضرت سے اجازت لے کر گھر کے لیے ٹیکم گڑھ سے روانہ ہوئے، بس اسٹاپ پہ پہنچے، جب تک عبدالجلیل بھی آ گئے، حضرت نیچی نگاہ کیے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، فرمایا، عبدالجلیل آ گئے؟ عرض کیا، حضور ۶ر بج کر ۵۰ر منٹ ہو گیا ہے، ابھی پندرہ منٹ باقی ہے، بس چھوٹنے میں اجازت عطا فرمائیں، میں بھی گھر جاؤں، حضرت نے فرمایا، گاڑی چلی گئی، اب جانے سے کیا فائدہ؟ مگر عبدالجلیل نہ مانے اجازت لے کر جب بس اسٹاپ پہنچے، تو معلوم ہوا کہ بس نکل گئی ہے۔

گیارہویں کرامت

انہی عبدالجلیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے مجھے دوسیب عطافرمائے اور کہا یہ دوسیب ہے، جس عورت کو بھی کھلاؤ گے، ان شاءاللہ لڑکا پیدا ہوگا، میں نے ایک سیب اپنی بھتیجی کو دیا، بفضلہٖ تعالیٰ ایک سال ہی میں میری بھتیجی کو ایک لڑکا تولد ہوا، نیز ایک سیب ایک غم زدہ غیر مسلم کو دیا، اس کو بھی ایک ہی سال میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔

بارہویں کرامت

جناب شیخ بابو (کھر گاپوری) نے پہلی بار کھر گاپور کی جامع مسجد میں ۵رکلو چاول کا میٹھا بنا کر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نیاز دلائی، جتنے آدمیوں کو مدعو کیا تھا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ لوگ فاتحہ میں شریک ہوئے کہ اگر چار پانچ دیگیں بنائی جاتیں، تو ناکافی ہوتیں، حضرت نے فرمایا، گھبراؤ مت ان شاءاللہ یہی پانچ کلو چاول سب کو کافی ہوگا، حضرت نے دیگ پر ایک کپڑا ڈھک دیا، دعافرمادی اور کھلانے والوں کو تنبیہ کردی، کہ ایک طرف سے چاول نکالا جائے اور ایک طرف سے سب کو کھلایا جائے، حسب ارشاد کھانا کھلانا شروع ہوا، جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے، تو شیخ بابو نے دیگ سے کپڑا اٹھایا، کیا دیکھتے ہیں کہ جتنا چاول بنا تھا، اس کا چوتھائی حصہ بھی ختم نہیں ہوا ہے، حضرت کی اس کھلی کرامت کو دیکھ کر شیخ بابو نے اپنے پورے گھر کے لوگوں کو حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کرادیا۔

تیرہویں کرامت

یہی شیخ بابو کے فرزند جناب شیخ علاءالدین کی جب شادی ہوگئی، تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کی، حضور دعافرمادیں کہ صاحب اولاد ہوجاؤں، حضرت بلبل ہند نے دعافرمائی اور کہا جاؤ تمہاری اہلیہ کو بچہ ہی ہوگا اور اس کا نام میں شیخ کمال الدین رکھتا ہوں، جب شیخ بابو کے گھر بچہ کی پیدائش ہوئی، تو خوشی کے سنگم میں بارگاہ مرشد میں بچہ کی ولادت کی خوش خبری سنائی۔

چودہویں کرامت

جناب نتھو بھائی مرحوم ساکن کالپی شریف حضرت سے بہت محبت کرنے والے تھے اور حضرت بھی ان کو بہت چاہتے تھے، ان کی دو صاحب زادیوں کی شادی تھی، حضرت بھی اس شادی میں شریک ہوئے، اسی موقع پر جناب

اطیع اللہ صاحب کالپوی نے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوکرعرض کی، حضور! دعافرمادیں، کئی سال شادی کو ہوگئے ہیں، مگراللہ نے ابھی تک کسی اولاد سےنہیں نوازا، حضرت نے فرمایا، جاؤتمہارے گھر ان شاءاللہ بچی پیدا ہوگی، اس کا نام ثنا عرف نوری رکھنا، اللہ تبارک وتعالیٰ مبارک فرمائے، چناں چہ ایک سال ہی کے اندران کے گھر بچی کی ولادت ہوئی، حسب حکم اس کا نام ثناعرف نوری رکھا گیا جو ابھی بقید حیات ہے۔

پندرہویں کرامت

وصال سے ٦/ ٧سال قبل کی بات ہے، حضرت کی طبیعت زیادہ علیل ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے اجمیر شریف جانے سے منع کردیا، کیوں کہ ہمیشہ آپ رجب شریف کی ٦ رتاریخ کو اجمیر شریف کے عرس میں شرکت فرماتے تھے، اس سال جب ڈاکٹر نے جانے سے روک دیا، تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور لوگوں سے کہا، کہ اس سال میں اجمیر نہ جاسکوں گا، تو کم سے کم یہیں خواجہ کے نام کا کوئی جشن منالیا جائے۔ حضرت کا حکم پا کر لوگ خواجہ غریب نواز کانفرنس کی تیاری کرنے لگے، تاریخ مقرر ہوگئی، علمائے کرام سے رابطے قائم ہوگئے، جلسہ کی تاریخ آئی، عظیم الشان پیمانے پر کانفرنس منعقد ہوئی، علماومشائخ کا نورانی قافلہ سرزمین پریمی دوارکھر گاپور میں ضوفشاں ہوا، دوردراز سے کانفرنس میں شرکت کے لیے لوگ حاضر ہوئے، حضرت مہمان اور علما کی دیکھ بھال میں مصروف تھے، اسی اثنا میں برجستہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا، کہ محمود! باہر دیکھو، کوئی مہمان باہری تونہیں ہے، آپ دوڑ کر گئے، تو وہاں کسی کو نہ پایا، واپس آئے، عرض کیا، ابا حضور! وہاں کوئی نہیں، آپ نے پھر فرمایا، ٹھیک سے جاکے دیکھو کوئی ہے، تو نہیں، جب دوبارہ آپ گئے، دیکھا، ایک گوشہ میں دوخاتون بیٹھی ہوئی ہیں، لگتا تھا، کہ دوردراز کا سفر کرکے یہاں آئی ہیں، حضرت محمود ملت نے پوچھا، آپ لوگ کہاں سے آئی ہیں؟ جواب ملا، بھوپال سے۔ پھر دوبارہ پوچھا، آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ جواب ملا، بڑے مفتی صاحب سے ملنے آئے ہیں، آپ نے ان کے طعام وقیام کا فوری انتظام کروایا، بعدہ وہ دونوں عورتیں حضرت سے ملنے گئیں، حضرت نے فرمایا، آپ لوگ اتنی دور سے آئی ہیں، کیا ہم سے کوئی کام ہے؟ ان دونوں خواتین نے رورو کر اپنی کہانی سنائی، کہ سرکار! میری شادی کو سولہ سال ہوگئے ہیں، مگر اللہ نے کوئی اولادنہیں عطا فرمائی، جو میری آنکھوں کا نور دل کا سرور ہو، نہ جانے کہاں کہاں گئی ہوں، مگر ہر جگہ سے محرومی کے ساتھ واپس ہوئی ہوں، سرکار! میرا شوہر مجھے طعنہ دیتا ہے، طلاق کی دھمکی دیتا ہے، میری ساس مجھے برا بھلا کہتی ہے، گھر والے ناراض رہتے ہیں، مجھے معیوب سمجھتے ہیں، سرکار! اب آپ ہی میرا آخری سہارا ہو، یہاں سے مایوسی میرے لیے وبال جان ہے۔ قدم کو پکڑ لیا، زاروقطار سسک سسک کر رورہی ہے، لوگ اس کی مصیبت کو اور اس کی گریہ وزاری کو دیکھ کر ترس کھارہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، اولاد دینا یا نہ دینا اللہ کا کام ہے، اس میں میں

کیا کرسکتا ہوں۔اس خاتون نے اپنا کلیجہ تھام کر جواب دیا،سرکار!جب تک اولاد کا مژدہ آپ کی زبان سے نہیں سن لوں گی ، اس وقت تک آپ کا قدم نہیں چھوڑوں گی۔ جب آپ نے جان لیا، کہ یہ خاتون اب ماننے گی نہیں،تو فرمایا،محمود!ایک سیب اورتاگہ لاؤ! سیب اورتاگہ حاضر خدمت کیا گیا،آپ نے اس پر کچھ پڑھا اوراس عورت کوسیب عطافرما کر کہا کھاجاؤ! ان شاء اللہ تم کو ایک بیٹا ہوگا،دو ہوگا، تین ہوگا ، یہاں تک کہ اس کی رحمت ہوگئی تو تمہاری قسمت میں سات اولادیں ہیں، دوسرے سال جب وہ آئی،تو اپنی گود میں ایک ننھا منا بچہ لے کر آئی ،حضرت کے قدم میں رکھ دیا، نام رکھنے کی تمنا ظاہر کی،آپ نے اس کا نام رکھا اور دعائے سلامتی سے نوازا۔

سولہویں کرامت

جناب شیخ محمد نوح قادری کشتیوری کا بیان ہے کہ مرشد گرامی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ایک مرتبہ زیادہ علیل تھے، ناسک کے کسی ہسپتال میں زیر علاج تھے، ہم لوگ حضرت کودیکھنے کے لیے بمبئی سے گئے، ساتھ میں میری اہلیہ بھی تھی ،حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ،خیریت معلوم کی ، چلتے وقت دعا کرانے لگے، کہ حضور دعا فرمادیں، میری اہلیہ کے بارے میں کہ اولاد نرینہ سے ہم لوگ شادکام ہوجائیں۔حضرت نے اس علالت کی حالت میں ایک پھول اورایک سیب منگوا کر اس پر کچھ دم کر کے نوح صاحب کی اہلیہ کو عنایت فرمایا، کہ اسے لے جاؤ،مگر سنبھال کر رکھنا اور گھر لے جا کر کھالینا، یہ لوگ ناسک سے بذریعہ بس بمبئی کے لیے روانہ ہوئے،قسمت کی محرومی کہ بس سے اترتے وقت وہ سیب اور عطا کردہ پھول گاڑی پر چھوٹ گیا۔راوی کا بیان ہے،حضرت دوبارہ صحت یاب ہوکر غریب خانہ پر تشریف لائے ، پوچھا، کہ وہ سیب اور پھول کھالیا تھا؟ راوی کی اہلیہ نے اثبات میں جواب دیا، ابھی ان کی زبان سے اتنا نکلنا تھا، کہ ’’کھالیا تھا‘‘ حضرت کا چہرہ مبارک غیظ وغضب سے سرخ ہوگیا اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا،تم مجھ سے جھوٹ بولتی ہو،شرم نہیں آتی ہے، مجھ سے بہانہ کرتی ہو،تم نے پھول اور سیب کو بس میں چھوڑ دیا ہے۔راوی کا بیان ہے کہ یہ بات میرے اور میری اہلیہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا، پھر میاں بیوی دونوں نے حضرت سے معافی مانگی۔الحمدللہ آج صاحب اولاد ہیں اور خوش حالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

سترہویں کرامت

جگر یا گاؤں جو ملک نیپال کے دیہی علاقوں میں ایک چھوٹی سی بستی ہے،لوکاہی سے قریب اس گاؤں میں ایک کمزور پسماندہ طبقہ سے تعلق رکھنے والا آدمی جس کا نام خلیل احمد ہے، جو غریبی اور مفلسی کی زندگی بسر کرتے کرتے عاجز آچکا تھا،غربت کا یہ عالم تھا، کہ فاقہ کشی سے بچے تک بے حال ہوچکے تھے، نہ رہنے کے لیے کوئی صحیح مکان، نہ

ہی ضروریات زندگی کا کوئی اہم سامان۔ جب خلیل احمد کو یہ خبر پہنچی، کہ ناناپارہ سے بڑے مفتی صاحب لوکاہی تشریف لائے ہیں، یہ غربت زدہ انسان ۶ رکلومیٹر پیدل کا راستہ طے کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچا، پہنچتے ہی قدموں پر سر رکھ دیا، طفل نوخیز کی طرح دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، حضرت نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا، پیر چھوڑو کیا بات ہے؟ تھوڑی دیر توقف کے بعد جب اس کی سسکیاں بند ہوگئیں، اس نے صرف ایک جملہ کہا، حضور! میرے غریب خانہ پر چل کر دعا فرمادیں، حضرت نے خادموں سے پوچھا، کہ آپ لوگ کیا کہتے ہو، ان کے گھر جانے کا میں ارادہ رکھتا ہوں؟ حاضرین میں چند ایسے لوگ بھی تھے، جو امیر پرور کہلاتے تھے، انھوں نے جواب دیا، کہ حضرت! ان کے گھر کہاں جائیں گے؟ اٹھنے بیٹھنے تک کا ٹھکانہ نہیں۔ اتنا سنا، تو آپ کو جلال آگیا، فرمایا، کوئی نہ جائے، میں تنہا خلیل احمد کے گاؤں جا کر اس کے مکان پر دعا کروں گا۔ آپ نے اپنا عصا اٹھایا اور خلیل صاحب کے مکان کی جانب تیز قدموں سے چل دیے۔ جب حضرت کو دیکھا، کہ اب نہیں مانیں گے، تو لوگ کثیر تعداد میں سواریوں کے ساتھ آپ کے ہمراہ ہوگئے۔ گاؤں پہنچے، خلیل احمد نے چار پانچ کلو چاول اور مسالہ وغیرہ کا انتظام کیا، تاکہ فاتحہ مبارکہ کی تقریب ہوجائے اور جو لوگ ساتھ آئے ہوئے ہیں، ان کے کھانے کا بھی بندوبست ہوجائے۔ ادھر تیاریاں شروع ہوئیں، ادھر حضرت، خلیل احمد کو لے کر رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے، چلتے وقت خلیل احمد نے اپنی والدہ کے کان میں چپکے سے کہہ دیا تھا، کہ جب تک حضرت واپس نہیں آئیں گے، کسی سے فاتحہ مت دلانا، حضرت کو قضائے حاجت سے واپسی میں تھوڑی تاخیر ہوگئی، لوگ شدت سے انتظار کررہے تھے، کہ حضرت تشریف لائیں اور فاتحہ کا پروگرام ہو، حضرت آئے وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد فاتحہ پڑھی اور خلیل احمد کی ترقی اور ان کی روزی میں برکت، ان کی کھیتی میں وسعت کی دعا فرمائی، بعد اختتام پروگرام کھانے کا معاملہ ہوا، داعی نے فقط ۱۰/ ۱۵ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا اور حضرت کا نام سن کر سیکڑوں کی تعداد میں گاؤں اور قرب وجوار کے لوگ شامل ہوگئے تھے۔ جب خلیل احمد نے اتنی بھیڑ بھاڑ دیکھی، تو غمگین ہوگئے، حضرت کی خدمت میں آئے، حقیقت حال سے آگاہ کیا، حضرت نے فرمایا، ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا او پر ہی سے نکال کر کھانا شروع کرو، ان شاء اللہ کم نہیں پڑے گا، یہ میرا رومال لے جاؤ اور ہانڈی پر ڈھک دو، لوکاہی کے حسنو بھائی وغیرہ نے بڑی فیاضی سے حاضرین کو کھانا کھلایا، یہاں تک کہ دس پندرہ آدمیوں کا کھانا کم وبیش تین سو آدمیوں کو کافی ہوگیا، سب آسودہ ہوکر اپنے اپنے گھر رخصت ہوئے، آخر میں جب ہانڈی سے حضرت کا رومال ہٹایا گیا، تو دیکھنے والے حیرت زدہ ہوگئے، کہ پورا کھانا ویسے ہی تروتازہ رکھا ہوا ہے، جب اس کرامت کا شہرہ دور دراز میں پھیل گیا، تو وہاں کے رہنے والے مسلمان جوق درجوق آکر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے اور خلیل احمد کی جملہ پریشانیاں چند مہینوں میں دور ہوگئیں اور وہ خوش حالی کی زندگی گزارنے لگے۔

اٹھارہویں کرامت

جناب محمد عمر صاحب (شہزاد پوری) کا بیان ہے کہ حضرت مفتی صاحب میرے گھر کی ایک شادی مبارک کی تقریب میں تشریف لائے، صبح جب کھانا بنانے کے لیے باورچی آیا اوراس نے غلہ طلب کیا، تو حضرت نے فرمایا، عمر! جہاں غلہ رکھا ہوا ہے، وہاں مجھے لے چلو، عمر صاحب حضرت کو غلہ اسٹاک میں لے گئے، حضرت نے ایک آٹے کی بھری ہوئی بوری پر اپنا دست مبارک رکھا دعا فرمائی، اس کے بعد اجازت عطا فرمائی، کہ اب آٹا وغیرہ نکال کر باورچی کو دیا جاے، جب کھانا کھلانے کا وقت آیا، تو جتنے لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا، اس سے کہیں زیادہ لوگوں نے شادی میں شرکت کی۔ مگر الحمدللہ کھانا کم نہیں پڑااوراس بورے میں جس پر حضرت نے اپنا ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی تھی، اس کی برکت کا یہ عالم ہوا، کہ چھ ماہ تک مسلسل اس بوری سے گھر میں کھانے کے لیے صبح وشام آٹا نکالا گیا، پھر بھی بچا رہا، مگر جو بچ گیا تھا، زیادہ دنوں سے رکھے ہونے سے خراب ہوگیا تو اس کو چکی سے بدل کر دوسرا آٹا خرید لایا گیا۔

انیسویں کرامت

شیخ شمس الدین قادری (ٹیکم گڑھ) اور دوسرے پیر بھائی کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت کے ساتھ بہرائچ شریف سے نانپارہ کے لیے روانہ ہوئے، شام کا وقت تھا، بارش کا زمانہ تھا، جب ہم لوگ بہرائچ کے حدود کو پار کر کے کچھ دور آگے بڑھے، سخت موسلا دھار بارش شروع ہوگئی، گھپ اندھیرا تیز ہوائیں اتنی بڑھ گئیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اتفاق کی بات کہ اسی وقت گاڑی میں ڈیزل ختم ہوگیا، بیچ راستے پر گاڑی بند ہوکر کھڑی ہوگئی، حضرت اس بھری گاڑی سے نیچے اترے، دعا فرمایا، راویوں کا بیان ہے کہ اچانک ہم لوگوں نے کیا دیکھا کہ آسمان کی جانب سے ایک لمبی چمک آئی اور گاڑی کے ڈیزل والی ٹنکی میں داخل ہوگئی، حضرت نے فرمایا، چلو ان شاءاللہ نانپارہ آسانی سے پہنچ جائیں گے، ڈرائیور نے چلانے میں کچھ تردد کیا، تو حضرت نے اس کو ڈانٹا کہ گاڑی اسٹارٹ کرو، جلدی لے چلو، رات کا وقت ہے۔ سب لوگ نانپارہ خیریت سے پہنچ آئے، صبح جب تیل کی ٹنکی اور پائپوں کو کھول کر لوگوں نے دیکھا، تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مہینوں سے گاڑی میں تیل ہی نہیں پڑا ہے۔

بیسویں کرامت

مولانا اعجاز نوری مہراج گنجوی کا بیان ہے کہ میری معاشی حالت بہت خراب تھی، گھر کے لوگ بہت پریشان رہا کرتے تھے، ایک روز خادم نے مرشد گرامی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی حضور ایسا ایسا

معاملہ ہے۔حضرت نے دعافرمائی،**حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر** کاوظیفہ بتایا،کہ روزانہ پنج وقتہ نماز میں کثرت سے اس ایک آیت مبارکہ کاورد کیا کرو،تمہاری سب پریشانیاں دور ہوجائیں گی،مزید حضرت نے اپنی جیب سے ایک دس روپیہ کا نوٹ نکال کرعنایت فرمایااورفرمایا،اس روپیہ کواپنے روپیہ میں شامل کرلواورایک خیروبرکت اور کشادگی رزق کاتعویذ عطافرمایا،الحمدللہ حضرت کا عطا کردہ روپیہ اورتعویذ آج بھی محفوظ ہےاورحضرت کی دعاسے اللہ نے ہرچیز سے نوازا،گھرمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے،سب کام بحسن وخوبی چل رہاہے۔

اکیسویں کرامت

یہی مولانا اعجاز صاحب نے ایک مکتوب بنام حضرت محمود ملت بذریعہ ڈاک روانہ کیا،جس میں مندرجہ ذیل کرامت تحریرکی:

بندہ ناچیز اعجاز احمد عرض گزار ہے کہ میری طالب علمی کا زمانہ چندسال ہوئے یعنی ۱۹۸۲ء میں میری فراغت مادرعلمی جامعہ عزیزالعلوم سے ہوئی،بعدہ میں اپنے گاؤں کے ایک مدرسے میں تعلیم دینے لگا،ایک دن میرے گاؤں کے رہنے والے جناب امرسنگھ یادوولد ماسٹر رام پرشاد یادو بے قراری کی حالت میں میرے پاس آئے، میں نے پوچھا، یادو جی! کیا بات ہے، بہت اداس نظر آرہے ہیں؟ یادو جی نے جواب دیا، کیا بتاؤں حافظ صاحب! میری بیوی کوسسرال والے بھیج نہیں رہے ہیں، ان کا کہنا ہے، کہ یہیں سسرال آکر رہو، اب میں کیا کروں، اگر وہاں جاتاہوں،توماں باپ کوکون دیکھے گا؟ان کوکھانا پانی کون دے گا؟میں نے کہا،یادوجی گھبرانے کی بات نہیں ہے،کل میں مسیحائے زمانہ حل المشکلات حضرت سیدی استاذی الکریم بلبل ہند قبلہ کے پاس لے کے چلوں گا، وہ آپ کے لیے کوئی راستہ نکال دیں گے۔صبح میں اورمولانا عبدالمبین اور یادوجی تینوں لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے،سلام وقدم بوسی کاشرف حاصل ہوا،خانقاہ حسینیہ میں حضرت تشریف فرماتھے،حاجت مندوں کی ایک کثیر جماعت تھی، جو صف بندی کیے ہوئے چاروں طرف کھڑی تھی، حضرت کی عادت کریمہ تھی، کہ جب کوئی باہری مہمان آجاتا،تو بذات خود اندر سے چائے ناشتہ لے کرآتے، اوراپنے دست اقدس سے ماحضر پیش فرماتے،سب کام سے فارغ ہوکرحضرت ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے،فرمایا،کیابات ہے؟کس کام سے آئے ہو؟میں نے یادوجی کے حقیقت حال سے روشناس کرایا،حضرت کچھ دیرخاموش رہے،بعدہ ارشادفرمایا،بیٹااعجاز!یہ تعویذ لواوریہ فلیتہ۔تعویذ یادو کے دروازے پرلٹکادینااوریہ فلیتہ ۲۱/یوم تک بلاناغہ بعدنمازمغرب ان کے گھرجلانا خدانے چاہا،تووہ لوگ صلح کرلیں گےاور یادوکی بیوی کوبھیج دیں گے،ابھی اس عمل کو چنددن ہی گزرے تھے،کہ یادوجی کے سسرال والوں نے برضا ورغبت ازخودصلح کرکے یادوکی بیوی کوبھیج دیا۔

بائیسویں کرامت

المرکزالاسلامی دائرۃ القادریہ پریمی دوار کھرگاپور ایم پی حضرت بلبل ہند قدس سرہ کی تازہ ترین یادگار کا بہترین شاہکار ہے جس کی ایک ایک اینٹ سے عظمت رسالت وعشق رسالت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، جہاں عاشقان اولیا کا ہردم ہجوم رہتا ہے، آپ نے اس مرکز کو قائم فرما کر مدھیہ پردیش کے علمی وادبی لحاظ سے کوردہ علاقے میں وہ احسان فرمایا ہے، جسے مدھیہ پردیش کے لوگ رہتی دنیا تک یاد کریں گے، اسی مرکز کے احاطہ کے اندر وسیع وعریض میدان میں آپ نے ایک کنواں کھدوایا، جس کی گہرائی تقریبا ۸۰رفٹ ہے، اتنی گہرائی کے باوجود بھی بہت مشکل سے فقط۴، ۵رڈول پانی نکلا، وہ بھی اتنا کھارا کہ زبان پر رکھا نہیں جاتا، آپ کنویں کے پاس تشریف لے گئے، اس کنویں کا پانی منگا کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا، جاؤ اب ان شاء اللہ پانی بھی آئے گا، اس کے ساتھ کھارا نہیں ہوگا، بلکہ میٹھا ہوگا، رات بھر کے اندر پورے کنویں میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا اور اتنا میٹھا کہ شاید گاؤں کے کسی کنویں میں ایسا اچھا پانی ہو، آج بھی اللہ تعالیٰ نے اس کنویں کے پانی میں اتنی شفا رکھی ہے کہ سیکڑوں کی تعداد میں پیٹ کے مریض فقط پانی ہی پی کر شفا پاجاتے ہیں۔

تئیسویں کرامت

حضرت محمود ملت اور مولانا ابوالکلام صاحب کی موجودگی میں راقم الحروف سے جناب بہادر بھائی کالپوی نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میرے پڑوس میں ایک غیر مسلم کا مکان تھا، وہ مسلمانوں کو دیکھ کر بہت حسد کرتا تھا، خاص کر میرے مکان سے اس کی قلبی نفرت وعداوت تھی، ایک روز حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ مکان پر تشریف لائے، ہم نے عرض کیا، حضور! یہ غیر مسلم بہت تنگ کرتا ہے، آپ ایسی دعا فرمادیں، کہ یہ اپنا مکان بیچ کر یہاں سے چلا جائے، میں نے کئی بار اس کے مکان کو خریدنے کی کوشش کی، مگر یہ تیار نہ ہوا، آپ ہی اس کے بارے میں کچھ کریں، حضرت نے کھڑے ہوکر دعا فرمائی اور اس کافر کے مکان پر جا کر کلی فرمائی اور پھر واپس آکر میرے مکان پر آرام فرمانے لگے، فرمایا، بہادر! جاؤ اس کافر کا دل موم ہوگیا، وہ تمہاری طرف مائل ہوگیا، اتنا کہنے کے بعد آپ کو آنکھ لگ گئی، آپ سو گئے، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس غیر مسلم کی بیوی بذات خود میرے مکان پر آئی اور بڑی صلہ رحمی سے کہنے لگی، بہادر بھائی! میں اپنا مکان بیچ رہی ہوں، اگر آپ کو ضرورت ہو، تو آپ خرید لیں، جتنی زمین کی مجھے ضرورت تھی، وہ میں نے خریدی بقیہ زمین ایک دوسرے مسلم بھائی نے خرید لی۔ حضرت کی دعا سے اللہ نے اس ظالم شخص کے شر وفساد سے محفوظ فرمادیا۔

چوبیسویں کرامت

جناب ظفر خاں (کوڑے بھار) کا بیان ہے کہ میں نے پھلواری گاؤں میں حضرت کی ناشتے کی دعوت لی اور دل میں یہ سوچا کہ خوب اچھی طرح سے انتظام کروں، تاکہ حضرت دیکھ کر خوش ہو جائیں، جلدی جلدی میں نے مرغا خریدا، اس کو وزن کرایا، گھر میں بننے کے لیے دیا، پھر دل میں یہ خیال آیا، کہ حضرت کو ہارٹ کی شکایت ہے، لہذا اگر کہیں سے تیتر دستیاب ہو جاتا، تو بہتر ہوتا، اسی فکر میں میں نے بندوق اٹھائی اور تیتر کا شکار کرنے چلا گیا، بہت ڈھونڈا، کہیں کوئی تیتر نظر نہیں آیا، آخر مایوس ہو کر گھر واپس ہو رہا تھا، کہ راستے میں دیکھا، ایک صاحب پنجڑے میں دو تین تیتر بند کیے ہوئے ہیں، میں نے خریدنے کی خواہش ظاہر کی، مگر وہ دینے کے لیے راضی نہ ہوئے، میں نے بہت کوشش کی، کہ بھائی دے دو تمہارا احسان ہوگا۔ اس نے مجبور ہو کر میرے ہاتھ تیتروں کو بیچ دیا، میں نے بننے کے لیے سب کو گھر دے دیا، پھر میرے دل میں یہ خواہش ہوئی، کہ تالاب قریب ہے، اگر دو ایک مچھلی مل جاتی، تو اور اچھا ہوتا، میں نے تالاب کے مالک جناب نور محمد سے اجازت لی اور ماہی گیروں کو لگا دیا، ان لوگوں نے بہت کوشش کی، مگر سوائے ایک مچھلی کے کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی، اتفاق سے چلتے وقت وہ بھی تالاب ہی میں چھوٹ گئی، گھر آیا، کہا جلدی ناشتہ تیار کرو، میں حضرت کو بلانے جا رہا ہوں، حضرت کوڑے بھار میں اپنے مرید جناب عبدالقیوم صاحب کے یہاں لوگوں کو تعویذ وغیرہ لکھ کر دے رہے تھے، آ کر عرض کیا، حضور! ناشتے کے لیے تشریف لے چلیں، حضرت نے فرمایا، اتنی تاخیر کیوں کر دی؟ تم نے آٹھ بجے کا ٹائم لیا تھا اور گھڑی میں ۱۲ ربج رہے ہیں، ایسا کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا، حضور! ٹھنڈک کے موسم کی وجہ سے، کہرا زیادہ تھا، اس لیے تاخیر ہو گئی۔ حضرت سے اتنا میرا کہنا تھا، کہ حضرت نے کاغذ الگ پھینکا قلم الگ پھینکا، نہایت غصہ وجلال میں فرمانے لگے، ماسٹر صاحب! دیکھا، تم لوگوں نے ظفر کی چال بازی کتنی دھوکا دہی اور کذب بیانی سے کام لے رہا ہے، کہ جاڑے کا موسم ہے، کہرا کی وجہ سے ناشتہ میں تاخیر ہو گئی، اب سنیے آپ لوگ ظفر کا حال! شروع میں انھوں نے میرے لیے مرغا خریدا، اس کو وزن کرایا کہ آیا قیمت وصول ہے یا نہیں؟ بعدہ تیتر کے چکر میں مارے مارے پھرے، کسی طرح ایک غیر مسلم نے تیتر دے دیے، تو مچھلی کی ہوس میں ادھر ادھر گئے، وہ بھی ہاتھ نہ آئی، بتاؤ ظفر! ایسا ہوا یا نہیں؟ اللہ اکبر! میری عقل کام نہیں کر رہی تھی، میں اس غور وفکر میں پڑا تھا، کہ پورے واقعہ یہاں تک کہ دل کے خیالات وکیفیات کو کس نے بتا دیا، پھر میں نے حضرت سے معافی مانگی اور اپنے گاؤں پھلواری حضرت کو لے گیا، حضرت نے ناشتہ کیا اور دعا فرما کر رخصت ہوئے۔

پچیسویں کرامت

محمد حسن عرف حسنو لوکا ہی کا بیان ہے کہ میرے گاؤں میں پردھانی کا الیکشن ہونے والا تھا، ان دنوں حضرت کا

میرے گاؤں میں قیام تھا، ایک صاحب الیکشن میں کھڑے ہوئے جو حضرت کے خصوصی محبین میں تھے، وہ آئے اور عرض کیا، حضور! میرے حق میں دعا فرمادیں، کہ میں کامیاب ہوجاؤں، حضرت نے فرمایا، تمہاری نشانی گھڑی رہے گی، جاؤ ان شاءاللہ کامیاب وکامران رہو گے۔ جب نشانات کی تقسیم ہوئی، تو ان کے حق میں نشانی گھڑی ہی آئی اور حضرت کی دعا سے ان کو پردھانی کے الیکشن میں کھلی کامیابی حاصل ہوئی۔

چھبیسویں کرامت

یہی حسنو صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ایک مرتبہ میرے گاؤں لوکاہی سے جگریا گاؤں بیل گاڑی سے جارہے تھے، ہم لوگ بھی ساتھ تھے، راستے میں ببول کے درخت زیادہ پڑے، اچانک حضرت کی ٹوپی مبارک ببول کے کانٹے میں پھنس گئی، کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی، جب کافی دور جنگل کے قریب پہنچ گئے، تو حضرت نے فرمایا، شاید میری ٹوپی کسی درخت میں لٹک گئی ہے، لہذا گاڑی واپس کرواور میری ٹوپی تلاش کرو۔ گاڑی واپس ہوئی، حضرت کے فرمان کے مطابق ایک ببول کے درخت میں ٹوپی لٹکی ہوئی ملی، بعدہ حضرت نے فرمایا، کہ اب واپس چلو، بیچ میں جنگل ہے، میں نہیں جاسکتا۔ لوگوں نے عرض کیا، حضرت! جنگل میں کوئی بات نہیں، حضرت نے فرمایا، تم لوگوں کو کیا معلوم؟ اسی اثنا میں ایک آدمی جگریا کی طرف سے آرہا تھا، لوگوں نے اس کو روکا، کہا، تم جنگل سے آئے، اتنا بتاؤ راستہ کیسا ہے؟ اس نے ہانپتے کانپتے بتایا، کہ بس آج میری جان بچ گئی، بیچ راستے میں شیر بیٹھا ہوا تھا، میں جان نہ سکا، کسی صورت سے بچ کر آیا ہوں، راستے سارے مسدود ہیں، وہاں آپ لوگ ہرگز نہ جایئے گا، پھر ہم لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ حضرت جنگل کے کنارے سے ٹوپی کا بہانہ بنا کر کیوں لوٹ آئے، یقیناً حضرت اس دن اگر چلے جاتے تو ہم لوگوں کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔

ستائیسویں کرامت

حضرت، لعل محمد (بمیٹھا والے) کے گھر تشریف لے گئے، ایک کمرے میں آرام فرما ہوئے، لعل محمد کے گھر والوں کو بلا کر ارشاد فرمایا، مجھے ایسا لگتا ہے، کہ اس گھر میں سانپ نکلتے ہیں، لعل محمد نے عرض کی، حضور! ہم لوگ بہت پریشان ہیں، نہ جانے کہاں سے گھر میں سانپ آگئے ہیں، ہر سال آٹھ کی تعداد میں سانپ گھر میں وقتاً فوقتاً نکلتے رہتے ہیں، حضرت نے دعا فرمائی اور کہا، جاؤ! آج کی تاریخ سے سانپ نہیں نکلیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ جس دن حضرت نے دعا فرمائی، اس تاریخ سے آج تک ۸/سال ہوگئے، ایک سانپ بھی نہ نکلا، نہ کہیں دکھائی دیا۔

اٹھائیسویں کرامت

یہی لعل محمد بیان کرتے ہیں، کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت کی بارگاہ میں جیپ خریدنے کی خواہش ظاہر کی، حضرت نے فرمایا، دیکھو لعل محمد! پرانی جیپ مت خریدنا ورنہ فائدہ کے بجائے شدید نقصان اٹھاؤ گے، حضرت چلے گئے اور میں نے اتفاق سے پرانی ہی گاڑی خرید لی، مگر حضرت کے فرمان کے مطابق اس گاڑی سے میرا اتنا نقصان ہوا، کہ اس نے ایک پیسہ کا بھی فائدہ نہ دیا اور الٹے گھر ہی سے لگایا گیا۔

انتیسویں کرامت

حضرت کا ٹیکم گڑھ میں ایک غیر مسلم بہت معتقد تھا، جب تک ٹیکم گڑھ میں حضرت کا قیام رہتا، وہ سب سے پہلے صبح نہا دھو کر حضرت کا قدم چومنے آتا، ایک مرتبہ اس نے صبح نہایا دھویا کہ چلو بابا جی کا درشن کرآئیں، اسی ارادے سے گھر سے نکلا، صبح کا وقت تھا، راستے میں حلوائی کی دکان پر تازہ جلیبی بن رہی تھی، اس نے سائیکل روکی، کہ جلیبی کھالوں پھر بابا جی کے پاس جاؤں۔ مگر اس کا دل نہ مانا اور ارادہ بدل گیا، اس نے سوچا کہ پہلے حضرت کا دیدار کرآئیں پھر آرام سے بیٹھ کر کھائیں گے۔ وہ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا، قدم چوما اور خلاف معمول وہاں سے جلدی واپس ہونے لگا، اس نے قدم باہر نکالا ہی تھا، کہ حضرت نے فرمایا ''اے جانی! جلیبی بعد میں کھالینا'' اتنا سننا تھا، کہ جانی حواس باختہ ہو گیا اور حضرت کے پاس بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا، کہ دل کی خواہشات کا علم بھی بابا جی رکھتے ہیں۔ اس دن سے وہ دن میں دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔

تیسویں کرامت

جناب چودھری بشیر احمد بلدوگڑھی کا بیان ہے کہ میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی، ڈاکٹر کو دکھایا، ڈاکٹر نے بتایا، کہ آپ کو ٹی بی کی بیماری ہے۔ میں سخت تردد میں پڑا، کہ اب کیا کیا جائے۔ میں نے نانپارہ جانے کی تیاری کی، کہ حضرت کی خدمت میں جا کر اپنے سلسلے میں عرض کروں گا، حضرت دعا فرمادیں گے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ نانپارہ کے لیے روانہ ہوا، جب کالپی پہنچا، آستانہ مبارکہ پر حاضری دی، وہاں حضرت کے مریدین کثیر تعداد میں رہتے ہیں، ان سے معلوم کرنے پر پتہ چلا، کہ حضرت کل صبح یہیں آنے والے ہیں، میں نے کسی کے گھر قیام نہ کرتے ہوئے پوری شب اس پل کے اوپر بیٹھے بیٹھے کاٹ دی، جو کالپی سے متصل جمنا ندی کا پل کہلاتا ہے، فقط اس محبت سے کہ حضرت کی گاڑی صبح ادھر ہی سے گزرے گی، تو سب سے پہلے مجھ سے ملاقات ہوگی۔ حضرت دن میں تشریف لائے، ملاقات کا

شرف حاصل ہوا، آستانہ مبارکہ پر لے گئے، دعا کی، پھر ایک مرید کے گھر حضرت کی دعوت تھی، وہاں لے گئے، میں نے اپنی صورت حال سے حضرت کو آگاہ کیا، حضرت نے فرمایا، پہلے کھانا کھالو۔ حضرت کھانا نکالتے جاتے اور فرماتے جاتے، یہ کالپی شریف کا کھانا ہے، کھالو گے تو تمہاری بیماری دور ہوجائے گی، میں نے اس دن اس قدر شکم سیر ہوکر کھایا ، کہ زندگی میں کبھی اتنا کھانا نہیں کھایا تھا۔ بعد فراغت حضرت نے فرمایا، جاؤ ڈاکٹر جھوٹا ہے، ٹی بی کا مرض نہیں ہے۔ میں ہنسی خوشی اپنے گھر واپس آگیا، پھر ڈاکٹر کو دکھایا، رپورٹ میں ٹی بی کا کہیں نام ونشان تک نہ ملا۔ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ حضرت کی دعا سے بیسوں سال ہوگئے، مگر یہ بیماری دوبارہ لوٹ کر نہ آئی۔

اکتیسویں کرامت

جناب چودھری عبدالجلیل جتاروی کا بیان ہے کہ میرے بھائی خلیل احمد مرحوم کو برین ٹومر کی شکایت ہوگئی، یہ ایک مہلک اور خطرناک مرض ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ تھا، کہ جلد اس کا آپریشن کروالیا جائے، ورنہ بہت دقت کا سامنا کرنا پڑے گا، کچھ عقیدت مندوں نے کہا، کہ حضرت مفتی صاحب سے اس سلسلہ میں مشورہ لے لیا جاتا، تو بہتر ہوتا، خلیل احمد حضرت کی خدمت میں پہنچے، بتایا، ایسا ایسا معاملہ ہے، حضرت نے دعا فرمائی، کہ جاؤ آپریشن کراؤ، ان شاء اللہ کچھ نہ ہوگا۔ ہم لوگ اس بات کے شاہد ہیں، کہ میرے بھائی کا اتنی اہمیت کا حامل آپریشن ہوا، مگر ان پر غشی طاری ہوئی اور نہ ہی کوئی دشواری پیش آئی، جیسا کہ دوسرے لوگوں کو ہوتا ہے۔

بتیسویں کرامت

استاذ محترم حضرت مولانا حسیب رضا صاحب کا بیان ہے کہ میرا دور طالب علمی تھا، حضرت ہم لوگوں کے ساتھ مدرسہ میں جلوہ فرما تھے، اسی اثنا میں حضرت کا دھوبی آیا، جو ہمیشہ ان کا کپڑا دھویا کرتا تھا، پوچھا، بڑے مولانا صاحب کہاں ہیں؟ ہم لوگوں نے کہا، حضرت یہیں بیٹھے ہیں، کپڑا لایا، حضرت نے گٹھری کھول کر دیکھی، تو ان کپڑوں میں چند کپڑے گندے تھے، جس کو ٹھیک سے دھویا نہیں تھا، حضرت نے اسے ڈانٹا کہ تم ایسے ہی کپڑا دھوتے ہو؟ اس نے بدتمیزی سے جواب میں کچھ نازیبا کلمات اپنی زبان سے نکالے، حضرت کو جلال آیا، ارشاد فرمایا، حرام کی کمائی کھاتے ہو، جاؤ آج کی تاریخ سے تمہیں پاخانہ ہوگا، مگر صرف خون ہی خون آئے گا، اس گنوار کو کیا معلوم تھا، کہ ہمیں کیا سزا ملنے والی ہے؟ وہ ناراض ہوکر گھر چلا گیا، گھر پہنچتے ہی اسے بیت الخلاء جانے کی حاجت پیش آئی ، کیا دیکھتا ہے، صرف خون ہی خون آرہا ہے، بھاگتا ہوا ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے گیا، کوئی فائدہ نہیں ہوا، صبح ہوتے ہی دھوبی روتا ہوا مدرسہ آیا، اپنے سر کو مدرسہ کی چوکھٹ پر رکھ دیا اور رو رو کر معافی مانگنا شروع کیا، جب اس کی

آواز حضرت نے اپنے گھر میں سنی، باہر تشریف لائے، فرمایا کون رو رہا ہے؟ جواب ملا، سرکار گستاخی معاف فرمائیں اب دوبارہ زندگی میں ایسی غلطی سرزد نہیں ہوگی، حضرت نے دعا فرمائی اور کہا جاؤ ٹھیک ہو جاؤ گے، مگر ایسی غلطی مت کرنا۔ وہ ٹھیک ہو گیا اور ہنسی خوشی گھر واپس لوٹا۔

تینتیسویں کرامت

کالپی شریف سے پچیس کلو میٹر دور جانب شمال واقع بھدریکی کی جامع مسجد کے خطیب و امام جو حضرت سے بیعت تھے اور سچے عقیدت مندوں میں تھے، اچانک ان کی طبیعت خراب ہوگئی، حالات اس طرح نازک تھے، کہ بچنے کی امید نہ تھی۔ امام صاحب کی آخری تمنا تھی، کہ کاش! پیر و مرشد کا دیدار ہو جاتا، اپنی زندگی سے مایوس ہو کر ایک طویل وصیت نامہ لکھا کہ اس وصیت نامے کو حضرت کو بھی دکھا دیں، امام صاحب کے دل میں بار بار یہ بات آرہی تھی، کہ کسی صورت سے اگر چلنے کے لائق ہوتا، تو حضرت ہی کی خدمت میں حاضر ہو کر دوا کرواتا، ابھی دو روز گزرے ہی تھے، کہ حضرت کا اتفاقیہ ارادہ بنا کہ زیادہ دن ہو گئے ہیں بھدریکی نہیں پہنچے وہاں جانا چاہیے۔ حضرت کالپی شریف سے بھدریکی پہنچے، امام صاحب کے بارے میں معلومات کی، لوگوں نے بتایا، حضرت ان کی طبیعت بہت نازک ہے، وہ آپ کو بار بار یاد کر رہے تھے، حضرت امام صاحب کے گھر تشریف لے گئے، دعائے صحت فرمائی، کچھ پڑھ کر دم کیا، امام صاحب کا بیان ہے کہ میں اس قدر اچھا ہوا کہ لگتا تھا، کہ کبھی بیمار ہی نہیں پڑا تھا۔

چونتیسویں کرامت

محمد عمر صاحب شہزاد پوری کا بیان ہے کہ حضرت ایک مرتبہ میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے، عمر! مجھ کو غسل کرنا ہے، میں نے عرض کیا، حضور! گھر پہ غسل فرمائیں، حضرت نے فرمایا نہیں چلو ندی چلیں، میں نے جلدی سے تیاری کی، حضرت نے اپنی جیب سے جتنا سامان روپیہ وغیرہ تھا، سب نکال کر گھر پہ رکھ دیا، فرمایا، چلو ہم لوگ ندی چلیں گے، حضرت کے ساتھ ہم لوگ ندی گئے، حضرت نے اپنے کپڑے بذات خود اپنے دست اقدس سے دھلے اور سوکھنے کے لیے دھوپ میں ڈال دیے، جب کپڑے سوکھ گئے، انھیں کپڑوں کو دوبارہ آپ نے پہن لیا، فرمایا، اب گھر چلو، ہم لوگ حضرت کے پیچھے پیچھے چلے، جب گاؤں میں داخل ہوئے، تو نواب خاں صاحب سے ملاقات ہوئی، انھوں نے عرض کیا، حضور! آج رات چوروں نے میرے گھر کو لوٹ لیا، سارا سامان اور زیورات وغیرہ لوٹ لے گئے، حضرت نے جب یہ بری خبر سنی تو اپنا داہنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور پانچ ہزار کی نئی گڈی نکالی، کچھ نواب صاحب کو عنایت فرمایا اور کچھ ہم سب حاضرین کو عطا کیا، ہم سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

بلبل ہند کے تعویذ و دعا کا اثر

از : حضرت مفتی محمد لقمان قادری صاحب

مستان شاہ کالونی رانی تلیّا چھتر پور ایم پی

حضرت علامہ الحاج مولانا محمود رضا قادری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ ومہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ نے حضور مفتی اعظم نانپارہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ کتاب ''ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ'' مجھے دی، کہ یہ کتاب میرے والد ماجد کی تصنیف کردہ ہے، اس کو پڑھو اور پڑھ کر اپنی رائے قائم کرو۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا۔ مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ نے دلائل شرعیہ سے ثابت کیا ہے کہ میلاد شریف اور کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھنا جائز اور کار ثواب ہے اور سواد اعظم یعنی عام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

میں حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کو تقریباً ۲۰۔۲۵ سال سے جانتا ہوں اور ان کے بہت قریب رہا ہوں۔ وہ مجھے بہت چاہتے تھے، میں نے ان کو تنہائی میں بھی دیکھا ہے اور مجمع عام میں بھی۔ رات کو بھی دیکھا ہے اور دن میں بھی، ان کو بہر حال میں سنت وشریعت کا پابند پاتا ہوں، وہ اپنے وقت کے عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل اور شیخ طریقت بھی تھے۔

پروردگار عالم نے رسول کائنات اور غوث اعظم کے صدقہ میں ان کی زبان میں بھی اثر عطا کیا تھا، جس کے لیے جو کہہ دیتے تھے، وہ ہو جاتا تھا۔ یوپی، ایم پی، مہاراشٹر اور دیگر صوبوں کے سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں آپ کے دامن سے وابستہ تھے اور غیر مسلم بھی سیکڑوں کی تعداد میں آپ کے عقیدت مند تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جس کا مشاہدہ کیا ہے۔

ایک بار حضور مفتی اعظم نانپارہ چھتر پور تشریف لائے تھے اور جناب شبراتی صاحب کے مکان پر حضرت کا قیام تھا، میں ملنے کے لیے گیا، تو دیکھا، کہ چند غیر مسلم عورتیں حاضر ہیں، ان میں سے ایک عورت کی گود میں بچہ ہے، حضرت جیسے ہی باہر تشریف لائے، اس عورت نے حضرت کے قدموں پر ڈال دیا اور یہ کہا، کہ بابا یہ وہی بچہ ہے، جس کے لیے آپ نے سیب پڑھ کر دیا تھا اور تعویذ دیا تھا، میں نے سیب کو کھایا اور تعویذ کو پہنا، تو یہ بچہ پیدا ہوا۔

آج سے چند سال پہلے میں جتارا شریف حضرت شاہ رکن الدین چشتی رضی اللہ عنہ کے عرس میں تقریر کے سلسلہ میں جا رہا تھا، بس میں ایک غیر مسلم نے پوچھا، مولانا صاحب! کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا، جتارا

جارہا ہوں، عرس شریف میں۔اس نے پھرسوال کیا، یہ بتایئے نانپارہ والے بابا بھی آئیں گے؟ میں نے کہا، مجھے معلوم نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ میں نے اس سے پوچھا، آپ نانپارہ والے بابا کو جانتے ہیں؟ اس نے روتے ہوئے کہا، کہ بابا کا مجھ پر بہت بڑا کرم ہے۔ میں نے پوچھا، کس وجہ سے تم پر ان کا کرم ہے؟ اس نے بتایا، کہ میں بہت پریشان تھا، میرے گھر جن بھوت تھے، بہت پریشان کرتے تھے، میں بابا کے پاس آیا اور اپنی پریشانی انھیں بتائی، انھوں نے میرے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور اگربتی منگوایا، اس پر کچھ پڑھا اور پڑھ کر مجھے دیا اور کہا کہ چالیس دن یہ اگربتی ایک ایک روزانہ جلانا۔ میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا، ان کی دعا سے میرے گھر سے جن بھوت ختم ہو گئے اور ہمارے گھر والے اب آرام سے ہیں۔ یہ سب کچھ بابا کی دعا سے ہوا ہے۔

حضور مفتی اعظم نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہیتے خلیفہ بھی تھے اور مظہر مفتی اعظم ہند بھی تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ انھیں بہت چاہتے تھے، میں نے اپنے بزرگوں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مقام پر حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ ہیں اور بہت سارے علمائے اہل سنت بھی موجود ہیں، انھیں میں مفتی اعظم نانپارہ بھی ہیں، کھانے کا وقت ہوا، کھانا دسترخوان پر رکھ دیا گیا، اس وقت مفتی اعظم نانپارہ کسی کام سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا، مفتی نانپارہ کہاں گئے؟ انھیں بلاؤ، جب حضور مفتی اعظم نانپارہ تشریف لے آئے، تب حضور مفتی اعظم ہند نے کھانا کھانا شروع فرمایا۔

مفتی اعظم نانپارہ چھوٹوں سے بہت پیار فرماتے، انھیں نوازتے تھے، غریبوں کی دل جمعی فرماتے تھے، میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے، اگر کسی غریب مرید نے ان کو نذرانہ دیا ہے، تو حضرت نے نذرانہ قبول فرمالیا اور اس میں اپنی طرف سے اور ملا کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیا، کہ یہ اپنے بچوں کو میری طرف سے دے دینا۔

بلبل ہند کی چند کرامتیں

از : عالی جناب الحاج سلیم احمد قادری صاحب
مشن کمپاؤنڈ، جھانسی

حضور مفتی نانپارہ شاہ رجب علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہم لوگوں کا جو وقت گزرا ہے، اس میں وقتاً فوقتاً حضرت کے فیض اور آپ کی کئی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، جنھیں لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی مندرجہ ذیل کرامتیں بیان کر رہا ہوں۔

حضرت کے لیے ٹرین کا بار بار لیٹ ہونا

ایک مرتبہ حضرت کو پنجاب میل سے ممبئی جانا تھا، آپ نے کہا، کہ میں جھانسی آجاؤں گا، یہاں سے ممبئی جانے کا انتظام ہو جائے، تو اچھا ہے، جون کا مہینہ تھا اور اس وقت کسی ٹرین میں ریزرویشن نہیں تھا، اس کے علاوہ اس سیزن میں چھٹیاں ہونے کی وجہ سے سبھی ٹرینیں ٹھساٹھس بھری ہوئی چل رہی تھیں اور بنا ریزرویشن کے کسی بھی ٹرین میں جگہ ملنا ممکن نہیں ہو رہا تھا، میں نے ریلوے میں کام کرنے والے اپنے ایک دوست شنکر گپتا جو خود بھی حضرت کا بہت احترام کرتے تھے، ان سے بتایا تو انھوں نے کہا، کہ ریزرویشن تو کسی گاڑی میں نہیں ملے گا، گاڑیاں بھی سبھی فل چل رہی ہیں، پھر بھی ٹرین پر ہی کچھ انتظام کریں گے، جیسے بھی ہو حضرت کو بھیجا جائے گا، آپ بلوا لیجیے لہذا میں نے حضرت کو بتا دیا، کہ آپ اپنے پروگرام سے آجائیے۔

پروگرام کے مطابق حضرت کو صبح کانپور سے جھانسی ہمارے گھر دس اور گیارہ بجے کے بیچ آنا تھا اور یہاں کھانا کھانے کے بعد اسٹیشن پنجاب میل پر ساڑھے بارہ بجے پہنچانا تھا، ہمارے بہنوئی جناب پیار محمد بھی آپ کے ساتھ تھے۔ گیارہ بجے فون پر جانکاری ہوئی، کہ حضرت ابھی کالپی شریف میں ہیں اور بڑی درگاہ پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ یہاں سے چلنے والے ہیں۔ کالپی سے جھانسی کا سفر کم سے کم تین گھنٹے کا تھا۔ اس لحاظ سے دو بجے سے پہلے حضرت نہیں آسکتے تھے اور پنجاب میل اپنے صحیح وقت پر آنے کی جانکاری ہو رہی تھی۔ تقریباً بارہ بجے ٹرین کی جانکاری کرنے پر معلوم ہوا، کہ ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ ہو گئی ہے، اسی طرح آدھے گھنٹے بعد دوبارہ معلوم کرنے پر ایک گھنٹہ لیٹ بتائی گئی، تیسری بار پھر اسٹیشن سے جانکاری کرنے پر ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ کی جانکاری دی گئی۔ کسی بیچ راستے سے کسی ایس ٹی ڈی سے ہمارے بہنوئی صاحب نے فون کر کے بتایا، کہ حضرت سیدھے اسٹیشن پہنچیں گے۔ کھانا بھی اسٹیشن پر لیتے آئیں۔ ہمارے والد جناب

احمد حسین صاحب بڑے بھائی صدیق علی، ہم سلیم احمد چھوٹے بھائی، شاہد احمد اور بھانجے عرفان خاں اور بچے وغیرہ اسٹیشن پہنچ کر حضرت کا انتظار کرنے لگے، اسی بیچ ٹرین اور لیٹ ہوگئی اور اس کے دو بجے آنے کی جانکاری ہوئی۔ قریب پونے دو بجے حضرت کی کار اسٹیشن پر آئی، ہمارے والد صاحب نے کہا، حضرت! آپ جلدی آ جاتے تو ٹھیک رہتا، ٹرین نکل جاتی تو دقت ہوجاتی۔ اتنا سنتے ہی حضرت جلال میں بولے ارے کیسے ٹرین نکل جاتی۔ پھر فوراً ہی بات بدل کر بولے پیارے کو کہو انھیں بہت فکر تھی ٹرین کے نکلنے کی۔ ضعیفی اور کمزوری کی وجہ سے حضرت کو ویل چیئر پر لے کر ہم لوگ ایک نمبر پلیٹ فارم پر چلنے لگے، حضرت نے مجھ سے کہا، کہ سلیم اگر سائڈ کی برتھ مل جائے، تو اچھا رہے گا، پلیٹ فارم پر چلتے چلتے حضرت نے ایک جگہ رکنے کے لیے کہا، تو ہم لوگوں نے ویل چیئر ایک سائڈ میں روک دی۔ ٹرین میں کچھ وقت تھا، کھانے کے لیے پوچھنے پر حضرت نے اجازت دی، ایک پلیٹ میں کھانا رکھ کر حضرت کو دیا گیا، حضرت کے سامنے کچھ دور پر ایک شخص بیٹھے ہوئے آپ کو دیکھ رہے تھے، آپ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور اپنے کھانے میں سے کچھ کھانا انھیں کھلایا اور تھوڑا کھانا آپ نے بھی کھایا۔ ٹرین آنے پر حضرت کے سامنے ہی جو کوچ رکا، اس میں ہمارے دوست شنکر لال چڑھ گئے اور ٹی ٹی سے چارٹ لے کر دیکھنے پر اسی بوگی میں صرف دو سائڈ والی برتھ خالی ملی، ٹی ٹی نے بتایا، پوری ٹرین میں کہیں بھی برتھ نہیں ہے، حضرت کو اور پیارے بھائی کو انھیں دونوں برتھ پر ٹکٹ کروا کر بیٹھایا گیا اور ٹرین حضرت کو لے کر روانہ ہوگئی۔ اس واقعہ پر غور کیا جائے، تو ہم دیکھتے ہیں، کہ ٹرین نے حضرت کا انتظار کیا اور کئی بار لیٹ ہونے کا وقت بڑھا۔ جب تک حضرت تشریف نہیں لے آئے۔ اس کے علاوہ پوری ٹرین میں صرف دو برتھ خالی تھی، وہ بھی سائڈ برتھ جو حضرت نے چاہی تھی۔ یہی اللہ والوں کی شان ہے، کہ وقت بھی آپ کا انتظار کرتا ہے۔

خواب میں آکر انجان شخص کی مدد کرنا

حضور مفتی نانپارہ شاہ رجب علی قادری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ایک اپریل ۱۹۹۸ء کو ہوا تھا اور یہ واقعہ ۲۰۱۶ کا ہے، جب حضرت کے وصال کو اٹھارہ سال گزر چکے، ۲۰۰۸ء میں کسی کام کے سلسلے میں ہم لوگوں سے جھانسی ہی میں رہنے والے، جناب محمد شریف کی ملاقات ہوئی، جو بہت جلد ہی گھریلو تعلقات میں تبدیل ہوگئی۔ شریف بھائی کے والد جناب محمد سلیم صاحب کا ان کے بچپن میں ہی انتقال ہوگیا تھا اور بڑے بھائی ہونے کے ناطے کم عمر میں ہی اپنی والدہ دو بہنوں اور چھوٹے بھائی کہ ساری ذمہ داری انھیں پر آ گئی تھی۔ آمدنی کا ذریعہ بھی بہت مختصر ہونے کی وجہ سے اکثر پریشانی کا عالم رہتا تھا، ہم لوگ اکثر حضرت کا ذکر کیا کرتے تھے اور کئی بار شریف بھائی کے سامنے بھی ذکر ہوتا، تو کافی دیر باتیں ہوتی رہتی تھیں، جنھیں شریف بھائی بھی بہت غور سے سنا کرتے اور خود بھی حضرت کے بارے میں جانکاری ہم لوگوں سے حاصل کرتے رہتے۔ یہ نہ تو کبھی نانپارہ گئے تھے اور نہ ہی انھوں نے حضرت کو

کبھی دیکھا تھا، ان کی بہن کی ماہ ستمبر ۲۰۱۶ء میں شادی تھی، جس کے خرچ اور انتظام وغیرہ کو لے کر یہ کافی پریشان رہتے تھے، حالاں کہ ہم اور ہمارے بھائی انھیں سمجھاتے کہ ان شاءاللہ سب خیریت سے ہوجائے گا، لیکن کم عمری اور تجربات کی کمی کی وجہ سے اتنے بڑے کام کو لے کر یہ بہت فکرمند تھے۔ ایک دن صبح شریف بھائی ایک ڈبہ مٹھائی لے کر آئے اور ہماری اہلیہ سے کہا، کہ انکل دفتر سے آجائیں تو اس مٹھائی پر فاتحہ دلادینا، ان کے پوچھنے پر بتایا، کہ آج رات خواب میں انھوں نے دیکھا، کہ ایک بزرگ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کئی لوگ احترام سے بیٹھے ہوئے ہیں، بزرگ سب سے باتیں کررہے ہیں، مجھے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ جب میں نے اپنے آنے کے بارے میں اور بہن کی شادی کے بارے میں بتایا، تو میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، جاؤ سب ٹھیک ہوجائے گا، اتنا کہہ کر شریف بھائی بولے، ہمارا دل کہہ رہا ہے، کہ وہ حضرت ہی ہیں، لیکن ہم نے حضرت کو کبھی دیکھا نہیں ہے، ہماری اہلیہ نے گھر میں رکھی ہوئی، حضرت کی ایک شبیہ انھیں دکھائی، جو انھوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار ہی دیکھی تھی، دیکھتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا، ہاں ہاں بالکل یہی تھے۔ شام کو دفتر سے واپسی پر ہماری اہلیہ نے ہمیں ساری باتیں بتائیں، جب تک شریف بھائی بھی ہمارے گھر آچکے تھے، ہم لوگوں نے فوراً وضو کر کے حضرت کی فاتحہ پڑھی، بہرحال اللہ کے کرم اور حضرت کی دعاؤں سے شریف بھائی کی بہن کی شادی کے سارے انتظامات اتنی اچھی طرح ہوئے، جو انھوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ان کے تمام رشتہ داروں دوست احباب اور شادی میں شرکت کرنے والے سبھی لوگوں نے شریف بھائی کی بہت تعریف کی، لیکن شریف بھائی جانتے تھے، کہ جو کچھ بھی ہوا ہے، وہ ان کے بس کا نہیں تھا، سب حضرت کی دعاؤں اور فیض سے ہی ممکن ہوا تھا، اب ان کی نانپارہ شریف جانے کی تمنا ہے۔ ولی اللہ اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتے۔

حضرت کا اپنے مرید کی جان بچانا

یہ واقعہ ۱۹۹۶ء/ ۱۹۹۷ء کا ہے، میری پوسٹنگ جھانسی سے باہر تھی، ایک رات مجھے خواب دکھائی دیا، کہ ہمارے بہنوئی جناب پیار محمد صاحب ٹیکم گڑھ کے پورے بدن پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں، خواب دیکھنے کے بعد سے ہی مجھے بے چینی ہونے لگی، دوسرے دن چھٹی لے کر میں رات میں جھانسی اپنے گھر آگیا، گھر آنے پر والد صاحب نے بتایا، کہ پیار بھائی جھانسی سے ٹیکم گڑھ جارہے تھے، راستے میں بس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور بس میں سب سے زیادہ چوٹ انھیں ہی آئی ہے۔ ٹیکم گڑھ میں سرکاری اسپتال میں بھرتی ہیں۔ پورا واقعہ اس طرح ہے، کہ حادثہ کے ایک دن پہلے ہمارے پیرومرشد مفتی نانپارہ شاہ حضرت محمد رجب علی قادری صاحب اپنے صاحب زادے محمود رضا، پیار بھائی اور ان کے بیٹے محمد شمیم اور کچھ مریدوں کے ساتھ شام کے وقت ڈاکٹر کو دکھانے ٹیکم گڑھ سے جھانسی تشریف لائے تھے، خبر ملنے پر

ہمارے والد اور بڑے بھائی صدیق علی میڈیکل کالج پہنچ گئے تھے، ڈاکٹر پروین کمار جین صاحب کو دکھانے کے بعد حضرت نے والد صاحب سے کہا، کہ میں چاہتا ہوں، کہ آج آپ کے گھر سی پی مشن کمپاؤنڈ میں فاتحہ ہوجائے، فاتحہ کے لیے چاول میں اپنے ساتھ لایا ہوں، جس میں فاتحہ کا اور سامان منگوا کر آپ کے گھر بن جائے گا اور آس پاس کے سبھی ملنے والوں کو آپ اپنے یہاں بلالیں تو فاتحہ میں سبھی لوگ شریک ہوجائیں گے اور تبرک بھی کھالیں گے، والد صاحب نے حضرت سے کہا، کہ اس وقت شام ہوگئی ہے، سلیم اور شاہد دونوں باہر ہیں، گھر پر بھی ایسا کوئی نہیں ہے، جو رات میں سارا انتظام کرسکے، حضرت نے سن کر کہا، کہ بہتر تھا، کہ آج فاتحہ ہوجاتی، والد صاحب اور بھائی جان نے گھر تشریف لے چلنے کے لیے کہا، تو حضرت نے فرمایا، کہ ہم لوگ جتارا جائیں گے، وہاں بھی کچھ کام ہے، اس کے بعد حضرت نے ساتھ لائی ہوئی چاول کی بوری کار سے نکلوا کر والد صاحب کو دی اور کہا کہ اسے اپنے گھر پر رکھ لیں، اگلی بار آنے پر فاتحہ ہوگی۔ میڈیکل کالج سے لوٹتے وقت راستے میں پیار بھائی نے حضرت سے کہا، کہ اب فاتحہ تو آج ہوئی ہی نہیں، ہمیں بھی کسی کام سے جبل پور جانا ہے، ابھی ہم بس پکڑ کر ٹیکم گڑھ نکل جائیں گے۔ وہاں سے کاغذات اٹھا کر صبح جبل پور جا کر کام نپٹالیں گے حضرت نے کچھ نہیں کہا اور انھیں جھانسی کے بس اسٹینڈ پر چھوڑا، حضرت سے مصافحہ کرنے پر حضرت نے مصافحہ کیا اور اجازت مانگنے پر صرف اتنا کہا، کہ آج فاتحہ ہوجاتی تو بہتر رہتا۔ پھر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کر کے کچھ پڑھنا شروع کردیا۔ جب بس نیواڑی پہنچی، تو پیار بھائی نے دیکھا، کہ حضرت کی کار وہاں کھڑی ہوئی ہے، جسے دیکھ کر وہ حضرت کے پاس پہنچے۔ حضرت نے پیار بھائی کو دیکھ کر کہا، ارے تم گئے نہیں؟ پیار بھائی نے کہا، کہ ہماری بس نیواڑی ہوکر جارہی ہے، ہم اسی سے ٹیکم گڑھ جارہے ہیں۔ حضرت سے مصافحہ کرنے پر حضرت نے ہاتھ زور سے پکڑلیا، تب تک بس رینگنے لگی، پیار بھائی نے مصافحہ کیا اور دوڑتے ہوئے بس میں چڑھ گے۔ بس دیگوڑا سے پہلے چھیرا ٹیکیلا کے پاس پڑنے والی ایک پلیا پر پہنچ کر بس تیز رفتار سے ہونے کی وجہ سے ڈرائیور سے کنٹرول کے باہر ہوگئی اور پلٹ کر کھائی میں جا گری۔ جھٹکے کی وجہ سے کئی سواریاں بس سے باہر پھینک گئی، پیار بھائی جو ڈرائیور سیٹ کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھے تھے، جھٹکے کے ساتھ بس کے باہر پھنکا گئے، بس کی سواریوں میں چیخ پکار مچ گئی، جو لوگ ٹھیک تھے، انھوں نے باقی سنبھالا، تب تک آس پاس کے لوگ بھی اکٹھا ہوگئے، بس میں کئی لوگ گھائل ہوئے تھے، پیار بھائی کو سب سے زیادہ چوٹ آئی تھی، پورے بدن پر کئی جگہ گہرے گھاؤ ہوگئے تھے اور سینے کی دو پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں، اس کے علاوہ کئی جگہ ہڈیوں میں بھی چوٹیں تھیں، بس جان بچ گئی تھی۔ ادھر حضرت نیواڑی سے جتارا کے لیے روانہ ہوئے تو جتارا تک انھوں نے کار میں بیٹھے لوگوں میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی، بلکہ پورے راستے خاموشی کے ساتھ کچھ پڑھتے ہی رہے۔ حضرت کے ڈر سے کسی کی بھی حضرت سے کوئی بات کرنے کی ہمت بھی نہیں ہوئی، جتارا پہنچتے پہنچتے کافی رات ہوگئی تھی، آپ نے اپنے مرید جلیل چودھری سے کہا، کہ اگر کھانا بن

گیا ہو تو ان لوگوں کو فوراً کھلا دو اور اپنے پیارے بھائی کے بیٹے شمیم سے کہا، کہ تم ابھی ٹیکم گڑھ کے لیے نکل جاؤ، پھر اپنے صاحب زادے جناب محمود رضا صاحب کو بلا کر کہا، کہ وہ بھی شمیم کے ساتھ ہی ٹیکم گڑھ روانہ ہو جائیں۔ انھوں نے زیادہ رات ہو جانے کا حوالہ دیا، تو ناراضگی ظاہر کی اور فوراً کار لے کر ٹیکم گڑھ روانہ ہونے کا حکم دیا، لہٰذا محمود بھائی اپنے ساتھ شمیم کو لے کر رات ہی کھر گاپور سے ٹیکم گڑھ کو روانہ ہوئے، آدھی رات سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا، ٹیکم گڑھ محمود بھیا کو کسی دوا کی ضرورت ہوئی، تو شمیم نے بتایا، کہ اس وقت صرف سرکاری اسپتال کے میڈیکل اسٹور پر دوا مل سکتی ہے۔ سرکاری اسپتال پہنچنے پر کافی بھیڑ لگی ہوئی تھی، جان کاری کرنے پر معلوم ہوا، کہ جھانسی ٹیکم گڑھ بس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، گھائلوں کو ابھی لایا گیا ہے۔ پیار بھائی بھی اسی میں تھے، ابھی ابھی آئے ہیں، اسپتال میں جا کر دیکھنے پر پیار بھائی مل گئے ان کی حالت بہت خراب تھی، ڈاکٹر علاج کر رہے تھے۔ محمود بھیا نے پڑھ کر ان پر دم کیا اور حضرت کو فون پر بتایا، تو حضرت نے کہا، کہ وہ ٹیکم گڑھ ہی میں رکیں اور پیار بھائی کی دیکھ بھال کریں۔ دوسرے دن حضرت بھی پیار بھائی کو دیکھنے ٹیکم گڑھ اسپتال پہنچے اور پیار بھائی و سبھی گھائلوں کو دیکھا اور سبھی کے لیے دعا کی۔ اگلی صبح ہمارے والد بڑے بھائی صاحب اور ہم ٹیکم گڑھ پہنچے اور اسپتال میں جا کر دیکھا، تو پیار بھائی، کی حالت خراب تھی، یہاں اچھا علاج نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ ساتھ میں انھیں جھانسی لے کر آئے اور میڈیکل کالج میں بھرتی کرا کر علاج کرایا، یہاں پر وہ کئی دن بھرتی رہے اور علاج چلا، ڈاکٹر نے بتایا، کہ آپ کو اتنی زیادہ چوٹ ہے، کہ ان کا درد ساری زندگی آپ کو پریشان کرے گا۔ اسپتال سے چھٹی ہونے کے بعد پیار بھائی ٹیکم گڑھ چلے گئے، جہاں کچھ دن بعد حضرت کے آنے پر ہڈیوں میں کافی درد ہونے اور ڈاکٹر کی باتیں حضرت کو بتانے پر آپ نے ٹیکم گڑھ میں قیام کے دوران سرسوں کا تیل منگوا کر ایک رات پڑھ کر دم کیا اور اسے روز پیروں کے تلووں کو چھوڑ کر سارے بدن پر مالش کرانے کی ہدایت دیتے ہوئے کہا، کہ ڈاکٹر کیا جانیں، تم اس تیل کو پابندی کے ساتھ استعمال کرو، تمہاری ہڈیاں پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گی اور کوئی درد باقی نہ رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ پابندی سے اس تیل کی مالش کی گئی اور حضرت کے کہنے کے مطابق پیار بھائی کے بدن کی ہڈیوں کا درد ختم ہو گیا اور ہڈیوں میں پہلے سے زیادہ مضبوطی بھی انھیں محسوس ہوئی اور آپ نے اپنے سب سے زیادہ چہیتے مرید کو ہونے والے حادثے سے بچانے کی بہت کوشش کی، لیکن حضرت کے اشارات کو نہ سمجھنے اور حضرت کا کہانہ کرنے کی وجہ سے اتنی تکلیف اٹھانی پڑی، پھر بھی اللہ کے کرم اور حضرت کی دعاؤں کا نتیجہ تھا، کہ اتنے زبردست ایکسیڈنٹ کے بعد بھی بہت بڑا حادثہ صرف چوٹوں تک ہی محدود ہو گیا۔ اس حادثے کے بعد پھر کبھی بھی پیار بھائی نے حضرت کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نہیں ٹالی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو ہمارے مرشد کامل حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے فیضان کرم سے مستفیض و مستنیر فرمائے اور ہمارے حضرت کی تربت قدس پر رحمت و نور کی بارش نازل فرمائے۔ آمین

بلبل ہند : ایک مستجاب الدعوات بزرگ

از : سید اقبال حسین ہاشمی عرف بلّو بھائی
اقبال منزل ۲۵۹ مرزا منڈی کالپی شریف

بچپن، جوانی، بڑھاپا، یہ انسانی زندگی کے تین مراحل ہیں۔ ہر بوڑھا کبھی نہ کبھی بچہ تھا، بچہ جب تک غیر شعوری منزل میں رہتا ہے، دنیا کی ہر شے کے بارے میں اپنے دل ودماغ میں سوالیہ نشان ابھارتا ہے، طبیعت میں کھیل کود سے رغبت رہتی ہے اور جب جوان ہوجاتا ہے تو آرائش کی طرف مائل ہونے لگتا ہے، تفاخر کو پسند کرنے لگتا ہے اور جب عمر پختہ ہوجاتی ہے، تو دولت وثروت اور اولاد کے حصول کی امنگیں ابھرنے لگتی ہیں، شادی کے بعد جوڑے کی تمنا ہوتی ہے کہ ان کے گھر آنگن میں کوئی ہنستا کھیلتا بچہ ہو، جو ان کے سکون واطمینان کا باعث بنے، کچھ ایسی ہی تمنا شادی کے بعد میرے اندر بھی ابھری اور خدا خدا کرکے یہ خواہش پوری ہوئی اور یکے بعد دیگرے چار بچیوں کی ولادت ہوئی، سب خوشی سے زندگی گزار رہی ہیں۔

ادھر میں اپنے گھر میں کوئی اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے افسردہ رہنے لگا کہ آخر میرے بعد میری دولت وثروت کا وارث کون بنے گا اور خاندان کی نشانی کو کون باقی رکھے گا، میری خالہ نے میری افسردگی میں ہاتھ بٹایا اور کہا، بیٹا غمزدہ اور نراس مت ہو، دیکھو میرے پیرومرشد عالم باعمل حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب قادری تشریف لائے ہیں، یہ اللہ والے ہیں، ان سے جاکے کہو، یہ ایسے ہی موقع پر کام آتے ہیں، جب سارے طبیب جواب دے دیتے ہیں۔

میں ویسے تو حضرت سے ملاقات کرتا ہی رہتا تھا، لیکن اس دن میں اپنی خالہ کے مشورہ پر صرف اس غرض سے حاضر آیا اور ہمت کرکے عرض کیا، کہ حضور! میرے لیے دعا فرمادیجیے، کہ کوئی اولاد نرینہ ہوجائے، جب بھی میری بیوی حاملہ ہوتی ہیں اور وہ حمل نر ہوتا ہے تو دو چار مہینے کے بعد ساقط ہوجاتا ہے، میں نے بارہا علاج کرایا، لیکن کوئی آرام نہیں مل رہا ہے۔ حضرت کے پاس میرے سوا بہت لوگ جمع تھے اور اکثر ایسا ہوتا، کہ حضرت جب بھی کالپی تشریف لاتے، تو مصیبت کے ماروں کی بھیڑ لگ جاتی اور حضرت سب کے اوپر کرم فرماتے۔ حضرت نے جب مجھے سنا، تو فرمایا، آپ کو کل کچھ نہ کچھ عطا کردیا جائے گا، دوسرے دن میں حاضر ہوا اور عرض کیا، حضرت نے ایک دو تعویذیں دیں اور فرمایا، کہ اس کو لے جاؤ، اپنی بیوی کو پہنا دو اور ساتھ ہی فرمایا، کہ جو لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام سید غوث محمد رکھنا، یہ نام حضرت نے تحریر فرماکر ولادت سے پہلے ہی دے دیا۔ خیر اللہ کے فضل وکرم سے اور مفتی نانپارہ کی دعا

سے اب کی جو بچہ پیدا ہوا، وہ لڑکا تھا اور اس کا وہی نام رکھا حضرت نے جو لکھ کر دیا تھا۔

سید محمد غوث کی ولادت باسعادت بقرعید کی صبح ۸/ بجے دن، ۱۰/ جون ۱۹۹۲ء کو ہوئی، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت سے عقیدت میں اضافہ ہوا۔

دوبارہ حضرت مفتی نانپارہ جب تشریف لائے، تو میں ان کی دعا سے پیدا ہوئے سید غوث محمد کو لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ایک بار پھر عرض کیا، کہ حضور ایک اولاد کے لیے اور دعا فرما دیجیے، حضرت نے کرم فرمایا، تعویذ دی اور ارشاد فرمایا، اگر لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام حمیدہ ہاشمی رکھنا اور لڑکا پیدا ہوا تو میں بعد میں اس کا نام بتاؤں گا۔ اب کی مرتبہ بچی پیدا ہوئی۔

تو یہ اللہ والے ہیں، جو قبل از وقت جان لیتے ہیں۔ جب لڑکا ہونے والا تھا، تو آپ نے پہلے لڑکے کے نام کا تعین فرمایا اور لڑکی ہونے والی تھی، تو لڑکی کے نام کا تعین فرمایا۔

حمیدہ ہاشمی کی پیدائش ۱۸/ مارچ ۱۹۹۷ء بوقت ۶:۳۵ بروز منگل ہوئی۔

واقعہ کی تصدیق کے لیے آپ ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

بلبل ہند : ایک درویش صفت عالم ربانی

از : حضرت مولانا محمد اشتیاق رضوی
استاذ جامعہ قادریہ ابراہیم پور سلطان پور

اس وسیع وعریض کائنات میں نہ جانے کتنے اللہ کے ایسے محبوب بندوں نے وجود پایا، جنھوں نے زندگی کے مختلف شعبوں پر پڑے ہوئے جہالت کی تاریکیوں کے دبیز پردوں کو تار تار کر کے زندگیوں کو نور ایمان وعمل سے منور ودرخشاں کیا اور گمراہیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے انسانوں کو ضلالت کی کیچڑ سے نکال کر رشد وہدایت کی دولت سے ہم کنار کیا۔ انھیں پاک باز اور عبقری شخصیتوں میں پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری محدث نانپاروی علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات ہے۔

حضور مفتی نانپارہ ایک درویش صفت عالم دین تھے، انھوں نے زندگی کے کسی شعبے میں اپنے اسلاف کے نقش قدم کو ترک نہیں فرمایا، بلکہ جملہ گوشہ ہائے حیات میں سنت نبوی اور اسوہ اسلاف کو ملحوظ خاطر رکھا۔ آپ اخلاق واوصاف میں بزرگوں کے پرتو اور مظہر تھے۔ **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** پر کامل طور سے عامل رہے۔ کبھی کسی دیوبندی، وہابی، نیچری، قادیانی، غیر مقلد کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا اور نہ ہی کبھی کسی صاحب ثروت وطاقت سے مرعوب ہوئے۔ احقاق حق وابطال باطل بہر حال آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔

آپ جہاں ایک جید عالم ربانی، مفتی، محدث تھے، وہیں ایک درویش، ولی اور شیخ کامل تھے، سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ رہبر طریقت تھے۔ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کے کئی بزرگوں سے خلافت حاصل تھی، جیسا کہ آپ خود ان بزرگوں کا تذکرہ اپنے مذاکرات میں فرمایا کرتے تھے۔ ان بزرگوں میں شبیہ غوث اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت علامہ عبد العزیز محدث بجنوری علیہما الرحمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضور بلبل ہند سچے عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، شیدائے غوث اعظم وواصف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہما تھے، ان بزرگوں کا تذکرہ اکثر وبیشتر کیا کرتے تھے، وہ چاہے تنہائی کا عالم ہو یا بندگان خدا کی محفل ومجلس ہو، جیسا کہ آپ کی والہانہ عقیدت آپ کے اس شعر سے بخوبی ظاہر وباہر ہے، جو بارگاہ غوثیت کبری میں منقبت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، یہ شعر لاریب بہت جامعیت کا حامل ہے، مجھ فقیر کو از حد محبوب ہے اور ہمارے مشفق مکرم، غایت درجہ کرم فرما استاذ محترم حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کو بہت ہی محبوب ہے، یہی وجہ ہے کہ فقیر کو جب کبھی روناہی حاضری کا موقع میسر آتا ہے یا کسی جلسہ میں شرف زیارت

سے مشرف ہوتا ہے، تو حضرت کا حکم ہوتا ہے کہ وہی بڑے پیر صاحب کے منقبت سناؤ۔ وہ شعر یہ ہے ۔

اہل سنت جانتے ہیں نسبت باب رضا　　　　ملتا ہے اس در سے جام قادریت واہ واہ

حضور بلبل ہند کے اندر علم دین کی ترویج واشاعت کا بڑا جذبہ تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک دارالعلوم کھولا، جس کا نام عزیز العلوم رکھا اور آپ کی پیہم کوشش وخواہش رہی، کہ اس میں اچھے اساتذہ رہیں، تاکہ طلبہ کی تعلیم وتربیت اچھی سے اچھی ہو سکے اور باصلاحیت طلبہ نکل کر دین ومذہب کو خوب خوب فروغ دیں، یہ اس عظیم جذبہ ہی کا نتیجہ تھا، کہ آپ جب کسی مدرسہ میں پروگرام پر مدعو ہوتے، تو اکثر نذرانہ نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنی جیب خاص سے طلبہ کی کتابوں کے لیے دے کر آتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ جب میں رونا ہی میں زیر تعلیم تھا، ہم طلبہ نے عرس رضوی منایا، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو مدعو کیا، حضرت نے کرم فرمایا، تشریف لائے، پروگرام میں علما وطلبہ کے درمیان بہت پر مغز علمی تقریر فرمائی۔ بعدہ جب حضرت کو رخصت ہونا ہوا، تو ہم دو چند طلبہ نذرانہ کی کچھ رقم لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے لینے سے انکار فرمایا، مزید براں اپنی جیب خاص سے کچھ رقم بھی دے کر ہم لوگوں سے فرمایا، کہ اس کی کتابیں منگوالینا اور مطالعہ کرنا اور محنت کر کے اچھے عالم بننے کی کوشش کرنا، پھر گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ہم طلبہ جامعہ کو ڈھیروں دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

آپ کے چہرے مہرے سے جلالت وبزرگی کے آثار نمایاں تھے، عادت وکردار میں بزرگوں کا رنگ جھلکتا تھا۔ جس دور میں ہم عزیز العلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، اس وقت کئی ایک بات دیکھنے میں آئی، جو ہم جیسے لوگوں کے لیے بہت تعجب خیز تھی۔ انھیں میں سے ایک یہ ہے:

حضرت والا ایک دن صبح صادق کے وقت اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے، مدرسہ کی ایک عمارت جس کو لوگ نئے مکان کے نام سے یاد کرتے رہے، اس میں آپ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد ہی میں بھی پیچھے سے اسی عمارت میں داخل ہوا، کہ ایک طالب علم نے آ کر بتایا، کہ اندر حضرت تشریف لے گئے ہیں، میں نے تھوڑا توقف کیا، تھوڑی دیر بعد حضرت باہر آئے اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے، مولانا میرے گھر پوتا تولد ہوا ہے، میں نے اس کا فلاں نام رکھا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمانے لگے۔ میں سوچ میں کھڑا رہا، مولی کیا یہاں آنے سے پہلے اس کا علم حضرت کو ہو چکا تھا، جس کی خبر اب مجھے دیکھنے کے بعد دے رہے ہیں یا اس کے سوا کوئی اور بات ہے۔ حضرت دعا کے بعد وضو کرنے میں مشغول ہوگئے، جب تک اندر سے ایک بچہ خبر لے کر آیا، حضرت کو سلام پیش کیا اور کہا دادا! گھر میں محمود بھیا کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ حضرت نے غالباً اس وقت الحمدللہ کہا۔ بس اب میری حیرت کی انتہا نہ رہی، کہ مجھے جب خبر دی گئی، اس وقت ولادت تو ہوئی، لیکن حضرت کو کسی کی اطلاع سے نہیں معلوم ہوا تھا، بلکہ اللہ کی عطا سے معلوم ہوا تھا۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**

آہ! وہ بزرگ شخصیت ہمارے درمیان سے کیا رخصت ہوئی کہ "**موت العالم موت العالم**" کا سماں پیش کرگئی۔ "**کل شئ ھالک الا وجھہ**" پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ علمائے اہل سنت میں ایک عجیب سا خلا ہو گیا۔

آپ علالت میں چل ہی رہے تھے، لیکن فقیر کو اس کا صحیح علم نہیں تھا، یہ تو بعد وصال معلوم ہوا اور وہ بھی نصیبہ کہیے کہ وصال کی خبر مل گئی۔ میں اس وقت سلطان پور کے مضافات ابراہیم پور جامعہ مصطفیٰ قادریہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، بعد نماز ظہر جماعت رابعہ کو پڑھانے جا رہا تھا کہ ایک مدرس خبر لائے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اتنا سننا تھا، کہ معلوم ہو رہا تھا، کہ دل بیٹھا جا رہا ہے (کیوں کہ حضرت سے مجھے بہت ہی عقیدت تھی اور حضرت مجھ فقیر پر غایت درجہ کرم فرمایا کرتے تھے) کچھ دیر تو سکتہ طاری رہا، بعدہ میں نے پوچھا، تو پوچھ نہیں پا رہا تھا، اس طرح آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، بڑی دیر میں بات پوری ہوئی، بتانے والے نے بتایا، کہ ریڈیو پر خبر آئی ہے، پھر میں اندر ہی اندر سوچنے لگا، کاش یہ خبر غلط ہوتی، کیوں کہ ریڈیو اخبار کی بہت سی خبریں غلط شائع ہو ہی جاتی ہیں، لیکن اس خبر کو غلط ثابت کرنے کے لیے دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا، کہ اتنے بڑے عالم دین کے بارے میں جھوٹی خبر شائع کرنا معمولی بات نہیں ہے، بہر کیف میں نے اسی حالت میں نانپارہ کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ بڑی دقتوں کے ساتھ رات ہی فیض آباد پہنچ گیا، کافی رات ہو گئی تھی، ایک حافظ صاحب حافظ محمد عربی صاحب جو ہمارے خالہ زاد بھائی ہیں، وہیں قیام کیا، پھر علی الصباح بعد نماز فجر بہرائچ کے لیے بس پکڑنے کے لیے بس اسٹیشن آئے، حسن اتفاق کہ وہیں میرے ایک مخلص دوست اور نانپارہ کے سابق مدرس حضرت مولانا شاکر علی صاحب فیض آبادی مل گئے، جو خود بھی بہرائچ حضرت مفتی صاحب کے جنازہ میں شرکت کی غرض سے جا رہے تھے۔ دونوں لوگ ایک دوسرے سے ملے اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے، نانپارہ قریب جمعہ کے وقت پہنچے۔

بعد نماز جمعہ ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ جنازہ نکالا گیا، لاکھوں کا مجمع رہا ہوگا، اس سے پہلے نانپارہ کے لوگ حضرت کی شخصیت سے غافل و ناواقف تھے، لیکن آج انھیں معلوم ہو گیا کہ مفتی رجب علی صاحب کی شخصیت کتنی عظیم تھی۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اپنی دکانیں بند کر دیں اور اغیار کی عورتیں مرد اپنے اپنے گھروں کی چھتوں سے یہ منظر ملاحظہ کرنے لگے۔ فقیر نے اندازہ لگایا، کہ اس دن اگر نانپارہ کے اندر لوگوں نے جگہ جگہ پانی پلانے کا انتظام نہ کیا ہوتا، تو بہت سے لوگ اہم مشکلات میں پھنس جاتے۔ بہر حال جنازہ نعت وصلوٰۃ وسلام کی پر کیف فضا میں جنازہ گاہ پہنچا، اس وقت کا منظر کیسے بیان کروں، تطویل کا ڈر ہے۔ لاکھوں کے مجمع اور علما، قرا، حفاظ کے جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت مولانا محمود صاحب قبلہ نے ولی و جانشین ہونے کے ناطے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر نعش مبارک کو جنازہ گاہ سے واپس لا کر گھر اور مدرسہ کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را" **سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ**

تعزیت نامے

بلبل ہند کا سانحہ ارتحال ایک ایسا نقصان جس کی تلافی دشوار

از : شارح بخاری فقیہ اعظم ہند
حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
سابق صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

صاحب زادہ والا تبار! سلمہ ربہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

دعوات صالحہ

اللہ عز و جل کی توفیق اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید سے میں امسال حج و زیارت کے لیے ہو گیا تھا، ۱۹/ اپریل کو واپس ہوا، یہ حادثہ فاجعہ گوش گزار ہوا، کہ آپ کے والد ماجد حضرت عالی مرتبت کا وصال ہو گیا ہے، اس خبر سے جو صدمہ مجھے پہنچا ہے، اسے میں ہی جانتا ہوں، اسے الفاظ کا جامعہ پہنانا مشکل ہے، میرے اور ان کے درمیان ہمیشہ سے خوشگوار برادرانہ تعلقات تھے، میرے اوپر بہت کرم فرماتے تھے، ان کے سانحہ ارتحال سے پورے اہل سنت و جماعت کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی بہت دشوار ہے۔ ذاتی طور پر میں اپنے ایک بہت مہربان دوست سے محروم ہو گیا۔ آپ کے تو وہ والد ماجد تھے، آپ کو جو صدمہ پہنچا ہوگا، اس کا اندازہ دوسرا نہیں کر سکتا، لیکن ہمیں ہر مصیبت پر صبر کا حکم ہے، آپ بھی آپ کی والدہ ماجدہ بھی صبر کریں، صبر ہی پر اجر کا وعدہ ہے اور صبر ہی قریب فرح ہے۔ میری دعا ہے مولیٰ عز و جل حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوار قدس میں جگہ عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو اجر جمیل اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ میری عدم موجودگی میں یہاں اطلاع آئی، فوراً اسباق بند کر کے ایصال ثواب کرا دیا گیا تھا، بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ آپ عرس چہلم پندرہ سولہ مئی کو کر رہے ہیں، افسوس اس کا ہے کہ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ میں نے خود نوشہرہ ضلع گونڈہ میں پھر بستی وغیرہ میں مسلسل جلسوں کی تاریخیں لے لی ہیں، پھر بھی کوشش کروں گا، کہ کسی دن ان کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آجاؤں۔ طویل غیر حاضری کی وجہ سے یہاں کام زیادہ رکا ہوا ہے۔ اپنی والدہ ماجدہ سے سلام کہہ دیں اور دیگر تمام احباب سے سلام کہہ دیں۔

خط مکمل کرنے کے بعد آپ کا دعوت نامہ ملا، ممبئی کے احباب کے اصرار پر میں محرم شریف کے موقع پر بمبئی جا رہا ہوں، میں نے ان لوگوں سے ۱۵/ محرم کے لیے واپسی ٹکٹ کو کہہ دیا تھا، کوشش کروں گا کہ اس کے پہلے کا ٹکٹ مل جائے، اگر مل گیا، تو ۱۴/ محرم کی شام تک نانپارہ پہنچ جاؤں گا۔

۲۴/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ ۲۲/ ۴/ ۱۹۹۸ء   استکتب محمد شریف الحق امجدی

علم وفضل، عمر وتجربہ اور دائرہ عمل میں مجھ سے بہت آگے تھے

از : شیخ الاساتذہ حضور بحرالعلوم
حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

مکرمی جناب مہتمم صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت مولانا مفتی الشاہ محمد رجب علی صاحب علیہ الرحمہ علم وفضل، عمر وتجربہ اور دائرہ عمل میں مجھ سے بہت آگے تھے، مگر جلسوں میں اکثر ساتھ رہنے کی وجہ سے وہ مجھ پر غایت کرم فرما ومہربان تھے۔ علالت کی خبر برابر ملتی رہی اور مستقل ارادہ بھی رہا، کہ کسی موقع سے ملاقات کرنی ہے، مگر خود میں سفر کے لائق بالکل نہیں ہوں، مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ کے وصال اور فاتحہ کی خبر مجھے نہیں ملی، ناسک سے فاتحہ چہلم کا ایک پوسٹر موصول ہوا، اس سے خبر ملی، پڑھ کر بے حد غم ہے۔ جس عہد کے یہ لوگ تھے، مقتدر باعلم وعمل علما کی پوری صف تھی، اب وہ بالکل ویران ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سنی مسلمانوں پر رحم فرمائے، کل میں نے بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی فاتحہ دی۔ ۲۵ ختم قرآن شریف اور کچھ شیرنی کا ایصال ثواب ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولانا مرحوم کے اہل خانہ اولا دواحفاد اور احباب اور ہمدردان سے میری طرف سے تعزیت کر دینا۔ والسلام

عبدالمنان اعظمی
شمس العلوم گھوسی مئو
۳ ؍صفر ۱۴۱۹ھ

مولانا کے انتقال سے علماے اہل سنت میں خلا پیدا ہو گیا ہے

از : پیر طریقت رہبر شریعت چشم و چراغ خانوادہ چشتیہ مصباحیہ
حضرت اقدس علامہ سید اکبر میاں صاحب قبلہ مودود چشتی
سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ مصباحیہ پھپھوند شریف

عزیزی **سلمکم اللہ تعالیٰ واعطاکم اللہ صبرا واجرا**

ایڈیٹر اور اخبار کے ذریعہ سے مولانا رجب علی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر مدارج اعلیٰ پر فائز فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر۔

مولانا کے انتقال سے علماے اہل سنت میں خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور تمھیں ان کا صحیح جانشین بنائے۔ والسلام

سید محمد اکبر
۸؍ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

اکابر کی یادگار مسلک اعلیٰ حضرت کے ترجمان

از : مبلغ اسلام حضرت مفتی عبدالحلیم اشرفی صاحب
مہتمم دارالعلوم فیض الرضا ددری سیتامڑھی بہار

محبّ محترم ومکرم جناب مولانا محمود رضا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آہ درچشم زدن صحبت یار آخر شد　　　　روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد

شب ۶ / اپریل کو راجستھان گجرات سے ناگ پور آیا، جیسے ہی بیٹھا تھا، کہ عزیزی مولوی مشرف رضا سلمہ نے یہ جانکاہ خبر سنائی، کہ بقیۃ السلف بلبل ہند حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ کا وصال ہوگیا ہے۔ بے اختیار زبان پر استرجاع جاری ہوا۔ خدائے ذوالجلال کی زمین نیک لوگوں سے بڑی تیزی سے خالی ہونے کا احساس ایک بار پھر بیدار ہوا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ یقیناً حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ اس دور میں اپنے اکابر کی یادگار تقوی وطہارت کے پیکر اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بہترین ترجمان تھے۔ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد رضا مسجد بنگالی پنجہ ناگ پور میں مجمع کثیر میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال پرملال کی خبر سنائی، ایک تعزیتی جلسہ کی شکل میں موصوف کی پاکیزہ زندگی کے مختلف گوشوں پر فقیر نے روشنی ڈالی، آخر میں فاتحہ پڑھ کر مرحوم کی روح مبارک کو ایصال ثواب کیا گیا۔

یقیناً آپ ایک مشفق باپ کی شفقت سے محروم ہوگئے، اس کا کتنا احساس ہوگا، یہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔ قلب کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ مولائے کریم بطفیل رؤف ورحیم علیہ التحیۃ والتسلیم حضرت والا کو اپنی مخصوص رحمتوں سے مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ تمام پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، نیز اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

گھر کے تمام افراد، اساتذہ کرام سے سلام مسنون کہہ دیں، حضرت کے وصال کے بعد اب آپ حضرات کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، خصوصا مدرسہ عزیز العلوم کی بالکلیہ نگرانی حضرت کے حلقہ ارادت کی صحیح رہنمائی۔ مولا تعالیٰ آپ کو آپ کے والد گرامی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، تاکہ آپ ان کی صحیح جانشینی کرسکیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

شریک غم محمد عبدالحلیم
رضا کالونی شانتی نگر ناگپور

غم ناک اطلاع

از : محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہا
حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب
صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

باسمہ سبحانہ

محبّ ومخلص مکرم زادکم فضلا وشرفا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل فون پر یہ غم ناک اطلاع ملی، کہ آپ کے پدر بزرگوار طوطی ہند حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب قبلہ قادری علیہ الرحمہ وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ آپ کو اور حضرت علیہ الرحمہ کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے اور حضرت علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، ان کی قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بنائے۔ للہ ما اخذ واعطی و کل شئ عندہ الی اجل مسمی

مدرسہ میں کثیر تعداد میں ختم قرآن حکیم کا کل ایصال ثواب ہوا اور حضرت صدر المدرسین دام ظلہ العالی نے ان کے فضائل وکمالات پر روشنی ڈالی، تمام اہل خانہ کو سلام کہیں، بچوں کو دعائیں۔ فقط والسلام

محمد نظام الدین قادری
خادم اشرفیہ مبارک پور
۴؍اپریل ۱۹۹۸ء

عظیم محسن

از : محبوب العلما حضرت علامہ محبوب میناشاہ
سجادہ نشیں آستانہ عالیہ مینائیہ گونڈہ

عالی جناب حضرت محترم علامہ محمود میاں صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ واللہ وبرکاتہ

میں ممبئ میں مقیم تھا، اس وقت میں نے سانحہ کی خبر سنی، بے حد صدمہ ہوا۔ ایک محسن ہستی ذات کریم اور آپ کے والد بزرگوار ہم سب سے پردے میں تشریف لے گئے، لیکن ایسی بزرگ ہستی کا سایہ کرم تھا اور ان شاء اللہ اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں انھیں بہترین مرتبہ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور متعلقین کو اور آپ کو اور ہم سب گنہ گاروں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ہم سنی اس سے پریشان نہیں، کیوں کہ بزرگ ہستیاں تھیں اور رہیں گی، بس صرف جدائی کا صدمہ ہوتا ہے، جب چاہا دیدار ہو جاتا تھا، اب وہ مشکل ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں، جس کو جتنے دن یہاں رکھے اور اس کے بعد اپنے پاس رکھے، مجھے اپنے سرکار مخدوم پاک علیہ الرحمہ کا شعر یاد آ گیا۔

فنا کیسی بقا کیسی ہم ان کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے

بس آپ کو اور ہم سب کو اس پر توجہ دینا ہے کہ وہ عظیم محسن ہم سے کیا چاہتا تھا اور اس کا کیا کام تھا، ان کی لگن کس چیز میں تھی، بس ان کے ہی نام لے کر اللہ کے بھرسہ پر ان کے مشن کو پورا کرنے کا عزم کریں اور اس پر تا زندگی قائم رہیں، یہ ہمارے بزرگوں کا فرمان ہے، ہستی تو پردے میں لیکن اس کا بتایا ہوا راستہ سامنے ہے۔ ہمیں اس پر چلنا ہے اور ان کے مشن کو عام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے صدقے میں ہر مشکل کو آسان فرمانے والا ہے۔ مجھے آپ کی ذات سے پوری پوری امید ہے کہ آپ اپنے والد صاحب علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے خوب آگے بڑھاتے ہوئے کامیابی کی منزل تک پہنچیں گے۔ اس سلسلہ میں آپ جب بھی حکم فرمائیں گے، یہ ناچیز بندہ حاضر ملے گا۔ آپ کے اس غم میں میرا پورا مدرسہ شامل ہے۔ ہم سب خادم علاحدہ نہیں ہیں۔ ان شاء اللہ میں چہلم میں ضرور آوں گا۔ اس وقت اکسیڈنٹ کی چوٹ سے متاثر ہوں دعا فرمائیں۔　فقط آپ کا دعا گو

محمد محبوب مینا

مسلک اعلیٰ حضرت کے گلشن میں ایک بڑا خلا

از : حضرت مولانا شمس الہدیٰ مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

عزیزم و مجّم مولانا محمود رضا صاحب زید علمکم

سلام مسنون

مزاج!

اچانک ہمیں فخر اہل سنت زاہد برحق حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سے شدید جھٹکا لگا اور مسلک اعلیٰ حضرت کے گلشن میں ایک بڑا خلا محسوس ہونے لگا۔ یہاں جامعہ میں جملہ طلبہ و اساتذہ کا اجتماع ہوا، حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل پر روشنی ڈالی گئی، ایصال ثواب ہوا، ہم آپ کے اس غم میں نہ صرف شریک بلکہ خود غمزدہ ہیں، کیوں کہ موت العالم موت العالم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و شکر کی توفیق سے نوازے اور حضرت والد کے نقوش قدم پر چلنے کی ہمت بخشے۔ آمین

والسلام
ایک غمزدہ
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم اشرفیہ ۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

بزم سنیت کی ایک عظیم شمع فروزاں منطفی ہوگئی

از : مولانا مفتی تجمل ہدیٰ قادری گیاوی
سابق شیخ الحدیث جامعہ عزیز العلوم نانپارہ

الاعز الاکرم صاحب الفضل والنعم حضرت مولانا شاہ محمود رضا صاحب زیدت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روز دوشنبہ ۱۱رمئی ۱۹۹۸ء کو مولوی فضل رسول سلمہ بن حضرت مولانا خادم رسول صاحب میرے غریب خانہ شہر گیا پر بغرض علاج اپنی ہمشیرہ کے آئے، ان سے یہ معلوم ہوا، کہ حضرت مفتی نانپارہ علامہ محمد رجب علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا ۳رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ کو وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ بزم سنیت کی ایک عظیم شمع فروزاں منطفی ہوگئی، جن کے ایک ایک کلمہ میں حق کا بول بالا تھا اور علم کا جاہ وجلال۔ وہ اشداء علی الکفار ورحماء بینھم کی تفسیر تھے۔

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

کی شرح فائق۔ وہ استقامت علی السنیت کا کوہ ہمالہ تھے، زمانہ سازی، ابن الوقتی، صلح کلیت سے ان کی ساری زندگی بے داغ اور شفاف رہی، ایک طرف بہترین خطیب وواعظ تھے، تو دوسری جانب صاحب العلم والفضل بھی تھے۔ ان کی تقریر میں قال سے زیادہ حال ہوتا تھا، ختم بخاری شریف کی پانچ مجلسوں میں ان کے ساتھ رہا (۱) جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر ۱۹۹۳ء میں، جب کہ مولانا صوفی معین الحق ،مولانا جمال احمد بستوی، مولانا ایوب رضوی اورنگ آبادی، مولانا منظور الحق گونڈوی کی دستار بندی تھی۔ اس مجلس میں حضرت علامہ سید مدنی میاں کچھوچھوی صاحب قبلہ بھی تشریف فرما تھے، ختم بخاری شریف کی اس تقریب سعید میں چمن احادیث طیبہ کا یہ بلبل خوشنوا چہک رہا تھا اور اپنے ذخائر علمیہ کے انمول موتی بکھیر رہا تھا، تو پوری مجلس محوے سماع تھی اور داد دے رہی تھی۔ (۲) مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کے ۴رسال تک جلسہ دستار بندی کے مواقع پر ختم بخاری شریف انھوں نے ہی کرایا، میں نے اپنی پوری عمر میں جب کہ

ع　　عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

اس شان سے ختم بخاری شریف کرانے والا نہیں دیکھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بایں ہمہ اوصاف وہ شاعر بھی ایسے تھے، کہ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے دور میں انمول نمونہ تھے، ان کی شاعری میں ادب اردو کی چاشنی بھی تھی اور ادب نبی کی تراوٹ بھی۔ زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس تھی۔ شرعی ذمہ داریوں کی پاسداری اس قدر تھی کہ زبان فتوی ان کے خلاف نہ کچھ بول سکی، نہ قلم افتا کچھ لکھ سکا۔ وہ گلشن مدیح نبوی کے عندلیب خوشنوا تھے اور نعت خوانی میں اپنا جواب خود تھے۔

''وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں'' کے پڑھنے میں ان کا حسن ادا نرالا تھا، علما ومشائخ کی قدر وتوقیر میں وہ پیش رو تھے اور مہمان نوازی میں لاجواب۔ ان کی میزبانی دیکھ کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی یاد تازی ہوتی تھی۔ وہ کریم النفس وشریف الطبع انسان تھے، طبیعت میں انکساری تھی، اخلاق نہایت درجہ بلند تھے۔ سنت کی تبلیغ اور اشاعت دین میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ مدرسہ عزیز العلوم ان کی یادگاروں میں سے ایک بہترین یادگار ہے۔ آپ حضرت کے نسبی فرزند ہیں، تو عزیز العلوم کے فیض یافتہ، ان کی روحانی اولا د صدقہ جاریہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو صحیح جانشین بنائے۔ ان کی دینی یادگاروں کو قائم ودائم اوران کے فیوض وبرکات کو جاری وساری رکھے۔ آمین یارب العالمین بحرمۃ نبیک علیہ الصلوۃ والتسلیم

عزیزم! سلمک ربک اس دنیاے فانی میں بہت سے لوگ آئے اور کشت آخرت کر کے چلے گئے، ماوشما کا تو کیا ذکر۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر اتنی کہ فقط آنی ہے

جب ساقی نے آب دوام پلانے کا ارادہ فرمایا ہے تو مرضی مولیٰ از ہمہ اولی ہی کہہ کر اپنے دل کو تسکین دینا ہے۔

قافلہ ہا رفتند و ما ہم می رویم
از برائے چند روزہ ایں بس است

حضرت علامہ محمد رجب علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی جدائی سے سبھوں کو بالخصوص آپ کو اور اہل خانہ کو بہت افسوس ہے، آپ صبر کریں اور والدہ ماجدہ مکرمہ کو سلام مسنون عرض کریں اور تلقین صبر فرمائیں۔ فقط والسلام

شریک غم تجمل ہدی القادری غفرلہ
مرسلہ از جامعہ حمیدیہ شکر تالاب علی پور وارانسی یوپی

مفتی اعظم نانپارہ وصال کر گئے سن کر افسوس ہوا

از : مولانا مفتی محمد زین الدین صاحب اشرفی
سابق شیخ الحدیث جامعہ عزیز العلوم نانپارہ

عزیز گرامی عالی وقار حضرت مولانا محمود رضا و حافظ محمد عزیز رضا!

سلام و دعائیں

آج ۲/اپریل کو ایک آدمی نے کہا، کہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ وصال کر گئے، سن کر بہت افسوس ہوا اور بچوں کو لے کر قرآن خوانی بھی کر دی۔

مگر خبر کچھ غلط بھی ہوتی ہے، لہذا اگر ایسا ہے تو حضرت کو مولیٰ جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آپ سب کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

خط کا جواب آپ ضرور دینا۔

دعا کا طالب
محمد زین الدین عفی عنہ عفرلہ نعیمی اشرفی
جامع اشرف کچھوچھہ شریف
۱۵/اپریل ۱۹۹۸ء

طوطی ہند جمال غوثیت مآب کا مظہر تھے

از : حضرت اقدس صوفی شاہ عبدالغفار شکوہی
صدر کل ہند سنی جمیعۃ المدار دارالنور مکن پور شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم محمد محمود رضا قادری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج یکم اپریل ۱۹۹۸ء بوقت گیارہ بج کر ۵۵ رمنٹ پر کانپور میں علامہ مولانا محمد رجب علی صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ناںپارہ دنیاے سنیت کو تڑپتا بلکتا چھوڑ کر دنیاے فانی سے رخصت ہوکر اپنے معبود حقیقی سے جاملے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔آپ سراج السالکین مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے جلیل القدر خلیفہ اور دنیاے اسلام وسنیت کے درخشاں آفتاب اور علم ظاہر وباطن میں بحر بے کراں اور فصاحت وبلاغت ،خطابت میں عکس جمال غوثیت مآب کے مظہر تھے ۔اس وجہ سے آپ کو طوطی ہند کا لقب بارگاہ خیر الانام تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا۔آپ سلسلہ قادریہ کے پیر طریقت ،صوفی باصفا اور عاشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتے ہوئے ہمیشہ سنیت کو متحد کرنے ومشن اولیا عظام پھلے پھولے اس بات کے لیے کوشاں رہے ۔آپ ہر خانقاہ اور ہر خانوادہ کا بے حد احترام فرماتے تھے ۔اسی لیے مقبول خاص وعام ہوئے ۔ خداے غفور ورحیم سے علامہ مفتی صاحب کے لیے دعا کرتے ہیں ،کہ اللہ اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ مغفرت فرمائے اور آپ کی قبر اطہر پر نور کی بارش فرمائے ،مولانا محمد محمود رضا ،ان کی والدہ ماجدہ محترمہ اور تمامی اہل سنت وابستگان ،مریدان ،معتقدان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے ۔آمین بحرمۃ سید الانبیا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اس عظیم صدمہ جانکاہ میں ہم آپ کے برابر کے شریک ہیں ۔

خادم المدار فقیر صوفی شاہ عبدالغفار عاشق شکوہی بدیعی اشرفی
صوبائی صدر کل ہند سنی جمیعۃ المدار طلاق محل شہر کانپور یوپی

میخانہ عشق وعرفان کی بہاریں روٹھ گئیں

از : مناظر اہل سنت
حضرت مولانا قاری صغیر احمد جوکھن پوری
ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف

بخدمت اقدس حضرت العلام مولانا محمود رضا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت طرفین نیک مطلوب!

امید ہے کہ آپ علی الخیر ہوں گے، الجامعۃ القادریہ کے طلبہ واساتذہ بعافیت ہیں، طوطیٔ ہند کے عرس چہلم کا پوسٹر نظر نواز ہوا، طوطی ہند اس دار فانی سے دار باقی کی جانب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہر طرف غم واندوہ کے بادل چھا گئے، وعظ وخطابت کی بزموں میں خاموشیاں چھا گئیں، علم وادب کی انجمنیں سوگوار ہو گئیں، میخانہ عشق وعرفان کی بہاریں روٹھ گئیں، وہ کیا گئے ان سے وابستہ ہزاروں آرزوؤں کا جنازہ نکل گیا، دیکھنے میں وہ ایک فرد تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ فرد کی شکل میں ایک فعال انجمن تھے، پر بہار چمن تھے، علم وفن کے مکمل دبستان تھے۔

پروردگار عالم آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر رفیق بخشے۔ آمین

صغیر احمد جوکھن پوری
ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن بریلی شریف

پاسبان ملت ان کا ہمیشہ ذکر خیر فرماتے تھے

از : حضرت مولانا انواراحمد نظامی صاحب
ناظم اعلیٰ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

۹۲/۸۶ھ

مولانا محترم!

سلام ورحمت

خیریت طرفین مطلوب!

والد گرامی حضرت مولانا مفتی الحاج محمد رجب علی صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر بذریعہ اخبار سیاست ملی، خبر پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ خدا مرحوم کو اپنے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے وطفیل غریق رحمت کرے اور آپ جمیع متعلقین کو صبر جمیل۔ آمین ثم آمین

مرحوم سے ہم لوگوں کا بڑا گہرا تعلق تھا، حضرت پاسبان ملت علیہ الرحمہ ان کا ہمیشہ ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔ آج دارالعلوم غریب نواز میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، جس میں اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔ بحمدہ تعالیٰ ۲۱ر ختم قرآن کا ثواب نذر کیا گیا۔ اب آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوگئی ہے، خدا آپ کو صبر واستقلال عطا فرمائے۔

باقی سب خیریت ہے، گھر میں سب کو سلام کہہ دیں۔ نیز جامعہ میں تمام طلبہ واساتذہ کو سلام کہہ دیں۔ امید کہ مزاج اچھا ہوگا۔ آپ لوگوں کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

انواراحمد
۱۴ر اپریل ۱۹۹۸ء

آپ کا وصال دنیاے سنیت کے لیے ایک عظیم سانحہ

از : مولانا شہاب الدین رضوی بہرائچی
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

۸۶/۹۲ء

محترم ومکرم مولانا محمد محمود رضا قادری زیدہ مجدہ

سلام مسنون ودعائے مشحون

بعد سلام مسنون ! یہ جان کر نہایت درجہ صدمہ پہنچا ہے کہ مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قادری رضوی کا انتقال ہوگیا۔ آپ کا وصال پوری دنیاے سنیت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ آپ اہل سنت وجماعت کے اکابر علما میں تھے اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے خلیفہ خاص صحبت یافتہ تھے۔ ضلع بہرائچ شریف میں آپ نے مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت کے لیے انتھک کوشش اور جد وجہد فرمائی، جس کی وجہ سے پورا ضلع بہرائچ آپ کا مرہون منت ہے۔

مفتی اعظم نانپارہ قدس سرہ کے انتقال پر جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، جن دنوں انتقال کی خبر آئی، اس وقت حضرت سری لنکا کے دورے پر تھے، اس وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ ان شاء المولیٰ عرس چہلم میں شرکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل کی توفیق دے اور صحیح جانشین بنائے۔ آمین

محمد شہاب الدین رضوی غفرلہ

حضور کا وصال ملت بیضا میں عظیم خلا

از : حضرت مولانا مفتی عبدالسلام قادری
شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا انوار العلوم تلسی پور

۹۲/۸۶ء

مصدر لطف وعنایت، مرکز رشد وہدایت، شہزادہ خلیفہ مفتی اعظم محبّ محترم دام بالفضل والعلم والکرم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج وہاج!

خدا کرے آپ کا مزاج بعافیت ہو، عشرہ قبل میں پونہ بسلسلہ پروگرام گیا تھا، بمبئ واپسی ہوئی، اخبار میں حضور مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کی خبر پڑھا، جس سے روحی تکلیف ہوئی۔ حضرت کو وصال پر ملال نا قابل تلافی معاملہ ہے اور ملت بیضا میں عظیم خلا ہے۔ حضرت بلا شبہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف تھے۔ حضرت کے مشن کی کامل ذمہ داری آپ کے ناتواں کندھوں پر پڑ گئی ہے۔ حضرت کی تاریخ چہلم سے آگاہ فرمائیں، خدا سے دعا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کے فیض کو فیض عام فرمائے اور آپ کو حضرت کے مشن کو چلانے کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے اور مدرسہ کو آفت وبلا ومصیبت سے محفوظ رکھے۔ جامعہ میں قرآن خوانی کا پروگرام رکھا گیا اور جملہ اساتذہ ومدرسین سوگوار ہیں، خدائے قدیر پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازے۔ بچوں کو دعا کہیں، میں حاضر نہ ہوسکا، اس کی معذرت قبول فرمائیں۔

والسلام
عبدالسلام قادری
جامعہ انوار العلوم تلسی پور
بلرام پور یوپی

آپ کے وصال سے پوری دنیاے سنیت سوگوار ہے

از : حضرت مفتی ریاض حیدر حنفی صاحب
استاذ و مفتی الجامعۃ الحشمتیہ معین العلوم
دھانے پور گونڈہ

۸۶/۹۲ ء

صاحب الفضیلۃ مخدوم محترم حضرت علامہ محمود رضا صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون معروض کہ آقائے نعمت دریاے رحمت حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پرملال سے دنیاے سنیت میں ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے۔ سچ فرمایا گیا ہے کہ موت العالم موت العالَم عالم کا وصال عالَم کے لیے موت ہے۔ ان کی عظمتوں کا اندازہ ان کے جنازہ میں آنے والے مسلمانوں سے لگا۔ خداے قادر وقیوم کے یہاں ان کا مقام کیا ہے، واقعتاً آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت اور یادگار مفتی اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تھے۔ آہ! ایسی ذات ستودہ صفات ہم میں نہ رہی۔

حضور والا! وہ صرف آپ کے والد گرامی ہی نہ تھے، بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے مثل باپ کریم وشفیق تھے۔ آپ کے وصال سے پوری دنیاے سنیت سوگوار ہے۔

علم وفضل، تقوی وطہارت، حق گوئی وحق بیانی میں بے مثال عالم ربانی کا نام حضور مفتی اعظم نانپارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خدمات دینیہ کے پیش نظر اگر ان کے مرقد مبارک کو دنیاے سنیت سونے سے بنوادے تو حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ خداے تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات سے ہم غربائے اہل سنت کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم　فقط والسلام

ریاض حیدر حنفی
خادم الافتاوالتدریس الجامعۃ الحشمتیہ معین العلوم
بازار باغ دھانے پور گونڈہ
۲۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۸/ ۲۰؍اپریل ۱۹۹۸ء

ایک عظیم عالم دین کا سایہ ہم سنیوں کے سروں سے اٹھ گیا

از : مولانا محمد حسن قادری حشمتی
مہتمم مدرسہ اسلامیہ اہل سنت حشمت العلوم
رام پور کٹرہ بارہ بنکی یوپی

محترمی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم العالیہ
امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

کل مجھے معلوم ہوا کہ حضور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، بڑا افسوس ہوا، کہ ایک عظیم عالم دین کا سایہ ہم سنیوں کے سروں سے اٹھ گیا۔ نہ ہی کوئی اخبار نظر سے گزرا اور نہ کسی خط کے ذریعہ اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مدرسہ بند کر کے قرآن خوانی کروادی گئی، ایسے خاص موقع پر آپ کو مخصوص مقامات پر خط ضرور لکھوادینا چاہیے، تاکہ لوگوں کو معلومات ہوجائے۔ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے چاہنے و ماننے والے بہت دور تک ہیں اور ان کے جانے کے بعد اس جگہ کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اس دور میں جو بھی اکابر دنیا سے رخصت ہوئے، اپنا ثانی نہیں چھوڑا اور حضرت کی ذات بہت ایسی صفات کی حامل تھی، جن کا پورا کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

میری دعا ہے کہ حضور مفتی رجب علی صاحب علیہ الرحمہ کی مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

فقیر محمد حسن قادری حشمتی غفرلہ
مہتمم مدرسہ اسلامیہ اہل سنت حشمت العلوم
رام پور کٹرہ بارہ بنکی یوپی

خداوند قدوس حضرت کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے

از : حضرت حکیم محمد عاقل چشتی صاحب
خانقاہ چشتیہ دھام پور ضلع بجنور

۸۶/۹۲ء

عزیزم سلمہ!

دعا!

بعد نماز عید الاضحیٰ ایک قریب کے رہنے والے نانپارہ کے قریب کام کرتے ہیں، انھوں نے بتایا کہ حضرت مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ خداوند قدوس حضرت علیہ الرحمہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

۷۵؍سال کی عمر میں صدمات ہی صدمات سے گزرنا ہو رہا ہے، آنکھ بنوائی ہے، جب بھی اس علاقہ کا آدمی حضرت مفتی صاحب کو ملا، برابر راقم الحروف کو معلوم کر لیتے تھے۔ توانائی ہوتی، تو ضرور پہنچتا اور یہی نہیں بلکہ ۴/۲؍یوم رہ کر دل خوش کرتا۔ حضرت کے حالات زندگی کتابی شکل میں ضرور شائع کرائیں۔

والسلام
دعا گو
محمد عاقل چشتی
خانقاہ چشتیہ دھام پور

آہ سنیت کا روشن ستارہ اب ہمارے بیچ نہ رہا

از : سید السادات حضرت مولانا
سید ابو محمد معین الدین فقیر اللہ قادری
سجادہ نشین خانقاہ عظیمیہ بڑودہ گجرات

لائق صد احترام حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہوں ۔ امید قوی ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بھی بخیر ہوں گے ۔ دیگر ضروری تحریر یہ ہے کہ بہت افسوس کے ساتھ یہ خبر سننے کو ملی کہ ہندوستان کی ایک عظیم المرتبت شخصیت مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ رجب علی صاحب قبلہ مفتی نانپارہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ حضرت اپنی مثال آپ تھے ۔

آہ !سنیت کا روشن ستارہ اب ہمارے بیچ نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار مقدسہ پر رحمت وانوار کی بارش عطا فرمائے ۔ آمین

(نوٹ) حضرت کے وصال کی خبر ملی تو خانقاہ اہل سنت بڑودہ کی جانب سے گجراتی اخباروں میں یہ اعلان بھی دیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ خانقاہ اہل سنت بڑودہ میں فاتحہ خوانی بھی کی گئی ۔

سوگوار

سید معین الدین فقیر اللہ

سجادہ نشین خانقاہ اہل سنت پیر عظیم ملت جیلانی القادری الحسنی الحسینی بڑودہ گجرات

آہ مفتی اعظم کی آخری نشانی بھی نہ رہی

از : خلیفہ بلبل ہند مولا مفتی محمد لقمان قادری رضوی
بانی و مہتمم مدرسہ اہل سنت چھتر پور ایم پی

مخدوم گرامی عالی مرتبت پیر طریقت گل گلزار قادریت حضرت علامہ مولا نا الشاہ محمود رضا صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم القدسیہ

سلام وتحیت!

نہایت افسوس کے ساتھ یہ خط آپ کی خدمت میں روانہ کرر ہاہوں، کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف یادگار مفتی اعظم معدن جود وکرم شیخ برحق مقتدائے اہل سنت آبروے مسلک اعلیٰ حضرت ہم سب کے آقاے نعمت دریاے رحمت قطب الوقت حافظ احادیث کثیرہ طوطی ہند مفتی اعظم ناناپارہ حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ محمد رجب علی قادری برکاتی رضوی عزیزی نوراللہ مرقدہ النورانی اس دارفانی سے کوچ فرما گئے۔اس حادثہ جانکاہ کی خبر ملتے ہی زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا۔دل مضمحل وکبیدہ خاطر ہوگیا۔اک دم ششدر وحیران مبہوت ایک جگہ کھڑ تکتا رہا۔آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات جاری ہوگئے۔فوراً جامعہ میں تعطیل کرادی گئی، دارالعلوم کے جملہ اساتذہ ومدرسین ومنتظمین واراکین وطلبہ کی موجودگی میں چھتر پور کے علماے اہل سنت نے مرشد برحق تاج العلماء الکاملین کی حیات وخدمات، ان کے فضائل وکمالات پر روشنی ڈالی۔عوام اہل سنت نے جمع ہوکر اپنے اس عظیم محسن وکرم فرما کی بارگاہ میں خراج عقیدت ومحبت پیش کیا، سب نے غم ناک آنکھوں سے یہی کہا، کہ ایک سانحہ اس سے قبل ہوا تھا، جس سے دل ودماغ پر کاری زخم لگا تھا اور وہ تھا، تاجدار اہل سنت سیدی مفتی اعظم ہند کا وصال پر ملال اور دوسرا یہ حادثہ فاجعہ ہے کہ ایک زخم ابھی پر نہیں ہوا تھا، کہ دوسری ضرب شدید نے اور سب کو بے جان کردیا۔آج اس نائب رسول اعظم علیہ الصلوۃ والسلام کی عظیم ترین خدمات کو یاد کر کے شہر کا ہر ایک بے حد سوگوار اور ہزاروں مسلمان اشک بار ہیں۔آہ مفتی اعظم ہند کی آخری نشانی اور زندہ یادگار بھی دنیا کو ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئی۔

کون مفتی اعظم ناناپارہ! جسے ہم اپنا حکم مانتے تھے۔جسے ہم اپنا منبع ومرجع سمجھتے تھے۔جسے ہم اپنا مرشد ومربی تصور کرتے۔جسے ہم اپنا آقا وملجا کہتے تھے۔جو ہم سنیوں کے لیے باعث رحمت تھا۔اور بددین کے لیے ہیبت۔جو ہم سنیوں کے لیے مدار نجات آخرت تھا۔جو ہم سنیوں کے لیے وجہ سعادت تھا۔جو ہم سنیوں کے لیے ایک پختہ حجت تھا۔جو ہم سنیوں کے لیے پیکر شفقت ومحبت تھا۔جو سراپا صاحب منیر کا اسیر تھا۔جو ہم سنیوں کا سردار اور کاروان

رضویت کا میر تھا۔ جس کا سینہ حب رسول کا خزینہ تھا۔ جو میرے لیے اور پورے عالم اسلام خاص کر ضلع بہرائچ والوں کے لیے ایک انمول قیمتی ہیرا تھا۔ آہ وہ گرانقدر رہبر ہمارے درمیان سے اچانک کھو گیا، جسے دیکھ کر ہم سکون واطمینان حاصل کرتے تھے، وہ ہمارا مونس وغم خوار نہ جانے ہم سے کیوں روٹھ گیا۔

آہ! وہ شیر قادریت جس کی گھن گرج اور فلک شگاف دہاڑ سے قلعہ وہابیت کی بنیادوں میں زلزلہ اور صفحہ نجدیت میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ اسد قاہر نہ جانے کس جھاڑی میں روپوش ہو گیا۔

آہ! وہ فقیہ اعظم اور متقی اعظم جس کے فتوے اور تقوے کی دھوم پورے ہندو پاک میں مچی ہوئی ہے۔

آہ! وہ اسلام کا عظیم مبلغ وداعی جس نے ضلع بہرائچ کے قلب نانپارہ میں رہ کر غازی اسلام سید الشہدا فی الہند سالار مسعود رضی اللہ عنہ کے قطرات خون جو آپ کے مقدس جسم نازنین سے بوقت شہادت زمین پر گرے تھے، اس خون ہاشمی کا حق ادا فرمایا اور شہر بہرائچ اور پورے ملک ہند میں اہل سنت کی پژمردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر دیا۔

آہ! وہ شجاعت وبہادری کا شہسوار، جس نے باطل کے خیموں میں وہ آخری کیل ٹھونک دی، جس کے درد وکرب کی تاحشر تاب نہ لاسکیں گے۔

آہ وہ عالم ربانی جس نے بڑے بڑوں کو اپنے خاطر میں نہ لایا، جس نے ہمیں جینے کا صحیح سلیقہ عطا فرمادیا، جس نے مدھیہ پردیش کے ان پڑھ مسلمانوں میں اسلام وسنت کی وہ تازہ روح پھوک دی جس سے آنے والی نسلیں بھی فیضیاب ہوتی رہیں گی۔ آہ وہ مرد مجاہد ہم سب کو داغ یتیمی دے کر سوئے جنت چل بسا۔

مولی عزوجل سے دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں عمدہ سے عمدہ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے جانشین حضرت علامہ محمود ملت دام ظلہ العالی کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

سوگوار

محمد لقمان قادری رضوی

خادم مدرسہ طاہر العلوم چھتر پور ایم پی

ان کی جگہ اب کوئی پر نہیں کر سکتا

از : خلیفہ مفتی اعظم ہند و مجاہد ملت و بلبل ہند
حضرت سید احمد علی قادری چشتی رضوی صاحب
سجادہ نشیں آستانہ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف

ابد تک ہو ترے سر پر معین الدین کا دامن
قیامت تک پھلے پھولے ترے امید کا گلشن

برخوردار محمود رضا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

کانپور سے بذریعہ فون معلوم ہوا، کہ مفتی رجب علی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میں ہارٹ کی علالت کی بنا پر حاضر نہ ہو سکا، لیکن آستانہ عالیہ غریب نواز علیہ الرحمہ میں مفتی صاحب قبلہ کے نام قرآن وختم شریف کرا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو، آپ کی والدہ و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ کار لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔ عالم کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ ہم سب کے لیے یہ افسوس کی بات ہے کہ ان کی جگہ اب کوئی پر نہیں کر سکتا۔ فقط والسلام

بقلم حاجی سید فرقان علی رضوی
بحکم الحاج مولوی سید احمد علی رضوی

ان کے وصال سے ایک دنیا یتیم ہوگئی

از : حضرت مولانا سید ظفیر احمد صاحب
خادم مدرسہ صدر العلوم بڑ گاؤں گونڈہ

محترم حضرت مولانا محمود رضا صاحب قبلہ مہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ تعالیٰ بعافیت ہوں اور امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

یادگار سلف حجۃ الخلف آفتاب فضل وکمال مجمع جلال وجمال حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا انتقال پر ملال ایک ایسا سانحہ ہے، جس سے آپ ہی نہیں، بلکہ ایک دنیا یتیم ہوگئی۔علم وادراک ،شعور وآگہی کا ایک پیکر جمیل ہم سبھوں سے روپوش ہوگیا۔

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق صحیح معنوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند ومروّج نے ہم سے جدائی اختیار کرلی۔مولائے قدیر آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کو سچا جانشین بنائے۔

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

سوگوار طالب دعا
سید ظفیر احمد خادم مدرسہ صدر العلوم بڑ گاؤں گونڈہ
۷رذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

آہ آسمان علم وفضل کا ایک ستارہ غروب ہوگیا

از : حضرت مولانا محمد صدیق نوری صاحب
پرنسپل جامعہ اہل سنت اشاعت الاسلام
بڑھنی بازار سدھارتھ نگر یوپی

لائق صد احترام حضرت سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ شہزادہ مفتی اعظم نانپارہ ومہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی!
راقم الحروف مع الخیر رہ کر داعی الخیر!

افسوس میری بدقسمتی تھی کہ حضور مفتی اعظم نانپارہ قدس سرہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر نہ ہوسکا، چند جلسوں کی ہماہمی میں دست بوسی کا شرف حاصل ہوا تھا، جسے آج تک اپنی سعادت سمجھ رہا ہوں۔ سرکار مفتی اعظم نانپارہ نے پوری زندگی دین مبین کی خدمت، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی خاطر وقف فرمادی تھی۔ آپ کی رحلت ایک حادثہ عظیمہ ہے، جس نے پورے عالم اسلام وسنیت کو سوگوار کردیا۔ آپ کی رحلت سے اہل سنت وجماعت میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے، جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے رضویت کے درودیوار چیخ اٹھے۔ تحقیقات انیقہ اور تدقیقات علمیہ کا مرکز لرزہ براندام ہوگیا۔ آہ جو ستارہ نصف صدی سے زائد عالم کو اپنی تمام تر ضیاپاش کرنوں سے منور کررہا تھا، وہ آسمان علم وفضل کا ستارہ غروب ہوگیا۔ آہ فقاہت وبصیرت کا مظہر اتم ہم سے رخصت ہوگیا، جن کی نگاہ کیمیا سے ہزاروں لوگ اپنی زندگی کو سنوارتے نکھارتے تھے۔

افسوس وہ مرد قلندر ہم سے روٹھ گیا، گلشن رضویت کا شگفتہ گل مرجھا گیا۔ پروردگار عالم کی رحمت وانوار کی بارش نازل ہو، اس رجل عظیم پر جس نے بھولی بسری قوم کو ایک پلیٹ فارم مسلک اعلیٰ حضرت پر لاکر کھڑا کردیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

بلبل ہند کے جنازے میں سوا دولاکھ لوگوں نے شرکت کی

از : مولانا مشتاق احمد عزیزی
استاذ دارالعلوم اہل سنت ناسک سٹی

پیرزادہ مخدوم گرامی مرتبت
حضرت اقدس علامہ مولانا شاہ محمد محمود رضا قادری زید مجدکم
سجادہ نشیں آستانہ عالیہ مفتی اعظم نانپارہ

سلام مسنون

سیدنا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے بعد حضور طوطیٔ ہند علامہ الشاہ مفتی رجب علی صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی جنازہ مبارکہ ہے جس میں کم وبیش سوا دولاکھ جاں نثاروں نے شرکت کی۔ نماز جمعہ سے قبل ہی جنازہ شریف لے جایا گیا۔ اس درمیان لوگوں کا جذبہ قابل دید تھا، خود میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ کاندھا دینے والوں کو اپنی کسی چیز کی پروانہیں تھی۔ نانپارہ کی تاریخ میں یہ پہلا جنازہ تھا، جس میں اتنی تعداد میں لوگ شریک ہوئے، نعرۂ تکبیر ورسالت اور گلاب کے پھولوں کی بارش کے ساتھ جنازہ سعادت انٹر کالج کے وسیع وعریض میدان میں پہنچا۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد صفیں سیدھی ہوسکیں، پھر جانشین طوطی ہند علامہ محمود میاں نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کے جنازہ میں عوام کے علاوہ علمائے کرام، مشائخ عظام، صوفیاے ذوالفہام نے شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد جنازہ مبارکہ حضرت کی آخری آرام گاہ لایا گیا۔ تدفین کے وقت اتنا ازدحام تھا کہ سنبھالنا مشکل تھا۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ اپنے محسن کی آخری زیارت کرلوں، لیکن اتنے بڑے مجمع میں یہ کیسے ممکن تھا، عصر کے وقت حضور طوطیٔ ہندوستان کو سپرد خاک کیا گیا۔ خداوند قدوس ان کے فیضان سے تمام اہل سنت کو مالا مال فرمائے۔ آمین اور جملہ پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ آمین

اور صاحب سجادہ آستانہ عالیہ کو ان کے چھوڑے ہوئے مشن کے تکملہ کے لیے عمر میں عمل میں روزافزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم
مشتاق احمد قادری عزیزی
استاذ دارالعلوم اہل سنت ناسک سٹی

بلبل ہند کی رحلت ایک نہ پر ہونے والا خلا ہے

از : مولانا نور محمد مصباحی
استاذ دار العلوم اشرفیہ مراد العلوم
چندرہ مئو ضلع فیض آباد یوپی

گرامی قدر شہزادۂ مخدوم گرامی حضرت مولانا محمود رضا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج ہمایوں!

ابھی ابھی اچانک اطلاع ملی کہ ہمارے ضلع بہرائچ شریف کے سب سے بزرگ اور عظیم مفتی بلبل ہند آپ کے والد گرامی آپ ہی کو نہیں بلکہ ہم سب اور سبھی جماعت اہل سنت کے افراد کو داغ مفارقت دے گئے۔ فاسترجع

یہ ایسا خلا ہے جس کا پر ہونا ممکن نہیں، مولائے کریم آپ کے ساتھ ہم سب جماعت اہل سنت کو صبر وشکر کی توفیق ارزانی فرمائے اور آپ سب اہل خانہ کو صبر واجر کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین

اطلاع ملتے ہی تعلیم موقوف کر کے کلاس کو قرآن خوانی برائے ایصال ثواب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ میں تبدیل کر کے ایصال ثواب اور دعا وتقسیم شیرینی پہ نشست کو ختم کیا گیا۔

والسلام مع الاحترام
آپ کا شریک غم
نور محمد مصباحی
۸؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

بلبل ہند کا سانحہ ارتحال بڑا ہی عظیم حادثہ

از : مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی قادری
شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت ناسک

جانشین مفتی اعظم نانپارہ
حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب قادری مدظلہ العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج وہاج!

حضور گرامی کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے شہر واطراف میں غم واندوہ کا طوفان بن کر چھا گئی۔ پورا شہر اشکبار ہو گیا۔ ہم مدرسین کو ایسا محسوس ہوا، کہ حضور مفتی اعظم ہند کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے یوں لگ رہا تھا کہ ہمارے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی۔ حضور گرامی کا سانحۂ ارتحال تمام سنی مسلمانوں کے لیے عموماً اور اہلیان ناسک کے لیے خصوصاً بڑا ہی عظیم حادثہ ہے ؎

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور درجات میں بلندیاں عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اور ہم لوگ یہ دعا کرتے ہیں، کہ آپ کو اللہ تعالیٰ وہ حوصلہ دے کہ حضور گرامی کے چھوڑے ہوئے مشن کو پایۂ تکمیل تک بحسن وخوبی پہنچائیں اور آپ کو صحت وتندرستی عمر دراز عطا فرمائے۔ معاندین حاسدین کی نظر بد سے بچائے۔ آمین

جملہ اساتذہ کرام واہل خانہ کو ہم سب کا سلام عرض ہے۔

سوگواران

جملہ مدرسین وطلبہ دار العلوم اہل سنت ناسک سٹی

۱۔ محمد رحمت اللہ صدیقی	۲۔ محمد محبوب عالم رضوی	۳۔ محمد واثق رضوی
۴۔ محمد رئیس نوری اشرفی	۵۔ عبد الجبار قادری	۶۔ محمد اعمال الدین قادری

آہ! ہمارے مرشد نہ رہے

از : سید مبارک علی قادری
باندہ (یوپی)

عالی مرتب پیرزادہ مرشد طریقت حضرت مولانا محمود رضا صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ طالب خیر مع الخیر ہے۔ ہمارے پیرومرشد کا وصال ہوگیا، عرس چہلم بھی ہوگیا، ہم غلاموں کو کوئی اطلاع بھی نہیں۔

بہت بعد میں اطلاع ہوسکی، فی الحال حضرت کے ایصال ثواب اور فیض وبرکت کے حصول کے لیے دارالعلوم ربانیہ میں قرآن خوانی وتقسیم تبرک کروادیا ہے۔ حضرت آپ ہم غلاموں کو فراموش نہ کریں اور توجہ خصوصی سے برابر سرفراز فرماتے رہیں۔

گھر سے اہلیہ و بچے تمام مغموم سلام وآداب عرض کرتے ہیں۔ دوسطر ہی سہی جواب سے ضرور شاد فرمائیں۔ والسلام

غمزدہ
سید مبارک علی قادری
۱۔۴۹ آواس وکاس کالونی
(وکاس بھون کے قریب)
باندہ یوپی
۷؍جون ۱۹۹۸ء

بلبل ہند کا وصال دنیاے سنیت کے لیے ایک سانحہ

از : شاعر اسلام جناب حیرت اترولوی
بلرام پور یوپی

محترم المقام حضرت مولانا محمود رضا صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بے حد صدمہ ہوا، کہ آبروے سنیت حضرت مفتی صاحب قبلہ وصال فرما گئے ، یقیناً آپ کا وصال دنیاے سنیت کے لیے کسی سانحہ سے کم نہیں۔ اب آپ پر ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں، مجھے امید ہے کہ مفتی صاحب کے مشن کو ہر طرح سے فروغ دیں گے۔

محترمہ والدہ اور گھر کے سب افراد کا خیال مدرسہ، طلبہ، مدرسین کا لحاظ آپ پر ضروری ہو گیا، آپ ہر طریقے سے دین متین کی خدمت انجام دیتے رہیں، تاکہ مفتی صاحب قبلہ کے نقوش جگمگاتے رہیں۔

وصال کی خبر ہمیں بعد میں موصول ہوئی، حالاں کہ ہمارے یہاں اترولہ سے لوگ جنازہ مبارکہ میں شرکت کے لیے گئے تھے، وقت پر اطلاع ملتی تو ضرور حاضر ہوتا۔

حافظ عزیز رضا صاحب و والدہ صاحبہ کو سلام وقدم بوسی۔

خادم
حیرت اترولوی
رفیع نگر اترولہ بلرام پور

وصال کی خبر سے ممبئی کی فضائے سنیت سیاہ ہوگئی

از : مولانا مختاراحمد رضوی مصباحی
استاذ دارالعلوم غریب نواز بمبئی

ہم دردسنیت ماحی بدعت محبّ انیق
حضرت علامہ مولانا محمد محمود رضا صاحب
مہتمم مدرسہ عزیز العلوم زیدت مدارجکم

سلام مسنون

بذریعہ اخبار آبروے بہرائچ حضور مفتی صاحب قبلہ کے وصال پر ملال کی خبر نشر ہوتے ہی ممبئی کی فضاے سنیت سیاہی آلود ہوگئی، شاید ہی کسی کی زبان سے یہ نکلا نہ ہو کہ علاقۂ سنیت خاص کر بہرائچ سونا ہوگیا۔

بالیقین حضور مفتی صاحب کی ذات گرامی ان ہستیوں میں سے تھی، جن کے جانے کے بعد شاید ہی تدارک ہو پاتا ہے، ممبئی کے ہر چہار جانب قرآن خوانی کا سلسلہ برابر جاری ہے اور ہر روز اخبار رپورٹ پیش کرتا ہے۔ آیا یوں کہیے کہ ہر روز تازہ درد محسوس کیا جاتا ہے۔

پروردگار عالم آپ کے مرقد انور پر گوہر باری فرمائے اور آپ کے فیض سے ہر عام وخاص کو سرشار فرمائے۔

ہم تمام اسٹاف خاص کر حضرت کے در کا پلا ہوا یہ حقیر آپ کا شریک غم ہے اور ساتھ دعا گو ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو من وعن حضور مفتی صاحب کا آئینہ دار بنائے اور حضرت کے خلا کو آپ کے ذریعہ پورا فرمائے۔

اس ناچیز کو گھر آنے کا ارادہ تو آخر سال ہی تھا مگر مزار مبارک کی زیارت کا شوق ہر لحہ بڑھتا ہی جارہا ہے، جس سے بہت جلد حاضر ہونے کا خیال ہو چکا ہے۔

سوگوار
مختاراحمد رضوی مصباحی
سیوتہ سیتاپور (یوپی)
خادم التدریس دارالعلوم غریب نواز
تربہ اسٹور، کے۔ کے آر۔ روڈ
نیو ممبئی ۴۰۰۷۰۵

اہل سنت کے سروں سے ایک عظیم سایہ اٹھ گیا

از : حضرت مولانا محمد فاروق برکاتی
خادم مدرسہ سنت العلوم شہاب پور بارہ بنکی

محبّ گرامی قدر منزلت حضرت علامہ محمود ملت صاحب قبلہ زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام وعقیدت معلوم ہو، کہ ناچیز بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہے۔امید کہ آپ کے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔ یہ سن کر بہت بڑا صدمہ ہوا، کہ دنیاے سنیت کے تاجدار مسلک رضویت کا پاسبان سرکار مفتی اعظم ہند کی صحبت سے فیض یافتہ رجل باوقار شہر نانپارہ کی عزت وآبرو شہر بہرائچ کی عظمت وسطوت سیدی مقتداے اہل سنت مظہر مفتی اعظم آفتاب ولایت وماہتاب کرامت صاحب تصانیف کثیرہ مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ مولانا وملجانا وہادینا سرکار طوطی ہند قطب الوقت مفتی محمد رجب علی قادری خلیفہ امجد وتلمیذ ارشد سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہما اس دار فانی سے دار بقا کی جانب رحلت فرما کر اپنے معبود حقیقی سے جاملے۔حضرت کا پردہ فرمانا اہل سنت کے سروں سے ایک عظیم سایہ رحمت کا اٹھ جانا ہے۔ حضرت کے چلے جانے سے پورا شہر بارہ بنکی غم واندوہ میں ڈوب گیا، ہر سنی چیخ پڑا، کہ ہمارا سرپرست ونگراں ہمیں تن تنہا چھوڑ گیا۔اب کہاں جائیں، کس سے حالت غم سنائیں، جو ہمارے دکھ میں کام آتا تھا، جو ہمارے سکھ میں کام آتا تھا، جہاں کہیں مذہب وملت کی بات آجاتی تھی، فوراً سینہ سپر ہوجاتے تھے، بغیر کسی حرص وطمع کے، بغیر کسی کرایہ زادراہ ونذرانہ کے بے لوث دین کی خدمت کرنے والا اب ہم کہاں تلاش کریں، کس سے ہم داستان درد والم سنائیں۔مولیٰ تعالیٰ میرے حضرت کو جنت الفردوس کی بہاریں نصیب فرمائے اور انھوں نے جو عزیزی چمن لگایا تھا، قیام قیامت تک ویسے ہی پھلتا اور پھولتا رہے۔اور حضرت کے جانشین حضرت اقدس الحاج محمود ملت کو آپ کا سچا جانشین بنائے اوران کے نقش قدم پر مکمل طور پر چلنے چلانے والا بنائے اور خوب خوب مذہب وملت کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطافرمائے اور دین ودنیا کی برکات سے مالا مال فرمائے اور جملہ پسماندگان ان کے صاحب زادے، ان کی اہلیہ محترمہ، میری پیرانی اماں صاحبہ کو اجر جمیل عطافرما کر سب کو سرخرو فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شریک غم محمد فاروق برکاتی

خادم مدرسہ سنت العلوم شہاب پور بارہ بنکی یوپی

۱۵/اپریل ۱۹۹۸ء

بلبل ہند کے وصال کی خبر سن کر دم بخود رہ گیا

از : سید حبیبی
چمن ہوٹل گڑھی محلّہ دموہ (ایم۔پی)

قابل قدر ذی عظمت ذی وقار مولانا محمود رضا
مہتمم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چندروز پیشتر ہی اطلاع ملی، کہ حضرت بلبل ہند حافظ حدیث استاذ العلما علامہ رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان دارفانی سے کوچ کر چلے، وصال کی خبر سن کر دم بخود رہ گیا، حاضر نہ ہوسکا، اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ اللہ عزوجل آپ کو اس عظیم حادثہ پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت بلبل ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی جب بھی فاتحہ خوانی ہو تو منجانب فقیر ۵ر ختم شریف کا ثواب ضرور بالضرور کروادیں، فی الحال فقیر نے یہاں پر قرآن خوانی وغیرہ کروادی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو عظیم درسگاہ مدرسہ عزیز العلوم کو بہتر از بہتر طریقے سے چلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت مولانا حسیب رضا صاحب قبلہ وحافظ سجاد علی صاحب و جملہ اساتذہ حضرات کی بارگاہ میں سلام عرض ہے۔ فقیر کے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

فقط والسلام
خادم سنیت سید حبیبی
چمن ہوٹل گڑھی محلّہ دموہ (ایم پی)
۷ر مئی ۱۹۹۸ء

اسلاف کی زندہ یادگار تھے

از : ذکی نقشبندی
دفتر خانقاہ نقشبندیہ بالاپور ضلع آکولہ

باسمہ سبحانہ

برادر عزیز قدر گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی اخبار اردو ٹائمز کے ذریعہ علم ہوا، کہ حضرت مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، درد وغم میں ڈوبی ہوئی خبر نے ایک زبردست غم کا جھٹکا دیا جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ ہمارے اسلاف کی زندہ یادگار عاشق اعلیٰ حضرت فقید المثال عالم جامع الصفات اس دور قحط الرجال میں موجود نہ رہے۔ مجھے حضرت قبلہ سے غائبانہ تعلق حضرت سید معین الدین صاحب مولوی ایڈوکیٹ اورنگ آبادی کے ذریعہ حاصل رہا اور ایک عرصہ سے دید و نیاز کا مشتاق حضرت سے محروم ہوگیا۔

آپ اور حضرت کا خاندان و مریدین متوسلین ہرگز یہ محسوس نہ کریں کہ یہ غم تنہا ہمیں کو ہے نہیں اس غم میں عوام الناس اہل سنت آپ کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ خانوادہ نقشبندیہ بھی آپ کے غم میں شریک ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے حضرت کو جوار رحمت میں مقام قرب عطا فرمائے اور آپ تمام کو صبر عطا فرمائے۔

طالب دعا و دعا گو
ذکی نقشبندی
۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵ر اپریل ۱۹۹۸ء

بلبل ہند کا وصال نا قابل تلافی نقصان

از : مولانا الطاف حسین نوری
شیخن پوروہ کلاں کمہنیہ لکھیم پور

شہزادۂ بلبل ہند محبّ المکرّم زید حبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر!

بروز پنج شنبہ ۲؍اپریل ۱۹۹۸ء کو بذریعہ لکھنؤ ریڈیو ۲؍بج کر ۳۰؍منٹ کی خبروں میں عالم دین مفتی ملت حضرت مفتی صاحب قبلہ نانپاروی کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر ایک صدمۂ جانکاہ ذہن ودماغ کو مفلوج کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دنیائے سنیت میں اس خبر کے اثر سے تہلکہ مچ گیا، اس نقصان عظیم کی تلافی ناممکن ہے مگر سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

للہ مااعطیٰ ولہ مااخذ ۔ رب قدیر جل جلالہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ آمین

رب تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو ہمارے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا نعم البدل بنائے۔ آمین سبھی احباب ومدرسین سے مزید تعزیت فرمالیں۔ بعد شرکت نماز جنازہ شب میں ایک تعزیتی مجلس منعقد کی گئی۔

فقط والسلام مع الاکرام

طالب دعا

فقیر قادری چشتی الطاف حسین نوری غفرلہ

۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

قنوج میں عرس چہلم کی قرآن خوانی

از : مولانا ارشد علی قادری
ناظم اعلیٰ دار العلوم امام احمد رضا قنوج

محترم المقام لائق صد احترام حضرت علامہ محمود رضا صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مفتی اعظم نانپارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس چہلم کے سلسلہ میں ۱۳ر مئی ۱۹۹۸ء کو دار العلوم امام احمد رضا میں قرآن خوانی کرادی تھی، غیر حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔

حضرت کی نگاہ جب قنوج کے سنی حلقوں پر پڑتی تھی، تو اولیت آپ مجھ ناچیز کو دیتے تھے، کیوں کہ قنوج میں یہ خادم ہی سب سے پہلا رضوی ہے اور پھر بیعت کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حضور ازہری میاں قبلہ کے یہاں کئی مرید ہیں۔ حضرت کئی بار قنوج تشریف لا چکے ہیں، ایک بار مدرسہ میں بھی تشریف آوری ہوئی تھی، آپ نے کئی سال قبل مجھے مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن اس وقت حالات کے لحاظ سے قائم نہ ہو سکا تھا۔ ۱۹۹۳ء میں قائم ہو گیا۔ جملہ اہل سنت کی خدمات میں سلام عرض ہے۔

والسلام
خاکپائے مفتی اعظم
ارشد علی خاں قادری
ناظم اعلیٰ دار العلوم امام احمد رضا صدر گنج
باٹا نالہ، قنوج (یو۔ پی)

اکابر رخصت ہورہے ہیں اب کیا ہوگا

از : مولانا فرقان رضا نوری بیسلپوری
الجامعۃ الرضویہ فیض الرسول محلّہ سرئیاں
ضلع لکھیم پور

برادر مکرم جانشین حضور طوطی ہند حضرت علامہ مولانا محمود رضا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت دارم وخواہم!

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ خط تحریر کررہا ہوں کہ آج ۵/اپریل بروز اتوار قریب ایک بجے دن یہ خبر ملی، کہ قائد اہل سنت حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا ہے۔ یہ خبر سن ہی رہا تھا کہ حضرت علامہ محمد یونس صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ ادارہ ہذا تشریف لے آئے، آپ نے یہ خبر سن کر کافی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اکابرین اس طرح رخصت ہوتے چلے جارہے ہیں، اب کیا ہوگا اور بالخصوص ضلع بہرائچ کا اور آخر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں حضرت علامہ محمود رضا صاحب کو عمر طویل عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ قرآن خوانی کرائیے اور فاتحہ کا انتظام کیجیے، پھر کیا تھا جملہ متعلقین نے سکون واطمینان کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی اس کے بعد طلبہ نے نعت خوانی کی، اس طرح پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ابتدائی تقریر کی، اس کے بعد حضرت علامہ محمد یونس صاحب رضوی ناظم اعلیٰ کی ایک نہایت پرمغز تقریر ہوئی، تقریر کو ختم کیا، بعدہ صلوۃ وسلام پڑھا، پھر مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی روح مقدس کو ایصال ثواب کیا گیا، اس لیے یہ مختصر تحریر روانہ کررہا ہوں کہ اس کو پا کر جواب میں چہلم کی تاریخ تحریر فرمائیں، تاکہ ہم لوگ چہلم شریف میں شریک ہوکر قبر انور پر حاضری دے سکیں، عین نوازش ہوگی۔ رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں فقیر کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ کی پوری پوری ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم**

جملہ احباب کو سلام عرض ہے۔　　فقط والسلام

فقیر محمد فرقان رضا نوری بیسل پوری خادم المدرسین الجامعۃ الرضویہ فیض الرسول
محلّہ سرئیاں قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور
۵/اپریل ۱۹۹۸ء

آہ! دنیاے سنیت ایک عظیم پیشوا سے محروم ہوگئی

از : اساتذہ دارالعلوم صفویہ
کرنیل گنج گونڈہ

گرامی وقار حضرت مولانا محمود رضا صاحب ہدیۂ سلام

مزاج بخیر ہوں گے۔ ملک ہند کی ایک عبقری شخصیت قاطع نجدیت فداے مسلک اعلیٰ حضرت عاشق رسول بلبل ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ مالک حقیقی سے جاملے، رحلت کی خبر پڑھ کر مدرسین جامعہ پر سکتہ طاری ہوگیا۔

آہ! دنیاے سنیت ایک عظیم دینی وروحانی پیشوا مصلح قوم وملت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئی۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ مشیت ایزدی کے آگے سر تسلیم خم ہے۔

مولاے کریم غریق رحمت فرمائے اور قبر انور پر رحمت وانوار وغفران کی بارش فرمائے۔ آپ کو اور جملہ متعلقین ومتوسلین کو عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم میں قرآن خوانی کا زبردست اہتمام ہوا اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

سوگواران
جملہ اساتذہ ومدرسین
دارالعلوم صفویہ کرنیل گنج گونڈہ شریف یو۔پی

اخبار ورسائل کے آئینے میں

موت العالم موت العالم

از : ادارہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

قارئین کرام کو یہ رنج انگیز خبر نہایت رنجیدہ قلب کے ساتھ دی جارہی ہے کہ اہل سنت کے مسلم الثبوت عالم و مفتی مجاز و خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد رجب علی صاحب قبلہ قادری نانپاروی طویل علالت کے بعد ۳/ذی الحجہ مطابق یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ دار فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نہایت منکسر المزاج، متبحر عالم، صوفی صفت عالم شریعت تھے۔ آپ نے تا زیست مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی جو خدمات انجام دیں، وہ آفتاب نیم روز سے زیادہ عیاں ہے۔

آپ نے مدرسہ عزیز العلوم قائم فریا، پھر اس کی تا زیست آبیاری فرمائی۔ آپ کی کوششوں کے نتیجے میں آج وہ مدرسہ عروج وارتقا کی منزلوں پر گامزن ہے۔ آپ کا حلقہ ارادت بھی وسیع ہے، مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اور ان کے خانوادہ سے قلبی عشق تھا۔ ہر سال عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت فرماتے اور اکثر شجرہ خوانی آپ ہی فرماتے تھے۔ ذکر رضا سے طمانیت قلب حاصل کرتے اور ان کے ذکر کو روحانی غذا یقین کرتے تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ وفروغ آپ کا نصب العین تھا، دشمنان دین کا رد بلیغ فرماتے اور ان سے قلبی نفرت فرماتے۔ صلح کلیت کو ایک ناسور اور گمراہی سمجھتے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ کے بیان وتقریر سے بے حد محظوظ ہوتے اور خانوادہ رضا کے بچہ بچہ کو آپ سے دلی محبت ہے۔ حضرت مفتی رجب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، جنھیں لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر لے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے جلوس جنازہ میں لاکھوں عقیدت مندوں، مریدین ومتوسلین نے شرکت کی۔ خانوادہ رضویہ اور مرکز اہل سنت منظر اسلام بریلی شریف سے خطیب اعظم شہزادہ ریحان ملت حضرت مولانا الحاج توصیف رضا خاں صاحب، حضرت مخدوم الحاج قاری تسلیم رضا خاں صاحب، شیراز نوری اور حضرت علامہ الحاج سید محمد عارف صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام، حضرت علامہ محمد انور علی صاحب رضوی مدرس جامعہ منظر اسلام، حضرت قاری ابوالحسن صاحب رضوی، مولوی محمد فرقان حشمت صاحب حشمتی، مولوی حافظ محمد جابر علی صاحب رضوی نے شرکت فرمائی۔ حضرت مخدومان گرامی وقار، شہزادگان ملت نے مزار اعلیٰ حضرت کی چادر شریف اور کئی کلو پھول حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی قبر انور کے لیے پیش کیے اور حضرت تسلیم میاں صاحب نے مفتی صاحب کو قبر میں اتارا۔ شہزادہ ریحان ملت حضرت بابرکت علامہ الحاج الشاہ سبحان رضا خاں صاحب قبلہ سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ نے مدینہ شریف سے رنج وغم کا اظہار فرمایا اور فون پر تعزیت فرمائی۔ (بشکریہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق مئی ۱۹۹۸ء)

آہ! بلبل ہند مفتی رجب علی نانپاروی

از : ادارہ ماہنامہ سنی آواز ناگ پور

دنیائے سنیت کے کیسے کیسے درخشندہ ستارے ڈوب گئے، ان کی طویل فہرست ہے۔ابھی حال میں دنیائے سنیت کے ایک عظیم رہنما خلیفہ حضور مفتی اعظم بلبل ہند حضرت علامہ مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپاروی علیہ الرحمہ یکم اپریل ۱۹۹۸ء بروز بدھ مالک حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ تمام اکابر علما کے محبوب نظر تھے، خاص طور پر حضرت حجۃ الاسلام کے چہیتے شاگرد تھے اور حضور مفتی اعظم ہند کے محبوب خلیفہ سیرت وعادات میں حضور مفتی اعظم ہند کے مظہر تھے۔سنیوں کے لیے رحماء بینہم کی کھلی مثال اور اعدائے دین کے لیے اشداء علی الکفار کی عملی تفسیر تھے۔مسلک اعلیٰ حضرت کی زندگی بھر خوب اشاعت کی۔مدرسہ عزیز العلوم کے ذریعہ سیکڑوں طلبہ کو فیضان علم سے سرفراز فرما کر مذہب اہل سنت کے لیے ٹھوس علما کی زبردست ٹیم تیار کی۔

آپ کے تشریف لے جانے سے جماعت اہل سنت کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔

خدائے تعالیٰ حضرت مفتی صاحب موصوف کو قبر وحشر کی تمام آسائش عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ادارہ سنی آواز ناگ پور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی وفات پر دکھ وافسوس کا اظہار کرتا ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے صاحب زادے مولانا محمود رضا اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل، جزائے جزیل عطا فرمائے۔آمین (بشکریہ ماہنامہ سنی آواز شمارہ مارچ واپریل ۱۹۹۸ء)

اب ان کی جگہ پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا

از : ہفت روزہ مخدوم ناسک سٹی

مفتی رجب علی قادری رضوی کی حیات فتوی اور تقوی دونوں کا مظہر ہے۔زندگی گزارنے کے لیےفتوی سہل اور تقوی عزیمت والا ہے۔مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے متقی اور پرہیز گاراور شریعت پر ہرطرح عمل کرنے والےختم ہوتے جارہے ہیں۔ ہمارے اسلاف اپنی حیات ظاہری بسر کر کے چلے جارہے ہیں اوراپنی جگہ خالی کررہے ہیں،اب ان کی جگہ پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔آپ نے پوری زندگی خدمت دین اور مسلک کی ترویج میں گزاردی، اس طرح کا اظہار خیال مورخہ ۱۹راپریل بروز اتوار کواکھاڑہ مسجد میں ہونے والےتعزیتی جلسہ میں مولانا عبدالغنی نصیرآبادی صاحب نے کیا۔آپ نے آگےفرمایا، کہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کےجلوس جنازہ میں تین لاکھ افراد نے شرکت کی اور پورا ناپارہ اس روز بند رہا۔جس روز آپ کا جلوس جنازہ نکلا، ہندو،مسلم،سنی، وہابی سبھی نے آپ کے وصال کی خبر پراپنے رنج وغم کا اظہار کیااوراپنے کاروبار کو بند رکھا۔آپ نے مزید فرمایا، کہ مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کو خدمت دین وسنت کی فکر دامن گیر تھی کہ آخری ایام میں بھی آپ کا دل صرف ۲۰رفی صد کام کررہا تھا، ڈاکٹروں کے مطابق یہ حیرت انگیز بات تھی کہ ایسی حالت میں بھی آپ مدرسہ کے لیے سفر فرمایا کرتے اور لوگوں کو دین وسنت کی طرف راغب کرتے رہےاور حال یہ رہا کہ آپ کے دارالعلوم میں ۲۵۰رطلبہ زیر تعلیم ہیں،لیکن کبھی بھی آپ نے اخراجات کے لیے سفیر مقرر نہیں فرمایا، بلکہ تمام اخراجات خوداکٹھا کیا کرتے تھےاور دوستوں کی مدد حاصل کیا کرتے تھے۔اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی آپ نے کبھی مدرسہ کی چٹائی یادری پر بیٹھنا گوارانہیں کیا کہ یہ طلبہ ومدرسین کے لیے ہے۔آپ ہمیشہ خیرات اورغریبوں کی امداد کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ خیرات نہیں بلکہ خدمت خلق ہے، اللہ نے ہمیں نوازا ہے اوراس کام کے لیے ہمیں پسند فرمایا ہے۔

مولانا عبدالغنی نصیرآبادی نے فرمایا، کہ قرآن کریم میں ہے کہ اللہ کا ولی وہ ہے جو ایمان کے بعد تقوی اختیار کرے اور مفتی رجب علی صاحب قدس سرہ اس کی عملی تفسیر نظر آتے تھے، جہاں آپ اپنوں کے لیے سراپا کرم اور ہمدرد بن جایا کرتے تھے وہیں گمراہوں مرتدین کے لیے بھی کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے۔آپ نے ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کیا کہ یہ اپنے کسی مرید پر برہم ہوگئے اور کہا جامیں نے تجھے اپنی مریدی سے نکال دیا،لیکن جب غصہ ختم ہوا تو آپ مرید کے گھر تشریف لے گئے اوراس سے معافی طلب کی یہ آپ کی نفس کشی کی بہترین مثال ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ مخدوم ناسک سٹی،۲۹راپریل ۱۹۹۸ء)

مشاہیر خلفا

حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ

از : مفتی غلام نبی نظامی علیمی
استاذ و مفتی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

ولادت

جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ ضلع بستی کی مشہور تحصیل خلیل آباد کے دودھارا تھانہ کی ایک مسلم معاشرتی آبادی موضع دیوریالعل پوسٹ چاپئیکلاں میں جناب امت علی صاحب مرحوم کے گھر یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت

سن شعور میں قدم رکھا، تو گاؤں کے قریب بسڈیلہ کے معروف مدرسہ ''دارالعلوم تدریس الاسلام'' کے مکتب میں رسم بسم اللہ ادا کی گئی، اور یہیں پرائمری کی تعلیم پائی، ۱۹۵۸ء میں درجہ پنجم فرسٹ ڈویزن سے پاس کیا۔ ابتدائی تعلیم تدریس الاسلام بسڈیلہ میں حاصل کی، پھر مزید طلب علم کا شوق منظر حق ٹانڈہ لے گیا، جہاں اپنے عہد کے بلند پایہ عالم دین حضرت مفتی قاضی شمس الدین جونپوری مصنف قانون شریعت علیہ الرحمہ کے تلمذ سے مشرف ہوئے اور یہاں متوسطات تک تعلیم پائی، منتہی درجات کی تعلیم دارالعلوم مصباح العلوم مبارک پور (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) سے حاصل کی اور یہاں سے بعمر ۱۹ر سال ۱۹۶۸ء میں سندودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

درس نظامی کی تحصیل کے ساتھ آپ نے عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے منشی، عالم، کامل، فاضل دینیات اور فاضل طب کی ڈگریاں حاصل کیں۔

اساتذہ کرام

(۱) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی (۲) نائب حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی (۳) شمس العلما قاضی شمس الدین جون پوری، (۴) بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی (۵) قاضی شریعت مولانا شفیع اعظمی (۶) استاذ العلما مولانا اعجاز احمد خاں اعظمی علیہم الرحمہ۔

تدریس

فراغت کے بعد نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں حضرت بلبل ہند مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ عزیز العلوم میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا، جہاں دس سال تک آپ نے تدریس و تنظیم کی خدمات بحسن وخوبی انجام دیں، پھر الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد تشریف لائے اور یہاں صدر دارالافتا و شیخ الحدیث کے مناصب پر فائز رہے۔ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی میں ۴۳ ر سال تک تشنگان علوم کی پیاس بجھائی ہے۔ آپ کی تدریسی خوبیوں کا زمانہ معترف ہے۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے، کہ آپ فرماتے تھے ”علما تو بہت ملے، مگر مدرس صرف ایک ملے، اور وہ مفتی شبیر حسن ہیں۔“ اس دور میں آپ کی ذات مدرس اعظم ہند کہلاتی تھی، ایسا کیوں نہ ہوتا، کہ اس وقت کے سرزمین ہند پر نئی نسل کے جملہ علمائے اہل سنت بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کے سلسلہ تلمذ سے جڑے ہوئے ہیں۔

مشہور تلامذہ

حضرت مولانا بخش اللہ قادری پرنسپل جامعہ اسلامیہ رونا ہی، حضرت مفتی غلام مرتضی خاں رضوی جامعی استاذ جامعہ اسلامیہ، حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور، محمود ملت شہزادہ بلبل ہند حضرت علامہ محمود رضا قادری سجادہ نشیں خانقاہ رجبیہ قادریہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف، حضرت مفتی معراج القادری استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مفتی اختر حسین علیمی استاذ و مفتی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، حضرت علامہ فروغ القادری انگلینڈ، حضرت مولانا شمس الہدی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت علامہ سید معین الدین اشرف کچھوچھہ شریف، حضرت مفتی قمر الحسن امریکہ، حضرت مولانا کمال اختر رضوی استاذ دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور، حضرت مولانا سلمان رضا خاں ازہری استاذ جامعہ اسلامیہ رونا ہی، حضرت مولانا جنید احمد بستوی استاذ جامعہ اسلامیہ رونا ہی، حضرت مفتی مسیح الدین حشمتی استاذ جامعہ غوثیہ اترولہ، حضرت مولانا خالد رضا جامعی لندن۔

تصانیف

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

الجوہر المنظم فی شرح المسلم، جوامع الحکم، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (الٰہیات) عربی، امام احمد رضا اور علوم عقلیہ، توضیحات کبری، حاشیہ کبری، مختصر حالات فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا۔ وغیرہ

اعزازات

اپنی بیش قیمت دینی وعلمی خدمات کے اعتراف میں مندرجہ ذیل اعزازات سے نوازے گئے۔
(۱)۲؍ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ/ ۲۹؍اگست ۲۰۱۴ء کو صدر الشریعہ ایوارڈ سے سرفراز ہوئے۔
(۲) یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء کو مجاہد ملت ایوارڈ سے نوازے گئے۔
(۳) بموقع صد سالہ عرس رضوی خالد ملت ایوارڈ دیا گیا۔
(۴)۱۹؍رجب المرجب ۲۷؍مارچ ۲۰۱۹ء بموقع جشن زریں جامعہ اسلامیہ روناہی مجاہد ملت ایوارڈ پیش کیا گیا۔
(۵)۱۸؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ علامہ عبد الرؤف بلیاوی ایوارڈ ملا۔

مناصب جلیلہ

(۱) صدر المدرسین (۲) شیخ الحدیث (۳) صدر شعبہ افتا (۴) رکن فیصل بورڈ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف (۵) رکن مجلس مشاورت ماہنامہ الجامعہ روناہی (۶) درجنوں مدارس کی سرپرستی۔

بیعت

۱۹۶۰ء میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف بیعت پایا۔

خلافت

مندرجہ ذیل بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل کی:
(۱) بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ (۲) شہید راہ مدینہ حضرت علامہ سید انوار اشرف عرف مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ (۳) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ (۴) گلزار ملت حضرت سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی اسماعیلی دامت برکاتہم العالیہ مسولی شریف۔

حج وزیارت

دوبار ۱۹۹۴ء و ۱۹۹۹ء میں حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔

ازدواج واولاد

ضلع سنت کبیر نگر کے ایک گاؤں ''واسن'' کے ایک نیک گھرانے میں آپ کی شادی ہوئی۔ایک صاحب زادی اور چار صاحب زادے تولد ہوئے۔(۱) محمد جنید رضا (۲) مولانا ارشد رضا استاذ مدرسہ عربیہ بحر العلوم سدھورہ بارہ بنکی (۳) محمد راشد رضا (۴) محمد شاہد رضا

وصال

۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ/ ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۹ء جمعرات کی رات ۷؍بج کر ۱۵؍منٹ پر وصال فرمایا۔۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ/۱۳؍دسمبر ۲۰۱۹ء بعد نماز جمعہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور حضرت بابا شرف الدین علیہ الرحمہ ٹیلہ متصل جامعہ روناہی فیض آباد یوپی کے جوار میں مدفون ہوئے۔

محمود ملت شہزادہ بلبل ہند حضرت علامہ الحاج محمود رضا قادری

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

نام ونسب

محمد محمود رضا صادق بن مفتی محمد رجب علی قادری بن جناب صوفی نبی بخش بن شیخ علی بخش بن جناب روشن علی۔

ولادت

محلّہ گھوسی ٹولہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں اکتوبر ۱۹۶۳ء میں ولادت ہوئی۔آپ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے فرزندار جمنداور جانشین ونائب ہیں۔

رسم تسمیہ خوانی

سن شعور میں قدم رکھا تو ۱۹۷۱ء میں رسم تسمیہ خوانی کی تقریب منعقد ہوئی، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے علمائے کرام کی موجودگی میں اپنی مقدس ومطہر زبان سے تسمیہ خوانی کی رسم ادا کی اور اپنی مستجاب دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ عزیز العلوم میں مولانا حفاظ الدین صاحب بنگالی، مولوی حاجی محمد اسماعیل صاحب، حافظ سجاد علی صاحب، ماسٹر پٹن صاحب سے حاصل کی۔ پھر اسی ادارے میں مفتی شاہ تجمل الہدیٰ صاحب، مفتی زین الدین صاحب، مفتی شبیر حسن رضوی صاحب، مفتی عبد الوحید صاحب بستوی، مولانا حسیب رضا صاحب، مولانا محمد سمیع اللہ صاحب کی درسگاہوں میں زانوے تلمذ تہہ کیا اور دورۂ حدیث تک تعلیم حاصل کی۔

دستار بندی

دورہ حدیث کی تکمیل پر سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ آپ کی دستار بندی میں ملک وملت کے نامور علما و مشائخ نے شرکت فرمائی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) قائد اہل سنت، مناظر اعظم ہند، فاتح یورپ و ایشیا، رئیس القلم حضرت علامہ الحاج الشاہ ارشد القادری صاحب قبلہ بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی

(۲) نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد ریحان رضا خاں صاحب قبلہ بریلی شریف

(۳) شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب قبلہ پیلی بھیت

(۴) فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵) خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی بانی و مہتمم دار العلوم غریب نواز الہ آباد

(۶) ماہر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب پٹنہ

ان جملہ علمائے کرام و مشائخ عظام نے آپ کو ایک ایک عدد جوڑے بھی پیش فرمائے، بلکہ حضرت ریحان ملت صاحب قبلہ نے اپنی اجازت وخلافت بھی عنایت فرمائی، اسی موقع پر آپ کو حضرت بلبل ہند علیہ الرحمہ نے بھی اپنی اجازت وخلافت مجمع عام میں عنایت فرمائی۔

اشرفیہ مبارک پور میں

بعدہ ۱۹۸۴ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بغرض حصول علم تشریف لے گئے، مگر بعض نامساعد حالات کی وجہ سے واپس آ گئے۔

تدریس

واہب لا یزال نے آپ کو والد گرامی کے جمال و کمال کا پیکر بنایا ہے، بلبل ہند کے مشن کو آگے بڑھانا، آپ کی اہم ذمہ داری رہی، جس کا احساس بھی آپ کو ہمیشہ رہا۔ چناں چہ وعظ و تقریر اور خطابت کے میدان میں آپ نے ۱۹۸۰ء ہی سے قدم رکھ دیا تھا اور والد گرامی کے ساتھ ملک کے مختلف علاقوں میں تقریری دورے کرنے لگے تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۸۵ء میں مدرسہ عزیز العلوم سے درس و تدریس کا بھی آغاز کیا اور یہ سلسلہ ۱۹۹۴ء تک مسلسل جاری رہا۔ پھر جب تقریری

دوروں کی کثرت ہوئی تو تبلیغ دین اور اصلاح مسلمین کے جذبہ خیر کے ساتھ یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ درس نظامی کی معیاری تعلیم و تدریس آپ کی درسگاہ کی خصوصیت رہی، آپ سے پڑھنے والے حسن تفہیم اور مہارت تدریس کے قائل ہیں۔

بیعت وخلافت

ڈھائی سال کی عمر ہوئی، تو والد گرامی حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے سرکار کلاں حضرت علامہ سید مختار اشرف اشرفی علیہ الرحمہ کی گود میں دے دیا۔ پھر سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی غلامی میں شامل فرمالیا۔

آپ کو مندرجہ ذیل بزرگوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے:

(۱) حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اپنے تینوں مرشدین اجازت حضور مفتی اعظم ہند، حضور محدث بجنوری اور حضرت شیخ سعد اللہ مکی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل شدہ جملہ اوراد واعمال، اذکار واشغال کی اجازت مرحمت فرما کر اپنا مجاز وخلیفہ بنایا اور اپنا جانشین قرار دے کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ رجبیہ کے فروغ کی اہم ترین ذمہ داری سونپی۔

(۲) ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف نے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

(۳) شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت عطا فرمائی۔

(۴) خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے بھی خلافت واجازت سے نوازا۔

(۵) حضرت سید ضیاء الدین احمد ترمذی کالپی شریف نے سلسلہ عالیہ قادریہ محمدیہ اور اس کے جملہ اوفاق واعمال، اذکار واشغال کی اجازت عطا فرمائی۔

(۶) حضرت علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی ملتان پاکستان نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ سراجیہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

جشن صد سالہ منظر اسلام بریلی شریف کے موقع پر حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں نے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے منظر اسلام کے ابنائے قدیم میں سے ہونے کے اعزا میں توصیفی سند آپ کو سپرد کی۔

رسم سجادگی

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان بانی مدرسہ عزیز العلوم کا عرس چہلم شریف مورخہ ۱۱/۱۲ رمئی ۱۹۹۸ء کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ سرزمین نانپارہ پر منایا گیا۔ ملک و بیرون ملک سے ہزاروں سے بھی زیادہ عقیدت مندوں نے مزار پرانوار حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ پر آکر خراج عقیدت کے حسین

توڑے پیش کیے۔اس ساعت سعید پر تاج الشریعہ رہبر شریعت وطریقت ،فقیہ العصر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری (علیہ الرحمہ) نے اپنے دست اقدس سے شہزادہ مفتی اعظم نانپارہ حضرت مولانا محمد محمود رضا صاحب قادری کی رسم سجادگی ادا فرمائی۔

عرس چہلم میں شرکت فرمانے والے علمائے کرام ومشائخ عظام میں

(۱) پیر طریقت حضرت محبوب میناشاہ سجادہ نشیں آستانہ مینائیہ گونڈہ

(۲) مخدوم مکرم حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ روناہی

(۳) حضرت مولانا قاری امانت رسول پیلی بھیت

(۴) حضرت علامہ مفتی الیاس صاحب نوری کانپوری

(۵) حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب بہرائچی

(۶) حضرت مولانا مفتی زماں صاحب اترولہ

(۷) حضرت مولانا شمس الہدیٰ صاحب مبارک پور

(۸) حضرت مولانا شمیم نوری صاحب

(۹) حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب امرڈوبھا

(۱۰) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب ازہری

وغیرہ کے اسما شامل ہیں۔ان جملہ علمائے کرام ومشائخ عظام نے حضرت تاج الشریعہ ازہری صاحب قبلہ دام فیوضہم کے ساتھ رسم دستار سجادگی میں شریک ہو کر حضرت کی دعا پر آمین کہا۔

بعدہ تاج الشریعہ کی موجودگی میں شہزادہ بلبل ہند حضرت مولانا محمود رضا صاحب قادری نے عہد و پیمان کیا اور اپنی بصیرت افروز تقریر میں مدرسہ عزیز العلوم کی ترقی اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لوگوں کو چلنے کی ترغیب دی جیسا کہ حضرت مفتیٔ اعظم نانپارہ کی پوری زندگی کا ماحصل رہا کہ ساری زندگی لوگوں کو بریلی شریف کا دروازہ دکھا کر لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست اور بزرگان دین کی سچی محبت عطا فرمائی۔

تبلیغی دورے

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے بعد آپ ان ہی کے طرز پر ان کے حلقہ ارادت ٹیکم گڑھ، کھرگاپور، جتارہ، بلدوگڑھ، کانپور، جھانسی، ممبئی، ناسک، کوڑے بھار، سلطان پور وغیرہ میں دورے کر کے مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام نشر کرتے ہیں۔لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

مدرسہ عزیز العلوم کا اہتمام

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے آپ کی تعلیمی لیاقت اور انتظامی صلاحیت کو دیکھ پرکھ کر عزیز العلوم کے اہتمام وانصرام کی ذمہ داری آپ کو سپرد کردی اور نائب مہتمم کے عظیم الشان عہدے پر فائز کیا، پھر یکم جولائی ۱۹۹۴ء کو ناظم تعلیمات مقرر کیا، آپ نے اپنی ان ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مدرسہ عزیز العلوم کے اہتمام کی تمام تر ذمہ داری آپ کے دوش ناتواں پر آئی، آپ نے بحسن وخوبی بلبل ہند علیہ الرحمہ کے مشن پر کام کیا اور بہتر کام کیا۔ پھر جب تبلیغی دوروں کی کثرت ہوئی اور عدیم الفرصتی مخل ہوئی تو آپ نے یہ ذمہ داری اپنے خلف اکبر نبیرہ بلبل ہند حضرت مولانا قاری محمد حسین صاحب قبلہ قادری کے سپرد کردی ہے، موصوف اپنے دادا کے لگائے ہوئے شجر کی آبیاری میں شب وروز مصروف عمل ہیں اور اسے ترقی کی راہ میں بہت آگے لے جانے کے لیے پیہم کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزائم کی تکمیل فرمائے۔

اوصاف واخلاق

حضرت محمود ملت اپنے والد گرامی کے جانشین اور "الولد سر لابیہ" کے مصداق ہیں۔ اچھے عالم اور بہترین خطیب ہونے کے ساتھ عمدہ اخلاق واوصاف کے حامل ہیں۔ بزرگان دین سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت پر فدا اور اعلیٰ حضرت کے شیدا ہیں۔ بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت مولانا مفتی ابوالکلام فیضی مصباحی سابق صدر المدرسین مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ نے آپ کے محاسن وکمالات کا بڑا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

"محمود ملت شہزادہ بلبل ہند مخدوم گرامی حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا محمد محمود رضا صاحب قبلہ کی شخصیت بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے۔ علم وفضل، خشیت وانابت، امانت ودیانت، مہمان نوازی، غربا پروری انھیں آبا واجداد سے وراثت میں ملی ہے۔ حضور غوث الاعظم تاجدار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سے قلبی وروحانی لگاؤ اس قدر ہے کہ ہر چاند کی گیارہ تاریخ کو حضرت پیران پیر شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ مبارک کرنا آپ کی فطرت جمیلہ میں شامل ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی وجملہ اولیاے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے والہانہ عشق ومحبت ان میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ (گلہائے عقیدت، مناقب مسعود غازی ص ۲۳)

حج وزیارت

ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے، کہ اسے اللہ کا گھر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا در دیکھنا نصیب ہو۔

حضرت محمود ملت بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں یہ سعادت ابدی حاصل ہوئی ہے۔ زیارت حرمین شریفین سے آپ مشرف ہوئے اور وہاں بھی احقاق وابطال باطل کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت پائی۔ آپ کے والد گرامی حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ مدینہ شریف میں حضرت مہاجر مدینہ علامہ ضیاء الدین علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے نوازے گئے اور آپ کو حضرت مہاجر مدینہ کے صاحب زادے مولانا فضل الرحمٰن علیہ الرحمہ نے نوازا۔ زہے نصیب یہ کیسا اچھا اتفاق ہے۔ چناں چہ حضرت مفتی ابوالکلام فیضی صاحب لکھتے ہیں:

''بحمد اللہ امسال حضرت محمود ملت صاحب قبلہ فریضۂ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ عرفات، منیٰ، مزدلفہ میں امامت فرمائی اور ایک بدعقیدہ سے علمی مباحثہ بھی فرمایا، جو علی گڑھ کا باشندہ تھا۔ مدینہ شریف میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء الدین مدنی قطب مدینہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے صاحبزادے حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد فضل الرحمٰن صاحب قبلہ کے حکم پر نماز مغرب پڑھائی اور فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک ایک نعت شریف پڑھ کر سنائی جسے حضرت موصوف نے بغور سماعت فرمایا اور بے پناہ دعاؤں سے نوازا۔ (گلہائے عقیدت، مناقب مسعود غازی ص ۲۴)

شعروشاعری

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل کے ساتھ جہاں اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں، شعروشاعری کی صلاحیت سے بھی نوازا ہے۔ اگر چہ شاعری کو آپ نے اپنا مشغلہ نہیں بنایا، مگر جب اشعار کہتے ہیں، تو بہت خوب اور بہتر کہتے ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا کے فضل سے محمودؔ بھٹکے گا نہ ظلمت میں
کہ دل میں ضوفگن میرہدیٰ ہیں غوث جیلانی　　(مناقب مسعود غازی ص ۲۴)

اسلام کا وقار عزیز العلوم ہے　　قرآن کی بہار عزیز العلوم ہے
پھولوں سے علم دیں کے ہر اک گوشہ ہے بھرا　　کیا صحن پر بہار عزیز العلوم ہے
خوشبوے باغ طیبہ ہے ہر سو بسی ہوئی　　گلزار عطر بار عزیز العلوم ہے
جھونکے چلائے لاکھ سموم عناد نے　　پھر بھی بہار دار عزیز العلوم ہے
فضل خدا ہے لطف نبی غوث کی دعا　　اب تک جو برقرار عزیز العلوم ہے
محمودؔ فضل رب سے عطائے حضور سے　　ملت کا شاہکار عزیز العلوم ہے
(تجلیات بلبل ہند ص ۳۵)

شمس الواعظین حضرت مفتی شمس الدین بہرائچی

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ بہرائچ شریف

نام ونسب اور خاندان

نام احمد، لقب شمس الدین، کنیت ابوالخیر۔ شمس الدین احمد بن جناب زین الدین احمد بن شیخ عبداللطیف بن شیخ بھکاری۔ آپ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اس لیے صدیقی کہلاتے ہیں۔

شمس الواعظین مفتی شمس الدین رضوی صدیقی بہرائچی کے جد کریم عبداللطیف کے والد بزرگوار شیخ بھکاری بریلی شریف سے ترک وطن کر کے مقام راگڑ یہہ ضلع ہزاری باغ (بہار) میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر عبداللطیف صاحب مرحوم نے راگڑ یہہ سے منتقل ہو کر کوور میں سکونت اختیار کی۔ راگڑ یہہ اور کوور کی مسافت تقریباً ۶ ر میل ہے، کوور (جی ٹی روڈ) ہزاری باغ بہار شیر شاہ سوری روڈ سے تقریبا چھ کلومیٹر جانب شمال دامن کوہ میں آباد ہے اور وقوع کے اعتبار سے بہت پر بہار ہے۔ اس گاؤں میں تقریباً ۱۵۰ ر گھر مسلمان آباد ہیں۔

ولادت

اسی موضع کوور ڈاکخانہ دھر گلی ضلع گر یڈیہہ میں ۱۵ ر جون ۱۹۵۵ء کو مفتی شمس الدین احمد رضوی کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ولادت سے چالیس یوم قبل آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ کی آغوش رحمت میں پرورش ہوئی اور شیخ عبداللطیف نے کفالت فرمائی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد چچا قمر الدین نے سرپرستی کی۔

تعلیم وتربیت

خاندانی روایت کے مطابق جب مولانا شمس الدین کی عمر پانچ سال کی ہوئی، تو دادا عبداللطیف نے خوب دھوم دھام سے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کرائی۔ امیر وغریب، عزیز واقارب کی دعوت کی۔ عالمانہ کروفر کے ساتھ بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ یہ تقریب ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ آپ کے ماموں مولوی برأت علی نے بسم اللہ کی رسم ادا

کرائی۔

مفتی شمس الدین احمد کا خاندان دیندار ہے، اس لیے شروع ہی سے روزہ نماز کی تاکید کی گئی، اس کا آپ نے خاصا اثر قبول کیا اور بچپن ہی سے مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے لگے۔ جب مولوی برأت علی نے اپنے بھانجے کی یہ حالت دیکھی، تو خوب محنت ولگن سے ان کی تعلیم وتربیت فرمائی۔

حضرت مولانا شمس الدین احمد نے ۱۹۶۰ء میں تعلیم کا آغاز گاؤں کے مکتب اور اسکول میں کیا۔ اسکول کے اساتذہ میں ماسٹر محمد ظہور قابل ذکر ہیں۔ درجہ ہفتم تک اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ ۲؍فروری ۱۹۶۹ء کو مدرسہ فیض العلوم دھتکی ڈیہہ جمشید پور میں فارسی کی پہلی شروع کی۔ فیض العلوم جمشید پور ٹاٹا نگر میں تقریباً ایک سال تک حصول علم میں مشغول رہے۔ ۴؍فروری ۱۹۷۰ء کو مدرسہ عزیز سمبل پور اڑیسہ پہنچے، پھر ۴؍اپریل ۱۹۷۰ء کو مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیوال بیگھہ تشریف لے گئے۔ ۷۶۔۱۹۷۵ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا تعلیمی سفر کیا اور معزز اساتذہ فن سے اکتساب علم کیا۔ پھر جامعہ حمیدیہ بنارس تشریف لے گئے اور وہیں سے ۱۵؍اگست ۱۹۷۶ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ آپ نے منشی، مولوی، عالم فاضل دینیات اور فاضل طب کے امتحانات عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے پاس کیے، ہر امتحان میں اعلیٰ ڈویژن حاصل کیا۔

اساتذہ

شمس العلما قاضی شمس الدین جعفری مصنف قانون شریعت، حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری، حضرت مولانا خادم رسول رضوی سابق شیخ الحدیث مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، حضرت مفتی عبید الرحمٰن رضوی پورنوی، حضرت مولانا نجم الدین احمد اورنگ آبادی، حضرت مولانا عبد الشکور پلاموی، حضرت مولانا نصیر الدین رضوی اورنگ آبادی، حضرت مولانا شاہ مبین الہدیٰ گیاوی، حضرت مولانا مفتی عبد الجلیل رضوی دربھنگوی مہتمم جامعہ اسلامیہ نوری مدھوبنی، حضرت مولانا نذیر الدین بنگالی، حضرت مولانا محمد عمر بستوی۔

تدریس

۱۹۷۷ء سے تدریس کا آغاز کیا، سب سے پہلے مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیا میں تعلیمی فرائض انجام دیے، اس کے بعد ۱۵؍مارچ ۱۹۷۸ء میں جامعہ حمیدیہ رضویہ تشریف لائے اور جامعہ حمیدیہ بنارس میں ایک سال

تک تشنگان علوم کی پیاس بجھاتے رہے،۱۰رشوال المکرّم ۱۳۹۸ھ کو مدرسہ خیر یہ نظامیہ سہسرام میں درس وتدریس کی مسند پر فائز ہوئے۔۱۵رمارچ ۱۹۸۰ء کو جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف کے ارباب حل وعقد کی دعوت پر تشریف لائے اور مسند تدریس کو زینت بخشی اور اپنی تدریسی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر یہاں کے طالبان علوم نبویہ پر اچھا اثر چھوڑا۔ترقی کرتے ہوئے ۱۹۸۷ء میں صدرالمدرسین کے منصب جلیل پر فائز ہوئے۔یہاں تدریس کے ساتھ فتوی نویسی بھی آپ کے ذمہ رہی، بہرائچ شریف اور قرب وجوار سے آئے ہوئے سوالات کے نہایت تشفی بخش جوابات دیتے۔پہلا فتوی ۲۹رمارچ ۱۹۸۰ء کو رقم فرمایا۔

چند تلامذہ

مولانا شمیم عالم رضوی پلاموی صدرالمدرسین مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف،مولانا حافظ بشارت علی رضوی قیصر گنج بہرائچ،مولانا سید بدرالحسن کٹیہاری،مولانا محمد فاروق گجراتی،مولانا علیم الدین پلامو بہار،مولانا محمد میکائیل ضیائی رضوی کانپوری،مولانا محمد اشفاق احمد ضیائی،مولانا عسکری گجراتی،مولانا فضل رسول رضوی اورنگ آبادی،مولانا گل محمد رضوی بہرائچی۔وغیرہ

وعظ وتقریر

مفتی شمس الدین احمد بہرائچی کا شمار اپنی جماعت کے بلند پایہ واعظین ومقررین میں ہوتا ہے۔فی البدیہہ تقریر کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔عنوان تقریر اکثر اصلاح معاشرہ اور روزہ نماز وغیرہ ہوتا ہے، جوآج ہماری قوم کے لیے بے حد ضروری ہے۔اپنی مخصوص فکر واحساس کی بدولت نباض قوم ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔’’راغب المصلین‘‘ آپ کا لقب ہے۔

بیعت وخلافت

مفتی شمس الدین احمد بہرائچی نے ۲۴رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ کو مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر خانقاہ رضویہ بریلی میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے آپ کو خلافت واجازت کی دولت بھی حاصل ہوئی۔

حضور بلبل ہند مفتی ناناپارہ علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مفتی امان الرب صاحب

از : نبیرۂ بلبل ہند
حضرت مولانا مفتی خالد رضا قادری صاحب

نام، ولادت اور جائے ولادت

حضرت علامہ مفتی امان الرب صاحب قبلہ ابن مولوی یعقوب علی مغفور و مرحوم۔ آپ کی جائے پیدائش موضع مقصود پور ضلع مظفر پور صوبہ بہار ہے۔ سن ولادت غالباً ۱۹۶۲ء ہے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم وہیں کے مکتب میں ہوئی، درس نظامی کی ابتدائی تعلیم جامعہ قادریہ مقام دیوریا میں ہوئی، اس کے بعد دار العلوم غریب نواز الہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں پر ۱۹۸۱ء میں علما و مشائخ کی موجودگی میں ایک نمبر پر دستار فضیلت ہوئی۔ براؤں شریف کے خلیفہ صاحب اور مفتی اعظم کانپور نے اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

بیعت

آپ کی بیعت اور اس کا پس منظر بڑا دلچسپ ہے، اس لیے آپ کی خود نوشتہ سوانح سے ہی ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ”جب میں نے درس نظامی کی تعلیم شروع کی، تو یہ دور میرے لیے بڑا پریشان کن تھا، ذہنی اعتبار سے میں غبی و کمزور تھا، پڑھنے سے جی چراتا، مدرسہ آنے جانے سے کتراتا تھا، مگر سمجھیے کہ میری قسمت میں سعادت وار جمندی لکھی تھی، ماہ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ میں میرے گاؤں کے ایک جلسہ میں جنید وقت غوث زمن سرکار مفتی اعظم ہند تشریف لائے، رات سے صبح تک بیعت و ارادت کا سلسلہ جاری رہا، صبح سے دعا و تعویذ لینے والوں کی قطاریں صف بستہ کھڑی ہوئی تھیں، سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے طالب علموں کے لیے ایک تعویذ لکھا، اپنے خادم کو عطا فرمایا، کہ اس کی نقل طالب علموں کو دیں، مجھے میرے والد گرامی مولوی یعقوب علی مرحوم و مغفور اپنے ساتھ لے گئے، خود بیعت ہوئے، مجھے بیعت کرایا، چوں کہ میں غبی تھا، میں حضور کے قریب بیٹھ گیا، جب کافی دیر ہوگئی، تو حضور نے فرمایا، جاؤ بیعت ہو چکے، میں نے عرض کیا، پڑھنے کا تعویذ چاہیے، خادم سب کو دے رہے ہیں، تو آخر میں حضور ہمیں بھی عطا ہو، میری اس اولوالعزمی پر حضور مسکرائے، بس اس تبسم ریز ہونٹوں کا صدقہ کہ ہم اپنے ہم سبق طلبہ سے سبقت لے گئے، میری قوت حافظہ سب

طلبہ پر فائق ہوگئی، ہمیشہ آگے ہی رہا، یہاں تک کہ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں میری دستار فضیلت ایک نمبر پر ہوئی۔"

اس پورے اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ کہنا بجا ہے کہ ؎

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی　　بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

بلاشبہ آپ حضرت کی زندگی میں جو بہار ہے، وسب سیدنا سرکار مفتی اعظم کے تبسم ریز ہونٹوں کا ثمرہ وصدقہ ہے۔

خلافت

ملک نیاز رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شہر کانپور حضرت ادریس رضا بھیا کے بلاوے پر بارہا آپ کا جانا ہوا، ایک بار علماو مشائخ کی موجودگی میں بڑی لاجواب تقریر فرمائی، جو احقاق حق وابطال باطل پر مشتمل تھی، جسے سن کر حضرت علامہ مفتی مشاہد رضا خاں علیہ الرحمہ بہت خوش ہوئے اور مدرسہ حشمت الرضا میں عوام وخواص کی موجودگی میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت، دلائل الخیرات، الوظیفۃ الکریمہ ودیگر اوراد ووظائف کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے کل ہوکر حضور بلبل ہند جد کریم نے آپ کو یاد فرمایا، آپ الحاج طیب صاحب کے مکان پر پہنچے، آپ سے حضرت نے خلوت میں کچھ باتیں دریافت فرمائیں، اس میں ایک بڑی عجیب بات یہ تھی کہ تم چوری کرتے ہو کہ نہیں؟ جسے سن کر آپ بہت پریشان ہوئے، ظاہر سی بات ہے، جس سے بھی اس قسم کا سوال ہوگا، وہ ابتداءً ششدر رہ جائے گا، بڑی ہمت کرکے آپ نے جواب دیا، کہ ہاں رمضان شریف اور بعدہ کبھی کبھی۔ جواب سن کر مفتی نانپارہ خوشی سے مچل گئے، کیوں کہ چوری سے مراد تصوف میں تہجد پڑھنا ہے۔ پھر حضرت نے آپ کو ٹوپی، تحریری خلافت اور گیارہ روپے عطا فرمائے، وہ سب آج بھی آپ کے پاس محفوظ ہیں۔

اولاد

آپ کی چار نرینہ اولادیں ہیں، جن میں مولانا لمعان رضا حضرت کے جانشین ہیں اور دو صاحب زادیاں۔

خطابت

آپ کی خطابت کا ڈنکا ملک کے طول وعرض میں بجتا ہے، اکثر خطابت کا موضوع احقاق حق وابطال باطل، رد بد مذہباں ہی ہوتا ہے، نہایت عمدہ علمی نکتوں پر مشتمل خطاب ہوتا ہے۔

فی الوقت جامعہ امیر العلوم مینائیہ مینانگر کربلا روڈ گونڈہ یوپی میں درس وتدریس کی خدمت ایک عرصہ دراز سے انجام دے رہے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد ہر چہار جانب خدمت دین متین میں مشغول ہیں۔ اللہ حضرت کا سایہ ہم سبھوں پر تادیر قائم فرمائے اور مسلک اہل سنت وجماعت کو آپ کی ذات سے نفع پہنچائے۔ آمین یارب العالمین

حضرت مولانا الحاج عبدالمجید قادری برکاتی

از : مولانا وصال احمد اعظمی
شیخ الادب دارالعلوم غوثیہ تبلیغیہ رسول آباد امیٹھی یوپی

ولادت اور تعلیم وتربیت

حضرت مولانا عبدالمجید بن شبراتی، مدرسہ کی سند کے اعتبار سے ۲۲ر جنوری ۱۹۶۳ء کو تولد ہوئے، صحیح تاریخ کا علم نہیں۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، حفظ کے لیے پپر ولی بازار گورکھپور تشریف لے گئے، وہاں حضرت استاذ الحفاظ محمد علی صاحب قبلہ کے پاس حفظ مکمل کیا۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم کے لیے دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ میں داخلہ لیا، چند سال رہ کر الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی آگئے، سابعہ (فاضل اول) تک یہیں کے اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا، پھر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۲ء میں بموقع عرس حافظ ملت قدس سرہ العزیز دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

مشہور اساتذہ کرام

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی، علامہ عبدالشکور عزیزی، علامہ عبداللہ خاں عزیزی، حضرت مفتی شبیر حسن رضوی، علامہ محمد نعمان خان قادری اعظمی، علامہ وصی احمد وسیم صدیقی، علامہ محمد شاکر علی قادری، علامہ محمد ایوب رضوی۔

خاص رفقاے درس

مولانا عبدالحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مولانا اخلاق احمد برکاتی (گھوسی) استاذ جامعہ فاروقیہ بنارس وغیرہ۔

تدریسی زندگی

فراغت کے بعد حضرت برکاتی صاحب نے موضع ریہار ضلع بارہ بنکی، دارالعلوم نورالعلوم کنہٹی ضلع سلطان پور،

کیتھولی ضلع سلطان پور اور دارالعلوم غوثیہ تبلیغیہ رسول آباد امیٹھی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔آپ کے تلامذہ کئی سو ہیں، جوملک کے مختلف حصوں میں دینی خدمت کررہے ہیں۔مولانا مقبول احمد قادری ملاڈ ممبئی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت احسن العلما سید مصطفیٰ حیدرحسن علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت علامہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ نے خلافت سے نوازا اور سند خلافت خود اپنے دست مبارک سے لکھ کرعطا فرمائی۔حضرت سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جائس شریف والد ماجد حضرت سید کلیم اشرف اشرفی جیلانی سے بھی خلافت حاصل ہے۔

حج وزیارت

۲۰۰۲ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی،اس کے بعد اہلیہ محترمہ کے ساتھ عمرہ بھی کیا۔

ازدواجی زندگی

فراغت کے بعد برکاتی صاحب کی شادی محترمہ جمیلہ خاتون صاحبہ سے ہوئی،جن کے بطن سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:(۱)مولانا حافظ محمد احمد رضا نوری استاذ دارالعلوم غوثیہ شاہ پور سلطان پور (۲)محمود رضا (۳) حامد رضا (۴)محمد خالد رضا (۵)محمد ساجد رضا (۶) مہ جبیں (۷) طلعت جبیں (۸) رفعت جبیں۔

وفات

افسوس صد افسوس یہ خورشید علم وفضل ۱۱رجب ۱۴۳۷ھ/ ۹؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز اتوار بوقت فجر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔رب کریم اپنے حبیب پاک کے صدقے انھیں جنت میں بلند جگہ عطا فرمائے۔

حضرت برکاتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ انتہائی خوش اخلاق،احباب پسند،خوش اطوار،خوش پوشاک اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔عالم باعمل،شاندار خطیب،عمدہ مدرس،بڑے حلیم الطبع تھے۔راقم (وصال احمد اعظمی) کے مخلص احباب میں سے ایک تھے، اس پر بے حد کرم فرماتے تھے۔

حضرت حافظ وقاری عزیز رضا نوری صاحب

از : نبیرۂ بلبل ہند
حضرت مولانا مفتی خالد رضا قادری صاحب

نام وولادت

آپ کا پورا نام محمد عزیز رضا نوری ابن خلیل احمد بن کریم بخش مرحوم ہے۔ آبائی وطن قصبہ نہر ضلع لکھنؤ ہے۔ یہیں آپ کی ولادت یکم جنوری ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔

آٹھ برس کی عمر ہوئی، تو والد گرامی مرحوم خلیل احمد (جن کے عقد میں میرے جد کریم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بڑی بہن اصغری خاتون تھیں) پوری فیملی کے ساتھ نانپارہ چلے آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

والد مرحوم سلائی کا کام کرتے، مختصر سی آمدنی تھی، گھر کے اخراجات بڑی مشکل کے ساتھ چلتے، اس وجہ سے آپ کی پرورش یہیں ننہال میں ہوئی، اپنے ماموں ہی کی گود میں پلے بڑھے اور انھیں کے زیر نگرانی پروان چڑھے۔

ابتدائی تعلیم قصبہ نانپارہ ہی کے ایک مولوی شیخ مدار صاحب عرف مدار بابا کے پاس حاصل کی، بعدہ اس وقت نانپارہ کی مشہور اور واحد دینی درسگاہ انجمن حنفیہ درسہ مصباح العلوم میں مرحوم مولوی براتی ومرحوم ماسٹر رمضان صاحب کے پاس درجہ پنجم تک تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مدرسہ عزیز العلوم جو کہ اس وقت طلبہ کی کثرت کی وجہ سے محلّہ باڑہ میں حضرت پپا شاہ کے آستانہ کے پاس کسی صاحب کے مکان میں منتقل کر دیا گیا تھا، وہاں تعلیم حاصل کی، اس وقت حضرت مولانا صوفی زین الدین صاحب، مولانا حفاظ الدین صاحب دیناج پور بنگال، ماسٹر نور الحسن صاحب صاحب نانپاروی، حافظ محمد عتیق صاحب نانپاروی علیہم الرحمہ پڑھاتے تھے۔

۱۹۶۴ء میں حضرت مفتی نانپارہ آپ کو بریلی شریف لے گئے اور حضرت مفتی اعظم ہند کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ مظہر اسلام بی بی جی مسجد میں داخلہ کرایا، یہاں قاری اسماعیل مرحوم سے حفظ کیا اور فن قرأت قاری سردار صاحب نابینا مرحوم کے پاس پڑھا۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ آپ پر بہت شفقت فرماتے، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے حجرہ کے بغل والے حجرہ میں آپ کے قیام کا انتظام فرمادیا تھا اور دونوں کا کھانا ناشتہ وغیرہ بھی حضرت کے گھر سے آتا تھا۔ آپ کو رضا مسجد کی اذان ونماز کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی تھی، سفر وحضر میں حضرت مفتی اعظم ہند کی صحبت ملی اور آپ کے خاص خادموں میں تھے۔

بریلی شریف میں دوسال کا عرصہ گزرا کہ سخت بیمار پڑ گئے اور واپس نانپارہ آگئے اور یہیں مدرسہ عزیز العلوم میں اپنے چچا حضرت قاری عبدالجلیل صاحب مرحوم اور حضرت قاری عبدالکریم صاحب نانپارہ مرحوم کی درسگاہ میں حفظ مکمل کیا۔ ۱۹۶۸ء میں حفظ کی دستار بندی ہوئی اور یہیں آپ کے ماموں جان حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے معین المدرسین کی حیثیت سے تقرر فرمالیا، حضرت کی موجودگی میں ۳۰/سال عزیز العلوم کی خدمت انجام دی۔ ۲۰۰۴ء میں بعض نامساعد حالات کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوگئے۔

شادی خانہ آباد

آپ کی شادی ۱۹۶۹ء میں آپ کے ماموں نے محلّہ بشیر گنج بہرائچ شریف میں مرحوم محمد عبدالقاسم کی صاحب زادی سے کرائی۔ آپ کے سات صاحب زادے تین صاحب زادیاں فی الوقت موجود ہیں، دو صاحب زادیاں بچپن میں اور ایک صاحب زادے مصباح الرضا ۱۵/سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوگئے۔

بیعت

مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد خود حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست مبارک سے رکھی اور سالانہ جلسہ دستار بندی کے لیے ۹،۱۰/شعبان المعظم کی تاریخ کی تعیین بھی حضرت ہی نے فرمائی، اسی جلسہ دستار بندی میں جب پہلی بار حضرت مفتی اعظم ہند وسرکار محدث اعظم ہند اور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ بذریعہ ریل گاڑی تشریف لائے، ادھر مفتی نانپارہ نے پہلے ہی سے استقبال کے لیے طلبہ کی جماعت بھیج دی تھی، جیسے ہی خبر ملی، کہ حضرت تشریف لاچکے ہیں، تو خوشی کی انتہا نہ رہی، دیوانگی کے عالم میں سڑک تک ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے چلے گئے، دیکھا کہ تینوں بزرگ یکہ پر بیٹھے تشریف لا رہے ہیں، آگے آگے دولہا اور پیچھے طلبہ کی بارات نعرہائے تکبیر ورسالت کے ہار کے ساتھ چلی آرہی ہے۔ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے کمرے پر آپ کا قیام رہا، اسی قیام گاہ پر عوام وخواص کا جم غفیر مرید ہوا اور آپ بھی حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔

خلافت

۱۷؍رمضان المبارک کانپور میں حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ نے عربی میں ایک خلافت نامہ تحریر کیا اور الحاج صوفی حافظ منور صاحب کو دیا کہ جاؤ اس کی چار فوٹو کاپی کرالاؤ، آپ نے حکم کے مطابق چار فوٹو کاپی کرا کے حضرت کے سپرد کر دیے۔ ۲۹؍رمضان المبارک کو حضرت سفر سے واپس نانپارہ تشریف لائے اور گاڑی سے اترتے ہی ایک خلافت نامہ والد گرامی حضرت مولانا محمود رضا صاحب اور ایک ہمارے بڑے ابو جناب موصوف حافظ عزیز رضا صاحب قبلہ کو دیا اور دونوں کو اجازت وخلافت عطا فرمائی، اس کے علاوہ آپ کو حضرت نے بعض دیگر اوراد ووظائف وتعویذات کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ کی دعائیں اور تعویذات نہایت باثر ہوتی ہیں۔ فی الوقت آپ خدمت خلق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ایم پی اور یوپی کے کئی علاقوں کے لوگ آپ کے دامن ارادت سے وابستہ ہیں۔

الحاج صوفی حافظ منور علی کانپوری صاحب

از : نبیرۂ بلبل ہند
حضرت مفتی محمد خالد رضا قادری صاحب

نام وولادت

منور علی قادری بن حاجی عبدالغفور صاحب مرحوم۔آپ کی ولادت شہر کانپور کے محلّہ بیکن گنج آپ کے آبائی مکان میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم یہیں شہر کانپور میں ہوئی، ساتویں کلاس تک انگریزی تعلیم حاصل کی، حفظ مکمل کرنے کے بعد گلستاں، بوستاں وغیرہ فارسی کی ابتدائی کتابیں کانپور کے مولانا عبدالسلام علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔
بدمذہبوں سے نہایت سخت نفرت فرماتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے حفظ کے استاذ کا نام نہیں لیا، میرے استفسار پر بتایا، کہ میں نہیں چاہتا کہ اس خبیث کو میں اپنا استاذ کہوں یا ادب سے نام لوں۔

بیعت وخلافت

ایک بار حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمۃ والرضوان شہر کانپور تشریف لے گئے اور آپ کے مبارک قدم حافظ صاحب کے گھر پر پڑے، وہیں پر آپ حضرت کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔۹،۱۰ر شعبان المعظم کو عزیز العلوم میں ہونے والے جلسہ میں ایک دفعہ خوب بارش ہوئی، جس کی وجہ سے جلسہ گراؤنڈ سے منتقل ہوکر عزیز العلوم کی سینٹرل بلڈنگ میں ہوا، حضرت مفتی نانپارہ کے کمرے سے جو دروازہ مدرسہ میں کھلتا تھا، وہیں کھڑے ہوکر آپ تقریر فرمارہے تھے، کئی خانقاہوں کے سجادہ نشیں اور علمائے کرام کی موجودگی میں حضرت جد کریم نے مائک پر حافظ صاحب کا اعلان فرما کر بلایا، عمامہ آپ کے سر پر باندھا اور اجازت وخلافت سے نواز دیا۔اس کے علاوہ کئی بار مختلف موقعوں پر آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔
ایک بار کانپور میں حضرت جد کریم آپ سے بہت ناراض ہوگئے، سبب مخفی تھا، کسی کو ناراضگی کی وجہ معلوم نہ تھی، آپ کو نہایت غم لاحق ہوا، بہت روئے، جب جد کریم کے جانے کا وقت قریب ہوا، گاڑی میں تشریف فرما ہوئے، آپ اشکبار آنکھوں

کے ساتھ گاڑی کے دروازے کے قریب کھڑے ہوگئے، حضرت نے شفقت بھرے انداز میں آپ کو قریب کیا اور فرمایا، جاؤ جن جن بزرگوں سے آج تک جتنی خلافتیں مجھے حاصل ہوئیں، وہ سب میں نے تمہیں عطا کیں۔

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو قادری ہاؤس کانپور میں جد کریم نے ایک سند خلافت تحریر فرمائی، جس کی چار فوٹو کاپی کرانے کا آپ کو حکم فرمایا، ایک آپ کو اور ایک الحاج طیب صاحب کو عطا کی اور بقیہ دو واپسی سفر کے بعد نانپارہ میں والد بزرگوار اور حافظ عزیز رضا صاحب کو عطا کی۔ وہ عربی خلافت نامہ آپ کے پاس بوسیدہ حالت میں آج بھی موجود ہے۔

اوصاف

نہایت پرہیزگار باشرع اور شیدائے مفتی نانپارہ ہیں، بااخلاق، بلند ہمت، تجربہ کار، صوفی صفت ہیں، اپنے مرشد ارادت واجازت کے نہایت معتمد رہے، ان کی جلوت وخلوت سفر وحضر میں ساتھ رہے، حافظ تعلیمات مفتی نانپارہ ہیں۔ آپ کی طرف سے سلسلے کا کام جاری ہے، کئی علاقوں میں مرید پھیلے ہوئے ہیں۔

اوراد ووظائف کی اجازت

اوراد ووظائف، تعویذات کی اجازت بھی آپ کو جد کریم سے حاصل ہے، ذیل میں ہم اجازت نامہ نقل کرتے ہیں:

باسمہ سبحانہ　　　۷۸۶　　　حامدا ومصلیا ومسلما

۲/بیع الاول شریف ۱۴۱۲ ھجریۃ مبارکۃ کانپور

اللھم صل علی سیدنا ومولینا محمد رسول اللہ شفیعنا و شافعنا الکریم والہ الکرام اجمعین وبارک وسلم

امابعد! فقیر قادری محمد رجب علی نانپاروی نے ان تمام نقوش واعمال، اوراد ووظائف کی اجازت برادر دینی ویقینی حافظ محمد منور صاحب قادری کانپوری ساکن بیکن گنج ریڈی میڈ بازار کو دی جو ان کتابوں میں مرقوم ہیں اور جو مجموعہ اعمال میں مندرج ہیں اور جن کی اجازت مجھے حضور محدث بجنوری اور حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ اور دیگر بزرگوں سے ملی ہے۔ **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین**

حافظ صاحب موصوف اپنے خلوص ومحبت سے بندگان خدا جل وعلا کی خدمت خلوص دل سے کرتے رہیں، اللہ پاک بطفیل حضور پرنور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم موصوف کو ترقی دارین اور استقامت بر مذہب اہل سنت عطا فرمائے۔ آمین **وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا وشفیعنا وشافعنا محمد رسول اللہ تعالیٰ والہ الکرام وبارک وسلم**

کتبہ الاحقر محمد رجب علی القادری النانفاروی غفرلہ

حضرت مولانا مفتی مشتاق احمد عزیزی ناسک

از : نبیرہ بلبل ہند
حضرت مولانا مفتی محمد خالد رضا قادری

نام وولادت

مشتاق احمد بن عبدالرحمٰن مرحوم بن محمد مرحوم۔ مارکشیٹ کے اعتبار سے آپ کا سن ولادت ۳۰ر نومبر ۱۹۷۱ء ہے۔ آپ کا آبائی وطن شیوہر کے قریب ایک گاؤں کولا تھا، آپ کے دادا مرحوم جو باشرع اور نعت خوان تھے، وہ انگریزی ساشن میں کولا شیوہر چھوڑ کر کھیتی باڑی کی غرض سے بڑھکڑیا بازار تحصیل موتی پور آ کر بس گئے۔

والد مرحوم جناب عبدالرحمٰن صاحب مرید تاج الشریعہ علما نواز علما سے محبت کرنے والے تھے، نل بنانے کا پیشہ تھا، متوسط آمدنی سے گزر بسر ہوتا۔

تعلیم وتربیت

جب عمر کا کچھ حصہ گزرا تو غالباً ۱۹۸۰ء میں آپ کی رسم تسمیہ خوانی گلرا گاؤں میں مرحوم مولوی محمد ہاشم صاحب نے کرائی، دو مہینہ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد گاؤں کے قریب چھپریا گاؤں میں قرآن شریف اور اردو وغیرہ کی تعلیم ہوئی، پھر جب آپ کے گاؤں ہی میں رضوی مسجد بنوائی گئی تو یہاں ایک مولوی سلیمان تھے، جو عقیدہ کے اعتبار سے دیوبندی تھے، ان سے عربی نثر، فارسی نثر اور نثر شکستہ پڑھا۔ آپ کے مکتب کے اساتذہ میں مولانا انور علی صاحب بہرائچی اور مولانا ضامن علی صاحب بہرائچی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں آپ کے والد گرامی نے ضلع بہرائچ کے مشہور ادارہ جامعہ عزیز العلوم نانپارہ میں آپ کا داخلہ کرایا، اس طرح سے پہلی فارسی سے بخاری شریف تک یعنی مکمل تعلیم از اعدادیہ تا دورۂ حدیث یہیں جامعہ عزیز العلوم نانپارہ میں حاصل کی۔

۷ر مارچ ۱۹۹۰ء میں عزیز العلوم کے سالانہ دستار بندی ۱۰ ر شعبان المعظم کو علما و مشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی، سب سے پہلے مائک پر حضرت جد کریم مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے دستار بندی فرماتے جاتے اور مائک پر اعلان کرتے جاتے، یہ بچہ بہت زیرک ہے یہ بچہ بہت زیرک ہے۔ حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ رکھتے، آتے جاتے گاہے بگاہے آپ سے سوالات فرماتے

رہتے۔ درس نظامیہ کے علاوہ فیض آباد سے عالم، کامل، فاضل وغیرہ پاس کیا اور فقیہ ملت کے قائم کردہ ادارہ مرکز تربیت افتا دارالعلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی سے مفتی نظام الدین صاحب قبلہ و مفتی اعجاز احمد صاحب قبلہ کے زیر نگرانی افتا کا پانچ سالہ مراسلاتی کورس بھی آپ نے فرمایا۔

آپ کے اساتذہ یہ ہیں: حضرت صدر المدرسین مفتی عبدالوحید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا حافظ سمیع اللہ صاحب، حضرت مولانا حسیب رضا صاحب علیہ الرحمہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا یعقوب صاحب، قاری عبدالجلیل صاحب علیہ الرحمہ، حافظ شفیع صاحب نابینا علیہ الرحمہ، مولانا شفیع صاحب جو فی الوقت ٹانڈہ میں پڑھاتے ہیں۔

تدریسی خدمات

آپ ایک روز جامعہ عزیز العلوم میں تدریسی خدمت پر مامور رہے، ہوا یوں کہ ایک بار شوال کے مہینے میں حضرت سے ملاقات کے لیے جلد پہنچ گئے، کہ حضرت سے ملاقات ہوگی اور پھر یہیں سے ناسک جانا ہوگا، مگر یہاں صدر المدرس جامعہ عزیز العلوم مفتی عبدالوحید صاحب قبلہ کسی سبب سے ابھی تک گھر سے نہیں آئے تھے، حضرت نے دیگر مدرسین کے سامنے فرمایا، یہ صاحب اس وقت تک دورے کی تعلیم دیں گے، جب تک کہ صدر مدرس نہیں آجاتے، حالاں کہ آپ کے اور معمر اساتذہ بھی موجود تھے، غالباً آپ درسگاہ میں ہدایہ آخرین پڑھانے میں مصروف تھے اور حضرت کھڑے ہو کر سن رہے تھے، اس کے بعد حضرت نے گھر سے ناشتہ کھانا بھجوایا اور فرمایا، اب یہیں سے ناشتہ کھانا آتا رہے گا، جب تک مفتی صاحب نہیں آتے یہ ذمہ داری تم کو سنبھالنا ہے۔ مگر بعض وجوہات کی بنا پر اس ذمہ داری سے معذرت کر لی، حضرت ناراض بھی ہوئے اور فرمایا، جب تک وہ نہیں آتے، کیا ہی اچھا ہوتا، کہ تم پڑھاتے۔

فراغت کے بعد غالبا ۲۰ر رمضان المبارک کو آپ جد کریم حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے ساتھ ناسک حاضر ہوئے، حضرت نے مدرسہ کے ذمہ داروں کو طلب فرمایا اور فرمایا، میں نے ان کا تقرر آپ کے مدرسے میں بحیثیت استاذ کیا، کچھ ذمہ داروں نے شرائط پر دستخط کرایا اور حضرت کے انتخاب سے آپ ۲۳ر مئی ۱۹۹۰ء کو وہاں کے مدرس بنے، آپ نے اس ادارے کا نام جامعہ اہل سنت صادق العلوم شاہی مسجد گھاس بازار ناسک رکھا۔ ایک بار حضرت مفتی نانپارہ نے ادارے کے ذمہ داران سے فرمایا، کہ مشتاق احمد کو چھٹی دے دیں، تو میں اس کو نانپارہ مدرسے میں رکھ لوں، یہ سب حضرت مفتی نانپارہ کی آپ پر شفقتیں ہیں۔

بیعت وخلافت

۱۹۸۴ء میں حضرت مفتی نانپارہ سے جلسہ دستار بندی کے موقع پر بیعت ہوئے ۔۱۸/رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بمقام ناسک بعد نماز تراویح حاجی محمد صاحب مرحوم کے مکان پر جو حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کی خصوصی قیام تھی، وہیں پر عوام وخواص کی موجودگی میں آپ کے لیے سند خلافت تحریر فرمائی ۔تمام کی موجودگی میں ٹوپی جو حضرت مفتی نانپارہ پہنے ہوئے تھے، آپ کے سر پر پہنائی اور خلافت نامہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔اس محفل میں خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ بھی موجود تھے۔ یہ سارے تبرکات آج بھی آپ کے پاس موجود ہیں۔

حضرت مفتی نانپارہ جو خاص نقش تحریر فرماتے تھے، اسی نقش پر یہ الفاظ مندرج ہیں:

۷۸۶

عزیز دلی مولانا مشتاق احمد صاحب رضوی سلمہ المولی الولی بعد التسلیم المسنون والدعا عمل مذکور ونقش مسطور کی آپ کو فقیر نے اجازت دی ومع ہذا من جملہ نقوش واعمال واوراد کی اجازت دی، جن کی اجازت احقر کو حضور مفتی اعظم ہند وحضور محدث بجنوری وحضور شیخ سعد اللہ مکی علیہم الرحمۃ والرضوان نے بخشی ہے۔ نیز دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی، جس کی اجازت فقیر کو خاندان رضوان مدینہ طیبہ سے ملی ہے۔ **وقد اجزتک لاجراء السلسلة القادرية البركاتية الرضوية حسب ما اجازنی به مشائخ الكرام ان تدخل اهل السنة فی هذه السلسلة المباركة وهو الهادی جل شانه ولقد كتبه الفقير محمد رجب علی القادری غفرله نزيل فی هذاالبلد ناسک ۱۸/شهر رمضان ۱۴۱۵ من الهجرة المباركة**

آپ فرماتے ہیں، کہ میرے پیرومرشد نے بن مانگے مجھے اجازت وخلافت عطا فرمائی، یہ میرے لیے اتنی بڑی نعمت ہے، کہ اب کسی بھی شیخ کی اجازت وخلافت کی مجھے حاجت نہیں۔ چناں چہ حضرت سید افسر علی صاحب علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو بن مانگے تحریری طور پر ۳۱۳/سلاسل کی اجازتیں عطا فرمائیں۔آپ شہزادہ قطب مدینہ حضرت علامہ فضل الرحمٰن صاحب سے طالب بھی ہیں۔سفر مدینہ طیبہ کے دوران جب آپ شہزادہ قطب مدینہ کے گھر پہنچے، تو حضرت نے فوراً ضیافت فرمائی، دوران گفتگو حضرت مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ چھڑ گیا، تو فوراً پوچھا، کیسے ہیں وہ؟ خیریت سے ہیں؟ آپ نے عرض کیا، کہ حضور! زمانہ ہوا، وہ انتقال فرما گئے، یہ سن کر آپ رونے لگے اور بڑی دیر تک روتے رہے۔

اس کے بعد فرمایا، کہ کوئی نعت سنا سکتے ہیں اعلیٰ حضرت کی؟ تو میں نے نعت سنائی، جب تک سناتے رہے،

روتے رہے اور فرمایا بڑے اچھے آدمی تھے، وہ اب تو رہے نہیں، پھر آپ کو طالب فرمایا۔

تصنیفات

جو حضرات درسگاہ کی مصروفیات سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں، کہ تدریسی خدمت کے ساتھ تصنیفی کام کتنا مشکل ہے؟ مگر پھر بھی آپ میں تصنیف و تالیف کا بڑا ذوق وشوق ہے، وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی بزرگ کی تصنیف پر کام کرتے رہتے ہیں، شاعری کا ذوق رکھتے ہیں، ۲۰۰۷ء میں نظم میں نغمات قادری چھپ کر آئی، ۱۴۲۰ھ میں ارمغان خیال چھپی، ۱۴۳۵ھ میں نعت و مناقب کا مجموعہ ارمغان امجدی سامنے آیا، شیخ سعدی کے گلستاں کے آٹھویں باب بلکہ سارے ابواب میں جہاں بھی حکمت کی باتیں ہیں، سب کا شاندار اردو میں ترجمہ کر کے بنام حکمت سعدی چھاپا۔ اسی طرز پر افکار سعدی زیر ترتیب ہے۔ دیگر بہت ساری کتابیں چھپنے کے انتظار میں ہیں، ارمغان عزیزی تیار ہے، مفتی نانپارہ علیہ الرحمہ کے قطعات پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کچھ فتاوی منظوم لکھے ہیں، جن کی توضیح و تنقیح کا کام ہنوز آپ کے قلم سے جاری ہے۔

مدرسہ رجب

ایک بار حضرت مفتی نانپارہ بذریعہ ٹرین سفر کر رہے تھے، ریل گاڑی آپ کے گاؤں کے پاس پہنچی، تو آپ نے ٹرین میں ہی ایک خط تحریر فرمایا، اور گاؤں کے ایک شخص کے ہاتھ آپ کے گھر پہنچایا، جس میں لکھا تھا کہ اگر مشتاق احمد گاؤں میں ہوتے تو میں یہیں اتر لیتا۔ حضرت کے قدم ان کی حیات میں آپ کے گاؤں میں نہ پڑے، مگر آپ نے ۲۰۰۱ء میں گاؤں میں ایک بڑی وسیع و عریض جگہ میں مدرسہ رجب اور رجبی مسجد قائم کی، جس میں تدریسی کام جاری ہے، اس طرح آپ کے فیوض و برکات وہاں پہنچ رہے ہیں۔

آپ کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ آپ بڑے بلند حوصلہ، دینی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ہیں، بااخلاق، مہمان نواز اور علم و عمل کے جامع ہیں۔

حضرت مولانا قاری نظام الدین قادری بستوی

از : مولانا وصال احمد اعظمی
شیخ الادب دارالعلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد امیٹھی یوپی

ولادت و تعلیم

حضرت مولانا قاری نظام الدین بن حمید اللہ بن ولی اللہ پردیسی۔ موضع تنوہاری سوئم خلیل آباد (سنت کبیر نگر میں یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ بھانٹ پار کے ایک مکتب میں حافظ دیدار علی صاحب کے پاس قرآن پاک ختم کیا، وہیں درجہ چہارم تک پڑھا۔ دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، مؤید الاسلام مگہر، معین الاسلام بستی، دارالعلوم مسعود العلوم بہرائچ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے ملک کی عظیم دانش گاہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی میں داخلہ لیا، یہاں کے مؤقر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۹۷۷ء میں فارغ ہوئے۔ پھر ایک سال کے لیے ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے، دورۂ حدیث میں داخلہ لیا، ۱۹۷۸ء میں دستار و سند فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

مشہور اساتذہ کرام

بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ، علامہ حافظ عبدالشکور عزیزی، مولانا عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ، مفتی شبیر حسن قبلہ روناہی علیہ الرحمہ، علامہ محمد نعمان خاں اعظمی علیہ الرحمہ، مفتی عبدالجلیل صاحب بہاری، مفتی انور علی صاحب قبلہ، حافظ دیدار علی صاحب۔

روناہی میں حضرت قاضی شمس الدین جعفری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف کا امتحان لیا، مبارک پور میں فخر المحدثین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ نے امتحان لیا اور مسلم شریف کا امتحان حضرت علامہ الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ تلمیذ صدر الشریعہ نے لیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد دارالعلوم بحر العلوم سدھور ضلع بارہ بنکی میں بحیثیت صدر المدرسین چند سال خدمات انجام

دیں، پھر شیموگہ کرناٹک کی نورانی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے، وہاں سے عروس البلاد ممبئ چلے آئے، یہاں حضرت حافظ عبدالقادر صاحب نے اپنے ادارہ دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ میں مدرس رکھ لیا۔ پانچ سال تک آپ بڑی جانفشانی کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دے کر ۱۹۸۵ء میں افریقہ چلے گئے، وہاں دارالعلوم علیمیہ رضویہ میں بھی پانچ سال رہے، ۱۹۹۰ء میں ہندوستان آگئے، رضا مسجد باندرہ ممبئ میں خطیب وامام ہوئے، چند سال تک امامت وخطابت کا سلسلہ جاری رہا، پھر دوبارہ افریقہ چلے گئے، ہنوز افریقہ میں دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری ہے، سوٹھوا افریقہ کی جیلانی مسجد میں درس وتدریس، امامت وخطابت اور دعوت وتبلیغ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

بہرائچ شریف درگاہ روڈ پر واقع مدرسہ فیض العلوم بخشی پورہ میں بھی ایک سال تک تدریسی خدمت انجام دی، مگر یہ نہ معلوم ہوسکا، کہ کس سن میں آپ وہاں کے استاذ رہے۔

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے، اکثر تلامذہ درس وتدریس، امامت وخطابت کے ذریعہ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

ازدواجی زندگی

قاری صاحب قبلہ کی شادی حضرت علامہ مفتی وکیل احمد اعظمی گھوسوی علیہ الرحمہ کی صاحب زادی حمیرا خانم سے ہوئی، دو صاحب زادے تولد ہوئے، دونوں عالم دین ہیں اور افریقہ میں درس وتدریس میں مشغول ہیں۔

بیعت وخلافت

تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ بلبل ہند مفتی نانپارہ حضرت مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ سے آپ کو خلافت حاصل ہے۔ خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی مجیب اشرف رضوی گھوسوی ثم ناگ پوری مدظلہ العالی نے بھی خلافت سے نوازا ہے۔

حضرت بلبل ہند مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کے آپ محبوب نظر تھے، حضرت آپ کو بہت چاہتے تھے، جس زمانے میں آپ مدرسہ فیض العلوم بہرائچ شریف میں خدمت تدریس میں مصروف تھے، ان دنوں حضرت بلبل

ہندا کثر پروگراموں میں قاری صاحب کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

رفقاے درس

مولانا ڈاکٹر محمد ایوب (گھوسی) اشرفیہ میں ہم سبق رہ چکے ہیں۔سید عبدالمنان صاحب، مشتاق احمد صاحب رونا ہی، مولانا جمیل احمد بارہ بنکوی، مولانا کلیم اللہ بستوی، مولانا قیس رضا بہار، مولانا سراج احمد مصباحی برکاتی۔

جن اکابر کی آپ نے زیارت کی

حضرت شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی، حضور حافظ ملت، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، امام النحو سید غلام جیلانی میرٹھی، مفتی رفاقت حسین، برہان ملت علامہ شاہ برہان الحق جبل پوری، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ عبدالرؤف بلیاوی، حضرت شاہ احمد نورانی، حضرت شاہ سید تراب الحق پاکستان، حضرت سید حامد اشرف جیلانی، حضرت سید مثنیٰ میاں۔

شاعری

حضرت قاری نظام الدین صاحب قبلہ شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، ایک مجموعۂ کلام ترتیب کے مرحلے سے گزر چکا ہے اور منتظر طباعت ہے۔

قاری صاحب بڑے خوش الحان ہیں، نعت پاک جب ترنم سے پڑھتے ہیں، تو مجمع پر چھا جاتے ہیں، ایک بار بستی کے جلسہ میں آپ نے علما و مشائخ کی موجودگی میں نعت پڑھی، جس میں حضور شیخ العلما جلوہ بار تھے، بے حد خوش ہوئے، آپ نے قاری صاحب کو آٹھ آنہ انعام دیا اور دعاؤں سے نوازا۔

حج وزیارت

قاری صاحب ۲۰۱۰ء میں حج وزیارت کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔۲۰۱۸ء میں اپنی اہلیہ کے ساتھ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔

حضرت قاری صاحب بزرگوں کے ادب شناس ہیں، اچھے خطیب، کامیاب مدرس، بلند اخلاق، علم دوست اور باکمال شاعر ہیں۔راقم (وصال احمد اعظمی) پر بڑے مشفق و مہربان ہیں۔

مولا تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کے صدقہ وطفیل حضرت قاری صاحب کو دارین کی برکتوں اور سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور صحت وسلامتی کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مدرسہ عزیز العلوم

جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم : ایک تعارف

از : حضرت مولانا علیم اللہ علیمی صاحب
استاذ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

مدرسہ عزیز العلوم ماضی اور حال کے آئینے میں

صوبہ اتر پردیش کے وسط شمالی مشرقی خطے ضلع بہرائچ شریف صدر مقام سے جانب مغرب تقریباً ۳۵ رکلومیٹر دور مشہور و معروف تاریخی قصبہ نانپارہ میں پاسبان قوم وملت بلبل ہند مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد رجب علی قادری نانپاوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے دین وسنیت پر بد مذہبوں کی پیہم یلغار دیکھ کر ایک اسلامی سنی پناہ گاہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی۔ اپنے شیوخ کرام سے عطا شدہ درد ملت کے تناظر میں لٹے ہوئے سواد اعظم کو آئندہ اس ایمانی تباہی سے محفوظ رکھتے ہوئے ان کی نئی نسل کے لیے بطور تحفہ ایک رضوی قلعہ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا، تاکہ مستقبل میں یہ نسل ایمانی لٹیروں سے محفوظ رہے۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا سچا وارث بن کر دین وملت کے ان دشمنوں کے لیے جو اسلامی لباس میں ملبوس ہیں، رضوی سپاہی بن جائے۔ بالآخر وہ مبارک گھڑی آئی، کہ ۴ر جنوری ۱۹۵۸ء کو محلّہ گھوسی ٹولہ نانپارہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اور مشائخ عظام کی دعاؤں کا سہارا لیتے ہوئے اس قلعہ بنام مدرسہ عزیز العلوم کی بنیاد رکھی۔

اس مدرسہ کے قائم ہوتے ہی بد مذہب بوکھلا اٹھے اور دین کو پارۂ نان یعنی روٹی کا ٹکڑا سمجھنے والے مخالفت پر اتر آئے، مگر مفتی صاحب قبلہ تو غلام اعلیٰ حضرت اور شیر رضا تھے، دین وسنیت کے غلبے کی خاطر جان تک کی پروانہ کی اور کھلے عام اعلان کرتے رہے ؎

ہے فضل رب چراغ عزیز العلوم پر
اے حاسدو یہ تم سے بجھایا نہ جائے گا
وہ نقش جس پہ ہو کرم خاص مصطفیٰ
اعدائے بے خرد سے مٹایا نہ جائے گا

ابتدا میں تو یہ مدرسہ بستی ہی کے نونہالوں کو اسلامی ضروری تعلیم سے آراستہ کرتا رہا، لیکن چند ہی سالوں میں اسلاف کرام کی دعائے سحر گاہی اس امید کو بر لائی، جس امید کو لے کر بانی ادارہ علیہ الرحمہ نئی نئی ترقی کے عزائم میں

مصروف تھے اور وہ دن بھی دیکھنے کو ملا کہ ضلع اور اس کے اطراف سے تشنگان علوم کے قافلے کھنچے چلے آنے لگے اور یہاں کے علم نبوی کے وارثین وراثت کا جام پلانے لگے، حتی کہ مدرسہ کی نشأۃ کے بعد تیس سال کے قلیل عرصے میں یہ مدرسہ ادارہ کی شکل اختیار کر گیا اور بقول بانی ادارہ ؂

جلووں کا ہر طرف تو یہاں پہ ہجوم ہے
ذکر رسول پاک مکرم کی دھوم ہے
دست کرم مفتی اعظم کی چھاؤں میں
گنجینۂ علوم عزیز العلوم ہے

زمانے نے دیکھا، کہ نانپارہ کے شیر اور مسلک اعلیٰ حضرت کے مبلغ اور ترجمان نے بدمذہبیت کو پارہ پارہ کر دیا۔ تین دہائی بعد اس ادارہ کے منصوبوں کی تکمیل میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا، بالآخر مفتی صاحب قبلہ نے اپنی آنکھوں سے وہ دن بھی دیکھ لیا، کہ ادارہ کے سیکڑوں فارغین جہاں ایک طرف اسلام کے داعی ومبلغ بن کر ملک وبیرون ملک دین وسنت کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہیں، وہیں دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ تعداد میں رضا کی دھار دار شمشیر بن کر بدمذہبوں کو کاٹ پھینکنے میں مشغول ہیں اور پیغام اعلیٰ حضرت کے سچے ناشرین میں اپنا نام درج کرانے کے لیے شب وروز ایک کیے ہوئے ہیں۔ گویا نیپال کی سرحد اور یوپی کی ترائی میں عزیز العلوم آندھیوں کی زد پر جلایا ہوا وہ چراغ ہے، جو آج بھی علم وفضل کے آسمان کا تارا بن کر دمک رہا ہے۔

یہ جانفزا دن بھی دیکھنے کو کیوں نہیں ملتا، جب کہ دنیائے سنیت کی عظیم ومعتبر شخصیات حضور سید العلما، حضور محدث اعظم ہند، حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت علیہم الرحمۃ والرضوان جیسی ہستیاں اس ادارے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے رہتے تھے اور اس کی تعلیمی وتعمیری ترقی کے لیے اپنی دعائے مستجاب میں یاد رکھتے تھے۔

آہ! اس ادارے کے قیام کے ۳۹؍سال بعد وہ جاں گسل دن بھی دیکھنے کو ملا، جب نادر روزگار عالم، عظیم مصلح، بلند رتبہ مدبر اور قوم وملت کے دردمند قائد حضور مفتی نانپارہ ہم ضعیف وناتواں کو سسکتا بلکتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب اس عظیم باغباں کے عظیم چمن کی سیرابی کا عظیم بوجھ ناتواں کندھوں کو برداشت کرنا پڑا، اپنے اسلاف کی دعاؤں کا سہارا لیتے ہوئے آپ کے جانشین محمود ملت حضرت علامہ مولانا الحاج محمود رضا صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے اپنی مضمحل قوت اعصاب پر قابو پا کر صرف بارگراں ہی نہیں اٹھایا، بلکہ اسے اوراعلیٰ منزل تک پہنچانے کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ پھر اس چمن کی باغبانی محمود ملت نے اپنے بڑے صاحب زادے نبیرہ مفتی اعظم نانپارہ حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا قادری صاحب قبلہ کے ذمہ سونپ دی، جسے آپ بڑے ہی حسن وخوبی کے ساتھ

انجام دے رہے ہیں اور ہمہ تن اس کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

الحمد للہ! آج ۶۲؍ رواں رواں سال ہے کہ فعال و متحرک نگراں کی نگرانی میں اور ذی استعداد و باصلاحیت اساتذہ کی جماعت کی کوششوں سے یہ ادارہ تشنگان علوم کو دینی عصری تعلیمات سے روشناس کرانے میں کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ذیل میں اس ادارے کا مختصر تعارف پیش ہے، جس سے تعلیمی، تربیتی، تنظیمی اور تعمیری میدانوں میں اس ادارے کی پیش رفت اور حسن کار کا اندازہ ہو سکے گا:

عزیز العلوم کے بنیادی مقاصد:

☆ دینی و مذہبی تعلیم کو فروغ دینا
☆ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کرنا
☆ دینی طلبہ کو ضروری عصری علوم انگلش، ریاضی، سائنس، کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم دینا
☆ عوام اہل سنت کے دینی و مذہبی مسائل حل کرنا
☆ اسلامی فکر کے حامل متصلب فی الدین علما کی ٹیم تیار کرنا
☆ طلبہ کو علم کے ساتھ عمل اور حسن سیرت و کردار سے آراستہ کرنا
☆ تدریس، تقریر، تحریر کے ذریعہ ہر ممکن جہت سے تبلیغ دین کے لیے کوشش کرنا

الحمد للہ ادارہ اپنے ان مقاصد حسنہ میں کامیابی کی راہ پر گامزن ہے۔

اصول داخلہ

شعبہ درس نظامی و شعبہ حفظ و قرأت کے طلبہ کا داخلہ بذریعہ ٹیسٹ ہوتا ہے، ٹیسٹ کی مقررہ تاریخ ۱۳؍ شوال المکرّم ہے۔ دوسرا ٹیسٹ بشرط گنجائش ۱۵؍ شوال المکرّم کو ہوتا ہے۔ ٹیسٹ میں کامیاب طلبہ ہی کا داخلہ ممکن قرار پاتا ہے، ورنہ ادارہ معذرت کر لیتا ہے اور کسی قسم کی سفارش نا قابل قبول ہوتی ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ادارہ میں نیپال، مدھیہ پردیش اور یوپی کے مختلف اضلاع اور خود ضلع بہرائچ شریف کے سیکڑوں طلبہ تحصیل علم میں مصروف ہیں۔ ان طلبہ کے خورد و نوش اور ان کی کتابوں کا انتظام ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے، ان کی تعلیمی نگرانی کے ساتھ اصلاح و تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے تا کہ وہ صورت و سیرت میں علمائے حق کے مظہر و آئینہ دار بن کر قوم کے سامنے پیش ہوں۔ اس وقت تقریبا ۳۰۰؍ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

ماہانہ وظیفہ

الحمدللہ ہر جماعت کے ممتاز ڈویژن سے کامیاب ہوکر اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو ہر ماہ ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر اعزازی وظیفہ (اسکالرشپ) سے نوازا جاتا ہے۔

طلبا کے لیے اخلاقی وتربیتی اصول

جامعہ ہذا میں زیر تعلیم طلبا کے لیے مندرجہ ذیل اصول وضوابط کا پابند ہونا ضروری ہے:

(۱) ادارہ ہذا میں وہی امیدوار داخل ہونے کا حق رکھتا ہے، جو اعتقاداً سنی ہو اور عملاً فاسق معلن نہ ہو۔

(۲) جو بد مذہب امیدوار دھوکہ دے کر اور ظاہری سنی بن کر دار العلوم میں داخل ہو جائے گا، تو پتہ لگ جانے پر تادیبی کاروائی کے بعد اس کا اخراج کر دیا جائے گا۔

(۳) غیر سنی امیدوار اپنی بداعتقادی سے توبہ کرنے کے بعد ادارہ ہذا میں تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔

(۴) مدرسہ ہذا کے طلبہ کو نماز باجماعت کی پابندی اور قرآن مجید کی تلاوت کا التزام رکھنا ہوگا اور نماز ووضو میں مسنون طریقہ ہی برتنا ہوگا۔

(۵) طلبہ کو کرتا، دوپلیا ٹوپی اور اوقات درس میں پائجامے کا بھی التزام کرنا ہوگا۔

(۶) ڈاڑھی والے طلبہ کو حد شرع کے مطابق ڈاڑھی بڑھا کر رکھنی ہوگی۔

(۷) تاوقت فراغت طلبہ کو سر کا حلق/ قصر کرانا ہوگا۔

(۸) اپنی وضع قطع اور لباس نیز نشست وبرخاست میں طلبہ کو علمائے ثقات اور صلحا کی روش اپنانی ہوگی۔

(۹) مدرسہ ہذا کے طلبہ کے لیے بیڑی، سگریٹ، حقہ، تمباکو، پان، گٹکھا اور ملٹی میڈیا موبائل کا استعمال ممنوع ہے۔

(۱۰) تاوقت فراغت طالب علم اپنے آپ کو شعر وشاعری میں مشغول نہیں رکھ سکتا۔

(۱۱) جس امر مباح سے اساتذہ روکیں، وہ طلبہ کے لیے ممنوع رہے گا اور جس امر مباح کے کرنے کا حکم دیں، اسے انجام دینا ہر طالب علم کے لیے لازم ہوگا۔

(۱۲) امتحان داخلہ کے بعد ممتحن جس جماعت میں شریک ہونے کا فیصلہ کرے گا، امیدوار کو اسی جماعت میں شریک ہوکر تعلیم حاصل کرنی ہوگی، کسی جماعت میں رہنے کا بطور خود فیصلہ نہیں کر سکتا۔

(۱۳) تکمیل نصاب کے بعد دستار بندی ہوگی، اس سے پہلے دستار بندی کے لیے طالب علم اساتذہ یا انتظامیہ کو مجبور نہیں کر سکتا۔

(۱۴) اسٹرائک کرنے والے طلبہ کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی اور ان کا اخراج بھی کر دیا جائے گا۔

(۱۵) ہر طالب علم کو اپنے چال چلن، رفتار و گفتار کے سلسلے میں ادارہ کو ہمیشہ مطمئن رکھنا ہوگا۔

(۱۶) جو طالب علم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد عزیز العلوم کے مذہبی یا علمی مزاج کے خلاف اپنا مزاج اپنائے گا یا شرعی احکام کے خلاف عمل کرے گا یا سنیت کو نقصان پہنچائے گا تو ادارہ ہذا سے اس کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور ادارہ کو اختیار ہوگا، کہ اس کے خلاف عدم اعتماد کا اعلان کر دے۔

(۱۷) پڑھے ہوئے اسباق کی تکرار و مباحثہ ہر طالب علم پر لازم ہے۔

تعلیمی شعبے

ادارہ میں مندرجہ ذیل تعلیمی شعبے قائم ہیں:

(۱) درس نظامی : اعدادیہ تا درجہ فضیلت

(۲) درس عالیہ : امتحانات مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ مولوی عالم

(۳) درجات فارسی : امتحان مدرسہ تعلیمی بورڈ منشی، کامل

(۴) درجات پرائمری : ابتدا تا درجہ پنجم

(۵) درجات فوقانیہ : درجہ ششم تا ہشتم

(۶) انگلش : ابتدا تا انٹر

(۷) کمپیوٹر

(۸) حفظ

(۹) قرأت

(۱۰) ناظرہ

نصاب تعلیم درس نظامی

درس نظامی کا نو سالہ کورس ہے، جس میں قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، فرائض، ادب، منطق، بلاغت، فلسفہ، نحو، صرف، معانی، بدیع، انشاء، عروض، لغت، عقائد، سیر مغازی، تاریخ کے ساتھ سائنس، جغرافیہ، حساب اور انگلش کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ نصاب تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے:

اعدادیہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۱	فارسی زبان	فارسی کی پہلی	۱	فارسی زبان	فارسی کی دوسری
۲	عربی زبان	انشاء العربیہ اول	۲	صرف	عروس الادب
۳	فقہ	انوار شریعت	۳	فقہ	انوار شریعت
۴	اردو قواعد فارسی صرف	تعمیر قواعد ۳/ یوم تسہیل المصادر	۴	فارسی صرف فارسی قواعد	تسہیل المصادر فارسی قواعد وانشاء
۵	قرأت	تصحیح قرأت قرآن	۵	قرأت دعا	تصحیح قرأت قرآن ۳/ یوم حفظ ادعیہ
۶	سائنس ریاضی	NCRT ۳/ یوم علم الحساب اول دوم ۳/ یوم	۶	سائنس ریاضی	NCRT ۳/ یوم علم الحساب سوم ۳/ یوم
۷	ہندی	کلرو	۷	ہندی	کلرو
۸	انگلش	انگلش ریڈر	۸	انگلش	انگلش ریڈر

اولیٰ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۱	نحو	نحو میر	۱	نحو	قواعد النحو
۲	عربی زبان	انشاء العربیہ اول، دوم	۲	عربی ادب	فیض الادب اول
۳	صرف	میزان الصرف ومنشعب	۳	صرف	پنج گنج
۴	منطق	جواہر المنطق	۴	منطق	جواہر المنطق

پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۵	فارسی ادب	گلستاں	۵	فارسی ادب ،،	بوستاں ۳؍ یوم نصاب فارسی ۳؍ یوم
۶	تجوید وقرأت	معرفۃ التجوید ۳؍ یوم مشق ۳؍ یوم	۶	قرأت	حفظ سور
۷	سائنس ریاضی	NCRT ۳؍ یوم علم الحساب چہارم ۳؍ یوم	۷	سائنس ریاضی	NCRT ۳؍ یوم علم الحساب پنجم
۸	انگلش ہندی	رینبو پنجم ۳؍ یوم کلرو ۳؍ یوم	۸	انگلش ہندی	رینبو پنجم ۳؍ یوم کلرو ۳؍ یوم
۹	سیرت (مطالعہ)	سیرت رسول اکرم	۹	سیرت (مطالعہ)	سیرت خلفائے راشدین

ثانیہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۱	فقہ	نور الایضاح	۱	فقہ	نور الایضاح
۲	نحو	ہدایۃ النحو	۲	نحو	ہدایۃ النحو
۳	صرف	علم الصیغہ	۳	صرف	علم الصیغہ ۳؍ یوم فصول اکبری ۳؍ یوم
۴	منطق	مرقات	۴	منطق	مرقات
۵	عربی ادب	فیض الادب دوم	۵	نحو	شرح مأۃ عامل
۶	فارسی ادب	سخن نو	۶	فارسی ادب	شعر باستاں
۷	ہندی ریاضی	کلرو ۳؍ یوم علم الحساب ششم	۷	عربی ادب انشاء	قلیوبی ۳؍ یوم مصباح الانشاء اول
۸	انگلش	رینبو ششم	۸	انگلش	رینبو ششم
۹	عقائد (مطالعہ)	احکام شرعیہ برعقائد وہابیہ	۹	اخلاق (مطالعہ)	اسلامی اخلاق وآداب

ثالثہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۱	درس قرآن	قرآن کریم پارہ اول و دوم	۱	درس قرآن	قرآن کریم پارہ سوم و چہارم
۲	فقہ	المختصر القدوری	۲	فقہ	المختصر القدوری
۳	نحو	کافیہ	۳	نحو	شرح جامی بحث فعل
۴	منطق	شرح تہذیب	۴	منطق	شرح تہذیب
۵	بلاغت	دروس البلاغۃ	۵	بلاغت	دروس البلاغۃ
۶	عربی ادب انشاء	مجانی الادب ۳؍ یوم مصباح الانشاء اول ۳؍ یوم	۶	عربی ادب انشاء	ازہار العرب ۳؍ یوم مصباح الانشا اول ۳؍ یوم
۷	تجوید وقرأت	مصباح التجوید ۳؍ یوم مشق ۳؍ یوم	۷	تجوید وقرأت	ضیاء القرأت ۳؍ یوم مشق ۳؍ یوم
۸	انگلش	رینبو ہفتم	۸	انگلش	رینبو ہفتم
۹	جنرل نالج (مطالعہ)	سعادت جنرل نالج	۹	تصوف (مطالعہ)	منہاج العابدین مترجم

رابعہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
۱	درس قرآن	قرآن کریم پارہ پنجم و ششم	۱	حدیث	مؤطا امام محمد
۲	فقہ	شرح وقایہ اول	۲	فقہ	شرح وقایہ اول
۳	نحو	شرح جامی بحث اسم	۳	نحو	شرح جامی بحث اسم
۴	منطق	قطبی تصدیقات	۴	فلسفہ	ہدایۃ الحکمت
۵	اصول فقہ	اصول الشاشی	۵	اصول فقہ	اصول الشاشی

۶	عربی ادب انشاء	منشورات ۳/ یوم مصباح الانشا اول ۳/ یوم	۶	عربی ادب انشاء	الادب الجمیل ۳/ یوم مصباح الانشاء اول ۳/ یوم
۷	تجوید وقرأت	فوائد مکیہ ۳/ یوم مشق ۳/ یوم	۷	تجوید وقرأت	جامع الوقت ۳/ یوم مشق ۳/ یوم
۸	انگلش	رینبو ہشتم	۸	انگلش	رینبو ہشتم
۹	تاریخ (مطالعہ)	ہماری بادشاہی	۹	تاریخ (مطالعہ)	مختصر تاریخ ہند

خامسہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
۱	تفسیر	جلالین شریف	۱	تفسیر	جلالین شریف
۲	حدیث	مشکوۃ شریف	۲	حدیث اصول حدیث	مشکوۃ شریف ۵/ یوم اصول حدیث ۱/ یوم
۳	فقہ	شرح وقایہ ثانی	۳	فقہ	شرح وقایہ ثانی
۴	عقائد	شرح عقائد	۴	عقائد	شرح عقائد
۵	اصول فقہ	نور الانوار	۵	اصول فقہ	نور الانوار
۶	بلاغت	تلخیص المفتاح	۶	منطق	ملاحسن
۷	عربی ادب انشاء	دیوان متنبیؔ ۳/ یوم مصباح الانشاء ثانی ۳/ یوم	۷	عربی ادب انشاء	المدیح النبوی ۳/ یوم مصباح الانشاء ثانی ۳/ یوم
۸	انگلش	ہائی اسکول فرسٹ ایئر	۸	انگلش	ہائی اسلوک فرسٹ ایئر
۹	آئین (مطالعہ)	بھارت کا آئین	۹	عقائد (مطالعہ)	سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ

سادسہ

پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
ششماہی اول			ششماہی دوم		
۱	تفسیر	مدارک التنزیل سورہ کہف	۱	تفسیر	مدارک التنزیل سورہ مریم
۲	حدیث	مشکوۃ شریف	۲	حدیث	مشکوۃ شریف
۳	فقہ	ہدایہ اولین	۳	فقہ	ہدایہ اولین
۴	بلاغت	مختصر المعانی	۴	بلاغت	مختصر المعانی
۵	فرائض	سراجی	۵	فرائض	سراجی
۶	اصول حدیث	نزہۃ النظر	۶	اصول تفسیر	الفوز الکبیر
۷	عربی ادب انشاء	مختارات ۳/یوم مصباح الانشاء ثانی ۳/یوم	۷	عربی ادب انشاء	قصیدتان رائعتان ۳/یوم مصباح الانشاء ثانی ۳/یوم
۸	انگلش	ہائی اسکول سکنڈ ایئر	۸	انگلش	ہائی اسکول سکنڈ ایئر
۹	سیاسیات (مطالعہ)	جمہوریہ ہند کا دستور اساسی	۹	سیاسیات (مطالعہ)	دنیا کی حکومتیں

سابعہ

پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
ششماہی اول			ششماہی دوم		
۱	تفسیر	مدارک التنزیل پارہ اول	۱	تفسیر	مدارک التنزیل پارہ دوم
۲	حدیث	شرح معانی الآثار اول	۲	حدیث	شرح معانی الآثار اول
۳	حدیث	ترمذی شریف اول	۳	حدیث	ترمذی شریف ثانی
۴	فقہ	ہدایہ آخرین	۴	فقہ	ہدایہ آخرین
۵	اصول فقہ	حسامی	۵	مناظرہ	مناظرہ رشیدیہ

٦	عربی ادب	سبع معلقات	٦	عربی ادب	دیوان حماسہ
٧	اردو انشاء	مضمون نگاری	٧	اردو انشاء	مضمون نگاری
٨	کمپیوٹر	ڈی۔ٹی۔پی	٨	کمپیوٹر	ڈی۔ٹی۔پی
٩	عقائد و معمولات	جاء الحق اول (مطالعہ)	٩	عقائد و معمولات	جاء الحق ثانی (مطالعہ)

ثامنہ

ششماہی اول			ششماہی دوم		
پرچہ نمبر	مضمون	کتاب	پرچہ نمبر	مضمون	کتاب
١	تفسیر	بیضاوی شریف	١	تفسیر	بیضاوی شریف
٢	حدیث	بخاری شریف	٢	حدیث	بخاری شریف
٣	حدیث	مسلم شریف	٣	حدیث	مسلم شریف
٤	حدیث	ابوداؤد شریف	٤	حدیث	نسائی شریف
٥	حدیث	ابن ماجہ شریف	٥	حدیث	ابن ماجہ شریف
٦	کمپیوٹر	ڈی۔سی۔اے	٦	کمپیوٹر	ٹیلی
٧	تاریخ فقہ (مطالعہ)	تاریخ فقہ اسلامی	٧	فن تعلیم و تربیت	فن تعلیم و تربیت (مطالعہ)

دارالافتا

یہ شعبہ قومی خدمت اور مذہبی قیادت کا حامل ہے، اس سے مسلمانوں کی زندگی کے درپیش مسائل حل کیے جاتے ہیں، یہاں سے دینی مذہبی سوالات کے شافی جوابات جاری ہوتے ہیں۔ اس کام کے لیے ایک ذی استعداد باصلاحیت فقہ و افتا کے رمز شناس مفتی مصروف عمل ہیں۔

شعبہ نشر و اشاعت **المجمع الرجبی**

اس ادارے کا مقصود عام لوگوں کے لیے دینی مذہبی لٹریچر فراہم کرنا ہے، تاکہ عوام اہل سنت دین و مذہب کی

صحیح تعلیم سے آگاہ ہو سکیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کو صحیح طور پر جان سکیں۔ اور اس کا مقصدِ خاص، بانی ادارہ حضور بلبل ہند مفتی رجب علی قادری علیہ الرحمہ کی تصنیفات کو منظر عام پر لانا، تاکہ لوگ خصوصا ان کے لاکھوں مریدین و متعلقین ان کے دینی مذہبی مسلکی افکار سے روشناس رہیں۔ الحمد للہ اب مندرجہ ذیل کتابیں اس شعبے سے شائع ہو چکی ہیں:

(۱) اظہار حق وصواب در بیان ایصال ثواب (۲) ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ (۳) رد البطلہ (۴) ریاض عقیدت (۵) مناقب مسعود رضی اللہ عنہ (۶) تجلیات بلبل ہند (۷) قصیدۃ رائقۃ فی مدح تاج الشریعۃ۔

اور حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کے احوال وآثار، فضائل ومناقب، معارف و مآثر پر مشتمل یہ عظیم وضخیم کتاب ''معارف بلبل ہند'' بھی اسی ادارے سے شائع ہو رہی ہے، جو اس کا ایک بہت بڑا تاریخی کارنامہ ہے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ

اس شعبے سے اساتذہ وطلبہ حسب ضرورت نانپارہ اور اس کے اطراف میں دعوت دین واصلاح مسلمین کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

بزم مشق نعت و تقریر

طلبہ میں تقریری استعداد پیدا کرنے کے لیے ہر جمعرات کو ۳ر مشقی بزمیں ہوتی ہیں، جن میں طلبہ اپنے اساتذہ کی نگرانی میں تقریر کا ہنر اور نعت خوانی کے اصول وآداب سیکھتے ہیں، اساتذہ اصلاح فرما کر ان کی تقریری صلاحیتوں کو نکھارتے ہیں۔

مدرسہ عزیز العلوم کے مشمولات وحاصلات

☆ رضا ہاسٹل : بیرونی طلبہ کی قیام گاہ
☆ الدائرۃ القادریہ : دومنزلہ عمارت
☆ عزیزی درسگاہ : دومنزلہ درسگاہی عمارت
☆ مسجد ریحان رجب : ادارہ سے متعلق کشادہ وخوب صورت مسجد
☆ سینٹرل بلڈنگ : دومنزلہ عمارت
☆ دار التحفیظ : آستانہ عالیہ رجبیہ سے متصل ایک وسیع ہال
☆ عزیز العلوم اسکول : ابتدا تا درجہ ہشتم اردو، ہندی، انگریزی میڈیم کی تعلیم کی عمارت
☆ المجمع الرجبی :

مدرسہ عزیز العلوم اکابر علما و مشائخ اور ارباب دانش کی نظر میں

از : نعیم الاسلام قادری
استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی اس کی مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا، مگر مخالفتوں کے طوفان میں بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کی بہاریں پھیل گئیں اور آج دنیا کا کوئی خطہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اسلام کی مخالفت عہد نبوی میں بھی ہوئی، عہد خلفائے راشدین میں بھی۔ اور آج تک مختلف روپوں اور لبادوں میں اس کے مخالفین رونما ہوتے رہتے ہیں۔ مخالفین میں سے کچھ نے اسلام کی کھلے بندوں مخالفت کی، کچھ نے در پردہ اس کی بیخ کنی کی کوشش کی اور کچھ بنام مسلم ہی اسلام دشمن ثابت ہوئے۔ جب بھی اسلام کو کسی نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی، تو اس کے نظام شرعی کی حفاظت مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ نے کی، اور اس خاص طبقہ کے افراد وہ لوگ ہوئے، جن کی ذہنی و عملی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق ہوئی، جس کی وجہ سے ان کے رگ و ریشہ میں اس نظام کی محبت سرایت کر گئی اور ان کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں جنون کی حد تک اس کا عشق اتر گیا۔ تاریخ گواہ ہے، کہ جب اس کے نظام پر کوئی ضرب لگائی گئی یا اس کے خلاف کوئی سازش ہوئی تو ہمیشہ یہی طبقہ بے چین ہوا اور سر سے کفن باندھ کر میدان میں اترا۔ یہ طبقہ علمائے دین کا طبقہ ہے۔ سیدنا امام حسین، حضرت زید شہید، حضرت محمد ذوالنفس زکریا اور حضرت ابراہیم بن عبداللہ کی قربانیاں اور سرفروشی اور اموی و عباسی سلطنت کے خلاف تحریک جہاد، اسلامی نظام کی حفاظت کی کوششیں تھیں، جن کا سہرا انھیں علما کے سر بندھا۔ ان کے حامیوں اور مددگاروں میں سرفہرست امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک کے اسما ہیں۔ جب عباسی سلطنت کی طرف سے امت پر جبریہ خلق قرآن کا عقیدہ مسلط کیا جانے لگا، تو اس غیر اسلامی عقیدے کے پرخچے اڑانے کے لیے وقت کی سب سے بڑی شہنشاہی کے مقابلے میں جو شخصیت تن تنہا میدان میں آئی وہ جماعت علما میں ممتاز فرد امام احمد بن حنبل تھے، جن کے عزم و استقامت کے سامنے حکومت وقت کو بھی جھکنا پڑا۔ اسی ہندوستان کی دھرتی پر اکبر بادشاہ نے اپنے دین باطل ''دین الٰہی'' کے بال و پر پھیلانے کی کوشش کی، تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ میدان میں آئے اور اس کی باطل دین کا جنازہ نکال کر اسے ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔ چودہویں صدی ہجری میں جب ہندوستان کی سرزمین پر بدمذہبوں اور بدعقیدوں نے اسلام کے سچے اور صحیح عقائد کی صورتیں مسخ کرنے کی کوشش کی اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے باطل اور غلط عقائد کے بیج ڈالنے شروع کیے، تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے قلم کی شمشیر سے ان کے جہاد کا وہ

حق ادا کیا کہ وہابیت و دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، رافضیت غرضیکہ ہر قسم کی بد مذہبیت دم توڑ بیٹھی۔

غرضیکہ اسلامی اصول ونظام کی حفاظت علمائے ربانیین نے اپنے سر لی ہے اور یہ علما مدارس دینیہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے مدارس کا قیام ایک دینی ضرورت ہے اور یہ ضرورت مسلمانوں کی ہر ضرورت سے اہم ہے، کیوں کہ جب محافظین موجود نہ ہوں گے، تو ان کا نظام محفوظ نہ رہ سکے گا۔

مدارس دینیہ کی اسی ضرورت کے پیش نظر شہر نانپارہ ضلع بہرائچ شریف میں بھی ایک ایسے مدرسے کے قیام کی ضرورت تھی، جہاں سے دین کا درد رکھنے والے علما فارغ ہوں اور اسلام کے اصول ونظام کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے، باطل عقائد ونظریات کے جراثیم مسلمانوں میں پھیلانے والے، دیوبندیت، وہابیت، نجدیت، غیر مقلدیت، قادیانیت، نیچریت، رافضیت جیسے بنام مسلم گمراہ فرقوں سے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے اور عمل وکردار کی حفاظت کے جذبہ فراواں کے ساتھ میدان عمل میں آئیں اور دین ومذہب کی صحیح تعلیم جس کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اشاعت کی، اس سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ چناں چہ حضور بلبل ہند، مفتی اعظم نانپارہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد رجب علی قادری علیہ الرحمہ نے ۴؍جنوری ۱۹۵۸ء کو اپنے والد گرامی کی موقوفہ زمین پر ''جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم'' قائم فرمایا۔ اور یہ ادارہ رفتہ رفتہ عظیم الشان پیمانے پر علم دین کی اشاعت کرنے لگا اور دین کی حفاظت کرنے والے علما یہاں سے فارغ ہونے لگے۔

بلبل ہند علیہ الرحمہ کے والد گرامی نے اپنے گھر سے متصل جو زمین وقف کی تھی، وہ مدرسہ کے طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ناکافی ہوگئی، پھر جہد مسلسل اور سعی پیہم سے اسی سے متصل اور قرب وجوار میں کچھ اور زمینیں خرید کر تعمیری کام کرایا گیا اور آج الحمدللہ اس کی مختلف عمارتیں موجود ہیں۔

مدرسہ عزیز العلوم نے روز اول ہی سے ترقی کی راہ دیکھی اور ابتدا ہی سے یہاں طلبہ کی اچھی خاصی تعداد رہی۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کا دور اس ادارے کا ابتدائی دور ہے، اس وقت اکابر علما ومشائخ نے اپنے معائنوں میں جو تاثرات پیش کیے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اس وقت بھی ۱۰۰؍ سے زائد طلبہ کے قیام وطعام کا یہ ادارہ کفیل تھا اور بانی ادارہ حضور بلبل ہند کے اخلاص کا نتیجہ ہے، کہ آج جب ادارے کا ترقیاتی دور ہے، تو مجموعی طور پر اس ادارے میں ۶۰۰؍ سے زائد طلبہ مصروف تعلیم ہیں، جن میں سے تقریباً ۳۰۰؍ سو طلبہ کی رہائش، خورد ونوش، کتابیں، اور علاج ومعالجہ کا انتظام وانصرام ادارہ خود کرتا ہے۔

بلبل ہند علیہ الرحمہ نے جس مقصد خیر کے تحت اس مدرسے کو قائم فرمایا، یوم تاسیس سے ہی یہ ادارہ اس کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔ اب تک سیکڑوں حفاظ، علما، فضلا، قرا یہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اس ادارے نے دین کے محافظین کی ایک ایسی ٹیم تیار کر دی ہے، جو آج اسلام مخالف عناصر کا بھرپور جواب دے رہی ہے۔ آج اس کے

فارغین ملک و بیرون ملک ہر میدان میں اپنی نمایاں خدمات اور حسن کارکردگی کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ اس ادارے میں تعلیم و تربیت پانے والوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کا ایسا سبق پڑھایا جاتا ہے، کہ فارغ ہوکر یہاں کے علما فرقہائے باطلہ کی شکست و ریخت اور رد و ابطال کے فریضے میں کوتاہی کو اپنی دینی و علمی ذمہ داری کی انجام دہی میں خیانت سمجھتے ہیں اس لیے میں برملا کہوں گا کہ جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم مسلک اعلیٰ حضرت کا محافظ و نگہبان ہے۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ تا حیات اس کے مہتمم رہے، اس کا سارا انتظام وہ خود کرتے، آمدنی کی قلت کے سبب حالات بڑے ناگفتہ بہ تھے، بارہا اپنی جیب خاص سے مطبخ اور مدرسین کی تنخواہ کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اخیر دور میں جب کہ تبلیغی دوروں کی بے حد کثرت ہوگئی اور مہینوں وطن سے باہر رہنے کی نوبت پیش آگئی، تو شہزادہ گرامی محمود ملت حضرت علامہ الحاج محمود رضا قادری مدظلہ العالی کو اہتمام کی ذمہ داریاں سونپ دیں اور ۱۹۹۸ء میں جب کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، مستقل طور پر ادارے کا سارا بار محمود ملت کو اپنے دوش ناتواں پر اٹھانا پڑا **''الولد سر لابیہ''** کے مطابق آپ نے بھی اہتمام و انصرام کے لیے پیہم کوششیں کیں اور ادارے کو ترقیاتی راہ میں بہت آگے لے جانے کی کامیاب جہد و جہد فرمائی۔ آپ کے دور اہتمام میں ادارہ تعلیم و تعمیر کے ہر میدان میں بام عروج تک پہنچ گیا۔ ادارے کے شعبہ نشر و اشاعت سے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی تصانیف ریاض عقیدت، ردالبطلہ، ارغام الفجرۃ فی قیام البررۃ، اظہار حق و صواب، مناقب مسعود وغیرہ کی نشر و اشاعت حضرت محمود ملت کی یادگار خدمات ہیں۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ ایک بہت بڑے پیر اور شیخ طریقت تھے، آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں، حلقہ ارادت پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، بلبل ہند علیہ الرحمہ کے مریدین میں تبلیغی دورے بھی محمود ملت کی ایک اہم ذمہ داری تھی، جس کی وجہ سے آپ نے خود کو عدیم الفرصت محسوس کیا، اس لیے مدرسہ عزیز العلوم کے انتظام و اہتمام کا بار گراں اپنے خلف اکبر نبیرہ حضور بلبل ہند شہزادہ محمود ملت حضرت مولانا قاری محمد حسین رضا صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی کے دوش ناتواں پر ڈال دیا۔

حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم کی بدولت آج نبیرہ بلبل ہند بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس ادارے کی تعمیری و تعلیمی پیش قدمیوں اور خانقاہ عالیہ قادریہ رجبیہ کی ترقیات کے لیے سرگرم عمل ہیں اور اب تک جتنے امور تشنہ تکمیل رہ گئے ہیں، انھیں تکمیل آشنا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اتنے ہی پر بس نہیں، بلکہ کچھ نئی نئی ترقیوں کی طرف روز بروز تیزی سے قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔

اب ہم ذیل میں اکابر علما و مشائخ اور ارباب علم و دانش کے تاثرات پیش کرتے ہیں، جن سے مدرسہ عزیز العلوم کی کارکردگی اور اس کے لیے حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا

ہے، کہ حضور بلبل ہند علیہ الرحمہ نے اس ادارے کو دین کی خدمت وحفاظت کے مقصد کے تحت قائم فرمایا تھا اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب وکامران ہیں۔

ریحان ملت حضرت علامہ شاہ محمد ریحان رضا خاں رحمانی علیہ الرحمہ

خلاق دوعالم نے سب انسانوں کو ایک جیسا نہ بنایا، ہر انسان اپنی عادات واطوار، خیالات اور اوصاف کے اعتبار سے دوسرے انسانوں سے ممتاز ہے۔ اس دنیا میں کچھ تو وہ لوگ ہیں، جن کی نگاہیں سیم وزر کی چمک سے خیرہ ہوجاتی ہیں، دل کا ہر گوشہ دولت دنیا کی ہوس سے بھرپور ہوتا ہے اور ہر جائز وناجائز طریقے سے پیسہ کمانا ان کا مقصد حیات ہے۔

اس کے برعکس خدا کے وہ بندے بھی ہیں، جو دنیا کی ہر دولت کو اپنی ٹھوکر پر رکھتے ہیں، ان کا دل عشق الٰہی اور حب نبوی سے معمور ہوتا ہے، راہ خدا میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے بعد بھی وہ اپنے اس فعل حسن پر فخر نہیں کرتے، بلکہ بصد تضرع وزاری بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ہیں، کہ بارالہا میری اس حقیر قربانی کو اپنے حبیب کریم کے صدقہ وطفیل میں قبول فرمالے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، میں حضرت مولانا مولوی رجب علی صاحب قبلہ کو ایک ایسا انسان سمجھتا ہوں، جو مجسم ایثار ہے، جو زہد واتقا کا پیکر ہے، جو سراپا خلوص ومحبت ہے اور مولانا موصوف کے بارے میں یہ کچھ میرے ہی خیالات نہیں بلکہ مجھے اپنے والد محترم علیہ الرحمہ کے وہ الفاظ اب تک یاد ہیں کہ ''مولوی رجب علی ولی ہیں'' ضروری نہیں کہ بزرگوں کی ہر بات بلا وجہ دل میں گھر کرلے، ہم نے والد صاحب کے یہ الفاظ سنے، سر تسلیم خم کیا، لیکن چند سال حضرت مولانا کے قریب رہنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا، کہ والد مرحوم نے مولانا کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، وہ حرف بحرف صحیح ہے، مولانا میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود ہیں، جو ایک ولی میں ہونی چاہئیں۔ اور اس کا سب سے بڑا ثبوت مدرسہ عزیز العلوم کا قیام ہے، جس کا معائنہ میں نے ۲۸؍ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ کو کیا اور یہ حضرت مولانا کے ایثار وقربانی کا نتیجہ ہے، کہ ایک قلیل مدت میں یہ مدرسہ ایک دار العلوم بن گیا، جس میں عربی فارسی اور اردو کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے۔ پانچ مدرسین ہیں اور مقامی وبیرونی طلبہ کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے، جن کے خورد ونوش اور حرج ومرض کا بار مدرسہ ہی برداشت کرتا ہے، دراں حالیکہ مدرسہ کی کوئی معقول آمدنی نہیں اور جو ہے، وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اہل نانپارہ کو مدرسہ کی امداد واعانت کی طرف کوئی توجہ نہیں، صرف چند اہل خیر حضرات اپنی امدادی رقوم سے مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں، باقی تمام اخراجات مولانا موصوف اپنی جیب خاص سے پورا فرماتے ہیں، اس مہنگائی کے دور میں یہ کتنا بڑا ایثار ہے، کتنی بڑی قربانی ہے، اس عظیم قربانی پر نظر کی جائے، تو ہر شخص اس نتیجہ

پر پہنچے گا اور میرے اس جائزے کو صحیح قرار دے گا کہ حضرت مولانا ایثار مجسم ہیں۔

اہل انانپارہ سے میری گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدرسہ عزیز العلوم کی طرف توجہ فرمائیں اور مولانا موصوف کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اس مدرسہ کو بام عروج و ترقی پر پہنچا دیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل حبیبہ الکریم مولینا رجب علی صاحب قبلہ کی کوششوں کو پورا فرمائے اور یہ مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوۃ والتسلیم فقط

محمد ریحان رضا خان رحمانی
مہتمم دار العلوم منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی شریف یوپی
۲۸/ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

سرکار کلاں حضرت سید محمد مختار اشرف علیہ الرحمہ

عزیز مکرم مولانا رجب علی صاحب قادری رضوی کے پر اخلاص جذبات نے مجبور کر دیا کہ مدرسہ مسعود العلوم جامعہ اشرفیہ جو بہرائچ میں میں واقع ہے، جلسہ سالانہ کے ختم ہونے پر نانپارہ پہنچوں۔ یہاں آنے کا پہلا اتفاق ہوا، مدرسہ عزیز العلوم کا حسن انتظام دیکھ کر بڑی مسرت ہے۔ طلبہ بھی کافی ہیں۔ مطبخ کا بھی انتظام ہے۔ غرضیکہ تعلیمی حالت مجموعی طور پر بہتر ہے۔ اراکین و معاونین کی توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ عمارت مکمل ہو جائے، مدرسین بھی نہایت دل چسپی کے ساتھ خدمات درس انجام دے رہے ہیں، یہ سب مولانا رجب علی قادری کے ایثار و قربانی کے نتائج ہیں۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اراکین و معاونین کی خدمات کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدمات کی سعادت نصیب فرمائے اور اس چمن مصطفیٰ علیہ السلام میں ایسے ایسے پھول کھلتے رہیں، جو اپنی خوشبو سے عالم کو مہکائیں اور یہ ادارہ ہمیشہ سر بلند و شاداب رہے۔ آمین یا مجیب السائلین۔ فقط

سید محمد مختار اشرف
سجادہ نشین کچھوچھہ شریف یوپی
۲۲/شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ دوشنبہ مبارکہ

حضرت علامہ ثناء اللہ اعظمی محدث مئوی علیہ الرحمہ

مدرسہ عزیز العلوم کے سالانہ جلسہ میں حضرت سیدی واستاذی مفتی اعظم ہند دامت معالیہم کے ہمراہ محترم جناب مولانا رجب علی صاحب قادری رضوی مفتی نانپارہ کی دعوت پر حاضر ہوا۔ الحمد للہ جلسے بہت کامیاب ہوئے،

سامعین کی ایک کثیر تعداد تھی۔ جلسے کے بعد مفتی نانپارہ مولانا رجب علی صاحب قادری رضوی کے فرمان کے بموجب عربی درجات کے طلبہ کا امتحان بھی سیدی واستاذی حضرت مفتی اعظم ہند دامت معالیہم کے سامنے لیا، شرح ملا جامی، ہدایہ وجلالین کا امتحان ہوا،سیدی مفتی اعظم صاحب قبلہ دامت معالیہم نے طلبہ سے خود سوالات فرمائے، ماشاء اللہ طلبہ نے بڑے اطمینان سے اپنی لیاقت واستعداد کے موافق جواب دیے،اپنے جواب میں طلبہ نے کہیں لغزش کی،تو حضرت نے خود اس کی وضاحت فرمائی، بڑا پرکیف امتحان رہا،جس سے طلبہ کے سمجھ دار وذی استعداد ہونے کا پتہ چلا اور یہ بھی معلوم ہوا، کہ مولانا زین الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ عزیز العلوم نے بڑی جانفشانی اورمحنت سے ان کی تعلیم میں حصہ لیا ہے۔

اس مدرسہ میں مختلف درجات ہیں، چار مدرسین کام کررہے ہیں،طلبہ کثیر تعداد میں ہیں، مقامی وغیر مقامی طلبہ تحصیل علم دین میں مصروف ہیں،طلبہ کا ہجوم تعلیم کی خوبی پر شاہد عدل ہے۔علم دین وتبلیغ سنت کا ایک بڑا کام ہورہا ہے، درحقیقت یہ سب کام الحاج مولانا رجب علی صاحب قبلہ قادری مفتی نانپارہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے، جنھوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس مدرسہ کوقائم فرمایاہے،جس کی اس اطراف میں شدید ضرورت تھی۔

مولانا موصوف نے مدرسہ کے لیے ایک بڑی زمین حاصل کرلی ہے اوراس میں تعمیری سلسلہ شروع کردیا ہے، ایک حصہ میں کمرے تیار ہوچکے ہیں،جس میں فی الحال تعلیم ہورہی ہے،مگر طلبہ ومدرسین کے بلحاظ وہ ناکافی ہے۔ضرورت ہے کہ عمارت میں اوروسعت دی جائے۔لہذا ضروری ہے کہ اہل خیروثروت حضرات اس دینی ادارہ کی طرف متوجہ ہوں اور دامے درمے ہرطرح سے اس کی مدد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اورسعادت دارین وصدقہ جاریہ کے ثواب لایزال سے سربلند ہوں اور مولانا موصوف کی حوصلہ افزائی فرمائیں اوران کے معین ومددگار بن کر عنداللہ سرخ رو ہوں۔آمین

ثناء اللہ اعظمی نوری
صدرالمدرسین مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف
۴؍ذی الحجہ ۸۲ھ

شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مدرسہ مسعود العلوم بہرائچ شریف کے جلسہ میں اتفاق سے مولانا رجب علی صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی اور پھر مولانا موصوف کے پرخلوص جذبات کو دیکھ کر نانپارہ بھی پہلی مرتبہ پہنچنا ہوا، یہاں آکر سب سے بڑی خوشی اس

وقت حاصل ہوئی، جب کہ میں نے مدرسہ عزیز العلوم کو دیکھا، اس میں کوئی شک نہیں، کہ یہ مدرسہ محض مولانا موصوف اور کچھ کرم فرما حضرات کی توجہ سے چل رہا ہے، لیکن مدرسہ کا جو پروگرام ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ جمیع اہل سنت اپنی دینی خدمات کا ثبوت دیتے ہوئے مالی امداد سے مدرسہ مذکورہ کو ترقی کی شاہراہ پر چلنے کے لیے کوشش کریں۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور نازک میں جب کہ عموما لوگوں کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ وہ دینی تعلیمات سے غفلت اختیار کرتے جا رہے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک دارالعلوم ایسا ہو، جہاں پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کی تعلیم دی جائے، تا کہ دینی رجحان جو مفقود ہوتا جا رہا ہے، لوگوں کو اس کی طرف مبذول کیا جائے۔ یہی وہ جذبہ تھا، جو مولانا موصوف کے ذہن میں ایسا کارفرما رہا کہ بغیر حالات کو دیکھتے ہوئے محض سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم اور ان کے دیوانوں کے جذبہ پر ایک دینی درسگاہ قائم فرما دی ہے۔ لہذا میری گزارش ہے، کہ جمیع اہل سنت خصوصا اہل نانپارہ زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ مولیٰ تعالیٰ مدرسہ مذکورہ کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن فرمائے۔ آمین　　　　فقط

سید اظہار اشرف
کچھوچھہ شریف فیض آباد یوپی
۲۲؍شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ
یوم دوشنبہ مبارکہ

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

یہ خادم جامعہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ کے سالانہ جلسہ میں بانی مدرسہ مذکورہ فاضل اجل حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب طوطئ ہند دامت برکاتہم العالیہ کی دعوت پر حاضر ہوا، یہ مدرسہ ابھی چند دن سے قائم ہوا ہے، مگر بانی کی صدق نیت کی برکت ہے کہ وہ بڑی تیزی سے ابتدائی منزل طے کر کے دارالعلوم ہو گیا، جس میں ۴؍مدرسین اور تقریبا سو طلبہ ناظرہ، حفظ، اردو، حساب، فارسی، عربی، نحو، فقہ اور منطق کی تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں۔

لیکن جہاں مدرسہ کے تعلیمی و انتظامی حالات سے خوشی ہوئی، وہیں اس سے بہت دکھ ہوا، کہ مدرسہ کی کوئی اپنی عمارت نہیں اور نہ آمدنی اتنی ہے کہ اس کے سارے اخراجات پورے ہو سکیں، خود حضرت موصوف کی جیب خاص پر کافی بار پڑتا ہے۔ مدرسین کے علاوہ بیرونی طلبہ کے قیام و طعام اور لباس وغیرہ کی بھی کفالت کرتے ہیں، میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ موصوف بایں جلالت طلبہ کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلاتے ہیں۔

ان سب کے علاوہ سالانہ عظیم الشان جلسے کراتے ہیں، جن میں اکناف ہند کے علمائے اہل سنت شرکت

فرماتے ہیں۔ مدرسہ کی آمدنی اتنی قلیل ہے کہ اس سے یہ سب اخراجات پورے نہیں ہو سکتے، لامحالہ حضرت مولانا رجب کو اپنی جیب خاص سے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانان نانپارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو ایسا مخلص دین پرور سرپرست ملا ہے، ان پر لازم ہے کہ حضرت مولانا موصوف کا ہاتھ بٹائیں۔ مدرسہ کی ضروریات کی کفالت کریں۔ حتی الوسع دامے درمے قدمے سخنے مدرسہ کی اعانت کریں۔

مولیٰ عز و جل توفیق عطا فرمائے۔ مولانا موصوف کے علم و عمر اور مال و اولاد میں برکت عطا فرمائے، ان کے فیوض سے تمام اہل سنت خصوصا اہل نانپارہ کو مالا مال فرمائے۔ آمین فقط

محمد شریف الحق امجدی
رضوی دار الافتا بریلی شریف یوپی ہند

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج ۲۶ر فروری ۱۹۷۸ء بروز یک شنبہ عندلیب گلشن سنیت، وارث اسلاف حضرت مولانا بالفضل والعلم والمجد اولینا مفتی رجب علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم مہتمم و بانی جامعہ عالیہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کی معیت میں یہاں حاضر ہوا، قادری رضوی فیوض و برکات کے اس سرچشمہ کی زیارت سے آنکھیں شاداب اور دل مسرور ہوا، اس عظیم درسگاہ کے بام و در اور طلبہ و اساتذہ کے چہروں پر حضرت مولانا موصوف کے اخلاص و عشق کی جوت کھلی آنکھوں سے محسوس کرتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ایک قادری درویش کے جذبہ اعتماد و عقیدت کے اعزاز میں اس چمن کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے، جس درسگاہ کو مخلص اور قابل اساتذہ اور سعید وار جمند طلبہ چلائیں اس کے روشن مستقبل کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

ایک سو بارہ طلبہ کے خورد و نوش کا یہ مدرسہ کفیل ہے۔ کل تعداد ساڑھے تین سو سے زائد ہے، میں مقامی اور غیر مقامی جملہ مسلمانان اہل سنت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے اس عظیم ادارے کی اعانت فرما کر اس کو فروغ و ترقی دیں۔ مولیٰ تعالیٰ جملہ معاونین کو دارین کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

فقط
القادری
مہتمم مدرسہ منظر اسلام جمشید پور
ناظم اعلیٰ ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

کوہ ہمالہ کے دامن میں مدرسہ عزیز العلوم شمال ہند کی ایک مرکزی درسگاہ ہے، جو پرچم اقبال ہمالہ کی فلک بوس برفانی بوٹوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔۲۱؍ستمبر ۶۷ء کو نانپارہ اس وقت پہنچا، جب کہ طلبہ اپنی اپنی درسگاہوں میں مصروف درس تھے، یہ دیکھ کر دلی مسرت کی انتہا نہ رہی، کہ اس ہوش ربا گرانی کے دور میں عزیز العلوم طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد کو ناشتہ اور کھانا دے رہا ہے۔ بہت سے طلبہ کو قیام وطعام کی سہولتوں کے علاوہ وظائف بھی دیے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ مدرسہ کی توسیع عمارت کا سلسلہ بھی جاری ہے، سادہ بیان مقرر گرامی حافظ حدیث علامہ مولٰینا الحاج محمد رجب علی صاحب مفتی نانپارہ دنیاے سنیت کی ایک عظیم شخصیت ہیں، وقت کی صحیح پکار پر انھوں نے جامعہ عزیز العلوم کے قیام سے وقت کی ایک بہت بڑی کمر کو توڑا ہے۔مولٰینا عالم باعمل ہونے کے علاوہ زہد وتقوی میں خود اپنی مثال ہیں، جس سے شہر ومضافات شہر سبھی متاثر ہیں۔

اس وقت جامعہ عزیز العلوم میں نیپال، بہار، بنگال اور دیگر صوبہ کے طلبہ داخلہ لے چکے ہیں، بالخصوص ہمالہ کی ترائی کا وہ دور افتادہ علاقہ جو علم دین سے قطعاً نا آشنا تھا، اب اس کے لیے تحصیل علم کا ایک سنہرا موقع بن گیا ہے۔

درجہ ناظرہ وحفظ وقرأت، فارسی، عربی غرضیکہ ہر درجے میں طلبہ شریک درس رہے، میری پرخلوص دعا ہے کہ یہ گہوارہ علم وادب یوں ہی پھلتا پھولتا رہے۔قوم وملت سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ جامعہ عزیز العلوم کی ہر طرح سے امداد کر کے اس کی بنیادیں مضبوط کردیں، تاکہ حضرت علام خاطر خواہ حسب حوصلہ دینی خدمات انجام دے سکیں۔آمین

فقط
مشتاق احمد
۲۱؍ستمبر ۶۷ء

بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم وعلىٰ آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين

امابعد! مخلص وصدیقی مولینا المکرّم رجب علی صاحب زیدہ اخلاصہم کے ہمراہ ۲۵؍ربیع الآخر ۸۷ھ کو

ناناپارہ پہنچا اور جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم میں مقیم ہوا۔ جامعہ کے طلبہ کی تہذیب و تربیت دیکھ کر بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ آج ۲۸ ربیع الآخر ۸۷ھ کو جامعہ کے طلبہ کا میں نے امتحان لیا، جامعہ کے اساتذہ کی محنت قابل تحسین وصد ستائش ہے۔

اس جامعہ میں فی الحال پانچ مدرس اور سو سے زائد مقامی و بیرونی طلبہ ہیں۔ بیرونی طلبہ کو جامعہ سے کھانا دیا جاتا ہے، جن کی تعداد اس وقت ۲۳ رہے۔ اس گرانی کے دور میں اگر ایک آدمی کے کھانے کا خرچ ۳۰ روپے ماہوار ہی سمجھا جائے تو تقریبا سات سو روپے ماہانہ صرف مطبخ کا خرچ ہے، مدرسین کی تنخواہیں اور جامعہ کے لوازمات جداگانہ ہیں۔ ان حالات میں بانی جامعہ عزیز العلوم جناب مولانا رجب علی صاحب کی ہمت اور ان کا عزم قابل دید ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس ان کی اس مبارک خدمت کو قبول فرمائے اور جامعہ کو دن دونی رات چوگنی ترقیاں بخشے اور اس جامعہ سے علم دین کی دولت لے کر ایسے طلبہ فارغ ہوں، جو قوم وملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں اور گمراہوں بد مذہبوں کی بیخ کنی کریں۔

فقط
سید محمد افضل حسین غفرلہ
صدر مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
۲۸ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

دیگر: بحرالعلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ

میں نے امسال ربیع الآخر کے مہینہ میں مدرسہ عزیز العلوم ناناپارہ کے طلبہ کا ششماہی امتحان لیا تھا، اس وقت مجھ کو بڑی مسرت ہوئی، چناں چہ نتائج سے طلبہ کی محنت اور ان کے اساتذہ کی کارگزاری ظاہر ہے۔ اب جب کہ میں نے ان کا سالانہ امتحان لیا، تو میری مسرت دوبالا ہوگئی کہ طلبہ و مدرسین نے محنت وذوق وشوق میں اضافہ کیا ہے۔ عربی درجات کے اکثر طلبہ سکنڈ اور کچھ فرسٹ ہیں، میری دعا ہے کہ یہ مدرسہ یوں ہی ترقی کرتا رہے اور یہاں سے علم دین کی خدمت برابر ہوتی رہے۔ یہاں کے طلبہ کامیاب ہوں، ان کا علم ان کا عمل بہتر سے بہتر ہو اور وہ دین کے سچے پکے خادم بنیں۔

فقط
(مفتی) سید محمد افضل حسین
صدر مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
۸ رشعبان ۱۳۸۷ھ

خطیب اہل سنت حضرت علامہ ابوالوفا فصیحی غازی پوری علیہ الرحمہ

جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم کی عزت و اہمیت اسی سے آشکارا ہے، کہ تمامی اکابر ملت نے اپنی بے پایاں نوازشیں سپرد قلم فرمائی ہیں، مجھ جیسے بے مایہ کا ایسے میں اظہار رائے دراصل نازیبا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس خوش بختی پر خوش ہوں کہ بزرگان ملت اور اساطین امت کے نقش قدم کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ لیکن مدرسہ کا جائزہ اور انتظامیہ عملہ سے گفتگو کے بعد ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ نقد امروز ایک ضروری امر ہے۔

پس الحمد للہ کہ مدرسہ کے آئینہ حال میں مستقبل کا تابناک چہرہ نکھرا ہوا دکھائی دے رہا ہے، دور دراز سے طلبہ کی آمد ہورہی ہے، فارسی وعربی کی متداول کتابیں داخل درس، حضرت مولانا رجب علی صاحب قبلہ کی محنت وکاوش اور باصلاحیت افراد کا تعاون ان شاء اللہ کامیابیوں کے سدا بہار چمن میں مدرسہ کو پہنچا کر رہے گا، اس دور نازک لادینی میں دینی تعلیم کی ضرورت ہر شخص پر روشن ہو چکی ہے۔ خدا کرے اصحاب خیر توجہ فرمائیں۔

فقط

ابوالوفا فصیحی غازی پوری

حضرت علامہ سید مظفر حسین اشرفی علیہ الرحمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج مورخہ ۲۷/رجب المرجب مطابق ۲۷/فروری ــــــہ ء کو مدرسہ عزیز العلوم کا معائنہ کیا، مدرسہ ہذا کا صحیح خاکہ مولانا نسیم صاحب بستوی نے اپنے ۲۶/رجب المرجب کے معائنہ میں پیش فرمادیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا رجب علی صاحب قبلہ کے مدرسہ کے عروج وارتقا کے متعلق جو خیال ہے، اگر صرف اہل نانپارہ مولانا موصوف کا ہر حیثیت سے تعاون کردیں، تو یہ مدرسہ دین وسنیت کی ایک بہت بڑی درسگاہ ہوسکتی ہے۔ جہاں تک مدرسین کی دلچسپیوں یا ایثار وقربانی کا تعلق ہے، وہ لائق صد آفریں ہے، میری اہل نانپارہ سے خصوصیت کے ساتھ اور اہل سنت کے ہر فرد بشر سے عمومی حیثیت سے اپیل ہے کہ وہ اس مدرسہ عزیز العلوم کی دامے درمے قدمے سخنے ہر حیثیت سے مدد فرمائیں، تاکہ یہ مدرسہ جلد از جلد صحیح معنوں میں ایک دار العلوم بن جائے۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کے اس عزم کو پورا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی

وارد حال نانپارہ

مشاہد ملت شہزادہ شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مشاہد رضا خاں حشمتی علیہ الرحمہ

الحمد لله الذی علم نبینا ماکان و ما یکون وعلم الآخرین والاولین والصلوة والسلام علی افضل الخلائق کلها بالتحقیق والیقین خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد الذی قال العلماء ورثة الانبیاء فی تبلیغ الدین واطلبوا العلم ولو بالصین وعلی آله واصحابه هم سفینة النجاة وهداة الی القرآن المبین والحدیث المصین وعلی جمیع اولیاء امته وعلماء ملته وشهداء محبته و مشایخنا العظام اجمعین.

فقیر حقیر سراپا تقصیر حضرت بابرکت مولانا المحترم مفتی محمد رجب علی صاحب قبلہ دامت فیوضہم المبارکہ کی دعوت پر شعبان معظم ۱۳۸۷ھ کے سالانہ جلسہ دستار بندی مدرسہ اہل سنت عزیز العلوم میں شریک ہوا، ماشاءاللہ تعالیٰ مدرسہ کے بڑھتے ہوئے عروج کو دیکھ کر مسرت و فرحت حاصل ہوئی، طلبہ کی ایک کثیر تعداد عربی و فارسی درس نظامیہ کی تحصیل میں مصروف ہے، مدرسین باہوش بیدار مغز ولائق ستائش و تدریس ہیں، اجلاس بھی اپنی شوکت کے اعتبار سے قابل دید ولائق ستائش تھے۔ اس عزیز العلوم کی ایک خاص خصوصیت جو فقیر کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکی، جو اکثر مدارس میں مفقود ہے، وہ یہ تھی کہ بچے ماشاء ربنا تعالیٰ شرعی وضع قطع ولباس میں نظر آئے اور چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں شریعت مطہرہ کے پابند اور باادب نماز باجماعت وغیرہ امور دینیہ کے عامل۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ اگر یہ ہیں تو علم دین حاصل کرنا خود ان کے لیے اور دوسرے کے لیے مفید ہے، ورنہ کتنا بڑا بھی عالم ہو جائے، فنون میں ماہر و یگانہ روزگار ہو، جب بھی یہ خود اس کے لیے بے فائدہ اور قوم کے لیے بھی صرف لا حاصل ہی نہیں بلکہ سخت ترین مضر و مہلک اور تباہ کن ہوگا۔ مولائے قدیر یوما فیوما اس ادارہ کو ارتقاو عروج کی اعلیٰ منازل پر پہنچائے۔ آمین۔ اور یہ گلشن اسلام و سنیت و رضویت ہمیشہ صدا بہار چمن رہے اور اس کے فیوض و برکات سے اہل سنت تا قیام قیامت فیضیاب ہوتے رہیں اور اس کے پرخلوص بانی و روح رواں حضرت مولانا مفتی الحاج محمد رجب علی صاحب قبلہ مازالت شموس افضالہم البازغۃ کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ حضرت ممدوح کو خدمات اسلام و سنیت کے کثیر سے کثیر مواقع مرحمت فرمائے اور حضرت ممدوح کی عمر علم و فضل و کمال میں برکت و خیر کثیر عطا فرمائے اور ادارے کے جملہ اراکین و معاونین کو دارین کی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ برادران اہل سنت اس مدرسہ کی طرف دست تعاون بڑھائیں اس ہوش ربا گرانی میں ادارہ سخت مالی مشکلات سے دوچار ہے، ایسے نازک وقت میں مذہبی اداروں کا تحفظ کرنا صرف قوم کے ذمہ ہے، جب کہ حکومت ہمارے مالوں اور جانوں، آبروؤں کا تحفظ کرنے سے قاصر و مجبور ہے، تو مدرسہ کی ذمہ داری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہر حال جس طرح آپ اپنی دنیاوی ضروریات

پورے کرتے ہیں، اسی طرح اپنے مذہبی اداروں کی کفالت بھی کرنا ہے۔ مدرسہ کا شعبہ تعمیر بھی ابھی بہت کچھ تشنہ ہے۔ مولا تبارک وتعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام وعلیہ الختام**

فقیر ربہ اسیر ذنبہ مشاھد رضا عفی مایاتی ومامضی بجاہ سیدی المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام من ربنا الذی یعطیہ ما اعطی

شہزادہ شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ مشہود رضا خاں حشمتی علیہ الرحمہ

ہمارا مختصر سا قافلہ مورخہ ۵؍ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ/ ۶؍اپریل ۱۹۷۶ء کو اس ارادے سے نانپارہ حضرت مولانا رجب علی صاحب قبلہ زید مجدہم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کو اپنے ہمراہ لے کر سپہ سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری دیں، تاکہ حضرت ہمارے دلوں کی ترجمانی سرکار غازی میاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں فرمائیں۔ اس ضمن میں مدرسہ اہل سنت عزیز العلوم کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، مدرسہ طلبہ کرام سے بھرا تھا، اساتذہ کرام پورے ذوق وشوق کے ساتھ درس وتدریس میں مشغول تھے، معلوم کیا تو بتایا گیا کہ ایک سودس بیرونی لڑکے مدرسے میں ہیں، جن کے قیام وطعام کا مدرسہ ہی کفیل ہے، ایسی صورت میں جب کہ مدرسہ اہل سنت عزیز العلوم نانپارہ الہ آباد بورڈ سے ملحق ہونے کے باوجود کسی قسم کی گورنمنٹ سے مدد لینا قبول نہیں کرتا، مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ حضرت مولانا رجب علی صاحب قبلہ زیدہ مجدہم کے درویشانہ تکلف اور روحانی فیضان کی جلوہ سامانیاں ہیں، جو ہم کو عزیز العلوم نانپارہ میں نظر آرہی ہیں۔ پروردگار عالم جل جلالہ اپنے حبیب مکرم علیہ السلام کے صدقے اور طفیل میں اس درسگاہ اہل سنت کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کو اپنے بلند ترین پاکیزہ مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور احباب اہل سنت کے دل ودماغ کو اس کی تعمیر وترقی کی طرف جھکادے، تاکہ یہ آنے والے دنوں میں اہل سنت کا ایک ایسا مضبوط قلعہ ثابت ہو جس میں بیٹھ کر پورے اطمینان وسکون کے ساتھ نائبان رسول خدمات دین انجام دیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی پوری طرح اشاعت کریں اور گمراہ فرقوں کے مکروفریب سے سنیوں کی حفاظت کریں۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم فقط

مشہود رضا خاں رضوی حشمتی

خادم آستانہ عالیہ حشمتیہ

حشمت نگر پیلی بھیت شریف یوپی

۵؍ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ/ ۶؍اپریل ۱۹۷۶ء

منصور ملت حضرت علامہ محمد منصور علی رضوی محبوبی علیہ الرحمہ

فاضل گرامی حضرت مولانا مشہود رضا خاں صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے، میں اس سے سو فی صد متفق ہوں، رب قدیر حضرت مفتی نانپارہ دامت برکاتہم العالیہ کے ظل کرم کو صحت و عافیت کے ساتھ دراز سے دراز تر فرمائے اور جامعہ عالیہ مصطفویہ نانپارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد منصور علی رضوی محبوبی
سنی بڑی مسجد مدنپورہ ممبئی۔ ۸
۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۹۶ھ
وارد نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

شہزادہ شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ محمد معصوم رضا خاں حشمتی

اخی المعظم ذوالمجد والکرم دامت برکاتہم نے جو کچھ بھی تحریر فرمایا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے سایہ کرم کو دراز فرمائے اور جامعہ عزیز العلوم کو روز وشب ارتقا کی منزل پر گامزن فرمائے۔ آمین

فقط
محمد معصوم القادری
وارد حال نانپارہ ضلع بہرائچ شریف یوپی ہند

حضرت علامہ اعجاز رسول صاحب

بفضل خدا ورسول علیہ السلام آج ادارہ تعلیمات دینیہ قائم کردہ الحاج محمد رجب علی صاحب موسوم بعزیز العلوم کی خدمات دینیہ میری نظر نے مطالعہ کیا، الحمد للہ مخلص خدمت پایا۔

اللہ پاک اپنے حبیب پاک کے صدقہ اس بنیاد کو مستحکم فرمائے۔ خدمات مدرسین بھی قابل تعریف ہیں۔ اللہ پاک جذبہ اشاعت وفروغ اردو زیادہ فرمائے۔ بے حد مسرور ہوں۔

فقط اعجاز رسول عفی عنہ
۱۰ ستمبر ۱۹۶۰ء

حضرت علامہ تجمل ہدیٰ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین

ناچیز بغرض امتحان جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ میں حاضر ہوا، مجاہد اعظم، مبلغ سنیت، سراپا خلوص و ہمت حضرت علامہ الحاج الشاہ رجب علی صاحب زیدت معالیہم القدسیہ کے فیوض و برکات اور جہد مسلسل کے نقوش تمام مدرسین و طلبہ و امور تعلیم و تربیت پر ثبت نظر آئے۔ طلبہ مہذب، شریف، اعلیٰ تربیت یافتہ دیکھے گئے۔ یہ حضرت ہی کے فیض و کرم کا نتیجہ ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور یہ جامعہ بیش از بیش دینی خدمات انجام دیتا رہے اور اس کے فارغین دین پاک کے بہترین مبلغ و خادم بنیں اور اشاعت اسلام ہوتی رہے۔ ایں دعا از من و جملہ قدسیاں آمین

فقط

تجمل ہدیٰ القادری عفی عنہ

۸؍شعبان ۱۳۹۰ھ

حضرت علامہ محمد عبدالرحیم صاحب

آج مورخہ ۳۰؍دسمبر ۵۹ء کو مدرسہ عزیز العلوم کا معائنہ کیا، جس میں کثیر تعداد میں طلبہ دیکھے گئے، مدرسین کو دینی مذہبی تعلیم میں مصروف پایا۔ دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا الحاج محمد رجب علی صاحب قبلہ نے اپنے مفاد دنیوی کا خیال نہ رکھتے ہوئے قوم کی خدمت کا بوجھ اپنے ذمہ لیا، بڑی ہی جانفشانی اٹھانے کے بعد ایک زمین مدرسہ کی خرید لی ہے، جس کی ابھی صرف حد بندی کی ہے، لہذا اب میں قوم مسلم سے پرزور اپیل کرتا ہوں اور خاص کر اہل نانپارہ سے کہ وہ دامے درمے قدمے سخنے اس مدرسہ کی خدمت کریں اور دینی کاموں میں حصہ لے کر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل فرمائیں۔

فقط

محمد عبدالرحیم

مدرس مدرسہ حنفیہ غوثیہ

حضرت علامہ محمد صائم اشرفی صاحب

آج بتاریخ ۱۷؍صفر المظفر میں نانپارہ حاضر ہوا، مدرسہ عزیز العلوم کے طلبہ کا امتحان لیا۔ الحمد للہ بچوں نے امتحان اچھا دیا، ان کی لیاقت و دانائی سے پتہ چلتا ہے، کہ مستقبل بہت روشن ہے، اساتذہ کرام کی محنت کا ثمرہ ہے کہ ہر طالب علم اچھے نمبر سے کامیاب ہوا۔ مدرسہ کی تعلیم اور بچوں کی لیاقت سے میرا دل بہت خوش ہوا۔ فی الحال تقریبا چالیس طلبہ فوقانی تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں اور تمام طلبہ کے خورد و نوش کا بار غریب مدرسہ پر ہے، مگر باوجود زمانہ کی نزاکت کے مدرسہ ایک نرالی شان سے چل رہا ہے، یہ سب حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب دام ظلہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جو مدرسہ اس بام عروج پر پہنچا اور آئندہ عروج حاصل کرتا ہی رہے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مفتی رجب علی صاحب قبلہ دام ظلہ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور ان سے اپنے دین کا کام لے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

فقط

محمد صائم اشرفی غفرلہ

وارد حال نانپارہ

۱۷؍صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

عالی جناب رفیق احمد صاحب

دوران قیام قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ میں نے مولانا رجب علی صاحب کی دعوت پر موصوف کے مدرسہ عزیز العلوم کا معائنہ کیا، اس کے تعلیمی نصاب کے متعلق نیز مدرسہ کی آمدنی و اخراجات کے متعلق ضروری معلومات کیں، بحمد اللہ میں نے طلبہ کی کافی تعداد تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھی، مجھے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی، کہ اس پر آشوب اور الحاد و بے دینی کے دور میں کچھ ایسے بھی اہل درد اور مخلص حضرات ہیں، جو اپنے تن، من دھن کو قربان کر کے اسلام کی تبلیغ و ترقی اور اس کی بقا کے لیے رات دن کوشاں و سرگرداں ہیں۔

مولانا رجب علی صاحب موصوف ایسے ہی مجاہدین کی جماعت کے ایک قابل مبارک باد فرد ہیں، مدرسہ میں ابتدائی، حفظ قرآن، تجوید اور درس نظامی کے درجات ہیں، جن میں مجموعی طور پر طلبہ کی تعداد ۱۳۰؍ بتلائی گئی اور جن کا اوسط حاضری ۹۰/۹۵؍ رہے، یہ بڑی قابل اطمینان حالت ہے کہ مولانا نے اپنی سعی اور مخلص کوششوں سے مسلمان بچوں میں یہ جذبہ دینی پیدا کر رکھا ہے۔ طلبہ میں بیرونی طلبہ کی تعداد ۴۰؍ رہے، جو ملک کے مختلف گوشوں سے حصول علم کی غرض سے آئے ہیں اور مولانا کے دینی جذبہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان طلبہ کی اقامت و طعام کی معقول

سہولتیں حاصل ہیں، کچن کا تخمینی خرچ کچھ سات سو روپیہ ماہوار ہے۔ علاوہ ازیں سات اساتذہ بچوں کی تعلیم کے لیے مقرر ہیں، جن کو پانچ سو سے زائد ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد حیرت ہوئی کہ مدرسہ مذکور کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے، بلکہ یہ سب اخراجات مولانا رجب علی صاحب اپنی سعی بلیغ سے پورا کرتے ہیں اور مدرسہ کو بحسن و خوبی قابل اطمینان طور پر ۵۸ء سے چلا رہے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت مولانا کے والد ماجد کا عطیہ ہے، جو قابل تحسین و مبارک باد ہے، لیکن موجودہ عمارت طلبہ کی تعداد واقامت کے پیش نظر ناکافی ہے، کاش کوئی صاحب خیر حضرت مولانا کی اس دینی جدوجہد میں مولانا کا ہاتھ بٹائیں اور اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ یہ مدرسہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہ کر دین کی خدمت انجام دیتا رہے اور خداوند تعالیٰ اس کے بانیان و معاونین کو دین و دنیا دونوں میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

خادم اوقاف
رفیق احمد عفی عنہ
سپرنٹنڈنٹ اوقاف یوریل سنی سنٹرل وقف بورڈ لکھنؤ
وارد حال قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ شریف
مورخہ ۱۰؍ جولائی ۱۹۶۹ء

عالی جناب فضیل الظفر خاں صاحب

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

امابعد! فقیر کو آج مدرسہ جامعہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ کے درجات تحتانیہ کے طلبہ کا تعلیمی معائنہ کا شرف حاصل ہوا، بحمدہ تبارک وتعالیٰ وبکرم حبیبہ علیہ السلام اس دینی ادارہ کی خدمات دینیہ اور یہاں کے طلبہ کی تعلیمی استعداد کا اندازہ ہو کر قلبی مسرت ہوئی۔ بارگاہ رب العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ رب تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقہ میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے کارکنان و معاونین کو دونوں جہان کی بہتری عطا فرمائے۔ آمین

فقیر فضیل الظفر خاں
شہر بدایوں محلّہ سوتھ
۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

شمع حقیقت حضرت مفتی رجب علی

از خلیفہ مفتی اعظم ہند
حضرت الحاج الشاہ قاری محمد امانت رسول صاحب رضوی
پیلی بھیت شریف

مادہ ھایے تاریخ

منقبت ثنائے مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء　　منقبت فکر رسا مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء
منقبت دوست کامل مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء　　منقبت قوی ہمت مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء
منقبت ارباب دانش مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء　　منقبت دانش ور مفتی رجب علی ۱۹۹۸ء

اہل شریعت حضرت مفتی رجب علی
اہل طریقت حضرت مفتی رجب علی

غوث و رضا و مصطفیٰ عبدالعزیز کی　　کرتے تھے مدحت حضرت مفتی رجب علی
حقانیت کے بول سناتے رہے سدا　　شمع حقیقت حضرت مفتی رجب علی
اعدا کا خوب کرتے تھے رد، خوب آپ کا　　رنگ نصیحت حضرت مفتی رجب علی
پائے تھے آپ بلبل ہندوستاں لقب　　شہ کی عنایت حضرت مفتی رجب علی
عالم بھی باعمل بھی تھے درویش صفت بھی　　پیر طریقت حضرت مفتی رجب علی
بیرون مسجد آپ دلاتے رہے اذاں　　حامئ سنت حضرت مفتی رجب علی
مفتئ نانپارہ ہے اہل سنن کو آج　　تیری ضرورت حضرت مفتی رجب علی
پند و نصائح اور وہ اشعار فی البدیہہ　　کہتے تھے حضرت حضرت مفتی رجب علی
صبح و مسا ہو تیرے مزار شریف پر　　مولیٰ کی رحمت حضرت مفتی رجب علی
ابن رضا کو تم نے مجدد کہا لکھا　　اہل حقیقت حضرت مفتی رجب علی
قطب زمانہ مفتی اعظم کا فیض تھے　　نوری کی نکہت حضرت مفتی رجب علی

کہتے تھے تجھ کو طوطئ باغ شہِ رضا
قاری امانت حضرت مفتی رجب علی

شدت غم سے ہے گنگ میری زباں

(حضور مفتی اعظم نانپارہ علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات سے متاثر ہوکر)

از : استاذ الشعراء
مولانا مفتی محمد اسلم بستوی علیہ الرحمہ
سابق صدر شعبہ افتا مدرسہ انوار القرآن بلرام پور

شدت غم سے ہے گنگ میری زباں		ہے قلم کو مرے ایسی جرأت کہاں
مرغ تخییل کے بال و پر ناتواں		ایک عاجز کرے اس کے غم کو بیاں
اب بھی پیش نظر حشر کا ہے سماں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

رنگ سورج کے رخسار کا زرد ہے		شدت یاس سے چاند بھی سرد ہے
جو بھی چہرہ ہے وہ صورت درد ہے		از زمیں تا فلک غم کی ہی گرد ہے
اس کا ماتم کہ ہے آسماں ، آسماں
الاماں ، الاماں، الاماں، الاماں

سوگ سے سر جھکائے کھڑے بام و در		غم کے پیکر بنے سر بسر یہ شجر
خاک سر پر اڑاتی ہے ہر رہ گزر		چیختی پھرتی ہے یوں صبا در بدر
ڈھونڈتی ہے ملے کوئی جائے اماں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

باغ دیں کا گل معنوی تھا گیا		وارث رضوی و قادری تھا گیا
اس صدی کا وہ بے شک ولی تھا گیا		وہ فدائے ادائے نبی تھا گیا
اس کی ٹھوکر میں تھی دولت اک جہاں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

ہر قدم پاسبان شریعت تھا وہ ہر نفس نگہبان طریقت تھا وہ
سب سے بڑھ کر مخالف بدعت تھا وہ حق تو یہ ہے کہ حاصل سنت تھا وہ
گھٹ گئی اس کے جانے سے ملت کی شاں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

صحن مسجد ہے خاموش، مینار چپ منبر و در ہیں سنسان دیوار چپ
مدرسے میں اداسی ہے بازار چپ چپ ہے ہر اک بشر جو ہیں سرکار چپ
سارے محراب و گنبد ہیں ماتم کناں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

بجھ گئی یک بیک شمع صحن حرم پرچم دیں بھی غم میں ہوا اس کے خم
چل دیا موجۂ نور سوئے ارم آخرش جز ہوا اپنے کل سے بہم
زیر تربت ہے اب جسد خاکی یہاں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

مختصر کردے اسلم یہ افسانہ اب صبر کا لے چھلک اٹھا پیمانہ اب
غم کدہ بن گیا صحن میخانہ اب رقت انگیز ہے طرز مستانہ اب
تو کہ اک ناتواں اور کار گراں
الاماں، الاماں، الاماں، الاماں

طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

از استاذ الشعرا حضرت مضطرؔ اعظمی
کریم الدین پور گھوسی، مئو، یوپی

فکر سے تیرے مزین لالہ و گل کی زباں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں
تجھ سا باغ سنیت میں اب کہاں ہے باغباں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

جب اندھیرے اور اجالے کا تو سمجھا تا تھا فرق
آسماں سے نجدیت پر ٹوٹ کر گرتی تھی برق
تو نے ایسے میں بچایا سنیت کا آشیاں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

عظمت دین نبی کا لے کے ہاتھوں میں علم
یا رسول اللہ کہہ کے تو اٹھاتا تھا قدم
تیری جانب بڑھ کے خود آتا تھا منزل کا نشاں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

مائل پرواز ہیں باغ رضا کی بلبلیں
کہہ دو صیادوں سے کہ سر پیٹ کے ماتم کریں
نجدیت کے دام کی تو نے اڑا دیں دھجیاں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

ہر زباں پر صورت گل چار سو باتیں تری
چشمۂ رحمت میں کرتی تھیں وضو باتیں تری
آب کوثر کی روانی جیسا انداز بیاں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

مصطفیٰ کا عشق سنتے ہیں ترا سرمایہ تھا
چادر علم نبی کا تیرے سر پہ سایہ تھا
بانٹتا تھا سب کو اقوال نبی کی کہکشاں
طوطیِ ہندوستاں اے طوطیِ ہندوستاں

لوریاں دیتی ہے ماں بچوں کو تیرے نام کی
تا کہ یہ ہوکر بڑے خدمت کریں اسلام کی
تیرا لہجہ ان کو مل جائے دعا کرتی ہے ماں
طوطیٔ ہندوستاں اے طوطیٔ ہندوستاں

مفتی اعظم کے گھر سے خوب یہ رتبہ ملا
تیرا اعلیٰ ظرف تھا اعلیٰ تجھے حصہ ملا
دیجیے کچھ چاہتے ہیں حاضرین آستاں
طوطیٔ ہندوستاں اے طوطیٔ ہندوستاں

تیرے دل کو مصطفیٰ کی یاد کی جنت کہوں
اور آنکھوں کو امین حلقۂ رحمت کہوں
لب ترے باغ صداقت کے گلوں کی پتیاں
طوطیٔ ہندوستاں اے طوطیٔ ہندوستاں

بولتا تھا تو رسول اللہ کے عنوان پر
ہر نظر رہتی تھی تیری آیت قرآن پر
تیری باتیں کیا سمجھ پاتا گروہ جاہلاں
طوطیٔ ہندوستاں اے طوطیٔ ہندوستاں

عظمت ممدوح کوئی کر سکے گا کیا رقم
دست فکر وفن سے مضطؔر رکھ دے کاغذ اور قلم
لکھی جائے گی ہمیشہ بزرگوں کی داستاں
طوطیٔ ہندوستاں اے طوطیٔ ہندوستاں

جو دل سے پوچھو تو سچ ہے نبی کا عاشق تھا

از : حضرت مولانا مرغوب حسن قادری ادروی
سابق شیخ الحدیث مدرسہ بحر العلوم مئو یوپی

میں رنگ و نور کی محفل سجا کے بیٹھا تھا　　کسی حسین تصور میں گویا کھویا تھا
کہ دفعتاً مرے ہاتھوں میں اک پیام ملا　　کہ جس کی پشت پہ طوطیٔ ہند لکھا تھا
مچل اٹھا کہ مرے پاس خط کا کیا معنی
جواب صاف ہے خط ہی نہیں فقط معنی
خلوص دل بھی ہے لازم نظام الفت میں　　یہی ہے فاتح عالم مری محبت میں
اسی اصول پہ دنیا کا ربط ہے قائم　　یہی خلوص ہے پنہاں مری عقیدت میں
پتہ چلا کہ ہے مفتی رجب علی کی یہ ذات
دیار ہند میں اک واصف رسول کی ذات
نگاہ ناز کے پردوں کو دم میں دیکھ لیا　　مئو کی سمت سے ادری کی سمت چلتا رہا
محبتوں کے نشیمن سجا کے کیا لاتا　　نظر میں پیکر حسن و عمل کا حلیہ رہا
قلم اٹھایا ورق لے کے ہاتھ میں بیٹھا
بقدر علم یہی ارمغان لکھ بیٹھا
وہ ایک وارث شاہ ہدیٰ تھا بھارت میں　　وہ ایک متقی و پارسا تھا بھارت میں
شراب عشق پلا کر کہاں ہوا روپوش　　کہ ایک رند مئے معرفت تھا بھارت میں
جو دل سے پوچھو تو سچ ہے نبی کا عاشق تھا
مریض دین کی خاطر طبیب حاذق تھا
وہ شاہ فضل(۱) و محمد(۲) کا نام لیتا تھا　　رضا و نوری و حشمت کے گیت گاتا تھا
تمام عمر جو بد مذہبوں سے دور رہا　　جمال اولیا(۳) احمد(۴) کا ذکر کرتا تھا
وہ جس کے دل میں عقیدت کا اک سرور رہا
بریلی اور بدایوں کا نام لب پہ رہا

قدم قدم پہ محبت نظر نظر میں جمال　　　عدوئے سرور عالم پہ دیدنی تھا جلال
صفات اتنی کہ خود آپ ہی تھا اپنی مثال　　　خدا کے بعد نبی کے رہو یہی تھا خیال
جو ان کا ہے وہی اپنا ہے ان سے الفت ہے
نہیں تو شام و سحر دوری و عداوت ہے
وہ کہتا تھا ہمیں ملت کی ذمہ داری ہے　　　رسول پاک کے مذہب کی آبیاری ہے
نہ جائے کوئی علاقہ نشان سے خالی　　　کہ دشمنان نبوت کی فوج جاری ہے
اگر ہو درد تو پھر سنیت کا درد رہے
وہ حق بیانی کہ چہرہ عدو کا زرد رہے
بفیض مفتی رجبؔ بس یہی نصیحت ہے　　　اسی میں دین تو مذہب تو سب عقیدت ہے
اسی سے سیدی احمد رضا کی نسبت ہے　　　اسی میں مفتی اعظم کے دل کی چاہت ہے
انھیں خطوط پہ مرغوبؔ کی بھی سن لینا
اگر چہ خار ہو یہ بات جھک کے چن لینا

حاشیہ : (۱) شاہ فضل اللہ قادری کالپی شریف وصال ۱۱۱۱ھ
(۲) شاہ میر محمد قادری کالپی شریف وصال ۱۰۷۱ھ
(۳) سید شاہ جمال الدین اولیا قادری کوڑا جہان آباد وصال ۱۰۴۷ھ
(۴) سید شاہ احمد ترمذی قادری کالپی شریف وصال ۱۰۸۴ھ
یہ حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ ہیں

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند

از : حضرت مولانا مرغوب حسن قادری ادروی
سابق شیخ الحدیث مدرسہ بحرالعلوم مئو یو پی

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

وہ عرس صدر شریعت وہ گھوسی کا منظر　　حضور حافظ ملت کے فیض کا منظر
حضور مفتی اعظم کے پیار کا منظر　　سبھی کے بیچ خطابت نوا تھے بلبل ہند

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

بھلا وہ ہوش میں کب آئے ایک مستانہ　　سبھی کے لب سے ادا ہو لگے ہے دیوانہ
نبی کی یاد میں آنکھوں سے اشک برساتا　　سبھی کے واسطے دل کی دوا تھے بلبل ہند

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

بریلی ان کے لیے جیسے ایک کاشانہ　　کہیں سے بھی جو گزرتے تو مڑ کے آجانا
وہ پیلی بھیت میں انداز تھا فقیرانہ　　فدائے شیر رضا تھے حضور بلبل ہند

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

وہ جس کی نغمہ سرائی کے تھے سبھی قائل　　کہیں سے بھی جو صدا آئے ہو گئے مائل
رضا کی نعت سے دل رہتا ہر گھڑی گھائل　　رضا کے مدح سرا تھے حضور بلبل ہند

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

زباں میں نرمیٔ گفتار اے تعالی اللہ　　بغل میں تسبیح و دستار اے تعالی اللہ
فزوں تر اس سے بھی اطوار اے تعالی اللہ　　بڑوں کی شان و ادا تھے حضور بلبل ہند

عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

تھے ویسے تلمیذ حضرت عزیز بجنوری بیاں میں نام بھی لیتے عزیز بجنوری
ہوئے جو طالب نوری تو ہوگئے نوری ضیاے نوری قبا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

جمال گنبد خضریٰ میں غرق رہتے تھے عدو پہ شاہ مدینہ کے برق رہتے تھے
اسی خیال میں وہ غرب وشرق رہتے تھے جنوں کی حد سے سوا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

وہ جس کی ذات قلندر کی شان رکھتی تھی وہ جس کی ذات سکندر کی آن رکھتی تھی
خطابت ایسی کہ حیدر کی تان رکھتی تھی فنا بقا کی ضیا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

وہ جن کے چلنے کا انداز و خندہ پیشانی مزار آیا نظر اس پہ فاتحہ خوانی
کہیں بھی ہوں نگہِ ناز کی فراوانی برائے سنی فدا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

جو جانتا نہ تھا اس کو فقیر لگتے تھے وہ اہل علم میں لیکن امیر لگتے تھے
اگرچہ کوئی بھی آئے کبیر لگتے تھے نظر کے شاہ و گدا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

سحر میں بلبل زیباے گلشن ہستی نوائے بادہ کشی ایک شور ایک مستی
قدم جو اٹھے تو باد بہاری کی چستی بہار روح فزا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

مجھے بھی خوبیِ قسمت سے ایک موقع ملا کہ پیش کردوں رجب کے حضور اک تمغہ
قبول کرلیں تو مرغوب ہو یہ گلدستہ نسیم بوئے وفا تھے حضور بلبل ہند
عجیب مرد خدا تھے حضور بلبل ہند
نشان خواجہ پیا تھے حضور بلبل ہند

ہیں شہر نانپارہ کے سالار دیکھیے

از : خلیق العلماء
حضرت مولانا خلیق احمد خلیقؔ اعظمی
سابق شیخ الحدیث و پرنسپل مدرسہ حنفیہ غوثیہ بنارس

مفتی رجب علی کا یہ کردار دیکھیے
جس پہ ہیں مہرباں مرے سرکار دیکھیے

عزت مآب حضرت مفتی رجب علی　　　ہیں شہر نانپارہ کے سالار دیکھیے
رحمت خدائے پاک کی اس پہ رہے نہ کیوں　　　ملت پہ جس کا ہر گھڑی ایثار دیکھیے
ڈھونڈو نہ پاسکوگے کوئی ایسا متقی　　　دشمن سے جس کو ہر گھڑی بیزار دیکھیے
پرچم اٹھائے دین کا لہرا رہا تھا جو　　　ہاتھوں میں لے کے حیدری تلوار دیکھیے
غالب رہا زمانے میں اعدائے دیں پہ جو　　　ایسا غلام سید ابرار دیکھیے
ہمت نہ ہارا جو کبھی اعدائے دین سے　　　دین نبی کا وہ سپہ سالار دیکھیے
احمد رضا پہ دل سے وہی جاں نثار ہے　　　باطل سے جس کو برسر پیکار دیکھیے
لطف و کرم عنایتیں چھوٹوں پہ ہر گھڑی　　　مشہور ہے زمانہ میں گفتار دیکھیے
جس کی کٹی ہے زندگی احیاے دین میں　　　تربت پہ اس کی مطلع انوار دیکھیے
فیضان جس کا جاری ہے غازی کے شہر میں　　　ایسے ولیٔ وقت کا دربار دیکھیے
کل تک ہمارے درمیاں جو ہم کلام تھا　　　ہوتا ہے اس کا کب ہمیں دیدار دیکھیے
بلبل خموش ہوگئی پھولوں کے شہر میں　　　سونا پڑا ہے آپ کا گلزار دیکھیے
عشق نبی میں بارہا گھائل ہوا ہے جو　　　اس کو بھی مثل عابد بیمار دیکھیے
جو دل نبی کی یاد سے غافل نہ ہو کبھی　　　جنت کا اس کو واقعی حقدار دیکھیے
دیتا ہے ان کے روضے پہ جا کر کے یہ صدا　　　منہ مانگا لے کے آتا ہے دل زار دیکھیے

اس پہ کرم حضور کا ہوتا ہے اے خلیقؔ
یاد نبی میں جس کو دل افگار دیکھیے

ہند میں جس ذات پر اہل سنن کو ناز تھا

از : حضرت مولانا امجد علی قادری
سابق استاذ جامعہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد مئو

بلبل باغ رسالت مرحبا صد مرحبا
نعمت باغ جناں ہے تیری خدمت کا صلا

بادۂ تاثیر سے لبریز تھا مینا ترا　　　تیرا میخانہ تھا میخانہ حجازی طرز کا
فیض پر جو اس صدی کے نصف تک پیہم رہا　　　تیرے کوزے میں سمایا تھا وہ دریا علم کا
وقف تیری زندگی تھی دین حق کے واسطے　　　حب سرکار مدینہ میں تو ایسا مست تھا
شیخ مدنی قطب طیبہ کے حسیں دربار سے　　　عندلیب ہند کا پیارا لقب تجھ کو ملا
ساغر عشق نبی سے مست ہوکر روز وشب　　　نعت لکھنا نعت پڑھنا تیرا شیوہ بن گیا
تیرے اعدا محو حیرت دیکھتے ہی رہ گئے　　　عزم محکم لے کے جب تو جانب منزل چلا
زمزمہ نازاں تھا تیرے شاعرانہ ساز پر　　　منفرد اسلوب تیرا تھا بلاغت آشنا
تو رہا سینہ سپر احقاق حق کے واسطے　　　برق بن کر خرمن باطل پہ بھی گرتا رہا
فکر سے آراستہ تقریر بھی تحریر بھی　　　لائق تحسین تیرا ناطقہ صد رشک تھا
آرزو کو آرزو تھی تیرے دل میں جا کرے　　　سنگلاخوں میں بھی بن جاتا تھا تیرا راستا
فرط غم سے سسکیاں لینے لگے احباب سب　　　جسم خاکی آپ کا جب جانب مرقد چلا
سوئے میخانہ اٹھی جب تیری چشم انتخاب　　　رند میخانہ تڑپ کر تیرے در سے جا ملا
سب کو یہ معلوم ہے عرس رضا میں بعد قل　　　شجرہ خوانی تیرے ہی حصے میں رہتی تھی سدا
مدتوں روتی رہے گی نانپارہ کی زمیں　　　اپنے محسن کے لیے اے عاشق احمد رضا
رب تعالیٰ کی عطا سے تیرے کردار جمیل　　　پیکر اخلاص میں تھا پرتو صدق و صفا
جام علم و آگہی سے تشنگان علم کو　　　میر مجلس بن کے تو سیراب فرماتا رہا
ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا کبھی یہ عز وشاں　　　تا نہ بخشد ایں سعادت مالک روز جزا
چھیڑ نغمات نبی رس گھولتے انداز میں　　　بول کیوں چپ ہوگیا اے عندلیب خوش نوا

درره دین خدا دانش کدہ تعمیر شد		بر زمین ناپارہ در رضائے مصطفا
ہند میں جس ذات پر اہل سنن کو ناز تھا		چھوڑ کر بزم جہاں وہ سوئے جنت چل بسا
بعد مردن زندہ می گردند مردان خدا		عالمان باعمل و زاہدان بے ریا
سچ ہے اعدا کے مٹانے سے وہ مٹ سکتا نہیں		صبر جس کا اسلحہ اور شکر جس کا مشغلا
کوئی دانا ایسا پنہاں تھا تیرے پندار میں		جس سے تو اپنے مسائل خود ہی سلجھاتا رہا
تازیانہ بن گیا تو اہل شر کے واسطے		پھول بن کر اہل حق پر پھول برساتا رہا
ہر کہ بر دین خدا از جان و دل قرباں شود		برمزارش می شود باران رحمت دائما
جس کو ہر ہر گام پر رب کی رضا مطلوب ہو		پیش باطل پست ہوگا کیوں کر اس کا حوصلا
راستی جب جذبۂ اخلاص سے ہو مالا مال		کوہساروں میں بھی مل جاتا ہے اس کا راستا
اپنے محبوبوں کے صدقے اے خدائے دو جہاں		بر رہِ اسلاف تو محمود ملت کو چلا

مفتی اعظم کے صدقے اے خدا تو بخش دے
قادرؔی کو قادری ٹکڑا رضا کے نام کا

ظل غوث الوری بلبل ہند ہیں

از : حضرت مفتی فاروق رضوی صاحب قبلہ
مفتی رضوی دارالافتا منظر اسلام بریلی شریف

کیا بتائیں کہ کیا بلبل ہند ہیں
ایک مرد خدا بلبل ہند ہیں

واصف مصطفیٰ بلبل ہند ہیں　　ظل غوث الوریٰ بلبل ہند ہیں
خواجہ ہند کے منقبت خوان بھی　　اور فدائے رضا بلبل ہند ہیں
مفتی اعظم ہند کے معتمد　　کس قدر دل ربا بلبل ہند ہیں
اپنے مرشد کی الفت میں ہو کر فنا　　پا گئے جو بقا بلبل ہند ہیں
کوئی شیخی بناوٹ دکھاوا نہیں　　واقعی بے ریا بلبل ہند ہیں
ہر ادا سنت مصطفیٰ مرحبا　　متقی پارسا بلبل ہند ہیں
حامی و ناصر دین خیرالوریٰ　　راہبر رہنما بلبل ہند ہیں
مسلک اعلیٰ حضرت کے ناصر امیں　　بایقیں باوفا بلبل ہند ہیں
دیکھ کر جن کو تسکین پاتا ہے دل　　دل ربا جانفزا بلبل ہند ہیں
مسلک حق نظر جس میں آتا ہے وہ　　صاف اک آئینہ بلبل ہند ہیں
جن کو زندہ کہا جائے بعد اجل　　مرحبا مرحبا بلبل ہند ہیں

فارق القادری ہاں ترے واسطے
اب بھی محو دعا بلبل ہند ہیں

محترم ہیں محترم مفتی رجب

از : عالی جناب حامؔی بلڈانوی
مالیگاؤں

پیر کامل محترم مفتی رجب
محترم ہیں محترم مفتی رجب

فخر محفل منبع مہر و وفا علم و دانش میں نہایت پارسا
فقر و تقوی میں مثال اولیا عشق میں کامل غلام مصطفیٰ

با ادب لکھ اے قلم مفتی رجب
محترم ہیں محترم مفتی رجب

آپ غازی گفت کے کردار کے آپ کاشف رمز کے اسرار کے
آپ پیکر صبر کے ایثار کے آپ مجنوں جلوۂ غفار کے

عشق کی گہرائیوں میں کھوگئے
عاشق و معشوق خود ہی ہوگئے

اک نظر جس پر اٹھادی آپ نے زندگی اس کی بنادی آپ نے
مئے طریقت کی پلادی آپ نے ڈوبتی کشتی ترا دی آپ نے

طاقت پرواز بخشی پردیے
چار سو حق کے اجالے کردیے

بے نیازی آپ کا شیوہ رہی ذکر حق میں زندگی ساری کٹی
سنت و توحید کی آواز دی شرک و بدعت سے ہمیشہ جنگ کی

زخم کھائے راہ دیں میں بے حساب
بن کے ابھرے معرفت کا آفتاب

آنسوؤں سے دھو لیے عصیاں کے داغ زندگی ہے آپ کی مثل چراغ
بانٹتے ہیں آپ الفت کے ایاغ ناندپارہ میں بھی ہے جنت کا باغ
ہو اگر مطلوب تو پھر جایئے
روضۂ مفتی رجب پر جایئے
کیسی ہوتی ہے فقیرانہ نظر کیسے جھکتے ہیں شہنشاہوں کے سر
کس طرح ہوتا ہے بندہ معتبر کس طرح ملتا ہے مولیٰ سے بشر
کس طرح آتے ہیں غافل ہوش میں
دو پناہ مفتی رجب آغوش میں
نقش بندی چشتیہ کہ قادری ہے یہ بوتل سب شرابوں سے بھری
مرحبا حاصل ہوئی کیا برتری عشق کی کھیتی کو رکھتے ہیں ہری
دل غنی اللہ کے محتاج ہیں
صاحب اقبال ہیں الحاج ہیں
پیر کامل کی دعا مجھ کو ملے میرے ارمانوں کا گلشن بھی کھلے
ختم ہوں مایوسیوں کے سلسلے توڑ دیں دم زیست کے شکوے گلے
حسرتیں جھلسا رہی ہیں روح و تن
دامن مفتی رجب سایہ فگن
اشک دل کو چاہیے کوئی صدف دل کھنچا جاتا ہے بس ان کی طرف
التجائیں دیر سے ہیں صف بہ صف گر قبول افتد زہے عز و شرف
کاش کردیں پیر و مرشد اک نظر
بخت حامی جگمگائے اوج پر

نانپارہ میں جو روشن ہے دیا کیا کہیے

از : جناب سید یونس علی ثمرؔ ماچوی
بھالوباسہ پوسٹ ایگریکو جمشید پور

مرے اللہ قلم کو مرے طاقت دے دے
یعنی مضمون کی افکار کی دولت دے دے

بلبل ہند کے حالات قلم بند کروں
پیر کامل کے خیالات قلم بند کروں

آپ کے حسن ذہانت کی چمک کیا کہنا
آپ کے فن خطابت کی مہک کیا کہنا

بلبل ہند نے عزت بھی حرم سے پائی
یعنی دستار ولایت بھی حرم سے پائی

بلبل ہند نے بس حق کی حمایت کی ہے
حاضری دی ہے مزاروں سے محبت کی ہے

بلبل ہند کی تعریف نہیں کرسکتا
مرد مومن کی میں توصیف نہیں کرسکتا

سانس بھی لیتے نہیں تھے کبھی مذہب کے خلاف
منکر دین کی کرتے نہ خطاؤں کو معاف

رہ کے فاقوں میں غریبوں کو کھلانے والے
یوں ہی بس ہوتے ہیں اسلام بچانے والے

بلبل ہند میں حق گوئی و بے باکی تھی
بلبل ہند کی دولت بھی یہ آفاقی تھی

بلبل ہند سے خوشبوئے وفا پھیلی ہے
یعنی ہر گوشے میں تبلیغ رضا پھیلی ہے

بلبل ہند کے خلفا و مریدین بھی ہیں
غوث کے پیارے بھی اور راحت حسنین بھی ہیں

ان کی رگ رگ میں بھی ایماں کی حرارت دیکھی
بزم سرکار دوعالم میں بھی عزت دیکھی

خاص مہمان نوازی کی ادا رکھتے تھے
دشمنوں کے لیے ہونٹوں پہ دعا رکھتے تھے

مسلک شان بریلی پہ وہ قربان بھی تھے
وہ محدث بھی مفکر بھی تھے ذی شان بھی تھے

ان کے دامن سے شہ دین کا دامن بھی ملا
یعنی توحید کا ایمان کا گلشن بھی ملا

پیر کامل بھی تھے عالم بھی تھے اور عامل بھی
فارسی عربی میں اردو میں بڑے قابل بھی

ان کا کردار بھی سورج کی طرح روشن ہے
ان کا دامن بھی مرے غوث کا ہی دامن ہے

دینی خدمات میں ہر سانس گزاری بے شک
بلبل ہند کی سیرت بڑی پیاری بے شک

عاشق جلوۂ محبوب خدا کیا کہیے
نانپارہ میں جو روشن ہے دیا کیا کہیے

بلبل باغ رضا تھے حضرت مفتی رجب

از : خطیب اہل سنت
حضرت علامہ مختار احمد رضوی بہیڑ وی
بہیڑی بریلی شریف

نائب خیرالوری تھے حضرت مفتی رجب
عاشق غوث و رضا تھے حضرت مفتی رجب

کوئی کیا جانے کہ کیا تھے حضرت مفتی رجب
زینت بزم صفا تھے حضرت مفتی رجب

عالم اسرار قرآں مرشد روشن ضمیر
متقی بے ریا تھے حضرت مفتی رجب

کتنے گمراہوں کو راہ حق پہ قائم کردیا
کیسے کامل رہنما تھے حضرت مفتی رجب

نغمہ نعت نبی تا عمر ہونٹوں پر رہا
بلبل باغ رضا تھے حضرت مفتی رجب

حضرت محمودؔ کو ویسا ہی کردے اے خدا
جیسے پیر باصفا تھے حضرت مفتی رجب

جگمگا اٹھا مقدر اہل کھرگاپور کا
مہرباں ان پر سدا تھے حضرت مفتی رجب

اہل سنت کے لیے مختارؔ ہر دم ہر گھڑی
بارش لطف و عطا تھے حضرت مفتی رجب

حدیث وفقہ میں یکتا عزیمت کا نشاں تو ہے

از : حضرت مفتی شمشاد احمد مصباحی
استاذ و مفتی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

سحاب علم تو ہے فکر کا سیل رواں تو ہے
حدیث و فقہ میں یکتا عزیمت کا نشاں تو ہے

قلم بن کر گرے برق تپاں اہل ضلالت پر　　ہلا کر قصر باطل کو جو رکھ دے وہ زباں تو ہے
ترے زور بیاں سے نجدیت مٹتی رہی ہر سو　　رضا کے فکر کی تلوار اور تیر وسناں تو ہے
تری تحریر پہ اہل یقیں گردن جھکاتے ہیں　　حقیقت کی زباں تو ہے صداقت کا بیاں تو ہے
تو اپنے مرشد برحق کا پر تو ہے بلا شبہہ　　ہدایت کا منارہ علم کا کوہ گراں تو ہے
ہماری مشکلیں آسان ہوتی ہیں ترے در سے　　اگرچہ ظاہری نظروں سے مخفی اور نہاں تو ہے
تری خدمات کا ہے تذکرہ دنیا میں اب ہر سو　　جو مٹ سکتی نہیں تا حشر ایسی داستاں تو ہے
ترے ہی دم قدم سے جامعہ کی ساری رونق ہے　　خزاں کیا اس چمن میں آسکے جب باغباں تو ہے
بہت سے دیں کے پیچیدہ مسائل کر دیے روشن　　یقیناً اہل سنت کا چراغ ضوفشاں تو ہے
ہزاروں علم کے پیاسے یہاں سیراب ہوتے ہیں　　رہے تا حشر جس کا فیض وہ آب رواں تو ہے
ہمارے دل میں جس نے دین کی قندیل روشن کی　　جہان فکر و فن کا وہ منور کہکشاں تو ہے

ترے ہی سایہ میں رہتا ہے یہ شمشاد خستہ تن
ہمارا آشیاں تو ہے ہمارا سائباں تو ہے

عشق احمد میں فنا تھے حضرت مفتی رجب

از : حضرت مولانا قاری نظام الدین قادری بستوی
افریقہ

مقتدائے اصفیا تھے حضرت مفتی رجب
پیشوائے اتقیا تھے حضرت مفتی رجب

جاں نثار مصطفیٰ تھے حضرت مفتی رجب　　　افتخار اولیا تھے حضرت مفتی رجب
عالم و فاضل مفسر اور محدث بے مثال　　　اور بھی اس کے سوا تھے حضرت مفتی رجب
پارسا ایسے کہ جس پر پارسائی کو تھا ناز　　　تاجدار اتقیا تھے حضرت مفتی رجب
ایک ہی میں کیا سبھی اہل سنن ہیں معترف　　　عشق احمد میں فنا تھے حضرت مفتی رجب
مسلک احمد رضا کے تھے نقیب و جاں نثار　　　عاشق احمد رضا تھے حضرت مفتی رجب
ہے نگاہوں میں بسا اب تک وہ روئے پر وقار　　　ایسے روشن پر ضیا تھے حضرت مفتی رجب
تھے سخاوت میں یقیناً نائب عثماں غنی　　　منبع جود و سخا تھے حضرت مفتی رجب
روشنی پھیلی ہوئی ہے جس کی شرق وغرب میں　　　ایسے روشن اک دیا تھے حضرت مفتی رجب
بحر علم و معرفت اور پیکر صبر و رضا　　　ایسے مرد باصفا تھے حضرت مفتی رجب

خود فقاہت بھی تھی نازاں ذات پر جس کی نظاؔم
وہ فقیہ بے بہا تھے حضرت مفتی رجب

بلبل ہندوستاں تھے شاخ طیبہ پر مقیم

از : حضرت نازاں فیضی گیاوی

ب　با وفا با ہوش میر کاروان سنیت
لطف بزم عاشقاں اور ترجمان سنیت

ل　لا کہیں سے ڈھونڈ کر ایسا غلام مصطفیٰ　　دہر میں پھیلا دیا ہر سو پیام مصطفیٰ
ب　بلبل باغ مدینہ کا شرف تو دیکھیے　　مچ گئیں دھومیں خرد کی ہر طرف تو دیکھیے
ل　لاج والے ان کی مدحت میں ہیں یوں رطب اللساں　　جیسے دیکھے ہوں فضاؤں میں عقیدت کے نشاں
ہ　ہر طرف ہے ان کی خدمات جلیلہ ہی کی دھوم　　کتنے ہی وارفتہ سینوں میں ہیں الفت کے نجوم
ن　نانپارہ خاص ان کے فیض کی جاگیر ہے　　دل کے آئینے میں ان کے پیار کی تصویر ہے
د　دل کی دنیا میں ہجوم خیر و برکت کا یقیں　　رکھتے تھے لطف امام اہل سنت کا یقیں
م　منظر اسلام سے پگڑی فراغت کی ملی　　پیر سے ان کو سند حسن نظامت کی ملی
ح　حق تو یہ ہے لرزہ بر اندام تھے باطل تمام　　کر کے نجدی کو بھنور میں لے لیے ساحل تمام
م　مرشد برحق حضور مفتی اعظم کا درد　　رکھتے تھے سینے میں وہ اسلام کے پرچم کا درد
د　داور محشر کی جیتے تھے رضا کے واسطے　　جان دینا شغل میں تھا مصطفیٰ کے واسطے
ر　رحمتوں کی ان پہ بارش تھی یہ کہتے ہیں سبھی　　اس لیے ان کے ہی زیر سایہ رہتے ہیں سبھی
ج　جو کنارہ کش ہوئے ان سے خسارے میں رہے　　بس وہی ڈوبے جو نجدی کے اشارے میں رہے
ب　بلبل ہندوستاں تھے شاخ طیبہ پر مقیم　　جن کی آنکھوں کا سویرا تھا گل باغ نعیم
ع　عقل حیراں ہے نظام حسن باب جود پر　　تھی دم مہماں نوازی چشم بس معبود پر
ل　لڑکھڑاہٹ کچھ نہ آئی پائے استقلال میں　　دی صدا رب کو جب آئے دشمنوں کے جال میں
ی　یا خدا بہر رسول اللہ کر میری مدد　　تیری ہی رحمت کے سائے میں ہیں سارے نیک و بد
ص　صاحب جود و سخا کا دل رہا ہر دم غنی　　کیا کمی اس کو ہو جس کو خود کرے مولا دھنی
ا　اب وہ دنیا میں نہیں تو آتا ہے ان کا خیال　　دیکھنا آئے نہ دل کے شیشے میں کوئی بھی بال
ح　حاصل مقصد ہے جن کی خدمت ہر یادگار　　حضرت محمود ملت پر ہو رحمت بے شمار

ب　باوجود اس کے کہ نازاں نانپارہ سے ہے دور
پی رہا ہے روز و شب حضرت ہی کا جام سرور

کشتی اہل سنت کے اے ناخدا

از :مولانا محمد طاہر القادری کلیم فیضی
ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار الاسلام سکندر پور بستی

دشت و صحرا کو گلشن بناتے رہے
نغمۂ نعت سرور سناتے رہے

اہل باطل کی تاریک راہوں میں وہ　　شمع رشد و ہدایت جلاتے رہے
اپنی روحانی طاقت سے اک آن میں　　بگڑی تقدیر سب کی بناتے رہے
مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید میں　　شان مرد مجاہد دکھاتے رہے
پرچم رضویت لے کے افلاک پر　　دیں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے
کشتی اہل سنت کے اے ناخدا　　ناؤ طوفاں کی زد سے بچاتے رہے
عمر بھر حضرت شاہ مفتی رجب　　علم و عرفاں کے دریا بہاتے رہے
اے فقیہ زماں ساقی مہرباں　　جام عشق نبی تم پلاتے رہے
باغ طیبہ کے تم بلبل خوش نوا　　بزم کو مست و بے خود بناتے رہے
بانی درسگاہِ عزیز العلوم　　علما طلبا کا رتبہ بڑھاتے رہے
اپنے شہزادے مولانا محمود کو　　حسن صدق و صفا سے سجاتے رہے

علم وعرفان کی روشنی سے کلیم
نقش ظلم و جہالت مٹاتے رہے

حامی اہل سنت مفتیٔ نانپارہ

از : مولانا محمد صدیق نوریؔ صاحب
پرنسپل جامعہ اہل سنت اشاعت الاسلام بڑھنی بازار سدھارتھ نگر

نازش گلہائے گلشن باغ رضویت کا پھول　　جس کا رنگ ونور ہے آئینۂ عشق رسول
جس کی نگہِ ناز میں دنیا تھی اک شئے فضول　　جس کے در سے ہورہا تھا علم وحکمت کا حصول
آخرش وہ کرگیا دنیا سے کنارہ
حامی اہل سنت مفتیٔ نانپارہ

ناشر سنت، نقیب مسلک احمد رضا　　پیکر اخلاص رشک بلبل شیریں نوا
بزم سنیت کا وہ آئینۂ نقش وفا　　جو حیات ظاہری میں تابع سنت رہا
وہ افلاک خطابت کا چمکتا ہوا تارہ
حامیٔ اہل سنت مفتیٔ نانپارہ

کاروان سنیت کا جادۂ منزل رہا　　ناخدائے کشتیٔ ملت کبھی ساحل رہا
قاطع بدعت ہمیشہ زینت محفل رہا　　حفظ ناموس رسالت کا دھڑکتا دل رہا
باطل کا زور توڑا رخسار حق نکھارا
حامیٔ اہل سنت مفتیٔ نانپارہ

بادۂ عشق نبی کی کارفرمائی رہی　　نشۂ احقاق حق کی جلوہ آرائی رہی
باغ سنیت میں تم سے رنگ ورعنائی رہی　　اہل باطل کو ہمیشہ تم سے رسوائی رہی
کیا مسلک رضا کو کیا خوب آشکارا
حامیٔ اہل سنت مفتیٔ نانپارہ

تیرے نہ ہونے سے بزم سنیت مغموم ہے　　پر تماشائے جہاں موجود اور معدوم ہے
کلک قدرت سے مقدر میں یہی مرقوم ہے　　نوریؔ حیات وموتِ انساں لازم وملزوم ہے
الوداع اے آسمان فضل کا ٹوٹا ہوا تارا
حامیٔ اہل سنت مفتی نانپارہ

افتا کی شان درس کی زینت چلے گئے

از : حضرت حافظ سجاد علی قادری
سابق استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

مدحت سرائے شان رسالت چلے گئے
اہل سنن پہ ڈھاکے قیامت چلے گئے

مداح شان سید کونین دیکھیے　　قلب وجگر و دل کے جراحت چلے گئے
ملت کی آبرو تھے شریعت کے پاسباں　　وا حسرتا وہ جانب جنت چلے گئے
کیوں ان کی شان پاک میں لکھوں نہ منقبت　　دے کر ہمیں وہ اپنی محبت چلے گئے
علم وعمل میں آپ کا ثانی نہیں کوئی　　افتا کی شان درس کی زینت چلے گئے
انسانیت کو ناز تھا ان کے وجود پر　　انسانیت کے تاج شرافت چلے گئے
دین نبی کے علم کے ماہر تھے لا کلام　　دانائے علم پاک رسالت چلے گئے
عربی زباں کے عالم بے مثل بھی تو تھے　　دے کر جہاں کو فن خطابت چلے گئے
دارالفنا سے دوستو دارالبقا کی سمت　　بے شک خطیب اعظم ملت چلے گئے
جو ہر دکھا کے اپنی خطابت کی شان کا　　نطق زباں وحسن بلاغت چلے گئے
غوث الوریٰ کے عاشق جاں باز بھی تو تھے　　خواجہ کی دل میں لے کے محبت چلے گئے
ہونٹوں سے پھول جھڑتے تھے علم کلام کے　　بے نور کر کے بزم خطابت چلے گئے
ہر ہر عمل سے کر کے وہ تا زیست وتا حیات　　وہ شمع دین وحق وشریعت چلے گئے
سب کو پلا کے بادۂ عرفاں کا جام وہ　　وہ پیر حق وہ پیر طریقت چلے گئے

ہر آن ہر گھڑی ہے یہ سجادؔ مدح خواں
دے کر جہاں کو درس سخاوت چلے گئے

منورعلم دیں کی کہکشاں مفتی رجب سے ہے

از : جناب نظر صاحب مہوبوی

منورعلم دیں کی کہکشاں مفتی رجب سے ہے　　تقدس کا یہ بحر بے کراں مفتی رجب سے ہے
یقیناً کامیاب و کامراں مفتی رجب سے ہے　　تعلق جس کا میر کارواں مفتی رجب سے ہے

زمین نانپارہ میں جو نکہت کر گئے قائم
بنا احمد رضا کے فیض سے وہ مرکز عالم

تھا درس دین لفظوں میں نبی تصویر میں ان کی　　بلاغت خوش بیانی تھی سدا تقریر میں ان کی
ضیائے احمد مرسل تھی ہر تنویر میں ان کی　　سلاست جاذبیت تھی ہر اک تحریر میں ان کی

دیا پیغام حق تا عمر بے شک آپ نے حضرت
یہ کیسی عمدہ تھی پیارے مرے یہ آپ کی عادت

تو بیرونی ممالک میں بھی ارباب محبت ہیں　　اگر کچھ آپ کے اس ہند میں اہل عقیدت ہیں
عدد میں لاکھوں سے زائد ترے اہل ارادت ہیں　　انھیں میں عاشقان اولیا شیدائے ملت ہیں

ہیں ایسے معتقد مفتی رجب کے ہند میں بے شک
چلے آتے ہیں با ذوق وعقیدت نانپارہ تک

بہ الفاظ دگر علم خطابت کے وہ ماہر تھے　　وہی تھا ذہن ودل میں ان کے وہ جیسے بظاہر تھے
نہ لاتے شکوۂ بے جا زباں پر ایسے صابر تھے　　ہمیشہ وہ خدائے پاک کی مرضی پہ شاکر تھے

نظر یہ سیرت رجبی پہ لکھنے کی ہی چاہت ہے
قلم خود راہبر ہے مجھ پہ لفظوں کی عنایت ہے

غوث اعظم کی کرامت حضرت مفتی رجب

از : مولانا خلیل احمد نوری
چھلوا، بھنگا، ضلع شراوستی

پیشوائے اہل سنت حضرتِ مفتی رجب
پاسبان دین و ملت حضرتِ مفتی رجب

بلبل باغ رضا و حضرت غوث الوریٰ　　عاشق شمع رسالت حضرتِ مفتی رجب
غائص بحر شریعت سالک راہ ورع　　واقف راز طریقت حضرت مفتی رجب
نانپارہ کی زمیں سرچشمۂ برکت بنی　　بارش انوار و رحمت حضرت مفتی رجب
پارۂ ناں کو خدا نے آپ سے پورا کیا　　نانپارہ کی ہو نعمت حضرت مفتی رجب
ہند کے اعلیٰ محدث حضرت عبدالعزیز　　مظہر خلوت و جلوت حضرت مفتی رجب
رہزنان نجد سے ہم کو بچا یا عمر بھر　　ہو صدائے اعلیٰ حضرت حضرت مفتی رجب
مفتی اعظم کے سچے عاشقوں میں تھا شمار　　ہر طرح تھی استقامت حضرت مفتی رجب
اہل علم وفن نے دیکھا اک نظر تو کہہ اٹھے　　غوث اعظم کی کرامت حضرت مفتی رجب

شور ہے کہ چل بسے اب نائب ختم الرسل
۱۴۱۸ھ
جب سدھارے سوئے جنت حضرت مفتی رجب

دے کے دید کی دعوت شکل کیوں چھپائی ہے

از : مولانا خلیل احمد نوری
چھلوا، بھنگا، شراوستی

دل میں الفت آقا جس نے بھی بسائی ہے
شمع اعلیٰ حضرت سے اس نے لو لگائی ہے

فیض مفتی اعظم یوں تو ہر جگہ بانٹا		عادت سخاوت یاں ہم کو کھینچ لائی ہے
'ط' و 'م' و 'ح' کھلتے عامل شریعت پر		کسب و وہب کی دولت ہر ولی نے پائی ہے
کرکے حسن پر شیدا پھر تو کرلیا پردہ		دے کے دید کی دعوت شکل کیوں چھپائی ہے
سارے اہل سنت پر اب عطا نوازش ہو		جھولیاں بھرو سب کی بھیڑ کیوں لگائی ہے
یا خدا رہیں محمودؔ اپنی قوم میں محمود		دین کی نگہبانی ان کے ذمہ آئی ہے

اس خلیلؔ ناقص کے پیر مفتی اعظم
یہ سگ در نوری آپ کا گدائی ہے

جھنڈا فلک پہ دیکھا مفتی رجب علی کا

از : سید امجد ربانی علیمی جبل پوری

کیوں کر بیاں ہو رتبہ مفتی رجب علی کا
جھنڈا فلک پہ دیکھا مفتی رجب علی

بس فرش پر نہیں ہے ذکر جمیل ان کا ہے عرش پہ بھی شہرہ مفتی رجب علی کا
پاکیزگی کچھ ایسی قدسی نثار جائیں اللہ رے وہ تقوی مفتی رجب علی کا
تھے سنیوں کے حامی بدمذہبوں کے دشمن مشہور ہے یہ قصہ مفتی رجب علی کا
تھے مسلک رضا کے وہ اک عظیم داعی ہردم رہا یہ شیوہ مفتی رجب علی کا
ان کے کلام میں تھی کلک رضا کی خوشبو دیکھو ذرا قصیدہ مفتی رجب علی کا
شیریں مقال ایسے بڑھ کر فصاحتوں نے اکثر دہن ہے چوما مفتی رجب علی کا
ان کی ہر اک ادا تھی خلق نبی کا مظہر اب کیا بیاں ہو زیادہ مفتی رجب علی کا

امجد ہے ایک عالم اس ذات پر تصدق
میں ہی نہیں ہوں شیدا مفتی رجب علی کا

ہدایت کے انوار مفتی رجب

از : مولانا معراج احمد قادری
مدرسہ رضویہ وارث العلوم بھنگا بازار

ولایت کے مینار مفتی رجب　　　ہدایت کے انوار مفتی رجب
محبت کے مے خوار مفتی رجب　　　عقیدت میں سرشار مفتی رجب
نبی کی محبت بسی ان کے دل میں
نبی کی شریعت رچی ان کے دل میں
رضا کی عقیدت جمی ان کے دل میں
اخوت کے سالار مفتی رجب　　　ہدایت کے مینار مفتی رجب
وہ علم و شرافت میں اعلیٰ مقام
تبسم تکلم میں وہ خوش خرام
عنایات ربی سے وہ شادکام
سخاوت کے دربار مفتی رجب　　　ہدایت کے انوار مفتی رجب
وہ تقوی میں ایسے عدیم المثال
کریمانہ شفقت میں اپنی مثال
وہ مہماں نوازی میں تھے باکمال
ضیافت کے دلدار مفتی رجب　　　ہدایت کے مینار مفتی رجب
وہ پابند صوم و صلوۃ آدمی
ثناخوان و مداح نور نبی
منور بانوار حضرت علی
کرامت کے اسرار مفتی رجب　　　ہدایت کے مینار مفتی رجب
وہ مدح صحابہ میں سرشار تھے
وہ اہل سنن کے مددگار تھے
وہ نجدی وہابی سے بیزار تھے
صداقت کے ازہار مفتی رجب　　　ہدایت کے انوار مفتی رجب

درشاہ رجب حق کا پتہ معلوم ہوتا ہے

از : مولانا معتصم باللہ فیضی قادری
ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوریہ رضویہ اخالی بازار کشن گنج

ضیائے مصطفیٰ و کبریا معلوم ہوتا ہے
در شاہ رجب حق کا پتہ معلوم ہوتا ہے

بشکل پیر دید مصطفیٰ دید جمال حق　　یہ مرشد راز پوشیدہ کی جا معلوم ہوتا ہے
ہے جاری فیض جو مفتی رجب کے آستانے پر　　وہ صبح و شام فیض اولیا معلوم ہوتا ہے
مقابل میں جو اعدا آئیں وہ کہہ کہہ کے یہ بھاگیں　　وہ مرد حق ہے وہ شیر رضا معلوم ہوتا ہے
وہ خورشید رسالت کی ہے لو سے دوستو روشن　　بظاہر جو ہدایت کا دیا معلوم ہوتا ہے

وہ چمکے آفتاب دہر بن کر کیوں نہ اے فیضی
در احمد رضا کا جو گدا معلوم ہوتا ہے

بلبل ہند کا آستانہ تو ہے

از : مولانا محمد ادریس رضا قادری
سابق استاذ مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

بلبل ہند کا آستانہ تو ہے
بیکس و مضطرب کا ٹھکانہ تو ہے

دامن بلبل باغ احمد رضا　　ہر غم و رنج میں شامیانہ تو ہے
جھولیاں بھر دو سب آنے والوں کی اب　　عرض یہ آپ سے عاجزانہ تو ہے
دیکھ کر آپ کے پرتو فیض کو　　قلب اہل سنن فاتحانہ تو ہے
اپنے محمودؔ پہ ہر گھڑی ہو نظر　　عادت حاسدیں ظالمانہ تو ہے

اپنے ادریسؔ پہ اب کرم کیجیے
آپ کا شاہا خادم پرانا تو ہے

السلام اے بلبل ہندوستاں عالی صفات

از : جناب ڈاکٹر افسر رضا خاں
پرتار پور چودھری عزت نگر بریلی شریف

السلام اے بلبل ہندوستاں عالی صفات
مظہر اوصاف محبوب خدا ئے کائنات

آپ کی رحلت نے تازہ کردی ہے پھر یہ مثال — موت اک عالم کی ہے اک عالم دیں کی وفات
زندگی علم و عمل سے تھی عبارت آپ کی — تھی شریعت کے مطابق آپ کی ہر ایک بات
شفقت و مہماں نوازی اور ایثار وسخا — ان مبارک زیوروں سے تھی مرصع ان کی ذات
عالم علم شریعت اور طریقت آشنا — مجمع بحرین تھے وہ حضرت والا صفات
ناشر فکر امام احمد رضا تھے بالیقیں — ہیں دلیل اس امر پر ان کے قلم کے رشحات
ان کی تصنیفات عالی اور ان کا جامعہ — دائماً قائم رہیں مولیٰ یہ ان کے باقیات
یہ دعا افسر رضا خاں قادری نوری کی ہے — قبر کو رحمت سے بھر دے ان کی رب کائنات

مدحت حضرت بجا افسر ترے اشعار ہیں
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

پیکرشان ولایت حضرت مفتی رجب

از : جناب مولانا شبیر مسعودی
بہرائچ شریف

رہبر دین و شریعت حضرت مفتی رجب
واقف راہ طریقت حضرت مفتی رجب

پیکر اخلاق والفت حضرت مفتی رجب　　مخزن صبر و قناعت حضرت مفتی رجب
مسلک احمد رضا کا ایک سچا ترجماں　　یادگار شیر سنت حضرت مفتی رجب
ان کی ذات پاک تھی اللہ والوں کی مثال　　پیکر شان ولایت حضرت مفتی رجب
آئینہ مسعود غازی پر تو احمد رضا　　غوث اعظم کی کرامت حضرت مفتی رجب
مفتی اعظم کریں کھانے پہ تیرا انتظار　　اللہ اللہ تیری عظمت حضرت مفتی رجب
بے اجازت والدہ کے وہ کہیں جاتے نہیں　　صاحب علم و فضیلت حضرت مفتی رجب

نعت گو شعرا سے دیکھا بارہا شبیر نے
خوب کرتے تھے محبت حضرت مفتی رجب

مرشدر جب ہمارے ہم سب کے ہیں سہارے

از : جناب حیدر صاحب

مرشدر جب ہمارے ہم سب کے ہیں سہارے
ان کے کرم کے سائل دامن کھڑے پسارے

سب کی بھریں گے جھولی ہوں گی مرادیں پوری
جاکر کے نانپارہ دل سے کوئی پکارے

سب کی بنادو قسمت سب پر لٹادو رحمت
آئے ہیں در پہ تیرے دکھ درد کے یہ مارے

آؤ ادھر تو آؤ دامن میں ان کے آؤ
اپنے ہوں یا پرائے ان کو تو سب ہیں پیارے

ساقی میکدہ ہو اک جام ہی پلادو
مے کی کمی نہیں ہے بہتے ہیں تیرے دھارے

میخوار ہوں میں ایسا میخانہ دل میں رکھ لوں
حیدؔر تو میرا ایسا ہمت کبھی نہ ہارے

ہر طرح شاندار تھے مفتی رجب علی

از : عالی جناب نیّر دموہی
ایم۔ پی

ملت کے غم گسار تھے مفتی رجب علی
سچے وفا شعار تھے مفتی رجب علی
تھی ان کی ذات مفتی اعظم کا آئینہ
سنت کے پاسدار تھے مفتی رجب علی
تبلیغ دیں کے واسطے تھی وقف ان کی ذات
علما میں ذی وقار تھے مفتی رجب علی
قربت میں ان کے پاتے تھے تسکین اہل دیں
اک نخل سایہ دار تھے مفتی رجب علی
ظاہر و باطن یکساں تھا بے شک رجب کا اور
سرتا بپا بہار تھے مفتی رجب علی
تقوی شعار مرد خدا عاشق رسول
ہر طرح شاندار تھے مفتی رجب علی
نیّر وفا میں خلق میں تقوی میں زہد میں
مشہور روز گار تھے مفتی رجب علی

بے چین دل کا ہائے مداوا چلا گیا

از : حضرت مولانا قاری مشرف رضا سبحانی
استاذ جامعہ مظفریہ داتا گنج ضلع بدایوں شریف

مفتی عزیز کا وہ دلارا چلا گیا
یعنی وہ شیخ آج ہمارا چلا گیا

مفتی ہند کا تھا وہ پیارا چلا گیا　　رہبر تھا دین کا وہ ہمارا چلا گیا
کرتا رہا جو رہبری دن رات قوم کی　　وہ بیکسوں کا ہائے سہارا چلا گیا
سوئی ہے بزم اور مدارس خموش ہیں　　وہ پیشوا تھا آج ہمارا چلا گیا
اہل سنن کو ناز تھا جس ذات پاک پر　　وہ مسلک رضا کا سہارا چلا گیا
کہتے تھے جس کو بلبل ہندوستاں سبھی　　وہ نغمہ سنج ہائے! ہمارا چلا گیا
ہندوستاں میں جس کی خطابت کی دھوم تھی　　ایسا خطیب آج ہمارا چلا گیا
ڈھونڈیں گے اس کی دید کے پیاسے کہاں اسے　　بے چین دل کا ہائے مداوا چلا گیا
آیا پیام موت تو مقبول بارگاہ　　تھا مسکراتا ذکر وہ کرتا چلا گیا
علم و ادب کا گوہر یکتا و بے مثال　　وہ قلب کا سکون ہمارا چلا گیا

کہتے ہیں ان کو آج مشرؔف سبھی یہی
اہل سنن کی آنکھ کا تارا چلا گیا

تھے سراپا ایک رحمت حضرت مفتی رجب

از : جناب نسیم القادری برکاتی
فرخ آباد

رونق بزم محبت حضرت مفتی رجب
تھے سراپا ایک رحمت حضرت مفتی رجب

دین کے سچے مجاہد اور علم بردار تھے　　کرتے تھے حق کی حمایت حضرت مفتی رجب
آپ کو جس نے بھی دیکھا کہہ اٹھا بے ساختہ　　اللہ اللہ نوری صورت حضرت مفتی رجب
زہد وتقوی ناز کرتے ہیں انھیں کی ذات پر　　ایسے پابند شریعت حضرت مفتی رجب
شہ جمال الاولیا کوڑا جہان آباد سے　　مل گیا فیضان رحمت حضرت مفتی رجب
مرشدان کالپی پہ رات دن قربان تھے　　ایسی کرتے تھے محبت حضرت مفتی رجب
اعلیٰ حضرت کا کرم اور مفتی اعظم کا فیض　　مل گئی کیا خوب نسبت حضرت مفتی رجب
ان کے مرشد تھے محدث مفتی عبدالعزیز　　جن سے حد درجہ تھی الفت حضرت مفتی رجب
بلبل ہند آپ کہلاتے تھے سارے ملک میں　　تھی یہ مرشد کی عنایت حضرت مفتی رجب
نانپارہ کو بنایا سنیوں کا اک قلعہ　　شاد ہیں سب اہل سنت حضرت مفتی رجب
درسگاہ سنیت ہے آپ کی جو درسگا　　یہ بھی ہے آقا کی رحمت حضرت مفتی رجب
علم کا چشمہ جو جاری نانپارہ سے ہوا　　آپ ہی کی ہے عنایت حضرت مفتی رجب
سنیت کا جھنڈا ٹیکم گڑھ میں بھی لہرادیا　　دین سے تھی ایسی رغبت حضرت مفتی رجب
ان کے اخلاق ومحبت سے ملا ہے سب کو فیض　　ایسی کرتے تھے ہدایت حضرت مفتی رجب
فیض رحمت آج بھی دولت کدہ ہے آپ کا　　جس سے سب پاتے ہیں راحت حضرت مفتی رجب
ان کا انداز کریمانہ بہت ہی عام تھا　　کرتے تھے ہر اک کی خدمت حضرت مفتی رجب

اپنے قول و فعل پر مضبوطی سے قائم رہے یہ بھی ہے ان کی کرامت حضرت مفتی رجب
لے گئی جب حج کو الفت احمد مختار کی کھل گئے سب باب رحمت حضرت مفتی رجب
اپنے تو اپنے تھے ان کا غیر بھی بھرتے تھے دم ایسے تھے دریائے رحمت حضرت مفتی رجب
حضرت محمود کو بھی غوث اعظم کے طفیل رکھیں اب ہر دم سلامت حضرت مفتی رجب
منکران عظمت سرکار سے جلتے رہے بھیجتے رہتے تھے لعنت حضرت مفتی رجب
ہم غلاموں کے لیے ہر وقت کرتے تھے دعا ایسے تھے پیر طریقت حضرت مفتی رجب
اپنے مہمانوں کی خاطر ہر جگہ ہر حال میں کرتے تھے لطف و عنایت حضرت مفتی رجب
آپ کی قبر منور پر سدا ہوتی رہے بارش انوار و رحمت حضرت مفتی رجب

اس نسیم قادری کے حق میں یہ کیجیے دعا
پھر ہو طیبہ کی زیارت حضرت مفتی رجب

ثانی نہیں ہے ملتا مفتی رجب علی کا

از : جناب حیرت گونڈوی صاحب

کیا کیا بیاں ہو رتبہ مفتی رجب علی کا
ثانی نہیں ہے ملتا مفتی رجب علی کا

یہ مدرسہ یہ مسجد یہ علم کی بہاریں　　　در اصل یہ ہے صدقہ مفتی رجب علی کا
اپنے ہوں یا پرائے ہر ایک کی زباں پر　　　گھر گھر ہے اب بھی چرچا مفتی رجب علی کا
آتے تھے یاد مفتی اعظم بریلی والے　　　جو دیکھتا تھا چہرہ مفتی رجب علی کا
احمد رضا کا مسلک گھر گھر میں لے کے جانا　　　یہ کام تھا انوکھا مفتی رجب علی کا
بدمذہبوں کو اکثر دیتے رہے وہ ٹکر　　　دیکھے کوئی کلیجہ مفتی رجب علی کا
دین نبی کا ناشر یا رب رہے سلامت　　　محمود جو ہے بیٹا مفتی رجب علی

حیرت ہر ایک لمحہ ہے رحمتوں میں بھیگا
فضل خدا سے روضہ مفتی رجب علی کا

دردِدل کی دوا بلبل ہند تھے

از : جناب مولوی انقلاب اشرفی
نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

دین حق پر فدا بلبل ہند تھے
عاشق مصطفیٰ بلبل ہند تھے

عمر بھر پیروی کی صحابہ کی بس　　جانب حق سدا بلبل ہند تھے
اہل حق کی حمایت میں بولے سدا　　ظالموں سے خفا بلبل ہند تھے
نجدیوں سے ڈرے نہ کسی موڑ پر　　ایسے مرد خدا بلبل ہند تھے
رافضی خارجی نیچری کے لیے　　ہاں ہاں تیغ رضا بلبل ہند تھے
فقر و فاقہ کے عالم میں ثابت قدم　　ہر نفس بر ملا بلبل ہند تھے
پاک رکھا خطاؤں سے دامان خود　　کس قدر پارسا بلبل ہند تھے
جس نے ڈالی بنائے عزیز العلوم　　وہ غلام رضا بلبل ہند تھے
نانپارہ کا ہر ہر بشر کہہ اٹھا　　صوفی با صفا بلبل ہند تھے
جل رہی تھی عرب میں جو شمع رضا　　اس ضیا کی ضیا بلبل ہند تھے
درس و تدریس و وعظ و نصیحت میں خود　　شان رکھتے جدا بلبل ہند تھے
روز رحلت یہ کہنے لگا ہر کوئی　　درد دل کی دوا بلبل ہند تھے
پرچم سنیت جس نے اونچا کیا　　وہ مرے رہنما بلبل ہند تھے
کام محمود سے اپنا لے اے خدا　　روز کرتے دعا بلبل ہند تھے
جو بھی میرے قلم نے کہا سچ کہا　　اور اس سے سوا بلبل ہند تھے

انقلاب اشرفی تونے سمجھا ہے کیا
اس زمانے میں کیا بلبل ہند تھے

طوطیٔ ہندوستاں نغمہ سرا کو السلام

از : حضرت مولانا علی قمر مصطفوی چھلوی
استاذ جامعہ رضویہ قمر العلوم نوشہرہ وایا مجھر ہوہ
ضلع شراوستی یوپی

صاحب تقوی تمہارے اتقا کو السلام
فہم و علم و آگہی فکر رسا کو السلام

عالم علم لدنی نائب خیرالانام　　طوطیٔ ہندوستاں نغمہ سرا کو السلام
مفتی و عالم، محدث اور خطیب بے مثال　　مرحبا صد مرحبا تیری ذکا کو السلام
عشق مولیٰ میں لٹادی جس نے ساری زندگی　　اس مجاہد شیر دل مرد خدا کو السلام
مفتی اعظم کے خود عملی نمونہ آپ تھے　　صاحب زہد و ریاضت پارسا کو السلام
خادم دین خدا کو السلامُ السلام　　مرکز رشد و ہدیٰ کو السلامُ السلام
مادر علمی سدا پھولے پھلے آباد ہو　　ترجمان مسلک احمد رضا کو السلام
باخدا رجبی چمن پہ آئے نہ دور خزاں　　پر بہار و پر وقار و پرضیا کو السلام

حفظ ناموس رسالت کا قلعہ ہے اے قمؔر
پیارا پیارا مدرسہ چمن رضا کو السلام

عندليب الهند

العلامة المفتي رجب على الرضوي

شخصية اسلامية متميزة

إعداد :محمد الرابع نوراني البدري
المدرس في دارالعلوم فيض الرسول براؤن الشريفة وصاحب السجادة بزاوية بدرالعلماء برهيا من مديرية سدهارت نغر (يوبى)الهند

الحمدللهنحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باللهمن شرورأنفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده اللهفلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لاإلٰه الااللهوحده لاشريك له ونشهد أن سيدنامحمداصلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم عبده ورسوله

وبعدفقد كان يعتبر العالم الجليل، والمحدث الثقة، والفقيه الورع عندليب الهند العلامة المفتي رجب على الرضوي النا نفاروي رحمه الله تعالى من أبرز وأشهر علماء أهل السنة والجماعة الذين اشتهر عنهم منافحتهم عن عقائد أهل السنة والجماعة مما جعله فى حرب فكرية مع الطوائف الضالة والنحل الباطلة والحركات الهدامة وكان يقاوم الفرق المخالفة للإسلام والسنة، كثير التنديد والردود عليها والتحذير منها , وكشف أستارها وإظهار ما عندها من الضلالات والمخازى، ولا سيما الوهابية والديابنة فقد كان لقد كان ثابتا على دينه وعقيدته ومنهجه يزأر محافظًا على شريعة الله عز وجل فى وجه أصحاب البدع وأرباب الفرق الضالة، فعاش يحمى عرين الشريعة

تعج خطبه ومؤلفاته بكم هائل من الحوارات والنقاشات والردود التى لا تخلو من دحض شبه هؤلاء ومعتقداتهم الفاسدة ورفضها ومجابهتها فى كل مكان

مولده ومنشأه وتعليمه

ولد رحمه الله تعالى في ٢٨/من رجب المرجب عام ١٣٤٣ه المصادف لـ ١/جنايرمن عام ١٩٢٣م فى نان فاره من مديرية بهرائص الشريفة ونشأ في اسرة دينية علمية وتلقى دراسته الابتدائية في نان فاره ثم التحق بالمدرسة الحكومية ولكن

لـم يـلبـث أن مـال الى التعليم الديني فالتحق بانجمن حنفيه مدرسه مصباح العلوم بنان فـاره وبـعـد أن أكـمـل دراستـه الـمتوسطة التحق بالجـامعة الرضوية منظراسلام بريلى الشريفة وتلقى الدروس من الأساتذة البررة لا سيما ملك العلماء العلامة المفتي السيد ظفر الـديـن الـرضوي رحمه الله تعالى ونجل الامام وحجة الاسلام العلامة المفتي حامد رضا رحـمه الله تعالى نجل الامام والمفتي العام لهذه الديار العلامة المفتي مصطفى رضا رحمه الـلـه تـعـالـى وخـليفة الاما م العلامةالمحدث عبدالعزيز رحمه الله تعالى واكتسب العلوم الإسـلامية مـن الـفـقـه وأصوله والحديث وعلومه والتفسير وأصوله وتشرب من مناهلها وجـدّ واجتهـد، وبـلـغ فى قوة البيان حدا بعيدا وبرع فى العلوم الإسلامية واللغة العربية وغيرها وتخرج من الجامعة الرضوية منظراسلام بريلى الشريفةعام ١٩٤٦م

في مجال العمل

بـدأ عـنـدليـب الهـنـد الـعلامة المفتي رجب على الرضوي النا نفاروي رحمه الله تـعـالـى حيـاتـه الـعـلـمية بـالتدريس بانجمن حنفيه مدرسه مصباح العلوم بنان فاره ثم انـفـصـل عـنهـا ولكن لم يزل يخدم الدين امامة وخطابة وتعليما وتدريسا في شتى المدن وبـعد ذلك أسس مدرسة باسم الجامعة العالية المصطفوية مدرسه عزيز العلوم بنان فاره من مديرية بهرائص الشريفة

كان خطيبا مصقعا

الخطابة فن أدبى يهدف أصلا إلى الإقناع والاستمالة لنقل السامع من موقف إلى آخر، وفيها بالإضافة إلى الفكرة المؤداة لغة انفعالية وجدانية تؤثر على السامع

فـقـد كـان رحـمه الله تعالى واعظاً إسلامياً وخطيبا مصقعا ،رابط الجأش، سليم النطق، جميل الهيئة ألقى نحو خمسين عاما فى مختلف أرجاء الهند حوال مواضيع شتى مـحـطماً بذلك كل الأرقام القياسية و كان ذا طاقة فى النطق الشفهى، وله حضور البديهة، والـقـدرـة عـلـى ارتـجـال الكلام، وصوت إيقاعى، ووقفة مهيبة مما يجعله يستحوذ على جمهوره

كان شاعرا مطبوعا

لـقـد كـان شـاعـرايـمـلك نصيباً كبيراً من الثقافة والمعارف العامة ويملك الى ذلك خيـالًا خـصباً وروعة وابتكارا ودقة فى الطرح وبلاغة فى الإيجاز وقوة إحساس وصدقا

فی العاطفة وعمقا فی المشاعروله موهبة شعرية فذة، وبديهة سيالة، لا يجد عناء فی نظم القصيدة، فدائمًا كانت المعانی تنثال عليه انثيالًا وكأنها المطر الهطول، يغمغم بالشعر ماشيًا أو جالسًا بين أصحابه، حاضرًا بينهم بشخصه غائبًا عنهم بفكره، ولهذا كان من أخصب الشعراء

وكان ذا حس لغوی مرهف وفطرة موسيقية بارعة فی اختيار الألفاظ التي تتألف مع بعضها لتحدث النغم الذی يثير الطرب ويجذب الأسماع، فجاء شعره لحنًا صافيًا ونغمًا رائعًا وكان اكثره في المديح النبوی الشريف فقد كان يعده كنزا وذخرا وسيلة لنجاته في يوم لاتملك نفس لنفس شيئا والأمر يومئذ لله

آثاره العلمية

بالإضافة إلی محاضراته وخطبه فی شتی مدن الهند وأريافها فقد كتب العديد من الكتب والمؤلفات وإليك بعض منها:

كنز الخيرات فيالتضرع الی مجيب الدعوات
قوامع السنة السنية علی رؤس الرفضة الشنيعة
رضوان قدير
انوار القدس (العطاء الجميل)
حياة مسلم
رياض عقيدت
ارغام الفجرة في قيام البررة
فتاوی رجبيه
اظهار حق وصواب در بيان ايصال ثواب

فرحمه الله تعالی رحمة واسعة وأكرم نزله مع الأبرارفي اعلی علين آمين بجاه سيد المرسلين صلی الله تعالی عليه وعليهم وسلم

وصلی الله تعالی وسلم علی خير خلقه ونور عرشه سيدنا محمد ﷺ وعلی آله وصحبه وبارك وسلم

الفقيه الجليل
حضرة الشيخ المفتی محمد رجب علی القادری
عليه رحمة الباری
حياة خدمات انطباعات

اعداد : سماحة الاستاذ محمد نصيرالقادری
الاستاذ بدارالعلوم محبوب سبحانی ممبائی(الهند)

ولادته

ولد سماحة الشيخ المفتی محمد رجب علی القادری عليه رحمة الباری من شهر ١/يناير١٩٢٣م فی نانفاره من مديرية بهرائص الشريفة اترا براديش الهند ونشأ فی بنية حسنة تجمع بين العلم والادب وانه تربی فی اسرة كريمة لاجله يتصل نسبه الكريم روشن علی ملأ الله قبره نورا و هومن العباد البررة ذوی العزة وعن فيوضه الروحانية يوجد فی نسله الشريف منذ عهده الی الآن النبلاء منهم عندليب الهند حضرة الشيخ محمد رجب علی القادری عليه الرحمة والرضوان هو الآن مرجع الخلائق فی شبه القارة الهندية۔

شجرة نسبه فيما يلی

محمد رجب علی بن نبی بخش بن علی بخش بن روشن علی نشأ وترعرع فی وطنه وكانت تظهر علامة العلو علی وجهه الكريم تحس بانه سوف يكون له شان كبير فی المستقبل ان شاء الله تعالیٰ۔

تعليمه وتربيته

ان حضرة الشيخ رحمه الله تعالیٰ قرأ القرآن الكريم وحصل الدراسة الابتدائية فی مدرسة بوطنه فی نانفارة من مديرية بهرائص الشريفة اترابراديش علی الرجال الصالحين منهم الشيخ مراد علی خان السيد ضياء الحسن الاستاذ رياست علی والماجستر نورالحسن ملأ الله قبورهم نورا۔

ان حضرة الشيخ المفتی رحمة الله عليه شرع ان يقرأ الكتب الدرسية من الفارسية والعربية بعد حفظ كثير من اجزاء القرآن الشريف علی الشيخ عبدالحميد نورالله مرقده بكل رغبة ثم ارتحل الی بريلی لياخذ العلوم والفنون علی المستوی العالی والتحق بدارالعلوم منظر اسلام اللتی شرفها استاذ العلما

حضرة الشيخ محمد مصطفیٰ رضا خان عليه الرحمة والرضوان والشيخ الكبير عبدالعزيز البجنوری عليه رحمة الباری وقدوة العلماء حجة الاسلام سعادة الاستاذ محمد حامد رضا خان عليه الرحمة والرضوان هم عن العلماء الربانيين وحصل حضرة الشيخ المفتی عليه الرحمة التعليم العالی تحت اشرافهم وقرأ علی هؤلاء الشيوخ الكرام الاحاديث النبوية خاصة علی الشيخين الكريمين احدهما الشيخ الكامل المرشد التام العارف باللّٰه عبدالعزيز البجنوری وثانيهما نجل الامام الاكبر احمد رضا خان المعروف بالمفتی الاعظم فی الهند محمد مصطفیٰ رضا خان نبذا من الأحاديث المختارة حتی تخرج بدارالعلوم السالفة سنة ست واربعين وتسع مائة والف من الميلادية واصبح عالما عظيما فقيها نبيها فی العلوم الدينية ونال شهادة خاصة من الشيخين السالفين وتدرب علی الافتاء تحت اشراف استاذ العلماء حضرة الشيخ محمد مصطفیٰ رضا خان فی كتابة الاجوبة الشريعة للأسئلة عدة سنوات حتی صار بارعا فی الفن۔

اساتذه البارعون

لاشك فی انه حضرة الشيخ عليه الرحمة قد تلمذ علی عباقرة العلوم الاسلامية والنوابغ فی الفن اليكم اسمائهم:

(١)حجة الاسلام حامد رضاخان(٢)استاذالعلماء مصطفیٰ رضا خان (٣)ظفرالعلماء محمد ظفرالدين (٤)بدرالطريقة عبدالعزيز البجنوری خلف الامام الاكبر مجدد الملة والدين اعلیٰ الحضرة احمد رضا خان (٥)حضرة الشيخ تقدس علی خان (٦)رئيس المحدثين احسان علی (٧)رئيس المترجمين فخرالمصنفين شمس الحسن البريلوی (٨)سماحة المفتی نواب علی خان البريلوی (٩)سماحة العلامة عبدالحميد (١٠)فضيلة الاستاذ سردار علی البريلوی (١١)حضرة الاستاذ ابرار حسن حضرة الشيخ عبدالغفور عليهم الرحمة والرضوان۔

والجدير بالذكر ان الشيخ المفتی عليه الرحمة تلمذ علی الشيوخ العظام والعلماء الكرام المذكور اسمائهم فيما علاه ولكن الذی استفاد منه كثيرالاستفادة بدرالطرية حضرة الشيخ عبدالعزيز البجنوری عليه الرحمة والرضوان فهو الذی بلغ به اوج الثريا فی العلم والفضل والكمال بتوجيهات القيمة المتواصلة ودلالاته الغالية المستمرة حتی وصل به الی مكان عال وصعد به قمة العلوم الدينية والفنون الاسلامية۔

الدخول فی مجال التدريس

المدرسة وهی من مهمة مصادر احياء العلوم والفنون وبث الدين والسنة نظرا الی هذه الحقيقة تولی حضرة الشيخ عليه الرحمة وظيفة التدريس بعد ما تخرج من كسب العلوم الظاهرة والنبوغ

فيها والاطلاع عليها والاطمئنان اليه

فمال اليها وعكف عليها عكوفا تامة واوصل هذه المسئولية العظمى والفريضة الجليلة لكل ماعنده لياقة وحينونة وصلاحية ومهارة درس بين هذه المدة كتب العلوم النقلية والعقلية مرارا و كرارا و رفع شبهات الطلاب الاذكياء وأزال شكوكهم وجعلهم مطمئنين من كل ناحية بأجوبته العلمية وازاح الحجاب عن الدقائق والغوامض واوضح الرموز والحقائق المستورة

ومن أهم خصائص تدريسه أنه كان يحل اصعب المباحث العلمية واعضل القضايا الفقهية وادق المسائل الأدبية بشرح عجيب فى نفوس الطلاب بمهارة تامة وبراعة كاملة حتى يفهموها بالبداهة والحال انه فى غاية الصعوبة والدقة۔

شغل حضرة الشيخ رحمة اللّٰه عليه منصب التدريس فى شتى المدارس العربية ونشر هناك دررالعلوم والفنون اليكم اسمائها

منها المدرسة الرضوية التى وقعت فى قرية صغيرة يقال لها بيسل فور من مديرية بيلى بيت اترابراديش، والجامعة المصطفوية عزيز العلوم الواقعة فى نانفارة من مديرية بهرائص الشريفة اترابراديش الهند۔

كما انتم تعرفون حق المعرفة ان حضرة الشيخ عليه الرحمة كان قطب الحركة العلمية فى الجامعة المصطفوية عزيز العلوم فى نانفارة وكانت حلقاته العلمية ودروسه التربوية عامة وكان الطلاب يتقاطرون عليه لما وجدوا فى شخصية من علم غزير

خلق رفيع هنا يتجلى ويتنور قول اللّٰه تعالىٰ ولكن كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب وبما كنتم تدرسون۔

لقد كان الشيخ المفتى عليه الرحمة والرضوان هذا هوالعالم الربانى الذى يعلم الكتاب ويربى فى الطلاب الملكة المطلوبة لفهم القرآن الكريم وتدبره وتذوق اللغة العربية وآدابها والتفسير والحديث والمنطق وغير ذلك من العلوم وكان يختار من الطرق والاساليب ما يوضح الصورة ويقرب الفهم هكذا كان درس فى مدرسة اخرى فى حياته المباركة

هذه حقيقة لا تجحد ان أسرته شهيرة بالشرافة والنجابة ومصوغة بصيغة الدين والملة الصادقة فتربى فى مخزن العلم والدين وشب على الخير والصلاح وترعرع حياة سعيدة للفلاح فلما بلغ رشده بايع على يد مرشده الكامل العارف باللّٰه عبدالعزيز البجنورى وثانيا المفتى الاعظم بالهند محمد مصطفىٰ رضا خان البريلوى وحصل الاجازة عليهما رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما

كان شيخنا المؤقر عندليب الهند عليه الرحمة والرضوان علما من اعلام الدعوة واماما فى ائمة الهدى وكان عالما عاملا بالمعروف ناهيا عن المنكر، كان علمه سيارا وعقله مبتكرا و نفسه طموحا وهمته وثابة كان كالمطر الذى كل قطرة منه مفيدة وكلها تحى الارض و تنبت النبات وكلها تسقى المزارع والاشجار وتفتح الازهار تكون البحار والانهار هذا ما صرح الرسول الكريم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امتى كالمطر لا يدرى اوله خير ام آخره وكان فى الاخلاص والتجرد والورع الذكاء علامة من علامات الله تعالىٰ۔

قدرزقه الله تعالىٰ من المزايا الكثيرة كان دائم الفكرة متواصل الاحزان دؤب العمل نابغة الانام رائد النهضة العلمية والصفات العالية والأخلاق الزاكية متجملا بالفعال الحميدة والخصال الكريمة وكان بطلا مكافحا من مجد الاسلام ومجاهدا متحمسا مربيا روحيا فى مقدمة العلماء الغيارى وكان انموذج الجيل الاول الاسلامى الصحابة الكرام الذين كانوا اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم فى وجوههم من اثر السجود

وكان له اليد فى الدعوة والارشاد والكفاح والنضال ضد الحاقدين على الاسلام كان له نظرة اوسع فى دقائق العلوم ومعارف الكتاب والسنة وكان متقيا عابدا هاربا عن الشواغل والعلائق اللتى لا تفيده فى الآجلة ولا تنفعه فى العاجلة وكان مرجعا للخلائق فى تربية النفوس وتزكيتها تشد الرحال اليه يسافر الرجال من اقاصى البلاد وأدانيها وكان حضرة الشيخ رحمة الله عليه سائحا عظيما وقد زار مدينة الرسول والكعبة المعظمة زادهما الله شرفا و كرامة وسافر الى اماكنة تاريخية كثيرة من كربلا ونجف و بغداد الشريفة والبلدان النائية وجال فى داخل الملك جولة مبالغة وخدم الدين خدمة بارزة وبعد عن البدع والسخافات وابان الحجة للحق واثار نفوس الناس واذهانهم الى الحق حتى تاب على يده الطاهرة كثير من الناس الذين يتيهون من قبل فى المتاهات۔

فهذب نفوسهم وثقف عقولهم ونفخ فيهم روح الحماسة الغيرة على الدين وعمل كل ذلك ابتغاء لوجه الله فضل الله تعالى عليه بالقبول والاجابة كما هو حقه واخلصه من عباده واعطاه رتبة سامية درجة رفيعة عنده فى العالم قاطبة واستمر على ذلك حياته حتى ارتحل من دارالفنا الى دارالبقاء فى سنة ۱۹۹۸من الميلادية ولحق بالرفيق الاعلى داعية الاسلام شاهد العصر بقية السلف لانملك الا ان نقول تأدبا بآداب القرآن الكريم انا لله وانا اليه راجعون رضى الله عنه و عن الاسلام والمسلمين خيرالجزاء۔

اخيرا ادعوالله تعالىٰ ان يوفقنا توفيقا كاملا لخدمة الدين والاسلام ويقبلنا لدعوة الدين والشرع المتين ويقتفى على آثار الاولياء الكرام رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين آمين بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔